اُموی اور عَباسی عہد میں سِندھ کے دینی اور علمی حالات کا تحقیقی جائزہ

(مقالہ برائے۔ پی ایچ۔ ڈی)

مقالہ نگار

حافظ حقانی میاں قادری

زیرنگرانی

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز بھٹو

ڈین شعبہ اسلامک اسٹڈیز

شعبہ تقابل ادیان و اسلامی ثقافت

سندھ یونیورسٹی

جام شورو سندھ

پاکستان

1998


بسم الله الرحمن الرحيم

CERTIFICATE

Certified that Mr. HAFIZ HAQQANI MIAN QADRI s/o MUHAMMAD NAIMAT ULLAH QADRI has carried out research on the Topic A CRITICAL STUDY OF RELIGIOUS AND EDUCATIONAL ASPECTS OF SINDH DURING UMMAYAD & ABBASID PERIODS. under my supervision and that his work is original and distinet and his dissertation is worthy of presentation of the University of Sindh for award of the degree of Doctor of Philosophy.

SIGNATURE

GUIDE/ SUPERVISOR

وادی سندھ کی اسلامی عظمت و رفعت

(عہد رسالتؐ میں)

روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسل کتابہ الی اہل السند علیٰ ید خمسۃ نفر من اصحابہ فلما جاوا فی السند فی قلعۃ یقال نیرون' اسلم بعض اہلہ ثم رجع من اصحابہ اثنان مع الوافد علیہ من السند' وبقی ثلاثۃ منھم فی السند و اظہر اہل السند الاسلام' وبینو الاہل السند الاحکام و ماتوافیہ و قبورھم فیہ الان موجودۃ وجلت۔

ترجمہ:

روایت کی گئی ہے کہ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل سندھ کے یہاں اپنے پانچ اصحاب کرامؓ کے ذریعہ اپنا نامہ مبارک بھیجا۔ پھر جب یہ اصحاب سندھ کے ایک مقدم نیرن کوٹ میں آئے تو وہاں کے بعض حضرات نے اسلام قبول کرلیا' پھر ان پانچ اصحاب میں سے دو واپس چلے گئے اور تین سندھ میں موجود رہے۔

اہل سندھ نے ان کی وجہ سے اسلام قبول کیا' اور انہوں نے یہاں کے لوگوں کو اسلامی احکام سکھائے ان اصحاب کرامؓ کا سندھ میں انتقال ہوا۔ اور ان کی قبریں اب تک سندھ میں موجود ہیں۔

(مجموعہ کلمات و رسائل)

وفی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا انہ رای علیہا اربعتہ اثواب سند

حدیث عائشہؓ میں ہے کہ دیکھنے والے نے ان کے جسم پر چار سندھی کپڑے دیکھے جو وہ پہنے ہوئے تھیں۔

(لسان العرب)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل لحم الدجاج وفی الحدیث دجاج سندی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سندھی مرغی کا گوشت تناول فرمایا۔

(زادالمعاد مجمع البحرین)

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حرنے کوفے کے راستے میں روکا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اگرچہ تمہارے بلانے پر عراق آیا ہوں۔ لیکن اب اگر تم کسی بھی وجہ سے میرا آنا پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو تاکہ میں سندھ چلا جاؤں۔ کیونکہ وہاں میرے مسلمان بھائی مجھے پناہ دے دیں گے۔

(المعارف از ابن قتیبہ)

سائينم سدائين، ڪرين مٿي سنڌ سڪار

دوست مٺا دلدار، عالم سڀ آباد ڪرين



اموی اور عباسی عہد میں سندھ کے دینی اور علمی حالات کا تحقیقی جائزہ

فہرست مضامین

اموی اور عباسی عہد میں سندھ کے دینی اور علمی حالات کا تحقیقی جائزہ

حرف اول (اہمیت)

کسی قوم کی تاریخ لکھنا یا مرتب کرنا' یا کسی قوم کے کارناموں کا جائزہ لینا رسمی تکلفات نہیں' بلکہ اس کا عظیم مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسے قوموں کی تربیت کا ایک موثر وسیلہ بنایا جائے' اور ماضی کے آئینہ میں مستقبل کو تابناک بنانے کی راہیں ہموار ہو جائیں' گزشتہ عہد کے عظیم لوگوں کے شاندار کارناموں سے قوموں میں جذبہ عمل بیدار کیا جائے اور اسلاف کے بلند پایہ کارناموں کو اس نہج سے پیش کیا جائے کہ وہ تاریخ قوموں کے لئے مستقل درس حیات بن سکے۔ اسی کے ساتھ ان واقعات کو بھی جو قوموں کے زوال اور تنزل کا باعث بنیں اس انداز سے پیش کیا جائے یہ وہ عہد حاضر کے لئے باعث عبرت و بصیرت بن سکیں اور موجودہ اور آئندہ نسلوں میں ان برائیوں سے بچنے کا جذبہ پیدا ہو۔

برصغیر پاک و ھند کا وہ علاقہ جسے عربی اور اسلامی ماخذ میں بلاد سندھ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس بت کدہ ھند میں مجاہدین اسلام کی پہلی منزل اور دین حق کی روشنی کی پہلی کرنوں کی فرودگاہ بھی تھا اور یہاں پر صدیوں تک مختلف عربی حکومتیں قائم ہوتی رہیں اور اپنے تاریخی آثار چھوڑتی رہیں۔

سندھ کے باشندے قول حق کے اخذ و قبول کی صلاحیتوں سے پوری طرح بہرور تھے۔ سرزمین سندھ وہ خطہ ارضی ہے جو مرکز اسلام سے بہت دور ہونے کے باوجود ابتدائے اسلام ہی میں اس سے آشنا ہو گیا تھا۔ اور اس کی صدائے بابرکت اس وسیع و عریض ملک کی فضائے بسیط میں گونجنے لگی تھی۔ اس عہد کا سندھ تقریباً" اس تمام خطہ پاک کا نام تھا۔ جو ۱۹۴۷ء میں محمد بن قاسم کے روحانی وارثوں کے حصے میں آیا۔

عربوں کے عہد حکومت میں مملکت سندھ میں خضدار سے لے کر بنوں تک علمی مراکز اور درس گاہوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ جن میں سندھ کے اپنے علماء مورخین اور فقہاء تشنگان علم کی پیاس بجھا رہے تھے' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عرب علماء جنہوں نے سندھ کو اپنا مسکن بنالیا تھا وہ بھی علم کی روشنی پھیلا رہے تھے۔

یہ دانش گاہیں کئی صدیوں تک علم و حکمت کی روشنی اور علوم عربیہ کی اشاعت کا وسیلہ بنی رہیں۔

دیبل، منصورہ، راج اور ملتان کے علمی مراکز طویل عرصے تک علم و دانش کی امانت کا بوجھ اٹھائے رہے۔

اس عہد کے علماء، فقہاء محدثین اور اس عہد کی ان درسگاہوں اور علوم و فنون کی تاریخ کی مختلف کڑیاں علوم و معارف کے خزانوں میں بکھری پڑی ہیں۔ جنہیں جمع کر کے مربوط شکل دینا ابھی باقی ہے۔

مقالے کا خلاصہ

میرے مقالہ کا عنوان "اموی اور عباسی عہد میں سندھ کے دینی اور علمی حالات کا تحقیقی جائزہ" ہے۔ اس میں سندھ کا نوے سالہ اموی دور خلافت (سن ۴۰ ہجری تا ۱۳۲ ہجری) اور ایک سو پندرہ سالہ عباسی عہد خلافت (سن ۱۳۲ ہجری تا ۲۴۷ ہجری) مملکت سندھ میں ہونے والی علما ترقی اور سندھ کے علماء، فقہاء اور محدثین کا تذکرہ موجود ہے۔ یہ مقالہ ایک مقدمہ سات ابواب اور ایک خلاصے پر مشتمل ہے۔ اس میں ہر باب کے اختتام پر اس کے حواشی اور حوالہ جات دیے گئے ہیں۔ جن کتب سے اس میں استفادہ کیا گیا ہے، مقالہ کے اختتام پر مصادر و مراجع کے عنوان سے ابجدی کتابیاتی ترتیب پر تمام کتابیات مرتب کر دی گئی ہیں۔ جن میں عربی، اردو، انگریزی اور سندھی زبان کی کتب شامل ہیں۔ جن رسائل سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست بھی دے دی گئی ہے۔

میں نے اپنے مقالے میں اموی اور عباسی عہد میں سندھ میں ہونے وای علمی ترقی کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ قدیم سندھ کے احوال سے بھی بحث کی ہے۔ نیز بحیثیت مجموعی سندھ کے علاوہ دیگر بلاد اسلامیہ جو اموی اور عباسی خلافت کے زیر نگیں تھے۔ ان کا علمی جائزہ بھی پیش کر دیا ہے۔ اس سے اموی اور عباسی خلافت کا مکمل علمی اور مذہبی نقشہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

مقالے کی موجودہ صورت یہ ہے کہ اس کو سات ابواب میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

(۱) باب اول :۔ سندھ کے جغرافیائی و طبعی اور ثقافتی حالات

(۲) باب دوم :۔ سندھ کے قدیم ادیان و مذاہب

(۳) باب سوم :۔ سندھ میں عربوں کی آمد اور سندھ میں اسلامی مملکت کا قیام

(۴) باب چہارم :۔ سندھ میں اموی اور عباسی عہد حکومت اور مسلم حکمرانوں کی دینی خدمات

(۵) باب پنجم :۔ سندھ کی تہذیب پر اسلام کے اثرات اور اموی اور عباسی عہد کے علمی حالات۔

(۶) باب ششم :۔ اموی عہد کی علمی خدمات

(۷) باب ہفتم :۔ عہد عباسی کی تعلیمی و ثقافتی حالات کا تحقیقی جائزہ۔

تفصیل ابواب

۱۔ **باب اول** : یہ باب قدیم سندھ کے جغرافیائی، طبعی اور ثقافتی احوال پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں سندھ کی قدامت، اہمیت اور قدیم سیاسی تاریخ کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔ قدیم سندھ کے موسم، پہاڑی سلسلوں، صحراؤں، میدانی سلسلوں، دریاؤں، نہروں کا تذکرہ کیا گیا ہے اور دریائے سندھ کے بارے میں اس کے تبدیل ہونے والے راستوں کے بارے میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں سندھ کے قدیم اقوام و قبائل کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے اور سندھ کے قدیم شہروں کی تحقیق و تعین بھی اس باب کا اہم حصہ ہے۔

اباب کے آخر میں اس کے ماخذ و مراجع ہیں۔

۲۔ **باب دوم** : یہ باب سندھ کے قدیم ادیان و مذاہب پر تفصیل سے بحث کرتا ہے۔ اس میں تاریخ، مذاہب، انسانی زندگی میں مذہب کا مقالہ اور اس کی حیثیت، ہندومت، اور ھندوؤں میں نئے دیوتاؤں کے ظہور، ان میں ذات پات کی تقسیم، سندھ میں ھندومت کے ماننے والوں سے بحث کی گئی ہے۔

بدھ مذہب : گوتم بدھ کے فلسفہ اور قدیم سندھ میں ان کی موجودگی کا تذکرہ ہے۔

زرتشت مذہب : اس کے بنیادی عقائد اور قدیم سندھ میں ان کی موجودگی۔

جین مت : جین مت میں فرقہ بندی، کا احوال بیان کیا گیا ہے۔

پھر دین اسلام : اسلام کے بنیادی عقائد اور اس کی تعلیمات، سندھ میں اسلام کی آمد، اس کا پس منظر، اور مسلمانوں کے سندھ پر حملے کے اسباب کا احوال بیان کیا گیا ہے۔

باب کے آخر میں اس کے ماخذ و مراجع ہیں۔

۳۔ **باب سوم** : یہ باب سرزمین سندھ پر عربوں کی آمد اور سندھ میں اسلامی مملکت کے قیام سے

متعلق ہے۔ محمد بن قاسم کے حملے سے پہلے عرب و سندھ اور ہند کے تعلقات' عربوں کے سندھ سے تعلقات کی نوعیت کا اس باب میں تذکرہ ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی فتوحات اور اموی فتوحات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ محمد بن قاسم کے حالات زندگی' اموی عہد کی مکران کی اسلامی حکومت' نیز اس باب میں تفصیل کے ساتھ محمد بن قاسم کے حملے کا پس منظر' فتح سندھ' محمد بن قاسم کی گرفتاری اور اس کی موت کا تذکرہ' نیز معرکہ سندھ اور فتح سندھ کے بعد حجاج بن یوسف کے محمد بن قاسم کے نام خطوط بھی شامل کئے گئے ہیں۔ باب کے آخر میں اس کے ماخذ و مراجع ہیں۔

۴۔ **باب چہارم :** اس باب میں سندھ میں اموی اور عباسی عہد حکومت اور مسلم حکمرانوں کی دینی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اموی عہد میں سندھ کے حکمرانوں کی فہرست اور ان کے حالات زندگی شامل ہیں۔ عباسی عہد میں سندھ کے والیان کی فہرست اور ان کے حالات کا تذکرہ ہے۔

سندھ میں ہباریوں کی آمد' پھر ان کی حکومت کا خاتمہ' ملتان کے اسماعیل و الیان ان کے نام ان عرب جرنیل کا بھی تذکرہ اس باب میں شامل کیا گیا ہے جو اموی خلافت سے پہلے مکران کے والیان تھے۔ ان تمام مباحث پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد سندھ میں عرب حکمرانوں کے زوال کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اور ان عوامل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی جو اموی اور عباسی حکمرانوں کے زوال کا سبب بنیں۔

۵۔ **باب پنجم :** یہ باب سندھ کی تہذیب پر اسلام کے اثرات اور اموی و عباسی عہد کے علمی حالات کے جائزہ پر مشتمل ہے۔ اس میں مفصل بتایا گیا ہے کہ سندھ کی تہذیب اور تمدن پر اسلامی ثقافت نے کس طرح اپنے اثرات مرتب کئے۔ اسلامی تہذیب کے نمایاں خدوخال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سندھ میں عربی زبان کی ترقی و ترویج اور سندھ میں عربی زبان کے نفاذ پر بحث کی گئی ہے۔ پھر اس دور میں سندھی زبان کی ترقی اور اس کی نشوونما کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ سندھی حروف تہجی' سندھی اور عربی مشترکہ حروف تہجی' ان کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ سندھ میں علوم عقلیہ مثلاً" علم ترجمہ' ریاضی' فلکیات' نجوم' طب' کیمیا' فلسفہ' وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ علوم نفیسہ کا بھی احوال بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں سندھ میں عرب علماء کا

احوال بیان کیا گیا ہے۔

ان اصحاب کرام کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ جو عہد فاروقی' عہد عثمانی' عہد علوی' عہد امیر معاویہ' عہد یزید' میں سندھ میں آئے۔

علمی نقلیہ مثلاً" قرآن' حدیث' فقہ' پھر بعض دیگر علوم مثلاً" علم ادب و اخلاقیات' فن قصص' فن حرب' فن موسیقی' کا بھی احوال بیان کیا گیا ہے۔

سندھ کے ثقافتی مراکز' سندھ میں اور بلاد عرب میں سندھ کے علماء' فقہاء اور محدثین اور ان کے کارناموں کا احوال سندھی خواتین کی علمی خدمات' سندھ پر لکھنے والے عرب مورخ اور ان کی کتابوں کا جائزہ بھی اس باب میں پیش کیا گیا ہے۔

بلاد عرب سندھ کے شعراء' اس کے علاوہ سندھ کے ہندو علماء کی خدمات جلیلہ کو بھی شامل باب کیا گیا ہے۔ باب کے آخر میں ماخذ و مراجع ہیں۔

۶۔ **باب ششم :** اس باب میں اموی عہد کی سندھ میں خدمات کے علاوہ سندھ کے باہر ان کی خدمات کا احوال بیان کیا گیا ہے تاکہ اموی دور کی مجموعی علمی و دینی صورت حال کا ایک نقشہ قارئین کے سامنے آ سکے۔

اس باب میں دور اموی کی تفسیری خدمات' حدیث اور اصول حدیث کی خدمات' فقہی خدمات' فقہ و فتاویٰ' عقائد و کلام' تصوف' فرق و مذاہب' فتنہ اعتزال' سائنسی و طبی خدمات کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔ نیز اموی عہد میں خطاطی' عربی زبان کی سرکاری حیثیت' سرکاری سطح پر کتابوں کی اشاعت' چمڑے کا استعمال' اور کاغذ کی ایجاد جیسے اہم موضوعات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ باب کے آخر میں ماخذ و مراجع ہیں۔

۷۔ **باب ہفتم :** اس باب میں عہد عباسی کی سندھ میں خدمات کے علاوہ سندھ سے باہر ان کی خدمات کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ عباسی دور کی مجموعی علمی و دینی صورت حال کا نقشہ ابھر سکے۔ اس میں عہد عباسی کی تعلیمی خدمات' عباسی خلفاء کے علمی مراکز' بیت الحکمتہ' خزانتہ المامون' اس دور کی اختراعات و

ایجادات اور ان کے سندھ کی تہذیب و معاشرت اور علمی حالت پر اثرات' نیز سندھ میں دنیائے عرب اور اسلامی دنیا کے دیگر علمی اور ثقافتی اداروں کے اثرات اور اس کے نتیجہ میں تاریخی علمی اور مذہبی انقلاب کا تاریخی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جنہیں ابجازی ترتیب پر مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ لسانی ترتیب پر مرتب کرتے ہوئے مقالہ کی علمی اور تحریری زبان اردو کتابیات کو اولیت دیتے ہوئے عربی' فارسی' سندھی' انگریزی' کتب و ماخذ کو مرتب کیا گیا ہے۔ نیز رسائل و جرائد' علمی مجلات اور سندھ کے حوالہ سے شائع ہونے والے خصوصی گزیٹرز اور خاص نمبروں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

مقالہ کی اہمیت خصوصیت اور امتیازات

برصغیر پاک و ھند کے عوام کو خصوصاً" اور دنیا بھر کے تاریخ دانوں اور تاریخ پڑھنے والوں کو خطہ سندھ کی تاریخ سے خصوصی تعلق اور دل چسپی رہی ہے اور ابھی تک سندھ کی اسلامی تاریخ کے حوالے سے کوئی مفصل اور تحقیقی کام نہیں ہوا ہے۔ خصوصاً" وہ دور جب سندھ باب الاسلام بنا اور اس خطہ سندھ میں اسلام پھیلا۔ اور اس دور کی معاشرت' اخلاقیات اور علمی تاریخ کا جائزہ پیش کیا گیا ہو اور سندھ کے مسلمان حکمرانوں اور حکومتوں کی خوبیاں' خدمات اور کارناموں کو بھی بیان کیا گیا ہو۔ میرے اس مقالے میں تاریخ سندھ کے متفرق اور منتشر مواد کو بنیادی مآخذ کی کتب سے اکٹھا کرکے یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

برصغیر میں سندھ کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہوا کہ اسلام کی روشنی سب سے پہلے اس خطہ میں پھیلی سندھ کے لوگوں کا اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سے ہی بلاد عرب اور دیگر عرب ممالک میں آنا جانا تھا۔ اور وہاں کے لوگوں کا یہاں آنا جانا تھا۔

پھر خلفاء راشدینؓ کے دور میں دونوں طرف کے حضرات ایک دوسرے کے علاقوں میں آتے جاتے رہے۔ یہ آمدورفت تجارتی نقطہ نظر سے بھی تھی اور سیر و سیاحت کے نقطہ نظر سے بھی اسلام نے اس خطہ میں بسنے والوں میں بڑی خوشگوار تبدیلی پیدا کی۔

مادی' روحانی اور اعلیٰ تہذیبی اقدار یہاں کے باسیوں میں زندہ ہوئیں۔ پھر پورے اسلامی دور میں سندھ

نے پورے علاقے میں اشاعت اسلام اور سیاسی استحکام میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

سندھ کی تاریخ کے بارے میں ابتدائی مواد عرب مورخین اور جغرافیہ دانوں کا ہے۔ جنھوں نے اس خطہ کے متعلق لکھا' ان جغرافیہ دانوں اور سیاحوں نے جنھوں نے دور دراز کے علاقوں کے سفر کئے اور پھر وہ سندھ میں بھی آئے اور سندھ میں انہوں نے جو کچھ دیکھا یا جن چیزوں سے متاثر ہوئے ان کو اپنی کتب میں درج کر دیا۔

سندھ میں بنوامیہ کا دور حکومت نوے سال تک رہا۔ جس میں اہم واقعات و فتوحات سرکاری انتظامات' حربی اور فوجی نظام' شہری اور ملکی نظم و نسق' بنوامیہ کے حکمران اور سندھ کے راجوں' مہاراجوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ سندھ کے مسلمان' عربی الاصل مسلمان' نو مسلم حضرات' اور اس دور میں عرب اور سندھ کے درمیان تمدنی' ثقافتی' علمی و فکری اور معاشرتی میل جول کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ پھر سندھ میں بنو عباس کا ایک سو پندرہ سالہ دور حکومت ہے اور ان کے دور خلافت کے اہم واقعات' عباسی حکمرانوں کے ملکی و شہری انتظامات' عرب و سندھ کے درمیان تجارتی تعلقات' اسلامی سندھ کے علوم و فنون' سندھ کے علماء و محدثین' اور سندھ میں اسلامی علوم سے متعلق مفصل معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ سندھ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے عالم اسلام سے علمی و فکری اور تہذیبی و تمدنی روابط کی تفصیلات کا بھی تذکرکیا گیا ہے۔

بنوامیہ اور بنو عباس کے ادوار کے علاوہ خلافت راشدہ کے عہد میں سندھ میں مسلمانوں کی آمد' امارت و انتظامات عرب کے مسلمان سندھ میں' سندھ کے لوگ عرب میں اور سندھ میں صحابہؓ و تابعینؒ کی آمد اور ان کے حالات زندگی پر بھی بحث کی گئی ہے۔ نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں اس خطہ سندھ کا واضح نقشہ کیا تھا۔ اس موضوع کی اہمیت اس وجہ سے بھی غیر معمولی نوعیت کی ہے کہ بڑے بڑے مورخین' غزنویوں' غوریوں' خلجیوں اور مغلوں کے شاہانہ شان و شوکت اور ظاہری آب و تاب میں کچھ اس طرح گم ہوگئے کہ ان کے حافظہ سے شان و شوکت اور تہذیب و تمدن سے بھرپور دور محو ہوگیا۔ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر خطہ سندھ میں اسلام کے بابرکت قدم نہ جمتے تو یہ آب و تاب کا دور کہاں سے آتا۔ اس لئے سندھ کا

باب الاسلام بنا ہی بعد کے آنے والے دور کی شان و شوکت کا مرہون منت ہے۔

نیز اس مقالے میں اسلامی سندھ کی دینی و علمی خدمات کا ایک اہم گوشہ جو عام نظروں سے پوشیدہ تھا۔ اس کو نہایت واضح طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس موضوع پر کام کرنے اور اسے منتخب کرنے کا مقصد سندھ میں اسلام اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے وہ نقوش جو تاریخ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں ان کو یکجا کر دیا جائے، اور یہ بتایا جائے خطہ سندھ ہی دراصل اسلامی آثار و تاریخ کا گہوارہ ہے۔ اس سے بے خبر رہنا موت ہے اور اس سے قوم کو روشناس کرانا، اس خطہ کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ نیز اس موضوع کو اختیار کرنے کا مقصد علم، تاریخ، اسلام اور اسلامی سندھ کی خدمت بھی مقصود ہے۔ سندھ سے متعلق تحقیق کرنے والے دو طبقوں کے اخزاء ہیں۔

ایک وہ جنہوں نے اپنی تحقیقات میں صرف، تاریخ اور جغرافیہ سے بحث کی ہے۔ دوسرے وہ جنہوں نے سندھ کی علمی و فکری اور اسلامی علوم و فنون کا تذکرہ کیا ہے۔ ہم نے اپنے اس مقالے میں دونوں پہلوؤں کو یکجا کرکے اکٹھا کر دیا ہے۔

پیش نظر مقالہ میں تحقیق کا طریقہ کار اور اسلوب تحقیق

اپنے مقالہ پر کام کرنے کے دوران میں نے اپنے گائیڈ اور سپروائزر سے مسلسل رابطہ میں رہا۔ اور انہی کی دی ہوئی گائیڈ لائن پر کام کرتا رہا۔ اس دوران سندھ کی علمی تہذیبی اور تاریخی تحقیقات سے وابستہ سندھ کے نامور محققین، مورخین، اہل قلم اور دانشور حضرات کی تحقیقات اور نگارشات سے براہ راست استفادہ کے ساتھ ساتھ سندھ کی علمی اور دینی خدمات پر تحقیقی ماخذ سے بھی بھرپور استفادہ کرتا رہا۔ جن کا مشاہدہ میرے اس مقالہ میں کیا جاسکتا ہے۔ نیز سندھ پر عربی، سندھی، انگریزی، اردو کی مستند ماخذ کے علاوہ علمی اور تحقیقی رسائل و جرائد کے علاوہ مختلف انسائیکلوپیڈیا بھی میرے مطالعہ میں رہی اور ان سے ہر ممکن استفادہ کرتا رہا۔

☆ نیز دوران تحقیق، تحقیق کے اسلوب، طریقہ کار اور تحقیقی عمل کے لئے رہنما اصولوں اور قواعد و ضوابط کی ہر ممکن پابندی کی اور ماخذ و مراجع سے دوران استفادہ اصول تحقیق پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حواشی و حوالہ جات اور ماخذ کی نشاندہی میں جدید اسلوب تحقیق کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور اس کی ہر ممکن پابندی کی گئی ہے۔

☆ پیش نظر مقالہ میں اموی اور عباسی عہد میں سندھ کی علمی اور دینی حالت کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہوئے دیگر جہات پر بھی تحقیقی اور تاریخی حوالوں کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ نیز اس دوران برصغیر پاک و ہند، اسلامی دنیا بالخصوص عرب مصنفین، مورخین، جغرافیہ دانوں اور سیاحوں کے مشاہدات و تاثرات اور ان کی علمی اور تاریخی آراء کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ اور اموی عباسی عہد میں سندھ کے علمی اور دینی حالات کا کوئی گوشہ نظر انداز نہیں کیا گیا۔ چنانچہ اس عہد کے مصنفین، مؤلفین، مورخین، محدثین، فقہاء، ادیبوں، مؤرخوں، سیاحوں، جغرافیہ دانوں، شعراء، غرض کہ ہر شعبہ علم و دین سے وابستہ اور نسبت رکھنے والے افراد، اداروں اور شعبوں پر تحقیقی نظر ڈالتے ہوئے مقالہ کی تکمیل کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

☆ اس طرح پیش نظر مقالہ میں سندھ کی علمی اور دینی حالات کے تحقیقی جائزہ کے دوران سندھ کی علمی اور دینی حالات کا اموی اور عباسی عہد کے مخفی گوشوں کو تحقیقی عمل کے ذریعہ منظر پر لایا گیا ہے اور اس سے اموی اور عباسی عہد میں جو علم پروری اور علمی اور دینی حوالہ سے اسلامی تاریخ کا سنہری، مثالی اور تاریخی عہد زریں ہے۔ تحقیق اور تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اور اس حوالہ سے باب العلم و الاسلام سندھ کے علمی اور دینی تشخص کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ دنیائے عرب سے بالخصوص اور پوری اسلامی دنیا سے بالعموم سندھ کے علمی اور مذہبی حالات کا تاریخی مقالے کی تیاری کے طریقہ کار میں بنیادی ماخذات جن میں عربی، فارسی، انگریزی اور اردو کی کتب شامل ہیں۔ ان سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لئے، نہ صرف سندھ کی لائبریریوں سے استفادہ کیا گیا بلکہ ملک کی دیگر بڑی بڑی لائبریریوں میں بھی میں گیا جن میں پنجاب پبلک لائبریری، لاہور کتب خانہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی لائبریری اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف ہسٹاریکل اینڈ کلچرل ریسرچ لائبریری اسلام آباد، سندھ یونیورسٹی لائبریری، انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی لائبریری، سندھی ادبی بورڈ لائبریری، مجلس علمی، ہمدرد یونیورسٹی لائبریری اور علمی شخصیات کے ذاتی کتب خانے شامل ہیں۔

علاوہ ازیں اپنے موضوع سے متعلق شخصیات جو اس موضوع پر عبور رکھتی ہیں یا جنہوں نے اس موضوع پر کام کیا ہے

ان سے براہ راست بالمشافہ استفادہ کیا ہے۔ اور ان سے رہنمائی حاصل کی گئی ہے۔

تنقیدی، تحقیقی اور تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جس سے عہد اموی و عباسی میں سندھ کی علمی اور مذہبی عظمت رفتہ کے جاننے میں بھرپور مدد ملنے کے ساتھ ساتھ تاریخ سندھ کے مخفی گوشوں کو علمی دنیا میں روشن اور عام کرنے میں مربوط اور موثر ذرائع میا ہو سکیں گے۔

حافظ حقانی میاں قادری

ریسرچ اسکالر

شعبہ اسلامی ثقافت و تقابل ادیان

سندھ یونیورسٹی جام شورو

سندھ

مقدمہ

تمہیدی کلمات

باب الاسلام سندھ' وطن عزیز مملکت پاکستان کا وہ خطہ ہے جو صدیوں سے تاریخ و ثقافت' تہذیب و تمدن' علوم و فنون کا مرکز اور تصوف و روحانیت' حقائق و معارف کا گہوارہ رہا ہے۔ اس حقیقت کی زندہ شہادتیں آج بھی جابجا تاریخی عمارتوں' قدیم مسجدوں' مجاہدان اسلام کے مزاروں' بزرگان دین کی درگاہوں' فدایان توحید کی خانقاہوں' پرانے کتب خانوں' قدیم سکوں اور بہت سے دیگر نقوش و آثار سے ملتی ہیں۔(۱)

موئن جوداڑو' سندھ کی ہزاروں سالہ قدیم تاریخ' انسانی زندگی' معاشرتی اقدار' تہذیبی و تمدنی عوامل و محرکات کا گواہ ہے اور آج بھی اس کی عظمت رفتہ دنیا بھر کے سیاحوں کی توجہ کا مرکز ہے' موئن جوداڑو اور ہڑپہ دونوں مقامات سے ایک ہی دور کی یادگاریں برآمد ہوئی ہیں۔ یہ تہذیب پانچ ہزار سال سے بھی قبل تمام وادئی سندھ میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس تہذیب کے مظاہر پنجاب' سندھ اور بلوچستان کے دیگر مقامات سے برآمد ہوئے ہیں۔ ان مقامات میں موئن جوداڑو کی قدامت اور تہذیب سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔(۲)

سندھ نے وہ دور بھی دیکھے جب آریائی تہذیب' بدھ مت اور ہندومت نے اہل سندھ کو غیر اسلامی تحریکات و اثرات سے دوچار کیا۔ سکندر اعظم کی فتح سندھ کے بعد اہل سندھ یونانی علم و حکمت سے بھی روشناس ہوئے۔(۳)

سندھ میں مسلمان فاتحوں کی آمد سے قبل ہندوستان کا نظام حکومت منتشر تھا۔ تمام خطے مختلف راجاؤں کی زیر نگیں ٹکڑوں میں بٹے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے نظم و ضبط کے ساتھ منظم و مربوط حکومتیں قائم کیں۔ ولید بن عبدالملک (۷۰۵ء۔ ۷۱۵ء) کے عہد خلافت میں جو بنی امیہ کے اصل عروج و اقبال کا زمانہ تھا' محمد بن قاسم نے ۹۳ھ (۷۱۲ء) میں راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ (۴) میں پہلی اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالی۔(۵)

محمد بن قاسم نے حکومت کے نظم و نسق کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام پر سب سے زیادہ توجہ دی۔ سندھ کے باشندے محمد بن قاسم کے حسن سلوک' رواداری اور اعلیٰ ظرفی سے بہت متاثر ہوئے اور بخوشی و رضا قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ ان میں دیبل کے اکابر بھی شامل تھے۔ محمد بن قاسم نے جس علاقے کو فتح کیا وہاں

مسجدیں تعمیر کروائیں اور مدرسے قائم کئے۔

اکابر دیبل میں جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ان میں قبلہ ابن مبتراج اور مولائے دیبلی کے نام سرفہرست ہیں۔ محمد بن قاسم نے قبلہ کی حکمت و دانش کے اعتراف میں انہیں دیبل کا حاکم بنایا۔ (چچ نامہ)

محمد بن قاسم نے دیبل' منصورہ' اسرور' حیدر آباد' ملتان وغیرہ میں مسجدیں تعمیر کروائیں' نماز و امام کا بندوبست کیا۔ بقول صاحب چچ نامہ۔ "مسجد بنا نمود و بانگ نماز و امام تعین فرمود"۔ ٹھٹھہ کے قریب بھنبھور کی جامع مسجد برصغیر پاک و ہند کی سب سے قدیم مسجد بتائی جاتی ہے۔ بھنبھور شہر کی کھدائی کے بعد اس مسجد کے آثار نمایاں ہوئے ہیں۔ جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مسجد محمد بن قاسم کے زمانے کی یا ان سے پہلے کی ہوگی۔(٦)

سرزمین سندھ کو اس اعتبار سے فضیلت حاصل ہے کہ جس زمانے میں عرب کے ریگستان میں آفتاب توحید طلوع ہوا اسی زمانے میں ریگزار سندھ میں بھی شمع رسالت روشن ہوئی۔ اسلام کا پرچم لہرایا۔ ایک روایت سے پتہ چلتا ہے کہ بانی اسلام سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پانچ صحابیوں کو بغرض اشاعت اسلام سندھ کی طرف روانہ کیا۔ ان میں سے دو صحابہ کرام سندھ میں رہ گئے اور یہیں پیوند خاک ہوئے(٧)۔ سندھ میں اشاعت اسلام کی ابتداء یہیں سے ہوتی ہے۔

تواریخ اور تذکروں سے یہ شہادتیں ملتی ہیں کہ خلافت راشدہ اور بنی امیہ کے دور سے پہلے ہی سندھ میں عرب تاجروں' مجاہدوں اور مبلغوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔ اس طرح عربوں سے اہل سندھ کے روابط و تعلقات ظہور اسلام سے قبل بھی قائم تھے۔(٨)

سندھ کی سرزمین اولیائے کرام کی سرزمین ہے۔ حضرت شیخ ابوتراب المعروف بہ حاجی ترابی ہندوستان اور پاکستان کے سب سے پہلے ولی اللہ ہیں' جو ١٥٢ھ (٧٧١ء) میں دور عباسیہ میں گزرے ہیں۔ آپ کا مزار پرانوار ٹھٹھہ سے دس میل کے فاصلہ پر مرکز روحانیت و مرجع خلائق ہے۔(٩)

برصغیر پاک و ہند میں یہ شرف بھی سندھ کو حال ہے کہ یہاں اولیائے کرام صوفیائے عظام اور بزرگان دین ابتدائی صدی ہجری سے عرب' عجم' افغانستان اور مختلف اسلامی ممالک و مراکز سے آتے اور تجلیات الٰہی و انوار

محمدی سے دلوں کو منور کرتے رہے۔

سندھ میں عربی کا نفاذ

سرزمین سندھ میں عربوں کی آمد اور اسلامی حکومت کے قیام کے بعد بعض عرب قبائل نے یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں آنے والے عربوں کے خاندان یہاں پہلے سے موجود تھے۔(۱۰)

ان میں علمائے دین بھی تھے اور اکابر اسلام بھی۔ ان کی مادری زبان عربی تھی۔ عربی اللہ کا کلام اور رسولؐ کی زبان ہے۔ اس زبان کی جامعیت، وسعت اور ہمہ گیری نے اہل سندھ کو متاثر کیا۔ عربی پہلے سرکاری زبان کی حیثیت سے رائج ہوئی، پھر ایک دینی اور علمی زبان کی حیثیت سے وادی مہران کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔ محمد بن قاسم کے زمانے سے امیران تالپور کے عہد تک کے ہر دور میں جابجا مدرسے قائم ہوئے۔ عربی علوم اور اسلامی فنون کی درس و تدریس، تحصیل و تکمیل کا رواج عام ہوا۔ ان مدرسوں کے اساتذہ کرام میں نہ صرف سندھ بلکہ عرب، عراق، شام اور عجم کے ماہرین علوم و فنون بھی شامل تھے۔

دیبل، منصورہ، ملتان، بکھر، ٹھٹھہ، سیوہن، حیدر آباد جیسے مقامات اسلامی تہذیب و تعلیم کے لئے پوری اسلامی دنیا کی توجہ کا مرکز تھے۔ سندھ میں عربوں کے چار سو سالہ دور حکومت اور اس کے بعد سے دور مغلیہ (۱۱۳۲ھ - ۱۷۱۹ء) یعنی پہلی صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک سندھ میں عربی النسل اور سندھی النسل علماء، صوفیاء، فقہاء، قراء، محدثین، محققین اور ارباب تجوید و تفسیر کارواں درکارواں نظر آئے ہیں۔(۱۱) ان ارباب دین کی تعلیمات، تصنیفات و تالیفات کا بیش بہا خزانہ عربوں نے سب سے پہلے دیبل میں ایک محلہ بسایا تھا۔ جس میں چار ہزار عرب خاندان آباد تھے۔

تین سو سال تک علوم اسلامیہ میں صرف مصر اور شام کے علماء کا طوطی بولتا تھا۔ لیکن گیارہویں صدی هجری کے آخر تک جیسے اکابر علم و ادب سندھ کی سرزمین سے اٹھے سارے عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ کلام ربانی اور پیغامِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی اسلام کی حقیقت و معرفت کی شہادت دیتا ہے۔

متعدد علماء خاک سندھ سے اٹھے اور اپنے علم و فضل، درس و تدریس اور افکار و معارف سے عالم اسلام

کو فیضیاب کیا۔ ان میں امام حدیث ابو معشو نجیح (وفات ۱۷۰ھ - ۷۸۶ء) بن عبدالرحمٰن سندھی اور ان کی اولاد ائمہ حدیث و مغازی میں سے تھے۔ انہوں نے مدینہ اور بغداد میں اپنی امامت و عظمت کا علم بلند رکھا۔(۱۲)

مکہ مکرمہ میں امام ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی (وفات ۳۲۲ھ) (انہوں نے مکتوبات نبوی کا مجموعہ مرتب کیا۔ جو اعلام السائلین من کتب سید المرسلین کے آخری حصہ کی زینت ہے۔(۱۳)' بغداد میں حافظ ابو محمد خلف ابن سالم (وفات ۲۳۱ھ - ۸۴۵ء) ابونصر الفتح بن عبداللہ سندھی' امام ابوبکر احمد بن قاسم سندھی' نیشاپور میں ابو العباس احمد بن عبداللہ بن سعید دیبلی (وفات ۳۴۳ھ) شام میں امام ابو عبداللہ محمد اور ان کے پوتے علی ابن محمد بن محمد دیبلی شام میں امام ابو عبداللہ محمد اور ان کے پوتے علی ابن محمد بن محمد دیبلی شافعی (وفات ۱۵۶ھ) (جو بڑے محدث و فقیہ تھے ان کی تصنیف "کتاب الادب" عربی میں بڑی اہم کتاب مانی جاتی ہے) بصرہ میں ابوالعباس محمد دیبلی (وفات ۳۴۵ھ)' عراق میں حافظ محمود (وفات ۲۳۱ھ حافظ حدیث تھے) اور مصر میں ابو قاسم شعیب بن محمد دیبلی کا سرچشمہ علوم و فنون صدیوں تک جاری رہا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ (بانی مسلک حنفی) نسلاً" سندھی تھے۔ ان کے آبا و اجداد نے سندھ سے پہلے ایران پھر عراق میں سکونت اختیار کی۔(۱۴) امام ابو حنیفہ کے ایک ہمعصر اور امام مالک کے شاگرد شیخ الاسلام امام اوزاعی بن عمر اپنے زمانے کے مشہور مجتہدوں میں سے تھے۔ فقہی مذہب کے بانی تھے۔ اندلس میں علم و فن کے جوہر دکھائے۔(۱۵)

اب ان علمائے دین کا ذکر کی جاتا ہے۔ جو سندھ میں پیدا ہوئے اور سندھ ہی میں وفات پائی' ان کے علاوہ ان حضرات کا ذکر بھی ضروری ہے۔ جو عرب' عجم' مشرق وسطی اور وسطی ایشیاء سے مختلف ادوار میں یہاں آئے اور اپنی زندگی علمی دینی و روحانی خدمات میں وقف کی۔ یہ تمام حضرات نحو' معانی' منطق' فقہ' حدیث' تحقیق' تجوید اور تفسیر کے علوم و فنون میں اپنی مہارت اور کمال کی بنا پر مستند و ممتاز سمجھے جاتے تھے۔

پہلی صدی ھجری (یعنی ۹۳ھ) جب محمد بن قاسم سندھ آئے تو ان کے ہمراہ علماء و فقہاء کی ایک جماعت بھی تھی۔ جن میں موسیٰ ابن یعقوب ثقفی کو بہت بلند درجہ حاصل تھا۔ محمد بن قاسم نے انہیں السرور کے قاضی

القضات کے عہدے پر مامور کیا تھا۔ موسیٰ ابن یعقوب کا خاندان اپنی غیر معمولی علمی خدمات کی بدولت مدتوں ممتاز رہا۔ (چچ نامہ)، معروف تابعی حسن بصری کے تلامذہ الربیع بن صبیح السعدی بصری اور ابو موسیٰ اسرائیل دونوں تبع تابعین میں سے تھے۔ اول الذکر حدیث کے اجل امام اور آخر الذکر صحیح بخاری کی روایت میں ہیں۔ ربیع ابن صبیح (وفات ۱۶۰ھ) نے حدیث پر سب سے پہلی کتاب تصنیف کی۔(۱۶)

عہد اسلامی میں دیبل، منصورہ، ملتان اور السرور وغیرہ اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و معاشرت کا گہوارہ تھے۔ اس زمانے میں وہاں علماء کی خاص تعداد موجود تھی۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح یمنی منصورہ کے قاضی اور بڑے فقہ و محدث تھے۔ متعدد تصانیف چھوڑیں۔ قاضی ابو محمد منصوری داؤد، منصورہ میں قضا کے عہدے پر فائز تھے۔(۱۷)

۳۷۵ھ میں منصورہ میں مدرسہ قائم کیا۔ ان کی تصانیف سے ان کی محققانہ بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ محمد بن ابوالشوارب(۱۸) منصورہ ۲۸۳ھ میں عراق سے سندھ آئے اور منصورہ میں عمر گزار دی۔

ساتویں صدی هجری کے اوائل میں اسٰمعیل بن علی محمد الثقفی نے منہاج المسالک عربی میں لکھی، جس کا فارسی ترجمہ چچ نامہ کے نام سے علی حامد بن ابوبکر کوفی نے ۶۱۳ھ میں کیا۔(۱۹)

عرب سندھ تعلقات اور اسلامی علوم کے سندھ پر اثرات

سندھ برصغیر کا وہ خطہ ہے جہاں عرب عربی بولتے ہوئے آئے۔ ان کی حکومت سندھ میں تقریباً تین سو سال تک قائم رہی۔ اس دور میں عربی زبان اس حد تک رائج ہو چکی تھی کہ پورا سندھ عرصہ تک دو زبانی Bilingual رہا۔(۲۰)

عربی زبان اپنی مٹھاس اور حلاوت کے اعتبار سے بھی ایک منفرد زبان ہے۔ اس زبان میں مختلف علوم کی شروحات اور اس کی تفسیریں، اعراب و تعبیر کے لحاظ سے اس کا جمال، اس کا اعجاز و ایجاز، مترادفات، امثلہ اور کثرت معانی کے امتزاج لوگوں کے دلوں میں اس کی کشش کا باعث بنی۔

سندھ کے علماء کی ایک کثیر جماعت نے نہایت شوق و ذوق سے اس کی تعلیم حاصل کی۔ اور پھر عربی زبان کو ہی اپنی آراء و افکار کو دوسرے لوگوں کو پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔(۲۱)

غیر عرب مصنفین و مؤلفین کی ایک نہ ختم ہونے والی قطار ہے جن کی عربی زبان میں سیکڑوں تصانیف و تالیفات ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف عربی زبان میں تمام علوم و فنون پر کتابیں تحریر کیں بلکہ عجمی کتب کے عربی زبان میں تراجم بھی کئے اور عجمی علوم و فنون کو عربوں میں روشناس کرایا۔ اہل سندھ میں ابومعشر نجیح سندی' مؤلف کتاب فن المغازی۔(۲۲) ابو عطاء افلح بن یسار سندی مؤلف قصائد عربیہ' ابو تمام سندھی' جس کے اشعار دیوان حماسہ میں مذکور ہیں۔(۲۳)

ان جیسے سیکڑوں سندھی کبار علماء و شعراء اور مصنفین و مؤلفین ہیں۔ جنہوں نے عربی زبان میں اپنے دواوین مرتب کئے۔ عربی اسلامی علوم و فنون اور دیگر علوم و فنون پر کتابیں لکھیں اور اسلام کے لئے گراں قدر اور شاندار خدمات سرانجام دیں۔ عربی زبان عرب دور حکومت میں اور ان علاقوں میں جو عربوں کے مفتوحہ علاقے تھے۔ سرکاری زبان تھی' اس لئے ان بلاد کے عوام و خواص اور مقامی عمال و حکام عربی زبان سیکھنے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔

چونکہ سندھ کے عوام کی اکثریت نے برضاء و رغبت اسلام کو قبول کرلیا تھا۔ اب وہ دینِ حنیف کی تعلیمات سے آشنا ہونا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کی دینِ اسلام کے لئے تڑپ اور دین سیکھنے کا شوق بھی عربی زبان کی ترویج و اشاعت کا باعث بنا۔ اس کے ساتھ ساتھ عرب و سندھ کی زندگی کے ہر شعبے مثلاً زراعت' صنعت و تجارت' فوجی اور سرکاری امور میں مشارکت بھی عربی زبان کی ترویج کا باعث بنی۔ آپس کے روابط اور روزمرہ کے تعلقات نے عربی زبان کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ سندھی زبان کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ عربی اور سندھی دونوں زبانیں بولی اور سمجھی جاتی تھیں۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ سندھ میں عربی زبان کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"(لسانی تشکیل کی تکمیل ۷۰۰ تا ۱۰۰۰ء) ۷۱۱ء سے سندھ میں اسلامی حکومت اور معاشرے کا آغاز ہوا۔ بتدریج عوام نے دین اسلام اختیار کیا اور اسلامی معاشرے کے الفاظ اور اصطلاح سندھ بول چال کا جزء بنے۔ آئندہ تین سو سال تک سندھ ایک وسیع اسلامی مملکت اور ثقافت کے دائرہ میں شامل رہا۔ نئے دینی تعلیمی اور

اقتصادی نظام نے لوگوں کی اجتماعی زندگی کو متاثر کیا۔ عربی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور اہل سندھ نے عرب دانی میں ایک امتیازی مقام حاصل کیا۔ منصورہ، دیبل اور دوسرے شہروں کی اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں کے فارغ التحصیل محققین اور مصنفین نے دنیائے اسلام میں شہرت حاصل کی۔

متعدد عرب قبائل میں ہمیشہ کے لئے سندھ میں سکونت اختیار کرلی۔ اور سندھی اور عرب قبائل میں مفاہمت اور اخوت کو مظبوط کرنے اور علمی تحقیق کو فروغ دینے کے لئے حکومت کی طرف سے عربی زبان کے ساتھ ساتھ سندھی زبان کی ترقی اور ترویج پر خاص توجہ دی گئی۔(۲۴)

آگے لکھتا ہے کہ:

انہوں نے اپنی عربی دانی کی وجہ سے اس وقت کی بین الاقوامی ثقافت کے شعبے میں بھرپور حصہ لیا۔ سندھ میں آئے ہوئے عربوں نے ہمیشہ کے لئے سندھ میں سکونت اختیار کرلی۔ انہوں نے عربی کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں سندھی اور عربی النسل شہریوں میں گہرے میل جول کی وجہ سے عربی کا سندھی زبان کے ہر شعبے پر اثر پڑا۔ دینی زندگی میں دین اسلام کے متعدد الفاظ و اصطلاحات سندھی کا جز بنے۔ عربی الاصل اسمائے خاص کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں اسمائے عام کا بڑا ذخیرہ سندھی میں رائج ہوا۔ زراعت کے میدان میں عربی لفظ "حارث" یا سندھی لفظ "حر" (حل) سے (عربی کے زیر اثر' بروزن فاعل) لفظ حاری (مزارع) بنا۔ آجر سے سندھی میں "مجیری" (یعنی وہ جس نے زمین اجارہ کرلی ہو۔ اور ہاری کی دیکھ بھال کر رہا ہو۔) رائج ہوا۔

خلیفہ معتصم باللہ کے گورنر موسیٰ بن عمران نے دریائے سندھ پر ایک (سکر بند بیراج) تعمیر کیا اور شہر سکھر کا نام اسی قدیم سکر کی یادگار ہے۔

نالوں پر پلیاں بنائی گئیں' تو عربی لفظ "فرضہ" سے سندھی لفظ "پھڑ" رائج ہوا۔ اناج کے پیمانے کے لئے عربی "کاسہ" اور مغرب "خروار" سے سندھی میں "کاسو" اور "خرار" رائج ہوئے۔ لوہاروں کے پیشے میں عربی "مطرقہ" اور "سندان" سے سندھی میں "مطرقو" اور "سندان" مروج ہوئے۔ جہاز رانی میں میر بحر (امیر البحر) زورق (کشتی کی ایک قسم) ونجھ (ونہ سے معرب) سکھاٹ (سبکان) جیسے الفاظ سندھی میں آئے۔ تجارت میں ساھمی (= ترازو)' کاباڑو (قبالہ = دستاویز)' دلال' غیب' کھڑیو یا خرجین (خراج)' بافری (بقال)' بجاج (بزاز)'

تھوم (ثوم = لسن) بصر (بصل = پیاز) وغیرہ الفاظ رائج ہوئے۔ مال مویشی کے سلسلہ کے عربی الفاظ سے سندھی میں حلوائُ (حوان = چھوٹا بکرا)' مھری (یمن کے عرب قبیلے مھرہ بن حیدان کی نسبت سے سواری کا اونٹ)' کمیت' انبلکھ (ابلق)' نقرہ' دیناری (گھوڑوں کے رنگ)' نط (نطع = سواری کے اونٹ پر چھوڑے کی زریں چادر)' گاشو (غشاء = سواری کے اونٹ پر نشست کے اوپر لپیٹی ہوئی چادر)' وغیرہ الفاظ مروج ہوئے۔ گھریلو اشیاء میں سے دلو (دلو = گھڑا' دبکی (طبق)' تباکھ (طباق)' کاتی (قاطع = چھرا) کے گلفاظ آئے۔ لباس کے سلسلہ میں رلو (رداء = چادر)' پوتی (فوطہ = دوپٹہ)' گندی (عطاء' مردانہ چادر یا دوپٹہ) گنج (قز = ریشمی چولی)' صدری (صدر سے' ایک قسم کا مردانہ بنیان) اجرک (ازرق' نیلے رنگ کی چادر) رائج ہوئے۔ ان کے علاوہ عربی لغت کے کئی اور اسماء مثلاً جبل (پہاڑ) اربع (سدھ)' خمیس (جمعرات) کبر (قبرہ = مینا کی قسم کا پرندہ) سندھی لغت کا جز بن گئے۔ اسماء کے علاوہ سندھی افعال' ضمائر' حروف اور اعراب پر عربی زبان کا اثر پڑا' عربی صیغوں سے سندھی افعال مشتق ہوئے۔ مثلاً دفنائن (=دفن کرنا)' نظرٹ (=نظر میں رکھنا)' نیتن (نیت باندھنا)' مرحٹ (رحم سے رحمٹ) جس کی تقلیب و تحریف سے مرحٹ' بمعنی بخش دینا۔

ضربی (=ضرب لگا کر زخمی کرنا' توڑ دینا' تنبیہہ کرنا)' طلبی (مانگنا)' شرکٹ (= ترک کرنا' چھوڑ دینا) وغیرہ وغیرہ۔

عربی فاعل کے وزن پر سندھی الفاظ میں سے فاعل بنے۔ مثلاً حاری (=حر' یعنی ہل چلانے والا)' ماری (= مارنے والا)' کاری (ٹھیک کام کرنے والا' ماچھی (مچھی مارنے والا) وغیرہ۔

ضمائر میں ھو (وہ) اور "آھ" (آنا = میں)' حروف میں لاء (لا = لئے) "شال" (حرف ھذا کے معنی میں = انشاء اللہ کا مخفف)' ھلا (الا) عربی زبان سے ماخوذ ہوئے۔(۲۵)

عربی کے حرف تجذیر کی طرح سندھی میں بھی "چور چور" "ناگ ناگ" وغیرہ تجذیر کے طور پر استعمال ہوئے۔ عربی اعراب کے زیر اثر سندھی اعراب کا سلسلہ متعین ہوا۔ عربی کی طرح سندھی میں بھی ضمائر اور تانیث بنی ہیں۔ مگر دوسرے عام اسماء معرب ہیں۔

یعنی ان کے آخری حرف کا املاء جملے میں ان کے مبتداء یا غیر مبتداء ہونے سے بدلے۔(۲۶) علمی حلقوں

میں سندھی شعر "بیت" اور "قافی" (کافی) کی صنفوں میں رائج رہا۔ عربی میں قصیرے یا نظم کو "قافیہ" اور "کلمہ" بھی (کافی) کی صنفوں میں رائج رہا۔ عربی میں قصیدے و "کملہ" سے متاثر ہو کر سندھی میں نظمیں کہی گئیں۔ جنہیں قافی و کلام' کہا جاتا ہے اور گایا جاتا ہے۔(۲۷) یہ بھی عربی زبان سے متاثر ہو کر اخذ کیا گیا۔

یہ اس براہ راست عربی اثر کا نتیجہ ہے کہ سندھ کے دیہات میں جہاں چلے جائیں اور وہاں کسی ان پڑھ سندھی کی زبان سے یہ الفاظ سنیں فورا" ان عربوں کی یاد ذھن میں تازہ ہو جاتی ہے۔ جو آج سے تیرہ' چودہ سو پیشتر یہ الفاظ بولتے ہوئے یہاں آئے تھے۔(۲۸)

ڈاکٹر روبینہ ترین سندھ میں عربی زبان کے اثرات کے ضمن میں لکھتی ہیں کہ:

"ہم دیکھتے ہیں کہ سندھیوں نے اپنے نام تک بدل ڈالے' اور اپنے سندھی ناموں کے ساتھ ساتھ دوسرا عربی نام رکھنے لگے۔ اس قسم کی مثال دنیا کی تاریخ میں اور کسی قوم کے ذیل میں نہیں ملتی۔ حقیقت یہ ہے کہ محمود غزنوی کے حملوں سے پہلے برصغیر پاک و ھند میں اور خصوصا" سندھ اور ملتان میں اسلامی اقدار اور اسلامی کلچر نے اپنے قدم جمالئے تھے اور زمین ہموار ہو چکی تھی۔(۲۹)

ڈاکٹر میمن عبدالجید سندھی نے لکھا ہے۔ کہ:

اسلامی تعلیم اور عربی زبان نے سندھی زبان و ادب اور ثقافت میں ایک خوش گوار اور صحت مند تبدیلی پیدا کی۔ اس طرح سندھ میں نئی ثقافت نے جنم لیا اور زبان و ادب میں نئے رجحانات اور اسلامی روایات داخل ہوئیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

عرب دور میں زبان عربی کو سرکاری اور دفتر زبان کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔(۳۰)

سندھ اور عربی زبان کے تعلقات

سندھی زبان کے تاریخی اور تبلیغی مواد میں بھی عربی زبان کی جڑیں نہایت گہری ہیں اور ایسا لٹریچر ابتداء ہی سے آنا شروع ہو گیا تھا جن سے بعض ایسی چیزیں پیدا ہو گئی تھیں۔ مثلا" خلفائے راشدین کے واقعات'

واقعات کربلا اور مرثیے وغیرہ سندھی ادب کی اصناف کو بھی عربی زبان نے بہت متاثر کیا۔ ظاہر ہے کہ ان اصناف پر خامہ فرسائی کرنے والوں نے نہ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا نہ خلفاء راشدینؓ کو' نہ ائمہ اطہار کو' نہ اہل بیت کو' نہ کسی صحابیؓ اور نہ کسی اسلامی مہتمم بالشان واقعہ کو۔ لیکن وہ خامہ فرسائی کرتے وقت زیادہ تر قرآن و حدیث پر بھروسہ کرتے رہے اور اپنے مواد کے لئے عربی زبان کا ذخیرہ کریدتے رہے۔ اس دعوے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قدیم سندھی لٹریچر کے مذہبی انبار میں اور قدیم صوفیانہ کلام میں آپ کو اکثر عربی فقرات' محاورات' ضرب الامثال' تلمیحات اس طرح ملتے ہیں کہ مصنف یا مولف یا شاعر نے اس کو بطور اقتباس نہیں بلکہ اپنی تحریر کا ایک جزو لاینفک بنا کر پیش کر دیا ہے۔

جسے وہ غیر شعوری طور پر اپنی ملکیت اور عروس ادب کے لئے زیور سمجھتا ہے۔ تحریر تو ایک طرف عرب سیاحوں کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ اہل سندھ اپنی روز مرہ کی گفتگو میں بھی دن رات بے محابا عربی زبان کے الفاظ' عربی کے فقرے' ضرب الامثال اس طرح استعمال کرنے لگے کہ نہ سماعت پر کوئی برا اثر پڑا اور نہ زبان کی ساخت کے لحاظ سے کوئی بے جوڑ بات معلوم دی۔ بلکہ عبارت میں چستی اور معنویت میں شدت سی پیدا ہو گئی۔

آج کی طرح اس وقت بھی بلاد سندھ کے لوگ' سبحان اللہ' معاذ اللہ' بسم اللہ' ماشاء اللہ' انشاء اللہ' جزاک اللہ' توبہ' مرحبا' اھلا و سھلا' واللہ' لاحول و لاقوت الا باللہ وغیرہ بولتے تھے۔

آغا تاج محمد نے سندھ میں عرب و عربی زبان کے اثر و نفوذ کو ایک دل چسپ پرائے میں لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ہر ایک ملک کی زبان اور تمدن پر اس وقت کے فاتحین کی زبان اور رسم و رواج کا بہت اثر پڑتا ہے۔ علاقہ سندھ میں بھی عربوں کی آمد کے بعد عربی رسم الخط کا آغاز ہوا۔ اصلی باشندگان سندھ نے ٹوپیاں اتار کر پگڑیاں باندھنا شروع کر دیں۔ کھجوریں بوئی گئیں' گھوڑے کی سواری قابل فخر سمجھی جانے لگی اور سندھی میں ہزاروں عربی الفاظ جذب ہو گئے۔ تاریخ سندھ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں سندھی شاعری درجہ کمال پر تھی۔ اہل عرب کی تقلید کرتے ہوئے دو تارہ اور گھڑوں پر نغمہ سرائی کرنے کو باعث تفریح تصور کیا جاتا تھا' اور

اس زمانے میں اپنی مادری زبان میں جو دیہاتی گیت منظوم کئے گئے انہیں لوگ "کافی" کے نام سے پکارنے لگے۔(۳۱)

پھر بلاد سندھ و اطراف میں عربی زبان کا ایسا اثر و نفوذ ہوا کہ مسلمان تو اپنی جگہ' غیر مسلم بھی عربی دان بن گئے۔

چنانچہ سندھ اور اس سے متصل شمالی و مغربی علاقوں کے بعض راجے مہاراجے عربی زبان جانتے تھے اور صحابہ کرام کے اشعار تک ان کو یاد تھے۔ چنانچہ راجہ رتبیل نے ایک موقع پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر خود سنایا اور جواب میں عربی کے اشعار سنے' حجاج بن یوسف نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو سبحستان' بست' اور رخیج کی گورنری دی' ابن اشعث نے ان علاقوں کے غوریوں' اور خلجیوں سے جنگ کی نیز اطراف و جوانب کے راجوں کو زیر کیا۔ مگر وہ انہی ایام میں حجاج کے مظالم کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرکے کرمان چلے آئے پھر بصرہ و کوفہ کے عباد و زہاد کی ایک بڑی جماعت کو لے کر ۸۲ھ میں دیر جماجم میں حجاج کی فوج سے مقابلہ کیا اور خرابی بسیار کے بعد ہزیمت کھاکر راجہ رتبیل کے یہاں پہنچے۔(۳۲)

جب راجہ رتبیل سے ملاقات ہوی تو اس نے تعریض کے لئے برمحل عربی کا ایک شعر سنایا جسے حضرت حسان بن ثابتؓ نے حارث بن ھشام کے بارے میں کہا تھا۔

ترک الاحبات ان یقاتل دونهم

و نجابراس طمرة و لجلم

یہ سن کر ابن اشعث نے رتبیل سے کہا کیا تم نے اس کے جواب میں حارث بن ھشام کے اشعار نہیں سنے ہیں۔ رتبیل نے کہا وہ کون سے اشعار ہیں۔

الله یعلم ماترکت قتالهم

حتی رموا فرسی با شقر مز بد

وعلمت انی ان اقاتل و احدا

اقتل ولا یضر رعلوی مشهدی

فصد دت عنهم والا حبت فهم

طمعالهم بعقاب يوم ملحد

راجہ رتبیل نے ان اشعار کو سن کر ابن اشعث سے کہا کہ اے معشر عرب! تم لوگوں نے ہر چیز میں حسن و خوبی پیدا کی ہے یہاں تک کہ راہ فرار کو بھی حسین و جمیل بنالیا۔(۴۴)

بعض اشخاص سندھ میں عربوں کی آمد سے قبل سے ہی عربی زبان سے واقف تھے۔ جیسے دیبل کی جیل کا منتظم ایک سندھی شخصیت جس کا نام قبلہ بن مہترائج تھا۔ وہ دیبل کی اس جیل کا منتظم تھا جس میں راجہ داھر نے ان عرب تاجروں، عورتوں اور بچوں کو قید کر رکھا تھا اور ان کا سازوسامان اور جہاز لوٹ لیا تھا جو سراندیپ سے عراق جا رہے تھے۔ قبلہ بن مہترائج نے محمد بن قاسم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۹۲ ہجری میں محمد بن قاسم نے مذاکرات کے لئے ایک وفد راجہ داہر کے پاس بھیجا تو یہ شخص قبلہ اس وفد میں مترجم کی حیثیت سے گیا تھا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ اس شخص نے قید میں موجود عربوں سے عربی سیکھی تھی۔ اور اسلامی تعلیمات سے بھی آگاہی حاصل کی تھی۔ اس لئے سب سے پہلے اسی نے اسلام قبول کیا۔ یہ محمد بن قاسم کا معتمد اور مقرب لوگوں میں سے تھا۔ بعد میں محمد بن قاسم نے اسے دیبل شہر کے مالیاتی امور کا منتظم بنایا۔(۴۵)

اموی دور میں عربی زبان سے اعلیٰ طبقات کے لوگوں، زعماء و اعیان حکومت اور حکام کے طبقات نے دل چسپی لی۔

عباسی عہد میں ملکی معاملات کی تنظیم تو کی گئی۔ نئے شہر تعمیر ہوئے۔ مساجد تعمیر ہوئیں مدارس قائم کئے گئے۔ بلاد عرب سے علماء کی ایک کثیر تعداد سندھ میں آئی اور ساتھ ہی سندھی کبار علماء کی بھی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی۔ جو مدارس و مساجد دروس قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ باقاعدہ عربی زبان کی تعلیم بھی دیتے تھے اور علوم اسلامی سے سندھ کے لوگوں کو روشناس کرا رہے تھے۔ اس عرصہ میں سندھ میں عربی زبان کو اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ علماء نے مختلف موضوعات پر کثرت سے عربی میں کتب تالیف کیں۔ اور عربی زبان سے بھی سندھی میں تراجم ہوئے۔

علوم اسلامی اور عربی زبان کی تدریس و ترویج کے لئے بڑی بڑی محافل و مجالس کا اہتمام کیا جاتا جہاں علماء اپنے افکار و تعلیمات سے لوگوں کی تشنگی دور کرتے' یہ وہ عرصہ تھا جب بلاد سندھ میں ہر طرف علمی ماحول اور ادبی فضا پروان چڑھ چکی تھی۔ تدوین' تصنیف' تالیف' شاعری اور مختلف علوم و فنون کے مشاہیر کا دور دورہ تھا۔ عرب جغرافیہ دانوں' مورخوں' سیاحوں نے اس دور کی علمی مصروفیات و اہتمام کا خصوصیت سے تذکرہ کیا ہے۔

مورخ مسعودی ۳۰۳ ہجری میں سندھ میں آیا۔ اور ملک کے طول و عرض میں گھوما پھرا' اس نے سندھ کے علماء' خطباء' قضاۃ اور ان فاضل شخصیات سے ملاقاتیں کیں جو عربی زبان کے فروغ اور اسلامی علوم و فنون کی نشرو اشاعت کی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عربی زبان سیکھنے اور پڑھنے کا ذوق و شوق عوام میں سرایت کرچکا تھا۔(۳۵)

ابن حوقل کے سفرنامہ کا جائزہ لیں (جو ۳۴۰ ہجری میں سندھ آیا تھا) اس نے بھی عربی زبان کے قبولیت عام ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ عربی زبان صرف حکومتی طبقے ہی کی زبان نہیں بلکہ بازاروں' تجارتی منڈیوں اور عوامی مقامات پر بھی عربی زبان میں بول چال ہوتی ہے۔ اب عربی زبان خواص کی زبان نہیں رہی بلکہ بلاد سندھ کے تمام شہروں میں عربی زبان اور اپنی مقامی زبان میں بات چیت کرتے ہیں۔(۳۶)

عظیم جغرافیہ دان اصطخری بھی اس بات کا تذکرہ کرتا ہے:

اصطخری نے لکھا ہے کہ عربی زبان کے فروغ میں توسیع ہوئی ہے۔ بلاد سندھ اور اس کے دارالخلافہ منصورہ اور اس کے اطراف کے چھوٹے بڑے شہروں اور علاقوں میں لوگ عربی زبان میں بات چیت کرتے ہیں اور مقامی زبان میں بھی۔

ملتان کے علاقے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ملتان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور کفار اقلیت میں ہیں لیکن وہ بھی بلا تکلف عربی زبان میں بات چیت کرتے ہیں اور اپنی مقامی زبان میں بھی۔

دیبل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ دیبل کی اکثریتی آبادی غیر مسلموں کی ہے اور مسلمان بھی

بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ ان کا معاش کا ذریعہ تجارت ہے اور ان کی زبان سندھی اور عربی دونوں مشترک ہیں۔

پانچویں صدی ہجری تک عربی زبان سندھ کے حکماء' علماء' مدارس' بازار' تجارتی مراکز' طبقہ عالیہ و خواص' طبقہ' عوام و عامیہ' کی زبان رہی۔

عربی بزان کا اس دور میں اس قدر اثر و نفوذ ہوا گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب عربی ہی سندھ کی زبان کے طور پر رہ جائے گی۔

بالاخر ۴۱۶ ہجری میں عرب حکومت کے زوال کے اثرات عربی پر بھی پڑے۔ لیکن عربی زبان کو سندھ میں کبھی زوال نہیں آیا اور یہ اپنے اثر و نفوذ کے زمانے سے لے کر آج تک کبھی متروکہ زبان نہیں رہی۔ یہی اس کا اعجاز ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں جب غزنوی آئے تو انہوں نے فارسی زبان کو ترویج دی اور فارسی عربی کی جگہ سرکاری زبان قرار پائی۔ لیکن عربی زبان کی اہمیت اس کی علمیت اور روحانیت کے باعث آج تک باقی ہے۔

عربوں کی حکومت ختم ہو جانے کے بعد عربی زبان فوراً" ختم نہیں ہوگئی' بہت سے عرب خاندان مستقل طور پر آباد ہو چکے تھے۔ غیر مسلموں کی اکثریت انکا دین قبول کر چکی تھی۔ جس کے بعد عربی پڑھنا پڑھانا ان کی زندگی کا اہم فریضہ قرار پایا اور یہ سلسلہ کم و بیش آج تک جاری ہے۔ مسلم گھرانوں میں عربی کے اثرات اس وقت تک باقی رہیں گے جب تک کہ اسلام سے ان کا رشتہ استوار ہے۔ عربوں کے بعد سندھ کی سرزمین سے بڑے بڑے عالم اور عربی دان اٹھے' بعد بزرگ تو اس پائے کے ہو گزرے ہیں کہ ان کی عربی تصنیف جامع ازہر مصر کے تعلیمی نصاب میں شامل ہوئیں۔(۳۷)

عہد عرب میں سندھ میں بہت سے عرب علماء' مفکرین اور ادیب قیام پذیر تھے۔ جنہوں نے بیش بہا علمی اور ثقافتی خدمات سرانجام دیں اور ان کے ذریعہ سے اموی اور عباسی عہد میں سندھ میں اسلامی علوم و فنون کے سرچشمے پھوٹے۔

سندھ کے علمی اور دینی حالات عہد اموی و عباسی میں

(مختصر تعارفی جائزہ)

سندھ وہ خطہ ارض ہے جو پہلی صدی ھجری یعنی خیرالقرون ہی میں مسلمانوں کے وجود سے آشنا ہوگیا تھا اور اسلام نے اپنی ردائے ضیاء اس پر پھیلا دی تھی۔ اس سرزمین کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین کی مقدس جماعت کے قدوم میمنت لزوم سے فیض یاب ہوئی۔

کتب تاریخ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سندھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس صحابہ کرام تشریف لائے۔ بارہ حضرت بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں' پانچ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں تین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں چار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ایک یزید بن معاویہ کے زمانے میں ان میں مخضرمین اور مدرکین بھی شامل ہیں۔ یہاں صحابی مخضوم اور مدرک کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہیے۔

محدثین اور اصولیین کے نزدیک صحابی کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسلام قبول کیا۔ آپ ؐ کی صحبت و رویت سے بہرور ہو اور بحالت اسلام وفات پائی۔

مخضوم وہ صاحب اسلام ہے۔ جس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا اور دور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ لیکن کسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے مستفیض نہ ہوسکا۔

مدرک اسکو کہا جاتا ہے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہو اسلام اگرچہ آپ کی زندگی میں قبول کیا ہو یا بعد میں۔

وہ اصحاب رسول جو عہد فاروقیؓ میں سندھ میں آئے

۱۔ حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی' خیار صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے بلاد سندھ میں تین جنگیں لڑیں۔

۲۔ مغیرہ بن ابوالعاص ثقفی' انہوں نے دیبل فتح کیا۔

۳۔ حکم بن ابوالعاص ثقفی' بندرگاہ' تھانہ اور بھڑاچ فتح کیے۔

۴۔ ربیع بن زیاد حارثی مدحجی' کرمان اور مکران کے علاقوں میں جہاد کیا۔

۵۔ حکم بن عمرو بن مجدع ثعلبی غفاری۔ فاتح مکران تھے۔

۶۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان انصاری' فتح مکران میں شامل ہوئے۔

۷۔ سہل بن عدی بن مالک خزرجی انصاری' جنگ مکران میں شرکت کی۔

۸۔ شہاب بن مخارق بن شہاب تمیمی یا مازنی' یہ مدرک ہیں فتح مکران میں شامل ہوئے۔

۹۔ صحار بن عباس عبدی' جنگ مکران میں شامل ہوئے۔

۱۰۔ عاصم بن عمرو تمیمی' نواحی سندھ اور سجستان کے اردگرد کے علاقے فتح کیے۔

۱۱۔ نسیر بن وہسم بن ثور عجلی' مخضرم تھے۔ بلوچستان کا کچھ حصہ فتح کیا۔

وہ اصحاب رسول جو عہد عثمانی میں سندھ میں آئے۔

۱۔ حلیم بن جبلہ عبدی' یہ مدرک ہیں' اور بلاد سندھ کے پہلے سیاح اور یہاں کے حالات کے عالم ہیں۔

۲۔ عبید اللہ بن معمر بن عثمان قرشی تمیمی' فاتح مکران اور امیر مکران۔

۳۔ مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ سلمی' فاتح بلوچستان

۴۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب قرشی علیشمی' سجستان اور کابل فتح کیے اور سندھ کے نواحی علاقہ جات فتح کیے۔

وہ اصحاب جو عہد علوی میں سندھ میں آئے۔

۱۔ خریت بن راشد ناجی شامی' مکران میں آئے۔

۲۔ عبداللہ بن سوید تمیمی شقری' مخضرم تھے۔ غزوہ سندھ میں شامل ہوئے۔

۳۔ کلیب بن ابووائل' صحابی تھے سندھ میں آئے۔

انہوں نے سندھ میں ایک ایسا درخت دیکھا جس کے ایک سرخ رنگ کے پھول پر سفید حروف میں محمد

الرسول اللہ کے الفاظ تحریر تھے۔

وہ اصحاب جو عہد معاویہؓ میں سندھ میں آئے۔

۱۔ مہلب بن ابو صفرہ ازدی ھتکی' یہ مدرک تھے۔ انہوں نے بنوں' لاہور' اور بدھ شہر فتح کیے۔

۲۔ عبداللہ بن سوار بن ہمام عبدی' مدرک تھے بعض معرکوں میں شریک ہوئے۔ اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔

۳۔ یاسر بن سوار عبدی' مدرک تھے اور قلات کے ایک پہاڑی مقام کے معرکہ میں شریک ہوئے۔

۴۔ سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی' صحابی تھے۔ سندھ کے کسی مفتوحہ علاقے کے والی مقرر ہوئے۔

وہ اصحاب جو یزید کے عہد میں سندھ میں آئے۔

۱۔ منذر بن جارود عبدی' بوقان اور قلات کے علاقہ جات کے معرکوں میں شریک ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

علوم کی تقسیم

مسلمانوں نے علوم کو دو قسموں میں تقسیم کیا تھا ایک وہ علوم علوم جن کا بنیادی تعلق قرآن کے سمجھنے سے تھا۔ ان میں علم تفسیر، علم قرات، علم فقہ، علم کلام، علم نحو، علم لغت، علم بیان، علم صرف و نحو شامل تھے۔

ان کو علوم نقلیہ کہا جاتا تھا۔

ذیل میں علوم نقلیہ ہی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

ا۔ قرآن مجید اور تفسیر

قرآن مجید اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری کتاب ہے۔ جس میں نہ صرف تمام مسلمانوں کے لئے ایک دستور حیات بیان کیا گیا ہے بلکہ اسلامی فقہ کے دوسرے تمام قواعد و ضوابط بھی اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

صدر اسلام میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے علوم اسلامی مثلاً" تجوید، تفسیر، حدیث، فقہ قرآن، قضاء، لغت کے سلسلے میں براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے استفادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کے بعد وہ لوگ مختلف ممالک میں منتشر ہوگئے۔ اور لوگوں کو اسلامی علوم کی تعلیمات سے آگاہ کرنے لگے۔ ان سے استفادہ کرنے والوں میں صرف عرب علاقوں کے افراد ہی شامل نہیں تھے بلکہ ایک بڑی اکثریت عجمیوں اور غلاموں کی تھی کہ جنھوں نے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ان علوم کو سیکھا، حتیٰ کہ تبدریج علوم اسلامیہ کا نور مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے اس سلسلے کو جاری رکھا۔ اور ان کے بعد خلفاء بنی امیہ اور خلفاء بنو عباس نے علوم اسلامی کی نشرواشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ پھر ان ادوار میں مسلمان فاتحین جہاں جہاں بھی گئے۔ انہوں نے اسلامی علوم سکھانے کا اہتمام کیا اور علماء کی تعظیم و اکرام کیا اور مفتوحہ علاقوں کو بھی اسلامی عُلوم سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

عہد نبوی میں نہ صرف عرب بلکہ بیرون عرب بھی اسلام اور قرآن پھیلا' سندھ و ھند اس خصوصیت میں ممتاز ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سندھ کے لوگوں کی طرف پانچ صحابہ کرام کو نامہ مبارک لے کر بھیجا۔ جس سے متاثر ہو کر یہاں کے بہت سے باشندے مسلمان ہوئے۔ پھر تین صحابہ کرام سندھ ہی میں رہے۔ اور باقی دو صحابی سندھیوں کے ایک وفد کو لے کر واپس مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرکے صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ محدث کبیر مخدوم محمد جعفر بوبکائی سندھی کے حوالے سے سندھ کے مشہور فقیہہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کہتے ہیں کہ:

"روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ہاتھ اہل سندھ کی طرف نامہ مبارک ارسال فرمایا۔ جب یہ صحابہ سندھ کے قلعے نیرون میں پہنچے تو وہاں کے کچھ لوگ مشرف با اسلام ہوئے۔ پھر دو صحابہ سندھ کے ایک وفد کے ساتھ واپس ہوئے' باقی دو سندھ میں رہے۔ پھر جو اہل سندھ اسلام لاتے رہے ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بتاتے رہے۔ پھر انہوں نے یہیں وصال فرمایا اور آج تک ان کی قبریں یہاں موجود ہیں۔" (۳۸)

نیز ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کا ایک وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چنانچہ اس سلسلے میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے جمع الجوامع از علامہ جلال الدین سیوطی کے حوالے سے محمد بن حنفیہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔

"محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ آپ کے پاس ایک ہی دن سندھ اور افریقہ سے دو وفود آئے اور دونوں بخوشی مشرف با اسلام ہوئے۔(۳۹)

ان روایات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام سندھ میں تشریف لائے اور سندھ کے لوگ خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے۔

گویا یہ فخر صرف اور صرف سندھ ہی کو حاصل ہے کہ یہاں اس وقت قرآن پہنچا جب کہ قرآن کا نزول ہو رہا تھا' نیز سندھ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو سندھ کی طرف بھیجا اور یہی نہیں کہ وہ اسلام کا پیغام پہنچا کر چلے گئے بلکہ یہاں بس گئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

عہد نبوی میں اسلام پورے صحرائے عرب میں پھیل گیا' اور پھر افریقہ اور سندھ و ھند میں بھی اسلام نے اپنے پاؤں جمالیے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ہر چہار سمت قرآن مجید کی اشاعت ہوتی رہی۔

عہد خلافت راشدہ میں اسلام کی اشاعت نہایت سرعت اور تیزی سے ہوئی۔ چنانچہ روم' اسپین' مشرق وسطیٰ' ایشیائے کوچک' ترکستان' سندھ و ھند کے اکثر علاقوں میں اسلامی مملکتیں قائم ہو گئیں۔ صرف عہد فاروقیؓ میں فتوحات کا رقبہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ قرآن پھیلتا گیا۔ چنانچہ عہد نبوی کے بعد عہد صدیقیؓ میں قرآن حکیم کی نقول تیار ہوئیں۔ اس کے بعد عہد فاروقی میں قرآن مجید کی اشاعت و تعلیم میں سرعت سے اضافہ ہوا۔ کیونکہ آپ نے قرآن حکیم کی تعلیم کو جبری قرار دے دیا۔ تو جس کو قرآن یاد نہ ہوتا اس کو سزا دی جاتی۔(۴۰)

جب خلافت اسلامیہ کی جانب سے قرآن سیکھنے کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہو قرآن حکیم کی اشاعت کس تیزی سے ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت تک سارے جزیرہ عرب میں اسلام پھیل چکا تھا۔ یعنی بحر قلزم کے دور دراز علاقوں سے تمام سواحل یمن تک' بحر فارس' فرات اور شام کی انتہائی حدود میں بحر قلزم تک۔

اس جزیرے کے بے شمار شہروں اور دیہاتوں مثلاً" یمن' بحرین' عمان' نجد' جبل طے' مصر' ربیعہ' قضاعہ' طائف اور مدینہ کے تمام باشندے مسلسمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے جگہ جگہ مساجد تعمیر کیں۔ کوئی شہر' قریہ' بدوؤں کی خیمہ بستی ایسی نہ تھی جہاں نماز میں قرآن کی تلاوت نہ ہوتی ہو۔ بچوں' مردوں' عورتوں کو اس کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔ اور اسے کتابی صورت میں نہ لکھا جاتا ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا

سے رحلت فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھائی سال تک مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ان کے عہد خلافت میں فارس اور روم سے مصر کے ہوئے' اور یمامہ فتح ہوا' چنانچہ قرآن پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا' اور کوئی ایسا شہر باقی نہ رہا' جہاں قرآن کے نسخے موجود نہ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے۔ تو ان کے دور خلافت میں ایران کے تمام شہر شام' مصر اور جزائر کے سارے علاقے فتح ہو گئے۔ ان ملکوں میں کوئی شہر ایسا نہیں بچا جہاں مساجد کی تعمیر نہ ہوئی ہو۔ قرآن مجید کے نسخے موجود نہ ہوں۔ ائمہ قرآن کی تلاوت نہ کرتے ہوں۔ اور مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے مکتبوں میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔ یہ کیفیت صرف دس سال اور چند ماہ کے قلیل عرصے میں پیدا ہو چکی تھی اور قرآن کے متن اور قرات کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا اختلاف بھی نہ تھا۔ سب کے سب ملت واحدہ کی طرح یک زبان تھے۔

کسی قسم کا اختلاف بھی نہ تھا۔ سب کے سب ملت واحدہ کی طرح یک زبان تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو مصر سے لے کر عراق' شام' اور یمن تک تمام ممالک میں کم از کم قرآن مجید کے ایک لاکھ نسخے مسلمانوں کے پاس موجود تھے۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت عثمانؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو فتوحات اور خلافت کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ اس دور میں قرآن کریم کی اس قدر اشاعت ہوئی اور قرآن مجید کے نسخوں کی اتنی کثرت ہوی جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔(۴۱)

عہد فاروقیؓ میں ۱۴ ھجری میں بصرہ آباد ہوا اور ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا۔ پاک و ھند کا تجارتی سامان ان سواحل پر آتا اور پھر مکہ معظمہ کے مرکزی شہر میں عکاظ اور ذوالمجاز وغیرہ کے بازاروں میں جاتا۔ اس طرح اہل عرب سندھ و ھند کے باشندوں' ان کی برآمدات' ان کی زبان' ان کی تہذیب و تمدن سے براہ راست واقف ہوئے اور متاثر بھی ہوئے۔ اس طرح اہل سندھ و ھند بھی عربوں کی تہذیب و تمدن اور زبان سے براہ راست واقف اور متاثر ہوئے۔ اس باہمی واقفیت نے اسلام کے فروغ اور قرآن حکیم کی اشاعت میں مؤثر کردار ادا کیا اور پھر جب سندھ میں فوجی مہمات کا سلسلہ شروع ہوا تو فتوحات کے ساتھ ساتھ اسلام پھیلتا چلا گیا۔ اور قرآن کی نشر و اشاعت اور قرآنی علوم کے سیکھنے سکھانے کا سلسلہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

سندھ و ھند کے کچھ لوگ ایران میں بھی بسے ہوئے تھے اور انہوں نے جنگ ایران میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تھی۔ لیکن جب مسلمان فاتح و منصور ہوئے۔ تو ان میں سے کچھ لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔ قلعہ نیرون میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی تبلیغی مشن پر آمد' دیبل میں لشکر کفار سے تصادم' اور ایران میں بسے ہوئے سندھ کے باشندوں کے مشرف باسلام ہونے کے بعد سندھ میں اسلام کے اثر و نفوذ اور اشاعت قرآن میں اضافہ ہوا۔

کیونکہ صحابہ کرام قرآن مجید کو اپنے سینوں سے لگائے رکھتے تھے۔ وہی ان کی زندگی کا کل سرمایہ تھا۔ وہ جہاں جہاں جاتے قرآن اور قرآنی تعلیمات و فکر کو اپنے ساتھ ساتھ لے کر جاتے تھے۔

عہد فاروقی میں سندھ و ھند کے علاقے میں آنے والے صحابہ کرام میں۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی' حکم بن ابوالعاص ثقفی' مغیرہ بن ابوالعاص ثقفی' ربیع بن زیاد حارثی' حکم بن عمرو مجدع ثعلبی غفاری' عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان' سہیل بن حدی بن مالک خزرجی القاری' شہاب بن قارقی بن شہاب تمیمی' صمار بن عباس عبدی' عاصم بن عمر تمیمی' عبداللہ بن عمیر اشجعی' نسیر بن وسیع بن ثور عجلی' حکیم بن جبلہ عبدی رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین شامل تھے۔

یہ صحابہ وہ تھے جنہوں نے عہد فروقی میں بندرگاہ مکران' کرمان' سندھ' سجستان' وغیرہ میں بعض مہمات میں حصہ لیا۔ اور ان کی فتوحات کے بعد وہاں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اس طرح عہد فاروقی میں سندھ میں قرآن کا پیغام پھیلا۔ اس سے پہلے عہد نبوی میں سندھ میں اسلام نے قدم رکھے اور قرآن پھیلا۔

عہد فاروقی کے بعد عہد عثمانی میں فتحات کے ساتھ ساتھ اسلام کی اشاعت ہوتی رہی' اور اسی کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خصوصی طور پر قرآن مجید کا اصل نسخہ جو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا اس کی متعدد نقلیں تیار کرائیں۔ ان ناقلین میں کاتبین وحی بھی تھے۔ جن میں حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن وقاص' حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام' حضرت ابی بن کعب' حضرت انس بن مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین قابل ذکر طور پر شامل تھے۔

یہ نقول مکہ، شام، یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ کے علاوہ سندھ و ھند میں بھی بھیجی گئیں اس کے علاوہ بھی عہد عثمانی میں خطہ سندھ کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ چنانچہ حکم بن جبلہ کو سندھ و ھند کے احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ واپسی پر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سندھ و ھند کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مندرجہ ذیل صحابہ سندھ و ھند میں آئے۔

حکم بن جبلہ عبدی، عبداللہ بن معمر بن عثمان قرشی تیمی، عمیر بن عثمان بن سعید، مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ سلمی، عبدالرحمٰن بن سمرہ بن حبیب قرشی رضوان اللہ علیھم اجمعین' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی سندھ و ھند کی طرف توجہ مرکوز رکھی گئی' چنانچہ ثاغر بن دعر کو لشکر کا سردار بنا' سرحدات پر بھیجا گیا۔(۴۲)

اس طرح کم و بیش پچیس صحابہ کرام عہد خلافت راشدہ میں پاک و ھند میں آئے اور قرآنی تعلیمات کو اہل سندھ میں روشناس کرایا۔

خلافت راشدہ کے بعد دور بنی امیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی خلافت اسلامیہ کی سندھ کی جانب توجہ رہی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سوار رضی اللہ عنہ کو چار ہزار جاں نثار دے کر سندھ کی طرف بھیجا' ان کے عہد میں حضرت عمرو بن عبداللہ بن معمر تیمی' مہلب ابن ابی صفرہ' عباد ابن زیاد' ابن ابی سفیان جیسے صحابہ کرام سندھ میں آئے۔ اور ان حضرات نے سندھ کی سرزمین پر مہمات سر کیں اور اپنے پاک اثرات چھوڑے اور قرآن کی بازگشت محمدؐ بن قاسم کی آمد سے پہلے ہی یہاں سنی گئی۔ پھر انہی راہوں سے قرآن داخل ہوا اور پھیلتا چلا گیا۔

جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تقریبا" پانچ سو قرآن مجید کے نسخے تھے۔ کم و بیش اتنے ہی قرآن کے نسخے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی ہوں گے۔ جب میدان جنگ میں صحابہ مجاہدین کے پاس اتنی کثیر تعداد میں قرآن مجید کے نسخے بھی ہوں گے جب میدان جنگ میں صحابہ مجاہدین کے پاس اتنی کثیر تعداد میں قرآن مجید کے نسخے موجود ہوں گے تو بلاد اسلامیہ' قرب وجوار کے علاقوں اور مفتوحہ علاقوں مثلا" بلاد سندھ و ھند میں کس قدر تعداد میں قرآن حکیم کے نسخے موجود ہوں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کا دور آتا ہے۔

اس دور کے بعض تاریخی واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ میں اس وقت مسلمان موجود تھے۔ جب کربلا کے میدان میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا پاک خون بہایا جا رہا تھا۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ:

"جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حر نے کوفہ کے راستے میں روکا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اگرچہ تمہارے بلانے پر عراق آیا ہوں۔ لیکن اب اگر تم کسی بھی وجہ سے میرا آنا پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو کہ میں سندھ چلا جاؤں کیونکہ وہاں میرے مسلمان بھائی مجھے پناہ دے دیں گے۔(۴۳)

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہو یعنی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی زوجہ سندھی تھیں۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ:

"امام زین العابدین کی ایک بیوی سندھی تھیں۔ جن سے حضرت زید شہید جیسے بطل اسلام پیدا ہوئے۔(۴۴)

تاریخی واقعات سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت زید شہید امام زین العابدین کی جس بیوی سے پیدا ہوئے وہ سندھی تھیں۔(۴۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے نصف اول ہی میں سندھ میں کافی تعداد میں مسلمان موجود تھے اور خاندان اہل بیت میں ان کی شادیاں بھی ہونے لگی تھیں۔ محمد بن قاسم نے حملے سے پہلے اسلامی مملکت کا ایک باغی گروہ جن کو علانی کہا جاتا ہے راجہ داہر کے پاس آیا۔ اس میں پانچ سو مسلمان تھے۔ راجہ داہر نے ان لوگوں کو پناہ دی۔ دراصل یہ باغی گروہ مملکت اسلامیہ کا باغی گروہ تھا' اس لئے قابل تعزیر تو ضرور تھا مگر یہ پانچ سو افراد اپنے ساتھ قرآن مجید بھی لائے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کی آواز ان کی وجہ سے راجہ داہر کی قلم رو میں سنی جانے لگی تھی۔ اس واقعہ کے بعد پھر وہ واقعہ پیش آیا جس کے بعد سندھ مستقل اسلامی سلطنت کا گہوارہ بنا۔

بحری قزاقوں کے مسلمانوں کے بحری جہاز لوٹنے کے بعد باقاعدہ سندھ پر لشکر کشی کی گئی۔ سندھ میں موجود بدھ مت کے لوگ برہمنوں کے ظلم و جبر کا شکار تھے۔

انہوں نے مسلمانوں کے کردار و اخلاق اور قرآنی تعلیمات کا جائزہ لیا اور ان سے متاثر ہوئے، سندھ و ھند کے خطے کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس خطے میں سب سے پہلے اسلام اور قرآن سواحل سندھ سے ہیں۔

مسلمانوں نے یہاں آنے کے بعد مساجد قائم کیں، مساجد میں قرآنی تعلیمات کے حلقے قائم کرنے کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے مدارس بھی قائم کئے۔ قرآن مجید کے مدارس کا ایک جال جو سندھ و ھند کے علاقوں میں قائم ہوا، شاید ہی اس کی مثال کسی اسلامی ملک میں ملے اور قرآن و قرآنی تعلیمات کا چرچا یہاں ہوا شاید ہی کہیں اور ہوا ہو۔

فارس و ایران اور سندھ و ھند میں اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ تراجم قرآن اور تفاسیر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید کے فارسی و سندھی تراجم کی روایتیں بھی ملتی ہیں۔

فارس و ایران اور سندھ و ھند میں اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ تراجم قرآن اور تفاسیر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید کے فارسی و سندھی تراجم کی روایتیں بھی ملتی ہیں۔

فارسی زبان کے اول تراجم میں حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کا سورہ فاتحہ کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے۔ جو انہوں نے نومسلم ایرانیوں کے لئے کیا۔(۴۶)

اور سندھی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ ارور کے راجہ مہروک بن رائق کے لئے کیا۔ بعض مورخین اس مترجم عالم کو نامعلوم قرار دیتے ہیں اور بعض نے اس کا نام عبداللہ بن عمر بتایا ہے یہ ایک عراقی النسل عالم تھے جو سندھ میں پلے بڑھے اور سندھی زبان سیکھی۔ جنہوں نے مہروک بن رائق کو ترجمہ قرآن اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا۔(۴۷)

اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں نہ صرف اسلام کی اشاعت ہونے لگی تھی بلکہ قرآن کریم کی سندھی میں تفسیر بھی لکھی جانے لگی تھی۔(۴۸)

جب عرب افواج سندھ میں وارد ہوئیں تو اس میں قرآن پاک کے بہت سے قاری تھے۔ جن کو حجاج بن یوسف نے یہ تاکید کی تھی کہ وہ پابندی سے قرات کیا کریں۔(۴۹)

اس کے علاوہ محمد بن قاسم کے ایسے کئی اشخاص بھی سندھ میں آئے جن کو علم قرآن و سنت پر بڑا عبور حاصل تھا۔(۵۰)

حدیث اور خدمت حدیث

پہلی صدی ہجری کی آخری دہائی میں سندھ میں عربوں کی ریاست کا قیام اس اعتبار سے ایک اہم واقعہ تھا کہ اس کی جہ سے سندھ کے دروازے عربوں کے لئے کھل گئے۔ بحری راستوں کے علاوہ جن سے عرب سندھ و ھند سے اپنے تجارتی تعلقات کی وجہ سے زمانہ قدیم سے واقف تھے۔ اب ان کے لئے بصرہ سے براہ شیراز و کرمان اور ساحل مکران سندھ تک ایک بری راستہ بھی کھل گیا تھا' اور اس راستے سے آمد و رفت میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی چلاگیا۔(۵۱)

اسی طرح سندھ بحری و بری دونوں راستوں سے عرب سے مربوط ہوگیا' اور ان ملکوں کے درمیان مواصلات کی سہولتیں بھی فراہم ہوگئیں۔ ۹۳ ھجری میں جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اور سندھ میں عرب آباد کار بڑی تعداد میں آباد ہونے اور آنے لگے۔ کیونکہ محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقوں میں عربوں کو آباد کرنے میں گہری دل چسپی لی۔(۵۲) اور عرب پورے علاقے میں پھیل گئے۔ دیبل سے ملتان تک اہم بندرگاہوں اور شہروں میں ان کی نو آبادیاں قائم ہوگئیں اور ان عربوں نے تجارت کا پیشہ ہی اختیار کیا اور تجارتی روابط کو سندھ و ھند کے ہمسایہ ممالک میں تعلقات کا ذریعہ بنایا۔(۵۳)

اسلامی سلطنت کے بعید مشرقی علاقے میں عربوں کی کئی نوآبادیات قائم ہوگئیں۔ جن میں منصورہ' ملتان' دیبل' سندان' قصدار' اور قندابیل کو بڑی اہمیت حاصل تھی' اور یہ مقامات سندھ میں اسلامی علوم و فنون کے ابتدائی مراکز بن گئے۔(۵۴)

عرب فوجوں اور آبادکاروں کی آمد سے سندھ میں جو بیداری پیدا ہوئی اس کی وجہ سے اس علاقے میں اولین اسلامی علوم یعنی قرآن و حدیث کی اشاعت ہونے لگی۔ ان علوم کی اشاعت پہلے دریائے سندھ کے مغربی

علاقوں میں ہوئی' اس کے بعد مشرقی علاقوں میں کیونکہ مسلمانوں کا اثر و نفوذ پہلے مغربی علاقوں پر ہوا' پھر مشرقی علاقوں پر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عربوں نے ۲۳ ہجری مکران طوران اور بدھ فتح کرلیا تھا۔ یہ علاقے دریائے سندھ کے مغرب میں واقع ہیں' اور بیس سال کے بعد ہی یہ اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے۔

لیکن سندھ کا مشرقی علاقہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں فتح ہوا۔ مزید برآں مغربی علاقے میں کئی صحابہ کرام بھی تشریف لائے۔ جس سے اس خیال کو تقویت ہوتی ہے کہ اس علاقے میں اسلامی علوم اسی وقت پہنچ گئے تھے۔ اگرچہ ان کی باقاعدہ اشاعت بعد میں کی گئی۔

جب عرب بڑی تعداد میں سندھ میں آباد ہونے لگے تو یہاں ایسے بھی عالم آباد ہوگئے جن کی محنت اور علم سے محبت کی بدولت عربوں کی نو آبادیوں میں اسلامی علوم کے مراکز قائم ہوگئے۔(۵۵)

ایسے موقع پر بعض ایسے حضرات کا ذکر کرنا نہایت موزوں ہوگا' جنھوں نے اسلامی علوم خصوصاً" علم حدیث کی اشاعت کی۔

دنیائے عرب کے چند نامور محدثین کی سندھ آمد اور ان کی خدمات حدیث

۱۔ موسیٰ بن یعقوب ثقفی

موسیٰ بن یعقوب ثقفی محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں آئے تھے' اور محمد بن قاسم نے ان کو الور کا قاضی مقرر کیا تھا۔ موسیٰ بن یعقوب ثقفی مستقل طور پر سندھ میں آباد ہوگئے تھے' اور حدیث کے بڑے عالم تھے۔ اچ میں ان کا خاندان بڑی مدت تک علم و فضل کے لئے معروف رہا۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صدیوں بعد اسماعیل بن علی ثقفی جو ان کی اولاد میں سے تھے۔ معدن علم و روح و عقل تصور کئے جاتے تھے' اور علم و تقویٰ اور فصاحت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔(۵۶)

۲۔ یزید بن ابی کبشہ سکسکی

سلیمان بن عبدالملک جب خلیفہ بنا تو اس نے محمد بن قاسم کو سندھ سے واپس بلالیا' اور ان کی جگہ یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو مقرر کیا۔ مگر وہ سندھ میں زیادہ عرصہ نہ رہ سکے اور اٹھارہ دن بعد ہی فوت ہوگئے۔(۵۷)

یزید بن ابی کبشہ سکسکی ایک تابعی تھے۔ انہوں نے ابوالدرداء۔ شرجلیل بن اوس' اور مروان بن الحکم سے جو سب کے سب صحابیِ رسول تھے۔ بہت سی احادیث کی سماعت کی تھی۔ ناقدین حدیث ان کو ثقہ راویوں میں شمار کرتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں ابوبشر' حکم بن العتیبہ' علی بن الاقمر' معاویہ بن قمرالمزنی' اور ابراہیم سکسکی مشور راویان حدیث تھے۔(۵۸)

۳۔ مفضل بن المھلب بن ابی صفرہ

یزید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں خراسان کے ایک سابق والی یزید بن المھلب کے زیر سرکردگی ۱۰۲ ھجری میں عراق میں ایک زبردست بغاوت ہوئی' بنوایہ کے خلاف اپنے منصوبوں میں یزید بن المھلب کو کوفہ اور بصرہ کی تائید حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی' اور ابتدا ہی میں اسے نمایں فتوحات حاصل ہوئیں' چنانچہ فارس' راہواز' کرمان اور سندھ کے حصہ قنذابیل کے صوبے جن کا سلسلہ دریائے سندھ کے حصہ قنذابیل کے صوبے جن کا سلسلہ دریائے سندھ کے کناروں تک چلاگیا تھا۔ خلیفہ کے ہاتھوں سے نکل گئے' اور یزید بن المھلب نے یہاں اپنے والی مقرر کئے۔ اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے خلیفہ نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو روانہ کی۔ ایک بڑے معرکے کے بعد یزید بن المھلب اور اس کے لڑے مارے گئے۔ اس خاندان کے بچے کھچے افراد ایک کشتی میں فرار ہوکر قنذابیل پہنچے۔(۵۹)

جو اس وقت سندھ کا شمال مغربی صوبہ تھا' لیکن موت ان لوگوں کے تعاقب میں تھی۔ خلیفہ کا عامل ہلال بن التمیمی جب ان لوگوں کا تعاقب کرتا ہو پہنچا تو قنذابیل کے والی وداء بن حامد نے جسے فود

یزید بن المہلب نے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا غداری کی، لیکن مہلب کے بیٹوں نے ہتھیار نہیں ڈالے، اور بیشتر افراد آخری دم تک لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔(۶۰)

ان میں المفضل راوی حدیث تھے۔ وہ تابعی بھی تھے اور ایک صحابی نعمان بن بشیر سے حدیث کی روایت کرتے تھے۔ ان کے لڑکے حاجب، ثابت البنانی اور حریز بن حازم المفضل سے حدیث روایت کرتے تھے۔(۶۱)

۴۔ ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری

یہ بصرہ کے باشندے تھے۔ تاجر کی حیثیت سے سندھ میں آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی۔(۶۲)

ابو موسیٰ ایک ثقہ راوی تھے اور حسن بصری اور ابو حازم الاشجعی سے احادیث کی روایت کی ہیں۔ ایک محدث کی حیثیت سے ان کا مقام یہ ہے کہ سفیان الثوری، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان جیسے کامل فن محدث ان کے شاگردوں میں سے تھے۔(۶۳)

امام بخاری نے ابو موسیٰ سے مروی احادیث کا حوالہ صحیح بخاری میں چار مختلف مقامات پر دیا ہے اور سنن کی کتابوں میں بھی ان کی احادیث محفوظ کی گئی ہیں۔(۶۴)

۵۔ عمرو بن مسلم باھلی

عمرو بن مسلم ماوراء النہر کے نامور فاتح قتیبہ بن مسلم باھلی کے بھائی تھے۔(۶۵) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے والی کی حیثیت سے وہ سندھ آئے تھے اور انہوں نے سندھ و ھند پر چند کامیاب حملے بھی کیئے تھے۔ انہی کے دور ولایت میں خلیفہ کی دعوت پر کئی راجاؤں نے جن میں راجہ داہر کا لڑکا جے سنہا بھی شامل ہے۔ اسلام قبول کیا، ایک سپاھیانہ زندگی گزارنے کے باوجود عمرو بن مسلم باھلی نے علم حدیث کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے یعلی بن عبید سے احادیث روایت کی ہیں اور خود ان سے ابو الطاہر نے سنی ہیں۔(۶۶)

٦۔ ربیع بن صبیح السعدی بصری

ربیع بن صبیح ایک محدث اور احادیث کے قدیم مرتبین میں سے تھے۔ ابن صبیح کی کنیت ابوبکر اور ابن سعد کے مطابق ابو حفص تھی۔(٦٧) وہ ١٦٠ ھجری میں عبدالملک بن شہاب المسمعی کی قیادت میں بربد پر حملہ کیا تھا ربیع بصرہ کے باشندے اور حسن بصری کے شاگرد تھے۔ جس سے انہوں نے حدیث کا درس لیا تھا۔ اس کے علاوہ ربیع بن صبیح نے اس زمانے کے چند ممتاز محدثوں مثلاً" حمید الطویل' ثابت البنانی' مجاهد بن جبر' سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔ اپنے ہم عصر راویان حدیث میں ربیع کو ایک بلند مرتبہ حاصل تھا۔ عبداللہ بن مبارک' سفیان ثوری' وقیعی' ابوداؤد الطیالسی' عبدالرحمن بن مهدی' جیسے مشہور محدث ربیع بن صبیح کے شاگردوں میں شامل تھے۔ اور ان سے احادیث روایت کرتے تھے۔(٦٨)

وہ علم حدیث کے ان اولین علم برداروں میں سے تھے جنہوں نے دوسری صدی ہجری میں سندھ میں جمع و تدوین' حدیث کا اہم کام سرانجام دیا۔(٦٩)

عہد اموی و عباسی میں سندھ میں علم حدیث کے مراکز اور محدثین

سندھ میں مطالعہ حدیث کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوگیا تھا۔ مگر اس نے چوتھی صدی ہجری تک کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ یہاں تک کہ سندھ کے مقامی طلباء میں یہ جذبہ نہایت شدت سے پیدا ہوا کہ وہ دیگر ممالک میں جاکر علم حدیث کا بغور مطالعہ کریں اور اسے حاصل کریں' اسلامی حکومت کی ابتدائی صدیوں میں سندھ میں علم حدیث کی ترقی کی رفتار ست رہنے کے دو اسباب قرار دئے جاسکتے ہیں۔ پہلے یہ کہ اس زمانے کے حالات و اسباب فن اور ادب کی ترقی کے لئے سازگار نہ تھے کیونکہ اموی اور عباسی خلفاء کے زمانے میں مستحکم اور طاقت ور حکومت نہ ہونے کی وجہ سے داخلی امن جو فن و ادب کی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ہمیشہ قائم نہیں رکھا جاسکا۔(٧٠)

سلطنت کے مشرقی حصے میں سندھ کی حیثیت ایک علاقہ سے زیادہ بیرونی فوجی چوکی کی سی تھی۔ جس پر مرکزی

حکومت کوئی خاص توجہ نہیں کرتی تھی۔(۷۱)

دوسرے یہ کہ سندھ عرب' عراق' اور سلطنت کے دوسرے علاقوں کے اسلامی علوم کے مراکز سے باقاعدہ روابط قائم نہ رکھ سکتا تھا' کیونکہ سندھ کا علاقہ بہت دور دراز واقع تھا اور آمد و رفت میں سہولت پیدا کرنے ولاے ذرائع موجود نہ تھے۔ حوصلہ مند تاجروں اور مہم جو آباد کاروں کے سوا کوئی اور شخص سندھ تک کے بحری و بری راستوں پر سفر کرنے کے خطرات مول لینے کی جرات نہ کرتا تھا۔(۷۲)

تیسری صدی ہجری کے نصف آخر میں ملتان اور منصورہ میں دو خود مختار عرب ریاستوں کے قیام سے سندھ میں اچھی حکومت کا ایک دور شروع ہوا۔ سندھ پر عربوں کا اقتدار تین صدیوں تک قائم رہا اور اس طویل دور میں عربوں کی ان آزاد حکومتوں کا زمانہ تاریخ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں مطالعہ حدیث کو جو کچھ فروغ ہوا وہ بنیادی طور پر اس داخلی امن کی بدولت ہوا۔ جو ان حکومتوں نے قائم کیا تھا۔

واقعہ یوں ہے کہ اس زمانے میں سندھی طلباء میں یہ جذبہ بہت نمایاں تھا کہ دوسرے ملکوں میں جاکر علم حدث کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی جائے۔

سمعانی کے مطابق بلاد سندھ کے طلباء شافعی عالم ابو عثمان الصابونی سے درس حدیث لینے کے لئے نیشاپور گئے۔(۷۳)

دیبل' منصورہ' قصدار' کے شوقین طلباء کی ایک بڑی جماعت نے علم حدیث کے حصول کے لئے عرب' شام' عراق اور مصر جیسے دور دراز کے اسفار کئے۔ چوتھی صدی ہجری تک مطالعہ حدیث کے لئے ایک حلقہ قائم ہوگیا تھا اور سرزمین سندھ میں علم حدیث کو فروغ حاصل ہو رہا تھا۔(۷۴)

دیبل' بغداد' منصورہ اور خراسان کے مابین محدثین کا تبادلہ بھی عمل میں آیا تھا۔(۷۵) دیبل شہر تجارتی مرکز کے علاوہ علم حدیث کا بھی عظیم مرکز تھا۔ دیبل کا محل وقوع اس لحاظ سے بہت موزوں تھا کہ بحری راستوں کے ذریعہ یہ اسلامی ممالک سے مربوط تھا اور ان ممالک سے علماء اور محدثین یہاں آتے تھے۔ مقامی درس گاہیں مساجد میں قائم کی گئی تھیں' اور ان میں دینی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ دیبل میں ابتداء ہی سے علم حدیث کے مطالعہ سے دل چسپی پیدا ہوچکی تھی اور متعدد راویان حدیث پیدا ہوگئے تھے۔(۷۶)

دیبل کے بعد منصورہ حدیث کی تعلیم و اشاعت کا بڑا مرکز تھا۔ بلاذری کے بیان کے مطابق محمد بن قاسم فاتح سندھ کے لڑکے عمرو نے ۱۱۰ ھجری کے درمیان منصورہ شہر آباد کیا تھا۔(۷۷)

۲۷۰ ھجری میں جب زیریں سندھ میں ایک خود مختار عرب ریاست قائم ہو گئی تو برابر منصورہ ترقی کرتا گیا۔ مقدسی نے لکھا ہے کہ منصورہ کی کثریت اصحاب حدیث پر مشتمل ہے۔ جو امام داؤد ظاہری الاصبہانی کے پیروکار ہیں مقامی بستیوں میں حنفی فقہاء بھی ہیں لیکن مالکی، حنبلی یا معتزلی نظر نہیں آتے۔(۷۸)

منصورہ میں عالم اور علم کی بہت قدر کی جاتی تھی۔ چونکہ آبادی کی اکثریت اصحاب حدیث کی تھی اس لئے قدرتی طور پر علم حدیث کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ یہاں کے محدث اپنے علم کی اشاعت میں منہمک رہتے تھے۔ شہر کی مختلف مساجد میں درس حدیث دیا جاتا، علماء علم حدیث سے متعلق کتابیں مرتب کرتے تھے۔ بطور مثال قاضی ابوالعباس منصوری کا نام محدث و مرتب کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔(۹۰)

قصدار بھی علم حدیث کے فروغ کے مرکز کے طور پر مانا اور تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک معروف صحابی سنان بن سلمان الھذلی کا مزار ہے جو حضرت معاویہ کے عہد خلاف میں سندھ آئے تھے۔ اور میروں کے خلاف ایک فوج کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

قصدار ایک تجارتی شہر تھا اور کرمان و فارس اور خراسان سے بری راستہ کی جو تجارت ہوتی تھی اس کے باعث یہ ایک اہم مرکز تھا۔ چنانچہ قصدار میں ان ملکوں کے تاجر اور سندھی و ھندی تاجر سب ہی جمع تھے۔(۸۰)

قصدار میں عربوں نے ثقافتی کام بھی کیے اور دینی علوم یعنی قرآن و حدیث کی اشاعت بھی کی۔ قصدار میں علم حدیث کے فروغ میں بھی وہی امر رکاوٹ بنا جو ابتدائی زمانے میں تھا۔ یعنی مضبوط و مستحکم حکومت کا قائم نہ رہنا۔ بہرحال عمل حدیث کے فروغ کے سلسلہ میں قصدار سندھ کے اہم مراکز میں سے تھا۔

فقہ اور خدمت فقہ

اموی دور میں شام اور عراق اسلامی فقہ کے دو اہم مراکز تھے۔ اور ان دونوں مقامات سے سندھ و ھند اور مشرقی عالم اسلام کا انتظامی تعلق تھا۔ اس لئے یہاں کے فقہی مسلک کو ان ملکوں میں قبول حاصل ہوا۔ عراق

میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ تلامذہ میں حضرت ابراہیم نخعی، حماد بن سلیمان، اور حضرت امام ابوحنیفہ و دیگر ائمہ اپنے انداز میں کتاب و سنت کی روشنی میں شرائع و احکام مرتب کر رہے تھے۔ اس دور کے سندی الاصل فقہاء میں امام مکحول کو فقہ میں خاص شہرت حاصل تھی۔ ابن ندیم نے ان کی تصانیف میں دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک کتاب السنن فی الفقہ اور دوسری کتاب المسائل فی الفقہ۔(۸۱)

غرضیکہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے فقہی آراء و فتاوٰی کی طرح امام ابن ابی لیلٰی، امام اوزاعی، امام مکحول، امام ثوری، اور امام حسن بصری کے مسائل و فتاوٰی بھی عالم اسلام میں معمول بہا تھے۔ ان ائمہ حدیث، فقہ کے اصحاب و تلامذہ نے اپنے اپنے حلقوں اور ملکوں میں ان کے فقہی مسلک کو فروغ دیا۔

پھر اس دور میں ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری کا ظاہری مسلک فارس اور سندھ و ھند میں پھیلا۔

عباسی دور میں سندھ و ھند میں یہی مذہب رائج تھا۔ یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی کی عامل تھی۔ شوافع بھی تھے۔ اسی عرصہ میں ظاہری مسلک کو بھی فروغ حاصل ہو رہا تھا۔

بشاری مقدسی نے سندھ میں اصحاب حدیث کا ذکر کیا ہے۔(۸۲)

اصحاب حدیث سے مراد داؤد و ظاہری کے ماننے والے ہیں اور اس وقت یہ مسلک سندھ، عمان اور فارس میں عام ہو چکا تھا، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، اور عہدہ قضا کے لئے یہی حضرات مامور کئے جاتے تھے۔ احناف کا عمل دخل ان کے مقابلہ میں کم تھا مگر حنفی کثرت سے تھے۔ بقول یاقوت حموی کہ:

"سندھ پر مذہب ابوحنیفہ کا غلبہ ہے۔(۸۳)

علمائے سندھ و ھند میں ان مسالک کے بڑے بڑے ائمہ تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے مسلک کو ہر اعتبار سے فروغ دیا۔ اس میں کتابیں لکھی ہیں اور مسند تدریس سے اس کی اشاعت کی۔

بشیر بن عمر بن ابو ہارون سندھی مالکی مذہب کے کبار ائمہ میں سے تھے۔

ترتیب المدارک میں ان کو مالکی فقہاء و ائمہ کے طبقہ اولیٰ میں شامل کیا ہے۔(۸۴) اسی طرح عبدالحمید سندھی قیروانی، مالکی مذہب کے کبار ائمہ میں سے تھے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ وہ سحنون کے شاگردوں میں

مشہور و معروف شخصیت رکھتے تھے۔(۸۵)

فقہ حنبلی میں بھی یہاں کے اہل علم نمایاں مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ حبیش بن سندھی امام احمد بن حنبل کے اجل تلامذہ اور معتمدین میں سے تھے۔ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے بیس ہزار سے زائد روایت کی ہیں۔ ان کے پاس امام احمد بن حنبل کے مسائل و فتاویٰ کے دو ضخیم مجموعے تھے۔ جو ان کے کسی دوسرے تلامذہ کے پاس نہیں تھے۔(۸۶) اسی دور میں سندھ میں شوافع کے اعیان واکابر بھی نمایاں نظر آتے ہیں اور یہاں ان کا فیض بھی عام تھا۔ ابو العباس احمد بن محمد دیبلی مصری شافعی کے صاحب کشف و کرامت بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ شافعیہ کے بڑے عالم تھے۔

سبکی نے لکھا ہے کہ وہ بالغ نظر فقیہہ تھے اور فقہ شافعی میں تفقہ حاصل کیا تھا۔(۸۷)

علی بن احمد بن محمد دیبلی شافعی کی کتاب ادب الفضلاء بہت معروف ہے۔ اس میں سند الشافعی کی احادیث کو ابوالعباس الاصم کے تلامذہ سے نقل کیا ہے۔

عہد عرب میں سندھ دینی و علمی نشاط سے معمور تھا۔ مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کے بلاد و امصار اور شہر و قریات اسلامی علوم و فنون اور دینی رجال و شخصیات کے گہوارے تھے۔ جن میں اسلامی ثقافت پرورش پا رہی تھی۔

یہی پر بہار زمانہ سندھ میں بھی تھا اور بغداد کی طرح دیبل و منصورہ بھی اسلامی علوم و فنون کے مرکز تھے۔ اس دور میں سندھ میں اسلامی زندگی اپنے پورے شباب پر تھی۔ ہباری دور کے حکمرانوں کا مسلک اگرچہ امام داؤد ظاہری کا تھا اور وہ ظاہر حدیث پر علم کرتے تھے۔ مگر پورے سندھ میں فقہائے احناف کی تھی۔ مقدسی نے ایک جگہ یوں ذکر کیا ہے کہ:

سندھ کے اکثر مسلمان حدیث پر عامل ہیں اور مرکزی شہر حنفی فقہاء و علماء سے خالی نہیں۔(۸۸)

یاقوت حموی نے یوں ذکر کیا ہے کہ:

"سندھ والوں پر حنفی مذھب کا غلبہ ہے۔"(۸۹)

۱۔ احمد بن سندی رازی:

یہ اگرچہ تیسری صدی ہجری کے علمائے حدیث میں سے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی ہیں یہ معدل تھے یعنی عدالت و قضاء گواہوں کی تعدیل و توثیق کرتے تھے۔

۲۔ سندی بن عبدویہ کلبی رازی:

یہ تیسری صدی کے محدث ہیں۔ ہمدان اور قزوینی دونوں شہروں کے بیک وقت قاضی تھے۔ یہ فقیہہ بھی تھے۔ ان کا اصل نام سہل بن عبدالرحمن تھا۔

۳۔ ابونصر فتح بن عبداللہ سندی:

یہ چوتھی صدی کے فقہائے متکلمین میں سے تھے۔

۴۔ قاضی ابو محمد منصوری:

یہ داؤدی مسلک کے امام تھے۔ منصورہ میں قیام پذیر تھے اور منصورہ کے قاضی تھے۔ یہ داؤدی مسلک کے فضلاء میں سے تھے اور ان کی جلیل القدر تصنیفات تھیں۔

۵۔ قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوری:

آپ منصورہ کے قاضی اور فقیہہ تھے' داؤدی مذہب کے امام تھے۔ آپ کی کافی تصانیف بھی ہیں۔

۶۔ قاضی ابو محمد داؤدی منصوری

آپ بھی داؤدی مذہب کے امام اور منصورہ کے قاضی تھے۔ اور فقیہہ بھی تھے۔

۷۔ ابو العباس احمد بن عبداللہ دیبلی نیسابوری

آپ محدث اور فقیہہ تھے' امام ابن خزیمہ کی علمی شہرت سن کر دیبل سے نیشاپور گئے۔

یہ بات واضح رہے کہ محدثین سندھ میں سے اکثریت علم فقہ میں بھی امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ

امام اسمٰعیل بن علیہ کو امام شعبہ نے ریحانۃ الفقہاء کے لقب سے یاد کیا۔(۹۰)

ابو معشرونجیح اسماعیل بن علیہ محدث، متکلم اور فقیہ بھی تھے اور فقہ میں انکی تصانیف بھی ہیں(۹۱)

ابراہیم بن اسماعیل بن علیہ محدث، متکلم اور فقیہ بھی تھے اور فقہ میں ان کی تصانیف بھی ہیں۔

یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ مگر فی الحقیقت محدثین، سندھ کی اکثریت محدث، متکلم ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہہ بھی تھے۔ لہٰذا ان میں سے فقہاء کو علیحدہ کرنا ان کی شخصیت کو علیحدہ کرنے کے مصداق ہے۔

سندھ میں علوم عقلی دیگر اسلامی علوم و فنون اور فلسفہ

سندھ کے مسلمان اسلامی عہد میں علوم عقلیہ کی طرف بھی م توجہ ہوئے۔ مسلمانوں نے اپنے نظریات میں اور علوم میں یونانی ثقافت سے مدد لی تھی۔ جو سکندر کے زمانے سے مصر، شام اور مغربی ایشیا میں پھیلی ہوئی تھی۔(۸۹)

بعض محققین کے مطابق علوم عقلیہ اور ان جیسے دیگر علوم سکندر اعظم کی فتح سندھ کے ساتھ ہی ۳۳۲ قبل مسیح میں سندھ میں مروج ہونا شروع ہوگئے تھے اور یونان و اہل سندھ کے باہمی علمی، ثقافتی روابط قائم ہوگئے تھے۔ پھر اس کے بعد اہل سندھ نے اس علمی ذخیرہ میں اضافہ کرنا شروع کیا اور یہاں تک کہ سندھ کے علماء علوم عقلیہ کے ماہرین میں شمار ہونے لگے اور انہوں نے ان علوم کے نئے اصول و قواعد و ضوابط مرتب کئے۔

یہاں تک کہ سندھ میں اسلام کی اشاعت کے بعد ان علوم نے سندھ میں مزید ترقی کی۔

تراجم

بنوامیہ کے عہد میں عربی زبان میں دوسری زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ خالد بن یزید بن معاویہ وہ پہلا شخص تھا۔ جس نے علوم طب اور کیمیا کی کتابوں کو عربی زبان میں ترجمہ کرانے کی طرف توجہ مبذول کی تھی۔ اس نے یونانیوں کے ایک گروہ کو بلایا جو اس وقت مصر میں آباد تھے اور ان سے کہا کہ وہ ان یونانی اور قبطی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کریں۔ جن میں عملی کیمیا پر بحث کی گئی ہے۔

عبدالملک بن مروان نے دفاتر کی سرکاری زبان عربی قرار دی تھی۔ اس سے پہلے فارسی اور یونانی زبانیں سرکاری زبانیں تھیں۔

مصر کی سرکاری زبان ولید بن عبدالملک کے عہد میں عربی قرار دی گئی تھی۔ اس سے پہلے یونانی اور قبطی زبانیں سرکاری زبانیں تھیں۔(۹۰)

اس کا اثر یہ پڑا تھا کہ دوسری زبانوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا جانے لگا تھا۔ فارسی سے عربی میں ترجمہ کرنے والوں میں بہت سے اشخاص گزرے ہیں۔ مثلاً" آل نوبخت' مامون کا وزیر حسن بن سہل' احمد بن یحیٰی بن جابر' بلاذری مصنف کتاب البلدان اور حمر بن فرمان۔(۹۱)

جب ایرانیوں کی مدد سے سلطنت عباسیہ قائم ہوئی اور عربوں اور ایرانیوں کے درمیان اختلاط پیدا ہوا اور عباسی خلفاء نے علوم فارس' اور علوم یونان کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی تو اس وقت غیر ملکی زبانوں سے ترجمہ کے کام کی رفتار بہت تیز ہوگئی۔

ابو جعفر منصور نے سب سے پہلے کتابوں کے ترجمہ کی طرف دھیان دیا۔ اور اس کے حکم سے حنین بن اسحاق نے طب میں بقراط اور جالینوس کی چند کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ابن مقفع نے کتاب کلیلہ و دمنہ کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ اسی نے السندھند اور کتاب اقلیدس کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔

برامکہ نے مترجمین کی حوصلہ افزائی کی۔ اور ان پر بے شمار مال و دولت خرچ کیا۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کے کام سے غیر معمولی دل چسپی بڑھ گئی۔

مامون نے مختلف خطوں اور علاقوں میں وفود بھیجے' تاکہ وہ فلسفہ' طب' ریاضی اور موسیقی کی بلند پایہ کتابوں کو ترجمہ کے لئے حاصل کریں۔

ترجمہ کے لئے کتابوں کے حصول کے لئے سرزمین سندھ میں بھی وفود بھیجے گئے۔ جنھوں نے یہاں سے طب' فلسفہ اور دیگر علوم و فنون پر کتابیں حاصل کیں۔ جن کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔

اس کے علاوہ سندھ کے اطباء' علماء اور مصنفین کی ایک بڑی تعداد بیت الحکمۃ سے وابستہ تھی۔ جو مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے تراجم پر مامور تھی۔

سندھ کے بہت سے علماء ایسے تھے جو براہ راست عربی زبان سے کماحقہ' واقفیت رکھتے تھے' انہوں نے سنسکرت' سندھی اور ھندی زبان نہ صرف کتابوں کا ترجمہ کیا بلکہ اپنی کتابوں کا خود عربی میں ترجمہ کیا۔

یہ امتیاز صرف سندھ کے ہی علماء کو حاصل تھا۔ انہوں نے سنسکرت اور سندھی میں موجود اپنی کتابوں کا خود عربی میں ترجمہ کیا۔

گویا وہ اپنی کتابوں کے مؤلف ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی کتابوں کے خود مترجم بھی تھے۔

فلسفہ' طب' ریاضی' منطق' فلکیات' جغرافیہ' تاریخ' سیاست' ادب کی کتب کے ترجمہ کرنے پر جو مترجمین مامور تھے ان کو باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔

ابن ندیم کے مطابق ان مترجمین کو پانچ سو دینار ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔(۹۲)

ریاضی

علم ریاضیات اہل سندھ و ھند کی خاص دل چسپی اور اتصال کا رہین منت تھا۔ کیونکہ جب ہم دیکھتے تو معلوم ہوتا ہے کہ علم ریاضی اور علم ھندسہ میں عہد عرب میں سندھ خصوصی امتیاز کا حامل تھا۔(۹۳)

اہل سندھ علم ریاضی اور علم ھندسہ میں اسی طرح ممتاز تھے جس طرح علم نجوم' علم الافلاک' طب اور دیگر علوم میں ممتاز تھے۔ اہل سندھ نے خصوصاً" چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں ان علوم میں خصوصیت سے کام کیا۔(۹۴)

عربوں نے اہل سندھ سے ابتداء ہی میں ریاضی کے درس حاصل کئے۔ گنتی کے اعداد بھی ایک سندھی عالم کے ایجاد کردہ تھے۔ جو ۱۵۴ ہجری میں ایک علمی وفد کے ہمراہ بغداد پہنچا اور خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر ہوا تھا اور اس نے اپنی کتاب سدھانت اسکو پیش کی جو حساب و ریاضی کے قواعد پر مشتمل تھی' اور پھر اس نے ایک عربی عالم ابراہیم الفزاوی کے ہمراہ اسکا عربی میں ترجمہ کیا۔(۹۵)

محققین کے مطابق یہ کتاب' دوسری صدی ہجری میں عربوں کے درمیان حساب و ریاضی کے سلسلے میں بنیادی اہمیت کی حامل تھی۔(۹۶)

علم ریاضی میں عربوں نے صفر کا اضافہ کیا' جس کی ایجاد سے علم حساب اور ریاضی میں ایک انقلاب پیدا

ہوگیا۔ یہ صفر کی ایجاد بھی عربی و سندھی ماہرین کے باہمی غور و خوض کا نتیجہ تھا۔

اس کے بعد معروف ماہر علم ریاضی اور فلکیات محمد بن موسیٰ خوارزمی خلیفہ مامون کے عہد میں حساب کی رقوم کی ترکیبات اور اشکال میں گراں قدر اضافے کئے اور یہ علم ریاضی کی توسیعات اور مسائل و اشکال علماء اندلس کے توسط سے یورپ کے ممالک تک جا پہنچیں۔ اور یورپی لوگوں نے ان اعداد کو Numeral Arabic کا نام دیا اور علم ریاضی کی ایک شاخ الجبراء خوارزمی کی نسبت سے Algorism کہا۔ جس نے الجبراء کی اشکال اور قواعد مرتب کئے تھے۔(۹۷)

تیسری صدی هجری میں ماہر علم ریاضیات علی بن محمد النسوی نے علم حساب میں نئے اور اہم امور کا اضافہ کیا اور ایک کتاب تحریر کی جس کا نام "المقنع فی الحساب الهندی" تھا۔ اس کتاب پر سندھ و عرب کے ممتاز ماہرین ریاضیات نے اعتماد کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ بھی آنے والے وقتوں میں علم ریاضیات پر مفید کتب منظر عام پر آئیں۔(۹۸)

جب ابوریحان البیرونی پانچویں صدی ہجری کی ابتداء میں سندھ میں وارد ہوا تو اس نے سنسکرت زبان میں موجود علم ریاضی کی بعض اہم کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا اور سندھ میں موجود ماہرین ریاضیات و حساب کے ساتھ اس "رسالہ قیمہ" اور دیگر کتب منصبہ اشہود پر آئیں۔(۹۹)

اگرچہ یونانی طریقہ حساب و ریاضی سے متعلق تحقیقات خوارمی کے زمانہ میں عربی میں منتقل ہو چکی تھیں۔ لیکن یونانی طریقہ حساب کے بجائے اہل عرب میں سندھ و ھند کے طریقہ حساب مقبول و مروج ہوئے اور یہیں کے طریقہ حساب کو انہوں نے اپنایا۔ حتی کہ معروف عالم امام ابن سینا نے بھی اپنے زمانے میں سندھ و ھند کے طریقہ حساب کو نہ صرف سیکھا بلکہ وہ اسی میں مشغول رہے۔

علم ریاضی سندھ میں اسلام سے قبل ہی معروف و مروج تھا۔ اور عربوں نے اس سے دوسری صدی ہجری میں است فادہ کیا۔ پھر اس کے بعد اس فن میں علمی اضافات ہوتے گئے، جس میں اہل سندھ کا برابر کا حصہ تھا۔

فلکیات و نجوم

۱۵۴ ہجری میں سندھ سے ایک وفد بغداد گیا اس وفد میں ایک پنڈت هئیت پر ایک کتاب لے کر گیا تھا۔

سنسکرت میں اس کتاب کا نام "برھسپت سدھانت" ہے اور عربی میں اسکو "السند ہند" کہا گیا۔ کتاب "السند ہند" فلکیات و ریاضی پر ایک معروف و معتبر کتاب ہے اور اس کے مؤلف کا نام "برھم گپت" ہے۔ اس کتاب کو خلیفہ کے حکم سے ابراہیم الفزاری نے عربی میں ترجمہ کیا۔(۱۰۰)

اس کے کئی سالوں کے بعد معروف ماہر فلکیات یعقوب بن طارق نے اسی کتاب کو اپنے خاص انداز میں عربی میں ترجمہ کیا۔

کتاب "السند ہند" کو فلکیات کی مستند کتاب تسلیم کیا جاتا تھا اور بغداد سے اندلس تک اس کتاب کی تعریفیں ہو رہی تھیں اور اس سے استفادہ کیا جارہا تھا۔ مختلف علماء عرب نے اس کتاب کی شروحات لکھیں اور اس پر گراں قدر اضافات کے علاوہ اس کی تلخیص بھی کی۔

خلیفہ مامون کے عہد میں ماہر فلکیات محمد بن موسیٰ خوارزمی نے یونانی، فارسی اور سندھی وھندی اصول کو یکجا کر یا اور برہم گپت کی کتاب السند ہند کو اصول کی اساس بنایا اور اس کتاب کا نام السند ھند صغیر رکھا۔ جس کی تائید عرب محققین مثلاً" حسن بن **خصیب**، فضل بن حاتم تبریزی، احمد بن عبداللہ مروزی، اور ابو ریحان البیرونی نے کی۔

چوتھی صدی ہجری میں مسلمہ بن احمد المجولیطی نے السنہ ھند پر خوارزمی کے کام کی تلخیص کی۔ پھر اس کے بعد معروف ماہر فلکیات ابوالقاسم اصبغ، المعروف ابن السفح اندلسی "السنہ ھند" کے اصول پر ایک کتاب لکھی۔ ابراہیم زرقانی نے السند ھند کی ایجات کو جدید نتائج اصول پر ترتیب دے کر اس کا نام "صفحہ زرقانیہ رکھا۔(۱۰۱)

علم فلکیات کی دوسری کتاب جس کا سنسکرت میں نام "کھنڈا کھنڈیک" ہے۔ اور اس کو عربی میں ارکند اور اھرقن کہا جاتا ہے وہ بھی اس پنڈت برھم گپت کی تصنیف تھی جسے اس نے السنہ ہند کے بعد تصنیف کیا تھا۔ لیکن اس کے اصول "السندھند" سے مختلف تھے۔(۱۰۲)

یہ کتاب دوسری صدی ہجری میں عربی میں ترجمہ کی گئی۔ اور اس کتاب سے بھی عرب علماء نے استفادہ کیا۔ لیکن اس کتاب کو وہ شہرت اور مقبولیت حاصل نہ ہوسکی، جو السند ھند کو حاصل تھی۔ کتاب آرکند کو ماہر

فلکیات یعقوب بن طارق نے ۱۶۱ ہجری میں سندھی عالم اور کتاب کے مصنف برھم گپت سے پڑھا تھا۔

ھندوؤں کے علم فلکیات کی بنیاد زمانہ کی اس تقسیم پر ہے جس کو سنسکرت میں کلپ کہتے ہیں۔ یعنی دوسری پرانی قوموں کی طرح ان کا اعتقاد یہ تھی کہ چاند، سورج، زحل، مشتری، وغیرہ ساتوں ستارے جن کو عرب سبع سیارہ کہتے ہیں۔ یہ کل کے کل ایک وقت میں نقطہ اعتدال ربعی میں ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ حرکت شروع کی۔ اور اب یہ اپنی اپنی چال چل رہے ہیں۔ پھر کروڑوں برس کے بعد یہ ساتوں جب پھر اسی نقطہ پر جمع ہو جاتے ہیں تب دنیا مٹ کر پھر سے بنتی ہے اور پھر سے حرکت شروع ہوتی ہے۔ ان دونوں نقطوں کے درمیان کے شمسی نجومی سالوں کی تعداد کا نام کلپ ہے۔ برہم گپت کے حساب سے ایک کلپ میں چار ارب بتیس کروڑ سال ہوتے ہیں۔ پھر انہی سے دنوں کا حساب لگایا جاسکتا ہے۔

عربوں نے اسی کلپ کا نام سن السندھند رکھا۔(۱۰۳)

فلکیات پر تیسری کتاب جو سرزمین سندھ سے عربوں تک پہنچی اس کا عربی نام آرجبھد ہے اور سنسکرت میں اس کا نام آریہ بھٹ ہے۔ اس کے مصنف کا نام بھی آریہ بھٹ ہی ہے۔ اس کتاب میں آریہ بھٹ نے السند ھند کے بعض اصول سے اختلاف کیا اس کتاب کا عربی ترجمہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں ابوالحسن الاھوازی نے کیا۔ (۱۰۴)

علم فلکیات پر سندھی عالم اس کتاب سے بھی عربوں نے بے حد استفادہ کیا۔

معروف ماہر فلکیات محمد بن اسماعیل نے تیسری صدی ہجری میں سندھ کا دورہ کیا۔ اور اس نے سندھ کے فلکیات اور نجوم کے ماہرین سے ملاقاتیں کیں اور فلکیات پر تبادلہ خیال کیا۔

فلکیات میں عبری شخصیت کے حامل عالم ابوریحان البیرونی پانچویں صدی ہجری کے شروع میں سندھ میں آیا اور بعض عربی کتب کا سنسکرت زبان میں ترجمہ کیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے عربی سے سندھی زبان میں بھی تراجم کیے اس کے ان تراجم سے سندھ کے لوگوں نے استفادہ کیا۔

ابن اصیبعہ نے ذکر کیا ہے کہ معروف سندھی طبیب کنکہ نے جو اپنے وقت کے معروف ماہر فلکیات میں سے تھے اور خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں بغداد میں مقیم تھا۔(۱۰۵)

مورخین نے اس بات کا خیال ظاہر کیا ہے کہ اس نے سنسکرت اور سندھی زبان میں کتابیں تالیف کی تھیں۔(۱۰۶)

طب

عرب زمانہ جاہلیت میں طب سے اتنے زیادہ واقف نہ تھے۔ بلکہ اس زمانے میں وہ علاج معالجہ کے سلسلے میں اپنی قبائلی رسومات و توہمات پر عمل کرتے تھے' پھر ان کو اسلام کی روشنی میسر آئی' جس میں صحت و صفائی' پاکیزگی پر سختی سے حکم دیا گیا اور بیماری کے سلسلہ میں خرافات و توہمات کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا اور علاج معالجہ کی طرف متوجہ کیا گیا' کیونکہ حدیث نبوی ہے کہ "کوئی ایسی بیماری نہیں کہ جس کی دواء اللہ تعالی نے پیدا نہ کی ہو"۔(۱۰۷)

عربوں نے دوسرے علوم کی طرح علم طب کے حصول کی طرف بھی کوشش و سعی کی اور یونانی زبان کی مختلف طبی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا اور ان سے استفادہ کیا اور یہ کام اموی عہد میں شروع ہوا۔(۱۰۸)

عباسی عہد میں عربوں نے علوم عقلیہ میں طب کی جانب خصوصی توجہ دی اور اس زمانے میں یونانی' فارسی' سندھی اور سنسکرت زبانوں میں موجود طبی کتب کے عربی میں تراجم کیے گئے اور اس علوم میں اتنی ترقی کرلی کہ قومیں ان کے تجربات سے استفادہ کرنے لگیں۔ حتی کہ طب عربی چوتھی صدی ہجری میں ایک نئی شکل میں وجود میں آئی' تارخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے علم طب کے حصول میں سندھ کے طبیبوں سے زیادہ استفادہ کیا۔(۱۰۹)

برامکہ نے سندھی اور سنسکرت علوم کا عربی زبان میں ترجمہ کرانے کا خصوصی اہتمام کیا اور اسی اہتمام کے تحت سندھ کی طبی کتب بھی ترجمہ کرائی گئیں۔ کیونکہ برامکہ بنیادی طور پر سندھ سے تعلق رکھتے تھے۔ فارس میں اپنے قیام کے بعد وہ بلاد عرب میں منتقل ہوئے تھے۔

مختلف مواقع پر جب خلفاء بیماریوں اور امراض میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے یونانی اور عرب اطباء کے ساتھ سندھ و ھند کے اطباء کو بھی دارالخلافہ میں طلب کیا۔

ایک طبیب کے ذکر میں وارد ہے کہ جب اس نے منصور کی حالت کو دیکھا تو اس طبیب نے منصور کو خبردار

کیا کہ اگر وہ کثرت طعام سے باز نہ رہا اور کشتہ جات' چورن' اور گرم ادویہ کا استعمال ترک نہ کیا تو وہ بہت جلد مرجائے گا۔ منصور نے اطباء کی ھدایات کی جانب کوئی توجہ نہ کی اور کچھ عرصہ میں اپنی ان بے اعتدالیوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔(۱۱۰)

اسی طرح خلیفہ ہارون الرشید ایک مرتبہ ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہوگیا۔ کبار اطباء جن میں عرب اور یونانی اطباء شامل تھے اس کے علاج سے عاجز ہوگئے تو کبار اطباء نے سندھ کے معروف طبیب منکہ کو بلوایا۔

منکہ طبیب نے نہایت مہارت اور قابلیت سے خلیفہ کا علاج کیا اور خلیفہ صحت مند ہوگیا۔ اس سے سندھ کے اطباء کا عرب میں کافی چرچا ہوا اور ارکان دولت و اعیان حضرت اپنی بیماریوں کے سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ سندھ کے اطباء کا اہتمام کرنے لگے۔(۱۱۱)

اس دور میں طبی ماہرین کے وفود کے تبادلے بھی ہوتے تھے' چنانچہ یحییٰ بن خالد برمکی (عباسی وزیر) نے ایک طبی علماء پر مشتمل وفد ادویہ' عقاقیر' اور طبی معالات پر گفتگو کے لئے عراق روانہ کیا۔(۱۱۲) سندھ کا معروف طبیب ابن دھن بغداد کے دارالشفاء کا سربراہ تھا۔(۱۱۳) اسی طرح سندھ کا طبیب منکہ دارالحکمت کے سنسکرت' سندھی اور عربی زبان کے ترجمہ کے سعبہ کا سربراہ تھا۔(۱۱۴)

سندھ و ھند کے اطباء اس دارالحکمت میں مختلف تحقیقات و تراجم کے کام میں مصروف کار تھے اور انسانیت کی عظیم خدمت میں مصروف تھے۔ حنین بن اسحاق نے خلیفہ واثق کے حکم سے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے غذاء اور دواء کے فرق اور انسانی جسم اور اس کے اعضاء کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا تھا۔(۱۱۵)

جن معروف طبی ک تابوں کے عربی میں تراجم ہوئے ان میں ایک کتاب ششوت ہے۔ جس کو عرب سسرد کہتے ہیں۔ یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل تھی۔ اس میں بیماریوں کی علامات اور ان کی تشخیص اور ادویہ کی تفصیل تھی۔ یحییٰ بن خالد برمکی کے حکم سے طبیب منکہ نے اس کا ترجمہ کیا۔ تاکہ برامکہ کے دارالشفاء میں وہ ایک طبی دستور کا کام دے۔ دوسری کتاب چوک کی کتاب ہے جو سندھ و ھند کا بڑا طبیب تھا۔ یہ کتاب پہلے فارسی زبان میں ترجمہ ہوئی پھر عبداللہ بن علی نے اس کو فارسی سے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔(۱۱۶)

ایک اور کتاب جس کا نام ابن ندیم نے سندستاق' اور تاریخ یعقوبی میں سندھشان اور اس کتاب کے ایک

دوسرے نسخے میں سندھستان ہے۔ کو دارالشفاء بغداد کے مہتمم ابن دھن نے ترجمہ کیا۔(۱۱۷)

اس کے ساتھ ساتھ خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد میں ایک بہت بڑا اسپتال بنوایا جس کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا۔ جہاں مختلف ماہرین امراض پر تحقیقات کرتے تھے۔(۱۱۸)

اس ادارے سے سندھ کے طبیب بھی وابستہ تھے۔ سنسکرت کی ایک کتاب استانگر کا ترجمہ بھی ابن دھن نے کیا۔ نوکشنل نام کی وید کی دو کتب کے بھی ترجمے کئے گئے' ان میں سے ایک کتاب میں سو بیماریوں اور سو دواؤں کا ذکر تھا اور دوسری کتاب میں بیماریوں کے وہم اور اس کے اسباب و علامات کا بیان تھا۔ بعض تو ان طبیبہ کی کتب کے بھی تراجم ہوئے۔ جس میں روسا نامی طبیبہ بہت معروف ہے۔ روسا طبیبہ کی کتاب میں عورتوں کی خاص بیماریوں کے علاج درج تھے۔ حاملہ عورتوں کے علاج کے بارے میں کتاب کار جڑی بوٹیوں کے احوال اور نشہ سے متعلق ایک کتاب کا بھی ترجمہ ہوا۔(۱۱۹)

راجہ کورش کے لئے طب کی ایک کتاب لکھی گئی تھی جس میں بیماریوں کے اسباب' دوا اور علاج معالجہ کے علاوہ ادویہ کی پہچان اور جڑی بوٹیوں کی اشکال بنا کر دکھائی گئی تھیں۔(۱۲۰)

بیطوی نے بھی سنسکرت کی کئی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا جس میں کتاب شاناق بھی شامل ہے۔ یہ کتاب معروف طبیب شاناق کی لکھی ہوئی بھی اور یہ بھی سندھ کا طبیب تھا' عربوں میں یہ کتاب اپنے مؤلف کے نام سے بھی معروف ہوئی۔(۱۲۱)

سندھی حکیم و طبیب رائے کی کتاب جو سمومیات پر تھی اس کا ترجمہ بھی عہد عباسی ہی میں ہوا۔(۱۲۲)

کیمیا

علم کیمیا میں سنسکرت زبان سے عربی میں ترجمہ کا کام عہد عباسی میں ہوا۔ اور عربوں نے اس سے بے حد استفادہ کیا۔

ابن ندیم نے کیمیاء پر ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے جو سنسکرت زبان سے عربی میں ترجمہ ہوئی۔ جس کو سندھ و ھند کے ایک عالم نے تحریر کیا تھا۔ معروف کیمیاوی عالم جابر بن حیان نے اپنی کتاب میں اس عالم کا تذکرہ کیا ہے۔(۱۲۳)

تاہم اس عالم کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

فلسفہ

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل سندھ فلاسفہ کے علوم میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ لیکن عربوں نے ان کے علم فلسفہ سے کوئی خاص استفادہ نہیں کیا' جس طرح انہوں نے اہل سندھ کے دوسرے عقلی علوم مثلاً" ریاضی' طب' فلکیات اور کیمیاء سے استفادہ کیا تھا اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اہل سندھ کا علم فلسفہ اور فلسفیانہ افکار برھمن اور بدھ افکار سے مطابقت رکھتے تھے اور دین اسلام عقائد کے اعتبار سے ان افکار و عقاید اور نظریات کی نفی کرتا ہے لیکن اس کے باوجود عرب مؤرخین' جغرافیہ دان' سیاح اور علم ادیان و مذاہب کے ماہرین علماء نے اہل سندھ کے مذاہب کے بارے میں ان کے فلسفیانہ افکار سے جہاں وہ اللہ تعالی کی ذات و صفات اور انبیاء کی تعلیمات اور عقائد سے متصادم نہیں ہے۔ استفادہ کیا ہے لیکن بہت کم اور بقدر ضرورت اسلام سے قبل سندھ میں رائج فلسفہ یونانی فلسفہ کے قریب تھا پھر سندھ میں اسلام کی آمد کے بعد بعض مؤلفین نے اپنے فلسفیانہ علوم کی اشاعت شروع کی۔

اس زمانے میں منطق اور فلسفہ کے بجائے اصول پر کتب لکھی گئیں۔(۱۲۴) مثلاً" کتاب صوفانی علم حدود المنطق' اور کتاب فی ماتفاوت فیہ فلاسفہ الھندوا لروم وغیرہ۔

ایک کتاب حدود منطق الھند' منطق و فلسفہ کی کتاب میں اہم نام ہے۔(۱۲۵) معدودے چند کے علاوہ عربوں نے فلسفہ میں کتب کے تراجم کا زیادہ اہتمام نہیں کیا' کیونکہ وہ فکر اسلامی سے متصادم تھیں' تاہم اس کے باوجود عہد عباسی میں اہل سندھ و ھند کے فلسفیانہ افکار اور فلسفہ کی بعض کتب کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔

بلاغت

دوسری صدی ہجری میں دولت عباسیہ کے وزیر یحیٰی بن خالد برمکی سندھ و ھند کے بہت سے علماء و حکماء اور پنڈتوں کو بغداد میں بلایا تاکہ وہ علمی و ثقافتی کاموں میں تعاون کریں اور اس میں اپنی مشارکت کریں۔

جب وہ یحیٰی بن خالد برمکی کے دربار میں پہنچے تو معمر بن عباد نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ آپ کے

نزدیک بلاغت کیا چیز ہے۔ بلاغت کس کو کہتے ہیں۔ اس نے جواباً" کہا کہ میرے پاس فن بلاغت پر ایک رسالہ ہے مگر میں اس کا ترجمہ نہیں کر سکتا۔ معمر بن عباد کا بیان ہے کہ میں اس رسالے کو لے کر مترجم کے پاس گیا اور اس نے اس کا ترجمہ کیا۔

اس کے بعد جاحظ نے اس رسالہ کا ایک صفحہ میں خلاصہ کر دیا۔ اس رسالہ میں یہ بحث تھی کہ خطیب و مقرر کو کیا ہونا چاہئے۔ اور کس موقع کی مناسب سے کس انداز سے اور کیسی تقریر کرنا چاہئے اور کیسا خطبہ دینا چاہئے۔(۱۲۶)

سحر

ابن ندیم نے ایک ھندو مصنف کا ذکر کیا ہے۔ جس کا نام بظاہر "سیسہ ھندی" پڑھا جاتا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے سحر کے طریقہ نظر بندی ذکر کیا ہے کہ سندھ و ھند میں نظر بندی کیسے کی جاتی ہے۔ اسی مصنف کی ایک اور کتاب ہے مسمریزم کے طریقوں کا ذکر موجود ہے۔(۱۲۷)

یعقوبی نے لکھا ہے مہ مسمریزم ایسا علم ہے کہ جس چیز کو مقصود ظاہر کرے اس کا خیال لاکر یقین دلایا جائے تو ویسا ہی ہو۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ اس کا موجد کہن نامی راجہ ہے۔(۱۲۸) مسمریزم بھی علم سحر کی ایک شکل ہے۔ ابن اصیبعہ نے بھی توہمس طبیب منکہ کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔(۱۲۹) دراصل علم سحر سندھ و ھند کا ایک قدیم فن ہے۔ مختلف عربی کتب میں جہاں سندھ و ھند کا تذکرہ موجود ہے وہاں سندھ و ھند کے کرتبوں' بازی گروں' شعبدہ بازوں اور جادوگروں کا خصوصیت سے ذکر ہے۔

ابن ندیم نے اس موضوع پر بعض ایسی کتب کا تذکر کیا ہے جن کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ان کتابوں کے نام **قراۃ الکف' معرفتہ النجت' کتاب فجر الھند' کتاب الفال المعرفہ الطالع'** مذکور ہیں۔(۱۳۰)

دوسری صدی ہجری میں علم سحر پر ان جیسی بعض دوسری کتابوں کے بھی تراجم ہوئے' لیکن یہ موضوع عربوں کو متاثر نہ کرسکا اور انہوں نے اس کو خرافات سمجھا۔

فنون

لکڑی پر منقش کاری اور کندہ کرنا اور پتھروں پر نقش' تصویر سازی' مصوری اور رنگ سازی یہ سب فنون نفیسہ میں شامل ہیں اور ہر دور میں اقوام اس پر کام کرتی رہی ہیں۔

بلاشبہ یہ سندھ کے قدیم فنون میں سے ایک ہے اور اس کا ثبوت اس خطہ میں بدھوں اور برھما کے قدیم زمانے کے وہ آثار ہیں جو وقت کی زبوں حالی کا شکار تو ہوگئے مگر ان کے بعض نشانات باقی ہیں۔ کافی آثار حوادث زمانہ کے باعث تباہ و برباد ہوگئے۔

عہد عرب میں بھی بدھوں اور برھمنوں نے بھی اس فن میں ترقی کی اور سندھ میں اس کو درجہ کمال تک پہنچادیا۔(۱۳۱)

لکڑی پر کندہ کئے ہوئے نقوش' مصوری' اور رنگوں کے آمیزوں سے اشکال سازی' اہل سندھ کے اس فن نے عربوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اہل سندھ یہ کام قبل از اسلام کرتے چلے آئے تھے' کیونکہ وہ لکڑی' پتھر سے اپنی پوجا کے لئے بت بناتے تھے اور اس کو نگوں سے منقش و مزین بھی کرتے تھے۔ جبکہ اسلام اس چیز کو روا نہیں سمجھتا۔(۱۳۲) اہل عرب ان خوبصورت اور منقش کام کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کرتے تھے۔(۱۳۳)

عربوں نے بدھوں اور ھندوؤں کے ان معابد اور ان کے خوبصورت گنبدوں کو دیکھا۔ اور اس کی خوبصورتی اور تزئین و آرائش اور جمال کو اپنی مساجد کے لئے استعمال کرنے کے سلسلہ میں اس کی ن قل کرنے سے کوئی تامل نہ کیا۔

ھبو دور اسلام میں سندھ میں بنائی جانے والی مساجد' ان کی محراب' منبر' اذان دینے کی جگہ کی خصوصی طور پر تزئین و آرائش ہونے لگی اور مسلمانوں نے اس کام کو عقیدت و احترام کے ساتھ کیا۔ آیات اور احادیث مساجد کی دیواروں پر کنداں ہونے لگیں' غرضیکہ ایک اسلامی طرز تعمیر وجود میں آیا۔ سرزمین سندھ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ اس کا قدیم قومی شعار ہلال اسلامی شعار کی علامت بن گیا۔ یہ ہلال پہلے سندھ کے قومی شعار کی علامت تھا۔ مسلمانوں کے اسلامی شعار کی علامت بننے کے بعد ہلال کی شکل کو مساجد کے مینار پر لگایا جانے لگا۔(۱۳۴)

ان بیانات سے بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عربوں نے ہر اس بات' ہنر اور فن کو حاصل کیا جس سے اسلامی اعتقادات پر زد نہ پڑتی ہو۔ اور ذوق انسانی اور حیات بشری کے لئے فنون جمیلہ کی جانب بھی خاص توجہ دی۔

تاریخ و جغرافیہ نویسی

عربوں کی یہ خصوصیت تھی کہ انہیں واقعات کی جزئیات جاننے اور سمجھنے کا غیر معمولی ملکہ حاصل تھا' لیکن وہ واقعات کو مربوط طریقے سے بیان کرنے پر قادر نہ تھے۔

عربوں کی سلطنت کی وسعت کی وجہ سے تاریخ اور غرافیہ کے لئے انہیں بڑا مواد مل گیا تھا۔ سندھ میں اسلام کی آمد سے قبل یہاں کی تاریخ اور جغرافیہ سے کسی کو مس نہ تھا اور نہ ہی اس جانب کسی نے کوئی خاص توجہ دی تھی۔

عربوں نے پہلی صدی ہجری سے ہی تاریخ اور جغرافیہ کی جانب خاص توجہ دی تھی۔ اس کی وجہ وہی تھی کہ ان کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ اور وہ اپنے زیر اثر علاقوں کی تمام معلومات' تاریخ جغرافیائی حالات سے آشنا ہونے پر مجبور تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اہل سندھ کے کسی مصنف نے سندھ کے جغرافیہ' تاریخ اور احوال لکھنے کی جانب توجہ نہ کی۔ نہ اسلام سے پہلے اور نہ بعد میں عہد عرب میں' اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ علماء سندھ نے علوم عقلیہ میں ریاضی' فلسفہ' طب اور دیگر علوم و فنون پر توجہ مرکوز کر رکھی تھی تو اس وقت عرب ہی تھے جنہوں نے علم تاریخ و جغرافیہ کی بنیاد رکھی۔

دوسری صدی میں جب علماء اسلام نے اسلامی بلاد و امصار اور مسلم ممالک کی فتوحات و امارت اور رجال کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی تو سندھ و ھند کو بھی اپنا موضوع بنایا اور یہاں کی اسلامی و علمی تاریخ لکھی۔

اس سلسلہ میں عام فتوحات و غزوات پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سندھ و ھند کے تذکرے بھی ہوئے۔ جن کتب میں سندھ و ھند کے تذکرے ہوئے ان میں ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی کی کتاب المغازی' محمد بن عمر واقدی کی کتاب فتوح العراق' اور کتاب التاریخ' ہشام بن محمد بن سائب کلبی کی کتاب البلدان الکبیر' کتاب البلدان الصغیر' اور کتاب الاقالیم' سیف بن عمر اسدی کی کتاب الفتوح الکبیر' ابو مخنف لوط بن یحیٰ ازدی کی کتاب فتوح العراق' خلیفہ بن خیاط کی کتاب التاریخ اور کتاب الطبقات۔

ابوالحسن احمد بن یحیٰ کی کتاب البلدان الکبیر اور کتاب البلدان الصغیر' امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری کی کتاب التاریخ' احمد بن یعقوب بن جعفر یعقوبی کی تاریخ الیعقوبی وغیرہ ان کتابوں میں عام اسلامی بلاد امصار کی

فتوحات و امارات کے ضمن میں ھندوستان (سندھ و ھند) کی فتوحات کا ذکر تھا۔(۱۳۵)

تذکرہ سندھ

سندھ کی تاریخ اور فتح سندھ کے ضمن میں بہت سی کتب لکھی گئیں جن میں سندھ کا احوال بیان کیا گیا ہے۔
مخصوص بلاد امصار کی اسلامی تاریخ کے سلسلے میں بھی اس دور میں اسلامی ھند پر کتابیں لکھی گئیں، مگر آج وہ ناپید ہیں۔(۱۳۶)

محمد بن عمرو واقدی کی کتاب اخبار فتوح بلادالسند فتح سندھ پر پہلی کتاب ہے۔ جس کا ذکر قاضی رشید بن زبیر نے کیا ہے اور اس سے والی سندھ عبداللہ بن سوار عبدی کے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں ہدیہ بھیجنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔(۱۳۷)

ابوالحسن علی بن مدائنی نے ھندوستان (سندھ و ھند) کی فتوحات، غزوات اور امارات پر مستقل تین کتابیں تحریر کی ہیں۔ ابوالحسن علی بن مدائنی سندھ کی اسلامی تاریخ کے ماہر تھے۔ ان کی تین کتابیں یہ تھیں۔ کتاب ثغوالھند، کتاب عمال الھند، کتاب فتح مکران۔(۱۳۸)

پھر بلاذری کی کتاب فتوح البلدان ہے جس میں فتوح السند کا مستقل عنوان قائم کر کے تیسری صدی کے وسط تک کے حالات درج کئے۔ اس حصہ میں عہد فاروقی سے لے کر معتصم باللہ تک کے ھندوستان (سندھ و ھند) کے مختصر حالات موجود ہیں۔ جس میں محمد بن قاسم کی فتوحات نسبتاً مفصل ہے۔ فتوحات و غزوات کی کتابوں میں خلیفہ بن خیاط کی کتاب تاریخ خلیفہ بن خیاط ہے۔ اس کی پہلی جلد میں سندھ و ھند کے بارے میں نہایت نادر معلومات ملتی ہیں۔ سندھ کے علاقے الور کے قاضی و خطیب اسٰمعیل بن علی ثقفی سندھی کے آباء و اجداد میں سے کسی عالم نے ایک کتاب تاریخ السند و غزوات المسلمین علیھا و فتوحاتھم لکھی یہ تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی اس کا نام منہاج الدین بھی تھا۔(۱۳۹)

عباسیوں کے دور اول میں تجارت کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا تھا اور دور دراز کے بحری و بری علاقے خلافت سے وابستہ ہوگئے تھے۔ سفر کی تمام سہولوں کا انتظام تھا۔ راستے پر امن تھے۔ جس کی وجہ سے سیاح، علوم کے

طالب، اور حقائق و معارف کے جویا مختلف ملکوں اور خطوں کی طرف نکل جاتے تھے۔ ان شخصیات نے مختلف ملکوں اور خطوں میں سیاحت کے بعد کتابیں، سفرنامے اور ان ممالک کے احوال کو قلم بند کیا۔ جن میں اپنے تجربات، مشاہدات، تحریر کیے۔

یہ کتابیں ان کے ذاتی مشاہدات و تجربات کا مجموعہ تھیں۔ جو انہوں نے اپنے اسفار کے دوران مختلف ملکوں اور شہروں میں حاصل کیے تھے۔

یہ سیاح، تاجر اور جغرافیہ دان سرزمین سندھ و ھند میں بھی وارد ہوئے۔ یہاں کے لوگوں سے ملے۔ اہل سندھ کی رسومات، عادات و اطوار اور مزاج کا قریب سے مشاہدہ کیا۔

مسلمان تجر کی کتاب رحلتہ سلیمان التاجر اور ابوزید سیرافی کی کتاب رحلتہ ابوزید سیرافی یہ دونوں کتابیں دراصل مختصر سفرنامے ہیں، جن میں سرزمین سندھ و ھند اور چین کے بارے میں نہایت اہم اور نادر معلومات درج ہیں۔ مسعودی نے مروج الذھب میں سندھ اور اس کے اطراف و اکناف کی سیرو سیاحت کے بعد بیاں کے چشم دید حالات درج کیے۔

مسعودی کی ایک اور کتاب اخبار الزماں ہے۔ جس میں بحرھند کے جزائر کے بارے میں معلومات ہیں۔

ایک اور جہاز ران اور تاجر بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزی کی کتاب "عجائب الھند" ہے وہ چوتھی صدی میں سیراف، ھند و سندھ اور چین کے درمیان تجارت کرتا تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں سندھ و ھند کے ساحلی مقامات کی مذھبی، سیاسی، تمدنی، اقتصادی، ثقافتی اور مذھبی باتوں کا احاطہ کیا ہے۔

بشاری مقدسی نے احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم" لکھی جس میں انہوں نے اپنی سیاحت کے بعد پورے عالم اسلام کے حالات درج کیے تھے، اور اقلیم السند کے عنوان سے ھندوستان کے حالات درج کیے ہیں۔

ابی دلف مسعو بن مہلہل بغدادی بھی ایک بڑا سیاح گزرا ہے۔ اس نے بغداد سے چین تک کا سفر کیا اور واپسی پر سندھ و ھند کے ساحلی مقامات کی بھی سیر کی اور یہاں کے تفصیلی حالات اپنے سفرنامے میں درج کیے ہیں۔

ابن ندیم کی کتاب الفھرست میں سندھ و ھند کے علوم و فنون، حکماء، اطباء، فلاسفہ کے بارے میں تفصیل

سے لکھا ہے۔

البیرونی کی کتاب الھند میں بھی سندھ و ھند کے بہت سے واقعات ضمناً" درج ہو گئے ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر کتابوں میں:

ابن الفقیہ ھمدانی کی کتاب البلدان' ابن خردازبہ کی کتاب المسالک و الممالک' اصطخری کی مسالک الممالک ابن رستہ کی الاعلاق النفسیہ' ابن حوقل بغدادی کی صورالارض' ابوحامد غرناطی کی تحفتہ الالباب' شریف ادریسی کی نزھتہ المشتاق' علامہ سمعانی کی کتاب الانساب۔

یاقوت حموی کی معجم البلدان' یہ تمام ایسی کتب ہیں جن میں سندھ کے طبعی حالات' آبادیوں' میدان' دریا' پہاڑ' آب و ھوا' پیداوار' قریہ جات کی مسافت' عام باشندوں کی عادات و اطوار اور حالات اور وہاں کے علماء و فضلاء اور رجال کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں۔

عہد اموی و عباسی میں سندھ کے نامور علماء۔ خدمات و اثرات

قبلہ دیبلی

پہلا سندھی عالم جس کو تواریخ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ قبلہ بن مھتراج جو کہ دیبل کے سرکاری جیل خانے کا منتظم تھا۔ جس میں عرب قیدی رکھے گئے تھے۔ اور جن کے جہازوں کو دیبل کے بحری قزاقوں نے لوٹ لیا تھا اور اس میں عرب تاجر عورتیں اور بچے تھے۔ اور راجہ داہر نے ان بحری قزاقوں سے ان عربوں کو چھڑانے سے اعتذار کیا تھا' جس کے بعد محمد بن قاسم کو سندھ بھیجا گیا اور سندھ فتح ہوا۔ اور یہیں ایک شخص نے محمد بن قاسم کو سندھ کی فتح کی بشارت سنائی تھی۔ جب ۹۳ ھجری میں محمد بن قاسم نے دیبل شہر کو فتح کیا۔ تو یہ شخص اسی خاندان کا ایک فرد تھا۔ جس نے محمد بن قاسم کو عربوں کے ہاتھوں سندھ کے فتح ہونے کی بشارت دی تھی۔ پھر قبلہ نے اسلام قبول کر لیا اور نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلامی تعلیمات و عقائد کو سیکھ کر ایک مبلغ بن گیا۔

محمد بن قاسم نے قبلہ کو دیبل کے اقتصادی امور کا منتظم بنا دیا۔ وہ ایک اچھا عالم تھا اور عربی زبان پر بھی

عبور رکھتا تھا۔ عربی زبان کچھ اس نے ان عرب قیدیوں سے بھی سیکھی تھی جو اس کی جیل میں قید تھے۔ اس لئے محمد بن قاسم نے راجہ داہر کے پاس جو وفد شامی کی زیر قیادت بات چیت کے لئے بھیجا تھا۔ اس میں قبلہ نے مترجم کی حیثیت سے شرکت کی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ:

قبلہ سندھی اسلام لانے سے قبل ھند و مذھب سے تعلق رکھتا تھا۔

۱۔ ابان بن محمد سندی کوفی

ابان بن محمد سندی کوفی بغدادی یہ فقیہ ہیں۔ قدیم لکھنے والوں نے ان کے نام نسب اور وفن کے متعلق اختلاف کیا ہے لیکن کہا جاتا ہے غالب امکان یہی ہے کہ یہ سندی الاصل تھے اور تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔

معجم المصنفین میں لکھا ہے کہ:

ابان بن محمد سندی البزار جو سندی بغدادی کے نام سے معروف ہیں قدیم علماء عراق میں سے تھے۔ معروف عالم اور فقیہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے ان کی ایک کتاب "کتاب النوادر" ہے۔(۱۴۰)

۲۔ ابراہیم بن سندی بن شاھک

ابراہیم سندی بن شاھک' شاھک سندی کے خاندان کا ایک فرد تھا اور عباس خلافت کا سرگرم داعی اور وفادار تھا۔ اور شام کا والی تھا۔(۱۴۱)

ابراہیم بن سندی بن شاھک ایک لاجواب خطیب و فقیھہ اور بے نظیر نحوی' عروضی اور حافظ حدیث تھا' زبردست کاتب اور شاعر بھی تھا۔ منجم' طبیب اور متکلمین کا سردار تھا۔(۱۴۲)

ابراہیم بن سندی بن شاہک دولت عباسیہ سے شدید محبت کرنے والا تھا۔ لوگوں کو ان کے مناقب سناتا اور دولت عباسیہ کی طاعت و فرماں برداری کی تلقین کرتا تھا۔(۱۴۳)

الملل و النحل میں لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ ابراہیم بن سندی بن شاھک نے راھب المعتزلہ ابو موسیٰ عیسٰی بن صبیح سے اہل زمین کے بارے میں سوال کیا تو اس نے اپنی شدت کی بناء پر سب کی تکفیر کی۔ اس پر ابراہیم بن سندی نے اس کو مخاطب کر کے کہا جس جنت کا عرض زمین کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے۔ کیا اس میں صرف تم اور تمہارے تین ساتھی ہی رہیں گے' یہ سن کر ابو موسیٰ چپ ہوگیا۔(۱۴۴)

اپنی زندگی کے آخری ایام میں ابراہیم بن سندی کوفہ کے والی ہوگئے تھے۔ ابراہیم بن سندی تیسری صدی ہجری کے آواخر میں فوت ہوئے کیونکہ وہ حافظ کے معاصر اور دوست تھے جو ۲۵۵ ہجری میں فوت ہوا۔

۳۔ ابراہیم بن عبدالسلام سندی بغدادی

ابراہیم بن عبدالسلام سندی بغدادی' سندی بن شاھک کا بھتیجا ہے۔ اس کی کنیت ابوبطومہ ہے۔(۱۴۵)

ابراہیم بن عبدالسلام سندی بھی خاندان شاھک کا ایک ایسا فرد ہے جو عباسی امراء و حکام کے پاس اہم عہدوں اور مراتب پر فائز رہا اور اس نے بھی عباسی مملکت کی نشرو اشاعت کے لئے بہت گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

طبری نے لکھا ہے کہ:

"ابو بطوحہ ابراہیم بن عبدالسلام جو بھتیجا ہے سندی بن شاھک کا اس نے بیان کیا ہے کہ سندی بن شاھک نے مجھ سے کہا کہ میں موسیٰ حاوی کے ساتھ جرجان میں تھا کہ مہدی کی وفات کی خبر آئی' تو موسیٰ ہادی نے مجھے خراسان روانہ کیا' اور خود سعید بن اسلح کے ساتھ بغداد کے لئے روانہ ہوا۔(۱۴۶)

ابراہیم بن عبدالسلام نے تیسری صدی ہجری کے اواخر میں وفا پائی۔

۴۔ ابراہیم بن عبداللہ سندی بغدادی

براہیم بن عبداللہ سندی بن شاھک کا بھتیجا تھا اور خاندان شاھک کا فرد تھا۔ اس کی خلفائے بنی عباس کے لئے بڑی خدمات ہیں۔ اس خاندان کے بہت سے افراد عباسی حکومت و سیاست میں اہم مناصب پر

رہے۔ ابراہیم بھی انہی میں سے ایک تھا۔

ابراہیم بن عبداللہ سندی نے مامون کے ساتھ ایک عرصہ گزارا اور مامون کے دور خلافت میں اس کو اہم اور مرکزی مقام حاصل تھا۔ یہ تیسری صدی ہجری کا آدمی ہے اور اس نے بغداد میں وفات پائی۔(۱۴۷)

۵۔ ابراہیم بن علی بن سندی بغدادی

ابراہیم بن علی بن سندی بغدادی' چوتھی صدی ہجری کے بغداد کے نامور عالم اور محدث تھے۔ انہوں نے محمد بن عبداللہ بن یزید مقری سے روایت کی ہے اور ان سے عبداللہ بن احمد نے روایت کی ہے۔(۱۴۸)

۶۔ ابراہیم بن محمد دیبلی بغدادی

ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی صاحب علم و فضل گھرانے کے فرد ہیں ان کے والد نے دیبل سندھ سے مکہ مکرمہ ہجرت کی' اور مجاورت اختیار کی اور محدث مکہ کے لقب سے مشہور ہوئے' لیکن ان کے بیٹے ابراہیم بن محمد نے بغداد ہجرت کی اور وہیں سکونت اختیار کرلی اور بغداد کے معروف علماء اور محدثین میں شمار ہوئے' انہوں نے موسیٰ بن ہارون' محمد بن علی صائغ الکبیر سے روایت کی۔(۱۴۹)

حمزہ محمد بن حمزہ قزوینی محدث جب بغداد گئے تو انہوں نے ابراہیم بن محمد دیبلی سے حدیث کی تدریس کی۔(۱۵۰)

ابراہیم بن محمد دیبلی چوتھی صدی ھجری کے بزرگ تھے۔

۷۔ ابو جعفر سندی عراقی

ابو جعفر سندی عرقی' عراق کے ایک محدث تھے اور حدیث میں ان کی ایک کتاب بھی تھی۔ یہ تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۱۵۱)

۸۔ ابو سالمہ جاٹ سندی بصری

ابو سالمہ جاٹ سندھی بصری تھے۔ سیابجہ، جاٹ اور سیر قوم کے والی مقرر کئے گئے تھے۔

۹۔ ابو عبداللہ محمد دیبلی شامی

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ دیبلی سندھ کے شہر دیبل کے رہنے والے تھے۔(۱۵۲) یہ بڑے عابد و زاھد اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ جعفو بن محمد بن سقیط سے قرات کی تعلیم حاصل کی اور حروف کی روایت عبدالرزاق بن حسن اور سکن بن بکرویہ سے کی۔(۱۵۳)

سبکی نے لکھا ہے محمد بن عبداللہ دیبلی شام کے مقری تھے۔(۱۵۴) یہ ابو عبداللہ دیبلی کے نام سے مشہور ہیں اور شام میں قیام پذیر تھے۔ تیسری صدی ھجری میں ان کا انتقال ہوا۔

۱۰۔ ابو الفرج سندی کوفی

ابوالفرج سندی کوفی سندھ کے ان علماء میں سے تھے جو کوفہ میں مقیم تھے اور تیسری صدی ہجری کے اوائل سے ہی کوفہ میں رہائش رکھتے تھے۔ ابو جعفر طوسی کہتے ہیں کہ ابوالفرج سندی صاحب تصنیف کے بزرگ تھے۔(۱۵۵)

اور ان کی کتاب کی روایت ہم سے ایک جماعت نے ان کے سلسلہ سند سے کی ہے۔

۱۱۔ ابو معشو نجیع بن عبدالرحمٰن سندی

ابو معشو نجیع بن عبدالرحمٰن سندھی بڑے عالم، بلند پایہ محدث اور صاحب مغازی ہیں۔ یہ سندھی غلام تھے۔ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اپنے خاندان کے ہمراہ حجاز آئے۔ اپنے وطن سندھ کے انتساب سے سندی اور جائے قیام کے لحاظ سے مدنی کہے گئے۔

بلاد سندھ کے اس فرزند کو اللہ تعالیٰ نے وہ رفعت شان، اور بلند مرتبہ بنایا کہ دیکھنے اور سننے والے عش عش کر اٹھیں۔

اسلامی علوم و فنون میں وہ مہارت تامہ حاصل کی کہ بڑے بڑے اساتذہ آپ سے کچھ سیکھنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے محمد بن ابومعشر کا کہنا ہے کہ:

میرے والد سندھی تھے اور وہ درزی کا کام کیا کرتے تھے یہ مدینہ میں ام سلمہ کے موالی تھے۔ پھر ام موسیٰ بن مہدی کے موالی بنے۔(۱۵۶) پھر بنو ھاشم کی میراث میں آئے اور پھر بنی مخزوم کی ایک عورت کے مکاتب بنے پھر مقررہ رقم ادا کرنے کے بعد آزاد ہوئے۔

کتاب المغازی ان کی مشہور و معروف کتاب ہے اور وہ مغازی کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ابومعشو نجیح بن عبدالرحمٰن سندی جس خاندان میں بھی رہے علوم و فنون حاصل کرتے رہے۔ اور ان کے آقاؤں نے بھی تحصیل علم میں ان کی مدد کی یہاں تک کہ ممتاز علماء میں شمار ہونے لگے۔ اور ایسا علمی مرتبہ حاصل کیا کہ لوگوں کو ان کے عرب ہونے کا دھوکہ ہونے لگا۔

خود ایک مرتبہ ان کی زندگی ہی میں ان کے عرب اور غیر عرب ہونے کی بحث چھڑ گئی۔ بعض لوگوں نے ان کو یمنی بتایا' لیکن انہوں نے سنا تو فوراً" اس کی تردید کردی اور کہا:

"میرا بنی ھاشم کے غلاموں میں ہونا زیادہ قابل فخر اور باعث عزت ہے' بجائے اس کے کہ میرا نسب بنو حنظلہ میں سے ہو۔"

مغازی میں معروف ہونے کی نسبت ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے محمد بن ابو معشو سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے والد نے مغازی کیسے یاد کئے تو انہوں نے بتایا کہ میرے والد کے استاد تابعین کی مجلس میں بیٹھ کر مغازی کا مذاکرہ کرتے تھے' انہی سے میرے والد نے مغازی کو یاد کیا۔(۱۵۷)

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ:

"وہ تاریخ و سیر کے عارف اور محدثین میں سے ایک تھے۔ ان کی کچھ کتابیں بھی ہیں' جن میں سے ایک کتاب المغازی ہے۔(۱۵۸)

خلیفہ مہدی ان کے علم و فضل کا بڑا قدردان تھا۔ ان سے اس کی انسیت کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ یہ اس کی ماں جو ام موسیٰ بنت منصور کے نام سے معروف تھی کے غلام رہ چکے تھے۔ ایک

مرتبہ حج کے موقع پر دونوں کا آنا سامنا ہوگیا۔ مہدی نے ان کی قدر افزائی کا حکم دیا اور حکم دیا کہ ابو معشر نجیع کو احترام و اکرام کے ساتھ شاہی خیمہ میں لایا جائے اور اس قافلہ کے لوگ ان سے حدیث و فقہ کا فیض حاصل کریں، پھر مہدی نے ان کی خدمت میں ایک ہزار دینار کا تحفہ پیش کیا۔ اس کے بعد مہدی ۱۶۰ ھجری میں اپنے ساتھ مدینہ سے عراق لایا۔ پھر یہیں ان کا قیام رہا اور اسلامی علوم و فنون کی خدمت ان کے سپرد رہی۔ ۱۷۰ ھجری میں وفات پائی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے نماز جنازہ پڑھائی اور بغداد ہی میں ایک بڑے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔(۱۵۹)

۱۲۔ احمد بن حسین سندھی

احمد بن حسین بن علی بامیانی سندی، بلاد سندھ کے کبار علماء و محدثین میں سے ایک ہیں، جنہوں نے سندھ میں اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ چوتھی صدی ھجری کے علماء میں سے تھے۔(۱۶۰)

۱۳۔ احمد بن سندی بغدادی

ابوبکر احمد بن سندی بن حسن بن بحر الحداد، بڑے پایہ کے زاھد اور محدث و عالم تھے۔ انہوں نے حسن بن علویہ غربانی، محمد بنعباس المئودب، اور موسیٰ بن ہارون الحافظ سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن رزقویہ، ابوحذیفہ بخاری، ابو علی بن شاذان، اور ابونعیم اصفہانی شامل ہیں۔ احمد بن سندی بغدادی ایک صادق فاضل اور ثقہ شخصیت تھے۔(۱۶۱)

بغداد کے ایک محلّہ قطیعہ بنی جدار میں رہتے تھے۔ اسی لئے جداری کی عرفیت سے بھی مشہور ہوئے۔(۱۶۲)

احمد بن سندی بغدادی، بغداد میں ۳۵۹ ہجری میں فوت ہوئے۔(۱۶۳)

۱۴۔ احمد بن سندی بن فروخ بغدادی

احمد بن سندی بن فروخ بغدادی معروف محدث ہیں۔ انہوں نے یعقوب بن ابراہیم دو رقی سے روایت کی' ان سے عبداللہ بن عدی جرجانی نے بصرہ اور بغداد میں روایت کی ہے۔(۱۶۴)

احمد بن سندی بن فروخ بغدادی' بغداد میں سندھی جید علماء و محدثین میں سے ایک تھے۔ یہ تیسری صدی ہجری کے بزرگوں میں سے ہیں۔(۱۶۵)

۱۵۔ احمد بن قاسم بن سندی بغدادی

ابوبکر احمد بن قاسم بن سندی بغدادی محدث تھے۔ ابن سندی کی عرفیت سے بھی مشہور تھے۔ بغداد میں قیام پذیر تھے اور بڑے تاجروں اور خریداروں کی توثیق و تعدیل کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ اور بڑے تاجروں اور خریداروں کے درمیان بیع و شراء کے معاملات کی نگرانی کرتے تھے' اس لئے ان کو بیع اور معدل بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے احمد بن محمد بن اسماعیل آدمی اور اسماعیل بن محمد صفار سے روایت کی ہے اور ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالعزیز بن علی ازجی شامل ہیں جو کہ معدلین میں سے ایک تھے۔(۱۶۶)

حکومتی فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ احمد بن قاسم بن سندی بغدادی احادیث کے دروس کے سلسلے بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔

۱۶۔ احمد بن محمد دیبلی

احمد بن محمد دیبلی وہ عالم ہیں کہ جن سے فقہاء' علماء' قراء اور راویوں نے کثرت سے روایت حدیث کی ہے۔ یہ عہد عرب سے ہی سندھ میں تھے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ سندھ ہی میں پیدا ہوئے' بعض نے کہا کہ سندھ سے باہر پیدا ہوئے' یہ مشہور مقری تھے۔

عباسی عہد میں دیبل کے سندھی علماء نے کثرت سے بلاد عرب کی جانب ھجوت کی اور بہت کم علماء دیبل میں رہ گئے۔ جو علوم اسلامیہ کی نشرو اشاعت اور تبلیغ دین کا کام کرتے رہے۔ احمد بن محمد

دیبلی بھی ان میں سے ایک تھے جو دیبل میں رہے۔

احمد بن محمد بن ہارون دیبلی' عالم مقری تھے اور تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۱۶۷)

۱۷۔ احمد بن محمد دیبلی مصری

احمد بن محمد دیبلی مصر میں سکونت پذیر تھے۔ وہ زاھد اور حافظ تھے اور صاحب معرفت فقیہ بھی تھے اور مذھب شافیہ کے فقیہ تھے اور ذریعہ معاش کے طور پر سلائی کا کام کرتے تھے۔ احمد بن محمد دیبلی نیک طینت اور صاحب کرامت شخصیت تھے۔ ان کی وفات کے وقت ابوالعباس نسوی اور ابوسعید مالینی موجود تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم احمد بن محمد دیبلی مصری کے پاس موجود تھے۔ وہ تلاوت فرماتے رہے تھے کہ ان کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔(۱۶۸)

۱۸۔ احمد بن محمد سندی مصری

ابوالفوارس احمد بن محمد حسین سندی مصری مابونی بڑے نامور محدث اور دیار مصر کے مسند نشین تھے۔ ان کا شمار ثقات محدثین میں سے ہوتا ہے۔ احمد بن محمد سندی مستقل طور پر مصر میں رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے یونس بن عبدالاعلیٰ' مزنی اور ابومحمد ربیع بن سلیمان مرادی جو کہ صاحب امام شافعی اور دیار مصر کے محدث کبیر تھے ان سے روایت کی۔(۱۶۸)

احمد بن محمد سندی مصری سے روایت کرنے والوں میں ابن نظف' ابوزرعہ (۱۷۰) اور ابوالعباس بن محمد الحاج اشبیلی مصری شامل ہیں۔(۱۷۱) انتقال کے وقت ان کی عمر ایک سو پچاس سال کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ احمد بن محمد سندی نے ایک طویل عرصہ علم کی خدمت کی۔

۱۹۔ احمد بن محمد بن ہارون دیبلی بغدادی

ابوبکر احمد بن محمد ہارون دیبلی بغدادی محدث تھے' اور مشہور مقری بھی تھے۔ انہوں نے جعفر بن محمد غریانی اور ابراہیم بن شریک کوفی سے روایت کی ہے۔ اور قرات کی روایت حسنون بن الھیم الدوریٰ سے ھبیرہ بن محمد بن حفص بن سلیمان کے طریقہ پر۔ ان سے حمد بن علی الباد' اور ابولعلی بن دو مانصال'

اور قاضی محمد بن یعقوب واسطی نے روایت کی ہے اور یہ قرات عاصم پر سند کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ رجب ۲۷۰ ہجری میں فوت ہوئے ان کی عمر سو سال کی تھی۔(۱۷۲)

۲۰۔ اسلم بن سندی

اسلم بن سندی محدث تھے۔ وہ سندھ سے رے گئے تھے۔ ابوالحسنین علی بن حسن سیازی نے اسلم بن سندی سے روایت کی ہے۔ وہ قدیم محدثین میں سے تھے۔(۱۷۳) اسلم بن سندی تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔

۲۱۔ اسماعیل بن سندی بغدادی

ابو ابراہیم اسماعیل بن سندی محدث تھے۔ ان کا لقب خلال تھا۔ بغداد کے محلہ باب الشام میں مقیم تھے۔ مسلم بن ابراہیم وراق سے روایت کرتے ہیں اور بشر بن حارث سے بیان کرتے ہیں ابن خلدون نے ان سے روایت کی ہے۔(۱۷۴)

اسباط بن نصر ہمدانی بھی اسماعیل بن سندی کے شاگرد ہیں۔(۱۷۵) یہ تیسری صدی ہجری کے بزرگوں میں سے تھے۔

۲۲۔ بختاشہ سندی

طبری نے لکھا ہے کہ بختاشہ سندی عباسی خلیفہ ابو العباس اول کے مولی تھے۔ اور ان کے خاص معتمد اور مقرب تھے۔ خلیفہ معتصم باللہ نے بختاشہ پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کی معمری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے بیٹے سندی بن بختاشہ کو معاف کر دیا تھا۔ جس نے ۲۲۳ ہجری میں حکومت مخالفت سرگرمیوں میں حصہ لیا تھا۔(۱۷۶) بختاشہ ۲۲۳ ہجری میں وفات پا گئے۔

۲۳۔ حبیش بن سندی بغدادی

حبیش بن سندی قطعی دوسری صدی ہجری سے بغداد میں اقامت پذیر تھے اور بغداد کے محلہ قطعیہ میں رہتے تھے۔

انہوں نے عبداللہ بن محمد عیشی اور امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن مخلد نے(۱۷۷) جوزی نے بھی ذکر کیا ہے کہ حبیش بن سندی ان شیوخ و اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے حضرت امام احمد حنبل سے روایت کی ہے۔(۱۷۸)

۲۴۔ خلف بن سالم سندی بغدادی

ابو محمد خلف بن سالم سندی آل مہلب کے مولی تھے اور بغداد کے اعیان حفظ میں سے ہیں۔(۱۷۹)
انہوں نے ہشیم بن بشر' ابی بکر بن عیاش' عبدالرزاق بن ہمام(۱۸۰)

یحییٰ بن علیہ' سعد بن ابراہیم' یعقوب بن ابراہیم' معن بن عیسیٰ' ابو نعیم' فضل بن دکین' محمد بن جعفر غندرا' یزید بن ہارون' اور ذھب ابن جریر سے روایت کی ہے۔(۱۸۱) اور ان سے اسماعیل بن ابی الحارث' خاتم بن لیث' یعقوب بن شیبہ' جعفر طیاس' عباس دوری' یعقوب بن یوسف سباعی' احمد بن حسن بن عبدالجبار۔(۱۸۲) احمد بن ابی خیثمہ' حسن بن علی معمری' اور ابو القاسم بغوی نے روایت کی ہے۔(۱۸۳) یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔(۱۸۴)

ستر سال کی عمر میں رمضان کے مہینہ میں بغداد میں انتقال کیا۔

۲۵۔ خلف بن محمد دیبلی بغدادی

خلف بن محمد دیبلی بغداد کے محدثین میں سے تھے۔ وہ بغداد میں وارد ہوئے اور علی بن اسماعیل دیبلی محدث سے روایت کی' ان سے روایت کرنے والوں میں ابوالحسن احمد بن محمد بن عمران بن جندی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۱۸۵)

یہ چوتھی صدی ہجری کے رجال میں سے تھے اور مستقل بغداد میں رہائش پذیر نہیں تھے۔(۱۸۶)

۲۶۔ حبابہ سندیہ والدہ یزید بن عمر بن ھبیرہ فزاری

ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن ھبیرہ فزاری خلیفہ یزید بن عبدالملک کے عہد میں چھ سال تک حکومت میں رہے۔ حبابہ یزید بن عبدالملک کی سندی قیدی اور باندی تھیں۔ پھر عمر بن ھبیرہ کے پاس آگئیں اور انہوں نے ان سے شادی کرلی اور ان سے ان کی اولاد یزید' سفیان اور عبدالواحد پیدا ہوئے۔ یزید' مروان بن محمد کے دور خلافت میں پانچ سال تک عراق کے گورنر رہے۔(۱۸۷)

قاضی اطہر مبارکپوری نے لکھا ہے کہ یزید بن عمر کی سند یہ والدہ حبابہ جو خلیفہ یزید بن عبدالملک باندی تھیں۔ انہوں نے اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی' عرب اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے ان کے پاس بھیجتے تھے۔(۱۸۸)

(۲۷) حسن بن محمد سندی کوفی

حسن بن محمد سندی کوفی عراق کے سندی علماء میں سے ایک تھے' وہ ابان بن محمد سندی کے بھائی تھے۔ عالم اور فقیہ تھے اور تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۱۸۹)

(۲۸) حسنہ بھانجی راجہ داہر

ابوایوب ہاشمی روایت کرتے ہیں کہ راور کے معرکہ میں عربوں کی فتح کے بعد ۹۳ ہجری میں محمد بن قاسم نے غنائم' قیدی اور راجہ داہر کا سر خلیفہ ولید کے پاس بھیجا۔ ان سب چیزوں کو کعب بن محارق راسبی لے کر گئے۔ ان قیدیوں میں ایک سندی امیرہ بھی تھی۔ جو راجہ داہر کی بھانجی تھی' اور اس کا نام حسنہ تھا۔ بادشاہ نے اسکو دیکھ کر اظہار تعجب کیا اور کعب بن محارق راسبی کو کہا حسنہ تمہارے لئے ہے۔

کعب بن محارق راسبی نوجوان اور غیر شادی شدہ تھے۔ وہ اسکو اپنے گھر لے گئے اور حسنہ سے نکاح کرلیا۔ یہ سندیہ امیرہ حسنہ عرب خواتین عالمات اور ادیبوں میں ایک نامی گرامی ادیبہ اور عالمہ بنی' خواتین ادیب اور عالمات ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور استفادہ کرتی تھیں۔ ان سے کسی اولاد کا علم نہیں ہوسکا۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ خلیفہ نے اپنے چچا زاد بھائی امیر عبداللہ بن عباس کو حسنہ ھبہ کر دی تھی۔(۱۹۰)

(۲۹) حسین بن محمد بن ابی معشر سندر بغدادی

ابوبکر حسین بن محمد بن ابی معشر سندی بھی اپنے دادا والد اور بھائی کی طرح ایک عالم اور محدث تھے۔ انہوں نے اپنے والد اور محمد بن ربیعہ اور وکیع بن جراح سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن ربیعہ

اور وکیع بن جراح سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن احمد حکیمی' اسماعیل بن محمد صفار' علی بن اسحاق ماروانی اور ابو عمرو سماک نے روایت کی ہے۔(۱۹۱) حسین بن محمد بن ابی معشو سندی سے بہت کثیر روایات ہیں' جن کو خطیب بغدادی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی وفات ۳۷۵ ہجری میں ہوئی۔(۱۹۲)

(۳۰) حیدان سندیہ والدہ زید بن علی زین العابدین

علی زین العابدین نے سندی باندی حیدان کو آزاد کیا اور اس سے عقد کرلیا' اور ان کے بطن سے دونوں صاحبزادے عمر اور زید پیدا ہوئے۔ ایک مرتبہ سیدنا علی زین العابدین کو خلیفہ عبدالملک بن مروان نے خط لکھا اور اس میں اپنی باندی کو آزاد کرکے اس سے شادی پر ان کو شرم دلائی۔ اس کے جواب میں امام علی زین العابدین نے یہ آیت لکھ کر روانہ کردی

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین اسوہ حسنہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حیی کو آزاد کرکے ان سے نکاح فرمایا تھا۔ آپ نے مولی زید بن حارث کو آزاد کیا تو انہوں نے زینب بنت حجش سے نکا کیا۔ ہشام کی خلافت کے زمانے میں زید بن علی زین العابدین بذات خود تبلیغ کے لئے گئے اور قتل کردئے گئے۔(۱۹۳)

(۳۱) داؤد بن ابی معشر سندی بغدادی

ابوسلیمان داؤد بن ابی معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی بلند پایہ عالم اور محدث تھے۔ ان کے دادا اور والد بھی جلیل القدر ع م اور محدث تھے۔ انہوں نے اپنے والد محمد بن ابی معشر سے اپنے دادا ابو معشر نجیح کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے۔ اور ان سے احمد بن کامل قاضی نے روایت کی ہے۔ یہ تسیوی صدی ہجری کے اواخر کے رجال میں سے تھے۔

داؤد بن ابی معشو سندی بغدادی نے ۳۷۵ ہجری میں وفات پائی۔(۱۹۴)

(۳۲) سکر سندیہ

یہ خلیفہ مہدی کی باندی تھی۔ اس کے بطن سے اسحاق بن مہدی متولد ہوئے۔(۱۹۵)

(۳۳) سلافہ یا غزالہ سندیہ والدہ امام زین العابدین

مورخین نے والدہ زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب کے نسب کی بابت اختلاف کیا ہے اور یہ اختلافی روایت ابن خلکان کی ہے۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق جو کہ ابن قتیبہ کی ہے۔ جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ علی زین العابدین کی والدہ سندیہ تھیں۔ اور ان کا نام غزالہ تھا۔

یہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب کی ایک سندی کنیز تھیں ان کا نام سلافہ بھی آیا ہے۔ انہی سے حضرت حسین کی اولاد کا سلسلہ چلا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہکی شہادت کے بعد انہوں نے زبید سے نکاح کرلیا۔ زبید حضرت حسین کے موالی تھے۔(۱۹۶)

سید سلیمان ندوی نے بھی یہی لکھا ہے کہ:

"اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں میں نسبی حیثیت سے سب سے بڑا درجہ سادات یعنی سیدوں کا ہے۔ موجودہ سادات خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام حسین کے صاحبزاد[ے حض]رت امام زین العابدین کی نسل سے ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

"مورخوں میں سے بعض نے ان کو سندھ کی بتایا ہے۔"(۱۹۷)

یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے سب سے مقدس اور اشرف ترین خاندان کے پیدا کرنے میں سندھ کا بھی حصہ ہے۔

(۳۴) سماق جاٹ سندی بصری

جاٹ قوم کی ایک بڑی تعداد بطیحہ کے علاقے میں رہتی تھی۔ جو بصرہ' واسط اور بغداد کے علاقوں کے درمیان واقع تھا۔ بحری و بری راستوں پر ان کا غلبہ تھا۔ خاص طور پر بصرہ کے تجارتی راستے پر یہ لوگ

تاجروں کا مال لوٹ لیتے اور ان کو قتل کر دیتے تھے۔ یہ معتصم کے عہد کی بات ہے۔ ان جاٹ قبیلہ کے افراد کا سردار سماق جاٹ سندی تھا۔ جب ان جاٹ کی لوٹ مار حد سے بڑھی تو خلیفہ معتصم نے ان کی لوٹ مار ختم کرنے کے لئے ان کے کچھ افراد کو بلاد شام کے مختلف علاقوں میں بھجوا دیا۔

تاکہ یکجا نہ ہونے کے باعث ان کا اثر اور طاقت ٹوٹ سکے۔(۱۹۸)

(۳۴) سندی بن بختاشہ سندی

سندی بن بختاشہ سندی معتصم اور مستنصر کے عہد میں لشکر کے قائدین میں سے ایک تھا۔ ۲۲۳ ہجری میں سندی بن بختاشہ نے سیاسی ہنگاموں میں حصہ لیا۔ جس پر معتصم نے اسے یہ کہہ کر معاف کیا کہ تم بختاشہ کے بیٹے ہو' اس لئے تمہارے لئے معافی ہے۔ بختاشہ سندی چونکہ کافی معمر تھا اور اس کی عہد عباسی میں بڑی خدمات تھیں' اس لئے سندی بن بختاشہ کو معافی دی گئی۔

۲۹۷ ہجری میں جب عباسیوں اور رومیوں کا شدید معرکہ ہوا اور شاہ روم نے کئی اسلامی علاقوں کو تہ تیغ کر دیا اور بعض امارات اسلامیہ پر قبضہ کرلیا تو خلیفہ نے مزاحم بن خلفان' سندی بن بختاشہ' نصر بن سعید مغری اور محمد بن رجاء کو لشکر کا قائد بنا کر بھیجا۔(۱۹۹)

اس کے بعد سندی بن بختاشہ کا احوال نہیں ملتا ہو سکتا ہے کہ اس معرکہ میں کام آگیا ہو یا بعد میں انتقال کر گیا ہو۔

(۳۶) سندی بن ابان بغدادی

ابو نصر سندی بن ابان' خلف بن ہشام کے غلام تھے۔ اور بڑے عالم اور محدث تھے۔ انہوں نے یحییٰ بن عبدالحمید حمانی سے روایت کی ہے اور ان سے عبدالصمد بن علی طستی نے روایت کی ہے' ان کے بہت سے شاگرد تھے۔

سندی بن ابان بغدادی ۲۸۱ ھجری میں بغداد میں وفات پائی۔(۲۰۰)

(۳۷) سندی خواتمی بغدادی

ابوبکر سندی خواتمی جلیل القدر محدث ہیں۔ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے یہ دوسری صدی ہجری میں بغداد میں تھے اور انہوں نے بغداد ہی میں وفات پائی(۲۰۱) یہ امام احمد بن حنبل کے مسائل و فتاویٰ کے ترجمان بھی ہیں۔ اور امام صاحب کے پڑوسی بھی تھے۔

(۳۸) سندی محمد بن شاھک

اموی عہد کے آخری زمانے میں ایک خاندان سندھ سے عراق پہنچا یہ عبید کے موالی تھے۔ پھر یہ بنی عباس کے موالی ہوگئے۔ یہ خاندان شاھک کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ اس خاندان کا ایک فرد سندی کے نام سے معروف تھا' جبکہ ان کی بیوی کا نام شاہک تھا۔ سندی محمد بن شاھک بہت باشعور اور معاملہ فہم شخص تھا۔ اسی لئے اس کو اپنی عقل و شعور اور ادب و سیاست کی وجہ سے خلیفہ منصور کے یہاں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔

اس خاندان کے افراد عرصہ دراز تک حکومت عباسیہ میں ممتاز اور منفرد مقام کے حامل رہے ہیں۔ سندی محمد بن شاہک ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد کے پل کا نگران تھا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ بغداد کا والی بن گیا۔

۱۸۶ ہجری میں جب دریائے دجلہ میں پانی کی زیادتی ہوگئی تھی تو اس وقت ہارون الرشید اپنے اہل و عیال کے ہمراہ جہاز پر آیا تو اس وقت سندی محمد بن شاہک نے پل عوام کے لئے بند کر دیا تھا۔(۲۰۲) مورخین نے سندی بن شاھک کے ادارت اور سیاست کے میدان میں کارناموں کا بڑی تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

ہارون الرشید سے برامکہ کے بارے میں خفیہ معلومات حاصل کرنے کے لئے اس کو متعین کیا تھا۔ سندی محمد بن شاھک کی منصوبہ بندی اور عمل درآمد سے ان پر زوال آیا۔(۲۰۳)

امین کے اختلال کے زمانے میں اس کے دل و دماغ اور معاملات پر جو لوگ حاوی تھے ان میں

سندی محمد بن شاھک بھی صف اول میں تھا۔(۲۰۴)

۲۳۱ ہجری میں سندی محمد بن شاہک اپنے خاندان کے ساتھ روم چلا گیا۔ اس کے بعد اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ہو سکتا ہے کہ ۲۳۱ ہجری کے بعد وہ جلد انتقال کر گیا ہو۔

سندی محمد بن شاھک پچاس سال تک امور سلطنت کے کاموں سے متعلق رہا۔

(۳۹) سندی مولیٰ حسین خادم

یہ خلیفہ واثق کے زمانہ میں امارت کے منصب پر فائز تھے۔(۲۰۵) طبری نے ذکر کی ہے کہ ۲۳ ھجری میں رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگی قیدیوں کے فدیہ اور تبادلہ کے مذاکرات مکمل ہوئے تو طرطوس سے فاصلہ پر سلوقیہ کے مقام پر دریائے لامس پر مسلمانوں اور رومیوں نے مشترکہ طور پر پل باندھا ہم لوگ رومیوں کو ان کے پل سے پار کراتے تھے اور رومی مسلمانوں کو اپنے پل سے پار کراتے تھے۔ اور دونوں طرف سے قیدی اپنے اپنے لوگوں سے جا کر مل جاتے تھے۔(۲۰۶)

سندی مولیٰ حسین خادم امور خلافت میں خلیفہ واثق کے بہت معتمد شخص تھے اور یہ تیسری صدی ہجری کے لوگوں میں سے تھے۔

(۴۰) سندیہ والدہ سعید بن ھشام بن عبدالملک

خلیفہ ھشام بن عبدالملک کے بیٹے سعید کی والدہ بھی بلاد سندھ کی باندی تھیں۔

(۴۱) سندیہ بغدادیہ

یہ بغداد میں نبیذ بنا کر بیچتی تھی اور نباذہ کے لقب سے مشہور تھی۔(۲۰۷)

(۴۲) شہدہ طحانہ سندیہ بغدادیہ

یہ سندی خاتون بغداد میں رہتی تھی۔ دن میں لوگوں کو چکی پر آٹا پیش کر اپنی مالکن کو رقم ادا کرتی تھی۔ رات کو گھر والوں کی خدمت کرتی تھی۔ ایک مرتبہ سورج گرھن لگنے کے موقع پر اس کی مالکن نے کہا اے شہدہ! تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔ پھر مختلف گفتگو کے بعد شہدہ نے کہا لاؤ مجھے چکی دو اب میں آزاد

ہو گئی رہول اور آٹا پینے کا کام کروں گی' میرے لئے ایک چکی کا بندوبست کر دو۔(۲۰۸)

(۴۳) سندیہ والدہ محمد بن اشتر

خلیفہ منصور عباسی کے عہد خلافت میں جب محمد بن عبداللہ بن محمد علوی نے خروج کیا تو ان کے بیٹے عبداللہ اشتر سندھ کے والی عمر بن حفص کے مشورے پر سندھ آ گئے۔ یہاں آنے کی غرض و غایت محمد بن عبداللہ بن محمد علوی کی بیعت کے لئے راہ ہموار کرنا تھا۔ اسی دوران ان کو محمد علوی کے قتل کی خبر پہنچی تو عبداللہ اشتر نے سندھ سے روانگی کا خیال ترک کر دیا اور ایک سندی راجہ جو کہ منصورہ کے قریبی علاقے کا حاکم تھا۔ اس کے پاس چلے گئے۔ سندی راجہ نے اھل بیت نبویؐ کا فرد ہونے کے ناطے عبداللہ اشتر کا بہت اکرام کیا۔ عبداللہ اشتر وہاں کئی سال رہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ منصور کے حکم سے ۱۵۱ ہجری میں قتل کر دیئے گئے۔ یہاں عبداللہ اشتر نے ایک سندی خاتون سے شادی کرلی۔ جس کے بطن سے ایک بیٹا ہوا اس کا نام محمد رکھا گیا۔ اور جو ابن اشتر کے نام سے معروف ہوا۔

راجہ نے اسے خلیفہ منصور کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ منصور نے محمد کو اس کے خاندان کے پاس مدینہ بھیج دیا۔(۲۰۹)

(۴۴) سندی بن یحییٰ حرشی بغدادی

سندی بن یحییٰ حرشی بغدادی' سندی بن شاھک کا ہم عصر تھا اور وہ خلافت عباسیہ کے ان اہم افراد میں سے ایک تھا جن کو امارت کے امور میں بدطولیٰ حاصل تھا۔ عباسی خلفاء کے نزدیک اس کا اہم مقام تھا۔ اس کی بیوی کا نام فریدہ تھا جو کہ حجاز میں پیدا ہوئی اور وہیں پلی بڑھی تھی۔ اس کی کئی شادیاں ہوئی تھیں۔ آخر میں اس نے ہشم سے شادی کی۔ اس سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔ ہشم کے مرنے کے بعد اس نے سندی بن یحییٰ حرشی سے شادی کرلی۔(۲۱۰)

جب جعفر برمکی کو ہارون الرشید کے حکم سے قتل کیا گیا تو خلیفہ نے سندی بن یحییٰ حرشی کو لکھا کہ اس کا سر شہر کے پل کے وسط میں لٹکا دیا جائے' چنانچہ سندی بن یحییٰ حرشی نے ایسا ہی کیا۔

۱۹۶ ہجری میں ہیشم بن شعبہ اور سندی بن یحیٰی حرشی دونوں واسط کے امیر تھے۔ جب طاہر نامی باغی ۱۹۶ ہجری میں عراق پر حملہ کے لئے بڑھا اور جب وہ واسط شہر پہنچا تو دونوں وہاں سے بھاگ گئے۔ ۲۰۲ ھجری میں اہل بغداد نے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کرکے اسکو المبارک کا لقب دیا اور یہ کام سندی بن یحیٰی حرشی، صالح صاحب المصلیٰ، منجاب، نصیر اور دوسرے موالی سے مل کر کیا تھا۔ کیونکہ اس وقت یہی لوگ خلافت پر فائز تھے۔

(۴۵) سیبویہ بن اسماعیل قزداری مکی

ابوداؤد سیبویہ بن اسماعیل بن داؤد قزداری سندی محدث تھے وہ مکہ مکرمہ میں مجاور تھے اور مکہ ہی میں انہوں نے تدریس حدیث کی، انہوں نے ابوالقاسم علی بن محمد بن عبداللہ بن یحیٰی بن طاہر حسینی، ابوالفتح رجابن عبدالواحد اصفہانی، اور ابوالحسن یحیٰی بن ابی الحسن الرواسی حافظ سے سماعت کی۔ اور ۴۶۰ ہجری میں فوت ہوئے۔(۲۱۱)

(۴۶) شرف الدین ملتانی بغدادی

ابن ابی اصیبعہ نے مسلم اطباء میں سندھ کی ایک نامور شخصیت اور طبیب شرف الدین ملتانی کا ذکر کیا ہے۔ شرف الدین ملتانی تیسری صدی ہجری میں بغداد میں موجود تھے اور مطب کرتے تھے۔(۲۱۲)

(۴۷) شعیب بن محمد دیبلی مصری

ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد بن سعید بن سوار دیبلی معروف محدث تھے اور ابن ابی قطعان دیبلی کی کنیت اور لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے اصفہان، دمشق اور مصر میں حدیث کا درس لیا۔ محدثین کی ایک جماعت نے ان سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ انہوں نے دمشق اور مصر میں حدیث کی روایت کی۔(۲۱۳)

شعیب بن محمد دیبلی مصر کے شاگردوں میں سے ابوسعید بن یونس سے امام سمعانی نے روایت کی ہے۔(۲۱۴) اور قاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم اور محمد بن جعفر بن یوسف دونوں سے امام ابونعیم اصفہانی نے روایت کی ہے۔

یہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل کے رجال میں سے تھے اور اوائل ہی میں مصر میں وارد ہوئے تھے۔

(۴۸) شہدہ طحانہ سندیہ بغدادیہ

یہ سندی خاتون بغداد میں رہتی تھی۔ دن میں لوگوں کو چکی پر آٹا پیش کر اپنی مالکن کو رقم ادا کرتی تھی۔ رات کو گھر والوں کی خدمت کرتی تھی۔ ایک مرتبہ سورج گرھن لگنے کے موقع پر اس کی مالکن نے کہا اے شہدہ! تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔ پھر مختلف گفتگو کے بعد شہیدہ نے کہا لاؤ مجھے چکی دو اب میں آزاد ہوگئی رہول اور آٹا پینے کا کام کروں گی' میرے لئے ایک چکی کا بندوبست کر دو۔(۲۱۵)

(۴۹) خماد قندھاریہ جاٹ

یہ خدیجہ بنت ہارون الرشید کی خدمتگار تھیں۔ ان کو آل یحیٰی بن معاد کی قید سے دو لاکھ درھم کے عوض خریدا گیا۔ پھر خلیفہ ہارون الرشید کی باندی بنیں اور خدیجہ کی خدمت پر مامور کی گئیں۔ غناء پر ان کو بہت عبور تھا اور بہت اچھا گاتی تھیں' سندھ کے علاقہ قندہار کی رہنے والی اور جاٹ قبیلہ کی فرد تھیں۔(۲۱۶) خمار قندھاریہ کی آواز اور موسیقیت پر اہل فن فدا رہتے تھے۔ اور بار بار اس سے ترنم سے اشعار سنتے تھے۔

(۵۰) طلہ سندیہ بغدادیہ

یہ سندھ کے امیر روح بن حاتم کی باندی تھی۔ روح بن حاتم اس کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔(۲۱۷)

(۵۱) عالم سندی - ریاضی فلکی

یہ ۱۵۴ ہجری میں ایک علمی وفد کے ساتھ سندھ سے بغداد آئے۔ اور خلیفہ منصور سے ملاقات کی۔ یہ سندی عالم فلکیات اور ریاضیات کے ماہر تھے۔ انہوں نے خلیفہ کو ایک کتاب بنام "سدھانت" پیش کی۔

یہ کتاب عربوں کے نزدیک "کتاب السند والھند" کے طو پر جانی پہچانی جاتی تھی۔ اور یہ کتاب

فلکیات اور ریاضیات کے مسائل و علوم پر مشتمل تھی۔ خلیفہ نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس سندی عالم نے ایک عرب ریاضی کے ماہر ابراہیم فزاری کے اشتراک کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا۔(۲۱۸)

پھر فلکیات و ریاضیات کی اس گراں قدر کتاب کو عرب علماء نے مدارس نے نصاب میں شامل کیا۔ اس کی تلخیص کی گئی اور اس کی شروحات لکھی گئیں۔ پھر یہ کتاب اندلس پہنچی اور وہاں سے یورپ گئی۔

(۵۲) عباس بن سندی بغدادی

عباس بن سندی' عراق میں سندھ کے نامور علماء اور محدثین میں سے ایک تھے اور بغداد میں قیام پذیر تھے۔ انہوں نے داؤد بن شعیب اور ابوالولید طیالسی سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عقیلی اور اسامہ بنعلی بن طیل شامل ہیں۔(۲۱۹) امام ابن عبدالبر کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے عباس بن سندی سے روایت کی ہے۔ عباس بن سندی کے متعلق کتابوں میں درج ہے کہ ہر حال میں راضی برضاء رہنے والی شخصیت تھے۔(۲۲۰)

(۵۳) عبدالحمید بن نصر کشی سندی

ابو محمد عبدالحمید بن نصر کشی سندی میدان علم میں کبار سندی علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مسند الکبیر' کتاب التفسیر اور دوسری کتابوں کے مصنف ہیں' اپنے وطن سندھ سے عراق تشریف لے گئے' اور بغداد میں سکونت اختیار کی۔ یزید بن ھارون' محمد بن بشر عبدی' علی بن عاصم' ابن ابی فدیک' حسین بن علی جعفی' ابواسامہ' اور عبدالرزاق سے سماعت کی۔

ان سے مسلم' ترمذی' عمر بن بجیر' بکر بن مرزبان' ابراہیم بن فریم الشاشی' اور دیگر نے روایت کی ہے۔

عبدالحمید بن نصر کشی سندی ثقافت ائمہ میں سے تھے۔ ۲۴۹ ہجری میں وفات پائی۔(۲۲۱)

(۵۴) عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی (امام اوزاعی)

ذہبی کہتے ہیں کہ امام ارزاعی' ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد سندی دمشقی ہیں' امام اوزاعی ۸۸ ہجری میں بعلبک میں پیدا ہوئے۔ یہ نسلاً" سندی تھے۔ آخری عمر میں بیروت میں قیام فرمایا' ان کے باپ یا دادا میں سے کوئی سندھ کے قیدیوں میں سے تھا' یہ امام بنے اور شیخ الاسلام کا لقب ملا۔(۲۲۲)

امام اوزاعی ان ائمہ اسلام میں سے ہیں جو فقہ کے ایک مذہب کے امام بنے' شام اور اندلس میں عرصہ دراز تک ان کے پیروکاروں کی ایک کثیر تعداد موجود رہی۔

عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی نے عطاء بن ابی رباح' قاسم بن مخمیرہ' شداد بن ابی عمار' ربیعہ بن یزید' محمد بن ابراہیم تمیمی' یحیٰی بن ابی کثیر محمد بن سیرین سے روایت کی ہے۔

اور ان سے روایت کرنے والوں میں شعبہ' ابن مبارک' ولید بن مسلم' عقل بن زیاد' یحیٰی بن حمزہ' یحیٰی القطان' ابوعاصم' ابومغیرہ' محمد بن یوسف فریابی' یحیٰی بن سعید قطان شامل ہیں۔(۲۲۳)

پھر ان کے شیوخ میں سے امام زہری' یحیٰی بن کثیر' اور قتادہ نے ان سے روایتیں کی ہیں۔

ابن مھدی کہتے ہیں کہ:

"حدیث کے چار امام ہیں۔ اوزاعی' مالک' ثوری' اور حماد بن زید شام میں سنت کا جاننے والا اوزاعی سے بڑھ کر کوئی اور نہ تھا"

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ سفیان ثوری اور اوزاعی امام مالک کے پاس پہنچے' جب وہ واپس گئے تو انہوں نے فرمایا' ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے علم میں زیادہ ہے' لیکن ان میں کا پہلا یعنی سفیان ثوری علوم و مذہب کی امامت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اور دوسرا یعنی اوزاعی امام بننے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

ولید بن مرثد کہتے ہیں کہ:

"میں نے کبھی اوزاعی کے منہ کوئی فضول کلمہ نہیں سنا' اور نہ ہی ان کو کھلکھلاتے یا قہقہہ مارتے

دیکھا۔"

کسی مجلس میں قیامت کا ذکر کرتے تو وہ مجلس آہ و بکاء کی مجلس میں تبدیل ہو جاتی تھی۔

اسماعیل بن عباس کہتے ہیں کہ:

"میں نے ۱۴۰ ہجری میں لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اوزاعی تو اس زمانے میں امت کے عالم ہیں۔"

ولید کہتے تھے کہ:

"میں نے ان سے بڑا مجتہد نہیں دیکھا۔"

ابو مسھر کہتے ہیں کہ:

"اوزاعی راتوں کو نماز پڑھتے اور آہ و زاری کے ساتھ تلاوت کرتے تھے۔(۲۲۴) اہل شام و اندلس مدت مدید تک امام اوزاعی کے مذہب پر رہے اور ان میں کبھی اختلاف نہیں پڑا"۔

امام اوزاعی کی ایک خطی کتاب تھی جس میں سے وہ احکام شرعیہ میں اجتہاد کے لئے استخراج کرتے تھے۔ اس میں تمام مدون احادیث صحیحہ اور صحابہ کرام و تابعین کے بیانات تھے جو انہوں نے ان سے سنے تھے۔(۲۲۵)

عبداللہ بن مبارک کا ارشاد ہے:

"اگر مجھ سے کہا جاتا کہ اس امت کے لئے کسی کو منتخب کروں تو میں ثوری اور اوزاعی کو منتخب کرتا، پھر ان دونوں میں سے اوزاعی کو چن لیتا۔"

"ایک مرتبہ امام ابوسفیان ثوری نے حج کے موقع پر مقام ذی طویٰ میں امام اوزاعی کو اونٹ پر گزرتے ہوئے دیکھا تو فرط محبت و عقیدت سے دوڑ پڑے اور ان کے اونٹ کی نکیل ہاتھ میں پکڑ کر یہ صدا دیتے ہوئے پیادہ پا چلے' کہ شیخ کے لئے راستہ دو' شیخ کے لئے راستہ دو' ذھبی نے امام اوزاعی کے فضائل و کمالات اور علمی علوشان کو تفصیل سے بیان کیا اور دیگر مورخین اور رجال کی کتب میں بھی ان کا ذکر تفصیل سے ہی آتا' بلکہ امام اوزاعی کی شخصیت ہی ایسی ہے کہ ان کے ہر ہر گوشے کا احاطہ کیا جائے مگر یہاں ہمارے پیش نظر ان بزرگوں کا تذکرہ مقصود ہے وہ یا ان کے اجداد سندھ سے یہاں

آئے۔

امام اوزاعی اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہما دونوں ہم عصر تھے۔ امام اعظم بھی ان کی قدر فرماتے اور ان کے علم کے معترف تھے۔ امام اوزاعی کی وفات حمام میں آگ لگ جانے کے باعث ہوئی۔

سال وفات میں اختلاف ہے' مئورخین عموماً" ۱۵۶ ہجری کی روایت زیادہ لکھتے ہیں' مذھب امام اوزاعی تین صدیوں تک شام و اندلس میں رہا اور اس کے ماننے والے ہزاروں کی تعداد میں تھے۔(۲۲۶)

(۵۵) عبدالرحمٰن بن سندی دمشقی

عبدالرحمٰن بن سندی دمشق میں سندھ کے قدیم علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انھوں نے عراک بن خالد بن یزید بن صالح بن صبیح المری ابی الضحاک دمشقی سے تعلیم حاصل کی۔

عبدالرحمٰن بن سندی دوسری صدی هجری کے رجال میں سے ہیں۔

(۵۶) عبداللہ بن جعفر منصوری

ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن مرہ منصوری محدث تھے۔ سندھ کے دارالحکومت منصورہ سے ان کی نسبت منصوری تھی۔ ایک عالم اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک معروف مقری بھی تھے۔

حسن بن مکرم نے سماعت کی۔ اور ان سے حاکم نے روایت کی ہے۔ کالے رنگ کے تھے تیسری صدی ہجری میں بغداد آئے اور وہیں وفات پائی۔(۲۲۷)

(۵۷) عبید بن باب سندی بصری

عبید بن باب سندی بصری پہلی صدی ہجری سے ہی بصرہ میں مقیم تھے۔ ان والد باب سندھ میں سبی کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ یہ مشہور و معروف معتزلی عابد و زاھد تھے۔ ان کا بیٹا مفتی عمرو بنی عبید ہے۔ ان کے والد آل عرارہ بن میربوع بن مالک کے موالی تھے۔(۲۲۸)

عبید کے لڑکا عمرو کو شیخ المعتزلہ کا درجہ حاصل تھا۔ اور وہ دوسری صدی ہجری کے معروف فرقہ عمریہ کا بانی و مئوسس تھا۔

جب عمرو کو لوگ اپنے باپ کے ساتھ دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ "خیرالناس بن شرالناس" ہے۔ عبید کہتے کہ تم سچ کہتے ہو یہ ابراہیم ہے اور میں آزر ہوں۔(۲۲۹) عبید بن باب کا پیشہ پارچہ بانی کا تھا۔ لیکن بعد میں وہ حجاج بن یوسف کے شعبہ پولیس میں شامل ہوگیا۔ عبید کا تعلق سندھ کے شمال مغربی علاقے سے تھا۔(۲۳۰)

(۵۸) عجوز سندیہ بغدادیہ

یہ بغداد میں رہتی تھی۔ کتاب الحیوان میں اس کا ذکر یوں درج ہے کہ:

"ایک سندی بڑھیا اونٹ پر سوار ہوئی اور جب اونٹ کھڑا ہوا اور چلنے لگا تو وہ بڑھیا گھبرا گئی اور سندی زبان میں یوں بولی کہ اللہ اس اونٹ کا ستیاناس کرے یہ مجھ سے شرارت کر رہا ہے۔"(۲۳۱)

(۵۹) علی بن احمد بن محمد دیبلی شامی

ابوالحسن علی بن احمد بن محمد دیبلی شامی صاحب کتاب "ادب القضاء" فقیہہ اور محدث تھے۔ یہ ابوعبداللہ دیبلی مقری کے نواسے تھے جو کہ تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔ ادب القضاء میں بعض اصحاب الاصم سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے ابو عبداللہ بن احمد بن موسیٰ ابو قار دیبلی اور دیگر محدثین سے روایت کی ہے۔(۲۳۲) کہا جاتا ہے کہ "ادب القضاء" مذہب شافعیہ کی تصانیف میں سے ایک ہے۔ علی بن احمد بن محمد دیبلی شامی تیسری صدی ہجری کے بزرگوں میں سے تھے۔(۲۳۳)

(۶۰) علی بن محمد سندی کوفی

علی بن محمد سندی کوفی بھی عراق کے معروف علماء میں سے ایک تھے۔ یہ ابان محمد اور حسن بن محمد سندی کے بھائی تھے۔ یہ تینوں بھائی عراق کے مشہور و معروف علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ لیکن ابان بن محمد سندی سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

یہ تیسری صدی ہجری کے لوگوں میں سے تھے۔(۲۳۴)

(۶۱) عمرو بن عبید بن باب سندی بصری

ابو عثمان عمرو بن عبید بن باب سندی معتزلہ کے اکابر علماء اور عباد و زہاد میں سے ہے۔ ان کے دادا باب پہلی صدی ہجری میں کابل کی جن گ میں گرفتار ہو کر بصرہ آئے تھے۔(۲۳۵) عمرو بن عبید بن باب سندی نے حضرت امام حسن بصری سے بہت زیادہ روایت کی ہے بعد میں ان سے قطع تعلق کر کے اعتزال کو اپنا مسلک بنالیا۔

تو ان کو معتزلہ کہا جانے لگا۔(۲۳۶) حتیٰ کہ عمرو کے نام کی مناسبت سے معتزلہ میں فرقہ عمریہ وجود میں آگیا۔(۲۳۷)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ عمرو بن عبید حدیث میں کوئی مقام نہیں رکھتے' عمرو بن عبید بن باب سندی دور امویہ میں موجود تھا۔ مگر اس دور میں اسے کوئی خاص پذیرائی نہیں ملی' عباسی دور میں اسے بڑی شہرت ملی' خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی اس کے خاص ارادت مندوں میں سے تھا۔ حتیٰ کہ اس نے عمرو بن عبید بن باب سندی کے مرنے پر مرثیہ تک کہا۔

کہا جاتا ہے کہ بصرہ میں چھ اشخاص صاحب فصاحت و بلاغت تھے۔

جن میں عمرو بن عبید بن باب سندی' واصل بن عطاء' بشار الاعمیٰ' صالح بن عبدالقدوس' عبدالکریم بن ابی عوجاء' اور جریر بن حازم ازدی۔(۲۳۸)

فصاحت و بلاغت میں عمرو بن عبید بن باب سندی کے رسائل اور خطبات اس کی جلالت شان پر گواہ ہیں۔

عمرو بن عبید بن باب سندی قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا پرجوش مبلغ و داعی بھی تھا۔

عمرو بن عبید بن باب سندھی مکہ مکرمہ سے بصرہ لوٹتے ہوئے راستہ ہی میں فوت ہوا' اور دو راتوں کے بعد بصرہ کے راستہ میں مران کے مقام پر ۱۴۴ ھجری میں دفن ہوا اس کی نماز جنازہ سلیمان بن علی نے پڑھائی۔(۲۳۹)

(۶۲) فتح بن عبداللہ سندی بغدادی

ابو نصر فتح بن عبداللہ سندی بغدادی آل حکم کے مولی تھے۔ پھر آزادی ملنے کے بعد فقہ، علم کلام کی تعلیم ابو علی محمد بن عبدالوھاب ثقفی سے حاصل کی، اور حدیث کا درس حسن بن سفیان سے لیا۔ اور انہی سے روایت کی۔(۲۴۰)

فتح بن عبداللہ سندی بغدادی نامور محدث، اور فقہ شافعی کے کبار علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ امام شافعی کی روایات میں ان کا خصوصی مقام تھا۔

فتح بن عبداللہ سندی بغدادی ایک دن راستہ سے جا رہے تھے، کبار علماء کی ایک جماعت ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ آپ نے ایک شریف آدمی کو دیکھا جو نشہ میں تھا اور مٹی میں لت پت تھا۔ جب اس کی نظر فتح بن عبداللہ سندی پر پڑی تو اس نے ان پر طنز کیا کہ اے غلام اس طرح کیا دیکھ رہے ہو تم جا رہے ہو اور تمہارے پیچھے اتنے لوگ ہیں، فتح بن عبداللہ سندی نے کہا اے شریف انسان معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے!

اس لئے کہ میں تمہارے اجداد کے ورثہ کا حامل بن گیا ہوں اور تم میرے اجداد کے۔(۲۴۱)

فتح بن عبداللہ سندی بغدادی چوتھی صدی ہجری میں انتقال کر گئے۔

(۶۳) فضل بن سکین سندی بغدادی

ابو العصاب **فضل** بن سکین بن **سحیت قطیعی** بغدادی **المعروف** بہ سندی کرخ بغداد میں **قطیعۃ الفقہاء** میں رہتے تھے۔ رنگ کے بہت زیادہ کالے تھے۔ فضل بن سکین سندی نے صالح بن بیان ساحلی، احمد بن محمد مخزی اور محمد بن محمد باغندی سے روایت کی ہے۔(۲۴۲) ان کے تلامذہ میں ابو یعلی موصلی، محمد بن موسیٰ بن حماد بربری، ابراہیم بن عبداللہ بن ایوب مخزی، خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ یحییٰ بن معین کے معاصر تھے، اور انہوں نے ان پر جرح کی ہے۔ فضل بن سکین سندی تیسری صدی ہجری کے بغداد کے اجل فاضل علماء میں سے تھے۔(۲۴۳)

(۶۴) محمد بن ابراہیم دیبلی سندی مکی

ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلی مکی عالم اور مفسر ہیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ جاکر مجاورت و سکونت اختیار کرلی تھی۔(۲۴۴) ان کو "محدث مکہ" کا لقب ملا۔(۲۴۵) ابو عبداللہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی کی کتاب التفسیر کے راوی تھے۔

کتاب البروالعلاء جو عبداللہ بن مبارک کی تھی اس کی روایت ابو عبداللہ حسن بن حسن مروزی سے کی۔

محمد بن ابراہیم دیبلی مکی سے ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن فراس مکی اور ابو بکر محمد بن ابراہیم بن علی بن مقری نے روایت کی ہے۔(۲۴۶) ذہبی اور امام ابن عبدالبر اندلسی نے بھی محمد بن ابراہیم دیبلی سے روایات حدیث کی ہیں۔

۳۲۲ ہجری کو فوت ہوئے اور مکہ مکرمہ ہی میں مدفون ہوئے۔

(۶۵) محمد بن ابی معشر نجیح سندی مدنی

ابو عبدالملک محمد بن نجیح سندی مدنی اپنے والد ابی معشر نجیح کی طرح ایک بلند پایہ عالم اور زبردست محدث تھے۔ یہ بنی ہاشم کے مولی تھے۔ یہ مستقل طور پر مدینہ میں آباد تھے کہ خلیفہ مہدی نے ان کو مدینہ سے بلوایا۔ پھر یہ مدینہ سے بغداد آگئے اور مستقل طور پر بغداد میں سکونت اختیار کرلی۔

ابن ابی ذئب کی رویت روایت سے مشرف ہیں۔ اپنے والد سے "کتاب المغازی" کی سماعت کی۔ محمد بن ابی معشر نجیح سندی نے ابوبکر ھذلی، نصر بن منصور عنبری، اور ابو نوح انصاری سے حدیث کی روایت کی ہے۔

ان سے ان کے بیٹوں داؤد، حسین کے علاوہ ابی حاتم رازی، محمد بن لیث جوہری، ابو یعلی موصلی، امام ترمذی، یحییٰ بن وسی بلخی، ابن ابی الدنیا، محمد ابن جریر طبری، ابوبکر بن مجذر، ابو حامد حضرمی کے علاوہ دیگر علماء و محدثین نے بھی روایت کی ہے۔(۲۴۷)

ننانوے سال کی عمر میں ۲۴۷ ہجری میں وفات پائی۔(۲۴۸)

(۶۶) محمد بن احمد بن عبداللہ دیبلی

محمد بن احمد بن عبداللہ دیبلی کی بلاد سندھ کے شہر دیبل کی طرف نسبت سوائے سمعانی کے اور کسی نے نہیں کی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "ابوالعباس محمد بن احمد بن عبداللہ وراق دیبلی ایک صالح عالم دین تھے۔(۲۴۹) انہوں نے ابوخلیفہ فضل بن حباب جمی، جعفر بن محمد بن حسن غریانی، عبدالل بن احمد بن موسیٰ سکری، اور محمد بن عثمان بن ابی سویف بصری سے سماعت کی۔ ان سے سماعت کرنے والوں میں حاکم ابو عبداللہ حافظ ہیں۔

محمد بن احمد بن عبداللہ دیبلی ۳۵۴ ھجری رمضان المبارک میں فوت ہوئے۔ ابو عمرو نجید نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی وفات بغداد میں ہوئی۔(۲۵۰)

(۶۷) محمد بن احمد بوقانی سندی بغدادی

حافظ امام ابو حاتم احمد بن حبان بستی کے تذکرے میں تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ ان سے حاکم، منصور بن عبداللہ خالد، ابومعاذ عبدالرحمٰن بن محمد بن رزق اللہ، ابوالحسن محمد بن احمد بن ہارون زوزنی، اور محمد بن احمد بن منصور بوقانی سندی نے روایت کی ہے۔(۲۵۱)

محمد بن احمد بوقانی سندی بغدادی چوتھی صدی ہجری کے عالم کبیر اور بڑے محدث تھے۔ شیخ ابن حبان بستی نے ۳۵۵ ہجری میں وفات پائی۔

(۶۸) محمد بن حسین بن محمد دیبلی شامی

ابوبکر محمد بن حسین بن محمد دیبلی شامی مقری تھے۔ انہوں نے محمد بن نصیر المعروف ابن حمزۃ اور جعفر بن حمدان المعروف ابن ابی داؤد صاحب ھارون اخفشی سے قرات و تجدید کی تعلیم لی، ان سے حافظ ابوالحسن علی بن عمر دار قطی اور عبدالباقی بن حسن نے سماعت کی۔(۲۵۲)

یہ چوتھی صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔ محمد بن حسین بن محمد دیبلی شامی نے شام میں درس

و تدریس اور افادہ کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رکھا۔

۳۳۹ ہجری میں وفات پائی۔(۲۵۳)

(۶۹) محمد بن عبداللہ سندی بصری

ابوالحسن محمد بن عبداللہ سندی بصری محدث تھے۔ ان سے ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بصری کلائی نے روایت کی ہے۔(۲۵۴) یہ تیسری صدی ہجری میں بصرہ میں فوت ہوئے۔

(۷۰) محمد بن عثمان جاٹ سندی بصری

جاٹ قوم کے افراد جو کہ سندھ سے گئے تھے بصرہ اور واسط کے درمیان راستوں پر قیام پذیر تھے۔ خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں بھی وہ وہیں رہتے تھے ان کا امیر محمد بن عثمان جاٹ سندی تھا۔

محمد بن عثمان معتصم باللہ کے زمانے میں ۲۱۹ ہجری میں اپنی قوم کے پیدا کردہ فتنہ اور شورش کے باعث قتل کر دیا گیا۔(۲۵۵)

(۷۱) مکحول بن عبداللہ سندی شامی

ابو عبداللہ مکحول بن عبداللہ سندی شامی یہ سندھ کے قیدیوں میں سے تھے۔ ابن عائشہ کا کہنا ہے کہ مکحول بن عبداللہ سندی قیس کی ایک عورت کے مولی تھے۔ اور وہ سندھی تھے۔(۲۵۶) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ھذیل کی ایک عورت کے مولی تھے۔(۲۵۷)

مکحول بن عبداللہ سندی نے ابوامامہ باہلی' حضرت واثلہ بن اسقع' حضرت انس بن مالک' محمود بن ربیع' عبدالرحمٰن بن غنم' ابو ادریس خولانی' ابوسلام عطور جیسے جید اکابرین سے روایت کی ہے۔ اور مکحول بن عبداللہ سندی سے ایوب بن موسیٰ' علاء بن حارث' زید بن واقد' ثور بن یزید ارطاۃ' امام اوزاعی' سعید بن عبدالعزیز اور دوسرے محدثین و علماء نے روایت کی ہے۔ ان کا گھر دمشق میں سوق الاحد نامی ایک مشہور بازار کے قریب تھا۔(۲۵۸)

ان کی زبان میں الفاظ کی ادائیگی میں عجمیت تھی اور گفتگو کرتے وقت سندھی لب و لہجہ غالب

رہتا تھا۔(۲۵۹)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے مکحول بن عبداللہ سے کہتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں علم حاصل کرنے کی غرض سے پوری زمین کا چکر کاٹا۔ مصر میں جتنا علم دین تھا میں نے حاصل کرلیا۔ شام آکر یہاں کے علم کو حاصل کیا۔ پھر عراق آیا یہاں بھی علم دین حاصل کیا۔

زھری کہتے ہیں کہ کائنات میں صرف تین عالم ہیں، مکحول ان میں سے ایک ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ شام میں مکحول سے بڑا کوئی فقیہہ نہیں۔ ابن زریر کہتے ہیں کہ میں نے مکحول سے کہتے ہوئے سنا کہ میں سعید بن عاص کے پاس قید تھا۔ انہوں نے مجھے قبیلہ ھذیل کی ایک عورت کو ھبہ کر دیا، جس نے مجھے آزاد کر دیا۔

ابن ندیم نے ذکر کیا ہے کہ:

مکحول کی کتابیں "کتاب السنن" اور "کتاب المسکل" ہیں۔(۲۶۰) ۱۱۲ ھجری میں وفات پائی۔(۲۶۱)

(۷۲) ملکہ لاڈی سندیہ زوجہ محمد بن قاسم

کہا جاتا ہے کہ ملکہ سندیہ لاڈی نے بھی راجہ داہر کی بیوہ تھی فتح سندھ کے بعد محمد بن قاسم سے شادی کرلی تھی۔

صاحب چچ نامہ ذکر کرتا ہے کہ قدیم مورخین ابو محمد ھندی سے اور وہ ابو مسعر غابی سے روایت کرتے ہیں کہ ۹۳ ہجری میں راور کے معرکہ میں راجہ داہر کی شکست اور قتل کے بعد راجہ داہر کی بیوہ ملکہ لاڈی قیدیوں کے ساتھ عرب فاتحین کے ہاتھ لگی۔ محمد بن قاسم نے اس کے اکرام کی خاطر اس کو فوراً خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا اور والی عراق حجاج بن یوسف کو خط لکھ کر اجازت طلب کی۔ حجاج نے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے اس طلب پر رائے مانگی، جب تک محمد بن قاسم نے اس کو خرید لیا تھا۔ پھر اس کو آزاد کر کے شرعی نکاح کر کے بیوی بنالیا۔(۲۶۲)

(۷۳) نصر بن سندی بغدادی

نصر بن سندی بغدادی خلیفہ منصور عباسی کے امراء و حکام میں بہت بڑے مقام و مرتبہ کا مالک تھا۔ یہ سندی بن شاھک کا بیٹا تھا۔ نصر صاحب اخبار و احادیث اور اس کا علم ابن الکلبی اور ھشیم کی احادیث و روایات تک محدود تھا۔(۲۶۳) اس کا باپ بھی خلیفہ منصور کے اہم آدمیوں میں سے ایک تھا۔ نصر بن سندی تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھا۔

(۷۴) نفیس سندی بغدادی

مصنف اور ادیب جاحظ کا ایک سندی خادم تھا۔ جس کا نام نفیس تھا۔ اس بات کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے کہ نفیس سندی نے اس اتنے بڑے عالم اور ادیب کی صحبت سے فائدہ اٹھایا یا نہیں۔ جس طرح سندھ کے دوسرے لوگوں نے استفادہ کر کے اپنا نام پیدا کیا۔(۲۶۴)

(۷۵) یحییٰ ابو معشو سندی

امام دولابی نے ان کا ذکر ان کی کنیت ابومعشو میں کیا ہے۔ ابو معشو یحییٰ سندی ابن ہاشم کے مولی تھے۔(۲۶۵) اور یہ دوسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔

موسیٰ بن یعقوب ثقفی

موسیٰ بن یعقوب بن محمد بن شیبان بن عثمان ثقفی کو سندھ میں آنے والے عرب علماء میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ وہ ایک بلند مرتبہ فقیہہ تھے وہ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شامل تھے۔

۹۲ ہجری میں محمد بن قاسم نے الور کی فتح کے بعد 'قضاء' خطابت' تعلیم' امور مذہبیہ اور تبلیغ اسلام کی ذمہ داریوں پر مامور کیا۔ ساتھ ہی لوگوں کی اصلاح کی جانب بھی مامور کیا۔ ان کے بعد ان کی اولاد ایک زمانہ تک اس منصب پر فائز رہی۔(۲۶۶)

آپ کو صدالامام الاجل' بدر الملت والدین' سیف السنتہ اور نجم الشریعہ کے باوقار القاب سے نوازا گیا۔

موسیٰ بن یعقوب ثقفی کے خاندان نے سندھ میں اسلام کی نشرو اشاعت اور دین کی ترویج و ترقی میں اہم

کردار ادا کیا۔ ساتویں صدی هجری میں یہ منصب آپ کے خاندان کے ایک فرد اسماعیل بن علی بن محمد ثقفی کے پاس تھا۔ جو کہ ۶۱۳ ہجری میں الور کے قاضی تھے اور اپنے زمانے کے جید عالموں میں سے تھے۔ علم و معرفت میں ان کے خاندان نے بہت نام پیدا کیا۔(۲۶۷)

تاریخ سندھ کا ایک قدیم ماخذ چچ نامہ جو کہ بنیادی طور پر عربی میں لکھی گئی تھی اور اس کا نام "تنھاج الدین" تھا۔ پھر اس کا نام فتح نامہ" رکھا گیا۔ پھر تحریف کر کے "چچ نامہ" رکھا گیا' یہ کتاب سندھ میں صدر اسلام کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب موسیٰ بن یعقوب ثقفی کے خاندان کے فرد کے ہاتھ سے پہلی صدی ہجری کے آخر میں مکمل ہوئی۔ غالب گمان یہی ہے کہ وہ فرد موسیٰ بن یعقوب ثقفی ہیں جو اس وقت الور کے قاضی تھے' اور انہوں نے ۹۲ ہجری سے ۹۵ ہجری تک کے فتح سندھ کے حالات قلم بند کئے۔ یہ مخطوطہ کی ہی شکل میں تھی اور انہی خاندان کے پاس محفوظ تھی کہ ایک عرب علی بن حامد بن ابی بکر کوفی نے ۶۱۳ ہجری میں اسے فارسی زبان میں منتقل کیا۔

شیبانی

شیبانی سندھ کے عرب مجاہدین اور علماء میں سے ایک تھے' اور محمد بن قاسم کی فتوحات کے زمانے میں ان کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کا نام تاریخ میں غیرمذکور ہے۔ محمد بن قاسم نے ان کو سیوستان کا قاضی اور شہر کی مرکزی جامع مسجد کا خطیب مقرر کیا۔ جو ۹۳ ہجری میں اس شہر کو فتح کرنے کے بعد بنائی گئی تھی۔

جب عمر بن عبدالعزیز اموی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس عالم جلیل کو قاضی اور خطیب کے منصب کے ساتھ ساتھ امور دینیہ' تعلیمات اور تبلیغات اسلامی کا نگران مقرر کر دیا۔ انہوں نے اپنے مواعظ حسنہ سے دعوت اسلام کا کام شروع کیا ان کے حسن عمل و کردار اور دعوت اسلام کے نتیجہ میں سندھ کے بہت سے امراء اور راجے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

شیبانی کے خاندان کے افراد پہلی صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری میں اس منصب پر فائز رہے۔ جب ابن بطوطہ نے سیوستان شہر کی سیر کی تو وہ قاضی شیبانی سے بھی ملے۔

اس ملاقات میں ابن بطوطہ نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اموی کا خط بھی دیکھا جو انہوں نے شیبانی کو بھیجا تھا

اور خود اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا۔(۲۶۸)

اس میں شک نہیں کہ شیبانی اور ان کے خاندان نے سندھ میں اسلام کی بہت خدمت کی۔

عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی

عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالملک' یہ ہاشمی و قریشی ہیں۔ ان کی والدہ حسان بن محمد بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بھتی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عباس نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کندی جنھوں نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا تھا'عبدالرحمٰن بن عباس ان کے بڑے سرکردہ قائدین میں سے تھے۔

عبدالرحمٰن بن عباس اور ان کے فرزند فضل بن عبدالرحمٰن اپنے علم و کمال تقویٰ اور اصابت رائے کی وجہ سے بڑے صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ خلافت صرف بنی ہاشم کے باصلاحیت افراد میں ہی ہونی چاہئے۔ ابن اشعث کی ہزیمت کے بعد ان کے ساتھی اور سپاہی منتشر ہوگئے تھے'مگر شکست خوردہ فوج کی ایک بڑی تعداد نے عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی کے ہاتھ پر بیعت کرلی' اور ان کی قیادت کو قبول کرلیا۔

عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی نے مختلف معرکوں میں حصہ لیا ابن اشعث کی شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن عباس نے ان کی جگہ سنبھال کر تین دن تک حجاج کی فوج سے مقابلہ کیا۔ مگر شکست ہوئی' پھر فارس چلے گئے۔ اس کے بعد سندھ آگئے اور سندھ ہی میں وفات پائی۔(۲۶۹)

عبداللہ اشتر علوی

یہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں اور عبداللہ اشتر کے نام سے معروف ہیں۔

انہیں ایک سیاسی شخصیت کے طور پر بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں خروج کے وقت اپنے لڑکے عبداللہ الاشتر کو بصرہ روانہ کیا۔ جہاں سے انہوں نے گھوڑے خریدے' تاکہ ان کی تجارت کے بہانے سے سندھ میں عمر بن صفعی کے پاس پہنچ سکیں۔ عمر بن حفص نے پہلے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ہاتھ پر بیعت کرکے اموی خلافت کے خلاف منصوبہ بنایا تھا اور وہ علویوں کا حامی و طرفدار تھا۔ اس لئے عبداللہ الاشتر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کے پاس سندھ آئے۔ عبداللہ الاشتر بحری راستے سے سندھ میں وارد ہوئے۔ جب

عبداللہ اپنے ساتھیوں اور گھوڑوں کے ہمراہ عمر بن حفص کے پاس سندھ پہنچے تو اس نے گھوڑے طلب کئے ان کی جماعت کے ایک فرد نے کہا کہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جو گھوڑے سے بہتر ہے اور اس میں دین و دنیا کی بھلائی اور فلاح ہے۔

اس لئے تم پہلے ہمیں امان دو' اس کے بعد ہماری دعوت قبول کرو۔ بصورت دیگر ہم تمہارے ملک سے واپس چلے جائیں گے۔ عمر بن حفص نے عبداللہ الاشتر اور ان کے آدمیوں کو امان دی اور جب اس کو معلوم ہوا کہ عبداللہ الاشتر کو ان کے والد نے میرے پاس بھیجا ہے اور مدینہ میں اپنی حکومت قائم کرلی ہے تو ان کو اور ان کے ساتھ آنے والے افراد کو اپنے ہاں رکھ کر بیعت کرلی اور عبداللہ الاشتر کو پانے ہاں پناہ دے کر منصورہ کے صاحب عزو شرف افراد اور فوجی امراء اور اپنے اہل خاندان کو ان کی بیعت کی دعوت دی۔ مگر اتفاق سے جس دن بیعت ہونا تھی اسی دن ایک جہاز منصورہ سے عراق پہنچا۔ جس میں عمر بن صفی نے قاصد کے ذریعہ یہ اطلاع بھجوائی کہ محمد بن عبداللہ بن حسن مدینہ میں قتل کردئے گئے ہیں۔

عمر بن حفص نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ سندھ میں ایک بڑا راجہ ہے۔ اور اپنی وسیع و عریض شان و شوکت کے باوجود وہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا عقیدت مند ہے اور وفادار بھی ہے۔ میں اپنے اعتماد کا ایک فرد اس کے پاس بھیج کر اور تعارف کرواکر آپ کو اس کے پاس بھجوا دوں گا۔ غرضیکہ عمر بن حفص نے آپ کو اس راجہ کے پاس بھیج دیا' جب عبداللہ الاشتر وہاں پہنچے تو اس راجہ نے آپ کی بڑی تعظیم کی۔ کچھ عرصہ بعد لوگ عبداللہ الاشتر کے پاس جمع ہونے لگے۔ حتیٰ کہ چار سو اہل دانش حضرات ان کے پاس جمع ہوگئے۔

عمر بن حفص کو عبداللہ الاشتر کو پناہ دینے کے جرم میں مار دیا گیا۔ اور سندھ کی امارت پر ھشام بن عمرو تغلبی کو سونپی گئی۔

ھشام بن عمرو تغلبی کے عہد امارت میں سندھ میں ایک جگہ بغاوت ہوئی' اس کو فرو کرنے کے لئے ہشام نے اپنے بھائی سفیح بن عمرو تغلبی کی فوج دے کر روانہ کیا۔ وہ ایسے راستے سے گزرا جو عبداللہ الاشتر کو پناہ دینے والے راجہ سے قریب تھا۔ اسے ایک طرف گردو غبار اٹھتا دکھائی دیا۔ وہ یہ سمجھا کہ دشمن کی فوج مقابلے کے لئے آرہی ہے مجمع سامنے آیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ الاشتر دریائے سندھ کے کنارے سیرو تفریح کے لئے

نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سفیح ان کی جانب بڑھا تو ان کے خیرخواہوں اور مریدین نے کہا کہ یہ ابن رسول ہیں ان سے تمہارے بھائی ہشام نے بھی قصداً" درگزر سے کام لیا ہے۔ یہ سن کر سفیح نے کہا کہ میں ان کی گرفتاری سے باز نہیں رہ سکتا کیونکہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس کی گرفتاری یا قتل کا حکم ابوجعفر منصور نے دیا ہو۔

اس وقت عبداللہ الاشتر کے ساتھ دس افراد تھے۔ سفیح ان کو گرفتار کرنے کے لئے آگے بڑھا تو عبداللہ الاشتر اور ان کے ساتھیوں نے جنگ شروع کر دی جس کے نتیجہ میں عبداللہ اور ان کے ساتھی قتل کر دئے گئے۔ عبداللہ الاشتر مقتولین کے درمیان گر گئے اس لئے ان کا پتہ نہ چل سکا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے ساتھیوں نے ان کو دریائے سندھ میں ڈال دیا۔ تاکہ ان کا سر ابوجعفر منصور کے پاس نہ لے جایا جاسکے۔(۲۷۰)

محمد بن ابی الشوارب

محمد بن ابی الشواب کو اپنے دور کے کبار علماء میں سے گردانا جاتا ہے۔ وہ خلیفہ کے حکم سے ۲۸۳ ہجری میں سندھ میں آئے اور منصورہ میں قضاء کا منصب سنبھالا۔ جو کہ عہد عرب میں سندھ کا دارالخلافہ تھا اور یہ منصب درحقیقت حاکم یا والی کے نائب کا منصب تھا۔ اس لئے بھی عوام و خواص میں بے حد احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

محمد بن ابی الشوارب عراق بھر عام طور پر اور بغداد میں خاص طور پر نہایت عزت و احترام کے مالک تھے' پھر سندھ میں آنے کے بعد ان کے وقار کا وہی عالم رہا جو عراق میں تھا۔ عباسی والیان اور ان کے خاندان کے افراد ان کی صحبت سے استفادہ کرتے تھے۔

محمد بن ابی الشوارب کے خاندان کے افراد ۳۰۳ ہجری تک اس منصب پر فائز رہے۔ جہاں تک کہ جب مشہور مؤرخ مسعودی منصورہ آیا تو وہ قاضی محمد بن ابی الشوارب کے خاندان کے افراد سے ملا۔

محمد بن ابی الشوارب کے خاندان اور حاکم منصورہ نے باہمی تعاون سے سندھ میں اسلام اور اسلامی علوم و افکار کی نشرو اشاعت کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔(۲۷۱)

کیونکہ قضاء کے عہدے کے ساتھ اسلام کی ترویج و اشاعت کی ذمہ دریاں بھی صاحب قضاء کو دی جاتی

تھیں۔

محمد بن ابی الشوارب چند ماہ بعد انتقال کر گئے اور قضاء کی خدمت زیادہ عرصہ سرانجام نہ دے سکے اور سندھ ہی میں وفات پائی۔(۲۷۲)

ان کے بعد آل ابی الشوارب کے ذی علم افراد اس منصب پر فائز ہوتے رہے۔

منصور بن حاتم

منصور بن حاتم نحوی عراق کے علماء میں سے ایک تھے اور یہ تیسری صدی ہجری میں سندھ میں وارد ہوئے۔ یہ آل خالد بن اسیر کے موالی تھے۔(۲۷۳)

بلاذری نے فتح سندھ کے حوالے سے لکھا ہے کہ منصور بن حاتم نحوی فتح دیبل کے وقت محمد بن قاسم کے ساتھ تھے اور دیبل کے مرکزی معبد خانے پر حملہ کے وقت بھی موجود تھے۔(۲۷۴)

منصور بن حاتم نحوی نے بلاد سندھ میں اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے سندھ میں عربی زبان کی تدریس کے مراکز قائم کئے۔

منصور بن حاتم نحوی سندھ بھر میں گھومتے علماء اور اکابرین سے ملاقاتیں کرتے اور اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرتے تھے۔

منصورہ کا ایک عالم اور شاعر

سندھ کے دارالخلافہ منصورہ میں ایک جلیل القدر عالم اور بہت بڑا شاعر تھا وہ منصورہ ہی میں پلا بڑھا اسی لئے وہ عربی کی طرح سندھی زبان پر بھی کمال مہارت رکھتا تھا۔ لیکن افسوس کہ تاریخ کی کتب میں اس کا نام نہیں ہے۔

۲۷۰ ھجری میں الور کے سندھی حاکم نے والی منصورہ عبداللہ بن عمر ھباری کو لکھا کہ وہ اسلامی تعلیمات کے متعلق بنیادی چیزیں لکھ کر بھیج دے، کیونکہ اسکو ان کے بارے میں دل چسپی ہے۔

عبداللہ بن منصور ھباری نے اس عالم کو بلوایا اور کہا کہ وہ کچھ لکھدے۔ اس عالم نے ایک منظوم طویل

قصیدہ سندھی زبان میں لکھ کر بھیجا اور ساتھ ہی اسلامی تعلیمات و عقائد کے بارے میں بھی لکھدیا۔

جب یہ چیزیں الور کے سندھی حاکم کے پاس پہنچیں تو اس نے سندھی زبان کی اس فصاحت و بلاغت پر بہت تعجب کا اظہار کیا اور اسلامی تعلیمات میں بھی کافی دل چسپی لی۔ پھر اس نے ان عالم کو بنفس نفیس اپنے پاس بلایا۔ یہ عالم اس کے پاس گئے اور سندھی زبان میں الور کے حاکم کو قرآن کریم کی تعلیمات اور اسلامی عقائد کے بارے میں بتایا' حاکم الور نے ان عالم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ پھر اس نامعلوم عالم نے تین سال میں سندھی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر و ترجمہ کیا۔

سندھ و ھند میں قرآن پاک کا یہ پہلا ترجمہ و تفسیر تھا۔(۲۷۵)

احمد بن محمد منصوری

ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی یہ عہد عرب میں بغداد سے منصورہ آئے۔ سندھ میں انہوں نے اپنے آزاد کردہ ایک غلام سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر منصورہ سے بغداد آئے اور یہاں آکر قرآن و حدیث کے علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ احمد بن محمد منصوری داؤد ظاہری کے مسلک پر تھے۔ اور ان کی کتابوں میں کتاب **المصباح**' کتاب الھادی' اور کتاب النسیر ہیں۔(۲۷۶) جو کہ **مذھبات** پر ہیں۔

مقدسی نے ۳۷۵ ہجری میں منصورہ میں ان سے ملاقات کی تھی' جہاں وہ قاضی اور داؤد ظاہری مسلک کے امام تھے۔ اور مقدسی نے ان کی تصانیف اور درس و تدریس کے حلقہ کا بھی ذکر کیا ہے۔(۲۷۷) **سمعانی** کہتے ہیں کہ میں دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے عالم دیکھے ہیں ان میں منصوری سے بڑا ظریف عالم نہیں دیکھا۔(۲۷۸)

فہرست ماخذ مقدمہ و خلاصہ

١ The Pre Muslim Antiquities of Sindh (by Professor Dr. J. E. Lohuizen.) University of Amesterdam, Neitherlands. Wr. to Sindhological Studies, 1979.

٢ تاریخ پاکستان و ہند، جلد اول، ص ٢٨ از سید عبدالقادر۔

٣ تاریخ اسلام، محمود الحسن صدیقی، ص ٩٧

٤ تاریخ سندھ از ڈاکٹر اعجاز الحق قدوسی جلد اول ص ٦٤

٥ تاریخ ہند و پاکستان از ریاض الاسلام، ص ١٧۔ ١٨۔

٦ از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ماہنامہ الولی جنوری، فروری ١٩٧٦ء

٧ سرزمین سندھ میں علم حدیث (قلمی نسخہ) ص ١

٨ تاریخ فرشتہ جلد دوم ص ٨٨٥

٩ تحفۃ الکرام، جلد سوم، ص ٢٥٣

تذکرہ صوفیائے سندھ، ص ٣٣ تا ٣٦

١٠ تاریخ سندھ از اعجاز الحق قدوسی جلد اول، ص ٣١٠

١١ امام ابوالحسن کبیر سندھی از مولانا محمد عبدالرشید نعمانی، مطبوعہ الولی حیدر آباد اکتوبر نومبر ١٩٧٦ء

١٢ "سندھ میں حدیث جا امام اور ممتاز عالم" از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ماہنامہ نئی زندگی (سندھی) کراچی شمارہ اپریل، مئی ١٩٧٥ء۔

١٣ کتاب الانساب للسمعانی، ص ٣١٤

تاریخ الخطیب البغدادی ج ص ٣٤٢

تہذیب التہذیب، ج ۹، ص ۴۷۔ ۸۸، بحوالہ سرزمین سندھ میں علم حدیث ص ۲، ۳

۱۴ تاریخ سندھ، ابو ظفر ندوی۔

۱۵ تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۱۶۰

تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۳۸ بحوالہ سرزمین سندھ میں علم حدیث، ص ۲

۱۶ سرزمین سندھ میں علم حدیث (قلمی) از مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی ص ۵۔

۱۷ الکامل، ج ۷ ص ۳۳۴

احسن التقاسیم ص ۴۸۱ بحوالہ سرزمین سندھ میں علم حدیث، ص ۵

۱۸ الکامل، ج ۷ ص ۳۳۴

احسن التقاسیم ص ۴۸۱ بحوالہ سرزمین سندھ میں علم حدیث، ص ۵

۱۹ مقدمہ فتح نامہ سندھ، ص ۱

مقالات اختر ص ۴۔

۲۰ اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۷۸

۲۱ عمر خیام از احمد بن حامد صراف ص ۵

۲۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۱۳۶، طبقات الحفاظ از ذہبی ج ۱ ص ۲۱۶

۲۳ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۸، حماسہ از ابی تمام ج ۱ ص ۳۰

۲۴ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۱ ص ۳۴۱

۲۵ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۱ ص ۳۵۲

اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۷۸

۲۶ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۱ ص ۳۵۲

۲۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۱ ص ۳۵۴

۲۸ اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۷۸

۲۹ ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ از ڈاکٹر روبینہ ترین ص ۸۰
۳۰ سندھی ادب و ثقافت کے ارتقاء میں صوفیاء کرام کا کردار از ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی (مقالہ) ص ۳۸-۳۷

ادبی تناظر (سندھی ادب و ثقافت پر مقالات ، مرتب خالد اقبال یاسر

۳۱ سندھ کے لوک گیت' از آغا تاج محمد ص ۲۷ مطبوعہ ماہنامہ ماہ نو شمار مئی ۱۹۴۹ء
۳۲ مروج الذہب از مسعودی ج ۳ ص ۱۳۸
۳۳ کتاب الاغانی از ج ۴ ص ۴۷
۳۴ چچ نامہ از ص ۱۲۶' ۱۰۸
۳۵ مروج الذہب از مسعودی ج ۱ ص ۳۷۸
۳۶ صورۃ الارض از ابن حوقل ص ۲۲۶
۳۷ سندھ کی ادبی تاریخ از محمد صدیق میمن ص ۳
۳۸ بیاض ہاشمی (قلمی) از مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ج ۴ ص ۲ بحوالہ جوامع الجوامع از سیوطی
۳۹ بیاض ہاشمی (قلمی) از مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ج ۴ ص ۸۲ بحوالہ جوامع الجوامع از سیوطی
۴۰ تاریخ القرآن از عبداللطیف رحمانی ص ۱۲۱
۴۱ الملل و النحل از ابن حزم ج ۲ ص ۸۰' ۷۹
۴۲ چچ نامہ از قا ص ۱۰۲
۴۳ کتاب المعارف از ابو عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری ص ۹۵
۴۴ کتاب المعارف از ابو عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری ص ۷۵
۴۵ زید شہید از عبدالرزاق نجفی ص ۵
۴۶ الاولتہ العلمیہ علی جواز معانی القرآن الی اللغتہ الاجنبیہ از محمد فرید وجدی ص ۸۵
۴۷ ہندوستان عربوں کی نظر میں از ص ۱۹۵' ۱۹۳

عرب و ہند کے تعلقات از ص ۱ طلا ۳۳۰

۴۸ ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ از ڈاکٹر روبینہ ترین ص ۸۵

۴۹ چچ نامہ فارسی از ص ۷۸

۵۰ چچ نامہ فارسی از ص ۷۹

۵۱ چچ نامہ فارسی از ص ۷۹

۵۲ عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۲۴

۵۳ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۳۷

The Preaching of Islam By Arnold P.137

۵۴ The Preaching of Islam By Arnold P.137

۵۵ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی ص ۴۸

۵۶ رجال السند والہند از قاضی اطہر مبارکپوری ص

۵۷ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۲

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۲۸۲

۵۸ تجرید از الذھبی ج ۲ ص ۱۷۵

۵۹ تجرید از الذھبی ج ۱ ص ۲۷۳

۶۰ تقریب التھذیب از ابن حجر عقلانی ص ۳۹۹

۶۱ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۳، ۴۴۱

۶۲ تقریب التھذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۱۰ ص ۳۲۲

۶۳ میزان الاعتدال از ذھبی ج ۱ ص ۹۷

تقریب التھذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۲۶۱

۶۴ الانساب از سمعانی ج ۱ ص ۵۹۳

۶۵ نزھتہ الخواطر از عبدالحئی حسنی ج ا ص ۲۲

۶۶ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۰

۶۷ تقریب التھذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۸ ص ۱۰۵

۶۸ فتوح البلدان از بلاذری ص ۳۶۹

تاریخ الامم و الملوک از ابن خلدون ج ۳ ص ۲۰۰

تقریب التھذیب از ابن حجر عسقلانی ص ۷۷

طبقات از ابن سعد ج ۷ ص ۳۶

۶۹ تقریب التھذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۳ ص ۴۸' د ۲۴

۷۰ مقدمات الفتح از ابن حجر عسقلانی ج ا ص ۴

۷۱ Dynastic History of Northern India By H.C.Rey Vol 1, P.11-13

۷۲ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۲

۷۳ احسن التقاسیم فی معرفتہ الا قالیم از مقدسی ص ۴۷۴

۷۴ الا نساب از سمعانی ص ۳۴۷

۷۵ میزان الاعتدال از ذھبی ج ا ص ۲۷۲

۷۶ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۳۳

۷۷ معجم البلدان از یاقوت الحموی ج ۲ ص ۶۳۸

۷۸ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۴

۷۹ احسن التقاسیم فی معرفتہ الا قالیم از مقدسی ص ۴۷۹

۸۰ احسن التقاسیم فی معرفتہ الا قالیم از مقدسی ص ۴۷۹

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۷ ص ۳۳۴

۸۱ الانساب از سمعانی ص ۴۷۲

۸۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۸

۸۳ احسن التقاسیم فی معرفتہ الا قالیم از ص ۴۸۱

۸۴ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۵ ص ۱۵۱

۸۵ ترتیب المدارک از قاضی عیاض ج ۲ ص ۵۵۱

۸۶ ترتیب المدارک از قاضی عیاض ج ۳ ص ۱۳۰

۸۷ طبقات الحنابلہ از سبکی ج ۲ ص ۱۳۶

۸۸ طبقات الحنابلہ از سبکی ج ۲ ص ۱۰۲

۸۹ ۱۸۳ احسن التقاسیم فی معرفتہ الا قالیم از بشاری مقدس ص ۴۸۱

۹۰ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۵ ص ۱۵۱

۹۱ تہذیب التہذیب از ج ۱ ص ۲۷۵

۹۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۴۰

۹۳ ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں از سید سلیمان ندوی ص ۱۱۱

۹۴ کتاب الہند از البیرونی ص ۹۴

۹۵ رسائل اخوان الصفا ص ۱۶

۹۶ Studies In Islamic Culture In The Indian Environment

\## By Aziz Ahmad P.108

۹۷ Encyclopaedia of Britanica Vol 19 P.867

۹۸ مفاتیح العلوم از محمد بن احمد الخوارزمی ص ۱۹۳

۹۹ عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۱۷۷

۱۰۰ طبقات الامم از صاعد اندلسی ص ۴۹

اخبار الحکمۃ از قفطی ص ۱۷۸

مروج الذھب از مسعودی ج ۱ ص ۱۳۸، طبقات الامم از صاعد اندلسی ص ۹۳

۱۰۱ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۹۳

۱۰۲ عرب و ھند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۱۳۷

۱۰۳ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی جلد ۱ ص ۹۳

۱۰۴ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ابن ابیصعہ ج ۲ ص ۳۳

۱۰۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۳۸

۱۰۶ مختصر الاول از ابن فرح الملطی ص ۱۹۲

۱۰۷ تاریخ الاسلام از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن ج ۲ ص ۳۵۳

۱۰۸ تاریخ طبری از طبری ج ۹ ص ۲۹۲

۱۰۹ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ابن ابیصعہ ج ۲ ص ۳۱

الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۱

۱۱۰ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۴۵

۱۱۱ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۱۱۲ مروج الذھب از مسعودی ج ۲ ص ۳۶۶

۱۱۳ مروج الذھب از مسعودی ج ۲ ص ۳۶۴، ۳۶۶

۱۱۴ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۳

۱۱۵ الفہرست از ابن ندیم ص

تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۱۱۶ تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۱۱۷ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۳

تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۱۱۸ تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ا ص ۱۰۵

۱۱۹ تاریخ الاسلام از دکتور احسن ابراہیم حسن ج ۲ ص ۳۵۸

۱۲۰ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۳

۱۲۱ تاریخ مسعودی از مسعودی ج ا ص ۱۶۲

۱۲۲ مفاتیح العلوم از محمد خوارزمی ص ۱۷۶

۱۲۳ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۵۳

۱۲۴ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۵۳' ۳۵۹

۱۲۵ تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ا ص ۸۰۶

۱۲۶ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۵

۱۲۷ البیان و التبیین از جاحظ ج ۲ ص ۳۳

۱۲۸ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۲

۱۲۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۲

۱۳۰ تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ا ص ۹۷

۱۳۱ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۳

۱۳۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۴

۱۳۳ ھندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں از سید سلیمان ندوی ص ۱۳۴

۱۳۴ برصغیر پاک و ھند کی ملت اسلامیہ از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ص ۳۵

۱۳۵ اسلامی ھند کی عظمت رفتہ از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۶' ۱۵

۱۳۶ اسلامی ھند کی عظمت رفتہ از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۶

۱۳۷ کتاب الذخائر و التحف از قاضی رشید بن ربیر ص ۱۲۶

۱۳۸ الفہرست از ابن ندیم ص ۱۵۰

۱۳۹ اسلامی ہند کی عظمت رفتہ از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۸

۱۴۰ تاریخ طبری از طبری ج ۳ ص ۱۳۳۶، ۱۳۸۱

۱۴۱ التنبیہ والا شراف از مسعودی ص ۳۴۹

۱۴۲ کتاب الحوان از جاحظ ج ۵ ص ۳۹۳

۱۴۳ البیان و التبیین از جاحظ ج ۱ ص ۲۶۶

۱۴۴ کتاب البخلا از جاحظ ص ۲۸۹

۱۴۵ الملل و النحل از شہرستانی ج ۲ ص ۳۷

۱۴۶ تاریخ طبری از طبری ج ۹ ص ۳۰۵

۱۴۷ معجم المصنفین از محمود احسن ٹونکی ج ۳ ص ۳۰

۱۴۸ حلیہ الاولیاء از ابو نعیم اصفہانی ج ۵ ص ۱۶۷

۱۴۹ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۳۴۰، ۳۳۹

۱۵۰ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی

۱۵۱ رجال السند و الہند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۲۷۰

۱۵۲ تاریخ طبری از طبری ج ۹ ص ۳۰۵

۱۵۳ صفتہ الصفوۃ از امام جوزی ج ۴ ص ۵۲

۱۵۴ غایتہ النہایہ فی طبقات القراء از امام جوزی ج ۲ ص ۱۹۰

۱۵۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۲۳، معجم المصنفین از محمود حسن ٹونکی

۱۵۶ تذکرۃ الحفاظ از ذہبی ج ۱ ص ۱۰۸

۱۵۷ الانساب از سمعانی ص ۳۱۳

۱۵۸ تاریخ الصغیر از امام بخاری

۱۵۹ تذکرۃ الحفاظ از ذہبی ج ۱ ص ۲۱۶

۱۶۰ تاریخ بغداد از ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۳۳

۱۶۱ الانساب از سمعانی ج ۴ ص ۸۰، ۷۹، تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۴ ص ۱۸۷

۱۶۲ کتاب اللباب فی تہذیب الانساب از ابن اثیر جزری ج ۱ ص ۲۱۲

۱۶۳ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب از ابن عماد اندلسی

۱۶۴ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۹ ص ۲۳۴

۱۶۵ الانساب از سمعانی ص ۳۱۴

۱۶۶ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۴ ص ۳۵۴

۱۶۷ رجال السند والہند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۳۹

۱۶۸ طبقات الشافعیہ الکبریٰ از سبکی ج ۲ ص ۱۰۲

۱۶۹ تاریخ جرجان از ابو القاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی ص ۲۸۷

تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۵۷۸

۱۷۰ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۳ ص ۹۹۹

۱۷۱ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۲ ص ۱۳۹

۱۷۲ غایۃ النہایہ فی طبقات القراء از ابن جزری ج ۱ ص ۱۳۱

۱۷۳ میزان الاعتدال از ذھبی ج ۱ ص ۸۲

۱۷۴ تاریخ طبری از طبری ج ۳ ص ۱۲۲۶

۱۷۵ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۹

۱۷۶ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۲ ص ۴۸۱

۱۷۷ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۱۳ ص ۴۶۲

۱۷۸ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۲۷۲

۱۷۹ طبقات الشافعیہ از سبکی ج ۳ ص ۲۹۰

۱۸۰ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۹

۱۸۱ تذکرۃ الحفاظ از ذہبی ج ۲ ص ۴۸۱

۱۸۲ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۹

۱۸۳ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۹

۱۸۴ تذکرۃ الحفاظ از ذہبی ج ۲ ص ۴۸۱

۱۸۵ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰

۱۸۶ تاریخ بغداد از خطیب بغداد ج ۸ ص ۳۳۳

۱۸۷ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۳۶۴

۱۸۸ رجال السند و الہند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۹۵

۱۸۹ معجم المصنفین از محمود احسن ٹونکی ج ۳ ص ۳۰

۱۹۰ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۹۶

۱۹۱ معجم البلدان از یاقوت حموی

۱۹۲ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۲ ص ۴۰۵

۱۹۳ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۲۱۵

۱۹۴ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۳۲

السیبہ والہ شراف از مسعودی ص ۳۵۵

۱۹۵ کتاب المنمق ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی ص ۵۰۵

۱۹۶ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۲۱۴

۱۹۷ عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۲۹

۱۹۸ مناقب امام احمد بن حنبل از ابن جوزی ص ۹۴، ۹۷

طبقات الحنابلہ از ابو یعلی موصلی ج ۱ ص ۱۷۱

۱۹۹ رجال السند والھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۷۹

۲۰۰ تاریخ طبری از طبری ج ۱۱ ص ۲۰

۲۰۱ مناقب امام احمد بن حنبل از ابن جوزی ص ۹۶

۲۰۲ نزھت الخواطر از عبدالحئی لکھنوی ج ۱ ص ۶۷

الانساب المتفقہ از ابو الفضل محمد بن طاہر ابن قیسرانی ص ۱۵۴

۲۰۳ مناقب امام احمد احمد بن حنبل از ابن جوزی ص ۲۷

۲۰۴ کتاب الوزراء و الکتاب از جہشیاری ص ۲۳۷

۲۰۵ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۲۵۷

۲۰۶ تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۷ ص ۱۷۱

۲۰۷ الانساب از سمعانی ص ۳۱۴

۲۰۸ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۴ ص ۱۷۸

۲۰۹ رجال السند و الھند قاضی اطہر مبارکپوری ص ۷۶

۲۱۰ رجال السند و الھند قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۳۸

۲۱۱ الانساب از سمعانی

۲۱۲ طبقات الاطباء از ابن صیبعہ ج ۱ ص ۳۰۷

۲۱۳ تاریخ ابن عساکر از ابن عساکر ج ۶ ص ۳۲۴

۲۱۴ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۳۴۰

۲۱۵ رسائل جاحظ از جاحظ ج ۲ ص ۲۴۱

۲۱۶ رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۱۵

ضحی الاسلام از امین مصری ج ۱ ص ۸۵

کتاب الدغان از ابوالفرج اصفہانی ج ۴ ص ۱۷۷

۲۱۷ طبقات النحویین و اللغویین از زبیدی ص ۲۳۶

۲۱۸ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۱۰ ص ۱۲۶

۲۱۹ رجال السند و لهند از قاضی الهند مبارکپوری ص ۱۶۵

۲۲۰ جامع بیان العلم از امام ابن عبدالبرج ۲ ص ۲۳

۲۲۱ تاریخ طبری از طبری ج ۳ ص ۷۱۳

۲۲۳ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۱۲۹

۲۲۴ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۴۸۳

میزان الاعتدال از ذھبی ج ۲ ص ۳۹۷

۲۲۵ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۱۶۸

۲۲۶ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۱۶۹

۲۲۷ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۱۶۸

۲۲۸ اتحاف ذوی العنایہ از شیخ محمد عربی غروزی ص ۶۸، ۶۷

۲۲۹ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۹۱

۲۳۰ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۲ ص ۴۰۵

۲۳۱ مروج الذھب از مسعودی ج ۲ ص ۱۹۲

۲۳۲ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۲۱۲

رجال السند و الهند قاضی اطہر مبارک پوری ص ۱۶۷

۲۳۳ کتاب الحیوان از ج ۳ ص ۵۰۷

۲۳۴ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۳ ص ۳۴

۲۳۵ طبقات الشافعیہ الکبری از سبکی ج ۳ ص ۲۹۱، ۲۹۰

۲۳۶ معجم المصنفین از محمود احسن ٹونکی ج ۳ ص ۳۰

۲۳۷ کتاب الکنی والاسماء از دولابی ص ۱۲۰

۲۳۸ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۴۸۲

۲۳۹ شذرات الذہب از ابن العماد حنبلی ج ۱ ص ۲۰۱

۲۴۰ الفرق بین الفرق از عبدالقادر بغدادی ص ۷۲

۲۴۱ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۶۳۲

۲۴۲ الانساب از سمعانی ج ۷ ص ۳۱۴

معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۵ ص ۱۵۱

۲۴۳ الانساب از سمعانی ج ۷ ص ۳۱۴

نزھۃ الخواطر از عبدالحئی لکھنوی ج ۱ ص ۶۹

۲۴۴ البیان والتبیین از جاحظ ج ۱ ص ۲۶۶

۲۴۵ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۱۲ ص ۳۲۲

میزان الاعتدال از ذہبی ج ۲ ص ۳۲۹

کتاب الحیوان از جاحظ ج ۶ ص ۴۴۰

طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۱ ص ۳۰۷

رجال السند والھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۲۷۰

۲۴۶ شذرات الذہب از ابن عماد حنبلی ج ۲ ص ۲۹۵

۲۴۷ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰

۲۴۸ تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۶ ص ۲۳۸

شذرات الذہب از ابن حماد حنبلی ج ۱ ص ۳۴۱

۲۴۹ تاریخ طبری از ابن جریر طبری ج ۱ ص ۱۴

تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۳ ص ۳۲۶

تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۶ ص ۱۵۰

۲۵۰ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰

۲۵۱ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰

۲۵۲ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۳ ص ۹۲۱

۲۵۳ السھایہ فی طبقات القراء از ابن جزری ج ۲ ص ۱۳۳

۲۵۴ رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۲۱۶

۲۵۵ تاریخ الصغیر از امام بخاری ص ۱۷۶

۲۵۶ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۷ ص ۲۶۹

۲۵۷ طبقات الامم از ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی ص ۴۹

اخبار الحکماء از وزیر جمال الدین یوسف قفطی ص ۱۷۸

۲۵۸ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۴۵۲

وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۴ ص ۳۶۸

۲۵۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۸

وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۴ ص ۳۶۸

۲۶۰ تذکرہ الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۱۰۷

۲۶۱ وفیان الاعیان از ابن خلکان ج ۴ ص ۳۶۸

۲۶۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۸

۲۶۳ چچ نامہ از مل بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۸۰

۲۶۴ کشف الظنون ج ۱ ص ۴۷

کتاب الکنی و الاسماء از دولابی ص ۱۲۰

۲۶۵ کتاب الحیوان از جاحظ ج ۶ ص ۴۴۰

۲۶۶ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۳۵

۲۶۷ نزھتہ الخواطر از عبدالحیٔ ج ۱ ص ۴۴

۲۶۸ تحفتہ النظار فی غرائب الامصار از ابن بطوطہ ج ۲ ص ۴

۲۶۹ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۳۰۸

نزھتہ الخواطر از عبدالحیٔ لکھنوی ج ۱ ص ۹

الامامہ والسیاستہ از ابن قتیبہ ص ۳۸

جمہرۃ انساب العرب از ابن حزم ص ۷۱

۲۷۰ التاریخ الکامل از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۱

۲۷۱ مروج الذھب از مسعودی ج ۱ ص ۳۷۷

۲۷۲ التاریخ الکامل از ابن اثیر ج ۵ ص ۳۳۴

۲۷۳ نزھتہ الخواطر از عبدالحیٔ لکھنوی ج ۱ ص ۶۰

۲۷۴ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۶

۲۷۵ عجائب الھند از بزرگ بن شہریار ص ۳

تاریخ سندھ از ابو ظفر ندوی ص ۳۵۷

۲۷۶ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۶

۲۷۷ احسن التقاسیم فی معرفتہ اقالیم از مقدسی ص ۴۸۱

۲۷۸ کتاب انساب از سمعانی ص ۵۴۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب اول

سندھ کے جغرافیائی و طبعی اور ثقافتی حالات

تحقیقی جائزہ

باب اول

سندھ کے جغرافیائی، طبعی و ثقافتی حالات

- ☆ سندھ کی وجہ تسمیہ
- ☆ دریائے سندھ کے نام
- ☆ سندھ کے طبعی حالات
- ☆ موسم (موسم سرما، موسم گرما، برسات کا موسم، موسم خزاں)
- ☆ جغرافیہ قدیم سندھ
- ☆ پہاڑی سلسلے
- ☆ صحرا
- ☆ میدانی علاقے
- ☆ دریاء، نہریں
- ☆ دریائے سندھ کی طغیانی
- ☆ سندھ کے مناظر
- ☆ سندھ کی سیاسی اور جغرافیائی تنظیم
- ☆ کچھ کے علاقے

☆ سیاسی تقسیم

☆ سندھ کے اقوام و قبائل

☆ دراوڑی

☆ آریائی

☆ سفید ھن

☆ قدیم سندھ کے شہروں کے ناموں کی تحقیق و تعین

☆ جنگ قادسیہ

باب اول

سندھ کے جغرافیائی و طبعی اور ثقافتی حالات

قدیم زمانے میں جغرافیائی طور پر اس خطے (برصغیر) کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس کا بڑا حصہ جس کو ہند کا نام دیا گیا اور چھوٹا حصہ جس کو سندھ کے نام سے موسوم کیا گیا لیکن قدیم زمانے میں سندھ کا اطلاق جس خطے اور علاقے پر ہوتا تھا وہ بہت لمبا چوڑا اور وسیع و عریض علاقہ تھا۔(۱)

اسلام کی آمد سے قبل راجہ داہر کی حکومت کے زمانے میں جس ملک کو سندھ کے نام سے موسوم کرتے تھے وہ مغرب کی سمت میں مکران تک، جنوب میں بحیرہ عرب اور گجرات تک، مشرق میں مالوہ کے وسط اور راجپوتانہ تک اور شمال میں ملتان سے گزر کر جنوبی پنجاب کے اندر تک وسیع و عریض تھا۔ اور مؤرخین اسی سارے علاقے کو سندھ کہتے تھے۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

شمال میں دریائے جہلم کا منبع، جس میں کشمیر کے نشیبی اضلاع شامل تھے۔ اور کوہ کابل کا سلسلہ اس کی حدبندی کرتا تھا۔ پھر شمال مغرب تک دریائے ہل مند پر جاکر ختم ہوتا اور جنوب مغرب میں ایران اور ملک سندھ کی سرحد اس مقام پر تھی جہاں ساحل کے سامنے مکران کا جزیرہ منشور واقع ہے۔ جنوب کی طرف بحر عرب اور جنوب مشرق میں خلیج کچھ، مشرق میں راجپوتانہ اور جیسلمیر کی سرحد میں آکر ملتی تھیں۔(۲)

غرض اس وقت تمام شمال مغربی صوبہ، پنجاب کا علاقہ، افغانستان کا وہ علاقہ جو دریائے ھلمند تک ہے۔ سارا بلوچستان، موجودہ سندھ بمع رن کچھ کا علاقہ جودھ پور کی سرحد تک یہ تمام کا تمام علاقہ سندھ کہلاتا تھا۔

مجیب اللہ ندوی لکھتے ہیں کہ

سندھ کا اطلاق اس پورے علاقے پر ہوتا تھا جس کے ایک طرف بحرِ ہند، دوسری طرف کشمیر اور تیسری

طرف ہندوستان کا علاقہ ہے۔

لیکن یہاں مختلف اوقات میں مختلف خود مختار ریاستیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں۔ عرب مورخین جب سندھ اور ہند کا لفظ بولتے ہیں تو سندھ سے مراد ہندوستان کے پورے جنوب مغرب کا علاقہ ہوتا ہے۔

سندھ میں جو خود مختار ریاستیں قائم ہوئیں۔ ان کی تعداد کبھی چھ رہی کبھی آٹھ' ان میں طوران' مکران' مشکی' ملتان' خروج' اور منصورہ وغیرہ کا شمار بھی ہوتا ہے۔(۳)

سندھ کی وجہ تسمیہ

ملک سندھ اتنا قدیم ہے کہ اس کے متعلق یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کب سے ہے اور اس کے نام میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔ معروف مؤرخ لمبریک (Lambrick) کے مطابق سندھ کا قدیم نام "سندھو" تھا اور اس کا یہ نام دریائے سندھ کی مناسبت سے اس علاقے پر ہوتا تھا۔(۴)

لسان العرب کے مصنف نے لکھا ہے:۔

"و السند جیل معروف و الجمع اسناد و سنود و سند بلاد تقول سندی للواحد و سند للجمع" یعنی سندھ ایک معروف گروہ ہے۔ اس کی جمع اسناد اور سنود ہیں' اور شہروں کا مجموعہ ایک علاقہ سندھ ہے۔ ایک کے لئے سندھی اور جمع کے لئے سند کہا جائے گا۔(۵)

راورٹی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انڈس (Indus) نام مشرقی جغرافیہ دانوں اور مؤرخین کے لئے ایک گم نام تھا۔ یونانیوں نے سندھو کو انڈس کی یوروپین شکل دی۔ یعنی وہ دریا جو ہند کو ایران کی سرزمین سے علیحدہ کرتا تھا۔(۶)

دریائے سندھ کا سندھ کے علاقے کے نام کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

لفظ سندھ اور اس کے معنی (دریا) اور (علاقہ) دونوں کے ہیں۔

دریائے سندھ کے نام کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مغربی' ایرانی' عرب اور ہندو مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس بارے میں کافی تحقیق کی گئی ہے اور کئی نام پیش کئے گئے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔(۷)

سندھو' سندھ' السند' مہران' سنتو' ملان' آب سند' انڈس بعض محققین کہتے ہیں کہ سندھو سنسکرت زبان کا

لفظ ہے۔ جس کے معنی دریا کے ہیں۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی بھی دریا کے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک لفظ اور استعمال ہوتا ہے اور وہ ہے انڈس (Indus) راورٹی کہے ہیں کہ یہ یونانی لفظ ہے اور بعد میں یورپی اسکالرز اور محققین نے بھی اسی لفظ کو استعمال کیا۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ ھند' سند اور انڈس ایک ہی ہیں اور یورپین زبانوں میں ھند اور سند ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔

لہٰذا علاقہ کا نام سندھ' برصغیر ہندوپاک کا سابقہ نام ھند' اور دریا کا نام انڈس۔

ہندوستانی لسانیات کے اعتبار سے سب ایک ہی لفظ ہیں۔ اور یہ بات کوئی نہیں جانتا کہ سرزمین کا نام سندھ دریا کی وجہ سے پڑا یا دریا کا نام سندھ سرزمین کی وجہ سے پڑا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ قدیم چینی اس دریا کے لئے لفظ "سنتو" اور "ملان" استعمال کرتے تھے۔ فارس کے قدیم مؤرخین نے اس کے لئے "آب سندھ" اور علاقے کے لئے "سندھ" کا نام استعمال کیا۔(۸)

سنسکرت زبان کے ماہرین لفظ "سندھو" کے معانی کے بارے میں دو رائے رکھتے ہیں۔

ایک گروہ "سندھ" کا معنی دریا کہتا ہے' دوسرا گروہ "سندھو" کا معنی سمندر بتاتا ہے۔ غالب امکان یہی ہے کہ اپنی وسعت اور قدامت کے اعتبار سے اس کو سمندر کہا گیا ہو' یا آمدورفت اور تجارت کے لئے جہازرانی کے باعث اس کو سمندر سے تشبیہ دی گئی ہو اس جانب تحقیق توجہ طلب بھی ہے اور دل چسپ بھی۔

دوسری' تیسری' اور چوتھی صدی ہجری کے ممتاز جغرافیہ دان اور مؤرخ دریائے سندھ کو بطور اسم واحد استعمال کرتے ہیں۔

اور دریائے سندھ کی نسبت علاقہ سندھ کی طرف کرتے ہیں۔

عربوں نے اس کو "نہرالسند" کہا۔ یعنی دریائے سندھ۔

اسی زمانے میں بعض حضرات نے اس کو "نہر مھران" بھی کہا۔ قدیم عربی کتب میں علاقے کے لئے مھران اور دریا کے لئے نہرمھران کا لفظ بھی آیا ہے۔(۹)

اکثر محققین اسی بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ لفظ سندھو سندھ کے علاقہ جات اور دریا دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

آج بھی سندھی زبان میں گفتگو کے دوران اگر دریائے سندھ کا تذکرہ آ جائے تو "سند جا دریا' سندھو ندی" اور "سندھو دریا" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔(۱۰)

لفظ سندھو کثرت استعمال کے باعث سندھ اور پھر سند ھوا۔

عربوں نے اس کے ساتھ الف اور لام لگایا تو یہ "السند" ہوگیا۔

میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے لکھا ہے کہ ملک سندھ کا نام حام بن نوح علیہ السلام کے صاحبزادے ھند کے بھائی سند کے نام پر مشہور ہوا۔(۱۱)

لیکن اس روایت پر اعتماد کے لئے کوئی واضح دلیل یا مستند حوالہ نہیں ملتا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملک فارس کے رہنے والوں نے سندھ کو ھند کر ڈالا۔ کیونکہ مخرج ادائیگی کے لحاظ سے ایرانی سین کے بجائے ہ باسانی ادا کر لیتے تھے۔

سندھ گزیٹیر میں لکھا ہے۔

کہ سندھ کا علاقہ دریائے سندھ کا پیدا کردہ ہے اور وہی اس علاقے کو زندہ رکھتا ہے اور دریائے سندھ کے بغیر یہ علاقہ صرف صحرا ہے۔(۱۲)

اور یہ حقیقت ہے کہ سندھ اور دریائے سندھ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

تاریخ میں دریا اور علاقے دونوں کا ذکر آتا ہے۔

نیز قدیم حوالے سے دریائے سندھ کو مقدس حیثیت بھی حاصل ہے۔

دریائے سندھ کے بارے میں ہندوؤں کی مقدس کتب میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً" ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت سے چار دریا نکلتے ہیں۔

دریائے نیل' دریائے فرات' دریائے جیحوں اور دریائے سیحوں ان میں دریائے سیحوں دراصل دریائے سندھ ہے۔

یہ روایت صحیح اور سچی ہے۔

اگر مصر میں دریائے نیل کا وجود نہ ہوتا۔ عراق دریائے فرات سے خالی ہوتا۔ ترکستان دریائے جیحوں کے

لئے ترستا' اور سندھ اپنے عظیم تحفہ یعنی دریائے سندھ سے خالی ہوتا تو یہ ملک بے آب و گیاہ اور ویران ہوتے۔ آریاؤں کی آمد سے قبل دریائے سندھ کا نام سوسامہ بھی تھا۔

یہ زمانہ بت پرستی کا تھا۔ سوسامہ' شیش اور ناگ ہم معنی الفاظ ہیں۔

فارس کا شہر سوس' بھارت کا شہر ناگ پور' ناگ دیوتا کے نام پر ہیں۔ اس زمانے میں راجپوتانہ کے علاقہ میں ایک اور دریا تھا۔(۱۳)

اس کا نام سرسوتی تھا۔ آریہ جب سرھند اور سرسوتی کے درمیانی علاقہ میں آباد ہوئے تو انہوں نے وادی سندھ کا نام "سپتا سندھ آوہ" رکھا۔

اہل آریہ نے دریائے سرسوتی اور دریائے سندھ کے درمیانی علاقہ کا نام "برہم ورت" رکھا۔ آریہ کے بعد یوچی اور دیگر اقوام نے دریائے سندھ کو "میٹھا مہران" کہا۔ دریائے سندھ کا ایک قدیم نام چند دیوتا بھی ہے۔

قدیم ہندوستانی اقوام خود کو اپنے دیوتاؤں کی اولاد سمجھتی تھیں۔ جیسے چند رونسی' سورج ونسی' وغیرہ۔

اس دریا کی قدیم گزرگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دریا پہلے الور تک بہتا تھا۔ ابن حوقل جس نے سب سے پہلے سندھ کا جغرافیہ تیار کیا تھا۔ اس میں الور کو دریائے سندھ کے کنارے دکھایا گیا ہے۔(۱۴)

اب سوال یہ ہے کہ دریائے سندھ نے کس زمانے میں الور سے رخ بدلا۔

قدیم ہندوستان کی تاریخ میں لکھا ہے کہ سیف الملوک نامی ایک عرب تاجر ۸۰۰ء میں الور آیا' یہاں کا راجہ بڑا ظالم تھا۔ سیف الملوک سے راجہ کا ظلم و ستم نہ دیکھا گیا۔ اس نے بددعا کی' سیف الملوک کی بددعا سے دریائے سندھ نے ایک رات اچانک اپنا رخ بدلا اور اس طرح الور تباہ و برباد ہوگیا۔(۱۵)

دریائے سندھ کی ایک قدیم شاخ دریائے ہاکڑہ تھی جو شمال میں پنجند کے مقام پر دریائے سندھ سے نکلتی تھی اور تھر کے علاقے کو سیراب کرتی ہوئی عمرکوٹ۔ نگرپارکر کے علاقہ سے ہوتی ہوئی کچھ کے علاقے میں دریائے سندھ سے جاملتی تھی۔(۱۶) بھاولپور' جیسلمیر اور تھر کے علاقے میں اس دریا کے نشانات اب تک ملتے ہیں۔

زمین کے سکڑنے کی وجہ سے یہ دریا ختم ہوگیا۔ جس کی وجہ سے یہ سرسبز و شاداب خطے اور علاقے جو اپنے یہاں سے دریائے سندھ کی روانی کے باعث تروتازہ رہتے تھے۔ بنجر اور صحرائی علاقے ہوگئے۔

کیونکہ ازسنہ قدیم میں سندھ میں کافی بڑی تعداد میں زلزلے آتے تھے۔ ۲۸۰ء میں دیبل میں اتنا بڑا زلزلہ آیا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد ہلاک ہوگئے تھے۔

سندھ اور سندھو کے نام کس طرح اور کیوں پڑے۔ اس بارے میں ہمیں قدیم مذہبی کتب سے بھی خاصی معلومات ملتی ہیں۔ توریت میں ہے کہ

"حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام سیت تھا۔ جس نے ایک بڑے سمندری مقام حویلہ یا جزائر سراندیپ پر جنم لیا تھا۔ وہاں سے یہ سمندر پار کرکے شمال کی طرف مسافت طے کرکے میرو پہاڑ پر آباد ہوگیا تھا۔ اس کی نسل کو سیتی (Sytheans) کہا گیا۔ معروف مؤرخ شمس الدین کی رائے ہے کہ سیتی سے تلفظ تبدیل ہوکر سندھ ہوگیا۔"

اور جس علاقے میں سیتی قوم آباد ہے۔ وہ سارا علاقہ قدیم زمانے میں سندھ میں شامل تھا۔

بھیرومل مہرچند اڈوانی اپنی کتاب قدیم سندھ میں کہتے ہیں کہ دھرمی کتابوں میں دیو اور دیوتاؤں کو "سیت نسل" والا کہا گیا ہے۔ اور ان کے مہاریوں کو "سندھو" اور باقی دیوتاؤں کو ست نسل کہا گیا ہے۔ یہ دیو اور دیوتا میرو پہاڑ سے جنوب کی طرف ہجرت کرکے کشمیر کے پہاڑوں میں آکر بسے اور یہاں سے جو دریا بہتا تھا۔ اس پر انہوں نے اپنے مہادیو کا نام "سندھو" رکھ دیا۔

رگ وید کے پہلے منڈل سوکت منتر نمبر ۲ میں سندھو کا معنی بیان کیا گیا ہے۔ اور پھر منڈل ۳ منتر نمبر ۷ میں سندھو دریا کے معنی میں آیا ہے۔ لیکن یہ ایک خاص دریا ہے کسی اور دریا کو سندھو نہیں کہا گیا ہے۔ یہی دریا جس کو ژنداوستہ میں سپت ھند کہا گیا ہے۔

اس کو رگ وید میں سپت سندھ کہا گیا ہے اور عرب مورخین نے اسے "سین" کہا ہے۔ رگ وید سے سندھ کے لئے کہیں سندھو تو کہیں ساموندرا کا لفظ ملتا ہے۔

اس سے گمان ہوتا ہے کہ شاید ویدک ساموندرا (سندر) اور سندھو کے ایک ہی معنی تھے۔

فارس کے قبل از تاریخی دور میں جب سکندر اعظم نے سندھ کو فتح کیا تھا۔ تو ساسانیوں نے سندھ کو "ھند" کہا تھا۔

قدیم فارس میں "ھند" کے معنی پانی یا دریا ہے۔ اس وقت کے ناموں میں سے "ھندو باغ" اور کوہ ھندو کش اب بھی رائج ہیں۔ کوہ ھندو کش سے کئی دریا نکلتے ہیں۔ اسی حوالے سے ھندو کش کے معنی دریا پیدا کرنے والا پہاڑ ہے۔ ھندو باغ کے معنی پانی والا باغ ہے۔ ساسانی دور میں اسکائی لیکس کو دریا کے راستے سندھ و ھند سے روابط قائم کرنے کی مہم سپرد کی گئی تھی۔ اسکائی لیکس نے اپنی اس دریائی مہم کے دوران اپنی یاد داشتیں قلم بند کی ہیں۔ جن کا ذکر لامبروک نے اپنی کتاب (Sindh A General Introduction) میں کیا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ!

اس کے مشرق میں وسیع صحرا ہے۔ جس کے دوسری جانب ایک ملک ہے۔ دوسری طرف والے اس طرف والے ملک کو سندھو کہتے ہیں۔ ساسانی ہمارے ملک کو "ھند" کہتے تھے۔ لیکن اس وقت مقامی طور پر ہند اور سندھو دو علیحدہ علیحدہ علاقے تھے۔

لامبروک نے لکھا ہے کہ کشمیر کے پہاڑوں میں پانی کی بہت سے نشانات ملتے ہیں۔ جن سے محققین نے اندازہ لگایا ہے کہ کسی زمانے میں سمندر کشمیر تک پھیلا ہوا تھا۔

لیکن پہاڑوں سے یہ دریا الیونیم بہا کر سمندر کو بھرتے رہے ہزاروں برس سمندر الیونیم بھر کر خشک ہوگیا۔ ادھر اس سے سندھ کی سرزمین ظاہر ہوئی اور سمندر پیچھے چلا گیا۔

یوں سمجھئے، وادی سندھ قدیم زمانے میں سمندر تھا۔ اسی حوالے سے رگ وید میں سندھو ماتھری کے لئے سامونڈرا اور سندھو کے نام بالکل درست معلوم ہوتے ہیں، اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سندھ کا مطلب سمندر ہی ہے۔ جس سمندر نے سکڑ کر بالاخر ایک دریا کی صورت اختیار کرلی۔

اس کو سندھو یعنی سمندر کہا گیا ہے۔ دریا عام طور پر سمندر میں جاکر گرتے ہیں۔ جو کہ اس کے سمندری وصف کی غمازی کرتی ہے۔ اسی وجہ سے برآمد شدہ میدان کو "سمندری" یا "سندھو" کہا گیا۔ وادی سندھ میں

قدیم زمانے سے کئی قبائل موجود تھے۔

جن کے قبائلی ناموں کی سندھ اور سندھو کے ناموں سے بہت مماثلت ملتی ہے۔ مثلاً پنجاب میں سندھو اور سدو قبائل سکھوں میں سدھو قوم مرہٹوں میں سندھیہ قوم' اور آتش پرستوں میں سدو قوم۔ ان قبائلی ناموں اور دوسرے کئی ناموں کی موجودگی سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ شاید ان آریاؤں میں سے ہوں جنہوں نے وادی سندھ میں آکر بسیرا کیا تھا' اور یہاں یہ علاقائی نام اختیار کیا تھا۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ اصل آریاؤں نے یہاں اپنی آباد کاری کے بعد اس علاقے میں دریا پر اپنے دادا کا نام "سندھو" رکھا ہو۔ اور یہ نام حضرت آدمؑ کے بیٹے "سیت" کی مناسبت سے پڑا ہو۔ جب یہ اس علاقے میں وارد ہوئے تو اپنے دادا کے نام کو دوام بخشنے کے لئے اپنی زیر تصرف علاقے کو "سندھو" کہنے لگے۔

راورٹی نے اپنی کتاب (The Mehran of Sindh) میں واضح طور پر لکھا ہے کہ جو دریا اب دریائے سندھ کو بھر رہے ہیں پہلے ان میں سے کئی دریا جدا جدا بہتے تھے۔ اور ان کے علاوہ کئی دوسرے بھی دریا تھے جو دریائے سندھ کو بھرتے تھے۔ وہ اب خشک ہو گئے ہیں یا اپنے بہاؤ کا راستہ تبدیل کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ دریائے سندھ کی کئی شاخیں اور بہاؤ کے تین خاص راستے تھے۔ جو اب مل کر ایک بڑے بہاؤ کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ اس کی تحقیق کے مطابق سندھ میں ای سی ایک انچ بھی زمین نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی وقت میں سندھ میٹھے پانی کا سمندر ہو گا۔

دریائے سندھ کے دوسرے نام

لامبوک نے لکھا ہے کہ موہن جوداڑو کی تہذیب یا وادی سندھ کی سبھیتہ یا ہڑپہ کلچر کے دور میں وادی سندھ سے بابلی اور سمیری علاقوں کے تجارتی اور تہذیبی روابط قائم تھے۔ جب دریائے دجلہ اور دریائے فرات کی وادیوں کے قدیم ٹیلوں کی کھدائی کی گئی' تو کئی ایسی مہریں دریافت ہوئیں' جن کا اس دور کے سندھ سے تعلق ہے۔

جب ان مہروں پر کندہ حروف کو پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ موھن جوداڑو کے دور میں سندھ کو "اوپائی" اور دریائے سندھ کو "میلوہا" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

سندھ کا جو دوسرا نام "مہران" کہا گیا ہے (جس کی تفصیل پچھلے صفحات میں بھی ہے) اس قدیم ترین نام میلوحا کا مقامی نام یا سندھی تلفظ ہے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب برصغیر آریاؤں کے نام سے ناآشنا تھا۔ جب سندھ ترقی یافتہ تھا۔ سندھ میں بڑے بڑے تجارتی مراکز قائم تھے اور سندھ سے دریائی جہازوں کے ذریعہ مال بیرون ممالک درآمد و برآمد ہوتا تھا۔ اس وقت سندھ غیر آریاؤں کا مسکن تھا۔

جب سندھ پر "سفیدھن" قبائل کی آمد شروع ہوئی تو اس وقت سندھ پر آریاؤں کا کاشی یا کوشی قبیلہ قابض تھا۔ اس قبیلہ کا سربراہ دیمان خادفیز تھا جو سندھ کا حکمران بنا۔ جس نے اراکوشیا اور سیوستان کی دو جداگانہ حکومتوں کی بنیاد رکھی۔ اس نے دریائے سندھ کی مناسبت سے اپنے دادا کا نام کاسکا رکھا' جو اس زمانہ میں دریائے سندھ کی شناخت تھا۔

قدیم دور میں دریائے سندھ کا دوسرا نام ہمیں آتش پرستوں کی مذہبی کتاب "ژنداوستہ" میں کہیں ھندو' کہیں وبھریا دیھ ملتا ہے۔

مہرچند اڈوانی نے اپنی کتاب قدیم سندھ میں لکھا ہے کہ قدیم فارس کی کتاب بندھش کے صفحہ نمبر ۵۰ پر دریائے سندھ کا ذکر مہرا کے نام سے کیا گیا ہے۔ اس کی رائے کے مطابق مہرا کا مقامی تلفظ ہے۔

جب گپتا خاندان کے راجہ اشوک کی حکمرانی قائم ہوئی اس وقت دریائے سندھ کو نیل آب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

گپتا خاندان کے زوال کے بعد ترکوں نے پہاڑوں سے اتر کر وادئی گندھارا پر قبضہ جمالیا۔ اس ترک قوم نے بعد میں پشتان اور پٹھان کا لقب اختیار کیا۔ سندھ پر چچ کے دور حکمرانی میں ان قبائل کو "ترکیان" کہا جاتا تھا۔

دریائے سندھ کو اباسین کے نام سے بھی پکارا گیا۔ ابا کے معنی بابا اور سین کا معنی دریا کے ہیں۔ اسی طرح "اباسین" کا معنی دریاؤں کا بابا ہوتے ہیں۔(۱۷)

چچ نام میں لکھا ہوا ہے کہ دریا کو قدیم ترک یا جدید پشتو زبان میں سین کہا جاتا ہے۔ اس دور میں دریا کے بالائی حصے کو سین اور زیریں حصے کو سندھ کہا گیا ہے۔

ھندو مذہبی کتابوں میں دریائے سندھ کو کہیں سندھ ساگرہ، کہیں سندھو کہیں سپت سندھو' اور ست ند کے نام دئے گئے ہیں۔

راورٹی نے لکھا ہے کہ!

مہران کا نام تاجک زبان کے ایک دریا کے نام میوران سے لیا گیا۔ ابتدائی عیسوی دور میں جب ھن قبائل نے سندھ پر قبضہ کیا اور حکمرانیاں قائم کیں تو دریائے سندھ کو انہوں نے میوران کہا جو بعد میں مہران کی صورت اختیار کر گیا۔

محمد بن قاسم کے دور میں دریائے سندھ کے بہاؤ کے دو راستے تھے۔ ایک سندھو دوسرا مہران' بعض اوقات ان دو دھاروں کو مغربی نارا اور مشرقی نارا بھی کہا گیا۔

عربوں کو ان دونوں دھاروں کی روانی عراق کے دریاؤں دجلہ اور فرات جیسی نظر آئی۔

آریاؤں نے سندھ سے جتنے علاقے فتح کئے سب کا نام سندھ ہی رکھا۔ یہاں تک کہ پنجاب کی سرحد سے بھی آگے بڑھ گئے۔ مگر نام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جب گنگادت پہنچ کر رک گئے تو اس کا نام "آریہ درت" رکھا مگر اس نام کو کوئی شہرت حاصل نہ ہو سکی۔(۱۸) دریائے سندھ علاقے کی زراعت' نباتات' باغات' انسانوں اور حیوانوں کے لئے قدرت کا انمول اور بے مثال تحفہ ہے۔ دریائے سندھ کا منبع تبت میں کیلاش کے پہاڑ ہیں۔ اس کی لمبائی اٹھارہ سو میل سے زائد ہے۔ سندھ کے علاقے میں دریائے سندھ کے پاٹ اتنے چوڑے ہیں کہ ان میں اب بھی جہاز رانی ہو سکتی ہے۔

دریائے سندھ مختلف راستوں سے ہوتا ہوا خشک اور پیاسی دھرتی کو سیراب کرتا ہوا آخرکار بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے۔ دریائے سندھ بلند و بالا پہاڑوں سے گزر کر وادی سندھ میں داخل ہوتا ہے۔ ہمالیہ کے پہاڑوں پر جمی ہوئی برف اس کے تیز بہاؤ سے پگھل جاتی ہے۔ بعض جگہ دریائے سندھ کے پاٹ کی شکل پیچ دار مفلر کی سی ہو جاتی ہے اور بعض جگہ بالکل سپاٹ رہتی ہے۔

دریائے سندھ میں بھکر اور کوٹری کے مقامات پر بہت گہری کھائیاں ہیں۔(۱۹)

سندھ کے طبیعی حالات

موسم

قدیم سندھ کے موسم کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں موسم بے حد شدید ہے۔ یعنی گرمیوں میں شدید گرمی اور سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے گرمیوں میں بارش کم ہوتی ہے۔

لیکن عمومی طور پر جنوبی سندھ کا موسم معتدل ہے یعنی گرمیوں میں گرمی کی شدت ویسی نہیں ہوتی جو دوسرے علاقوں میں ہوتی ہے' اور نہ سردیوں میں سردی کی دوسرے علاقوں کی طرح ہوتی ہے۔

اسی طرح پہاڑی علاقوں میں بھی گرمیوں میں گرمی کی شدت بہت تیز ہوتی ہے اور سردیوں میں یہاں بہت سخت سردی ہوتی ہے۔

جنوبی سندھ کے علاقوں کو ہم اس اعتبار سے معتدل علاقے کہہ سکتے ہیں۔(۲۰) ساحلی علاقوں کی آب و ہوا ٹھنڈی اور مرطوب ہے۔

سندھ کے شمالی علاقوں میں گرمیوں میں شدید گرمی اور سردیوں میں شدید سردی ہوتی ہے۔ حتی کہ سندھ کا شہر جیکب آباد گرم ترین شہر تسلیم کیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہاں گرمی کی شدت پورے خطے (ھند) بھر میں سب سے زیادہ ہو جاتی ہے۔(۲۱)

صحرائی علاقوں میں بھی آب و ہوا گرم ہوتی ہے۔ دن میں شدید گرمی ہو جاتی ہے البتہ صحرائی علاقے میں راتیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔(۲۲)

وسط سندھ کے موسم کو بھی معتدل کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ دریائے سندھ اور دوسری نہروں کی موجودگی کے باعث یہاں موسم کی وہ شدت نہیں ہوتی جو سندھ کے دوسرے علاقوں میں ہوتی ہے۔ ان علاقوں میں بارشوں کا تناسب بھی زیادہ ہے۔ البتہ سندھ کے صحرائی علاقوں میں بارش نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور کبھی بارش ہو بھی جائے تو وہ بہت کم ہوتی ہے۔(۲۳)

سندھ کے علاقوں میں بارشوں کی کمی یہاں کے مخصوص موسم ماحول کی وجہ سے ہے۔ لیکن کبھی کبھی صحرائی

علاقوں میں بھی اتنی زیادہ بارش پڑ جاتی ہے کہ جل تھل ہو جاتا ہے۔ لیکن ایسا کبھی ہوتا ہے۔(۲۴)

گرمی کی شدت کی وجہ سے درجہ حرارت ۱۲۰ سے ۱۲۵ فارن ہائٹ تک پہنچ جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ جیکب آباد میں گرمی کی شدت اس قدر ہوتی ہے کہ آدمی کا رنگ باسانی سفید سے کالا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں سورج کی تپش بہت زیادہ تیز ہوتی ہے اور مسموم ہوائیں چلتی ہیں۔

گرمی کی شدت کے باعث سندھ کے علاقہ جات کے اکثر کنویں خشک ہو جاتے ہیں۔ جس کے باعث ان علاقوں میں بخار' ملیریا' ٹائیفائیڈ' معدہ کے امراض' اسہال' سینے کے امراض اور ضیق النفس جیسی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔(۲۵)

سندھ گزیٹیئر کے مطابق سندھ میں موسم کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

(۱) موسم سرما (دسمبر تا مارچ)

مغرب سے اکثر کم دباؤ کی آنے والی لہریں اس موسم میں اس خطے کو متاثر کرتی ہیں۔ اوسطاً" ہر ماہ چھ تغیر مشرق کی طرف سے آتے ہیں۔ لیکن وہ سب فعال نہیں ہوتے۔ وہ عموماً" وسط دسمبر سے زور پکڑتے ہیں۔ یہ تغیرات اپنے ساتھ کبھی کبھار بہت واضح برفیلی ہوائیں لاتے ہیں۔ شمالی تا شمال مغربی ہواؤں کی برفیلی لہریں جو ایک دو دن چلتی ہیں۔ ان کی وجہ سے سندھ میں اکثر پالا بھی پڑ جاتا ہے۔

فروری اور مارچ میں کم دباؤ کی لہروں کے راستے انتہائے جنوب میں ہوتے ہیں۔ روزانہ کا کم از کم اوسط درجہ حرارت ۵۰ تا ۶۵ ڈگری فارن ہائیٹ ہوتا ہے۔ روزانہ کی اوسط نمی ۴۶ سے ۵۶ درجوں کے درمیان میں رہتی ہے۔ اس موسم کے دوران عام طور پر ۱.۰۶ انچ بارش ہوتی ہے۔

(۲) موسم گرما (اپریل تا جون)

یہ ایک اضافہ پذیر درجہ حرارت کا موسم ہے۔ جس میں دوپہر کے بعد تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ بگولوں اور گرد و باد کا طوفان بھر جاتا ہے۔ کم دباؤ کی لہریں مشرق کی طرف اپنا سفر جاری رکھتی ہیں اور ان تغیرات کے برفیلے سرے عموماً" خشک جھکڑوں اور کبھی کبھار تیز بجلی چمکنے کے ساتھ آتے ہیں۔ فضا گرد آلود ہونے کی وجہ سے دھندلی

ہو جاتی ہے۔ روزمرہ کا اوسط درجہ حرارت زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ تا ۱۰۵ درجہ فارن ہائیٹ ہو جاتا ہے۔
روزانہ کی اوسط نمی ۴۵ اور ۵۷ کے درمیان ہوتی ہے، مجموعی بارش ۰٫۶۱ انچ ہے۔

(۳) برسات کا موسم (جولائی تا ستمبر)

مون سون سندھ میں جولائی کے دوسرے یا تیسرے ہفتے میں آتا ہے مرطوب ہوائیں اس خطے سے اوائل ستمبر میں رخصت ہو جاتی ہیں۔ اس موسم کی ابر آلودگی مون سون رووں کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ سندھ میں عموماً بارش جولائی اور اگست میں ہوتی ہے۔ بارش عموماً تیز اور زور دار جھکڑ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس دوران سندھ کا زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت ۹۷ درجہ فارن ہائیٹ ہوتا ہے۔ مرطوب ترین مہینہ جولائی کا ہوتا ہے۔ جس میں ۲٫۴۲ انچ بارش ہوتی ہے۔

(۴) موسم خزاں (اکتوبر تا نومبر)

آسمان عموماً صاف ہوتا ہے۔ اور چیزیں اچھی صاف ستھری نظر آتی ہیں۔ اوسط درجہ حرارت ۸۰ سے ۱۷۰ درجہ فارن ہائیٹ تک ہو جاتا ہے۔ نومبر کی اضافی نمی ۴۷ تا ۵۰ فیصد تک ہوتی ہے۔
موسم کی بارش ۰٫۰۱ انچ ہے۔ نومبر سال کا خشک ترین مہینہ ہوتا ہے۔ روزمرہ کی اضافی نمی کی سالانہ اوسط ۵۱ درجہ ہے۔(۲۶)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں سندھ کے جغرافیہ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ طول البلد کے اعتبار سے شمالاً جنوباً یہ علاقے تین پہلو بہ پہلو پٹیوں کی شکل کئے ہوئے ہے۔ وسط میں زرخیز سیلابی مٹی کا ایک میدانی سلسلہ ہے۔ جسے دریائے سندھ کا طویل اور بل کھاتا ہوا نقرئی خط قطع کرتا ہے۔ دائیں طرف (مغرب) کوہ کھیر تھر کا چٹانی سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ اور بائیں طرف (مشرق) یہ ایک ریگستانی پٹی سے گھرا ہوا ہے۔
کوہ کھیر تھر کی بعض چوٹیاں سات ہزار فٹ سے بھی زیادہ اونچی ہیں۔ مشرقی ریگستانی خطہ شمال میں ریت کے پست ٹیلوں سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد وسطی مشرقی حصے میں اچھڑو تھر (سفید ریگستان) آتا ہے۔ خاص تھر جنوب مشرق میں واقع ہے۔

جس میں جنوب مغربی ہوا کے عمل سے لمبے اور بلند ٹیلے (بھٹ) پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان زرخیز' نشیبی ہموار زمینیں ہیں۔ جنہیں ڈھر کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ خطہ کسی قدر موسمی ہواؤں کے زیراثر ہے۔ اس لئے جب کبھی موسمی بارشوں سے سیراب ہوتا ہے تو یہ سرسبز ہو جاتا ہے۔ وسطی وادی مہران جو تین سو ساٹھ میل لمبی ہے اور جس کا رقبہ تقریباً" بیس ہزار مربع میل ہے۔ شمال سے جنوب تک تین خطوں کے نام سے مشہور ہے۔

یعنی سرو (بالائی)' وچولو (وسطی)' اور لاڑ (زیریں) نیم گرم منطقے میں ہونے کے باعث سندھ میں موسم گرما میں سخت گرمی اور موسم سرما میں شدید سردی پڑتی ہے۔

گرمیوں میں درجہ حرارت بسااوقات ایک سو پندرہ درجے سے بڑھ جاتا ہے اور موسم سرما میں چھتیس درجے تک گر جاتا ہے' بارش کا سالانہ اوسط تقریباً" سات انچ ہے۔

وسطی وادی میں زیادہ تر ببول کا خودار درخت پیدا ہوتا ہے۔ جس کے گھنے جنگلات دریائے سندھ کے کنارے کنارے پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بیرلئی (جھاؤ) کریر (کیر) اور کنڈی (جانڈ) کے درخت بھی عام طور پر ملتے ہیں۔

سندھ کے ڈیلٹائی جزیروں میں تمر اور چانئر کے درختوں کے جنگلات ہیں۔ کثیرالتعداد جھیلوں اور تالابوں میں (خصوصاً" زیریں سندھ کے خطے میں) نیلوفر کے پودے بکثرت اگتے ہیں۔

سندھ میں بیلوں' بکریوں اور اونٹوں کی بہترین نسلیں پائی جاتی ہیں۔ جنگلی جانوروں میں سرہ (جنگلی بکرا) اور اڑیال یا گڈھ (جنگلی بھیڑ) مغربی چٹانی علاقے میں ملتے ہیں۔ اب یہاں سیاہ ریچھ اور چیتا کم یاب ہے۔ ہرن زیریں چٹانی میدانوں اور مشرقی خطے میں پائے جاتے ہیں۔

اور چرخ' گیدڑ' لومڑی' رتل' عام بھورا نیولا اور سیہی بھی عام طور پر نظر آتے ہیں۔ پھاڑو (بارہ سنگا) اور جنگلی سور خاص وسطی سیلابی پٹی میں ملتے ہیں۔ سانپوں میں سے واسنگ (کالا ناگ) لنڈی (فعی) اور پراسرار بینن مشہور ہیں۔ بینن تھرپارکر کے علاقے میں ہوتے ہیں اور ان کے متعلق خیال یہ ہے کہ سوئے ہوئے انسان کا خون چوس لیتے ہیں۔ مگرمچھ بھی ان علاقہ جات میں بہت ہوتے ہیں۔ مگر یہ وقت کے ساتھ ساتھ کم ہوتے جا رہے

ہیں۔ تاہم مشرقی نارا میں ملتے ہیں۔ سمندری مچھلی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جن میں سے سرمئی اور پتھون کھانے میں لذیذ ہیں۔ لیکن سندھ کی سب سے مشہور مچھلی پلا ہے۔ پلا اگرچہ سمندری مچھلی ہے۔ تاہم ہر سال سیلاب کے زمانے میں دریائے سندھ میں چار سو میل اوپر سکھر تک انڈے دینے کے لئے چڑھ آتی ہے۔(۲۷)

جغرافیہ قدیم سندھ

راجہ داہر کے زمانے میں سندھ کا جغرافیہ یہ تھا۔

شمال میں دریائے جہلم کا منبع' جس میں کشمیر کے نشیبی اضلاع شامل تھے' اور کوہ کابل کا سلسلہ اس کی حد بندی کرتا ہے۔ پھر شمال مغرب تک دریائے ھلمند پر جا کر وہ ختم ہوتا اور جنوب مغرب میں ایران اور سندھ کی سرحد اس مقام پر تھی جہاں ساحل کے سامنے مکران کا جزیرہ منشور تھا۔ جنوب کی طرف بحر عرب اور جنوب مشرق میں خلیج کچھ' مشرق میں راجپوتانہ اور جیسلمیر کی سرحد میں آکر ملتی تھیں۔" (۲۸) (۲۹)

پہاڑی سلسلے

سندھ کے انتہائی مغرب میں پہاڑی علاقہ ہے۔ جو کوہ کھیر تھر کے کوہستانی حصہ پر مشتمل ہے۔ مشرق کی طرف بھاول پور سے لے کر رن کچھ تک ریت کی پٹی پھیلی ہوی ہے' اور یہ مکمل صحرائی علاقہ ہے۔

ضلع تھرپارکر کے جنوب مشرقی کونے میں ایک چھوٹے سے پہاڑی خطے کے علاوہ صرف مغربی سندھ کی واحد پہاڑی علاقہ ہے۔ اس علاقہ کو کوہستان بھی کہا جاتا ہے کہنے کو تو یہ پہاڑ ہیں لیکن دیگر علاقوں کے ان خطوں کی طرح نہیں ہیں کہ جو مون سون کے موسم میں بادلوں اور پھر بارشوں کا وسیلہ بن سکیں۔(۳۰) مغربی علاقہ میں واقع پہاڑ جزوی طور پر چونے اور ریت کے پتھروں سے بنے ہوئے ہیں۔(۳۱)

سندھ کے دیگر علاقوں میں بھی پہاڑوں کے چند سلسلے ہیں۔ ایک سلسلہ حیدر آباد میں گنجو پہاڑوں کا ہے۔ جن کی بلندی کم و بیش سو فٹ ہے۔ ایک اور سلسلہ جیسلمیر کے قریب سے شمال مغربی سمت میں واقع ہے اور پھر دریائے سندھ تک ایک سو پچاس فٹ بلند ہو جاتا ہے۔

پھر ایک اور سلسلہ ٹھٹھہ کے قریب واقع ہے' اور یہ تقریباً" دس میل لمبا ہے۔ اس کی بلندی اسی فٹ سے

ایک سو پچاس فٹ تک ہے۔(۳۲)

ممتاز جغرافیہ دان بشیر احمد خان نے سندھ کے پہاڑوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

بڑا اور اونچا پہاڑ اس ملک میں ایک بھی نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے پتھریلے ٹیلے ہر جگہ نمایاں ہیں۔ البتہ سندھ کے مغرب میں کوہ ہالا کا سلسلہ ہے۔ جس کی بڑی شاخیں کرو۔ کھیرتھر اور ہب ہیں اس سلسلہ کی بعض چوٹیاں سطح آب سے ستر فٹ بلند ہیں۔ یہ کوہسار ایک سو بیس میل تک حد بندی کرتا ہوا چلا گیا ہے۔ اس کی ایک شاخ کا نام ڈاڈھیارو ہے۔ یہاں کی آب و ہوا صحت بخش ہے۔ دوسری شاخ کا نام بگوٹھورو ہے۔ جو سیہون کے نزدیک ہے۔ تیسری ضلع دادو میں کوہستان کے نام سے مشہور ہے۔ اس کوہسار سے کراچی کے مغرب میں (پاب) ہب کا سلسلہ ملا ہوا ہے۔ جس کے نالوں اور ندیوں کو لیتا ہوا دریائے ھب بہتا ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام پہاڑیاں پست اور نیچی ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) کلی : ٹھٹھہ کے نزدیک ہے۔

(۲) گنجو ٹکر : یہ حیدر آباد کے نزدیک خشک پہاڑ ہے۔

(۳) روہڑی کی پہاڑیاں : روہڑی انہی پہاڑوں پر واقع ہے۔

(۴) آدم شاہ : یہ بہاؤ سکھر کے قریب ہے۔

(۵) کارونجھر : یہ نگرپارکر کے نزدیک ہے۔ اس علاقے میں قدیم زمانے میں بہت زلزلے آتے تھے۔ اب بھی خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آتش فشاں پہاڑ ہے۔ جو ابھی خاموش ہے۔(۳۴)

صحراء

کہا جاتا ہے کہ اگر عظیم دریائے سندھ نہ ہوتا تو سندھ ایک چٹیل صحرا ہوتا۔ جہاں نہ زراعت ہوتی اور حیات انسانی کا نام و نشان تک نہ ہوتا۔

دریائے سندھ کے باعث سندھ کا عظیم علاقہ انسانی حیات سے آشنا ہے۔ اس کے باوجود سندھ میں صحرائی سلسلے بھی ہیں۔

سندھ کے مشرقی سرحد پر بہت سے ریگ زار ہیں۔ جو اس چٹیل بیابان میں چلنے والے جھکڑوں کی وجہ سے

بدلتے رہتے ہیں۔ یہ علاقے ریگستان کا علاقہ کہلاتا ہے۔

سندھ میں ایسے بہت سے علاقے ہیں جو صحراؤں اور ریگستانی علاقے ہونے کے باعث ذرائع آب پاشی اور کھیتی باڑی سے محروم ہیں۔

کچھ کا میدان بھی ایسا ہی ہے اس کا شمالی حصہ تیس میل لمبا ہے اور شکارپور اور درہ بولان کے درمیان واقع ہے۔ اسے پٹ کا علاقہ کہتے ہیں۔

یہ علاقہ اس چکنی مٹی سے بنا ہے جو کوہ کھیر تھر سے بہنے والے ندی' نالے یہاں بچھاتے رہے ہیں۔ اور وہ پھر خود بھی اسی ویرانے میں کھو جاتے ہیں۔(۳۵)

صحرائے تھر جنوب مشرقی علاقے میں واقع ہے اور کم و بیش تین سو مربع میل پر مشتمل ہے۔ یہ صحرا مکمل طور پر ریتیلے علاقے پر مشتمل ہے۔

یہاں انسانی ضروریات کے لئے بھی پانی بڑی تگ و دو کے بعد حاصل کیا جاتا ہے۔(۳۶)

کہا جاتا ہے کہ تھر کا علاقہ قدیم زمانے میں بے حد سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ کیونکہ دریائے سندھ تھر کے علاقے سے گزرتا تھا۔ اس وجہ سے یہاں اعلیٰ پیمانے پر زراعت اور کاشتکاری ہوتی تھی۔ مگر پھر دریائے سندھ کے رخ تبدیل کرنے سے یہ علاقہ صحرائی علاقے میں تبدیل ہوگیا۔

اس وقت تھر کے علاقے میں بارش کا اوسط بھی کافی تھا۔ جس کی وجہ سے پورا علاقہ نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ آب و ہوا کی تبدیلی کا یہ نظریہ قیاسیات پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ اس لئے تاریخی شواہد موجود ہیں۔(۳۷)

Climates Through Ages میں لکھا ہے کہ وہ حصے جو ریگستان ہیں وہ کسی زمانے میں نہایت سرسبز و شاداب علاقے رہ چکے ہیں اور جو اب سرسبز و شاداب ہیں وہ ماضی میں ریگستانی علاقے تھے۔ وادی سندھ میں جو کھدائیاں ہوئی ہیں ان سے ان باتوں کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

صحرائے تھر کے علاقے میں لوگ ہمیشہ سے رہتے چلے آئے ہیں۔ اس علاقے میں صحراء ہونے کے باوجود زندگی کے آثار ختم نہیں ہوئے۔

میدانی علاقے

دریائے سندھ جن مختلف علاقوں میں سے گزرتا ہے۔ ان میں پہاڑی اور میدانی دونوں علاقے شامل ہیں۔ میدانوں میں سب سے بہترین علاقہ شکارپور اور لاڑ کا علاقہ ہے۔ جو شمال سے جنوب کی جانب ت قریبا" سو میل لمبا تنگ جزیرہ ہے۔ زرخیزی کے اعتبار سے سندھ کے میدانوں میں یہ سب سے بہترین علاقہ ہے۔(۳۸)

یہ دریائے سندھ اور مغربی نارا کے علاقے کے درمیاں گھرا ہوا ہے۔

دوسرا علاقہ تقریبا" پچاسی میل چوڑا ہے اور دریائے سندھ کے مشرق کی طرف پھیلا ہوا ہے۔ جس میں مشرقی نارا بہتا ہے۔

اس وسیع علاقے بلکہ تھرپار کر دریائے سندھ صدیوں سے اپنی من مانی کرتا رہا ہے اور موجودہ مشرقی صحراء کو زرخیز بناتا رہا ہے۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات پر کیا جاچکا ہے۔ یہ بات مشاہدہ میں آنے والے قدیم قصبات کے بہت سے نشانات سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور دریاؤں کی مدتوں سے خشک گزر گاہوں سے بھی جو اس خشک علاقے کو کئی جگہ سے کاٹتی ہیں۔

دریا کی متروکہ گزرگاہ جس کو اب رین نالہ کہتے ہیں بھاول پور اور روہڑی کے علاقہ جات میں موجود ہے اور یہیں مشرقی نارا سے مل کر دریا اس مقام پر سمندر میں گرتا تھا۔ جس کو اب دریائے سندھ کا کوری دہانہ کہا جاتا ہے۔(۳۹)

دریا' نہریں

سندھ کے دریاؤں کے سلسلے میں سب سے پہلا ذکر دریائے سندھ کا آتا ہے۔ سندھ اور دریائے سندھ کے حوالے سے اس کا تذکرہ پچھلے صفحات میں کرچکے ہیں۔ کیلاش کے پہاڑوں سے سمندر تک دریا کی لمبائی تقریبا" اٹھارہ سو میل ہے۔ (اور کم و بیش پانچ سو نوے میل موجود سندھ کے خطے میں ہے۔)

جب پہاڑوں پر اس کے منبع کے برف زار پگھلتے ہیں۔ اس کے اور اس کے معاونین آب گیر علاقوں میں مون سون کی بارشیں ہوتی ہیں تو اس کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔ اور یہ دریا کناروں سے اچھل جاتا ہے۔(۴۰)

اپنے علاقوں سے گزرتے ہوئے یہ زمینوں کو سیراب کرتا ہوا آتا ہے۔

اس کی اہم ترین خصوصیت اس کی گزرگاہ میں واقع ہونے والے تغیرات کی وسعت و سرعت ہے۔ سندھ کے علاقے میں دو ہی مستحکم گھاٹیاں ہیں۔ ایک بھکر کی دوسری کوٹری کی۔ ان میں بھی تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔(۴۱)

جن کی وجہ سے کسی مخصوص مرحلے پر دریا کے پانی کی روانی کا اندازہ لگانا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وادی سندھ کی زمین انتہائی زرناک ہے۔ اور پانی کے تین بہاؤ سے اس میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی رہتی ہے۔ جس کے باعث کوئی بھی لہر کنارے سے ٹکرا کر کٹاؤ پیدا کر دیتی ہے۔ زمین کی اس زرناک کیفیت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پانی میں گاد کی ایک بڑی مقدار جمع رہتی ہے۔ جو کہیں بھی اس کو بہا لے جانے والی رفتار کم ہوتے ہی ٹھہر جاتی ہے۔

علاقے کی ڈھلوان کافی حد تک پھسلنے والی ہے۔ اس لئے دریا کو مجبوراً ایک ایسی گزرگاہ بنانی پڑتی ہے تاکہ اس کی رفتار ایسی حدود میں رہے جسے کنارے زیادہ کٹاؤ کے بغیر سنبھال سکیں۔

اس کے کنارے بہت نیچے ہوتے ہیں، طغیان کے موسم میں اکثر پانی ان میں سے اچھل جاتا ہے۔ مختلف مقامات پر دریا کے پاٹ کی وسعت مختلف ہے۔ دریائے سندھ کا ڈیلٹائی علاقہ کم و بیش پندرہ سو مربع میل پر پھیلا ہوا ہے۔ لیکن یہ علاقہ زرخیز نہیں ہے۔ دریا وقتاً فوقتاً اپنی گزرگاہ بدلتا رہتا ہے۔(۴۲)

لہٰذا اس کے کناروں پر واقع قدیم قصبے اور بستیاں نیست و نابود ہو چکے ہیں۔ قدیم زمانے میں دریائے سندھ میں جہاز رانی بھی ہوتی تھی۔ تجارت، مال برداری کے لئے بحری جہاز چلتے تھے۔(۴۳)

دریائے سندھ کی گزرگاہ کے تین مراحل ہیں

پہلا مرحلہ پہاڑوں کا ہے جو کہ دریائے سندھ کے منبع ہیں۔ دوسرا مرحلہ دریائے سندھ کی بالائی گزرگاہیں ہیں، اور تیسرا مرحلہ ڈیلٹا ہے۔ اور یہی وہ جگہ ہے جہاں دریائے سندھ سمندر میں گرنے سے قبل دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے اور اس کے بہت بعد سمندر کا ساحل ہے۔

دریائے سندھ سے سندھ کے مختلف علاقوں کے لئے نہریں نکالی گئی ہیں۔ جن کو قدیم زمانے سے لے کر

اب تک زراعت و آب پاشی کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ سندھ کا نہری نظام قدیم زمانے میں بھی اتنا ہی ترقی یافتہ تھا جتنا کہ آج ہے۔ سندھ کا علاقہ دریائے سندھ کا پیدا کردہ ہے اور وہی اس علاقے کو زندہ رکھتا ہے۔ اس کے بغیر یہ ایک صحرا ہے۔ دریائے سندھ علاقہ کی ثقافتی زندگی کا بھی ایک حصہ ہے۔ قدیم شعراء کے اشعار میں بھی اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اور علاقے کی ایک لوک کہانیوں میں بھی اس کے موجوں کی روانی کا تذکرہ ہے۔(۴۴) جن میں چند دل چسپ اشلوک درج ذیل ہیں۔

(۱) اے سندھو (دریائے سندھ) جب تو میدانی علاقے میں بہتا ہے تو اپنے ساتھ لا تعداد خیر کی مٹی لاتا ہے۔ تیرا پانی یہاں کے لوگوں کے لئے رحمت ہے۔

(۲) اے سندھو (دریائے سندھ) تیری آواز بیل کی طرح ہے۔ جس طرح گائے اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ اسی طرح تیری شاخیں تجھے پانی پلاتی ہیں۔ تو ایک فوجی جنرل کی طرح اسلحہ بند اور فوج کے ساتھ نکلتا ہے۔

(۳) اے سندھ (دریائے سندھ) اگر تیری تعریف کی جائے تو تو عروس البحر ہے۔ تیری چال میں ایک دوشیزہ جیسی رعنائی و نزاکت اور بانکپن ہے۔

(۴) اے سندھو (دریائے سندھ) تو عبادت گزاروں کے لئے آستانہ ہے اور تیرا پانی امرت ہے۔(۴۵)

دریائے سندھ کی طغیانی

شروع سے ہی سندھ کی زرخیزی کا دارومدار سیلابوں پر رہا ہے۔ موسم گرما کے شروع میں جب دریا چڑھتا تھا تو کمزور مقامات اپنے کناروں سے اچھل پڑتا تھا اور انہیں توڑ پھوڑ دیتا تھا۔ یوں دریائے سندھ کا بے لگام اور بے حساب پانی علاقوں کو تہ آب کرتا ہوا پھر سمندر میں جا گرتا تھا۔ دریائے سندھ کی ایک طغیانی بھاولپور کے علاقے میں شروع ہوتی تھی پھر سکھر کے نصف مشرقی علاقے کو سیراب کرتی تھی۔ دوسری طغیانی سکھر کے اوپر شروع ہوتی تھی اور شکارپور سے ہوتی ہوئی ڈھنڈوں کو بھر دیتی تھی۔ یا منچھر جھیل سے ہوتی ہوئی دریائے ارال کے ذریعہ واپس سندھ میں آملتی تھی۔ بالائی سندھ میں طغیانی شمالی پہاڑوں کے سیلاب سے کئی گنا بڑھ جاتی تھی۔ جنوب کی طرف ڈیلٹا میں طغیانی کے یہ واضح راستے ایک عام سیلاب میں بدل جاتے تھے۔ دریا ہر جگہ کناروں سے اچھل جاتا تھا اور علاقے کو تہ آب کر دیتا تھا۔ بہت ابتدائی ایام سے مقامی حکمران اور جرات مند لوگ اس پر

حفاظتی بند باندھتے اور نہریں کھودتے تھے۔(۴۶)

زلزلے

طبقاتی اعتبار سے تو پورا سندھ ہی زلزلوں کی زد میں ہے۔ خاص طور پر حیدر آباد اور ٹھٹھہ کے علاقہ جات مختلف اوقات میں ٹھٹھہ حیدر آباد' تھرپارکر اور خیرپور میں زلزلے آئے ہیں۔ بعض اوقات میں نقصانات زیادہ ہوئے ہیں۔ کافی افراد مرے' لیکن بعض اوقات صرف زلزلے کے جھٹکے ہی محسوس ہوئے' زلزلوں کے باعث بھی دریائے سندھ کا راستہ تبدیل ہوا ہے۔

قدیم زمانے میں زلزلے کے باعث دریائے سندھ نے اپنا رخ تبدیل کیا تھا۔ ماہرین ارضیات نے سندھ کے مختلف علاقوں میں زمین کے سروے کے بعد پچھلے اوقات میں آئے ہوئے زلزلوں کی نشاندہی کی ہے۔ اور آثار دیکھ کر دوبارہ زلزلوں کی آمد کی پیش گوئی کی ہے۔(۴۹)

نارا (مشرقی) دریائے ستلج نے جب صدیوں پہلے اپنی اصل گزرگاہ چھوڑ دی تو جو اس کے پہاڑوں سے نکلنے کے قریب ہی تھی۔ اور مغرب کی طرف مڑ کر دریائے بیاس سے ملحق ہوگئی اور یوں دریائے سندھ کے پانی میں بھرپور ندی کا مزید اضافہ ہوگیا۔ اور کسی وقت کے ایک زرخیز اور گنجان اور وسیع علاقے کو ویران اور سنسان کر گیا۔ یہ امرکوٹ کے قصبے کے پاس سے گزرتا ہوا خلیج کچھ میں گرتا تھا۔ وہاں اس کو دریائے گھاگھرا کہا جاتا ہے۔ جس کو ہاکڑا بھی کہتے ہیں۔

اپنا آزاد مرتبہ کھونے سے بہت پہلے اس کی گزرگاہ نارا کے نام سے دریائے سندھ کے سیلابی پانیوں کو ڈھورو پورن لے جاتی تھی اور کوری کھاڑی میں گرا دیتی تھی۔(۴۸)

مغربی نارا

یہ بھی اس نام کی ایک نہر تھی اور کسی وقت دریائے سندھ کی مستقل ایک شاخ تھی جس کا پانی لاڑ کے قریب اپنی اصلی گزرگاہ سے الگ ہو کر اس کے متوازی بہلنے لگے اور انہیں اس قدرتی نشیب میں لے گئے۔ جو جھیل منچھر بنا ہے۔ اس نشیب میں پانی کا ایک اور ذخیرہ ایک ایسے نالے سے آیا جس نے سیہون کے جنوب میں

دریائے سندھ کو چھوڑا۔ اسے دریائے ارال کہتے ہیں۔ لیکن جب طغیانی کم ہونے لگی تو یہ دریا دوسری طرف بہنے لگا اور منچھر کو دریائے سندھ میں گرانے لگا۔ (۴۹)

رن کچھ

رن کچھ تھر کے ریگستان کے جنوب میں واقع ہے۔ اس کی زمین تقریباً" ساٹھ میل لمی ہے۔ جس کی سطح گرمیوں میں بالکل خشک اور برف کی طرح چمکتی ہے۔ لیکن سردیوں میں اس پر پانی کافی اوپر آجاتا ہے۔ اور پھر سمندر کے بیچ میں کچھ کا جزیرہ ہے۔ جو کسی قدر بلند ہے۔ ان کچھ سے دن کو گزرنا محال ہے صرف اس وقت جب سورج غروب ہو جائے۔ انسان اس کو طے کرنے کا ارادہ کر سکتا ہے۔(۵۰)

جب سکندر اعظم سندھ میں تھا تو یہ اندرون میں ایک جھیل تھا۔

رن کا کم از کم مغربی حصہ علی بندر سے کوری کھاڑی تک بے حد زرخیز تھا۔ سندھ اور کچھ کے درمیان رابطہ بالکل آزادانہ تھا اور کوئی صحرا بیچ میں حائل نہیں تھا۔ پھر زلزلے سے زمین بیٹھ گئی اور سمندر اندر گھس آیا۔(۵۱)

دریائے حب

دریائے حب بھی ایک دائمی دریا ہے جو سندھ میں بہتا ہے۔ بہت سے نالوں کی گزرگاہیں بارشوں میں پہاڑیوں کا پانی لاتی ہیں۔ پھر اس کو سمندر' دریائے سندھ منچھر جھیل اور حب میں گرادیتی ہیں۔(۵۲)

سندھ کے مناظر

سندھ بلاد عالم میں ایسا ملک تھا جو ہمیشہ سے صناعوں' سیاحوں اور فاتحوں کے لئے دل چسپی اور حیرت کا باعث رہا ہے۔

یہ ملک بلحاظ اپنی آب و ہوا زمین' اعتقادات و نصامات کے بجائے خود ایسی دنیا ہے جو دیگر دنیاؤں سے بالکل مختلف تھا۔

سندھ جیسے علاقے کے قدرتی مناظر کا دوسرے علاقے مقابلہ نہیں کرسکتے کوہستان کے بعض علاقوں میں مناظر اس قدر خوبصورت ہیں کہ قدرت کی صناعی کا عظیم شاہکار معلوم دیتے ہیں۔

اس کے برعکس بعض علاقہ ایسے بھی ہیں جہاں اشجار برگ و بار سے محروم ہیں۔ طغیانی کے موسم میں مشرقی نارا کے علاقے بہت حسین معلوم دیتے ہیں۔ دریائے سندھ کے دونوں اطراف کا سیلابی علاقہ جو تقریباً" بارہ میل تک پھیلا ہوا ہے، پیداوار کے لحاظ سے انتہائی بہترین علاقہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کے اطراف میں کئی میل تک ببول کے گھنے درخت ہیں جو ایک بہترین نظارہ پیش کرتے ہیں۔

سیہون کے قریب کوہ لکی کا سلسلہ ہے جو چھ سو فٹ بلند عمودی چٹان کی صورت میں دریائے سندھ پر ختم ہو جاتا ہے اور ایک شاندار منظر پیش کرتا ہے۔ لیکن سندھ کا عمدہ ترین منظر روہڑی اور سکھر کے قصبے اور بھکر کا جزیرائی قلعہ پیش کرتے ہیں۔ جس کی اونچی قلعہ نما دیواریں بیچ میں بہنے والی ندی میں واقع ہیں۔

قلعہ بھکر کے جنوب میں تھوڑے فاصلے پر دلفریب سبزے میں لپٹا ہوا سندھ بیلو کا جزیرہ ہے۔ دریا کے دونوں اطراف پر کہیں کہیں کھجور اور ببول کے وسیع جھنڈ ہیں۔

گہرے سبز برگ و بار کے وسیع و عریض درخت ساتھ ساتھ گزرتی ہوئی تیز ندی سے مل کر ایسا نایاب نظارہ پیش کرتے ہیں۔ جو دل فریب بھی ہے اور دل ربا بھی۔

سندھ کی سیاسی اور جغرافیائی تنظیم

قدرتی تقسیم

سندھ کی زمین دو حصوں میں منقسم ہے۔ بالائی اور زیریں اس کو شمالی سندھ اور جنوبی سندھ بھی کہتے ہیں۔ سندھی زبان میں ان کو لاڑ اور سرا کہتے ہیں۔ شمالی سندھ یا لاڑ وہ حصہ ہے جو شہر سیہون سے اوپر افغانستان اور سرحد کی حد کو ملتا ہے۔

جنوبی سندھ یا سرا وہ زمین ہے جو شہر سیہون سے نیچے نیچے سمندر تک کو چلی گئی ہے۔ لیکن آجکل شمالی بلند حصہ کو سرو مشرقی حصہ کو ریگستانی یا صحرائی مغربی حصے کو پہاڑوں کے سبب کوہستانی علاقہ اور درمیانی ہموار میدان کے باعث اس کو میدانی علاقہ کہتے ہیں۔(۵۳)

جغرافیائی تقسیم

جغرافیائی طور پر سندھ کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) بالائی سندھ

(۲) وسطی سندھ

(۳) زیریں سندھ

(۴) کچھ کے علاقہ جات

بالائی سندھ :

اس کا رقبہ کم و بیش ایک ہزار تیس مربع میل ہے۔ اس کے مغرب میں کچھ کے علاقے ہیں۔

شمال کی جانب اس کی لمبائی تین سو چالیس مربع میل ہے۔ اور مشرق کی جانب دو سو اسی مربع میل اور مغرب کی جانب دو سو پچاس مربع میل ہے۔(۵۴)

اس علاقے کا قدیم دار الحکومت الور Alor تھا۔(۵۵)

وسطی سندھ :

اس کا رقبہ چار سو سترہ مربع میل ہے۔ اس کی شمالی جانب لمبائی ایک سو ساٹھ مربع میل ہے۔ اسی طرح جنوب کی جانب لمبائی بھی ایک سو ساٹھ مربع میل ہے۔ مشرقی جانب لمبائی پینتالیس میل ہے اور اس کے قدیم شہروں میں سیھون کا شہر ہے۔

زیریں سندھ :

زیریں سندھ کے علاقے کی لمبائی کم و بیش پانچ سو مربع میل ہے۔ یہ علاقہ مشرقی جانب عمرکوٹ کے صحراء تک پھیلا ہوا ہے اور مغربی جانب Capa Maz کے پہاڑی علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔

عمرکوٹ تک مغربی پہاڑوں ایک سو ساٹھ میل ہے اور عمرکوٹ سے ماز Capa Maz کے پہاڑوں تک اس کی لمبائی اسی میل ہے۔

ماز کے پہاڑی سلسلوں سے دریائے سندھ کے دہانے تک اس کی لمبائی ایک سو پینتیس میل لمبی ہے اور دریائے سندھ کے دہانے سے عمر کوٹ تک اس کی لمبائی ایک سو چالیس میل ہے۔(۵۶)

کچھ کے علاقے

کچھ کے علاقے سندھ کے شہر اور دارالحکومت الور کے جنوب مغرب میں واقع ہیں۔ اس کا رقبہ دو سو ساٹھ میل پر محیط ہے۔(۵۷)

قدیم شہر کوٹ سوارہ کچھ کے علاقے کا دارالحکومت تھا۔ اور یہ شہر صرف پانچ مربع میل پر مشتمل تھا۔(۵۸)

کچھ راجپوتانہ سے لے کر سمندر تک سندھ کی جنوبی یا جنوب مشرقی سرحد ہے سندھ کی تاریخ کے حوالے سے ایک بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ سندھ کی تاریخ کو اس وقت تک سمجھنا مشکل ہے۔ جب تک اس علاقے میں ہونے والے بڑے بڑے تغیرات کو ذہن نہ رکھا جائے لامبریک کی رائے کے مطابق۔

جغرافیائی اعتبار سے سندھ کو تین درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) پہاڑی سلسلے

(۲) ہموار نہری سلسلے

(۳) صحرائی ریتیلے سلسلے(۵۹)

طبیعات' جغرافیہ اور موسمیات کے ماہرین سندھ کے جغرافیہ اور طبیعی حالات اور موسم کو ملک مصر سے تشبیہ دیتے ہیں اور کافی حد تک سندھ اور مصر کی تشبیہ درست بھی ہے۔(۶۰) ان جغرافیہ اور طبیعیات کے ماہرین کی رائے کی تائید عرب جغرافیہ دان اور مورخین بھی کرتے ہیں۔(۶۱)

لامبریک نے لکھا ہے کہ:

سندھ کو عرض کے اعتبار سے تین طبیعی موسمیاتی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) شمالی بالائی سندھ

(۲) وسطی سندھ

(۳) جنوبی زیریں سندھ اور سندھ کے رہنے والے ان تین مناطق کو بالترتیب اس نام سے یاد کرتے ہیں۔

(ا) سیریا سرو یعنی بالائی منطقہ

(ب) کھولا یا وچولو یعنی وسطی منطقہ

(ج) لاڑ یعنی زیریں منطقہ

لیکن بڑے جغرافیہ دان سندھ کو صرف دو حصوں میں ہی تقسیم کرتے ہیں۔

(ا) شمالی سندھ

(ب) جنوبی سندھ

یہی جغرافیائی تقسیم قدیم زمانے میں سیاسی تقسیم پر منطبق تھی۔(۶۲)

سیاسی تقسیم

صاحب چچ نامہ نے سیاسی اعتبار سے سندھ کو پانچ علاقوں میں تقسیم کیا ہے۔

(ا) برھمن آباد

(۲) سیوستان

(۳) اسکلندہ

(۴) ملتان

(۵) الور

برھمن آباد

برھمن آباد کے علاقوں میں بعض بڑے معروف اور مشہور شہر تھے۔ مثلاً" نیرون' دیبل' لوحانہ' سمتہ' اور سمہ کے علاقے بھی برھمن آباد کا حصہ تھے۔

سیوستان

سیوستان کے علاقے میں بودھیہ کے علاقے' جھنکان شہر' اور روجھان شہر شامل تھے۔ نیز اس کے اطراف

پہاڑی علاقے بھی سیوستان میں شامل تھے۔ نیز اس کے اطراف پہاڑی علاقے بھی سیوستیان میں شامل تھے اور ان کی حدود مکران کے پہاڑی علاقوں تک تھی۔

اسکلندہ

اس علاقے کے داۂ میں سندھ کے قدیم شہر بابیا' تلواریہ (۶۳) پچ پور' اور بودھ پور وغیرہ آتے تھے۔

ملتان

ملتان کے علاقے میں سکھر' بھکر' برہم پور' کہرور' شاھار' کنبہ' کے شہر آتے تھے۔ اور کشمیر تک اس کی حدود تھی۔

الور

الور سندھ کا دارالخلافہ تھا الور سندھ میں عربوں کی آمد تک راجہ داھر کا دارالحکومت رہا۔ یہ علاقہ سندھ کے والیان کا مسکن اور جائے رہائش بھی تھا۔
اس علاقے میں کروان' قیقان' نیرہاس' جیسے قدیم شہر بھی تھے۔ ان تمام علاقوں پر جو حکمران حاکم تھے وہ بادشاہ کے نائب تھے اور راجہ داھر کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ (۶۴)

قدیم سندھ کے اقوام و قبائل

سندھ میں مختلف اقوام مدت مدید سے رہتی چلی آئی ہیں۔ جن میں سے کئی اقوام ایسی ہیں جو پانچ ہزار سال قبل آئیں۔

دراوڑی

سندھ میں باہر سے جو اقوام آئیں ان میں سے سب سے قدیم دراوڑی قوم ہے۔ یہ آریاؤں سے بھی پہلے آئے۔ یہ وہ قوم ہے جو ہڑپہ اور موھن جوداڑو میں رہیں۔ (۶۴) اس طرح دراوڑی سندھ کے قدیم آباد کار تھے۔

تمدنی دور میں ہمیں سب سے قدیم نسل کے لوگ دراوڑ دکھائی دیتے ہیں۔ جن کے آثار موھن جوداڑو' ہڑپہ' کوٹ ڈیجی' اور چنھو دارو میں زمین کے نیچے سے برآمد ہو کر ان کے متمدن ہونے کی شہادت دے رہے ہیں دراوڑی نسل کے جو آثار اس وقت دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ جہاں اس نسل کے اعلیٰ تمدن کی نشاندہی کرتے ہیں۔ وہیں اس حقیقت کی جانب بھی اشارہ کرتے ہیں کہ اس نسل کی زبان بھی خاصی ترقی یافتہ ہوگی۔ اس دراوڑی دور کے آثار ضلع انبالہ اور کاٹھیاواڑ گجرات تک میں برآمد ہوئے ہیں۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ دراوڑی لوگوں کے روابط اور تعلقات سمیری قوم سے بہت گہرے تھے۔ ان کے درمیان وسیع تجارتی تعلقات قائم تھے۔ ان تجارتی راستوں میں سے ایک راستہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مولود وطن' "ار" سے شروع ہو کر عطلام اور ایران کے جنوبی ساحل سے ہوتا ہوا ساحل مکران سے گزرتا ہوا موہن جوداڑو تک آتا تھا۔ دوسرا "ار" سے شمال کی طرف دجلہ اور فرات کی وادیوں میں قائم ریاستوں سے ہوتا ہوا شمالی ایران کی طرف سے سندھ میں داخل ہوتا تھا۔

دراوڑ قوم سندھ میں کہاں سے آئی

اس بارے میں مختلف مورخین مختلف رائے رکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دراوڑ قوم عراق سے جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد متمدن انسانوں کا گہوارہ تھا۔ نقل مکانی کر کے سندھ میں آ بسی تھی۔(٦٦) اور وہاں کی ثقافت اور زبان کو بھی اپنے ساتھ لے آئی تھی۔

یہی وہ زبان تھی جو سب سے پہلے اس علاقے میں پھیلی اور بڑھی جس کو آج برصغیر کہا جاتا ہے اور آئندہ آنے وای تمام بولیوں اور زبان کی بنیاد بنی۔

پروفیسر عین الحق نے لکھا ہے کہ:

چونکہ ان کی تحریروں میں پہاڑ کا تذکرہ ملتا ہے اور ان کی زبان قدرے منگولی زبان سے ملتی جلتی تھی اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ منگولی النسل تھے اور کوہ قاف' وسطی ایشیا یا آرمینیا کے پہاڑی علاقوں سے ترک وطن کر کے یہاں آئے تھے۔(٦٩)

مورخین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ دراوڑی لوگ عراق کے سرسبز و شادات علاقہ کو چھوڑ کر اور علاقہ فارس'

کرمان اور مکران سے ہوتے ہوئے سندھ کے خشک اور بنجر علاقے میں کیوں آ بسے تھے۔

اس سوال کے پہلے حصہ کا جواب تو یہ ہے کہ قدیم زمانے میں جب کسی علاقہ کی آبادی بہت بڑھ جاتی تھی' تو وہاں کے کچھ خاندان اور قبائل نقل مکانی پر مجبور ہوتے تھے۔ قدیم تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

سوال کے دوسرے حصے کا جواب یہ ہے کہ سندھ کی آب و ہوا جیسی آج ہے ویسی اس قدیم وقت میں نہیں تھی۔ اس وقت یہاں بارش کا اوسط بھی کافی تھا۔ متعدد دریا بھی تھے۔ جو پانی سے لبریز رہے تھے اور ان دونوں باتوں کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ پورا علاقہ سرسبز و شاداب تھا۔ ایسے شواہد بھی ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا علاقہ جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا۔ درختوں کو کاٹ کر ان سے ایندھن کا کام لیا گیا۔

ان سے اینٹیں بنائی گئیں۔ پکی اینٹوں سے مکانات اور شہر تعمیر کئے گئے۔ جنگلات کو کاٹ کر میدان صاف کئے گئے۔

اور ان میں کھیتی باڑی کی جانے لگی۔ اسی لئے اس علاقے کا قدیم پیشہ زراعت رہا ہے۔(۶۸)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دراوڑی قوم شمال مغربی علاقوں سے سندھ میں داخل ہوئی۔ دیگر اقوام کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اسی راستے سندھ میں داخل ہویں۔(۶۹)

وادی سندھ کی تہذیب کو دراوڑی تہذیب سے منسوب کیا جاتا ہے۔ دراوڑی دراصل خود یہاں کے باشندے نہ تھے۔ بلکہ باہر سے آکر آباد ہوئے تھے۔

بعض ماہرین کہتے ہیں کہ دراصل دراوڑی خط' بحیرہ روم کے سواحل پر بسنے والی قوم یا اس کے ہم رشتہ نژاد قوم ہے جو مشرق کی طرف روانہ ہوئی اور طویل سفر طے کرتی ہوئی سندھ میں وارد ہوئی۔

ایلیٹ اسمتھ لکھتا ہے کہ قدیم زمانے میں سندھ میں آنے والی نسلیں مشرقی افریقہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس سرزمین میں آباد ہونے کے بعد یہاں کے اصل باشندوں سے ان کا نسلی اختلاط شروع ہوا۔ ان نئی ثقافت کے حاملوں اور یہاں کے اصل باشندوں میں جب خونی آمیزش شروع ہوئی تو اس کے نتیجہ میں جو قوم پیدا ہوی وہ دراوڑ کے نام سے موسوم کی جاتی ہے چنانچہ دراوڑوں کو مغرب اور قدیم سندھ کے باشندوں کی مخلوط نسل قرار دیا جاتا ہے۔

دراوڑی لوگوں کے سندھ میں آمد کے دو راستے بتائے جاتے ہیں۔

ایک خشکی کا راستہ جو خلیج فارس کے شمال مشرق سے ہوتا ہوا پھر جنوب کی طرف گھوم کر درہ بولان سے سندھ میں داخل ہوتا ہے۔

دوسرا راستہ خلیج فارس اور بحیرہ عرب سے ہوتا ہوا دریائے سندھ کے دہانے تک کا سمندری راستہ ہے۔

موجودہ بلوچستان میں بھی قیام پذیر ہونے والے دراوڑی قوم کے اسلاف ان راستوں سے یہاں آئے۔ اور ان کو وطن اختیار کیا۔

وادی سندھ میں داخل ہونے سے پہلے آریا کہاں رہتے تھے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہر مورخ کو پریشان کئے دیتا ہے۔ اس کا جواب دیتے ہوئے باری علیگ لکھتے ہیں۔

کہ آریاؤں کا پرانا وطن وسطی ایشیا میں کہیں ہوگا۔ وہاں سے ایک شاخ نے یورپ کا رخ کیا' دوسری نے جنوب کی راہ لی' اپنے اس پرانے وطن میں آریاؤں کی اکثریت کھیتی باڑی کرتی تھی۔ ان کے چھوٹے چھوٹے گاؤں تھے۔ ان کی زبان موجودہ انڈو یورپی زبانوں کی ماں ہوگی۔ وہ تیر کمان اور نیزے کے استعمال سے واقف ہو چکے تھے۔ دو ہزار قبل مسیح میں آریاؤں نے اپنے اس وطن کو چھوڑا اور سندھ میں چلے آئے۔ دریائے سندھ کی تیز رفتاری اور روانی کو دیکھ کر ان نئے آنے والوں نے اسے سندھو کا نام دیا۔

رگ وید سے پتہ چلتا ہے کہ آریا سندھ میں جو اور گندم کی کاشت زیادہ کرتے تھے اور یہی اجناس یہاں زیادہ کھائی جاتی تھیں۔ ویدک زمانہ سے مراد وہ زمانہ ہے جب آریاؤں نے آہستہ آہستہ دریائے سندھ اور اس کے تعاون سے سیراب ہونے وای زمین پر اپنا اثر و نفوذ قائم کیا۔(۷۰)

ہندوستانی مصنفین کا کہنا ہے کہ:

دنیا کے تمام ممالک کی طرح اس خطہ میں بھی انسانی تاریخ کے دو دور نہایت نمایاں ہیں۔ ایک غیر متمدن دور دوسرا متمدن دور۔

غیر متمدن دور میں قدیم پتھر اور جدید پتھر کے زمانے کے لوگ اور بعد کی وہ نسلیں شامل ہیں۔ جن کی باقیات گونڈ' بھیل' کول اور سنتھال آج بھی برصغیر کے بعض حصوں میں پائی جاتی ہیں۔

تمدنی دور میں ہمیں سب سے قدیم نسل کے لوگ دراوڑ ہی دکھائی دیتے ہیں۔ جن کے آثار موہن جوداڑو' ہڑپہ' کوٹ ڈیجی' اور جھنوداڑو میں زمین کے نیچے سے برآمد ہو کر ان کے متمدن ہونے کی شہادت دے رہے ہیں۔(۷۱)

دراوڑی وہ قوم ہے جو اس علاقے میں شمال سے آئے تھے۔ بعض حضرات بربر کو بھی دراوڑی کہتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔(۷۲)

آریائی

ہندوستانی مصنفین کا کہنا ہے کہ بھارت کی سرزمین ہی آریوں کا اصل وطن تھا۔ افغانی اور ایرانی مصنفین نے یہ رائے قائم کی ہے کہ ان کا ابتدائی مسکن افغانستان اور ایران تھا۔

آریاؤں نے بابل کی سلطنت کو تاراج کیا اور اپنی مظبوط و مستحکم حکومت قائم کرلی۔

عراق کے آریائی حکمرانوں' شمالی ہندوستان اور سندھ پر قابض آریاؤں کے درمیان تعلقات بالکل واضح تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو آریا سندھ میں آئے وہ ایران سے آئے تھے۔ ان کو پنجالاس کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

بشاجہ نام کے آریا بھی سندھ پر حکومت کرتے تھے۔

دراوڑوں کو وادی سندھ میں آباد ہوئے اور اپنے تمدنی لوازمات جمع کرتے ہوئے صدیاں بیت چکی تھیں۔ کہ برصغیر کے شمال مغربی دروں سے آریاؤں کی آمد شروع ہوئی۔ جن سے یہ نتیجہ نکالنا غیر منطقی معلوم نہیں ہوتا کہ آریاؤں کا ابتدائی مسکن عراق کا شمالی حصہ تھا۔

اگرچہ آریوں کے اصلی وطن کے بارے میں جہاں سے یہ لوگ پہلے پہل روانہ ہوئے تھے۔ مورخین میں شدید اختلافات پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کچھ اس قسم کے علامات اور اشارات موجود ہیں جن سے اس معاملہ میں کچھ نہ کچھ رہنمائی ہوتی ہے۔ آریا قبائل درحقیقت ایک ایسے خطہ میں بود و بوش رکھتے تھے جس کی آب و ہوا بری تھی۔ کیونکہ وہ لوگ سال میں فقط دو یا تین موسموں سے واقف تھے۔ ان کی زبان سے ظاہر ہے

کہ وہ سٹیپ کی طرح کے ایک لق و دق میدانی علاقے میں سکونت پزیر تھے۔ جہاں نہ پہاڑ تھے نہ بڑے بڑے جنگل' بلکہ اس علاقے میں فقط صنوبر اور بید مجنوں کے درخت نشو و نما پاسکتے تھے۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ آریا لوگ شمال کی جانب سے وارد ہوتے تھے۔ چونکہ اس قسم کے خانہ بدوس قبائل عموماً" ایک وسیع خطہ میں پھیلے ہوئے ہوتے تھے۔ لہٰذا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کا اصلی وطن خراسان کے عین شمال میں ٹیپ کے میدانوں کے مغربی جانب واقع تھا۔ جو اس زمانہ میں غالباً" ایک زرخیز علاقہ تھا اور یہ علاقہ جنوبی روس کے میدانوں سے متصل ہونے کے علاوہ ان سے بہت کچھ مشابہت رکھتا تھا۔ جہاں پانی کے وسائل زیادہ بہتر تھے۔ بعض مورخین کا خیال کہ بحیرہ کیسپین کے جنوبی اضلاع ہی ان کا اصلی وطن تھا۔ آریوں کی ایرانی شاخ جو اس زمانہ میں اپنے اصلی وطن سے روانہ ہونے کے بعد ایران کے طول و عرض میں پھیل گئی تھی سب سے پہلے تہذیب و تمدن سے آشنا ہوئی' یہ لوگ ایک خدائے واحد و لاشریک پر اعتقاد رکھتے تھے۔ آریوں کی اپنی ایک روایت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے اصلی وطن کو اس بنا پر ترک کر دیا تھا کہ بدی کی طاقت نے اسے ایک برفانی علاقہ بناکر سکونت کے ناقابل بنا دیا تھا۔ خیال ہے کہ ان کے اصلی وطن کی آب و ہوا اس قسم کی تبدیلی واقع ہوئی کہ وہاں برف معمول سے زیادہ پڑنے لگی اور شدید برف باری کی وجہ سے وہ علاقہ اس قدر زیادہ سرد ہوگیا تھا کہ اس کے نتیجے میں آریا قبائل کو اپنے اصلی وطن سے ہجرت اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ اسی طرح جس طرح کہ قحط اور طویل خشک سالی کی وجہ سے بعض منگول قبائل اپنے اصلی وطن سے مغرب کی طرف زیادہ سرسبز و شادات علاقوں میں نقل مکانی اور ہجرت کرنے پر مجبور ہوگئے اور ان ممالک کی ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کو تباہ و برباد کر دیا۔ جن کو انہوں نے اپنی ہجرت کے دوران اتفاقاً" روند ڈالا تھا۔(۷۳)

آریوں کی بعض روایات سے ان کے اصلی وطن کا حوالہ بھی ملتا ہے جن کو وہ لوگ آریانم' وائیجو کا نام دیتے تھے۔ جب شدید برفباری نے ان کو اپنی ارضی جنت چھوڑ کر ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تو وہ لوگ سب سے پہلے سکدا (سکلا بانا) اور مورو (مرگبانا) میں داخل ہوگئے۔ جو موجودہ زمانہ میں بخارا اور مرد کہلاتے ہیں۔ ٹڈی دل نے ان کو سگدا سے نکال باہر کر دیا اور مخالف قبائل نے ان کو بخدیا کی طرف دھکیل دیا۔ جس کا مطلب اونچے پر چموں کا ملک ہے۔ نجدیا یعنی بلخ سے نسایا کی طرف انہوں نے اپنی نقل و حرکت جاری رکھی۔ جو

عسکر آباد کے جنوب میں واقع تھا اور اپنے اس طویل سفر کے مزید مرحلوں میں وہ لوگ ہارویو (ہرات) اور وائیکریتا۔ (کابل) جا پہنچے جو مجروح کرنے والے سیاحوں کی سرزمین تھی۔(۷۴)

بعد کے وقائع نگاروں اور تذکرہ نویسوں نے ان ممالک کو جہاں پہلے پہل آریوں نے مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان ممالک میں سے ایک گروہ آرا وانہتی (اراخزیا) ہائیومینت (ہلمند) اور ہپتاہندو یعنی پنجاب پر مشتمل تھا۔ اور دوسرے گروہ میں اروداا (طوس) دہرکانا (گرکانت) رہے گا (رے)ورینا (گیلان) اور مغرب میں بعض دوسرے اضلاع شامل تھے۔ اس تقسیم سے غالباً" (گیلان) اور مغرب میں بعض دوسرے اضلاع شامل تھے۔ اس تقسیم سے غالباً" ایرانی اور ہندی آریوں میں امتیاز پیدا کرنا مقصود تھا۔(۷۵)

باور کیا جاتا ہے کہ ماد جنوبی روس ہی سے ایران میں داخل ہوئے تھے جب ان کو معلوم ہوا کہ ارارتو (ارارات) کی سلطنت نہایت مستحکم اور ناقابل تسخیر ہے تو وہ اس سے ہٹ کر آگے بڑھے اور سطح مرتفع ایران کے مغربی دامن میں آباد ہوگئے۔ اور وہاں سے خلیج فارس تک پھیل گئے' آریوں کا ایک دوسرا گروہ جو پارسی تھا' خراسان کے شمال میں واقع ٹیپ کے میدانوں سے روانہ ہونے کے بعد ایران میں داخل ہوا۔ اس کے بعد یہ پارسی کرمان کے صوبے کو عبور کرکے زندہ رود کے قریب وجوار سے ہوکر پارس میں وارد ہوئے' جہاں ماد پہلے ہی سے سکونت اختیار کرکے خلیج فارس تک پھیل گئے تھے۔ آریوں کی ایک تیسری شاخ اریا باختر سے جنوب مشرق کا رخ اختیار کرکے کوہ ہندوکش کو عبور کرنے کے بعد حملہ آوروں کی حیثیت سے سندھ پنجاب میں داخل ہوگئی اور اسے فتح کرلیا۔(۷۶)

آریوں کے ان تین بڑے گروہوں کے پیچھے ہرکان (گرگانی) چلے آئے اور آگے بڑھ کر الترآباد کے جدید ضلع میں فروکش ہوئے اور اسی علاقے میں سکونت اختیار کرلی' اسی اثناء میں پارسیوں کے پیچھے پیچھے کارمانی وارد ہوئے اور اس عظیم صوبے کو اپنا وطن قرار دیا۔ جو ابھی تک ان کی مناسبت سے کرمان کہلاتا ہے اس کے بعد ورنگھلائی اراخوزی اور گدروزہائی قبیلوں کا کارواں چلا آیا۔ یہ قبیلے (ورنگبانا) سمستان' اور جدید بلوچستان اور جنوبی افغانستان کے ایک بڑے حصے پر آباد ہوگئے۔ آخر میں مرو کے مرگیانا اور باغ کے باختری قبائل وارد

ہوئے۔ اور انہی ناموں کے علاقوں میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔(۷۷)

خیال کیا جاتا ہے کہ آریانم' وانجو سے مراد آزربائیجان (ازابائن) کا شمالی علاقہ ہے۔ لیکن ممتاز مورخ مورگام اس نظریے کا بڑا سخت مخالف ہے۔ اس کا موقف یہ ہے کہ اگر آریا قبائل آزربائیجان کے شمالی علاقہ کے باشندے تھے تو اس صورت میں ان کا رابطہ آرمینیا کے باشندوں کے ساتھ قائم ہونا ضروری تھا۔ جو لکھنے اور پڑھنے کے فن سے آشنا اور نسبتاً" زیادہ مہذب اور متمدن تھے۔(۷۸)

آریا حملہ آور' غیر متمدن غیر مہذب' خانہ بدوش قبائل پر مشتمل تھے۔ جن کی معیشت کا دارومدار (کلیتاً") گلہ بانی پر تھا۔ وہ گھوڑے دوسرے مویشی بھیڑ' بکریوں کے بڑے بڑے ریوڑ اور نگہبان گتے رکھتے تھے۔ وہ ایک قسم کی بھدی بھاری گاڑیوں میں سفر کرتے تھے کہ جن کے درے اور پہیے نہایت ناقص طریقے پر ایک لکڑی کے تنے سے تراش کر بنائے جاتے تھے۔ یہ ایک قسم کی ناقص سواری تھی۔ شادی کا دستور یہ تھا کہ دلہن کو دلہا اغواء کرکے لے جاتا تھا۔ خاندان کی بنیاد پدر سری نظام پر رکھی جاتی تھی آریوں میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا رواج تھا۔ وہ ایک قسم کا نشہ اور مشروب ہوم رس پیا کرتے تھے۔ جو گھوڑی کے دودھ سے تیار کیا جاتا تھا۔ وہ لوگ سونا' چاندی' الیکٹرم' تانبہ اور کانسی کے استعمال سے واقف تھے۔ ان کی نقاشی چند خاص خطوط اور تصویر کشی تک محدود تھی۔ وہ لکھنے پڑھنے کے فن سے بالکل بے بہرہ تھے۔ انہوں نے رفتہ رفتہ بتدریج بادیہ گردی اور صحرانوردی ترک کرکے وہ نشینی اختیار کرلی۔ اور عبور زمانہ گاؤں اور قصبے تعمیر کئے۔ ان میں سے کئی بستیوں نے رفتہ رفتہ بتدریج شہروں کی صورت اختیار کرلی وہ لکھنے پڑھنے کے فن سے بھی واقف ہوگئے۔(۷۹)

یہ آریا قبائل ایسے خاندانوں کا مجموعہ ہوتے تھے جن کا باہمی ربط و ضبط بڑا ڈھیلا ڈھالا ہوتا تھا۔ لیکن خطرہ کے وقت یہ لوگ بڑی عجلت کے ساتھ باہم متحد ہو جایا کرتے تھے۔ یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔ وہ نہایت اچھے شاہسوار تھے اور بلا کی جنگجویانہ صلاحیت رکھتے تھے۔(۸۰)

آریوں کے ابتدائی دور کی سماجی سرگرمیوں پر نظر دوڑانے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ ان کی عبادت فقط حمد و ثنا اور دعا و مناجات تک محدود تھی۔ وہ مناظر قدرت کی پرستش کیا کرتے تھے۔ مثلاً"

روشنی، آسمان، آسمانی بجلی، روشنی، آگ، ہوائیں اور بارش ان کے نزدیک مافوق الفطرت ہستیوں کی حیثیت رکھتی تھی۔

سفید ھن

کہا جاتا ہے کہ سفید ہن کا اصل وطن منگولیا تھا۔ ابتداء میں یہ سفید ھن وہاں آوار قوم کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی معیشت کا دارومدار گلہ بانی پر تھا۔ یہ گڈریے بھیڑ بکریوں کے بڑے بڑے ریوڑ اور دوسرے مویشی رکھتے تھے۔ آوار حکمران ان لوگوں سے چراگاہوں کے عوض ٹیکس اور مالیہ لیتے تھے۔

ان حکمرانوں نے مالیہ اور ٹیکسوں میں غیر معمولی اضافہ کرکے ان کو تنگ کرنا شروع کر دیا، اور اس کی وصولی میں سختی برتنے لگے۔ آخرکار جب ٹیکسوں اور مظالم کا سلسلہ ناقابل برداشت ہوگیا۔ تو ان لوگوں کے لئے هجرت کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ یہ لوگ اپنے حکمرانوں کی سخت گیری اور ٹیکسوں سے نجات حاصل کرنے کی خاطر اپنے اصلی وطن منگولیا کو چھوڑ کر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے، اور بلخ کے علاقے میں وارد ہوئے۔ جو اس زمانے میں باختر کہلاتا تھا۔ ان کی تعداد دس لاکھ خاندانوں پر مشتمل تھی۔(۸۰)

دراصل سفید ھن کی اصلیت کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں، اصلی ھن کی طرح سفید ھن بھی منگولیا کے رہنے والے تھے۔ دونوں کا اصلی وطن زنگاریہ تھا جو منگولیا میں واقع تھا۔ لیکن اصلی ھن اور سفید ھن میں بنیادی فرق یہ تھا کہ سفید ھن منگولی زبان نہیں بول سکتے تھے۔

مختلف علاقوں میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرتے ہوئے یہ سندھ میں داخل ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایران کے راستے سندھ میں داخل ہوئے۔ کیونکہ اس وقت ایران ان کا باج گزار تھا۔(۸۲)

سفید ھن پانچویں صدی عیسوی میں سندھ میں داخل ہوئے، اور بلوچستان کے اطراف کے علاقوں میں کوہستانی خطے میں دور دور تک پھیل گئے اور انہوں نے جھالاوان کو اپنا مرکز بنایا۔

انہی سفید ھن کی مناسبت سے یہ علاقہ عرب دور اقتدار میں توران کے نام سے موسوم تھا۔

سفید ھن سندھ میں داخل ہوئے تو یہ تین طبقات پر مشتمل تھے۔ سب سے اونچا طبقہ سفید کا تھا جو منگ کہلاتے تھے۔ یہ زبردست جنگی صلاحیت کے مالک تھے۔ اور بہت بہادر اور دلیر واقع ہوئے تھے۔ دوسرا طبقہ دیگر

قبائل پر مشتمل تھا، جو زراعت اور مویشیوں کی پرورش سے دل چسپی رکھتا تھا۔ تیسرے طبقے میں نقیب شامل تھے۔ جو خیمہ برداروں کی حیثیت سے درج بالا دونوں طبقوں کے ساتھ آئے تھے۔ یہ ان کا خدمت گار طبقہ تھا۔

سفید پورے سندھ میں پھیلنے کے ساتھ ساتھ 'ایران' ترکی اور دیگر علاقوں (۸۳) میں بھی اپنی بستیاں قائم کر چکے تھے۔

سفید ھن اس پورے خطے پر بادلوں کی طرح چھا گئے تھے۔ چونکہ سفید ھن نے قبائلی نظم و نسق کے خاص خاص اصول اپنے حاکم آوروں سے اخذ کئے تھے۔ اسی لئے انہوں نے اپنا طرز حکمرانی ایک خاص انداز میں بالکل جداگانہ رکھا۔

بالآخر ساسانی عہد میں ایران نے ۵۶۸ عیسوی میں ترکوں کی مدد سے ان سفید ھنوں کو شکست دی۔ اس طرح سندھ پر سفید ھن کی حکمرانی کا دور ختم ہوا۔

بہرحال سفید ھنوں نے یہاں کی آبادی پر گہرا اثر چھوڑا۔(۸۴) سفید ھن کے بارے میں بہت کم لکھا گیا ہے۔ اور ان کی ابتدائی نقل و حرکت کے بارے میں جو کچھ بھی مواد دستیاب ہے وہ سب کا سب چینی زبان میں ہے۔

کلاسیکی' عربی' یا فارسی تصانیف میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا گیا۔ جن ہندو مؤرخین نے یہ ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کی ہے کہ آریاؤں کا وطن ہندوستان ہی تھا ان میں چندربوس سب سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کے قول کے مطابق آریاؤں کا اصلی وطن یہی علاقہ یعنی سپتا سندھو ہی تھا۔ دوسرا اہم مؤرخ بال گنگا دھر تلک ہے جو سیاسی رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ سنسکرت کا عالم بھی تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ آریا ہبوط سے پہلے شمالی منطقہ میں رہائش پذیر تھے۔ اس نے یہ نظریہ پارسیوں کی کتابوں اور رگ وید سے اخذ کیا ہے۔

ایک نظریہ پروفیسر میکڈونلڈ نے پیش کیا ہے۔ انہوں نے آریاؤں کا اصلی وطن مشرقی ایشیا بتایا ہے۔ مختلف نظریوں اور تاریخوں کا مطالعہ کرنے کے بعد پروفیسر میکڈونلڈ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ لوگ ھنگری' جرمنی کے علاوہ کسی اور ملک کے رہنے والے نہیں تھے۔ ان ملکوں سے یہ لوگ وسط ایشیا میں پہنچے اور پھر وہاں سے ایران اور ہند میں بکھر گئے۔(۸۵) اور سندھ میں بھی یہ وسط ایشیا کے علاقے سے ہی آئے۔

رگ وید کے مطالعہ سے اس بات کے کئی ثبوت ملتے ہیں کہ آریہ لوگ کہیں باہر ہی سے ہندوستان میں آئے تھے۔

ہندوستان کا قدیم تمدن کا مصنف لکھتا ہے کہ آریہ مغرب سے آکر پہلے پنجاب میں آباد ہوئے پھر آگے کی طرف بڑھے۔ کچھ عالموں کے مطابق ان کا قدیم مقام مشرقی روس تھا۔ لیکن یہ تو صاف ظاہر ہے کہ آریہ لوگ یہاں شمال مغرب کے دروں سے آئے تھے۔(۸۶)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ آریا جو سندھ میں وارد ہوئے حملہ آور کی حیثیت سے سندھ میں نہیں آئے تھے۔ بلکہ مستقل سکونت کے لئے آئے تھے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے بیوی بچے بھی ساتھ لائے تھے۔ سندھ میں ان لوگوں کی زندگی انتہائی سادگی پر مبنی تھی یہ لوگ ایک مرکز کے بجائے مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ آریہ صدیوں تک سندھ میں رہے۔ اور تہذیب و تمدن، فارغ البالی اور خوشحالی کا دور دورہ دیکھتے رہے۔(۸۴) وہیں سے وہ مغرب کی طرف بڑھ کر ایشیائے کوچک کے غربی حصے میں جا بسے۔ اپنے ابتدائی مسکن سے جنوب کی طرف مڑ کر عراق کے وسطی حصہ میں اپنا اثر قائم کیا اور مشرق کی جانب خراسان، روسی ترکستان، وغیرہ سے گزرتے اور بعض مقامات پر کچھ عرصہ قیام کرتے ہوئے افغانستان اور درہ خیبر کے راستے سے سندھ میں داخل ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آریائی باشندے اصلاً " انڈو جرمن تھے۔ اور وہ وسطی ایشیا سے ہوتے ہوئے سندھ پہنچے۔

وہ بھی دراوڑوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے موہن جوداڑو پہنچے، اور یہاں اپنا نفوذ کیا۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ دراڑوں قوم کے بعد موھن جوداڑو، ہڑپہ اور اطراف میں جن لوگوں نے نفوذ کیا وہ آریا ہی تھے۔(۸۷)

آریاؤں کو اپنا اثر ڈالنے، اور زبان و مذھب کے پھیلانے کے لحاظ سے ان کا بڑا درجہ ہے، اصلی آریہ پنجاب کے شمال و غرب میں اس منفذ سے قریب ہیں۔ جن کا نام باب آریہ ہے۔(۸۹)

وقائع سندھ میں اقوام کا ذکر یوں ہے۔

قدیم آریہ قومیں حضرت مسیحؑ سے تقریباً" ڈیڑھ ہزار برس پہلے وسط ایشیا کے وسیع میدانوں سے مختلف قبائل نکل نکل کر جنوب کی طرف آباد ہوتے گئے اور گلہ بانی کا پیشہ چھوڑ کر زراعت کرنے لگے۔ ان کو انڈو

ارائین کا لقب دیتے ہیں۔

ایک گروہ ہندوستان کی طرف شمالی کوہستانی راستہ سے داخل ہونے لگا' دوسرا ایران کی طرف بڑھا۔ زراعت کے باعث قصبے اور گاؤں آباد ہونے لگے' اور مذہبی خیالات پر بھی اثر پڑا۔ آسمان اور اس کے روشن اجرام نے ان آریوں کے دلوں پر گہرا اثر ڈالا' پھر زراعت کے پیشے نے ابرو باراں کی طرف امیدیں وابستہ کر دیں۔

ان کا سب سے بڑا دیوتا وینیس تھا۔ جسے رگ وید میں ورونا (آسمان کہتے ہیں' مجسم تصور کیا گیا۔ سورج اس کی روشن آنکھ بجلی لخت جگر' اندر دیوتا مینہ برسانے کے لئے مختار کار بادلوں میں گئوماتا' دیوتاؤں کی استریاں' جن کے باعث دیوتا اور دیو لڑتے رہتے تھے۔ بھجن اور منتروں میں دیوتاؤں کے دل بڑھتے تھے۔ نذر' بھینٹ لے کر موئے تازے ہو جاتے تھے۔ سوما کا عرق پی کر موٹے تازے ہو جاتے تھے اور دیوتاؤں پر فتح پاتے تھے۔ اندر دیوتا اس وقت بجلی کا بان لے کر دوڑتے تھے اور گئوماتا کے شیر سے دنیا کو سیراب کرتے تھے۔

غرض آریوں کے نزدیک ہرے بھرے کھیت' غلہ کی فراوانی' سرسبز باغات' پھول پھل یہی ان کے دنیا و دین تھے۔(۹۰)

سن عیسوی کی ابتدائی دو صدیوں کے بعد سے ایشیائی روس کے شمال اور مغرب کے میدانوں سے ترکستانی خانہ بدوش قومیں جن کو یوروپین مؤرخین "ھن" کہتے ہیں۔ نکل نکل کر کچھ یورپ کی طرف گئیں' کچھ ہندوستان کی طرف جہاں وہ رایان سندھ کے نام سے فرمان روا بن گئیں اور بدھ مذہب اختیار کر لیا۔(۹۱)

دیگر قدیم اقوام میں اس ملک کی جو قدیم سے قدیم جو قوم معلوم ہو سکی ہے۔ وہ جاٹ اور مید تھے۔ یہ دونوں وحشی قومیں دریائے سندھ کے کنارے آباد تھیں۔ اس وقت بڑی تعداد ان جاٹوں اور بلوچیوں کی ہے۔ جو شہر اور گاؤں میں آباد ہیں۔ ان کے علاوہ متعدد قبائل ایسے بھی ہیں جو خانہ بدوش ہیں' اور کسی جگہ ان کا مستقل قیام نہیں رہتا۔(۹۲)

سندھ کی قدیم اقوام میں سے جنہوں نے بڑے قبائل کی شکل میں رہنا شروع کیا' یہی جاٹ Jot اور مید Meds تھیں' اور یہ سندھ کے مختلف علاقوں میں رہتی تھیں' اور یہی جاٹ اور مید وہ قبائل تھے جو عہد عرب

میں تیزی سے اسلام میں داخل ہوئے۔(۹۳)

جاٹ قوم کے افراد چھوٹی چھوٹی کشتیوں پر تجارت اور نقل و حمل اور باربرداری کا کام کرتے تھے۔ جبکہ مید قوم کے افراد گلہ بانی کرتے اور مویشی چراتے اور پالتے تھے۔(۹۴)

بعض مؤرخین نے مید اور جاٹ قوم کے اس کام سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جاٹ قوم کے افراد گلہ بانی کرتے تھے اور مید قوم کے افراد چھوٹے جہاز چلاتے تھے۔ اور وہ مکران کے ساحل پر رہتے تھے۔(۹۵)

عرب جغرافیہ دان اور مؤرخین ان دونوں بڑے قبائل کی صفات اور صنعت و حرفت کے متعلق اختلاف کرتے ہیں۔

اصطخری نے لکھا ہے کہ مید قوم کے افراد بانس کی بنائی ہوئی جھونپڑیوں میں رہتے تھے اور مچھلیاں اور آبی پرندے ان کی غذاء ہوتے تھے۔ جبکہ جاٹ قوم کے افراد حد ملتان سے سمندر تک دریائے سندھ کے کنارے کنارے رہتے تھے' اور شہر قامھل اور دریائے سندھ کے اطراف کی وسیع و عریض چراگاہیں ان کے جانوروں کے لئے ہوتی تھیں۔(۹۶)

ابن خرداذبہ نے ذکر کیا ہے کہ:

جاٹ قوم کے افراد کرمان اور منصورہ کے راستوں کے محافظ تھے۔ جبکہ مید قوم کے افراد چور اور ڈاکو تھے۔(۹۷)

ابن حوقل نے لکھا ہے ر ۔ قوم کے افراد منصورہ اور مکران کے درمیان کے وسیع علاقے میں سکونت رکھتے تھے۔ جو کہ دریائے سندھ کے ر اتھ وسیع و عریض علاقہ تھا اور ان کی غذائی مچھلی اور آبی پرندے تھے۔

جبکہ مید قوم کے افراد دریائے سندھ ے ر صحرائی علاقے میں رہتے تھے۔(۹۸)

دودھ پنیر اور روٹی ان کی غذاء تھی۔ وہ یشی' بھیڑ اور بکریاں پالتے تھے۔ اور بدوی زندگی گزارتے تھے۔(۹۹)

ادریسی نے لکھا ہے کہ مید قوم کے افراد کچھ صحرا میں رہتے تھے۔ لیکن ان کی کچھ آبادیاں الور شہر اور

حدود مکران کے قریب بھی تھیں۔

ایک اور جگہ ادریسی نے لکھا ہے کہ مید قوم ایک بدو قوم تھی' اور بھیڑ بکریاں چرانا ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ ہر جگہ ان کے پاس بھیڑ بکریاں ضرور ہوتے تھے۔(۱۰۰)

صاحب تحجبتہ الدھر نے لکھا ہے کہ:

جاٹ قوم کے افراد دریائے سندھ کے ساتھ منصورہ اور مکران تک کی وسیع و عریض زمین پر قیام پذیر تھے اور ان کی خوراک مچھلی اور آبی پرندے تھے۔(۱۰۱)

مسعودی نے دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ وسیع و عریض چراگاہوں اور میدانی علاقوں کا ذکر کیا ہے' اور اس میں رہنے والی جاٹ قوم کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔(۱۰۲)

بلاذری نے شہر سرسوت کا ذکر کیا ہے اور اس میں رہنے والی مید قوم کا ذکر کیا ہے۔(۱۰۳)

چچ نامہ میں ذکر ہے کہ جاٹ قوم کے افراد ڈاکو تھے۔ اور وہ سندھ کے مختلف علاقوں سے گزرنے والے تجارتی قافلوں پر حملہ کرتے تھے (۱۰۴)

جاٹ اور مید سندھ کی قدیم اقوام میں سے تھیں۔ مید قوم کے افراد لوٹ مار چوری' ڈاکے اور اپنے وحشی پن کی وجہ سے معروف تھے۔ اسی لئے انہوں نے صحرائی علاقوں میں اپنی بود و باش رکھی ہوئی تھی۔ جبکہ جاٹ قوم کے افراد میں ایسی بات نہ تھی۔(۱۰۵)

لامبریک نے لکھا ہے کہ مید قوم کے افراد بحری قزاق تھے۔ جبکہ جاٹ قوم کے افراد مختلف اشغال میں مصروف رہتے' یہ مختلف بیانات اور آراء تھیں جو مختلف عرب اور مغربی مورخین نے سندھ کی ان دونوں قدیم اقوام کے بارے میں تحریر کی ہیں۔

عرب وقائع نگاروں نے جن نسلوں کا ذکر کیا ہے ان میں کرک اور مید شامل ہیں۔ یہ دونوں مکران اور لسبیلہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ رہائش رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انہی کی لوٹ مار کے نتیجہ میں خلفاء کو فتح سندھ کے لئے محمد بن قاسم کی مہم منظم کرنا پڑی۔(۱۰۶)

میدوں میں دس بارہ سال کے درمیان بچوں کی شادی کر دی جاتی ہے۔ میدوں میں دلہن کی قیمت کا بھی

رواج ہے۔(۱۰۷) مید ماہی گیر ہیں جو ساحل کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ اور ماہی خوروں کی خصوصیات کے مالک ہیں۔ مید کو عام طور پر موہانہ یعنی ماہی گیر بھی کہا گیا ہے۔

مید درمیانہ قدو قامت سے بالا ہیں۔ ان کے سر چوڑے' جبڑے بیضوی' اور ناک لمبے سرے کی وجہ سے نمایاں ہیں۔ ان کی جلد بھوری' اور آنکھیں بادامی سرخ رنگ کی ہوتی ہیں۔ وہ مضبوط' کسرتی اور قوی ہوتے ہیں۔ سمندر میں طاقت کے حیرت انگیز کارنامے دکھا سکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بہت متحمل مزاج ہوتے ہیں۔ وہ تمام سمندری نسلوں کے لاابالی پن' اسراف پسندی' اور خطر آزمائی جیسی صفات کے مظہر ہیں۔

لیکن خشکی پر وہ بے حد بے ھنگم ہیں۔ مید انتہائی توہم پرست ہے۔ اچھی اور بری ارواح کا سخت قائل ہے۔ اسی لئے وہ مختلف قسم کی توہم پرستی میں مبتلا ہے۔(۱۰۸)

بیلیو نے لکھا ہے کہ

جاٹ سندھ کے رہنے والے وہ قدیم باشندے ہیں جو کوہ ہندوکش سے وہاں پہنچے یوروپی ماہرین کا خیال ہے کہ جاٹ سندھ کے مختلف علاقوں میں بہت بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں۔(۱۰۹)

جاٹ ایک سندھی قبیلہ ہے۔ لیکن یہ ان اقوام کی باقیات میں سے ہے جو قدیم زمانے میں اس طرف آئے' جاٹ قوم پورے سندھ میں پھیل گئی۔ اور ان کی آبادی سندھ میں کثرت سے نظر آنے لگی۔

مشہور عرب سیاح اور جغرافیہ دان ابن حوقل دسویں صدی عیسوی میں جاٹوں کے رہائشی علاقوں کی طرف گیا تھا۔(۱۱۰)

معروف کتاب Jats of Pakistan

میں لکھا ہے کہ جاٹ قوم قدیم سندھ میں اسلام کے ظہر سے پہلے لاڑ کے علاقے میں کچھ اور راجھستان کے علاقے میں آباد تھی۔ اس قوم کے مختلف لوگ سندھ میں اسلام کی آمد سے پہلے سندھ سے نکل کر بلوچستان' لسبیلہ' قلات' ایران' عراق' اردن وغیرہ میں اور ان علاقوں کے اطراف میں آباد ہوگئے تھے۔(۱۱۱)

ایک رائے یہ ہے کہ جاٹ دراصل ہند آریائی فرد ہیں۔ جو کہ اوپری علاقے سے نیچے کی طرف آئے' بلاشبہ جاٹوں کے بہت سے لوگ اوپری علاقوں سے اتر کر اس طرف آئے اور سندھ میں بسنے کے ساتھ ساتھ

ایران کے سرحدی علاقوں میں بھی بود و باش اختیار کی۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ علاقے کے قدیم باشندے یہی تھے۔(۱۱۲)

دراصل یہ جاٹ ہی تھے جنہوں نے سندھ کو اپنا مسکن بنایا پھر یہاں سے نقل مکانی کر کے ایران اور عراق کے اطراف میں بھی گئے۔

مولائی شیدائی نے جنت السندھ میں لکھا ہے کہ

رائے گھرانے کے حاکم رائے دیوراج کی حکومت کے زمانے میں پانچویں صدی عیسوی میں سفید ھن بلوچستان میں آئے۔ اس وقت جاٹ قبیلہ کے بہت تھوڑے افراد بلوچستان میں آباد تھے۔ پھر اس کے بعد عربوں کے وقتوں میں بھی بلوچستان میں جاٹ اور مید اقوام کم تعداد میں موجود تھیں۔

مید سمندر کے کنارے آباد تھے۔ جبکہ جاٹ لسبیلہ اور مکران کے اطراف میں آباد تھے۔(۱۱۳)

قدیم سندھ کے ناموں کی تحقیق و تعیین

ا۔ منصورہ

سندھ کا مشہور شہر منصورہ دوسری صدی ہجری ہی میں عہد عرب میں سندھ کا دارالخلافہ بن گیا تھا' اور یہ پانچویں صدی ہجری کے اوائل تک سندھ کا دارالخلافہ رہا' اور یہ دریائے سندھ کے مشرقی جانب واقع تھا۔(۱۱۴)

قدیم مورخوں نے منصورہ شہر کے نام رکھے جانے کے بارے میں اور اس کی بناء کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

بعض مورخوں نے منصورہ کی جگہ اس کا قدیم نام "منہوا" تحریر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا قدیم نام "منہوا" تھا۔ لیکن مسلمانوں نے جب اس کو فتح کیا تو اس کا نام منصورہ اس لئے رکھ دیا کہ اس شہر کو فتح کرنے کے بعد انہوں نے جو پہلا لفظ کہا وہ تھا۔ "نصرنا"(۱۱۵)

بعض مورخین کا کہنا ہے کہ منصورہ شہر کی بنیاد صدر اسلام کے زمانے ہی میں پڑی' اور اس کا نام "تامیران" رکھا گیا۔(۱۱۶) اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس شہر کا نام منصورہ والی سندھ عمر بن حفص مہلبی

نے رکھا جو کہ خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں تھا۔ اسی نے اس شہر کی بنیاد رکھی جو کہ خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں تھا۔ اسی نے اس شہر کی بنیاد رکھی اور اس نے اس کا نام منصورہ رکھا۔(۱۱۷) زیادہ صحیح یہ ہے کہ شہر منصورہ کی بنیاد اموی عہد کے دور میں پڑی اس وقت سندھ کا والی عمرو بن محمد بن قاسم تھا۔

اس نے منصورہ شہر کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور پھر عہد عربی میں ایک طویل دور تک وہ سندھ کا دارالخلافہ رہا۔

لیکن اس کے نام کی وجہ تسمیہ عرب اور اسلام کے ساتھ ہی منسلک ہے۔(۱۱۸)

مورخین اور عرب جغرافیہ دانوں میں سب نے یہی لکھا ہے کہ منصورہ شہر دریائے سندھ کے مشرقی جانب واقع تھا۔ لیکن اس شہر کی حدود کے متعلق سوائے بلاذری کے کسی نے نہیں لکھا۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ:

پھر محمد بن قاسم ثقفی پرانے برھمنا باد آئے' اور وہ منصورہ سے دو فرسخ پر واقع ہے اور ابھی وہ منصورہ تک نہ پہنچے کیونکہ وہاں وہاں گھنا جنگل اور دلدل تھی۔(۱۱۹)

البیرونی نے ذکر کیا ہے کہ شہر برھمنا باد کہ اس کا قدیم نام۔ "ھمنوا" تھا۔ اسی لفظ کو بعض عرب مصنفین نے منصورہ کے قدیم نام کے لئے استعمال کیا ہے۔ اس سے یہ بات تو بہرحال سمجھ میں آجاتی ہے کہ منصورہ شہر عہد عرب میں قدیم برھمن آباد کے قریب بنایا گیا۔(۱۲۰) علامہ داؤد پوتہ نے لکھا ہے کہ:

برھمنا باد کا شہر اسلام سے قبل بھی سندھ کا اہم شہر تھا۔ اور اسلام کے بعد بھی کیونکہ دوسری صدی ہجری میں (اسلام آنے کے بعد) منصورہ کا شہر اس کے آثر کے ساتھ ہی بنایا گیا۔

اور یہ شہر شہدادپور سے آٹھ میل پر واقع ہے۔ مشرق کی جانب اور حیدر آباد سے شمال مشرق کی جانب پچاس میل پر واقع ہے۔ علامہ داؤد پوتہ بھی اس بات سے متفق ہیں کہ منصورہ شہر موضع برھمنا باد کے قریب بنایا گیا۔(۱۲۱)

عرب جغرافیہ دانوں نے لکھا ہے کہ منصورہ شہر کے اطراف کے ساتھ ساتھ جو گاؤں ہیں وہاں درخت اور کھیتی باڑی بہت ہے۔ دریائے سندھ چونکہ قریب سے ہی گزرتا ہے اس لئے منصورہ کی مثال ایک سرسبز جزیرہ

کی سی ہو گئی ہے۔(۱۲۲)

منصورہ رقبہ میں دمشق کے برابر ہے۔ عمارتیں مٹی اور لکڑی کی ہیں۔ لیکن جامع مسجد پتھر اور اینٹ کی ہے۔ اور یہ کافی بڑی عمارت ہے۔ عمان کی جامع مسجد کی طرح اس کے ستون ساگون کے ہیں۔

شہر کے چار گیٹ ہیں۔ سندان گیٹ' سمندر گیٹ' طوران گیٹ' ملتا گیٹ(۱۲۳) باشندے خوش سلیقہ' بامروت' ذہین' ہوشیار مخیر' خلیق اور نرم خو ہیں۔ شعائر اسلام کے پابند' علم کا خوب چرچا ہے۔ تجارت اور کاروبار نفع بخش ہے۔ مختلف آب و ھوا کے پھل پائے جاتے ہیں۔ سردی سخت نہیں ہوتی لیکن بارشیں خوب ہوتی ہیں۔ کھٹل بہت ہوتے ہیں۔

پینے کا پانی نہر میں سے لے کر استعمال کرتے ہیں۔ چراگاہیں بہت ہیں جس کی وجہ سے لوگ اونٹ' بکریاں اور خاص طور پر بھینسیں بہت پالتے ہیں۔(۱۲۴)

پھلوں میں کھجوریں' گنا اور لیموں بہت ہوتے ہیں۔ منصورہ ایک زرعی شہر ہے۔ لیکن تجارت کے لئے بھی معروف ہے۔ منصورہ اپنے بازاروں کی کثرت کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ یہاں سے بہت سی اشیاء دوسرے ممالک کو جاتی ہیں۔ جن کے باعث کاروبار بہت نفع بخش ہے۔(۱۲۵)

اہل منصورہ چوتھی صدی ھجری میں اکثریت ان کی مسلمانوں کی تھی اور تھوڑے برہمن بھی تھے(۱۲۶) منصورہ کے رہنے والے غیرمانوس لیکن اچھی اور نرم طبیعت کے مالک ہیں۔ عادات اور رسومات میں اہل عراق کے مماثل ہیں۔ ان کا پہننا اوڑھنا بھی عراق کے لوگوں کی طرح ہے۔

سر کے بال بھی عموماً" اہل عراق کی طرح لمبے رکھتے ہیں۔(۱۲۷)

اہل منصورہ کے نزدیک اسلام کی بے حد اہمیت ہے۔ وہ اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل کرتے ہیں۔ ان کی اکثریت اہل علم اور اہل معرفت حضرات کی ہے۔ اسی لئے یہ نیکی سے محبت کرتے ہیں۔ اور مہمانوں کا اکرام کرتے ہیں۔ اہل منصورہ ذکی اور صاحب معرفت ہیں اور اخلاق حمیدہ کے مالک ہیں۔ ان کے امراء احکام شرعیہ کی پابندی کرتے ہیں اور انصاف کرتے ہیں اور مساوات سے کام لیتے ہیں۔

اہل منصورہ عموماً" برائیوں سے بچتے ہیں۔ نہ ہی شراب پیتے ہیں۔ اور نہ ہی زانی ہیں۔ نہ چوری کرتے ہیں

اور نہ ہی ناپ تول میں کمی بیشی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بازاروں میں کوئی عورت کسی مرد سے باتیں کرتی ہوئی یا زیب و زینت دکھاتے ہوئے نظر نہیں آتی۔ اہل منصورہ ظاہری نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ مظبوط اجسام اور رقیق القلب لوگ ہیں۔(۱۲۸)

دیبل

دیبل شہر کو تاریخ میں سندھ کے قدیم ترین شہر میں تعبیر کیا جاتا ہے۔ عہد اسلامی سے قبل بھی اور عہد اسلامی میں بھی دیبل کی حیثیت نہایت مسلم رہی ہے' اور بحرہند کے تجارتی راستوں میں سے ایک اہم راستہ ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس شہر کی اہمیت اور افادیت میں اضافہ ہوتا رہا۔ دیبل کا مشہور شہر جو سندھ کی ایک اہم بندرگاہ تھی اور جسے محمد بن قاسم نے فتح کیا' مورخین کے لئے ایک ایسا مسئلہ بنا رہا ہے کہ ابھی تک اس کا حل تلاش کرنے کے لئے مورخ و جغرافیہ دان سرگرداں ہیں۔

قبل اس کے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ دیبل کا شہر کہاں واقع تھا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ مصنفین نے اب تک دیبل کا محل وقوع معلوم کرنے کے لئے جو کوششیں کی ہیں۔ ان کا کچھ احوال بتا دیا جائے۔

سر۔ آر۔ایف برٹن' سرہنری پوٹنگر' سرایے برنیس' ڈبلیو ہملٹن اور فرشتہ کا گروپ یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ دیبل کا شہر ٹھٹھہ ہی ہے۔ دوسرے حضرات جو الفنسٹن' ایم ریناڈ اور نیتھیل کرو پر مشتمل ہیں کہتے ہیں کہ دیبل کا شہر کراچی اور ٹھٹھہ کے درمیان واقع تھا۔ الیٹ اور ڈاسن کراچی ہی کو دیبل کہتے ہیں۔

میر معصوم' ٹام کننگھم' سرولیم فوسٹر' واشنگٹن' اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لاہری بندر کا پرانا نام دیبل ہے۔

لاہری بندر اور ٹھٹھہ دونوں مختلف جگہیں ہیں۔ مورخین کہتے ہیں کہ ٹھٹھہ کو دیبل سمجھنا بھی غلط ہے۔

جن مصنفین نے دیبل کو لاہری بندر مانا ہے وہ ایک دوسرے کی تردید کرتے ہیں۔ دراصل وہ مصنفین صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بھبھور' سرارا' دیبل اور باکار کے تباہ ہو جانے کے بعد ان مقامات کے اکثر باشندے لاہری چلے گئے۔ یہاں آکر یہ لوگ آپس میں بالکل خلط ملط ہو گئے۔ تاکہ قدرتی بندرگاہ سے اور اس نئی جگہ سے جو بہت موافق تھی۔ سب مل کر فائدہ اٹھاسکیں۔ لوگوں نے یہ نقل مکانی اپنی مرضی سے نہیں کی

تھی' بلکہ زلزلے سے تباہی کے باعث وہ لوگ اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے۔ اگرچہ لاہری بندر نے اہمیت حاصل کرلی تھی۔ کیونکہ وہ بھی بندرگاہ تھی۔ مگر یہ جگہ دیبل سے قطعاً" مختلف تھی۔

عرب اور مغربی مورخوں اور جغرافیہ دانوں نے اس پر یعنی دیبل کے محل وقوع پر خوب خوب بحث کی ہے۔ لیکن اپنی بے حد علمی موشگافیوں کے باوجود انہوں نے اس ضمن میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی۔

قدیم عرب جغرافیہ دان اور مورخین' اسی طرح ایران کے مورخین اور ہندو مورخین بھی دیبل کے محل وقوع کے بارے میں متضاد رائے رکھتے ہیں۔

وہ مصنفین جو دیبل کو کراچی اور ٹھٹھہ کے درمیان بتاتے ہیں بہت ہی غیر یقینی رائے رکھتے ہیں۔ کراچی اور ٹھٹھہ کے درمیان کا فاصلہ تقریباً ساٹھ میل کا ہے اور یہاں جگہ جگہ پرانے مقامات مثلاً" ناکوٹ' بھبھور اور گھارو کے آثار پائے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے بھی کسی کو دیبل کہا جاسکتا ہے۔ مگر اس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔

ان تمام اختلاف کے باوجود مغربی اور مشرقی علماء اور محققین دیبل کے مقام کے تعین کے سلسلہ میں اپنی آراء پیش کرتے رہے ہیں اور دلیل دیتے رہے ہیں۔

جہاں تک نام کا تعلق ہے دیبل کے مختلف نام آئے ہیں۔

مثلاً" دیبل' دیول۔

صاحب چچ نامہ' بلاذری' ابن خردازبہ' **اصطخری**' مقدسی' مسعودی جیسے مورخین اور جغرافیین کا کہنا ہے کہ دیبل کی بندرگاہ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر دریا کے دہانے سے کچھ فاصلہ پر واقع تھی۔(۱۲۹)

البیرونی نے دیبل اور دریائے سندھ کے دہانے کا فاصلہ بارہ فرسخ لکھا ہے۔(۱۳۰)

بعض مشرقی مورخین جنہوں نے فارسی میں کتب لکھی ہیں' انہوں نے لکھا ہے کہ دیبل' ٹھٹھہ یا لاہری کے مواضعات میں سے ہے۔

ابوالفضل نے دیبل کی بندرگاہ ٹھٹھہ میں ذکر کی ہے۔(۱۳۱)

میر معصوم شاہ بھکری نے دیبل کی بندرگاہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لاہری کی بندرگاہ ہے یا ٹھٹھہ کی بندرگاہ

ہے۔(۱۳۲)

تاریخ طاہری میں لکھا ہے کہ ٹھٹھہ شہر اور لاہری بندر کے درمیان بری یا بحری مسافت تقریباً" دو دن کی تھی۔(۱۳۳)

صاحب تحفتہ الکرام کہتے ہیں کہ دیبل کی بندرگاہ اور ٹھٹھہ شہر کی مسافت معینہ ہے۔(۴) لیکن ان تمام حضرات دیبل' لاہری' اور ٹھٹھہ کے مقامات کے تعین پر اختلافات ہیں۔

بہت سے مصنفین نے دیبل کو ڈیلٹا کے علاقے میں بتایا ہے نہ کہ سمندر کے کنارے پر' جیسا کہ کراچی واقع ہے۔

میجر جنرل ہیگ نے بھی جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ اس بناء پر صحیح معلوم نہیں ہوتے کہ انہوں نے دیبل کا اندرون سندھ میں فاصلہ بہت بتایا ہے۔ یہ اس وجہ سے صحیح نہیں کہ عربوں کی فوجیں درمیانی قصبوں کو فتح کئے بغیر وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔ کیونکہ ان کے بیان کے مطابق دیبل کا محل وقوع بھبھور کے قریب ہے۔ لیکن کسی کتاب میں عربوں کے ان کے فتح کرنے کا ذکر موجود نہیں ہے۔

میجر جنرل ہیگ نے دیبل کو بوکار مانا ہے جو کہ دیبل سے ایک بالکل مختلف جگہ ہے اور تحفتہ الکرام کے مصنف کے مطابق باکارا کے نام سے مشہور ہے۔

علامہ داؤد پوتہ سوال کرتے ہیں۔

کہ کیا دیبل کی بندرگاہ اور لاہری بندرگاہ ایک ہیں یا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عرب اور یورپی جغرافیہ دان اور مورخین جنہوں نے قدیم زمانے میں یا بعد میں سندھ کا دورہ کیا ہے' سندھ کی بندرگاہ کو دیبل دیکھا ہے یا پھر لاہری کو۔ کیا لاہری بندر بھی دیبل ہی کی بندرگاہ ہے؟

لیکن ان تمام اختلاف کے باوجود کسی مورخ یا جغرافیہ دان نے سندھ میں بیک وقت دو بندرگاہوں کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔(۱۳۴)

ایبٹ نے اس سلسلہ میں کافی استدلال پیش کئے ہیں۔ مگر وہ بھی کسی نتیجہ پر نہیں پہنچی ہے۔(۱۳۵)

Haig ہیگ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لاہری بندرگاہ لوھرانی کی بندرگاہ ہی ہے' جس کا ذکر البیرونی نے کیا ہے اور وہ دریائے سندھ کے مغرب میں دیبل کی بندرگاہ سے بارہ فرسخ پر واقع ہے۔(۱۳۶)

اس سلسلہ میں جتنی بھی کوششیں کی جاچکی ہیں ان میں کیپٹن جمز میک موڈر کا بیان زیادہ واضح معلوم دیتا ہے کیونکہ ان کا نقطہ نظر عرب مورخین سے ملتا ہے۔

انہوں نے لکھا ہے۔

دیبل دریائے سندھ کی سب سے مغربی شاخ کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ جس کا نام درگارا تھا۔ کیونکہ محمد بن قاسم نے جب اس جگہ پر حملہ کیا تو اسے کسی دریا کو عبور کرنا نہیں پڑا' دریائے سگارا بھبھور کے قریب سے گزرتا تھا۔ اس لئے دیبل کی بندرگاہ اس جگہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہی ہونا چاہئے' جس کا فاصلہ سمندر سے چالیس میل ہے۔

جس دیبل کا ذکر کیا گیا ہے وہ مسلمانوں کی آمد کے بعد بالکل تباہ و برباد ہوگیا تھا۔ اب اسے بسانے کے لئے مشرق کی طرف ایک اور محل وقوع منتخب کیا گیا تھا۔ اس لئے شہر کا نام بھی دیبل رکھا گیا۔ لیکن جس وجہ سے اور جب بھنبھور ویران ہوا' دیبل بھی اسی آفت کا شکار ہوا۔

لاڑ اسی علاقہ کا نام ہے۔ جسے قدیم زمانہ میں لاڑیہ کہا جاتا تھا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں اب دریائے سندھ ڈیلٹا بناتا ہے۔ اس کا مغربی حصہ خاص طور پر لاڑ کے نام سے مشہور ہے۔

راورٹی کہتا ہے کہ دیبل کا شہر ٹھٹھہ شہر کے قریب تھا۔ لیکن ان دونوں شہروں کے درمیان فاصلہ کم تھا۔ اس نے اپنی بحث کو اس پر ختم کیا ہے کہ دیبل شہر سے ٹھٹھہ شہر کا فاصلہ تقریباً" پندرہ میل کا تھا اور اس کے جنوب میں مکھالی کے کھنڈرات تھے۔ اور اس کے قریب نہر بھا کرتی تھی جو دریائے سندھ سے نکلنے والی نہروں میں ایک بڑی نہر تھیں۔

دیبل شہر کو عربوں نے پہلی صدی ہجری میں فتح کیا۔ لیکن متاخرین مصنفین دیول کی بندرگاہ کو جدید کہتے ہیں اور دیبل کی بندرگاہ کو قدیم(۱۳۷)

مورخ اولڈہام بھی اسی کی حمایت کرتا ہے۔(۱۳۸)

کا نگھام کے نزدیک دیبل نہر بھاکر کے مغربی کنارے سے لاہری بندرگاہ سے پانچ میل کی مسافت پر واقع ہے۔(۱۳۹)

ھیگ کے مطابق دیبل شہر کاکر کے کھنڈرات کے قریب یعنی ٹھٹھہ شہر سے تقریباً بیس میل دور پر واقع ہے۔(۱۴۰)

الیٹ تو موجودہ کراچی شہر کو دیبل بتاتے ہیں۔(۱۴۱)

ماجمدار کہتے ہیں کہ دیبل کی بندرگاہ موجودہ بھمبھور تھی۔(۱۴۲)

محققین یہ بھی کہتے ہیں کہ بھمبھور کی جگہ پر دیبل کی بندرگاہ تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بھمبھور شہر بھی دیبل کے شہر کی طرح بندرگاہ تھا۔ محققین اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ بھمبھور چونکہ دیبل کی جگہ ہی بنا ہے اس لئے لازماً بندرگاہ ہوگا۔ چونکہ بھمبھور کے آثار و احوال کچھ اس قسم کے ہیں کہ یہاں بندرگاہ کے آثار کے کھنڈرات ملتے ہیں۔(۱۴۳) واضح رہے کہ پانچویں صدی ہجری تک بھمبھور ایک غیر معروف نام تھا۔

دیبل شہر کے انہدام کے بعد بھمبھور کا نام معروف ہونا شروع ہوا ہے۔

تاریخ سندھ کے حوالے سے یہ بات عیاں و روشن ہے کہ دیبل اپنی قدرتی بندرگاہ ہونے کے باعث اسلام سے قبل بھی اور اسلام کے بعد بھی ایک اہم اور مشہور و معروف شہر رہا ہے۔(۱۴۴)

بیشتر اس کے کہ دوسرے مسائل پر بحث کی جائے۔ عرب مصنفین کے بعض اقتباسات کا بغور مطالعہ بے حد ضروری ہے۔

ان اقتباسات سے دیبل کی جائے وقوع کا سراغ لگانے میں مدد مل سکتی ہے۔

ابن مہلل نے لکھا ہے کہ:

دیبل دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر اس کے دہانے کے نزدیک سندھ کی ایک شان دار بندرگاہ اور تجارتی مرکز تھا۔ یہاں پر کسی قسم کی زراعت اور کاشتکاری نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ یہاں کوئی درخت دکھائی دیتے تھے۔ لوگوں کا گزارہ صرف تجارت پر تھا۔

مقدسی نے لکھا ہے کہ:

یہ ساحل سمندر پر بڑا قصبہ تھا۔ اور اس کے مضافات میں سو گاؤں تھے۔ جن میں غیر مسلم آباد تھے۔ دیبل ساحل سمندر پر اس طرح واقع تھا کہ چڑھاؤ کے وقت سمندر کا پانی شہر کی دیواروں سے ٹکراتا تھا۔

دیبل منصورہ کی ایک بندرگاہ تھی۔ جن کی آمدنی بہت زیادہ تھی۔ یہ بندرگاہ اس جگہ واقع تھی، جن کی آمدنی بہت زیادہ تھی۔ یہ بندرگاہ اس جگہ واقع تھی جہاں دریائے مہران سمندر سے جاملتا ہے۔ یہاں کے تاجر پیشہ لوگ عربی اور سندھی دونوں زبانیں بولتے تھے۔ پہاڑیاں سے بہت نزدیک تھے اور سمندر کا پانی دیبل کے بازاروں میں آجاتا تھا۔ یہاں کے باشندے اچھی قسم کا لباس پہنتے تھے۔ ان کے اوضاع و اطوار بھی پسندیدہ تھے۔(۱۴۵)

اصطخری نے لکھا ہے کہ:

دیبل ساکرو، میرپور، بھمبور، بکار اور گھارو کی سرزمین میں واقع تھا۔ ان میں سے ہر ایک بڑا شہر تھا مگر زمانے کی شدت کے ہاتھوں یکے بعد دیگرے نیست و نابود ہوگئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں کے باشندے دوسرے مقامات پر چلے گئے۔(۱۴۶)

ابن حوقل نے لکھا ہے کہ:

دیبل کے نام سے ایک شہر ہے جو دریائے مہران کے مغرب میں واقع ہے۔ یہ ساحل سمندر پر ایک بڑی تجارتی منڈی ہے۔ یہاں پر درخت وغیرہ بالکل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کھجوریں نہیں ملتی ہیں۔ یہ ایک بالکل خشک علاقہ ہے۔ مگر اس کی اہمیت تجارت کی وجہ سے ہے۔(۱۴۷)

دیبل ساحل سمندر کے ساتھ دریائے مہران کے کنارے پر دہانہ کے قریب واقع ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے یہاں گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے قریب و جوار میں تلوں کی کاشت ہوتی ہے۔ کھجوریں یہاں بصرہ سے لائی جاتی ہیں۔

ابن حوقل کے بیان کے مطابق دیبل ساحل سمندر پر ایک بندرگاہ ہے۔ جہاں سے دوسرے شہروں کو مال بھیجا جاتا ہے۔ اس کے نزدیک ایک جھیل بھی ہے۔ جس کے مشرق میں دریائے مہران ہے۔

ابوسعید کے خیال کے مطابق دیبل خلیج سندھ کے کنارے آباد ہے اور یہاں سے وہ سامان جو دیبل ہی میں

بنتا ہے۔ دوسرے ملکوں کو بھیجا جاتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق دیبل اور منصورہ کا درمیانی فاصلہ چھ منزل ہے اور دیبل سے نیرون کا فاصلہ چار منزل ہے۔ دیبل اور اس مقام کا فاصلہ جہاں دریائے مہران سمندر میں جاملتا ہے تین منزل ہے۔

دیبل بحرھند کے کنارے پر واقع ہے۔ اور یہاں سے لاھور اور ملتان کی بنی ہوی چیزیں اس دریا کے ذریعہ جو سمندر سے جاملتا ہے تجارت کی غرض سے لائی جاتی ہیں۔ اور یہاں یہ دریا سمندر میں داخل ہو جاتا ہے۔

یہ مختلف قسم کے تجارتی سامان کی منڈی ہے اور یہاں کے لوگوں کی گزر اوقات تجارت پر ہوتی ہے۔ یہ بالکل خشک اور بنجر علاقہ ہے۔ یہاں کھجور بالکل پیدا نہیں ہوتی۔

چین اور ہندوستان کے جہازوں کے علاوہ جو یہاں آتے ہیں۔ عمان کی پیداوار بھی جہازوں کے ذریعہ دیبل میں لائی جاتی ہے اور ھندوستان سے خوشبو اور عطریات آتے ہیں۔ دیبل کے باشندے جو بہت متمول ہیں بڑی مقدار میں یہ سامان خرید لیتے ہیں اور ان کا ذخیرہ کر لیتے ہیں۔

جب جہاز چلے جاتے ہیں تو ان چیزوں کی کمی ہو جاتی ہے تو یہ لوگ ان چیزوں کو فروخت کر دیتے ہیں اور اندرون ملک تجارت کی غرض سے لے جاتے ہیں۔ اب اگر عرب مصنفین کے بیانات کا بغور جائزہ لیں تو ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

(۱) دیبل کا شہر کسی اونچے ٹیلے پر آباد نہیں تھا' بلکہ میدانی علاقے میں بسا ہوا تھا۔ جس کے نزدیک پہاڑیاں اور چٹانیں تھیں۔

(۲) یہ ایک ت جارتی مرکز تھا جہاں تجارت پیشہ لوگ رہتے تھے۔ ان لوگوں کی اکثریت غیر مسلم تھی یہ سندھی زبان خوب جانتے تھے۔

(۳) یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ تمام علاقہ گنجان آباد تھا۔ اور یہاں کے لوگ سماجی اور اقتصادی طور پر بہت ترقی یافتہ تھے۔

(۴) اس شہر کا سراغ بھمبور اور گھارو کے درمیان لگایا جاسکتا ہے۔ جو کہ میرپور ساکرو کے علاقے میں تھا۔ ملک کا یہی حصہ سب سے زیادہ گنجان آباد تھا۔

(۵) چند مصنفین کے مطابق دیبل ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے خود تو اس شہر کو نہیں دیکھا بلکہ اس نے اپنے بیان کی بنیاد سنی سنائی باتوں پر رکھی۔ اگر کسی نے یہ شہر دیکھا بھی ہو تو اس وقت دیکھا ہوگا جب سمندری طوفان سے یہ شہر تباہ ہو چکا ہوگا۔ دیبل اور منصورہ کا درمیانی فاصلہ چھ منزل بتایا گیا ہے۔ جو کہ کم و بیش ایک سو بیس میل کے برابر ہوتا ہے۔ دیبل اور نیرون کے درمیان چار منزل یعنی اسی میل کا فاصلہ تھا۔ نیرون اور منصورہ کے درمیان سینتالیس میل کا فاصلہ تھا۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دیبل بھمبھور کے نزدیک واقع ت ھا۔ جو کہ حیدر آباد سے ستر میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دیبل نام کا ایک بت تھا جو مندروں میں رکھا جاتا تھا۔ اسی بت کے نام پر اس شہر کا نام رکھا گیا۔

دیبل کے تباہ ہو جانے کے بعد یہاں کے لوگ لاہری چلے گئے۔ مگر یہاں پہنچ کر بھی انہوں نے لاہری کا نام دیبل رکھا کیونکہ وہ اپنے بت کا نام زندہ رکھنا چاہتے تھے۔

دیبل کی تباہی

عبداللہ بن جباری کے زمانے میں دیبل جو کہ سندھ کی ایک مشہور بندرگاہ تھی ایک مصیبت نازل ہوی۔ یہ واقعہ ۲۸۰ ھجری میں شوال کے مہینہ میں رونما ہوا۔ اس روز مکمل طور پر سورج گرھن تھا۔

شام کے قریب اندھیرا چھا گیا۔ اس کے بعد ایک بہت زور کی آندھی آئی اور تمام رات چلتی رہی۔ ٹھیک اس وقت جب کہ لوگ اپنے گھروں میں آرام سے محو خواب تھے اور تقریباً" ایک تہائی رات گزر چکی تھی کہ اچانک ایک زلزلہ آیا اور دیبل کا شہر تباہ ہوگیا۔

بمشکل سو کے قریب گھر بچے۔ اس کے بعد زلزلے کے پانچ زبردست جھٹکے محسوس ہوئے۔ تباہی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ملبے کے نیچے لاشوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے متجاوز تھی جو لوگ زخمی ہوئے۔ وہ ان کے علاوہ تھے۔

اس لئے یہاں کی گنجان آبادی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ سرزمین سندھ کی زرخیزی تھی۔(۱۴۸)

اس بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دیبل کی تباہی کا سبب زلزلہ تھا۔ طبقات الارض کے ماہرین کے مطابق

ساحل کے نزدیک کے مقامات پر جب بھی اس قسم کے زلزلے آتے ہیں تو زبردست نقصان پہنچاتے ہیں۔

سندھ برصغیر کے شمال مغربی خطرہ کے علاقہ میں واقع ہے۔ اور مغربی سندھ کا یہ علاقہ زلزلوں کی زد میں ہے۔ جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے زلزلہ کے قدرتی حادثات میں سب سے زیادہ تباہ کن ہیں۔ زلزلوں سے جو انسانوں کی تباہی عمل میں آتی ہے اس کے دو بڑے سبب عمارتوں کا گرنا' اور سمندر سے بہت بڑی بڑی لہروں کا پیدا ہونا ہیں۔ بست ساحل پر جہاں آبادی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بہت زیادہ جانی نقصان ہوتا ہے۔

دیبل کا ساحل نیچا تھا۔ یہاں آبادی بہت زیادہ گنجان تھی۔ زلزلہ کی وجہ سے جو لہریں سمندر سے اٹھیں وہ شہر کو بہا کر لے گئیں۔

تحفتہ الکرام کے مصنف کی رائے کے مطابق دیبل کے قریب بھنبھور کا علیحدہ حصہ تھا۔

دیبل کے قریب کے آثار و کھنڈرات

(۱) دیبل کے قریب کھنڈرات کے متصل جو ٹیلے تھے ان پر قبرستان اور کنوؤں وغیرہ کے آثار و نشانات موجود تھے۔

(۲) ان ٹیلوں پر سیاحوں کو برتنوں کے ٹکڑے' پتھروں کے ٹکڑے' سیپیاں اور گھونگے وغیرہ ملتے ہیں۔ جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ سمندر کے پانی نے ان ٹیلوں پر چڑھ کر تباہی مچا دی' اگرچہ ان ٹیلوں پر آبادی کے اثرات بہت کم نظر آتے ہیں۔

مگر جو میدانی حصہ ہوا سے محفوظ تھا۔ وہاں اب بھی آبادی کے نشانات ملتے ہیں۔

(۳) یہ قطعہ زمین اب ویران یہ قطعہ زمین اب ویران اور بنجر پڑا ہوا ہے۔ لیکن تباہ شدہ عمارتوں کے نشانات کے کھنڈرات باقی ہیں۔ یہاں عمارات زیادہ تر پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ یہاں کے نزدیک جنگلات میں جھاڑیاں ہیں۔ جہاں برتنوں کے ٹکڑوں اور پتھروں کے نشانات ملتے ہیں۔

(۴) کئی قبرستان کے آثار نظر آتے ہیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر کسی زمانے میں بہت گنجان آبادی تھی۔

(۵) جنگل کے وسط میں ایک تالاب اور کئی کنوؤں کے آثار گنجان آبادی کا ثبوت دیتے ہیں۔

(۶) یہ ایک ہوا والے رخ پر قدرتی بندرگاہ ہے۔ جس کا نشیب بتدریج ہے۔ اور ایک قدرتی چبوترہ ہے۔ جہاں جہازوں کے لنگر انداز ہونے کا امکان ہے۔ اس ساحل پر ایک پشتہ کی بنیادیں اب تک موجود ہیں کہ کسی زمانہ میں یہ مقام ایک قدرتی بندرگاہ تھا جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ دولت مند اور فارغ البال تھے۔

(۷) ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جس قدر ٹیلے اور پہاڑیاں ہیں ان سب پر پانی کے نشانات موجود ہیں۔ جو صدیوں کے موسمی تغیرات کے باعث آسانی سے شناخت نہیں کیئے جاسکتے۔
ان پہاڑوں کے چوٹیوں پر برتنوں کے ٹکڑے اور پتھروں کے ڈھیر ملتے ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر لوگ بستے تھے۔

(۸) قیاس کیا جاتا ہے کہ گھارو اس جگہ آباد ہے۔ جہاں کسی زمانہ میں سرارا آباد تھا۔ اس جگہ مختلف اوقات میں عربی سکے، شیشے کے ٹکڑے اور برتن وغیرہ دریافت ہوئے ہیں۔

(۹) جنگل کے وسط میں جس تالات کے کھنڈرات پائے جاتے ہیں یہ وہی تالاب ہے جس کا ذکر بلاذری نے یوں کیا ہے۔

"جنید کے بعد تمیم بن زید سندھ کا حاکم ہوا۔ اس کی صحت خراب رہتی تھی اور وہ ایک کمزور انسان تھا۔ دیبل کے مقام پر ایک تالاب کے نزدیک ٹھہرا ہوا تھا کہ وہیں بیمار ہوا اور مرگیا۔ اس تالاب کا نام ماء الجوامیس تھا۔ اس جگہ بھڑیں بہت تھیں جو کہ بھینسوں کو کاٹا کرتی تھیں۔ بھینسیں ان سے بچنے کے لئے تالاب کے اندر گھس جایا کرتی تھیں۔ اس لئے اس تالاب کا نام ماء الجوامیس پڑگیا تھا۔ جس کے معنی ہیں۔ "بھینسوں کا پانی" (۱۴۹)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیبل شہر کی بندرگاہ سندھ کی واحد معروف بندرگاہ تھی اور یہ سندھ میں اسلام کی آمد سے پہلے کے وقتوں میں بھی قائم تھی۔(۱۵۰)

پروفیسر ہادی حسین نے لکھا ہے کہ دیبل کی بندرگاہ برہمن کے عہد سے ہی موجود تھی۔ اور یہاں سے

تجارت ہوتی تھی۔(۱۵۱) جب پہلی صدی ہجری یعنی ساتویں صدی عیسوی میں عربوں نے دیبل کو فتح کیا تو دیبل سندھ کا ایک عظیم تجارتی مرکز اور ایک بہت بڑی بندرگاہ بن گئی۔(۱۵۲)

ابوریحان البیرونی نے پانچویں صدی ہجری ایک دوسری بندرگاہ لوھرانی کا ذکر کی ہے۔ دریائے سندھ میں جغرافیائی تبدیلی کے باعث دیبل کی بندرگاہ جہاز رانی کے لئے ناموزوں قرار پائی تو پھر لوھرانی کی بندرگاہ وجود میں آئی۔ بعض مورخین اس تبدیلی کو زلزلے کا باعث سمجھتے ہیں کہ زلزلے کے باعث دیبل شہر اور دیبل کی بندرگاہ تباہ ہوئے۔ جن کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔

دیبل عربوں کی مرکزی جیل کی حیثیت سے

عربوں نے سندھ میں آباد ہونے کے بعد جو اصلاحات کیں ان میں سے دیبل کے مقام پر مرکزی جیل کا قیام بھی تھا۔ عمران کے مرنے کے بعد عنبر بن اسحاق سندھ کا حاکم مقرر ہوا۔ اس نے ملک میں سب سے پہلے امن و امان قائم کیا اس کے بعد دوسری اصلاحات کی طرف راغب ہوا۔ ملک میں چونکہ کوئی مرکزی جیل نہیں تھا۔ اس لئے اس نے ایسی جگہ جیل قائم کرنے کا فیصلہ کیا جہاں نامناسب حالات میں فوری امداد پہنچ سکے اس مقصد کے لئے عمارتی سامان کی ضرورت تھی۔ عنبہ نے تجویز کیا کہ محمد بن قاسم نے دیبل کا جو مندر توڑا تھا وہ اس وقت شکستہ حالت میں تھا۔ اس کو مسمار کر کے اس کا مصالحہ تیار کیا گیا۔ اس کا اونچا گنبد گرا کر اس پر چھت ڈال دی گئی۔ اس طرح کم سے کم اخراجات سے مرکزی جیل کے لئے وسیع اور مضبوط عمارت بن گئی۔ جو پتھر اور چونا بن گیا۔ وہ مکان اور دیواروں کی مرمت میں استعمال کیا گیا۔(۱۵۳)

نیرون

نیرون سندھ کا قدیم معروف شہر ہے۔ بعض مورخین نے اس کو بیرون کہا ہے۔ ابوریحان البیرونی نے بھی اس شہر کو بیرون کے نام سے منسوب کیا ہے۔ ابن حوقل' اصطخری اور ادریسی نے بھی بیرون کہا ہے۔

اصطخری اور ابن خلدون نے بیرون بھی کہا ہے۔ لیکن یہ سب صحیح نہیں ہیں۔ اس کا صحیح نام نیرون ہی ہے۔

دیبل شہر سے پچیس فرخ کی مسافت پر واقع ہے۔(۱۵۴)

اصطخری نے لکھا ہے کہ نیرون دیبل اور منصورہ کے درمیان برابر کے نصف فاصلہ پر واقع ہے۔(۱۵۵)

ابوالفداء' ابن حوقل اور مہلبی نے نیرون متعلق یہ بیانات تحریر کئے ہیں ابن حوقل نے لکھا ہے کہ نیرون شہر دیبل کے مقابلے میں منصورہ سے قریب واقع ہے۔

مہلبی نے نیرون اور منصورہ کے درمیان مسافت پندرہ فرخ بیان کی ہے۔(۱۵۶)

ادریسی کا بیان ہے کہ نیرون بڑا شہر تو نہیں ہے مگر یہاں ایک بڑا مظبوط قلعہ ہے۔(۱۵۷)

دقیقی نے لکھا ہے کہ نیرون شہر سندھ کے ساحلی شہروں میں سے ایک ہے اور یہ نشیبی علاقے کے دہانہ پر واقع ہے۔(۱۵۸)

تاریخ معصومی کے مطابق نیرون شہر کا نام نیرن کوٹ تھا۔

(اور سندھی زبان میں بھی یہی نام معروف ہے) لیکن صاحب تاریخ معصومی نے اس کی جگہ کا تعین نہیں کیا۔(۱۵۹) لیکن صاحب تحفتہ الکرام نے نیرون (قدیم) کو حالیہ حیدر آباد (سندھ) کے شہر کے قریب بتایا ہے۔(۱۶۰)

معروف ہندو مورخ ماجمدار نے صاحب تحفتہ الکرام کی رائے کی موافقت کی ہے اور کہا کہ نیرون شہر جس کو محمد بن قاسم ثقفی نے ۹۲ ھجری میں فتح کیا وہ اس جگہ آباد تھا جہاں اب سندھ کا شہر حیدر آباد واقع ہے۔(۱۶۱)

لیکن معروف مورخ علامہ داؤد پوتہ تحفتہ الکرام کے مؤلف کی اس رائے کو قبول نہیں کرتے جس پر ماجمدار نے اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

علامہ داؤد پوتہ کا کہنا ہے کہ نیرون شہر کبھی بھی حیدر آباد کے قریب نہیں تھا۔ ان کے مطابق ہو سکتا ہے کہ جھرک شہر (جو دریائے سندھ کے مغربی ساحل کے قریب واقع ہے) نیرون شہر ہو کیونکہ قدیم نیرون شہر میں بوذیہ فرقہ کے معابد کے آثار ملتے ہیں۔ کیونکہ نیرون کے باسی بوذیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے(۱۶۲)

سیوستان

چچ نامہ کے بیان کے مطابق سیوستان سندھ کے صوبوں میں سے ایک صوبہ تھا اور یہیں اسی نام کا ایک بڑا اور مرکزی شہر بھی تھا۔ یہ صوبہ صوبہ مکران کی حدود تک روجھان کی ٹیلوں تک مشتمل تھا۔

ھیگ Haig نے لکھا ہے کہ سیوستان سیہون سے تیرہ میل مغرب کی طرف واقع ہے۔(۱۶۳)

کاننگھم Cunningham کی رائے کے مطابق قدیم سیوستان شہر دراصل موجودہ سیہون ہے۔ جو لاکھی پہاڑ پر جھیل کے قریب بلند پہاڑی چٹان پر واقع ہے۔(۱۶۴) معروف مورخ ماجمداء اور علامہ داؤد پوتہ بھی اسی رائے کی موافقت کرتے ہیں کہ سیوستان کا قدیم شہر وہی ہے جہاں اب سیہوھن کا شہر واقع ہے۔ بلاذری کا کہنا ہے کہ سیوستان کا نام سدوسان یا سھبان تھا۔ جس کو محمد بن قاسم ثقفی نے نیرون شہر کے بعد فتح کیا۔(۱۶۵)

ابوالفداء کا کہنا ہے کہ سدوسان شہر دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع ہے۔ ابن حوقل نے لکھا ہے کہ سیوستان شہر سرسبز و شاداب ہے۔ اس کے اطراف میں دیہات ہیں اور یہ ایک تجارتی مرکز ہے۔(۱۶۶)

راؤر

مورخین نے راور شہر کے تعین میں بھی اختلاف کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عہد عرب میں سندھ کے دارالحکومت الور سے متصل ہی راور شہر تھا اور دریائے سندھ کے مشرقی دہانے پر واقع تھا۔

ھیگ کے مطابق راور برھمن آباد سے اسی میل کی مسافت پر اور موجودہ حیدر آباد سے جنوب مشرقی علاقہ کی جانب ستر میل پر واقع تھا۔(۱۶۷)

راورٹی کہتا ہے کہ راور شہر برہمن باد سے صرف دس میل کی مسافت پر واقع تھا۔ ماجمدار یہ رائے رکھتے ہیں کہ راورٹی کی یہ تحقیق درست نہیں۔(۱۶۸)

کوزنس نے لکھا ہے کہ راور کا قلعہ الور (دارالحکومت) سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔(۱۶۹)

ماجمدار کے مطابق راور شہر موجودہ روھڑی شہر کی جگہ تھا۔ ماجمدار کے اس بیان کی تائید علامہ داؤد پوتہ نے بھی کی ہے۔ اور انہوں نے روہڑی شہر کے قریب اور اطراف میں ملنے والے آثار کو راور شہر کے آثار بتائے ہیں۔

ساکرو

چچ نامہ کے بیانات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ساکرو (ساکرا) شہر دریائے سندھ کے قریب میں ایک وسیع رقبہ پر مشتمل شہر تھا۔ اور راور شہر سے قریب تھا۔

ماجمدار کہتے ہیں کہ یہ شہر سکھر کے قریب تھا۔(۱۷۰) ساکرا کو بعض جگہ ساکرہ بھی لکھا گیا۔ ساکرا شہر کو اب بھی ساکرو اور ساکرا کے نام سے ہی پکارا جاتا ہے۔

بھٹ

یہ پہاڑی جزیرہ راور شہر سے قریب واقع ہے اور یہیں راجہ داھر کا مقابلہ عرب افواج سے ہوا تھا جب انہوں نے دریائے سندھ کو عبور کیا تھا ماجمدار کے بیان کے مطابق بھٹ ایک پہاڑی جزیرہ تھا جس کا نام بھاکر یا بکھر تھا۔

جھم

چچ نامہ کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جھم شہر دریائے سندھ کے شمالی کنارے پر واقع تھا۔(۱۷۱)

کوزینس کی تحقیق یہ ہے کہ جھم ایک پورے علاقہ کا نام تھا اور اس کا نام جیم تھا۔ دراصل یہ ایک قبر کا نام تھا جو روہڑی سے آگے ایک نہر کے کنارے آباد تھا۔(۱۷۲)

علامہ داؤد پوتہ کی رائے کے مطابق جھم کا علاقہ وہی ہے جو اب جھمبور کے نام سے موسوم ہے۔(۱۷۳)

کرحل

چچ نامہ کے مطابق کوحل کا شہر جھم سے بالکل متصل ہے۔ کرحل شہر جھم کے علاقہ سے ملا ہوا تھا۔(۱۷۴) اور اس کے مختلف نام آئے ہیں۔ مثلاً کرحل، کرہر۔

بعض حضرات نے کرحل کو ٹھٹھہ شہر کے نواح میں بھی بتایا ہے۔ آئین اکبری کے مطابق بھی کرحل شہر ٹھٹھہ کے قریب واقع ہے۔(۱۷۵)

جیبور

چچ نامہ کے مؤلف نے مختلف جگہوں پر اس کے مختلف نام لکھے ہیں۔ مثلاً جیور' جیبور' اور کبھی جیتور' تمام نام ایک ہی جگہ کے لئے لکھے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ جیبور شہر راور شہر کے قریب تھا۔(۱۷۶) لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جیپور نام کا شہر تو راجپورتانہ ھندوستان میں واقع ہے۔

اروڑ

اروڑ کے قدیم شہر کے آثار روہڑی ضلع سکھر سے تقریباً" تین میل جنوب مشرق کی طرف (کنٹال) مشرقی کنارے کے سابق پیٹے کے مغرب اور موجودہ نشنواہ (نئی نہر) کے شمال میں ٹیکرے پر موجود ہیں۔ اور جہاں آج تک اروڑ نام کا گاؤں آباد ہے۔ ٹیکرے کے نیچے شمال مغرب کی سمت دریا کے قدیمی بہاؤ کا پیٹا صاف طور پر دکھائی دیتا ہے۔

یہ شہر قبل از اسلام رائے خاندان اور برہمن خاندان کے عہد سے لے کر عربوں کے عہد حکومت کے اوائل تقریباً" سن ۱۲۵ ہجری تک سندھ کا پایہ تخت رہا۔ جس کے بعد منصورہ دارالحکومت بنا۔ اس شہر کو تاریخ دانوں اور جغرافیہ دانوں نے ارور اور الور دونوں لکھا ہے۔(۱۷۶)

عرب مورخوں اور جغرافیہ دانوں نے اس شہر کا نام الرور لکھا ہے۔ جس کے شروع کا "ال" غالباً" "رور" تھا۔ جس کے معنی نہر یا دریا کے ہیں۔ عربوں کے اسے الرور کہا۔ جس کے تکلفظ مقامی لہجے کے اعتبار سے دو ہوئے۔ ارور (عجوبی اصول کے مطابق "ل" کے حذف سے) اور الور (بے قاعدہ لام کو قائم رکھنے اور "ر" کے حذف کر دینے سے" یہ ددن وں تلفظ کم و بیش ان آخری ایام تک رائج ہے۔

یہ بات قابل تعجب ہے کہ سندھی مورخوں مثلاً میر معصوم اور میر علی شیر قانع ٹھٹھوی' "الور" کا تلفظ اختیار کیا ہے۔ حالانکہ ارور نسبتاً" زیادہ صحیح ہے۔

البیرونی نے کتاب الهند میں اس شہر کا نام واضح طور پر ارور لکھا ہے۔(۱۷۷) اور آج سندھ کے لوگ بھی اسی تلفظ کی مناسبت سے اس شہر کو "اروڑ" کہتے ہیں۔

اروڑ کے ساتھ ہی دوسرے تاریخی شہر بھکر کا بھی ذکر مورخوں نے کیا ہے یہ علاقہ آج بھی سکھر اور روہڑی کے درمیان دریائے سندھ کے بیچ میں واقع ہے۔ فتح نامہ سندھ (چچ نامہ) کا مؤلف علی کوفی عربی تاریخ کا مواد فراہم کرنے کے لئے اچ سے روانہ ہو کر اروڑ اور بکھر آیا۔ محمد بن قاسم کی فتوحات کے سلسلے میں مورخ بلاذری نے بھی دو شہروں کے نام "الرور و بغرور" ساتھ ساتھ استعمال کئے ہیں۔ جن کو "ارور اور بکھیر" ہی سمجھنا چاہئے۔(۱۷۸)

اروڑ میں مسجد کی تعمیر

اروڑ میں محمد بن قاسم ثقفی نے جو مسجد تعمیر کرائی اس کے آثار آج بھی وہاں موجود ہیں۔ محققین کے مطابق یہ برصغیر کی دوسری مسجد تھی۔ مسجد کی تعمیر اور اروڑ میں محمد بن قاسم کی آمد کے متعلق فتح نامہ سندھ کا فاضل مصنف لکھتا ہے۔

"حکایتوں کے راوی نے علی بن محمد سے اس طرح روایت کی ہے کہ جب محمد بن قاسم علاقہ لوہانہ کے کاروبار سے فارغ ہو کر سہتہ قوم کے علاقہ میں منزل انداز ہوا تو ان کے رئیسوں اور سربراہوں نے سر اور پا برہنہ ہو کر اس کا استقبال کیا' اور امان طلب کی۔

انہیں بھی امان دے کر ان پر جزیہ مقرر کیا اور ان کے ضامن لئے۔ پھر سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے اروڑ کا رخ کیا اور ان کے رہبروں کی پیشوائی میں اروڑ تک آیا۔ کہ وہ شہر ہند کا پایہ تخت اور سندھ کا سب سے بڑا شہر ہے۔ وہاں کے باشندے زیادہ تر تاجر' صناع اور کسان ہیں۔ راجہ داہر کا بیٹا گوپی اس قلعہ پر قابض تھا۔

محمد بن قاسم اس قلعہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک ماہ تک چھاؤنی ڈالے پڑا رہا۔ اس نے وہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور اس میں جمعہ کے دن خطبہ ہوتا۔(۱۷۹)

اروڑ ایک قدیمی شہر ہے اور رائے خاندان کا پایہ تخت تھا۔ مہران کے کنارے آباد تھا۔ اس میں طرح طرح کے باغات تھے۔ جس کی وجہ سے اروڑ سارے سندھ میں ممتاز تھا۔

دلو رائے کے مظالم کی وجہ سے دریا اس سے دور ہوگیا اور یہ شہر ویران ہوگیا۔ قاضی اسماعیل کو محمد بن قاسم نے اورڑ کا قاضی اور خطیب مقرر کیا تھا۔(۱۸۰)

جنت السند کے فاضل مصنف رحیم داد مولائی شیدائی اروڑ کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اروڑ سندھ کی قدیم تخت گاہ روہڑی سے سات میل کے فاصلے پر مہران (دریائے سندھ) کی ایک شاخ کے مغربی کنارے پر ایک وسیع شہر تھا۔ یہ شہر اپنی قدامت کے لحاظ سے آریہ ورت کے قدیم شہروں' ھستناپور' اندر پرستا' اور پالی پترا کا ثانی تھا۔ یونانی جغرافیہ دانوں نے اس پر "موسیکانوس" نام رکھا تھا۔ اس کے قریب و جوار کی پہاڑیوں میں سونے اور چاندی کی کانیں تھیں۔ اس شہر کو چاروں طرف سے مضبوط پناہ دی ہوئی تھی' باغات اور محلات کی وجہ سے مشہور تھا۔ شہر کے درمیان میں بدھ کا مشہور مندر تھا۔

قدیم سندھ کے مصنف مرزا قلیچ بیگ نے الور (اروڑ) کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

یہ قدیم شہر ھندو راجاؤں کے دور میں سندھ کا دارالحکومت تھا۔ اور سندھ میں ایک بڑا قلعہ موجود تھا۔ راجہ داہر اسی میں رہتا تھا۔ اور محمد بن قاسم نے بھی اسی قلعہ کا محاصرہ کیا تھا۔

فتح اروڑ

سندھ کے پایہ تخت اروڑ کی فتح کے متعلق میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے لکھا ہے کہ:

"جب حجاج بن یوسف' اسکلندہ اور برھمناباد کے قلعوں کی فتوحات سے واقف ہوا تو اس نے محمد بن قاسم کو لکھا کہ جب خدا کے فضل سے داہر پر غلبہ حاصل ہوگیا ہے۔ تو اب اس کے پایہ تخت اروڑ پر قبضہ حاصل کرنا چاہیئے اس تحریر کے مطابق محمد بن قاسم نے اروڑ کا قصد کیا۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ گوپی راجہ داہر کا بیٹا اروڑ میں استقلال کے ساتھ مقیم ہے۔ اس پر محمد بن قاسم نے محاصرے کو تنگ کرنے کی کوشش کی۔

اہل اروڑ کچھ ہی عرصہ میں عاجز آکر باہر نکلنے کی فکر کرنے لگے۔ گوپی کو یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اب اس کا انتظام قائم نہیں رہ سکے گا۔

گوپی راتوں رات قلعہ سے باہر نکل کر اپنے بھائیوں کے پاس بھاگ گیا۔ صبح کے وقت علافیوں نے یہ حال محمد بن قاسم کو لکھ کر اپنے لئے امان طلب کی اور اہل قلعہ کو دروازہ

کھولنے کی ہدایت کی۔ محمد بن قاسم اپنے لشکر ظفر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا، اور خلق کثیر کو ایک مندر کے دروازے پر سجدہ میں گرا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بت کو سجدہ کر رہے ہیں بت خانے کے اندر جاکر محمد بن قاسم نے دیکھا کہ ایک انسانی بت گھوڑے کے مجسمہ پر سوار ہے اس نے تلوار نکال کر چاہا کہ اس پر وار کرے کہ مجاور چیخ اٹھے کہ یہ زندہ انسان نہیں بت ہے۔

قصہ کوتاہ جب ملک کا پایہ تخت اروڑ بھی قبضہ میں آگیا تو محمد بن قاسم نے عام لوگوں کے ساتھ احسان کا سلوک کرکے انہیں اپنے کاروبار اور روزگار میں مشغول ہونے کی اجازت دے دی۔

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے کہا ہے کہ:

بلاذری، یعقوبی، اور فتح نامہ جیسے معتبر ماخذات سے ظاہر ہے کہ محمد بن قاسم نے نیرون سے پہلے دیبل کو فتح کیا اور اس کے بعد بالترتیب نیرون، سیون، جنوبی سندھ، برہمن آباد اور پایہ تخت الور کو فتح کیا، قبل از السلام رائے اور برہمن خاندانوں کے دور میں یہ شہر سندھ کا پایہ تخت تھا۔ محمد بن قاسم کی فتوحات کے بعد عربی دور حکومت میں بھی ایک عرصہ تک ارور پایہ تخت رہا۔

اروڑ یا الور نامی بستی ابھی تک باقی ہے اور روہڑی سے پانچ میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔

ھندی محقق ماجمدار کا کہنا ہے کہ:

الور ایک چھوٹی سی جگہ پر واقع ہے اور اس سے پانچ میل کے فاصلہ پر جنوب مشرق پر روہڑی کا شہر واقع ہے۔(۱۸۱)

لیکن جن دو شہروں کردان اور بارھاس جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ الور کے قریب ہی واقع تھے۔ ان کے مقام کا تعین نہیں ہوسکتا۔ کہا یہی جاتا ہے کہ یہ شہر الور سے قریب تھے۔

ابوالفداء نے لکھا ہے کہ ارور شہر ملتان سے قریب ہے اور یہ شہر دریائے سندھ کے کنارے واقع ہے۔(۱۸۲)

بھراج

چچ نامہ میں اس شہر کا نام آیا ہے لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ یہ کوئی چھوٹا شہر تھا اور راور شہر کے گرد و نواح پر دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر واقع تھا۔(۱۸۳)

یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں اس شہر کا نام بھرہ بھی بتایا ہے۔(۱۸۴)

بعض دیگر کتب میں اس شہر کا نام فھرہ' فھرج اور مرج بھی آیا ہے۔(۱۸۵)

ھراور

چچ نامہ میں اس شہر کا نام ھراور آیا ہے اور ایک قدیم نسخہ میں نہراؤ بھی لکھا گیا ہے۔(۱۸۶) تاریخ معصومی میں اس شہر کا نام تھری ہے۔(۱۸۷) اسی تحفۃ الکرام کے مئولف نے لکھا ہے کہ یہ شہر راور کے گرد و نواح کی جانب وقع ہے۔(۱۸۸)

بیلمان

بلاذری نے لکھا ہے کہ بیلمان شہر ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ جو الور شہر کے قریب سرست شہر کے بالکل متصل واقع ہے۔(۱۸۹)

سرست

معروف ہندو مورخ ماجم دار کی رائے کے مطابق سرست شہر وہی شہر ہے جس کو اکثر مقامات پر سوارا کا نام دیا گیا ہے۔(۱۹۰)

جبکہ بلاذری کا کہنا ہے کہ یہ سرست شہر الور شہر کے قریب ہی واقع ہے۔(۱۹۱)

کیکان

ایک اہم شہر کیکان ہے جس کو بلاذری نے قیقان لکھا ہے۔ تاریخ سندھ کے حوالے سے اس شہر کا نام بھی بارہا آتا ہے کہا جاتا ہے کہ فی الحقیقت یہ شہر مکران کی اقلیم میں شامل تھا۔(۱۹۲) لیکن یہ بات سمجھ سے باہر ہے

کہ صاحب چچ نامہ نے اس شہر کو کس طرح الور کی اقلیم میں شامل کیا ہے۔

لے اسٹرانج نے کیکان شہر کو موجودہ قلات شہر بتایا ہے۔(۱۹۳)

ماجمدار نے کیکان شہر تلفظ کی ۔کیا نج۔ نا۔ بتایا ہے۔ لیکن سنسکرت زبان میں کیکان شہر کو کیکانا کے تلفظ کے ساتھ بتایا گیا ہے۔(۱۹۴)

برھمن آباد

برھمن آباد کے لئے بھی مختلف نام آئے ہیں۔ چچ نامہ میں اس کے لئے مختلف نام وارد ہوئے ہیں۔ برھمن آباد برھمنا باد اور کبھی لفظ بمن استعمال کیا گیا۔ بمنواہ بھی کہا گیا اور بابن واہ بھی کہا گیا۔ بابراہ بھی آیا ہے۔ سندھیوں نے اس کو بانبھراہ بھی کہا گیا۔(۱۹۵) البیرونی نے اس شہر کو بھمبور بھی کہا ہے۔(۱۹۶)

یاقوت حموی نے اس کو وھمناباد لکھا ہے۔(۱۹۷)

مجمل التواریخ کے مئولف نے اس کا نام بھمن ذکر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اس کا نام ملک عجم بھمن کی مناسبت سے رکھا گیا تھا جس نے اس شہر کو بنایا تھا۔ ماجمدار نے لکھا ہے کہ برھمن آباد شہر کا نام بہمن بادشاہ کی نسبت سے ہے جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی۔(۱۹۸) لیکن مورخین ماجمدار کی اس بات کو تشکیک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کی صداقت پر یقین نہیں رکھتے پیر حسام الدین راشدی نے اپنے مقالہ میں اس شہر کو بہمن آباد کا نام دیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ دور قدیم میں یہ شہر دار الخلافہ بھی رہ چکا ہے۔

رنی کوٹ کا ساسانی مسافت کا قلعہ جس کو دیوار چین کا چھوٹا سا نمونہ بھی کہا گیا ہے بھی بہمن آباد میں ہے۔(۱۹۹)

ملتان

ملتان کا علاقہ سندھ کے وسیع و عریض علاقوں میں سے ایک اہم علاقہ تھا۔ سکہ' برھمپور' کرور' اشھار کنبہ جیسے شہر اس کی اقلیم میں شامل تھے۔(۲۰۰)

ملتان کا قدیم ترین نام میسان تھا۔(۲۰۱) کتاب الھند میں البیرونی نے لکھا ہے کہ اس قدیم شہر کے بت سے

نام ہیں۔ لیکن آخری نام مول ستھان ہوا۔ اس سے مولستان اور پھر کثرت استعمال سے مولتان ہوگیا۔(۲۰۲)

مولتان یا ملتان' ایک روایت کے مطابق ادیتہ دیوتا کہ نسبت سے مولتان نام پایا۔ یہ بت صدیوں تک قائم رہا۔ اور ان طلائی تحائف کی رعایت سے جو اس بت پر چڑھائے جاتے تھے۔ ملتان کو عرب سیاحوں نے' بیت الذھب کا نام دے یا۔(۲۰۳)

ملتان کی قدامت کے متعلق ذکر ہے کہ طوفان نوح کے وقت بھی ملتان آباد تنھا۔(۲۰۴)

البیرونی نے لکھا ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی کے دوران میرے قیام ملتان کے دوران ملتان کے باشندے اسے دو لاکھ سولہ ہزار چار سو تیس سال پرانا بتاتے ہیں۔(۲۰۵)

چوتھی صدی ہجری کا جغرافیہ دان لکھتا ہے ملتان سند (ھند) کے بڑے شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا بت ہے جس کی یاترا کے لئے پورے ھندوستان سے لوگ آتے ہیں اور اس بت کا نام مولتان ہے۔ یہ مظبوط ریگستانی جگہ ہے۔(۲۰۶)

قدیم جغرافیہ دانوں نے ملتان سے صرف ملتان شہر ہی مراد نہیں لیا ہے بلکہ پورے وسیع و عریض سندھ کو بھی حدود ملتان میں شامل کیا ہے۔

سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ:

ملتان سے مقصود صرف ایک شہر نہیں بلکہ پورا صوبہ ہے۔ جو کبھی پوری ریاست بلکہ سلطنت تھا۔ مصر کے وزیر مہلبی نے چوتھی صدی ہجری میں لکھا ہے کہ اس کی حدود وسیع ہیں۔

پچھم کی طرف مکران' دکن میں منصورہ (سندھ) تک اس کی وسعت ہے۔ دریائے سندھ کے پاس جو قنوج تھا۔ ۳۰۰ھ میں وہ ملتان میں تھا۔ اس زمانہ میں ایک لاکھ پچپن گاؤں اس اسلامی ریاست کی حدود میں تھے۔(۲۰۷)

اسلامی دور کا ایک اور سیاح ادریسی لکھتا ہے کہ

ملتان بڑا شان دار' وسیع اور آباد شہر ہے یہاں ایک ناقابل تسخیر قلعہ ہے۔ جس کے چار دروازے ہیں۔ اس کے چاروں طرف گہری خندقیں ہیں۔ یہاں ہر طرح کی ضروریات زندگی کی کثرت اور ارزانی ہے۔ ٹیکس

معمولی ہیں۔ یہاں کے باشندے عام طور پر بہت دولت مند ہیں۔ ملتان میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ اسلامی احکام جاری ہیں۔ ملتان میں ایک چھوٹی سی ندی ہے۔ اس کے اوپر بہت سی پن چکیاں ہیں۔ اس کے کنارے قابل زراعت ہیں۔ یہ ندی دریائے سندھ میں گرتی ہے۔(۲۰۸)

ڈاکٹر واسطی نے لکھا ہے کہ یہ امر مصدقہ ہے کہ عرصہ دراز تک ملتان ایک دریائی بندر گاہ رہ چکی ہے۔ جہاں سے کشتیوں اور بادبانی جہازوں کے ذریعہ دساور سے تجارت ہوتی تھی اور دیگر ممالک سے سفارتی روابط قائم تھے اور اس وقت نہ صرف دریاؤں میں تجارتی کشتیاں چلتی تھیں بلکہ یہاں سے سمندر کے راستے ان ممالک سے ت علقات قائم ہو چکے تھے۔ اور مل تان کی بندر گاہ اپنے محل وقوع اور بین الاقوامی تجارتی شہرت کی وجہ سے بہت معروف ہو چکی تھی۔ دریائے چناب کے ذریعہ تجار دریائے سندھ سے گزر کر سمندری راستے سے ہوتے ہوئے غیر ممالک کا سفر کرتے تھے۔(۲۰۹)

منشی عبد الرحمن نے لکھا ہے کہ:

ملتان سندھ کا مرکزی نقطہ تھا۔(۲۱۰)

سکہ

چچ نامہ میں ذکر ہے کہ سکہ شہر ملتان کے قریب واقع تھا۔(۲۱۱) بلاذری نے ذکر کیا ہے کہ سکہ ایک فوجی شہر تھا اور اس شہر کی اہمیت عسکری تھی۔ یہاں ایک فوجی قلعہ بھی تھا اور یہاں کا حاکم بھی عسکری شخصیت ہوتا تھا۔(۲۱۲)

کنگھم نے لکھا ہے کہ سکہ شہر اس جگہ سے قریب واقع ہے جہاں اب ماری ستیال کا شہر ہے اور وہ دریائے راوی کے کنارے سے ڈھائی میل مشرق کی جانب ملتان شہر کے قریب واقع ہے۔(۲۱۳)

گولکنڈا

گولکنڈا کے شہر کے موقع محل کی تحقیق نہیں ہو سکی۔ تاہم غالب امکان اسی بات کا ہے کہ یہ شہر سکہ کے عسکری شہر کے قرب و جوار میں ملتان کی اقلیم کے اکناف میں واقع تھا۔

اجتھاد

چچ نامہ میں ذکر ہے کہ اس شہر کا نام محمد بن قاسم نے رکھا تھا۔ اس بات کا بھی امکان ہے کہ اس شہر کا نام اشھار یا اشبہار ہو، علامہ داؤد پوتہ کا خیال ہے کہ اجتھاد کا نام اشبہار یا اسبھان ہی ہو۔(۲۱۴)

ساوندری

چچ نامہ میں اس شہر کا نام ساوندی آیا ہے جب کہ بلاذری نے اس کو ساوندری لکھا ہے۔(۲۱۵) بلاذری کی عبارت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ساوندی یا ساوندری شہر برھمنا باد اور الور کے درمیان میں واقع ت ھا۔(۲۱۶) مجمل التواریخ کے مصنف نے لکھا ہے کہ شہر ساوندی ایک کشمیری شاہ نے دریائے سندھ کے کنارے بنوایا تھا۔ بعد میں اس شہر میں مختلف سندھی قبائل نے سکونت اختیار کی۔

بسمد

بلاذری کی عبارات بتاتی ہیں کہ بسمد شہر ملتان کے قریب و جوار میں واقع تھا۔(۲۱۷)

اصطخری نے ذکر کیا ہے کہ سمند چھوٹا شہر ہے جو دریائے سندھ کے مشرقی جانب ملتان کے قریب واقع ہے۔ دریائے سندھ اور شہر کے درمیان فاصلہ دو فرسخ ہے۔(۲۱۸) صاحب تحبتہ الاھر نے لکھا ہے کہ بسمد شہر پہاڑ کے قریب واقع ہے اور یہاں سے ایک نہر گزرتی ہے جس کا نام نہر بسمد ہے۔(۲۱۹)

اسکندہ

اسکندہ کو صاحب چچ نامہ نے سندھ کے اہم علاقوں میں سے ایک اہم علاقہ شمار کیا ہے۔(۲۲۰) مجمل التواریخ کے مؤلف نے اسکندہ شہر کا نام عسقلند لکھا ہے۔ جو پانچویں صدی ہجری میں ایک بہت بڑا اسلامی ثقافتی مرکز بن گیا تھا۔(۲۲۱) مشرقی علمی مصادر اور کتب میں اسکندہ کو اسکلندہ بھی لکھا گیا ہے۔

الیٹ نے بھی اس کو اسکندہ لکھا ہے۔(۲۲۲)

کھگھم نے بھی اس کو اسکلندہ لکھا ہے۔(۲۲۳)

ماجمدار نے لکھا ہے کہ اسکندہ کا علاقہ، ملت ان کے قریب و جوار میں واقع تھا اور عہد عرب میں یہ صوبہ

ملتان کے زیرِ نگیں تھا۔(۲۲۴)

بابیہ

یہ ایک محفوظ اور قلعہ دار شہر تھا۔ اس شہر کے لئے بھی مختلف نام آئے ہیں۔ جیسے بابا اور باھیا۔ البیرونی نے اس کا نام بھائی ذکر کیا ہے۔ کہا ہے کہ یہ شہر ارود اور ملتان کے درمیان واقع تھا۔(۲۲۵)

کنگھم نے اس کا نام بھائیا لکھا ہے۔(۲۲۶) چچ نامہ میں اس شہر کا نام باتیہ اور بھاٹیہ آیا ہے۔(۲۲۷) راورتی لکھتا ہے کہ اس شہر کا نام بھاٹی اس لئے پڑگیا کہ یہاں بھاٹی (بھٹی) قوم کے افراد رہتے تھے۔

چچ نامہ میں آیا ہے یہ شہر دریائے بیاس کے جنوبی کنارے پر واقع تھا۔(۲۲۸) ماجمدار کی رائے یہ ہے کہ یہ شہر اوچ سے اڑتیس میل مشرق کی جانب واقع ہے۔(۲۲۹) علامہ داؤد پوتہ نے ذکر کیا ہے کہ تاریخ کی کتب میں اس شہر کا نام بھائیہ آیا ہے۔ اور یہ بھاولپور کے گرد و نواح میں کہیں واقع تھا(۲۳۰)

سوارہ

ماجمدار کہتے ہیں۔ اس شہر کا نام سیواری تھا۔(۲۳۱)

کنگھم نے لکھا ہے کہ سوارہ شہر اوچ شہر سے چھیانوے میل کے فاصلہ پر قواع ہے۔(۲۳۲)

چچ پور

محققین اور جغرافیہ دان ابھی تک چچ پور کے محل وقوع کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے ہیں۔

دھانود

اس شہر کا محل وقوع بھی ابھی تک دریافت نہیں ہوسکا ہے۔ تاہم چچ پور اور دھانود کے متعلق یہی اندازہ ہے کہ یہ دونوں چھوٹے شہر تھے۔ اور اسکلندہ کے قریب اوچ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع تھے۔

کیرج

چچ نامہ سے تو یہی بظاہر ہوتا ہے کہ کیرج شہر ایک بڑا قلعہ والا شہر تھا اور اس شہر پر راجہ داہر کا رشتہ دار

حکمران تھا۔ اور یہ شہر ملتان کے اطراف میں واقع تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیرج حدود کشمیر میں ہونے کا ذکر بلاذری نے بھی کیا ہے۔ اس شہر کا حاکم دوھر تھا جو کہ راجہ داہر کا چچازاد بھائی تھا۔

مکران

خطہ مکران بھی بلادسنہ کا اہم حصہ تھا۔ مکران خلیفہ عمر بن خطاب کے عہد خلافت میں اسلام کا حصہ بنا۔ جغرافیہ دانوں اور عرب مورخوں کے مکران کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ مکران پہاڑی علاقہ ہے اور اس کا اکثر حصہ صحرا پر بھی مشتمل ہے۔ عربوں اور قندابیل علاقہ مکران کے اہم شہر ہیں۔ اصطخری نے لکھا ہے کہ مکران کے علاقہ قندابیل میں نہ کھجور کے درخت ہیں نہ ہی سبزہ ہے اور یہ بدھ مت کا مرکز ہے۔ زراعت کا دارومدار بارانی پانی پر ہے۔ کہیں کہیں مویشیوں کے لئے چراگاہیں بھی ہیں۔ مگر بارش بہت کم ہوتی ہے۔(۲۳۵) مکران کے لوگ خانہ بدوش ہیں، صاحب نخبتہ الدھر نے لکھا ہے کہ مکران کا علاقہ مکران بن منذر کی طرف منسوب ہے کچھ شہر ساحلی علاقوں پر بھی واقع ہیں۔(۲۳۶) مقدس نے لکھا ہے کہ اہل مکران کے رنگ سیاہ ہیں۔ وحشیوں کی سی زبان بولتے ہیں۔ بال گوندھتے ہیں اور کان چھدواتے ہیں۔ مکران کے علاقہ کے لوگوں کی بود و باش عراق کے بطائح کی طرح ہے۔ یہاں جاطے قوم رہتی ہے جو آبی پرندے اور مچھلی کھاتے ہیں۔(۲۳۷)

علاقہ مکران کے شہروں میں، تیز، کربون، درک، راسل، بند، قصر قند، اصفقہ، مشکی، قبنلی، ارمابیل ہیں۔ مکران کے بڑے شہروں میں فنزپور بھی ہے جہاں کھجور بہت ہوتی ہے۔ پھر راہوق اور کلوان کے شہر ہیں۔(۲۳۸)

تیز

مقدسی نے ذکر کیا ہے کہ تیز شہر مکران کے شہروں میں ہے اور اس شہر کا پورا نام تیز مکران ہے، اور یہ سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یہاں کھجور بکثرت پیدا ہوتی ہے اور یہاں ایک خوبصورت مسجد ہے۔ یہاں متوسط طبقہ کے افراد زیادہ ہیں۔ اہل علم کم ہیں۔ لکڑی کی بنی ہوی اشیاء زیادہ مشہور ہیں۔(۲۳۹)

ارمابیل

ارمابیل کو مکران کا ایک بڑا شہر گردانا جاتا ہے۔ اس کو محمد بن قاسم نے ۹۲ھ میں فتح کیا تھا۔ جب اس کا لشکر مکران سے سندھ کو فتح کرنے کے لئے اس راستے سے دیبل تک پہنچا تھا۔(۲۴۰)

بعض جگہ اس شہر کا نام ارمئبل بھی لکھا گیا ہے۔

یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ سندھ کی سرزمین پر دیبل اور مکران کے درمیان ارمابیل ایک بڑا شہر ہے۔(۲۴۱)

مقدسی نے لکھا ہے کہ ارمائیل سندھ کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یہاں وسیع چراگاہیں۔ مویشیوں کی کثرت ہے۔(۲۴۲) لے اسٹرینج نے لکھا ہے کہ ارمابیل اور کانبالی دو شہر ہیں جو سمندر کے دہانے پر واقع ہیں۔ اس کے قریب تیز شہر ہے۔ جو مکران کی بندرگاہ ہے۔(۲۴۳)

علامہ داؤد پوتہ نے ذکر کیا ہے کہ ارمابیل یا ارمائیل موجودہ لسبیلہ نے قدیم نام ہیں۔(۲۴۴)

بودھیہ

عرب جغرافیہ دان اور مورخین نے جن میں خاص طور سے یاقوت حموی بھی شامل ہیں اس کا نام بدھہ لکھا ہے۔ دراصل بودھیہ ایک بہت بڑے علاقہ کا نام تھا۔ جس میں قندابیل جیسے شہر بھی شامل تھے۔ غالب گمان یہی ہے کہ یہ علاقہ بوذہن کا ایک بہت بڑا مسکن تھا۔(۲۴۵)

قندابیل

قندابیل شہر مکران کی اقلیم میں ایک بڑا صحرائی شہر تھا۔ جیسا کہ عرب جغرافیہ دانوں نے کہا ہے مثلاً ابن خرداذبہ اور ابوالفداء۔(۲۴۶) لیکن بلاذری نے اس شہر کو اس نام کے ساتھ ذکر نہیں کیا ہے۔ بلکہ بلاذری نے اس کو قندھار لکھا ہے۔(۲۴۷)

لے اسٹرینج نے قندابیل کو قندھابیل کے نام سے اور بعض اوقات قندھار کے نام سے بھی ذکر کیا ہے۔(۲۴۸)

ہولڈ Holdich نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ قنذابیل کچھ کے علاقہ میں واقع ہے۔ وہاں ایک قدیم شہر کے آثار پائے جاتے ہیں۔ جن کے متعلق یہی گمان کیا جاتا ہے کہ وہ قنذابیل کے آثار ہیں۔ لیکن ہولڈ قندھار اور قنذابیل کے متعلق لکھا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ نام ہیں۔ قندھار اور قنذابیل دو علیحدہ شہر تھے جو ایک دوسرے کے برابر واقع تھے۔(۲۴۹)

علامہ داؤد پوتہ چچ نامہ پر اپنی تعلقات کے ضمن میں لکھتے ہیں قندھار دراصل قنذابیل شہر ہی ہے۔ لیکن وہ اس کا محل وقوع دوسری جگہ بتاتے ہیں۔ لیکن اس شہر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ شہر زمانہ قدیم ہی سے سندھ کے بادشاہوں کا عسکری شہر تھا۔ کیونکہ قندھار کی لفظی مشابہت سنسکرت زبان کے لفظ سکندھاوار سے ہے۔ جس کے معنی رزم گاہ اور عسکری جگہ کے آتے ہیں۔(۲۵۰)

سیویس

سیویس کے علاقہ کا چچ نامہ میں ذکر وارد ہوچکا ہے۔ علامہ داؤد پوتہ نے اس کے نام کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا نام سیوی یا سیبی تھا۔ جو اب بلوچستان کا شہر ہے۔(۲۵۱)

قزپور

مقدسی نے لکھا ہے کہ قنزپور شہر مکران کے علاقہ میں تھا۔ اس کی فصیل مٹی کی ہے۔ فصیل کے چاروں طرف خندق ہے اور کھجور کے باغات ہیں۔ اس کے دو دروازے ہیں۔ باب طوران' باب تیز' اہل قزپور نہر کا پانی پیتے ہیں اور جامع مسجد بازار کے وسط میں واقع ہے اور ان کی زبان بلوچی ہے جو کہ ناقابل فہم ہے۔(۲۵۲)

قنبل

مقدسی کے قول کے مطابق قنبلی ایک دریائی شہر تھا اور اس کے اردگرد فصیل تھی۔ اس کو سندھ کے باغات میں سے ایک باغ کہا جاتا ہے وہاں وسیع چراگاہیں اور مویشی کثرت سے ہیں اور ایک تجارتی سمندری ساحل بھی ہے۔(۲۵۳)

صاحب تحبتہ الدھر نے لکھا ہے کہ قنبلی شہر میں شکر سے بنی ہوی چیزیں مٹھائیاں بنائی جاتی ہیں اور

خراسان اور عراق تک بھیجی جاتی ہیں۔(۲۵۴)

راہوق

راہوق مکران کے مضافات میں ہے اور وہ بھی سندھ کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ وہاں وسیع چراگاہیں، جانور، مویشی کثرت سے ہیں۔ موسم سخت ہے۔ لیکن یہاں تجارتی ساحل موجود ہے۔ راہوق منصورہ سے اوپر کی جانب واقع ہے۔(۲۵۵)

کلوان

مقدسی نے کہا ہے کہ کلوان مکران کے مضافات میں واقع ہے۔ لیکن جغرافیہ دانوں اور عرب مورخین نے اس کے بارے میں کچھ زیادہ تفصیل سے نہیں لکھا ہے۔(۲۵۶)

طوران

طوران کا علاقہ مکران کے علاقہ کے قریب واقع ہے اور یہ بہت زیادہ وسیع علاقہ نہیں ہے تاہم اس خطے میں کافی شہر ہیں۔

صاحب تحبتہ الدھر نے لکھا ہے کہ طوران دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ اس علاقہ میں پھل اور پھول کثرت سے ہوتے ہیں۔ قصدار بھی اس کے شہروں میں سے ایک ہے۔(۲۵۷)

قصدار

مقدسی نے لکھا ہے کہ قصدار شہر طوران اور صحراء کے درمیان میں واقع ہے۔ اس کا نام قزدار بھی آیا ہے۔ قصدار طوران کے منطقہ کا صدر مقام ہے۔ شہر کے دو حصے ہیں جن کو ایک وادی ملاتی ہے۔ ایک حصہ میں سلطان طوران کا محل اور قلعہ ہے۔ دوسرے میں تاجروں کے قیام کی سرائیں اور گودام ہے۔ یہ حصہ پہلے کی نسبت زیادہ کشادہ اور صاف ستھرا ہے۔ شہر چھوٹا ہے۔ مگر پر منفعت۔ کیونکہ تجارت کا مرکز ہے۔ یہاں خراسان، فارس، کرمان، اور ھندوستان سے تجارتی قافلے آتے ہیں۔ پانی خراب ہے اس کو پی کر پیٹ بھاری ہو جاتا ہے۔ سلطان عادل اور متواضع ہے۔ انگور کثرت سے ہوتا ہے، لیکن کھجور نہیں ہوتی۔ مکانات مٹی کے بنے ہوئے

ہیں۔ علاقہ سرسبز و شاداب ہے۔(۲۵۸)

قدیم سندھ کے ثقافتی اور سماجی حالات

قدیم زمانے سے ہی سندھ عظیم ثقافتی ورثہ اور تہذیب و تمدن کا مرکز تھا اور سندھ کے اس ثقافتی ورثہ سے اس کی ہم عصر دیگر اقوام بھی بہت متاثر تھیں۔

مثلاً" بابل و نینوا' ار وغیرہ کی قومیں' ان کے قدیم آثار آج بھی اس بات کے نہایت واضح ثبوت ہیں۔

عموماً" تاریخ دان اور آثار قدیمہ کے ماہرین کچھ عرصہ قبل تک یہی ثابت کرتے چلے آئے ہیں کہ سب سے پرانی اور قدیم تہذیب و تمدن اور قدیم ثقافت کی سرزمین مصر کی ہے۔ لیکن بعد میں تحقیق مزید کے بعد یہ بات واضح ہوتی نظر آتی ہے اور اکثر محققین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ سب سے پرانی اور قدیم تہذیب سمیری تہذیب ہے۔(۲۵۹) اور سمیری تہذیب و تمدن اور ثقافت کا عظیم مرکز سرزمین سندھ تھی۔

پارسیوں کی مقدس کتاب "اوستا" آریاؤں کے دور سے پہلے لکھی گئی۔ جس میں دیگر قدیم ترین دستاویز کی طرح سندھ کا احوال ملتا ہے۔۲۶۰)

سمیریوں کے قدیم شہروں میں "ار" بھی ہے جو کہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اسی شہر کے بارے میں سر لیونارڈ کا کہنا ہے کہ یہ وہی قدیم شہر ہے جو سب سے پہلے طوفان نوح سے متاثر ہوا تھا اور اسی شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ اسی سمیری تہذیب کے زمانہ کے سابقہ شہر جن میں "دلمون" اور "ماگان" کے شہر بھی ہیں۔ اکثر محققین نے "دلمون" کو موہن جو داڑو کہا ہے۔(۲۶۱)

سندھ کے چھ ہزار سال قبل کے میدانی علاقے سے تعلق رکھنے والی جو اشیاء مختلف جگہوں سے دریافت ہوئی ہیں۔ ان میں پائے جانے والے برتن اور ان کے ٹکڑے بالکل جدا نوعیت کے تھے۔ اکثر برتن سرخ رنگ کے پائے گئے۔ ان میں سے بعض نوع کے برتن تو ایسے ہیں جو اس سے قبل وادی سندھ میں کہیں اور نہیں ملے ان ٹیلوں میں سے چھوٹی چھوٹی پیوست جانوروں کی مورتیاں پکائی ہوی مٹی کی چوڑیاں' پانی پینے کے پتھروں کے ٹکڑے بڑی تعداد میں ملے ہیں۔

یہ وہ دور تھا جب پتھر کی صنعت فروغ پا رہی تھی۔ چنانچہ پتھر کے چاقو' سوراخ کرنے والے برمے' تیروں کے پھل' کھرچنے کے اوزار وغیرہ دستیاب ہوئے ہیں۔(۲۶۲)

ان آثار سے وادی سندھ کے چار ہزار سالہ قدیم ارتقائی تسلسل کا پتہ چلتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساڑھے چار ہزار سال قبل یہاں جو سماجی طبقات ابھر چکے تھے۔ تیسری ہزارویں صدی قبل مسیح کے دور سے متعلقہ مقامات کا تمدن بنیادی طور پر یکساں اور مشابہ ہے۔ ان تعلقات سے عروج یافتہ ہڑپائی تہذیب کے ادوار میں تمدنی ارتقاء تسلسل کے ساتھ جا ملتا ہے۔ جو اس بات کا مظہر ہے کہ یہاں کم از کم پانچ ہزار سال قبل شہر بننے کا عمل شروع ہو چکا تھا۔(۲۶۳)

دراوڑ نامی بستی کے قریب ایک تانبہ کی ڈلی دریافت ہوئی۔ اس مقام پر قدیم بھٹیوں کے آثار موجود تھے۔ اکثر بھٹیاں مدور بنی تھیں۔ اور ان میں ہوا کے اندر جانے آنے کے لئے سوراخ بھی موجود تھے۔ اس قسم کی بھٹیاں پہلی مرتبہ ابتدائی ہڑپائی عہد کی ملتی ہیں۔ زمانہ قدیم میں جن جن جگہوں پر مٹی کے برتن پکائے جاتے تھے۔ ان کے ناکارہ اور ٹوٹے پھوٹے برتن۔ اور ان کے ساتھ گول اور بیضوی اور نیم بیضوی مٹی کے لاکھوں ثابت ٹکیاں یا ٹوٹے ہوئے ان مقامات پر پڑے ملتے ہیں۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق پانچ ہزار سال سے یہ لوگ بھٹیوں میں برتن پکانے کے طریقے اسی انداز سے چلے آ رہے ہیں۔(۲۶۴)

معروف مورخ ابن حنیف نے لکھا ہے کہ:

یہاں سماجی طبقات خاص طور پر ابھر چکے تھے۔ مخصوص پیشہ ورانہ سرگرمیوں میں اضافہ ہو چکا تھا۔ جن کے نتیجہ میں وسیع پیمانے پر معیاری مصنوعات تیار کی جا رہی تھیں۔ اور مختلف آبادیوں میں باہمی تجارت یا اشیاء کا لین دین ہوتا رہتا تھا۔ چنہوداڑو' روہڑی کی پہاڑیوں' اور لوتھل سے پہلے ہی انکشاف ہو چکا ہے کہ وہاں موتی' منکے اور اوزار و آلات بنانے کی خصوصی صنعتیں پھل پھول رہی تھیں۔

عروج یافتہ دور میں وادی سندھ کی تہذیب دریائے سندھ کی اصل وادی سے باہر زیادہ پھیل گئی تھی۔ وادی سندھ کے قلب میں جب یہ پوری طرح شہری تہذیب کی شکل پاکر عروج کو پہنچی تو اس کا پھیلاؤ بحیرہ عرب

کے ساتھ ساتھ ہوتا چلا گیا اور یہاں کے لوگ دوسرے خطوں کے ساتھ مال کے بدلے مال کے اصول پر تجارت کرنے لگے۔(۲۶۵)

گویا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ وادی سندھ کا سماج اور یہاں کے خطہ کی سماجی حالت اس وقت کے نہایت مہذب اور متمدن دور کی تھی۔

کوٹ ڈیجی سے کھدائی کے دوران ایسا برتن دستیاب ہوا ہے۔ جس پر سینگ دار دیوتا کی شبیہہ بنی ہوی ہے۔ دوسری ملنے والی اشیاء میں مٹی کی بنی ہوئی مخروطی ٹکیاں' بچوں کے کھیلنے کی بیل گاڑیاں' اور ان کے پہیئے اور پتھر کے دو دھاری چاقو وغیرہ شامل ہیں۔(۲۶۶)

وادی سندھ اور اس کے اطراف و اکناف میں جو کھدائیاں ہوئی ہیں آلات و اوزار وغیرہ کثیر تعداد میں ملے ہیں۔ اسی سے کسی معاشرہ یا سماج کے ترقی یافتہ ہونے پر کوئی رائے قائم کرنے میں مدد ملتی ہیں۔ آثار قدیمہ کے ماہرین ان اوزاروں اور آلات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔

پروفیسر عبدالحمید دانی لکھتے ہیں:

انسان اوزار ساز ہونے پر مجبور ہے۔ انھیں اوزار کی مدد سے اور ان کے ارتقاء سے ہم زمانہ قبل از تاریخ کے انسان کا' اس کے خیالات' اور اعمال کے ارتقاء کا قدرت کے خلاف اس کی جدوجہد کا اور اپنے لئے بہتر ماحول پیدا کرنے اور سہولتیں فراہم کرنے کا مختصر یہ کہ اس کی پوری تہذیبی تشکیل کا سراغ لگاتے ہیں۔ چنانچہ قدیم انسان کے بارے میں معلومات کا بنیادی ذریعہ اوزار ہوتے ہیں۔(۲۶۷)

وادی سندھ میں زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں تھی بلکہ پوری بستی یا قبیلے کی ملکیت ہوتی تھی۔ زراعت کا یہ اشتراکی نظام آریوں کے بعد بھی جاری رہا۔

سندھ میں زمین کی کاشت مشترکہ طور پر ہوتی۔ فصلوں کی کٹائی ہوتے پر ہر شخص اپنی سال بھر کی ضرورت کے لئے اناج اٹھالے جاتا اور بقیہ پیداوار جلا دی جاتی۔(۲۶۸) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وادئی سندھ کی زمین زراعت کے اعتبار سے انتہائی زرخیز تھی اور ہر شخص کی سال بھیر کی ضروریات پورا کرنے کے بعد بھی کافی بچ جاتی تھی۔ جس کو وہ لوگ اپنے عقیدے کے مطابق جلا دیتے تھے۔

وادی سندھ کے شہروں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت بنائے گئے ہیں۔ ان کی سب عمارتیں پکی اینٹوں کی تھیں۔ سڑکیں سیدھی اور متوازی تھیں۔ گندے پانی کے نکاس کے لئے زمین دوز نالیاں کھودی گئی تھیں۔ کوڑے کرکٹ کے لئے ہر گلی کے نکڑ پر پکے کوڑے دان بنے تھے۔ ان کی صفائی کے لئے آدمی مقرر تھے۔ مکان قرینے سے قطاروں میں تعمیر کئے گئے تھے اور ہر گھر میں غسل خانہ موجود تھا۔

ان انتظامات سے پتہ چلتا ہے کہ شہروں کا نظم و نسق جن لوگوں کے ہاتھوں میں تھا ان کو صحت اور صفائی کے تقاضوں کا پورا پورا احساس تھا۔(۲۶۹)

سبط حسن نے لکھا ہے کہ:

وادی سندھ لے گو تحریر کے فن سے بخوبی واقف تھے۔ مگر درختوں کی چھال یا پتوں پر لکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ عراق و مصر کے برعکس یہاں ایک نوشتہ بھی نہیں ملا اور نہ آئندہ کوئی امید ہے۔ البتہ مٹی کی مہروں پر کھدے ہوئے تصویری الفاظ ضرور دستیاب ہوئے ہیں۔ ان نقوش کی تعداد دو ہزار کے لگ بھگ ہے۔ اور ان پر تقریباً" تین سو علامتیں کندہ ہیں۔

یہ تاجروں کی مہریں تھیں۔ جن سے ان کے مال و اسباب کی پہچان ہوتی تھی۔ ان مہروں پر بیل' ہاتھی' گینڈا' ہرن' مچھلی' مچھلی کا کانٹا' جہاز' تیر کمان' کپاس کے پھول' کنگھی' ڈھول' ہاتھ' پیپہ' پہاڑ وغیرہ کی علامتیں بنی ہیں۔(۲۷۰)

بہت باریک بنے ہوئے روئی کے کپڑوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ کپڑا بننے کا ہنر بہت ترقی پر تھا۔ بہت سے مکانوں میں چرخے کے گھیرے بھی ملے ہیں' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر گھر چرخہ چلا کرتا تھا۔ اس زمانے میں زیور پہننے کا بہت رواج تھا۔ مرد اور عورت دونوں ہنسلی اور چھاپ پہنتے تھے۔ عورتیں' کان میں بالی' ہاتھ میں چوڑی' کمر پر کردھنی اور پاؤں میں ساٹھ وغیرہ پہنتی تھیں۔(۲۷۱)

امیر آدمیوں کے زیور' سونے' چاندی اور طرح طرح کے جواہرات کے ہوتے تھے۔ ہاتھی دانت کا بھی استعمال ہوتا تھا۔ زیور بنانے کے ہنر میں اس زمانے کے لوگ آج کل کے سناروں اور جوہریوں سے کسی طرح کم نہ تھے۔

سونے کے بعض زیور اس صفائی سے بنے ہیں کہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔

ایک طوائف کی چھوٹی سی مورتی ملی ہے جو کہ بالکل برہنہ ہے۔

سواری کے لئے لوگوں کے پاس گاڑیاں تھیں۔ جن میں دو پہئے ہوتے تھے اور اوپر چھت ہوتی تھی۔ اور ہانکنے والا آگے بیٹھتا تھا۔

ھڑپا میں ایسی گاڑی کا جو نمونہ کانسی کا بنا ہوا ملا ہے وہ مصر یا میسوپوٹامیا سے بہت پرانا ہے اور دنیا میں گاڑی کا سب سے پرانا ڈھانچہ ہے۔(۲۷۲)

وادی سندھ میں جبرو تشدد کے فقدان اور مادر ارض کی مورتیوں کی فراوانی سے لامحالہ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں کے حکمران طبقہ نے نظام فکر و احساس کو اتنی کامیابی سے اطاعت کے سانچے میں ڈھال لیا تھا کہ انہیں جبرو تشدد کے مادی حربے بھی استعمال نہیں کرنے پڑتے تھے۔(۲۷۳)

وادی سندھ میں کپاس کی کاشت بھی کی جاتی تھی' اس کپاس کے دھاگے سے بنے ایک کپڑے کا ایسا ٹکڑا بھی ہیں ملا ہے جس پر سرخ اور مجیٹھی رنگ چڑھایا گیا ہے۔(۲۷۴) اس کا تسلسل آج سندھی اجرک اور اس کا مخصوص رنگ ہے۔

یہاں ملنے والی جانوروں کی کثیر تعداد میں ہڈیاں اس بات کا ثبوت ہیں کہ مویشیوں کی پرورش اور افزائش میں ان کا وافر حصہ تھا۔ ان میں کوہان والے بیل جنہیں سانڈ کہتے تھے پالتوں جانور تھے۔ اسی طرح بغیر کوہان والا بیل بھی عام تھا۔

قدیم سندھ کے علاقے کی ایک خاص خصوصیت پور امتیاز یہ بھی ہے کہ سانڈ یعنی کوہان والا بیل قدیم دنیا میں صرف یہیں سے ملا ہے اور دنیا کے کسی حصوں سے نہیں ملا۔

دوسرے پالتو جانوروں میں بھینس' بکری' بھیڑ' شامل ہیں۔ ان لوگوں میں کتے پالنے کا بھی رواج عام تھا اور بلی بھی پالی جاتی تھی۔ گدھا اور گھوڑا بھی اس دور میں عام پایا جاتا تھا۔(۲۷۵)

وادئی سندھ کی تہذیب جو کلہ دریائی تہذیب تھی۔ اس لئے اس میں صفائی طرف زیادہ رجحان تھا۔ یہاں پانی وافر تھا۔ اور جہاں پانی وافر ہو وہاں نہانا' دھونا' اور صفائی کے کاموں میں پانی کے استعمال میں کمی کی

ضرورت محسوس نہیں کی جاتی جیسا کہ صحرائی تمدن میں ہو سکتی ہے۔ مختلف شہروں میں فصیل شہر ملی ہے علی مراد کے مقام پر پتھر کی بنی ہوئی دیوار ملی ہے جو تین سے لے کر پانچ فٹ تک موٹی ہے۔

سندھ میں تھارو میں بھی فصیل شہر ملی ہے۔ اس قسم کے متعدد فصیل بند قصبات کا وجود یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ بنیادی طور پر ایک زرعی معاشرہ تھا۔ جو زراعت کی مدد کرنے والی مصنوعات بھی تیار کرتا تھا۔

وادی سندھ کا علاقہ دیہات' قصبات اور شہروں پر منقسم تھا۔

مصنوعات کی وسیع پیمانے پر اندرونی اور بین الاقوامی تجارت کے بے شمار شواھد ملے ہیں۔ چھوٹے قصبات میں بھی ایسی تجارتی چوکیاں تھیں جہاں سامان تجارت لانے لے جانے والے عارضی قیام کیا کرتے تھے۔((۲۷۶)

اہل سندھ نے گل سازی کے فن کو خاطر خواہ ترقی دی تھی۔ کھدائیوں کے سلسلے میں مختلف قسم کے ظروف دیگر اشیاء کافی تعداد میں نکلی ہیں۔ ان میں بعض بے رنگ ہیں اور بعض پر رنگین پالش ہے' اچھے قسم کے ظروف عموماً" سرخ رنگ کے ہیں جن پر سیاہ رنگ کے نقوش ہیں۔

روغن بہت ہی پائیدار اور جلا دینے والا ہے۔ نقوش میں عام طور پر پھول' پرندے' اور چوپائے کی شکلیں ہیں۔ خانہ داری کے برتنوں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے مٹکے بھی دستیاب ہوئے ہیں۔ جو غلہ رکھنے کے مصرف میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ مٹی کے بنے ہوئے فل' چراغ دان' پنجرے' کھلونے' چوہے دان' کپڑا بننے کے آلات' اور ترازو کے پلڑے وغیرہ برآمد ہوئے ہیں۔(۲۷۷)

ہاتھی دانت اور سیپ کی بنی ہوی چیزیں بھی وہاں دستیاب ہوئی ہیں۔ ان میں پانسے' کنگن اور زیورات شامل ہیں۔ ہاتھی دانت کے زیورات خوبصورت فنکارانہ حیثیت سے قابل تعریف ہیں۔ دو جوڑے ہاتھی دانت کے بھی برآمد ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ کام یہاں بڑے پیمانہ پر ہوتا ہو اور اس طرح کا سامان باہر بھی جاتا تھ۔

ہاتھی دانت کے علاوہ سیپ کے بنے ہوئے زیورات' دانے اور کھلونے پائے گئے ہیں۔(۲۷۸)

وادی سندھ کے باشندے اچھے صناع' ہنرمند اور دستکار تھے۔ کمہاری' بنکاری' معماری' فلز سازی' اچھے صناع' ہنرمند اور دستکار تھے۔

سناری، سنگ تراشی اور نگینہ سازی سے بخوبی واقف تھے۔ ان میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ تانبے اور پیتل کے استعمال سے بھی وہ اچھی طرح واقف تھے۔

پتھر کی بنائی ہوئی اشیاء نسبتاً کم دستیاب ہوی ہیں اور جو دستیاب ہوئی ہیں وہ عموماً سادہ ہیں۔ یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ ان فنون میں ان کو کمال حاصل تھا۔ وادی سندھ کا سماج ایک اعلیٰ ترقی یافتہ سماج تھا۔(۲۷۹)

سیپ اور ہاتھی دانت کی بھی طرح طرح کی چیزیں بناتے تھے۔

ماہرین آثار کے لئے یہ سوال ہمیشہ دل چسپی کا باعث بنا رہا ہے کہ وہ ہاتھی دانت کہاں سے حاصل کرتے تھے۔

بعض ماہرین یہ کہتے ہیں کہ اہل سندھ ہاتھی دانت مصر سے منگواتے تھے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ تقریباً ساڑھے چار ہزار سال پہلے سندھ کی آب و ہوا بالکل مختلف تھی۔ یہاں کافی بارش ہوتی تھی، گھنے جنگلات تھے۔ اور یہاں جنگلوں میں ہاتھی بھی پائے جاتے تھے۔ اس لئے ہاتھی دانت ان کو باہر سے نہیں منگوانا پڑتا تھا۔ بلکہ یہیں سے دستیاب ہو جاتا تھا۔ زیورات کے ذخیرہ میں سونے کی دو سوئیاں بھی ملی ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سینے پرونے کے کام سے بھی واقف تھے۔ بعض اشکال کو دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لباس پر کاڑھے کا کام کیا ہوا ہے۔

زراعت کے تعلق سے ہل کے دو پھل جو تانبے کے بنے ہوئے ہیں ملے ہیں۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ کاشتکاری کرتے تھے اور ہل کے ذریعہ زمین کو جوتنا اور آباد کرنا بہت پہلے جان گئے تھے۔ روئی، گیہوں، جو اور خربوزہ بکثرت پیدا کرتے تھے۔ ان کے بیج بھی دریافت ہوئے ہیں اور شناخت کر لئے گئے ہیں۔(۲۸۰)

ایک دل چسپ بات یہ کہ اس زمانے میں بھی پانسے کا کھیل رائج تھا۔ طرح طرح کے مٹی اور سنگ مرمر کے پانسے پائے گئے ہیں۔ یہ پانسے زیادہ تر مکعب شکل کے ہیں۔ ان پر ایک کے خلاف دو، تین کے خلاف چار اور پانچ کے خلاف چھ ہیں۔

ہاتھی دانت کے بنے ہوئے مستطیل شکل کے چند پانسے بھی ملے ہیں۔ جن پر تین طرف ایک، دو اور تین

کے نمبر دیئے ہوئے ہیں اور چوتھی طرف چند نشانات بنے ہوئے ہیں۔(۲۸۱) اہل سندھ کے دوسرے تفریحی مشاغل میں شکار، مرغ بازی اور رقص و سرور تھے۔ مختلف قسم کے ساز مثلاً" تمبورہ، بربط اور اکتارہ کی شکل مہروں پر ملتی ہیں۔ شکار اور مرغ لڑانے کے نقوش بھی تختیوں پر موجود ہیں۔

سخت پتھر کی بنی ہوی گولیاں بھی دستیاب ہوئی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بچے اس زمانے میں گولیاں کھیلتے ہوں۔ گیہوں، جو، کھجور، مچھلی، دودھ، دہی اور پھل ان کی مرغوب غذائیں تھیں۔ گوشت بھی کھاتے تھے۔

کھانا کھانے کی تھالیاں، پیالے اور چمچے وہاں سے برآمد ہوئے ہیں۔ چکیوں کے پائے جانے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ غلے کو پیس کر استعمال کرتے تھے۔

مچھلیوں کے شکار کے لئے آنکڑے اور ہنسیاں بھی بکثرت دستیاب ہوئی ہیں۔ یہ سب پیتل کی ہیں۔ اور زیادہ تر ایک ان کی ہیں، بعض دوانی کی بھی ہیں۔ چند ہنسیاں ایک ڈور میں لگی ہوی بھی پائی گئی ہیں۔ یہ ڈور گول پلندے کی شکل میں لپٹی ہوئی ملی ہے۔ جو اپنی قدامت کی وجہ سے بہت خستہ اور بدرنگ ہوچکی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ شست کے ذریعہ مچھلیوں کے شکار کا طریقہ انہیں معلوم تھا۔ ہوسکتا ہے کہ ماہی گیروں کے علاوہ باذوق شہری تفریحاً" بھی مچھلی کا شکار کرتے ہوں، وادی سندھ کے باشندے دھات کے اس تعمال سے بخوبی واقف تھے۔ تانبے، کانسی، اور پیتل کی بنی ہوی چیزیں موھن جو داڑو اور ہڑپا سے بکثرت برآمد ہوی ہیں۔ لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ یہ تانبا اور ٹن کہاں سے حاصل کرتے تھے۔ اس سلسلے میں بعض ماہرین تو یہ کہتے ہیں کہ اہل سندھ تانبا برما اور ھند سے منگواتے تھے۔ بعض ماہرین یہ کہتے ہیں کہ عراق اور مصر سے منگواتے تھے۔

لیکن اینٹ سے بنے ہوئے ایک گڑھے کے اندر کافی مقدار میں کچا تانبا بھی دستیاب ہوا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کو صاف کرنے اور پگھلانے کا کام بھی یہاں ہوتا تھا۔

سمیری تہذیب دجلہ اور فرات کے ساتھ فارس کے شمال کی طرف واقع تھی اور تاریخی لحاظ سے پرانے زمانے میں خلیج فارس سندھ کے جنوبی سرحدی کنارے تک تھی۔

"دلموں" کا نام بھی تحقیق طلب تھا اور اس کے محل وقوع کے متعلق پوری معلومات نہ تھی۔ اس ضمن میں موجودہ دور کے عالم ڈاکٹر نوح ایس کریمر نے پچیس سالہ مسلسل کوششوں کے بعد یہ نظریہ قائم کیا کہ

"دلمون" دراصل سندھ کے قدیم اور عظیم موھن جوداڑو کا پرانا نام ہے۔(۲۸۲) اس نظریہ سے دوسرے مشہور محقق اور عالم جیسا کہ داس، سوزمدار، ہنوجی، آئن گر، اور سرجان مارشل وغیرہ بھی متفق ہیں۔

ڈاکٹر نوح ایس کریمر کے مطابق قدیم زمانے میں بابل کے ایک مندر میں ایک راہب "بیرودلس" سمیریوں کے مذہبی عقیدے اور روایات کے متعلق کچھ باتیں لکھی ہیں۔ جن میں بتایا گیا تھا کہ "اوینس" دیوتا اپنے اصلی وطن، دلمون سے خلیج فارس پار کر کے سمیر پہنچا۔

جس نے سمیریوں کو علوم و فنون، لکھنا اور پڑھنا اور دوسرے کئی ہنروں کی تربیت دی تھی۔(۲۸۳)

مسٹر وھیلو اور چلڈ جیسے ماہرین کی رائے ہے کہ سندھ کی قدیم تہذیب و تمدن اور سماج کے متعلق اس وقت تک جو کھدائیاں ہوئی ہیں وہ سطحی ہیں۔

مسٹر ایس، جی، ویلس کا کہنا ہے کہ خلیج فارس کے کنارے پر صرف سوتیم، اور سندھ کے دو ملک تھے جو جہازرانی کے فن میں مہارت رکھتے تھے اور انہوں نے یہ فن دلمون والوں سے حاصل کیا تھا۔(۲۸۴)

سندھ کی تجارت، جہازرانی کے راستے بیرون ممالک کے ساتھ ہوتی تھی۔ جس میں سونا، چاندی، ہرے ہرے پتھر کے برتن زیورات، قیمتی پتھر، ریشمی کپڑا، مور، سرمہ اور سوتی کپڑا اہم اشیاء تھیں۔ سونے کی پیداوار کے متعلق ڈاکٹر کریم کی رائے ہے کہ یہاں اعلیٰ قسم کا سونا پیدا ہوتا تھا۔ لوگ بڑے اور پکے مکانات میں رہتے تھے اور شہر کا نظام انتہائی ترقی یافتہ تھا وہ اپنے ہم عصر عراقیوں اور مصریوں سے زیادہ ترقی یافتہ، مہذب اور متمدن تھے۔(۲۸۵)

۱۹۳۷ء میں ایچ میریس نے مدراس یونیورسٹی میں تقریر کرتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ موھن جو داڑو میں سے ملی ہوئی مہروں پر کندہ سورج منڈل کے "راسیوں" اور نکشتروں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سندھ کے پرانے رہنے والے جوتش و دیا کے فن سے عیسوی سن سے ۵۶۱۰ سال پہلے بھی معلومات رکھتے تھے۔(۲۸۶)

تحریر کے فن کی بنیاد بھی سب سے پہلے سندھ میں پڑی۔ وہ ناپ تول کے علم سے بھی واقف تھے۔ جو انہوں نے بابل والوں سے حاصل کیا تھا۔ تجارت کی وجہ سے سامی اثرات سندھی متمدن پر پڑے جو مصریوں، چینیوں اور بابل والوں کے پاس ایک ہزار قبل مسیح رائج تھے۔

موھن جو داڑو سے ملنے والی اشیاء سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدیم سندھی دوسرے علاقوں جیسا کہ مدراس، راجپوتانہ، کشمیر، ایران اور شمالی ھندوستان سے رابطے میں تھے۔ اور تانبے کے ھنر کی بہت معلومات رکھتے تھے۔ طب کے علم میں بھی سندھ دوسروں سے زیادہ ترقی یافتہ تھا۔(۲۸۷)

موھن جوداڑو سے ملی ہوی لاشوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں علیحدہ علیحدہ قومیں آباد تھیں۔ یعنی عراقی قوموں کی طرح یہ خطہ مشترکہ قوموں کا مجموعہ تھا یہ پتھروں کے آلات کام میں لاتے تھے۔ وہ بھیڑ بکریوں، گائے اور گھوڑوں کے ریوڑ پالتے تھے۔ ایسے کئی نام سکوں اور مہروں پر کندہ ہیں جو زیادہ تر دراوڑی ناموں سے مشابہت رکھتے تھے ان کا مذھب بھی وہی تھا جو اس زمانے میں رائج تھا۔

تاریخ کے دور سے پہلے دھرتی ماتا کی پوجا کرتے تھے جن کو آریوں نے پرتھوی پکارا اور کہا سندھ کے قدیم باشندے آریوں سے زیادہ طاقتور اور قدآور تھے۔ ان کی بہادری کے مدنظر آشوری شہنشاہ حمورابی نے بابل کی مہم سرکرنے کے لئے یہاں کے سپاہی منگوائے تھے۔(۲۸۸)

ایرانی بادشاہ سائرس کو نیزے کا نشانہ بنانے والا یہاں کا ایک بہادر سندھی تھا۔ ایران کے بادشاہ زرکش نے بھی یہاں کے بہادر سپاھیوں کی مدد سے یونان پر حملہ کیا تھا۔(۲۸۹)

چندر گپت بھی یہاں کا حاکم تھا۔ جس سے سارے ہندوستان کو قبضے لاکر اپنا سکہ منوایا تھا۔ زرعی لحاظ سے سندھ کی سرزمین زرخیز تھی۔ اور قدیم سندھی زبان میں گندم کو "کھکھا" کہا جاتا تھا اس کے متعلق ایک روسی عالم ویلسوف کا کہنا ہے کہ دنیا میں گندم کی کاشت کی ابتداء بھی اسی خطہ سے ہوئی تھی۔

ماہر نباتات مسٹرانگیر کا خیال ہے کہ سندھ میں پیدا ہونے وای گندم کی تاریخ بھی بہت پرانی ہے۔ جس کے نشانات موھن جو داڑو سے ملتے ہیں۔ دریائے سندھ کی مست موجوں اور اس کی تبدیل شدہ رخوں کی وجہ سے ہر دور میں کئی ویران جھے آباد اور کئی آباد جھے ویران ہوئے ہیں اور کئی پرانے شہراس میں بہہ کر مٹی کے ڈھیر بن گئے ہیں اور قصہ پارینہ ہو چکے ہیں۔

سندھ میں اسلام کی آمد ۷۱۲ء سے پہلے سندھی زبان نہ صرف بولی جاتی تھی بلکہ لکھنے پڑھنے میں بھی رائج تھی۔ آریوں کے زمانے میں قدیم سندھی زبان سے ٹکرانے کی وجہ سے سنسکرت صرف پنڈتوں تک محدود رہی۔

جس کی وجہ سے قدیم سندھی زبان آریائی زبان پر اثرانداز ہوئی اور سندھی زبان کے الفاظ سنسکرت کے ساتھ مل گئے۔(۲۹۰)

اس سلسلے میں ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی رائے ہے کہ سندھی ایک قدیم ھند آریائی زبان ہے۔ جس کی بنیاد سندھو ماتھر کی سنسکرت سے پہلے والے دور کی کوئی ھند ایرانی زبان ہے۔ لہٰذا اور کشمیری اس کی بہنیں ہیں۔ سندھی زبان خاص طور پر موھن جو داڑو والی تہذیب کی قدیم زبان کے سمیریوں اور بابل کے زبانوں سے نسبت رکھتی ہے۔(۲۹۱)

اس طرح سے سندھ میں قدیم دور سے سندھ رائج تھی اور اس کے لکھنے پڑھنے کا رواج تھا۔ برہمن دور میں سندھ ایک خوشحال ملک تھا۔ اور حکومت کے خزانے بھرے رہتے تھے۔ اگر مصر اور بابل کی بستیاں تہذیب و تمدن کی روشن قندیلیں تھیں۔ تو سندھ کی وادی بھی اپنی تہذیب اور تمدن کا جھومر تھی۔

ٹیکسلا۔ تاریخ سندھ کے اہم واقعات کا مرکز

دو ہزار قبل مسیح سے لے کر پندرہ سو قبل مسیح تک آرین قبائل وسط ایشیا سے ہجرت کرنے کے بعد' ایشیا و دیگر ممالک میں بسنے کے ساتھ ساتھ شمالی علاقوں کے بلند و بالا پہاڑوں کو پار کر کے وادئی سندھ کے وسیع میدانوں میں پھیل گئے اور جب ان کو دریاؤں اور انتہائی زرخیز زمینوں کے میدان ملے تو وہ وہاں رچ بس گئے اور اس طرح یہ آریائی قبائل جو آسمانی تہذیب کے پروردہ تھے۔ جب زمینی سانچے میں ڈھل گئے تو ٹیکسلا کا وہ دور تھا جب نئے نئے آریاؤں نے جانوروں کی قربانیاں دینا۔ اپنے معبود کے حضور سب سے بڑا شکرانہ اور عبادت کا اظہار سمجھا۔(۲۹۲)

صدیوں میں ترتیب پانے ولا رگ وید وادئی سندھ کے اسی آریائی مرکز یعنی ٹیکسلا کے علاقوں میں مکمل ہوا۔ جس میں چھ ہزار اشلوک یعنی دعائیہ نغمات تھے۔ صدیوں تک اعلیٰ ذات بن جانے والے پجاریوں اور دیوتاؤں کے حضور قربانی کی دعاؤں کے امانت دار اور مذہبی رسومات کے واحد ٹھیکیدار برہمنوں کا ابتدائی مرکزی علاقہ بھی یہی ٹکسلا تھا جو وادئی سندھ کی تہذیب کا اہم حصہ کہلاتا ہے۔

چھ سو قبل مسیح تک ان کے باقی تین وید بھی سامنے آ گئے جن کی اصل اور بنیادی تعلیمات رگ وید سے لی گئی تھیں جو قطعی طور سے وادئی سندھ کے علاقے میں نازل شدہ وید ہے۔ جب برہمنوں نے دعائیہ کلمات اور ویدوں کرے صوتی اثرات نے ایک مربوط شکل اختیار کی تو اس کو تحریری شکل میں ترتیب دینے کے لئے وید کردور کی کئی شخصیات نے زبان کے قواعد و ضوابط بنانے کا کام شروع کیا۔ لیکن ان سب میں سنسکرت زبان کی مکمل صرف و نحو بنانے کا سہرا پانینی کے سر جاتا ہے جس کا زمانہ ساتویں صدی قبل مسیح کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے۔ جو مسلمہ طور پر وادئی سندھ کا رہنے والا تھا۔ اسی طرح سنسکرت زبان کی تخلیق کا سہرا بھی سرزمین سندھ کی وادی کو جاتا ہے۔(۲۹۳)

ارتھ شاستر کا مصنف آچاریہ کو تلیہ چانکیہ بھی وادئی سندھ کا رہنے والا تھا۔ اس نے وہیں تعلیم حاصل کی' اور جس نے اپنی کتاب "ارتھ شاستر" اور وادی سندھ کے باسی اور بھارت کے شہنشاہ چندر گپت موریا کا اتالیق بن کر بے مثال شہرت حاصل کی۔

وادی سندھ کا تاریخ ساز شہر ٹیکسلا قبل مسیح کے ہزار سالہ ادوار میں برصغیر کی تہذیبی' سیاسی' ثقافتی اور مختلف اقوام کی فوجی اور سیاسی کش مکش کا مرکز تھا۔(۲۹۴) اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ وادئی سندھ کا علاقہ قدیم اور جدید اقوام عالم کی تاریخ تہذیب اور آثار کا عالی خزانہ تھا۔

اور وادئی سندھ کا سماج مکمل طور پر ایک مہذب اور متمدن سماج تھا۔ جب یونانی جنرل دریائے سندھ پار کرکے وادئی پر حملہ آور ہوا تو چندر گپت موریا کی طاقتور افواج نے اس کو شرم ناک شکست دی' اس شکست کے بدلے میں اس کی یونانی مقبوضات کا بڑا علاقہ جن میں افغانستان سے بلوچستان تک کے وسیع علاقے تھے چندر گپت کے حوالے کرنا پڑے۔ پانچ سو ہاتھیوں کا نذرانہ پیش کیا اور چندر گپت موریا سے اپنی لڑکی کی شادی بھی کر دی۔(۲۹۵)

فہرست ماخذ باب اول

۱ تاریخ سندھ حصہ اول، اعجاز الحق قدوسی، مقدمہ

۲ تاریخ سندھ، سید ابو ظفر دسنوی ندوی ص ۳

۳ ہندوستان عربوں کی نظر میں، مترجم مجیب اللہ ندوی ج ۲ ص ۱۸۵ (برحاشیہ)

۴ Sindh A General Introduction, By H.I.Lambrick, Vol1.P.1

۵ لسان العرب

۶ The Mihran of Sindh By Raverty P.156

۷ Sindh Are-Interpretation of The Unhappy Valley, By. Abbott. P.23

۸ Gazetteer of Sindh, By E.M. Aitken P.6

۹ The Mihran of Sindh By Raverty. P.154

۱۰ دریائے سندھ از حافظ حقانی میاں قادری روزنامہ جنگ ۲۴ جون ۱۹۹۲ء

۱۱ تحفتہ الکرام از میر علی شیر قانع ٹھٹھوی۔

۱۲ Gazetter of Sindh. P.9

۱۳ دریائے سندھ از مولانا شیرانی (مضمون) روزنامہ الوحید کراچی سندھ آزاد نمبر ۳۴ ۱۹۳۴ء

سندھ کا نظریاتی ماضی و حال از پروفیسر پریشان خٹک ۹ تا ۱۵ اپریل ۱۹۹۳ء

۱۴ دریائے سندھ از مولانا شیرانی (مضمون روزنامہ الوحید کراچی سندھ آزاد نمبر ۱۹۳۶ء

۱۵ قدیم ہندوستان کی تاریخ از رما شنکر ترپاٹھی۔ دہلی ص ۶۶

۱۶ آئین اکبری از ابوالفضل ص ۱۲

۱۷ سندھ کا نظریاتی ماضی و حال، از پریشان خٹک (قومی اخبار میگزین) ۹ تا ۱۵ اپریل ۱۹۹۳ء

۱۸ تاریخ سندھ از ابو ظفر دسنوی ندوی ص ا

۱۹ Sindh A General Introduction By Lambrick P.1

۲۰ Sindh A General Introduction,By Lambrick P.7

۲۱ Gazetter of Sindh.P.6

۲۲ Gazetter of Sindh.P.6

۲۳ تاریخ سندھ از ابو ظفر دسنوی ندوی ص ۷

۲۴ Sindh Agenerrl Introduction. P.1

۲۵ تاریخ سندھ از ابو ظفر ندوی ص ۷

۲۶ Gazetter of Sindh. By E.N. Aitken. P.6

سندھ نگر' ایم انور رومان ص ۳۳

۲۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۱ ص ۳۳۸' ۳۳۷

۲۸ تاریخ سندھ ابو ظفر ندوی ص ۲

۲۹ ہندوستان عربوں کی نظر میں جلد ا ص ۱۳۱

۳۰ ضیاء الدین Gazetter of Sindh.P.1

۳۱ Sindh A General Introduction By Laibrick. P.8

۳۲ Gazetter of Sindh. P.2

۳۳ Ibid.

۳۴ جغرافیہ سندھ بشیر احمد خان' بحوالہ تاریخ سندھ از ابو ظفر دسنوی ندوی

۳۵ Gazetter of Sindh. P.8

۳۶ Sindh A General Introduction By Lambrick. P.4

۳۷ Climates Through Ages. by

۳۸ Gazetter of Sindh. By E.M. Aitken P.9

۳۹ Sindh Ageneral Introduction By Lambrick. P.2

۴۰ Gazetter of Sindh. By. E.M. Aitken P.9

۴۱ Sindh A Re-Interpretation of The Un-Mappy Pally.
By. J. Abbott. P.23

۴۲ Sindh Ageneral Introduction By Lambrick. P.4

۴۳ Gazetter of Sindh. By E.M. Aitken. P.7

۴۴ دریائے سندھ از حافظ حقانی میاں قادری مضمون جنگ ۲۴ جون ۱۹۹۲ء

۴۵ دریائے سندھ از مولائی شیدائی (مضمون) روزنامہ الوحید سندھ آزاد نمبر ۱۹۳۶ء

۴۶ Sindh Ageneral Introduction By Lambrick P.9

۴۷ Sindh. Gazetteer. P.2

۴۸ Gazetter of Sindh. By E.H. Aitken. P.11

۴۹ Sindh A Re-Interpretation of the Un-Mappy Pally.
By J. Abbott. P.23

۵۰ تمدن ہند

۵۱ The Mihran of Sindh By Raverty. P.156 Note No.3

۵۲ Gazetter of Sindh. P.11

۵۳ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۳

۵۴ Ancient Geography of India By Cunningham, P.248

۵۵ Ibid. P.234

۵۶ Ibid. P.243

۵۷ Ancient Geography of India. By. Cunningham. P.302

۵۸ M. Julien's Hioung Thsang, Pol 1 P.207

۵۹ سندھ نگر از ایم انور رومان ص ۲۷

۶۰ Sindh A General Introduction By Lambrick, P.4

۶۱ Ibid, P.3

۶۲ تاریخ یعقوبی ص ۳۳۵' اصطخری ص ۷۶' ابن الفقیہ ص ۶۳' التنبیہ والا شراف
از مسعودی ص ۴۹' مروج الذھب جلد ۱ ص ۸۲

۶۳ Sindh A General Introduction By Lambrick, P.4

۶۴ چچ نامہ

۶۵ چچ نامہ

۶۶ Sindh A General Introduction By Lambrick, P.206

۶۷ وادی سندھ کی تہذیب اور سندھ پر عربوں کے حملے از صاحبزادہ حافظ حقانی میاں قادری ص ۱۹

۶۸ قدیم مشرق جلد اول از پروفیسر مین الحق

۶۹ وادی سندھ کی تہذیب از حافظ حقانی میاں قادری ص ۲۱

۷۰ Ibid P.206

۷۱ انسانی تمدن کی داستان از باری علیگ ص ۵۹' ۵۷

۷۲ دراور کون تھے۔ از ثناء الحق صدیقی (قلمی مضمون)

۷۳ A Short History of India. By James H. Gense. P.13

۷۴ History of Persia, By. Syks.

۷۵ History of Persia. By Syks.

۷۶ Abid.

۷۷ History of Persia. By Syks.

۷۸ History of Persia. By Syks.

۷۹ Abid

۸۰ History of Persia. By Syks.

۸۱ Abid

۸۲ The Pathan By Sir Olaf Caroe.

۸۳ Abid

۸۴ بلوچستان تاریخ کی روشنی میں' از ملک محمد سعید دھوار ص ۲۳۶

۸۵ پٹھان از سر اولف کیرو ترجمہ سید محبوب علی ص ۱۲۹

۸۶ تاریخ پنجاب از اقبال صلاح الدین ص ۴۹

۸۷ ھندوستان کا قدیم تمدن از ڈاکٹر بینی پرشاد ص ۲۲

۸۸ جہاں تہذیبیں گلے ملتی ہیں از عین الحق فرید کوٹی' سہ ماہی ثقافت ۱۹۷۵ء

۸۹ Oxford History of India Vol 1. P.49

۹۰ تمدن ھند

۹۱ وقائع سندھ از سید نواب علی ص ۳۱' ۳۰ قلمی مخطوطہ

۹۲ وقائع سندھ از سید نواب علی ص ۴۳ قلمی مخطوطہ

۹۳ تاریخ سندھ از ابو ظفر ندوی ص ۹

۹۴ المسالک والممالک مصنفہ ابن خردازبہ ص ۶۲

۹۵ التنبیہ والا شراف از مسعودی ص ۴۹

۹۶ Sindh A General Introduction By Lambrick. P.209

Baluchistand District Gazetteer Series. 1907 Vol

۹۷ المسالک و الممالک از اصطخری ص ۱۷۷

۹۸ المسالک و الممالک ابن خرداذبہ ص ۹۳

۹۹ المسالک والممالک ابن حوقل ص ۲۲۰

۱۰۰ المسالک و الممالک ابن حوقل ص ۲۲۰

۱۰۱ نزھتہ المشتاق فی ذکر الا مصار والا قطار والبلدان ادریسی جلد ۸

۱۰۲ نخبتہ الدھر فی عجائب البروالبحر ص ۷۶

۱۰۳ التنبیہ والا شراف مسعودی ص ۴۹

۱۰۴ فتوح البلدان بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۹

۱۰۵ چچ نامہ فارسی ص ۱۷۰

۱۰۶ ہندوستان عربوں کی نظر میں

۱۰۷ بلوچستان کے قبائل از ایم انور رومان ص ۳۸۰

۱۰۸ بلوچستان کے قبائل از ایم انور رومان ص ۲۸۲

۱۰۹ Eliet History of India Voc 1P.521

۱۱۰ The Races of Afghanistan By H.W. Bellew P.2

۱۱۱ Kalika Ranjan OP. Cit, P.173

۱۱۲ Jats of Pakistan Duncker Berlin and Humbort

۱۱۳ Kalika Ranjan of Cit, P.174

۱۱۴ جنت السند از مولائی شیدائی ص ۲۲

۱۱۵ احسن التقاسیم فی معرفۃ اقالیم مقدسی ص ۹۱۶۷۹

۱۱۶ تقویم البلدان ابی الفداء ص ۳۵۱

۱۱۷ نخبتہ الدھر فی عجائب البروالبحر

۱۱۸ تقویم البلدان ابی الفدار ص ۳۵۱

۱۱۹ تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹

۱۲۰ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۷ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸۹

۱۲۱ احسن التقاسیم فی معرفتہ اقالیم ص ۴۸۰

۱۲۲ چچ نامہ تعلیق داؤ پوتہ ص ۲۵۶

۱۲۳ کتاب الاقالیم اصطخری ص ۱۷

۱۲۴ احسن التقاسیم فی معرفتہ اقالیم مقدسی ص ۳۸۱

۱۲۵ احسن التقاسیم فی معرفتہ اقالیم مقدسی ص ۳۷۹

۱۲۶ احسن التقاسیم مقدسی ص ۳۸۱

۱۲۷ کتاب الاقالیم اصطخری ص ۷۶ احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۹ معروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۸۱

۱۲۸ مسالک والممالک اصطخری ص ۱۷۲ سلسلتہ التواریخ سلیمان تاجر ص ۵۹ احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۱
کتاب البلدان ابن فقیہ ص ۱۳

۱۲۹ احسن التقاسیم فی معرفتہ اقالیم مقدسی ص ۴۸۰، ۳۸۱

۱۳۰ چچ نامہ فارسی ص ۱۰۵ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۵ المسالک والممالک
ابن خرداذبہ ص ۲۰۵ مسالک الممالک اصطخری ص ۱۷۵، احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۷۹
مروج الذہب مسعودی ج ۱ ص ۳۷۸، نخبہ الاحرفی عجائب البروالبحر ص ۱۷۳

۱۳۱ کتاب الهند البیرونی ص ۲۰۸

۱۳۲ آئین اکبری ابو الفضل ص ۵۶

۱۳۳ تاریخ معصومی از میر معصوم بھکری فارسی ص ۶

۱۳۴ تاریخ طاہری از سید محمد طاہر نسیانی فارسی ص ۱۵۷
تحفتہ الکرم بشیر علی قانع ٹھٹھوی ص ۱۹۹

۱۳۵ چچ نامہ تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۲۵۴

۱۳۶ Abbott Sindh P.43

۱۳۷ Haig The Indus Delta Country P.68

۱۳۸ Cousens : Antiquities of Sindh P.124

۱۳۹ Oldham : Indian Antiquities. P.20

۱۴۰ Cunningham : Ancient Geography of India. P.41

۱۴۱ Haig : Indus Delta Country P.44and Mihran of Sindh P.315

۱۴۲ Eliott : The History of India Vol 1 P.374

۱۴۳ Majumdar : The ARab Invasion of India P.52

۱۴۴ Gazetteer of Sindh, Vol B P.53

۱۴۵ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۵، احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۷۹

۱۴۶ احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۷۶

۱۴۷ کتاب الاقالیم اصطخری ص ۱۷۵، ۱۷۴

۱۴۸ المسالک والممالک ابن حوقل ص

۱۴۹ کامل ابن اثیر ج ۷ ص ۲۲۳

۱۵۰ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۳

۱۵۱ فتوح البلدان بلاذری ص ۵۳۵ و احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۷۹

۱۵۲ History of Persian Navigation Hadi Husain. P.65

۱۵۳ The Arab Invasion of India Majumdar, P.33

۱۵۴ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۳۷

۱۵۵ چچ نامہ ص ۱۱۶

۱۵۶ کتاب البلدان اصطخری ص ۷۶

۱۵۷ تقویم البلدان ابی الفداء ص ۳۴۹

۱۵۸ تقویم البلدان ابی الفداء ص ۳۴۹

۱۵۹ نخبتہ الدھر فی عجائب البر و البحر الدقیقی ص ۱۷۳

۱۶۰ تاریخ معصومی ص ۲۱

۱۶۱ تحفتہ الکرام شیر علی قانع ٹھٹھوی ج ۳ ص ۱۷۷

۱۶۲ الغزو العربی للھند ماجمدار ص ۵۲

۱۶۳ چچ نامہ فارسی ص ۱۵

۱۶۴ Indus Delta Country Haig P.57

۱۶۵ Ancient Geography of India Cunningham P.304

۱۶۶ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۶

۱۶۷ تقویم البلدان ابی القداء ص ۳۴۹

۱۶۸ Indus Delta Country Maig P.63

۱۶۹ The Arab Invasion of India Majumdar, P.53

۱۷۰ The Arab Invasion of Sindh Cousens. P.23

۱۷۱ The Arab Invasion of India Majumdar P.53

۱۷۲ چچ نامہ فارسی ص ۱۵۶

۱۷۳ Antiquities of Sindh Cous P.25

۱۷۴ چچ نامہ تعلیق علامہ داؤد پوتہ ص ۲۶۳

۱۷۵ چچ نامہ فارسی ص ۱۳۷

۱۷۶ آئین اکبری از ابو الفضل ص ۵۵۷

۱۷۷ چچ نامہ فارسی ص ۱۶۷

۱۷۸ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۳۹، ۴۴۵ تاریخ یعقوبی، یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۶ کامل ابن الاثیر ج ۴ ص ۲۵۸

۱۷۹ کتاب الھند البیرونی ص ۱۰۰

۱۸۰ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۱

۱۸۱ فتح نامہ سندھ فارسی علی کوفی ص ۳۱۴، ۳۱۳

۱۸۲ تحفتہ الکرام از میر علی شیر قانع ٹھٹھوی ص ۲۰۷، ۲۰۶

۱۸۳ The Arab Invasion of India Majumdar P.49,50

۱۸۴ ابو تقویم البلدان ابی الفداء ص ۳۴۷

۱۸۵ چچ نامہ فارسی ص ۸۶، ۸۵

۱۸۶ معجم البلدان یاقوت الحموی جلد ۴ ص ۷۹

۱۸۷ Lands of Eastern Caliphats By Le Stange P.330

۱۸۸ چچ نامہ فارسی ص ۲۲۰

۱۸۹ تاریخ معصومی

۱۹۰ تحفتہ الکرام از شیر علی قانع ٹھٹھوی ج ۳ ص ۱۵

۱۹۱ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۲۹

۱۹۲ The Arab Invasion of India By Majumdar P.57

۱۹۳ فتوح البلدان ج ۳ ص ۴۳۹

۱۹۴ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۱

۱۹۵ Lands of The Eastern Caliphats By Le Strange P.339

۱۹۶ The Arab Invasion of India By Majumdar P.49

۱۹۷ چچ نامہ فارسی ص ۲۵۸

۱۹۸ کتاب الھند البیرونی ص ۲۱

۱۹۹ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۴ ص ۴۰۳

۲۰۰ The Arab Invasion of India By Majumdar P.49

۲۰۱ مجلہ نقوش خاص شمارہ ص ۵۳۴

۲۰۲ چچ نامہ فارسی ص ۱۵

۲۰۳ دیکھ لیا ملتان، زاھد علی واسطی ص ۵۱

۲۰۴ کتاب الھند البیرونی ص ۱۴۹

۲۰۵ کامل ابن الاثیر

۲۰۶ تاریخ پنجاب از تاج الدین مفتی (قلمی) مملوکہ احمد ربانی

۲۰۷ کتاب الھند البیرونی ص ۱۵۵

۲۰۸ حدود العالم من المشرق الی الغرب

۲۰۹ عرب وھند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص

۲۱۰

۲۱۱ دیکھ لیا ملتان زاھد علی واسطی ص ۱۰۷

۲۱۲ تاریخ ملتان ذیشان از منشی عبدالرحمٰن ص ۵۴

۲۱۳ چچ نامہ فارسی ص ۲۳۶، ۲۳۵

۲۱۴ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۸

۲۱۵ Ancient Geography of India Cunningham p.273

۲۱۶ چچ نامہ تعلیقات داؤد پوتہ ص ۲۹۴

۲۱۷ چچ نامہ فارسی ص ۲۱۸

۲۱۸ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۷

۲۱۹ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۷

۲۲۰ کتاب الاقالیم اصطخری ص ۷۶

۲۲۱ نجتہ الدھر فی عجائب البر والبحر ص ۱۷۳

۲۲۲ چچ نامہ فارسی ص ۱۰

۲۲۳ J.A.S.B. By Raverty P.244

۲۲۴ The History of India By Eliott Vol 1 P.138

۲۲۵ Ancient Geography of India By Cunningham. P.271

۲۲۶ The Arab Invasion of India By Majumdar. P.45

۲۲۷ کتاب الهند البیرونی ص ۲۴، ص ۲۴

۲۲۸ Ancient Geography of India By Cunningham P.294

۲۲۹ چچ ن امہ فارسی ص ۵۴

۲۳۰ چچ نامہ فارسی ص ۱۵

۲۳۱ The Arab Invasion of India By Majumdar P.45

۲۳۲ چچ نامہ تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۲۵۷

۲۳۳ The Arab Invasion of India By Majumdar P.45

۲۳۴ Ancient Geography of India By Cunningham P.292

۲۳۵ چچ نامہ فارسی ص ۲۲۸

۲۳۶ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۹

۲۳۷ کتاب الاقالیم اصطخری ص ۴۷

۲۳۸ نجتہ الدھر فی عجائب البر والبحر ص ۱۷۳

۲۳۹ احسن التقاسیم مقدسی ج ۲ ص ۴۸۲

۲۴۰ احسن التقاسیم مقدسی ج ۲ ص ۴۸۲

۲۴۱ احسن التقاسیم مقدسی ج ۲ ص ۴۴۴

۲۴۲ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۵۳۷

۲۴۳ معجم البلدان یاقوت حموی ج ۳ ص ۲۴۵

۲۴۴ احسن التقاسیم مقدسی ج ۲ ص ۴۸۲

۲۴۵ Lands of The Eastern Caliphats By Le Strange. P.330

۲۴۶ چچ نامہ تعلیق داؤد پوتہ ص ۲۵۷

۲۴۷ معجم البلدان یاقوت الحموی ج ۲ ص ۵۲۷

۲۴۸ المسالک والممالک ابن خرداذبہ ص ۵۶، تقویم البلدان ابی الفداء ص ۳۴۶

۲۴۹ فتوح البلدان بلاذری ج ۳ ص ۴۴۴

۲۵۰ Lands of The Eastern Caliphats By Le Strange P39

۲۵۱ Gate of India By Holdich P.305

۲۵۲ چچ نامہ تعلیقات داؤد پوتہ ص ۲۵۸

۲۵۳ چچ نامہ تعلیقات داؤد پوتہ ص ۳۹۰

۲۵۴ احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۷۴

۲۵۵ احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۲، ۴۷۳

۲۵۶ نخبتہ الدھر فی عجائب البر والبحر ص ۱۷۶

۲۵۷ احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۲

۲۵۸ احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۸۲

۲۵۹ نخبتہ الدھر فی عجائب البر والبحر ص ۱۷۶

۲۶۰ احسن التقاسیم مقدسی ص ۴۷۴

۲۶۱ تمدن عرب از ڈاکٹر گستاولی بان ترجمہ سید علی بلگرامی ص ۹۲

۲۶۲ The Most Ancient East By Carde Child P.173

۲۶۳ قدیم سندھی عظیم تہذیب از نیاز ہمایوں ماہنامہ الرحیم ص ۶۵

۲۶۴ بہاولپور کی سرزمین از سید زاھد علی واسطی ص ۹۹

۲۶۵ بہاولپور کی سرزمین از سید زاھد علی واسطی ص ۱۰۰

۲۶۶ وقائع راجپوتانہ از بابو جوالا سہائے ص ۲۷

۲۶۷ سات دریاؤں کی سرزمین از ابن حنیف ص ۴۳، ۴۴

۲۶۸ سات دریاؤں کی سرزمین از ابن حنیف ص ۴۳

۲۶۹ تاریخ پاکستان جلد اول از پروفیسر عبدالحمید دانی ص ۲۹

۲۷۰ پاکستان میں تہذیب کا ارتقا از سبط حسن ص ۶۸

۲۷۱ Early Indus Civilization By Ernest Mackey P.69

۲۷۲ پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء از سبط حسن ص ۷۱

۲۷۳ ھندوستان کا قدیم تمدن از ڈاکٹر بینی پرشاد مترجم مولوی اصغر حسین ص ۲۱

۲۷۴ ھندوستان کا قدیم تمدن از ڈاکٹر بینی پرشاد مترجم مولوی اصغر حسین ص ۲۲

۲۷۵ پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء از سبط حسن ص ۷۴

تمدن عتیق از ابو ظفر عبدالواحد و محمد عطاء الرحمٰن ص ۵۵، ۵۴

۲۷۶ تاریخ پاکستان (قدیم دور) از یحییٰ امجد ص ۲۶۳

۲۷۷ تاریخ پاکستان (قدیم دور) از یحیی امجد ص ۲۶۴

۲۷۸ An Introduction to The Study of Indian History
By D.D. Kosambi P.55

۲۷۹ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص ۲۱۶

۲۸۰ تاریخ پاکستان (قدیم دور) از یحییٰ امجد ص ۲۷۲

۲۸۱ ہندوستان کا قدیم تمدن از ڈاکٹر بینی پرشاد مترجم مولوی اصغر حسین ص ۱۷

۲۸۲ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص ۲۱۹

۲۸۳ Early Indus Civilization By Ernest Mackey P.79

۲۸۴ The History of Indian Literature By. A. Welber P.28

۲۸۵ قدیم سندھ جی عظیم تہذیب از نیاز حمایوں رسالہ الرحیم ص ۶۶، ۶۵ (۱۹۶۹ء)

۲۸۶ سندھی بولی از سراج الحق میمن ص ۱۲

۲۸۷ A Marvellous Culture By Sir John Marshal P.7 (Sindh Observer 1973)

۲۸۸ Journal of The Asiatic Society By Cuningham P.163

۲۸۹ The Indus Civilization By Sita Ram Komli P.35

۲۹۰ History of Ancient Sanskrit Literature By Debells Goll P.506

What Can it Teach us By Max Muller P64,68 (Lecture V)

۲۹۲ What it Can Teach us By Max Muller P.170,171

۲۹۳ جامع سندی لغات از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۱۹

۲۹۴ مقدمہ ارتھ شاستر از آچاریہ کوتلیہ چانکیہ مقدمہ از محمد اسماعیل ذبیح ص ۴۲

۲۹۵ مقدمہ ارتھ شاستر از آچاریہ کوتلیہ چانکیہ مقدمہ از محمد اسماعیل ذبیح ص ۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب دوم

سندھ کے قدیم ادیان و مذاہب

تاریخی و تحقیقی جائزہ

باب دوم

سندھ کے قدیم ادیان و مذاہب

- ☆ تاریخ مذہب
- ☆ زندگی میں مذہب کا مقام
- ☆ ہندو مت
- ☆ رگ وید، سام وید، یجروید، اتھروید
- ☆ نئے دیوی دیوتاؤں کا ظہور
- ☆ ھندوؤں کی معاشرتی زندگی
- ☆ ذات پات کی تقسیم
- ☆ بدھ مت
- ☆ گوتم بدھ
- ☆ بدھ مت کی تعلیم
- ☆ بدھ مت کے چار اصولی حقائق
- ☆ بدھ کا نظریہ حیات

- ☆ بنیادی عقائد
- ☆ جین مت کے پانچ بنیادی عہد
- ☆ جین مت میں فرقہ بندی
- ☆ زرتشتیت
- ☆ زرتشتی تعلیمات
- ☆ دین اسلام
- ☆ بنیادی عقائد اور تعلیمات
- ☆ سندھ میں اسلام
- ☆ مسلمانوں کے سندھ پر حملے کے اسباب
- ☆ پہلا بحری حملہ
- ☆ سندھ پر پہلا بحری حملہ
- ☆ مکران پر حملہ

باب دوم

سندھ کے قدیم ادیان و مذاہب

تاریخ مذہب

طبقات الارض و فلکیات کے ماہرین کا قول ہے کہ دنیا کروڑوں سال کی عمر رکھتی ہے۔ یعنی اس کی موجودہ حالت کروڑوں برس کے تدریجی ارتقاء اور تغیر و تبدل کے بعد قائم ہوئی ہے۔ ہر چند یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ انسان کا وجود روئے زمین پر کب سے پایا جاتا ہے۔ لیکن ماہرین علم الاقوام کا خیال ہے کہ کم از کم پچاس لاکھ سال ہوئے جب انسان کا ظہور ہوا' اور غالبا" اسی وقت سے مذہب کا وجود بھی پایا جاتا ہے۔(۱)

اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان فطرتا" مذہبی واقع ہوا ہے۔ وہ آفرینش سے ہی مذہبی عقائد و تصورات اور توھمات سے وابستہ رہا ہے۔ یہ عقائد کتنے ہی ابتدائی اور غیر واضح کیوں نہ رہے ہوں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انسان کسی زمانے میں بھی مذھب سے بے تعلق نہیں رہا۔ مذہبی عقائد نے مختلف روپ دھارے' جیسے جیسے انسان دیگر شعبہ ہائے حیات میں ارتقائی منازل طے کرتا گیا۔ اس کے مذہبی خیالات بھی متوازی خطوط پر ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔ پھر مختلف اقوام کے باہمی اختلاط و اتصال نے بھی ان عقائد کو بے حد متاثر کیا۔(۲)

ہمیں اقوام عالم کی صحیح تاریخ کا علم ہو یا نہ ہو' لیکن فطرت انسانی کو دیکھتے ہوئے یہ حکم آسانی سے لگایا جاسکتا ہے کہ مذھب انسان کی زندگی کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔ اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا۔ لیکن زمانہ اور ماحول کے لحاظ سے جو اثر اس پر ہوتا ہے اس لحاظ سے اس میں بھی تبدیلیاں ہوئیں' اور ہمیشہ ہوتی رہیں گی۔(۳)

ٹیلی کہتا ہے:

"یہ سوال کہ مذھب انسانیت کی طرح قدیم ہے' اور انسان کے ساتھ ہی وجود میں آیا' یا بعد کی پیداوار ہے۔ تاریخ سے اس کا جواب ملنا ممکن نہیں' اس کا جواب صرف علم النفس ہی دے سکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ

ایک فلسفہ کا مسئلہ ہے۔ یہ دعویٰ کہ ایسے قبیلے اور قومیں موجود ہیں جن کا کوئی مذہب نہیں بالکل غلط ہے۔ آگے چل کر لکھتا ہے کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مذہب اپنے عام تصور میں انسانیت کا بنیادی عنصر ہے۔(۴)

جدید انکشافات نے ثابت کر دیا ہے کہ قدیم زمانے میں تہذیب و ثقافت کی جو سطح تھی وہ آج بھی وحشی اقوام میں پائی جاتی ہیں۔

اگر انسان اس بات کو جانتا ہے کہ مذہب اس کی زندگی پر شعوری یا لاشعوری طور پر بہت اثر انداز ہوتا ہے اور اس لئے اگر انسان نے اپنے لئے مذہب کی کوئی قدر و قیمت مقرر کی ہے تو اس کو دائرہ مذہب کا جو دنیا کے جملہ مذاہب پر حاوی ہو ایک ایسا مرکزی جزو مشترک تلاش کر کے لازماً" تسلیم کرنا پڑے گا جس پر جملہ مذاہب عالم کی بنیاد قائم ہو اور جس کی وجہ سے باوجود کثیر اختلافات کے ہر مذہب کو مذہب کہتے ہیں۔(۵)

انسانی سطح پر مطالعہ کرنے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنیادی اعتبار سے مذہب کی حقیقت دو خانوں میں تقسیم محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ مذہب کے ان دونوں پہلوؤں کے درمیان ایک اندرونی ربط پایا جاتا ہے۔

مذہب کا ایک خانہ یا اس کا ایک پہلو فرد کی باطنی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاں وہ مذہب کی حقیقت سے بطور ایک احساس اور باطنی واردات کے دو چار ہوتا ہے۔

مذہب کی دوسری صورت یا اس کا دوسرا پہلو فرد کی جماعتی زندگی سے متعلق ہے۔ یہاں مذہب ایک روایت کی شکل میں سامنے آتا ہے جو ایک طرف تو افراد کی مذہبی اجتماعیت کے لئے بنیاد فراہم کرتی ہے اور دوسری طرف اپنے تعلق سے فرد کے لئے مذہب کے عملی اور اجتماعی اظہار کو بھی ممکن بناتی ہے۔(۶)

وادی سندھ بھی قدیم زمانے سے ہی مذہبی رنگوں سے ہم آہنگ رہی ہے۔ بدھ مت ہو یا ہندومت، جین مت ہو زرتستیت یا پھر اسلام ہو۔

سرزمین اس مذہبی رنگ سے ہر دور میں آشنا نظر آتی ہے۔

زندگی میں مذہب کا مقام:

اس روئے زمین پر ہمیں مذہب کا سراغ بھی اسی وقت سے ملتا ہے جب سے یہاں زندگی قائم ہوئی۔ گویا مذہب انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے جو زندگی کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ یہ تسلسل اس بات کا اغماز ہے

کہ مذہب انسان کی ایک ایسی ضرورت رہا ہے جس سے یہ اپنی تاریخ کے کسی بھی دور میں بے نیاز نہ ہو سکا۔(۷)

مذہب کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ اس سے انسانی زندگی حیوان سے ممتاز نظر آتی ہے' اور اس پر عمل کرنے سے سربلندی نصیب ہوتی ہے۔

اس سے پاکیزہ زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اس سے علم یقین اور سکون قلب ملتا ہے۔ جو انسانی زندگی کا حاصل ہے۔ مذہب کی ضرورت فطری ہے۔ مذہب کو مٹانے کی جس قدر بھی کوشش کی گئی' تھوڑے دنوں بعد وہ نئے برگ و بار سے پھر نمودار ہوا۔ اس لئے ثابت ہوا کہ مذہب فطری ہے۔(۸)

مذہب کا تعلق قدروں Values سے ہے۔ نہ کہ تمدنی مظاہر سے' تمدنی مظاہر بدلتے رہتے ہیں' مگر زندگی کی قدروں میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔(۹)

یہ بات بالکل بے دلیل ہے کہ انسان پہلے پہل لامذہب تھا اور پھر بعد میں اس نے مذہب اختیار کیا' یہ محض چند خوش فکروں کا خیال ہے جس کے پیچھے ان کے پاس کوئی مظبوط دلیل نہیں ہے۔

تاریخ ابتداء سے لے کر آج تک ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان ہمیشہ مذہب کا قائل اور حامل رہا ہے۔ ماقبل تاریخ کے عہد پر خود مذہب روشنی ڈالتا ہے۔ اس کا بیان بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ نہ صرف تائید کرتا ہے بلکہ یہاں تک کہتا ہے کہ دنیا کا پہلا انسان بھی ایک مذہبی آدمی تھا۔ نبی تھا۔ اس کے خلاف اگر کسی کے پاس وہم و گمان کے علاوہ کوئی دلیل ہو تو پیش کرے۔(۱۰)

ہندومت:

سندھ کی حیثیت ایک قدیم ملک کی ہے۔ دنیا کے جن خطوں میں پہلے پہل انسانی تہذیب و تمدن نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ ان میں سندھ کو بھی شمار کیا جاتا ہے۔

اس علاقے میں آریوں سے پہلے کی مذہبی روایات کے بارے میں مستند اور تفصیلی معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہیں۔

وادی سندھ میں موھن جوداڑو اور ہڑپہ کی کھدائی میں قبل از آریا تمدن کے جو آثار ملے ہیں اس کی زبان

اب تک پڑھے نہ جانے کے باعث اس کے مذہب کے بارے میں بھی معلومات نہایت محدود ہیں۔

اس قدیم مذہبی روایت کو بنیادی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ برہمنی مت اور ہندو مت۔

برہمنی مت سے مراد وہ روایت ہے جس کا دور دورہ سندھ میں آریوں کی آمد کے بعد سے لے کر بدھ' جین مذاہب کی عام اشاعت تک رہا ہے۔(۱۱)

چونکہ اس مذہبی روایت میں جس کو ویدک مت کا نام بھی دیا جاسکتا ہے برہمن طبقہ کو ایک مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ چونکہ اس کی ساخت و پرداخت بالکل برہمن طبقہ کے ہاتھوں میں ہوی تھی اس لئے اس کو برھمنی مت کہنا کچھ نامناسب نہ ہوگا۔

برہمن طبقہ نے آریوں کے مذہبی شعور کی پوری نمائندگی کرتے ہوئے قدیم مذہبی اصولوں کی رہنمائی میں اس روایت پر اپنا گہرا اثر قائم رکھا۔(۱۱)

برہمنی مت کے دور میں جو مذہبی ادب اس روایت کے زیر اثر وجود میں آیا وہ سب کا سب ویدک ادب میں شامل ہے اور وید کہلانے کا مستحق ہے۔(۱۲)

برہمنی مت اور اس کے جانشین هندومت کے مذہبی ادب میں وید کو ایک مخصوص مقام حاصل ہے۔ اور اس کو شرتی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ویدک ادب کو شرتی قرار دینے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ اس میں شامل مذہبی حقائق کو کسی کی تخلیق نہیں سمجھا جاتا۔

وید کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس میں بیان کردہ سچائیاں ادبی حقائق ہیں۔ جو اپنا ایک الگ لازوال وجود رکھتی ہیں۔(۱۳)

آریاؤں کے مذہبی ارتقاء میں ویدوں کی تصنیف سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ وید کے لفظی معنی مقدس علم کے ہیں۔ ویدوں میں قربانی اور عبادت کا ذکر ہے۔ وید چار ہیں۔

۱۔ رگ وید:

یہ تمام ویدوں میں سب سے پرانا ہے۔ اور اس میں ایک ہزار سے زیادہ اشلوک ہیں۔ اس کے لکھنے والے بہت لوگ تھے ان اشلوکوں کو لکھنے کے عوض حکام وقت کی طرف سے بڑے بڑے انعامات ملا کرتے تھے۔

۲۔ سام وید:

اس کے معنی ترنم وید کے ہیں۔ ان میں بھجن ہیں۔ ان بھجنوں کو ترنم کے ساتھ گایا جاتا ہے۔ ان بھجن کے پڑھنے والے "ار گھتری" کہلاتے تھے۔

۳۔ یجروید:

یعنی قربانی دینے والا وید اس میں مذہبی رسومات کی ادائیگی کے طریقے درج ہیں۔ اس کے پروہت "ادھ وریو" کے نام سے موسوم ہوتے تھے۔

۴۔ اتھروید:

اس کی تصنیف کا زمانہ بہت بعد کا ہے۔ اتھروید مصالحت کا آئینہ دار ہے۔ یہ وید منتروں کا وید ہے۔ جو جھاڑ' پھونک' ٹونے اور ٹوٹکے کے کام آتے تھے۔ یہ وید خاص اہم سمجھا جاتا تھا۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے بھجن اور منتر کا پڑھنا بڑے بڑے پروھتوں کا اجارہ تھا۔(۱۴)(۱۵)

نئے دیوی دیوتاؤں کا ظہور

ویدک دور کے برخلاف جس میں کائنات کی فطری قوتوں سے متعلق دیوی دیوتا جیسے اندر اگنی' سوریہ' سوم' وایو' وغیرہ اہمیت رکھتے تھے۔ مہا بھارت اور رامائن میں کچھ نئے دیوی' دیوتا مذہبی زندگی پر چھائے نظر آتے ہیں۔ ان نئے دیوی دیوتاؤں میں برھما' شیو' وشنو اور ایک دیوی ماں' بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ برھما' وشنو اور شیو کو اکٹھا تری مورتی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وشنو اگرچہ ویدک ادب میں مذکور ہے۔ لیکن دوسرے نمایاں دیوتاؤں کے جھرمٹ میں وہ ایک مدھم ستارے کی طرح ہے۔ ایک عظیم دیوتا کے روپ میں وہ ہم کو پہلی مرتبہ رزمیہ داستانوں کے ابتدائی حصوں ہی میں ملتا ہے۔ جہاں بتدریج اس کی اہمیت بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہاں تک کہ رزمیہ داستانوں کی موجودہ ترتیب میں بدشبہ اس کو عظیم ترین دیوتا کا درجہ حاصل ہے۔(۱۶)

تری مورتی کے تصور میں اگر برھما کائنات کی تخلیق کا ذمہ دار ہے تو کائنات کی بقا اور پرورش کی ذمہ داری وشنو کے سر ہے۔ اپنی ربوبیت کی اس صفت کی وجہ سے وشنو کی شخصیت کے تصور میں جمال کا پہلو غالب

معلوم ہوتا ہے۔ وشنو کا مقام اس کی اپنی جنت بیکنٹھ میں ہے۔ جہاں اس کے پرستار مرنے کے بعد اپنے اچھے اعمال کی بدولت پہنچ جاتے ہیں۔

اس وقت بلاشبہ وشنو اپنی اور اپنے اوتاروں کی صورت میں سب سے زیادہ پوجا جانے والا دیوتا ہے۔(۱۷)

شیو اپنی صفات کے لحاظ سے وشنو سے نمایاں طور پر مختلف دیوتا ہے۔ وشنو کو اگر جمال کا مظہر قرار دیا جائے تو شیو الوہی طاقت کے قہر و جلال کی تجسیم ہے۔(۱۸)

شیو کی شخصیت میں حقیقت اعلی کی صفت بے نیازی' ماورایت' انفرادیت' پراسراریت' بدرجہ اتم موجود ہیں۔

وشنو اپنی مانوس اور ہمدردانہ صفات سے دلوں کی تسلی کا باعث بنتا ہے۔ تو شیو اپنی غربت' وحشت' بے نیازی اور جلال سے لوگوں کے دلوں کو دہلاتا ہے اور لوگوں کے سروں کو اپنے آگے خم کرالیتا ہے۔ شیو کے بارے میں ہندومت کے محققین کا عام خیال یہ ہے کہ اس کی پرستش کا رواج ہندوستان میں اور اس خطہ (سندھ) میں قبل از آریہ زمانے سے تھا۔

ایک دیوی ماں کی حیثیت سے حقیقت اعلی کی پرستش بھی اس خطہ کا ایک بہت قدیم تصور بتائی جاتی ہے۔ موھن جو داڑو اور اطراف کے دیگر خطوں میں جو جو کھدائیاں ہوئیں اور ان سے برآمد ہونے والے آثار نے اس خطہ میں آریوں سے بہت پہلے جس دراوڑ تہذیب کا پتہ دیا ہے اس میں بھی ایک دیوی کی پوجا عام تھی۔(۱۹) جس کی مورتیاں کھدائی کے دوران برآمد ہوئیں۔

ہندومت میں دیوی ماں کے تصور کو بھی نت نئی شکلوں میں معیاری مذہبی تصور کا درجہ حاصل ہوا۔ اس وقت وشنو اور شیو کی طرح اپنی کسی نہ کسی صورت میں دیوی ماں کی پرستش بھی ہندومت کا مقبول ترین تصور ہے۔ دیوی ماں کے مظاہر میں اس کی شیو کی بیوی پاربتی کی حیثیت' شیو کی شکتی کالی کی حیثیت اور تانترک فرقہ کی دیوی بھیراوین کی حیثیتں کافی اہم ہیں اور ان صورتوں میں وہ متعدد مختلف ناموں کے ساتھ پوجی جاتی ہے۔ بھوانی کی صورت میں یہ دیوی جرائم پیشہ لوگوں' قزاقوں' اور ڈاکوؤں کا خاص معبود رہی ہے۔(۲۰)

اس کا سب سے خوف ناک نام "درگا دیوی" یعنی ناقابل تسخیر اور دوسرا کالی دیوی یعنی دہشت ناک اور

تیسرا نام کانڈی یعنی انتہائی خوفناک و خوں خوار جنگ کی دیوی جو میدان جنگ میں رقص کرتی ہے اور بے تحاشا خون پیتی ہے۔ بدورگا یا کالی دیوی جس کے اتنے خطرناک اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ اس کا تصور اس طرح بھی پیش کیا گیا ہے کہ وہ انتہائی خوفناک چڑیل ہے۔ جس کے کئی بازو ہیں۔ جن میں سے ہر ایک میں خوفناک اسلحہ اور درندوں کے خوفناک دانت ہیں۔

اس کے منہ سے ایک سرخ لمبی زبان باہر نکلی رہتی ہے۔ اور یہ مردہ کھوپڑیوں کا ہار پہنتی ہے۔ یہ شیر کی سواری کرتی ہے اور کبھی کبھی یہ کالی یا درگا دیوی انتہائی خوبصورت عورت کی شکل میں بھی نظر آتی ہے۔ جب کہ وہ شیو دیوتا کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہو۔ جس کی وہ بیوی ہے۔ اور یہی وہ دیوی ہے جو نصف مرد اور نصف عورت ہے۔ یعنی اس کا نصف دھڑ شیو مہاراج کا اور نصف پاربتی کا ہے۔ جس کے یہ معنی لئے گئے ہیں کہ شیو مہاراج اپنی شکتی طاقت سے ملاپ کر رہا ہے۔ اسی لئے شیو مہاراج کی پوجا اس کے مردانہ عضو کی کی جاتی ہے اور شکتی دیوی کی پوجا اس کے زنانہ اعضاء کی۔

شیو مہاراج اور شکتی دیوی کی دیومالائی داستان میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب شیو مہاراج سے پاربتی کا بیاہ ہوگیا اور وہ اس کی بیوی بن گئی تو پاربتی کے باپ نے شیو مہاراج سے کسی بات پر جھگڑا کر لیا' جس سے ناراض ہو کر پاربتی نے اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا اور وہ جل گئی۔ اور اس کی اندام نہانی بکھر کر بے شمار مقامات پر جا گری جہاں جہاں وہ گری شکتی دیوی کے پجاریوں نے اس کے مندر بنا دیئے۔(۱۲)

پرتھوی زمین کی دیوی ہے۔ آدیتی ایک حیرت انگیز وجود جو بہت سے دیوتاؤں کی ماں ہے۔ اوپاس طلوع سحر کی ماں جس کی تعریف میں بڑے خوبصورت تعریفی اشلوک لکھے گئے ہیں۔

راتری رات کی روح جو سراپا حسن ہے۔ آرانیانی خوبصورت جنگلات کی ملکہ۔(۲۲)

طاقت ور وشنو دیوتا کی بیوی لکشمی جو قسمت اور دولت کی مالک اور مظاہر فطرت کی خوبصورتی کا پیکر ہے اور کنول کے پھول پر بیٹھی ہوئی ایسی دیوی ہے جس کی اس کے لئے بہت زیادہ پوجا کی جاتی ہے یہ دولت اور خوشحالی لاتی ہے۔ یہ اسی طرح مقدس ہے جیسے رام کی سیتا اور سری کرشن کی رکمنی یا رادھا۔

دوسری بڑی دیوی سرسوتی ہے۔ جو کائنات برہما کی بیوی ہے' رگ وید میں اس کو مقدس دریا کے نام پر

تعبیر کیا گیا ہے۔یہ فنون لطیفہ اور موسیقی کی دیوی ہے۔ علم و فضل اور موسیقی کے خزانے ان سے منسوب ہیں۔ موسیقار، دانش ور، اور مصنف اس کی پوجا کو برکت کا نشان سمجھتے ہیں۔(۲۳)

خاص طور پر ماتا دیوی شکتی کی عبادت نے ہندو معاشرے میں مقبولیت حاصل کرلی۔ جس کی عبادت سے مردانہ طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ یقین کیا جاتا ہے کہ چونکہ دیوی کے اندر زنانہ قوت تخلیق بہت طاقت ور ہے اس لئے اس کی عبادت سے مردانہ قوت میں بہت اضافہ ہوگا۔ اسی لئے دیوتاؤں کے لئے بکثرت دیویاں ان کی بیویاں بناکر مندروں میں پوجا کے لئے سجادی گئیں۔ پہاڑوں کی ملک کا دوسرا نام مہادیوی یعنی عظیم دیوی بھی ہے۔ عظیم اوصاف کی مالک اور گوری یعنی بہت خوبصورت "اناپورنا" یعنی خوراک بخشنے والی، اور عظیم ماں کے ناموں سے یاد کیا گیا۔(۲۴)

شیومت:

شیومت کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ ہندومت کے قدیم ترین دیوتاؤں میں سے ایک ہے وادی سندھ کی تہذیب سے متعلق جن آثار قدیم کی دریافت ہوئی ہے ان میں ایسی مہریں ملی ہیں جن پر شیو کی خصوصیات رکھنے والے ایک دیوتا کی شبیہہ نقش ہے۔(۲۵)

اس کی بناء پر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ شیو یا اس سے ملتے جلتے ایک دیوتا کی پرستش آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال قبل بھی اس علاقے میں ہوئی تھی ویدک ادب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ بھی اپنے ساتھ ایک ایسے دیوتا کا تصور لے کر آئے تھے جس کی خصوصیات دیوتا شیو سے ملتی جلتی تھیں۔ مہا بھارت میں اگرچہ عام طور پر شیو کو ایک عظیم دیوتا کی شکل میں پیش کیا گیا ہے اور اس کی مخصوص صفات کی دیومالائی کہانیاں بھی بیان کی گئی ہیں لیکن اس کی بڑھتی ہوی مقبولیت کا سب سے بڑا ثبوت پشوپتا نام کے ایک فرقہ کے ذکر میں ملتا ہے۔ جو شیو کو شیوپتی کی شکل میں ماننے والے اس کے مخصوص بھکتوں کا ایک فرقہ تھا۔ شیومت کے مخصوص پرستاروں نے ایسے پران تصنیف کئے جن کا محور ان کا اپنا پسندیدہ دیوتا شیو تھا۔ اور جس میں شیومت کے مخصوص نظریات کی تبلیغ تھی۔(۲۶)

شیو کی جو تصویر مہا بھارت، اور پرانوں میں بیان کئے گئے قصوں اور تذکروں سے ابھرتی ہے وہ تضادات کا

مجموعہ ہے۔

ایک طرف وہ ہندو تری مورتی میں کائنات کا فنا اور بربادی کے ذمہ دار دیوتا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس صورت میں وہ انسانی کھوپڑیوں کی مالائیں اور سانپوں کو گلے میں ڈالے راتوں کو شمشان گھاٹ میں عفریتوں اور عجیب الخلقت مخلوقات کی فوج کے ساتھ گھومتا ہے اور ان کا سردار مانا جاتا ہے۔(۲۷)

لیکن دوسری طرف متعدد تذکروں اور گیتوں میں شیو کی پاکیزگی، تقدس اور ذاتی حسن و جمال کی قسم بھی کھائی گئی ہے اور اس کو شیو مبارک اور اپنے بھکتوں کی مرادیں پوری کرنے والا گردانا گیا ہے۔(۲۸)

ایک طرف اس کو جلال و غضب سے بھرا ہوا دیوتا مانا جاتا ہے جو بھیرواں اور بھدرا کی حیثیت میں گستاخوں اور نافرمانوں سے سخت ترین انتقام لیتا ہے۔ تو دوسری طرف اس کو ایک نرم مزاج دیوتا بھی سمجھا گیا ہے۔ جس کو خوش کرنے کے لئے محض تلسی کی پتیوں کا نذرانہ بھی کافی ہے۔

شیو کی حیثیت ایک مہایوگی کی بھی ہے۔ اس صورت میں اس کو دنیا سے کنارہ کش ایک سنیاسی اور یوگ کے ماہر کی حیثیت سے پہاڑوں میں تربیت نفس میں مشغول دکھایا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ ایک ترشول اور سنیاسیوں کا کمنڈل ہوتا ہے۔ اور وہ کسی چٹان پر شیر کی کھال بچھائے یوگا کے آسن میں بیٹھا مراقبہ میں غرق ہوتا ہے، شیو کا یہ تصور بہت مقبول ہے اور تصویروں اور مورتیوں میں اکثر شیو کو اسی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ مہاسنیاسی اور مہایوگی کی بالکل متضاد طور سے ایک مثالی شوہر اور ایک پرسکون خاندان کے ذمہ دار کی حیثیت سے بھی معروف ہے۔ جو اپنی بیوی پارورتی اور دو لڑکوں سکندا اور گنیش کے ساتھ ایک مثالی خاندانی زندگی گزارتا ہے۔(۲۹)

شیو کے بھکتوں کے نزدیک شیو کی ایک صورت وہ بھی ہے جہاں وہ حقیقت اعلیٰ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اس صورت میں وہ صرف فنا کا دیوتا نہیں رہ جاتا بلکہ خالقیت، ربوبیت، اور فنا کا جامع ذمہ دار اور کائنات کا واحد حکمران ہو جاتا ہے۔ اس کی مرضی کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا۔ وہ ہر بات سے آگاہ اور ہر جگہ حاضر ناظر مانا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ شیو کی شخصیت کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ وہ ایک آوارہ گرد، بلانوش، رقص و موسیقی کے دلدادہ، جنگلوں میں بھٹکنے والے شکاری اور من موجی کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔(۳۰)

ویشنومت:

ویشنو ابتدائی ویدک ادب میں ایک کم اہم دیوتا کی حیثیت سے مذکور ہے۔ لیکن ویدک دور کے وسطی اور آخری دور میں بتدریج ویشنو کی اہمیت بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور بہت جلد ویدک دور ہی میں وشنو کو خدائے مطلق کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔(۳۱)

آگے چل کر ویشنومت نے مذاہب کی صف میں اپنا ممتاز مقام حاصل کرلیا تھا۔ اس کے بعد وقت گزرنے کی دیر تھی کہ عوامی حلقوں میں ویشنومت کے اثرات بڑھنے لگے۔ ویشنو تحریک کی مقبولیت اور ترقی میں اگلا اہم مرحلہ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں پیش آتا ہے۔ جب جنوبی ہندوستان مذہبی احیاء کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ اس زمانہ میں جنوبی ہندوستان میں سنت شاعروں کا ایسا سلسلہ پیدا ہوا جو کہ الور سنتوں کے نام سے مشہور ہے۔ عشق حقیقی کے نشہ سے سرشار ہو کر ان شعراء نے مقامی زبان میں وہ شعری ادب پیش کیا جس نے عوام کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

اس صوفیانہ شاعری میں ویشنو اور اس کے اوتار کرشن کو معبود حقیقی مان کر ان کے لئے والہانہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔

جذبہ محبت کی شدت اور محبوب حقیقی کے لئے عشق مجازی کا پیرایہ بیان یہ دونوں خصوصیات سنتوں کی بھکتی کو بھگوت گیتا کی محتاط بندی سے مختلف بنا دیتی ہیں اور ویشنومت میں ایک نئے موڑ کی نشاندہی کرتی ہیں۔(۳۲)

ویشنو دیوتا کے متعلق مشہور ہے کہ ابتدائے کائنات کے وقت ویشنو گہرے سمندروں میں پڑا سو رہا تھا۔ جس سمندر میں ہزاروں سروالے سانپ بھرے ہوئے تھے۔ اور ویشنو جب سو رہا تھا تو لوٹس کا پھول ان کے سمندر میں آگ آیا اور اس پھول سے برہما پیدا ہوا۔ جس نے کائنات کی تخلیق کی اور جب دنیا پیدا ہوگئی تو ویشنو اپنی نیند سے بیدار ہوئے۔ تاکہ وہ انتہائی بلند جنتوں پر بیٹھ کر حکمرانی کرسکے۔ اس کا تصور یہ ہے۔

اس کے چار ہاتھ ہیں۔ نیلا رنگ ہے۔ تاج پہنے ہوئے اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ دنیا کے سب سے قیمتی جواہرات کا ہار گلے میں ڈالے ہوئے ہے۔(۳۳)

اس کے سبز گھنگھرالے بالوں کی لڑیاں اس کے سینے پر پھیلی ہوی ہیں۔ ان کی سواری ایک بہت بڑا شہباز

ہے جس کا چہرہ انسانی ہے۔ یہ وشنو دیوتا کی بہت سی شکلوں میں سے ایک ہے اور وشنو دیوتا کی طاقتور بیوی لکشمی دیوی اس کے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔

اسی وشنو دیوتا کو جس کو دوسرے تمام دیوتاؤں نے کائنات کی تخلیق کا بڑدیوتا مانا ہے بھگوت گیتا میں خاص انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ وشنو دیوتا کو مہربان اور فیض رساں سمجھا جاتا ہے۔(۳۴)

دیومی مت:

شیو کی پرستش کی طرح ایک دیوی کی صورت میں تصور بھی خطہ سندھ کے قدیم ترین مذہبی عقائد میں ہے۔ ساڑھے پانچ ہزار سالہ قدیم ہندوستانی تہذیب کے جن آثار کی کھدائی موھن جوداڑو اور اس خطہ کے دوسرے علاقوں میں ہوئی‘ ان میں شیو جیسے ایک دیوتا کی تصویروں کے علاوہ ایک دیوی کی مورتیاں بھی برآمد ہوئی ہیں۔ جو غالباً" زرخیزی اور خوش حالی کی دیوی کی حیثیت سے بھی پوجی جاتی تھی۔ یہ بھی گمان کیا جاتا ہے کہ یہ دیوی ایک دیوی ماں کی صورت میں ایک تصور کا مظہر تھی۔

بعض ہندو دانشوروں کا خیال ہے کہ باپ یا آقا کی حیثیت سے تصور کے مقابلہ میں اس کا ماں کی حیثیت میں تصور بندے کے ساتھ زیادہ قریبی اور پر اعتماد رشتہ استوار کرتا ہے۔(۳۵)

پرانوں کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہندومت کی مذہبی کتابوں میں دیوی ماں اور اس کی شخصیت کی تفصیلات زیادہ بڑے پیمانہ پر ملتی ہیں۔ مہابھارت کے شروع کے حصہ میں دیوی کا تذکرہ درگاہ کی حیثیت سے ملتا ہے۔ لیکن اس وقت اس کو سری کرشن کی بہن کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا ہے۔ کالی کی صورت میں دیوی شیو کی پوشیدہ قوت ہے۔ جو مجسم طور سے ایک دیوی کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے‘ تاکہ راکھشسوں کا صفایا کر سکے۔

دیوی ماں حقیقت اعلیٰ کے مظہر کی حیثیتوں سے اپنی کالی اور درگا کی حیثیتوں میں زیادہ پوجی جاتی ہے۔

دیوی ماں اپنے سب سے مقبول عام تصور میں جس میں وہ کالی درگا کمندا یا چندی جیسے ناموں سے مشہور ہے۔ شیر پر سوار اپنے ترشول سے بھینسا راکشس‘ کو مارتی ہوئی دکھائی جاتی ہے۔ اس کے گلے میں کھوپڑیوں کی مالا ہوتی ہے۔ اور لٹکتی ہوئی لال زبان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ابھی ابھی خون پی کر آرہی ہے۔ اس کے ایک

ہاتھ میں خوں خوار تلوار ہوتی ہے۔(۳۶) اور دوسرا ہاتھ اپنے بھکتوں کو تسلی کا اشارہ معلوم دیتا ہے۔ اس طرح جہاں وہ ایک طرف خوں خواری اور ہیبت کا مجسمہ معلوم ہوتی ہے وہاں دوسری طرف وہ اپنے بھکتوں کی حفاظت کی ذمہ دار اور ان کو خوشحالی کی بشارت بھی دیتی ہوئی نظر آتی ہے' خوف اور کشش کی یہ متضاد صفات اس کی سریت اور ماورایت میں اضافہ کرتی ہیں۔

دیوی ماں کے مخصوص بھکتوں میں ایک فرقہ شکتوں کا بھی ہے۔ یہ لوگ دیوی ماں کو شیو کی شکتی مان کر اس کی بحیثیت حقیقت اعلیٰ پرستش کرتے ہیں۔ انہی میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو تانترک رسومات پر عمل کرتے ہیں اور ھندومت میں باطنی رجحانات کے علمبردار ہیں۔

ان کے عقائد اور رسومات چونکہ اکثر عام سماجی اور اخلاقی معیاروں سے مختلف ہوتے ہیں اس لئے یہ اپنے کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور اپنی رسومات کو خفیہ طور پر ادا کرتے ہیں۔

دیوی پاربتی اور اوما کی حیثیت سے وہ ایک حسین عورت اور رحم دل ماں ہیں۔ جیسے ماں اپنے بچہ کو بلانے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلاتی ہے۔ ویسے ہی وہ ہر مخلوق کی طرف اپنا دست اعانت بڑھاتی ہیں۔(۳۷)

دھرم ہندو روایت کی ایک ایسی جامع اصلاح ہے۔ جس کا ترجمہ کسی اور زبان میں کرنا مشکل ہے۔ دھرم کے مفہوم میں رت کی رعایت سے کسی چیز یا جاندار کی فطری خصوصیات' مذہبی عقائد و اعمال' رسومات' اخلاقی اقدار و اعمال' ذات پات اور شخصی زندگی کے تمام اصول' عائلی زندگی' دیوانی و فوجداری سے متعلق قوانین' نیکی موزونیت' رفاہ عام' عدم تشدد' اور خاص طور سے فرائض منصبی کے تصورات شامل ہیں۔

اس طرح ہم دیکھ سکتے ہیں کہ دھرم کی اصطلاح انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔

ہندو مفکرین اور مذہبی علماء کے ایک طویل مدت میں قرار شدہ اجماع کے ذریعہ یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ زندگی کے چار مقاصد ہیں۔

۱۔ دھرم (اصولوں پر مبنی انفرادی اور اجتماعی زندگی)

۲۔ ارتھ (دولت اور طاقت کا حصول)

۳۔ کام (زندگ یکی نعمتوں سے لطف اندوزی)

۴۔ موکش (ابدی مسرت کا حصول)(۳۸)

تمام قدیم تہذیبوں کی طرح ہندو روایت میں بھی مذہب پوری زندگی کو محیط تھا۔ اگرچہ ہندومت کا ارتقاء بڑی حد تک ویدک روایت سے آزاد رہ کر ہوا ہے۔ لیکن ایک عقیدے کے طور سے ویدوں کی بالادستی اور مرکزیت ہمیشہ ہندو روایت کا لازمی جزو رہی ہے۔ ہندو قانون کے ماخذ ویدک ادب (شرتی) کے علاوہ دھرم سوتر دھرم شاستر' یا سمتوتی' جیسے منوسمرتی' یا جناو لکھہ سمرتی' آچار (عرف' موروثی روایات و رسومات) پریشہ اچاریا اس سے زیادہ ہم عصر عالموں کا اجماع' شِشا (کسی عالم کا ذاتی اجتہاد یا عمل) اور آخر میں آتم تشتی (ذاتی اطمینان اور تشفی ضمیر) شامل ہیں۔

ہندو قانون میں سمرتیوں کو سب سے زیادہ بنیادی اور مستند حیثیت حاصل ہے۔ سمرتیوں میں منوسمرتی سب سے قدیم اور سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے کچھ ہی کم درجہ کی تصنیف یاجناو لکھہ سمرتی ہے۔ سبھی سمرتیاں عام طور پر تین حصوں میں منقسم ہوتی ہیں۔

پہلا حصہ آچار:

اخلاقیات اور معاملات سے متعلق ہوتا ہے۔

دوسرا حصہ دیوہار:

سماجی زندگی اور جرم و سزا سے متعلق قوانین پر مشتمل ہوتا ہے۔

تیسرا حصہ پرانسچت:

گناہوں کے کفارے' ہرجانوں اور سزاؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہندو قانون کا انفرادی اور اجتماعی زندگی کا یہ پورا نظام ورن آشرم دھرم کی بنیاد پر تعمیر ہوا ہے۔ اس لئے ورن آشرم دھرم کو سمجھنا ضروری ہے۔

ورن کے لفظی معنی رنگ کے ہیں۔ ہندو روایت میں اصطلاحاً" چار بڑی ذاتوں میں سماج کی طبقاتی تقسیم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ورن کے نظام میں تین اعلیٰ ذاتیں برہمن' چھتری' اور ویش آریہ نسل سے تعلق رکھتی تھیں۔ جو کہ شمال

وسطی ایشیا سے آنے کے باعث گورے رنگ، لمبے قد اور کھڑے ناک نقشے کے لوگ تھے۔ جب کہ چوتھی ذات شودر سے تعلق رکھنے والے مقامی علاقوں کے قدیمی باشندے، کالے رنگ، چپٹی ناک والے پست قد تھے۔ اس نظام کا یہ بھی خاصہ تھا کہ اس میں غیر آریہ قدیمی باشندوں کو شودر کی حیثیت سے سماج میں سب سے پست مقام دیت گیا۔ ان کا دھرم صرف تین اعلیٰ ذاتوں کی خدمت قرار دیا گیا۔(۳۹)

ہندو سماج کی تین اعلیٰ ذاتوں برہمن، چھتری، اور ویش میں اگرچہ طبقاتی فرق موجود ہے۔ لیکن پھر بھی شور کے مقابلے میں ان کو بہت سے مشترکہ حقوق حاصل ہیں۔ جو صرف شودر ذات کے لئے ممنوع قرار دے دیئے گئے ہیں۔ تینوں ذاتوں کے لوگ جینوں پہننے کے حقدار ہیں۔ اسی لئے تینوں اعلیٰ ذاتوں کے لوگ دو یجا یعنی دو پیدائش والے کہلاتے ہیں۔(۴۰)

ایک پیدائش تو جب کہ وہ جسمانی اعتبار سے پیدا ہوئے۔

دوسری استعاراتی پیدائش جب کہ وہ سن بلوغ پہنچنے پر پراپانیا رسم کے بعد وہ کس گرو کی شاگردی اختیار کرتے ہیں اور اس کے ہاتھوں جینو پہنتے ہیں۔ شودر کا اس رسم یا اس سے متعلق فوائد میں کوئی حصہ نہیں۔(۴۱) ویدوں کی تعلیم اور ان کا پڑھنا بھی صرف تینوں اعلیٰ ذاتوں کے لئے مخصوص ہے۔ شودر کے لئے وید کے کسی لفظ کا سننا بھی حرام ہے۔

ویدک قانون کے مطابق ایسے شودر کے کانوں میں جو ویدوں کا کوئی لفظ بھی سن لے پگھلا ہو سیسہ اور لاکھ ڈال دینی چاہیۓ۔

اسی طرح ویدک رسومات کی ادائیگی اور ویدوں میں مذکور صدقات و عطیات کا دینا بھی صرف تینوں اعلیٰ ذاتوں کے لئے مخصوص ہے۔

زندگی کے آشرم کے مطابق مختلف ادوار میں تقسیم وہ بھی صرف اعلیٰ تین ذاتوں کے لئے ہے۔

اس سلسلہ میں منوسمرتی کا ایک اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جس سے مختلف ورنوں کے مابین سماجی ذمہ داریوں کی تقسیم کا اندازہ ہوسکے گا۔(۴۲)

"اس پوری کائنات کی حفاظت اور استحکام کے لئے صاحب شان و شوکت "پرش" نے ان

ورنوں کو جو اس کے چہرے' ہاتھوں' رانوں' اور پیروں سے پیدا ہوئے تھے۔ الگ الگ ذمہ داریاں سونپیں۔

(۱) دوسروں کو تعلیم دینا' خود تعلیم حاصل کرنا' مذہبی ریت رسموں کو سرانجام دینا اور دوسروں کی اس سلسلہ میں رہنمائی کرنا' صدقات اور عطیات دینا' اور وصول کرنا' یہ ذمہ داریاں اس نے برہمنوں کو سونپیں۔

(۲) لوگوں کی حفاظت کرنا' صدقہ خیرات کرنا' مذہبی رسومات کو سرانجام دینا' تعلیم حاصل کرنا' اور خواہشات پر قابو رکھنا' یہ چھتری کی ذمہ داریاں ہیں۔

(۳) تعلیم حاصل کرنا' تجارت اور سوداگری کرنا' سود کا کاروبار کرنا' کھیتی باڑی کرنا' مویشی پالنا' مذہبی رسومات ادا کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا' یہ ویش کی ذمہ داریاں ہیں۔

(۴) شودر کے لئے مالک نے صرف ایک ہی کام تجویز کیا ہے۔ وہ یہ کہ پورے خلوص سے تینوں اعلیٰ ذاتوں کی خدمت کرتا رہے۔(۴۳)

جس طرح ہندو قانون میں سماج کی تنظیم اور اس میں استحکام پیدا کرنے کے لئے ورن کا نظام متعین کیا گیا ہے اسی طرح ہر فرد کی اپنی ذاتی زندگی کو منظم کرنے کے لئے بھی ایک ڈھانچہ مختلف آشرموں (مدارج زندگی) کی صورت میں طے کیا گیا ہے۔ جہاں ایک طرف کسی فرد کا سماجی مقام' اس کی ذمہ داریاں اور اس کا پیشہ بڑی حد تک اس کے ایک مخصوص ورن میں پیدا ہونے سے طے ہو جاتا ہے۔

آشرموں کےس نظام کے ماتحت انسان کی پوری زندگی کو چار حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ عمر کا پہلا حصہ برہم آچاریہ آشرم کہلاتا ہے۔ یہ تعلیم و تربیت کا زمانہ ہوتا ہے۔ عمر کا دوسرا حصہ گرہست آشرم کہلاتا ہے۔ جس میں انسان شادی کرتا ہے' گھر بساتا ہے' اور اپنی سماجی و معاشی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے۔ عمر کا تیسرا حصہ ون پرستھ آشرم قرار دیا گیا ہے۔

اس آشرم میں انسان اپنی سماجی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔

آبادی سے باہر جنگل میں کٹیا بنا کر رہتا ہے اور خود کو مذہبی کاموں میں مصروف رکھتا ہے۔ عمر کا چوتھا اور

آخری آشرم سنیاس ہے۔ اس آشرم میں انسان مکمل ترک علائق کر کے اور بے خانماں و بے نشان ہو کر ہر طرف گھومتا پھرتا ہے اور اپنے کو موکش (نجات) حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیتا ہے۔(۴۴)

وہ کتب جن پر ہندومت کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ان میں پہلا نام دھرم شاستر کا ہے۔ دھرم شاستر میں سب سے اہم معنو سمرتی ہے۔

اس کے بعد پران آتا ہے۔ پران تعداد میں اٹھارہ ہیں۔

۱۔ برہما پران	۲۔ پرما پران
۳۔ برہما پران	۴۔ شیو پران
۵۔ بھاگوت پران	۶۔ ناڈیہ پران
۷۔ مارکنڈیہ پران	۸۔ بھویشیہ پران
۹۔ اگنی پران	۱۰۔ برہما دیورت پران
۱۱۔ لنگا پران	۱۲۔ وراہ پران (۴۵)
۱۳۔ سکند پران	۱۴۔ کرمہ پران
۱۵۔ متسیا پران	۱۶۔ گرود پران
۱۷۔ برہمانڈ پران	۱۸۔ وامن پران

ان میں ہری ومس کو جو مہا بھارت کا ضمیمہ ہے اور وایو پران کو شیوائی فرقہ کی اہم کتاب ہے۔ شامل کر لینے سے ان کی تعداد بیس ہو جاتی ہے۔(۴۶)

ہندومت کے عقائد و رسومات میں پہلا عقیدہ تو مخلوق پرستی مثلاً ہاتھی، ہنومان، سانپ، گھڑیال، شیر، مور، ہنس، طوطا، اور چوہا وغیرہ مختلف دیوتاؤں کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ جانوروں میں سب سے زیادہ اہمیت گائے کو حاصل ہے۔

درختوں میں پیپل، انجیر، تلسی، ببول کو خاص طور سے مقدس سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بعد کرم اور تناسخ کا عقیدہ ہے۔ جنہیں اہمیت حاصل ہے۔

کرم کے عقیدے کے مطابق ہر عمل چھوٹا ہو یا بڑا اچھا ہو یا برا انسان کی روح پر اثرانداز ہوتا ہے' اور انسان اپنے عمل (کرم) کے لحاظ سے سزا اور جزاء کا مستحق ہوتا ہے۔ یعنی کرم کے مطابق اچھا یا برا جنم لیتا ہے۔

ان کا دوسرا عقیدہ تناسخ (آواگون یا سمسار) سے متعلق ہے۔ جو ویدی عہد میں کچھ مبہم سا تھا۔ پھر ساگوت گیتا میں کرشن کے متعدد جنم کی تعلیم نے اس کے لئے مواد فراہم کیا۔ یہاں تک کہ ہنو عہد میں ویسشک کا طریقہ ایک سادھو کناد کی طرف منسوب ہے۔

یہ دونوں طریقے انفرادی روح کی حقیقت کے قائل ہیں اور نامحدود کے اندر فنا ہو جانے کے عقیدے کو صحیح نہیں سمجھتے۔

ھندوؤں کی معاشرتی زندگی:

ھندو مذھب میں اصنام پرستی ان کے دین کا ایک اہم جزو ہے۔ اسی طرح ہندو معاشرے میں عورت کی کوئی اپنی حیثیت نہیں ہے۔

مثلاً نیوگ یعنی اولاد کی خاطر غیر مرد کے پاس جانا۔

ستی مردہ خاوند کے ساتھ زندہ چتا میں جل مرنا' عقد ثانی کی ممانعت' ایسی ہی بے شمار رسومات ہیں۔ جس سے ہندو سماج کی پوری زندگی خرافات کا مجموعہ لگتی ہے۔ ہر موقع اور ہر واقعہ کے لئے رسمیں مقرر تھیں۔ جن کی بجا آوری کے لئے پروھتوں کی ایک جماعت موجود رہتی۔

ذات پات کی تقسیم:

برہمنوں کے زیراثر جو ھندو معاشرہ تعیر ہوا۔ اس کے معاشرتی قوانین منو کے دھرم شاستر میں موجود تھے۔ ان کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔

ہندومت کے یہ نظریات نفرت پر مبنی ہیں۔ جو ہمہ گیر ہے۔ یہ اپنے ماننے والوں کو مختلف ذاتوں میں تقسیم کر کے نفرت کا زہر پھیلا دیتا ہے۔ اور نہ ماننے والوں کو اچھوت قرار دے کر پوری ان نیت کی تذلیل کرتا ہے۔

ھیگل کے خیال میں سرزمین ھند کی روح ایک خواب دیکھنے والے لڑکے کی روح تھی۔

ھندو کی زندگی جامد اور بے کیف تھی۔ وہ جسمانی' سیاسی اور سماجی اعتبار سے غیر ترقی پسند تھی۔ نیز ھندو عارفین کی تمام تر سوچ تجریدی تھی۔ انہیں تجربے اور مشاہدے کی مادی دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ وہ وحدت الوجود کے قائل تھے اور فطرت کو مایا (فریب) خیال کرتے تھے۔(۴۷)

بدھ مت:

دنیا کی مذہبی تاریخ میں چھٹی صدی قبل مسیح کا زمانہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس دور میں کئی ایسی شخصیتیں پیدا ہوئیں' جنھوں نے دنیا کی مذہبی تاریخ میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس دور میں عالمی پیمانے پر دو بڑے مذاہب بدھ مت اور جین مت وجود میں آئے۔(۴۸)

تاریخ کی ستم ظریفیوں کی بعض دوسری مثالوں میں یہ حقیقت بھی شامل کی جا سکتی ہے کہ بدھ مت جو سندھ و ھند کے خطہ میں پیدا ہوا اور اپنی ابتدائی نشو و نما کے بعد اس خطہ سے نکل کر دیگر ممالک میں پھیلا اس وقت خود اپنے مادر وطن میں زندہ مذہب کی حیثیت سے تقریباً" ناپید ہے۔(۴۹)

گوتم بدھ:

بنارس سے ایک سو میل شمال مشرق ہمالیہ کی ترائی میں ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس کا صدر مقام کپل وستو تھا' جہاں آریوں کا ایک قبیلہ شاکیہ عرصہ سے آباد تھا۔ جو نسلاً" کشتری تھا۔ چھٹی صدی قبل مسیح اس کا راجہ ایک شخص شدھن نامی تھا۔ جس کی شادی دوسرے آریائی قبیلے کولیا کے سردار کی لڑکی مایا سے ہوئی تھی۔ شادی کے ایک عرصہ بعد جبکہ مایا کی عمر پینتالیس سال کی ہو چکی تھی۔ گوتم پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مایا اپنے میکہ کو جا رہی تھی کہ راستے میں ولادت ہوئی۔ اس کے بعد زچہ و بچہ کپل وستو لائے گئے۔ ولادت کے ساتویں دن مایا کا انتقال ہوگیا۔ بعض مورخین نے سدارتھ پہلا نام اور گوتم قبائلی نام بتایا ہے۔ مگر جدید تحقیق کے مطابق ان کا اصل نام گوتم تھا۔

بعض باتیں بدھ مت جو بدھ مت کی روایت گوتم بدھ کی پیدائش کے ساتھ منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ بدھ مت کی مذہبی روایت کا حصہ ہیں۔

اس نوع کی ایک روایت یہ ہے کہ ان کے والد کے دربار میں ایک جوتشی پنڈٹ آیا اس نے بچہ کا زائچہ دیکھ کر پیشین گوئی کی یہ بچہ بڑا ہو کر یا تو بہت مشہور سنیاسی یا بہت بڑا بادشاہ بنے گا۔(۵۰)

اس پیشن گوئی سے متاثر ہو کر گوتم بدھ کے والد راجا سدودھن نے جو قدرتی طور پر گوتم بدھ کو ایک بہت بڑا بادشاہ دیکھنا چاہتے تھے۔ ایک بہت محفوظ محل میں بیٹے کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ دنیا میں رائج مختلف خیالات اور اثرات میں سے بعض سنیاس اور ترک دنیا کی طرف بھی رہنمائی کرسکتے تھے۔ جس کا ان دونوں ہندوستان میں کافی چرچا ہو چلا تھا۔ اس لئے ان سے محفوظ رکھ کر اگر محل کے ماحول میں گوتم بدھ کی پرورش کی جائے تو ان کے سنیاسی بننے کے خطرے کو ہمیشہ کے لئے ٹالا جاسکے گا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے راجا سدودھن نے الگ ایک محل بنوایا۔ جس میں سیرو تفریح اور دل بہلانے کے تمام مشاغل فراہم تھے۔ اس طرح اس محل میں کنیزوں' باندیوں' اور خدمت گاروں کی ایک فوج کے درمیان شہزادہ گوتم کی پرورش شروع ہوئی۔(۵۱)

راجا سدودھن کی پوری کوشش یہ تھی کہ کسی طرح راجکمار گوتم کو رنگ رلیوں' سیرو تفریح اور مختلف مشاغل میں الجھا رکھا جائے۔ یہاں تک کہ وہ حکومت کا کاروبار سنبھالنے کی عمر کو پہنچ جائیں۔ اس وقت حکومت کی ذمہ داریاں ان کے سر ڈال دی جائیں۔

جو ساری عمر کے لئے ان کو مشغول کرلیں گی۔ لیکن روایت کے مطابق شہزادہ گوتم کو بہلائے رکھنے کی یہ تمام کاروائیاں ان کی طبیعت کو بدلنے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔ عمر کے ساتھ ساتھ شہزادے کے اندر غور و فکر' سنجیدگی اور احساس کی تیزی جیسی خصوصیات بڑھتی جا رہی تھیں۔ جو راجہ سدودھن کو مستقل تشویش میں مبتلا رکھتی تھیں۔ چنانچہ شہزدہ گوتم کو مزید پابندیوں میں الجھانے کے خیال سے سولہ سال کی عمر میں ان کی شادی ان کے ننھیال کی ایک تقریباً" ہم عمر راج کماری یشودھرا سے کردی گئی۔ ان تمام انتظامات کے باوجود (شہزادہ گوتم کو زندگی کی سطحی دل چسپیاں اپنی طرف نہ کھینچ سکیں۔) ان کے دل میں حقیقت کو جاننے اور زندگی کے سربستہ راز کو کھولنے کی ایک آرزو تھی' جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایک مستقل خلش میں تبدیل ہوگئی۔(۵۲)

البتہ اتنا ضرور ہوا کہ گوتم نے زمانہ کے رسم و رواج کے مطابق انہوں نے علوم و فنون حاصل کئے' پھ

گری میں مہارت پیدا کی۔ اور شہزادگی کی صفات سے خود کو بہرہ ور کیا۔

جب گوتم بدھ کی عمر تیس سال کی ہوئی تو ان کے ذہن میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس واقعہ کو اس طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اس سال ایک دیوی ان کے سامنے چار بھیس بدل کر آئی۔ پہلے ایک بوڑھا کسان بن کر' پھر ایک مریض کی شکل میں' تیسری بار ایک لاش کی صورت میں' اور چوتھی بار ایک سادھو کے قالب میں' اس سے کم از کم اتنا ضرور صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گوتم زندگی اور اس کے مسائل میں الجھے رہتے تھے۔ ورنہ کسی بوڑھے' مریض یا لاش کو دیکھ لینا کوئی غیر معمولی واقعہ نہ تھا۔(۵۳)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک شب ایک بوڑھے' ایک بیمار اور ایک لاش کے مشاہدے نے شہزادہ گوتم پر زندگی کی بے ثباتی اور اس کا غیر محفوظ اور غیر اطمینان بخش ہونا واضح کر دیا۔ ان مایوس انکشافات کے بعد ایک سنیاسی کی زیارت نے جس کا مطمئن اور پر سکون چہرہ اس کے کسی اندرونی دولت سے مالا مال ہونے کی شہادت دے رہا تھا۔ شہزادہ گوتم کو زندگی کے اس گورکھ دھندے سے نجات کی جدوجہد کا راستہ بھی بتا دیا۔

کچھ طبعی رجحان اور کچھ زندگی کے تلخ تجربات نے گوتم کو مجبور کر دیا کہ وہ ابدی سکون و مسرت حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس کے حصول کے طریقے بھی معلوم کریں۔(۵۴)

اس ذہنی خلفشار کے زمانہ میں ایک دن جبکہ وہ باغ میں بیٹھے زندگی کے علائق و حقائق پر غور کر رہے تھے کہ گھر میں بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر ملی اس خبر نے انہیں اور بھی مضمحل کر دیا' اور وہ بول اٹھے "مجھے یہ دنیا اور مضبوط رشتہ بھی توڑنا ہی پڑے گا۔" چنانچہ جس دن ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اسی رات جب کہ سارا محل نیند کی آغوش میں تھا۔ اپنے نومولود بیٹے اور بیوی پر آخری نظر ڈالی ان دونوں کو دیکھ کر وہ بے حد مضطرب ہوئے۔ مگر چونکہ وہ اپنا ارادہ بدلنے کے لئے تیار نہ تھے اس لئے ان پر الوداعی نظر ڈالتے ہوئے باہر نکل آئے۔ محل سے باہر رتھ تیار تھا۔ اپنے مصاحب چنا کے ساتھ رتھ پر سوار ہوئے اور شہر کے باہر اپنی ریاست سے باہر نکل کر انوما ندی کے کنارے رکے۔

وہاں سے انہوں نے چنا کو شاہی کپڑے اور زیورات جو پہنے ہوئے تھے دے کر واپس کر دیا اور خود راج گڑھ کی طرف روانہ ہوگئے۔

ایک چرواہے سے اس کا لباس مانگ کر پہنا' اور زندگی کے ہر تعلق اور آسائش کو الوداع کہہ کر جنگل کی تاریکیوں میں کھو گئے۔

اس عظیم سنیاس کے وقت شہزادہ گوتم کی عمر انتیس سال کی تھی۔

سنیاس اختیار کرنے کے بعد پہلے گوتم نے اپنی روحانی تشنگی کا علاج رائج الوقت علوم کے ذریعہ کرنے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے لئے وہ اس وقت کے ایک مشہور عالم الارا کلاما کے پاس پہنچے اور اس سے رائج علوم کی تحصیل کی۔ جب اس مشہور عالم کا تمام علم بھی ان کی تشفی کے لئے کافی نہیں ہوا تو وہ اس وقت کے ایک اور بڑے عالم ادار کا رام پتر کے پاس گئے اور اس کے علم سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔ لیکن جب اس عالم کی تمام معلومات بھی ان کے مسئلے کو حل نہیں کر سکی تو گوتم بدھ نے سمجھ لیا کہ ان کی جستجو کا حل کتابی علم کے ذریعہ ممکن نہیں ہے۔

اس زمانے میں یہ خیال بہت عام تھا کہ روحانی ترقی کے لئے جسم کو تکلیفیں پہنچانا نہایت مجرب نسخہ ہے۔ اس لئے گوتم نے بھی اس طریقہ کو آزمانے کی سوچی اس طرح ان کی زندگی میں شدید جسمانی ریاضتوں کا دور شروع ہوا۔ جس کو انہوں نے انتہاء تک پہنچا دیا۔

پھر وہ گھومتے گھومتے اراویلا کے مقام پر پہنچے جہاں انہوں نے اس قدر شدید ریاضتیں کیں کہ ان کا بدن سوکھ کر ہڈیوں کا پنجرہ رہ گیا۔ اور وہ مرنے کے قریب ہو گئے۔(۵۵)

وہ گھاس اور جڑی بوٹیوں پر گزارہ کرتے۔ بالوں کا کپڑا پہنتے' گھنٹوں کھڑے رہتے' کانٹوں پر لیٹ جاتے' جسم پر خاک ملتے' سر اور ڈاڑھی کے بال نوچتے' اور اسی طرح سخت ترین مجاہدے میں مشغول رہتے' اس مرحلہ پر انہیں خیال آیا۔ کہ جسمانی ریاضت کا یہ طریقہ بھی ان کے مسئلہ کو حل کرنے میں سود مند ثابت نہیں ہوا۔ انہوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے اس طریقہ کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور موت ان کے سامنے کھڑی ہے۔ لیکن منزل کا ابھی کہیں دور دور پتہ نہیں' ابھی تک زندگی کا راز سربستہ ان کے لئے ایک معمہ ہی ہے۔ اور وہ ابھی تک "ابدی مسرت" کے حصول میں ناکام رہے ہیں۔ یہ سوچ کر کہ اگر انہوں نے اس طریقہ کو مزید طول دیا تو موت ان کا خاتمہ کر دے گی اور وہ اسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے بغیر دنیا سے

رخصت ہو جائیں گے۔ گوتم نے ایک چرواہن کی نذر کی ہوئی کھیر قبول کر کے اپنا برت توڑ دیا۔ اور اس طرح گوتم نے یہ فیصلہ کر دیا کہ نجات کا راستہ جسم کو گلا دینے والی شدید جسمانی ریاضت سے نہیں بلکہ ایک معتدل زندگی سے ہی مل سکتا ہے۔(۵۶)

اسی شام جب گوتم نے اپنا برت توڑا اور جسم کی کم از کم ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے ایک معتدل زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا' وہ ایک پیپل کے درخت کے نیچے گھاس کا آسن بنا کر اپنے مخصوص مراقبے کے انداز میں بیٹھ گئے۔ اور انہوں نے یہ عہد کیا کہ وہ اس وقت تک اسی جگہ بیٹھے رہیں گے۔ جب تک وہ ابدی مسرت کے راز کو نہ پالیں گے یا موت ان کو اپنی آغوش میں نہ لے لے۔(۵۷)

بدھ روایت کے مطابق رات کے پہلے پہر گوتم نے اپنے مراقبہ کے دوران وہ علم حاصل کیا جو قدیم زمانہ میں اعلیٰ روحانیت کا خاصہ سمجھا جاتا تھا۔ یعنی انہیں اپنے پچھلے تمام جنموں کا علم کہ جن میں مختلف صورتوں میں وہ اس دنیا میں رہ چکے تھے حاصل ہو گیا۔ اس طرح اپنے مقصود کو پہنچ کر وہ گوتم سے گوتم بدھ ہو گئے۔(۵۸)

چنانچہ پہلے انہوں نے ان چیلوں ہی کو اپنی تعلیمات سے روشناس کیا اور زندگی اور موت کے حقائق انہیں سمجھائے۔ آخر وہ متاثر ہو کر ان کے دین میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد وہ دوسروں کی طرف متوجہ ہوئے' اور اپنی دعوت کو عام کیا۔ چند دنوں میں اور لوگ بھی ان کے معتقد ہو گئے۔

اس کے بعد گوتم بدھ نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ اور لوگ بہت تیزی سے بدھ مت کی طرف راغب ہوئے۔(۵۹)

اگرچہ سرزمین سندھ میں بدھ مت متولد نہیں ہوا تاہم بدھ مت اور گوتم کی تعلیمات جب اس خطے تک پہنچیں تو یہاں کے لوگوں نے بھی اس نئے مذہب کو خوش آمدید کہا اور جوق در جوق اس میں داخل ہوئے۔ گوتم کے آبائی علاقے کپل دستو سے بھی لوگ گوتم بدھ کے پاس پہنچے اور پیغام لائے کہ گوتم کے والد ان سے ملنے کے مستمنی ہیں۔ چنانچہ باپ سے ملاقات کے لئے وہ روانہ ہوئے اور اپنے اصول کے مطابق کپل دستو سے باہر ٹھہرے' صبح کے وقت جب بھیک مانگنے کے لئے شہر کے اندر داخل ہوئے تو باپ کو خبر ملی وہ بے تابانہ دوڑ کر بیٹے کے پاس آئے اور اپنے ساتھ محل لے گئے۔ وہاں عزیزوں اور رشتہ داروں نے ان کو گھیر لیا۔ مگر ان کی غم

زدہ بیوی یشو دھرا نزدیک آنے کی ہمت نہ کر سکی۔ آخر گوتم بدھ کو خود ہی خیال آیا' اور وہ اس سے ملنے کے لئے گئے وہ انہیں دیکھ کر قدموں میں گر پڑی۔

مگر پھر یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کا شوہر بدھ ہوگیا ہے قدرے ہٹ کر کھڑی ہوگئی اور رونے لگی' گوتم تھوڑی دیر تک اسے تسلی اور تشفی دیتے رہے۔ جب اسے قدرے سکون ہوا تو اس نے خواہش ظاہر کی کہ اسے بھی سنگھ میں شامل کرلیا جائے' تاکہ وہ بھی اپنے شوہر کی طرح راہبانہ زندگی بسر کرے۔ گوتم نے اس وقت تو اس درخواست کو منظور نہیں کیا' مگر کچھ دنوں کے بعد بیوی اور بیٹے دونوں کو سنگھ میں شامل کرلیا۔

تقریباً" دو سال بعد ان کے والد کی علالت کے بعد موت واقع ہوگئی۔ ان کا کریا کرم کرنے کے بعد وہ واپس آئے اور حسب سابق اپنے کام میں لگ گئے۔(۶۰)

بدھ مت کی تعلیم:

بدھ مت کی غایت یہ ہے کہ انسان اسی دنیاوی زندگی میں نروان حاصل کرے' نروان نفس کی اس حالت مطمئنہ کا نام ہے جس میں دنیاوی افکار و آلام کا دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہی وہ شے ہے جسے حاصل کرنے کے بعد انسان بدھ مت کی اصطلاح میں "ارھٹ" کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ یعنی اب وہ اخلاقی برائیوں کے جراثیم سے پاک ہے۔ اس کی ناپاکیاں دھل گئیں۔ اس نے اپنا کام پورا کرلیا۔ اپنا بوجھ تار لیا' بندجدا کرلئے اور آواگون (تناسخ) کے چکر سے نجات حاصل کرلی۔(۶۱)

بقول لی بان

ابتدائی بدھ مت محض ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاق تھا۔ لیکن بتدریج بدھ مذہب باضابطہ مذہب بن گیا اور اس میں بھی دیوتا اور رسوم و اعمال و عبادت و فلسفہ' شامل ہوگئے' اور برھمنی مذہب کی طرح بدھ مذہب میں بھی فرقے ہوگئے اور بدھ کی مورت بن گئی۔(۶۲)

بدھ مذہب کے چار اصولی حقائق

بدھ مذہب کے اصولی حقائق یہ ہیں۔

۱۔ دنیوی مصیبت ۲۔ دنیوی مصیبت کی جڑ

۳۔ دنیوی مصیبت کا معلوم ہو جانا' ۴۔ دنیوی مصیبت کو معلوم کرنے کا طریقہ(۶۳)

ان چار بنیادی حقائق پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ اصل میں گوتم بدھ کی تعلیم تقدیر انسانی ہر زوال یقین کا دوسرا نام ہے۔

چنانچہ سر رادھا کرشنن لکھتے ہیں۔

"شاید افلاس و غربت کو غیر معمولی حد تک بڑھانے چڑھانے کے راہبانہ تخیلات اپنی ذات کی قربانی کو نمایاں کرنے کا جذبہ اور ترک دنیا کی آسودگی نے گوتم بدھ کے دل و دماغ کو بالکل مسخر کرلیا تھا' اس فانی دنیا سے نکل بھاگنے کی آرزو کا لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دینا اور اس دنیا کی تاریکی کو اس حد تک بڑھا چڑھا کر بیان کرنا کہ چاہے ہم کتنا ہی مسرت اور خوشی کو پھیلانے۔(۶۴)

اور ہر قسم کی معاشرتی ناانصافی کو دبانے کی کوشش کریں۔ لیکن انسان کو اطمینان قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔(۶۵)

پنڈت جواہر لال نہرو نے لکھا ہے کہ!

"گیارھویں صدی عیسوی تک بدھ مذہب ایک فلسفہ تھا لیکن اس کو ایسا ہی ہونا چاہئے تھا' کیونکہ اصلی اور ابتدائی بدھ مت' مذہب سے زیادہ کیا فلسفہ نہیں تھا؟ تاریخ اور بدھ مت کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدھ کی تعلیم اخلاق زیادہ تر ان کے اقوال پر مبنی تھی۔

بدھ مت کے پیروکاروں کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ عام لوگ' ۲۔ راہب

ان کی نجات اس میں ہے کہ وہ نیک عمل کریں' پارسا لوگوں کو دان (خیرات) دیں۔ اپنے اسلاف کی پرستش کریں' ہر ماہ چار روزے رکھیں۔ تمام عمر اسلاف کی پیروی کا عہد کریں۔ کسی کی جان نہ لیں۔ کوئی ایسی چیز ہرگز نہ لیں جو عطا نہ ہو جھوٹ نہ بولیں۔ زنا نہ کریں' منشیات استعمال نہ کریں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ بدھ مذہب دراصل ایک اخلاقی ضابطہ اور فلسفہ تھا جو

زندگی سے غیر مطمئن اور ناکام آرزو لوگوں کے لئے بڑی دل کشی رکھتا تھا۔ اسی لئے رفتہ رفتہ اس نے ایک مذھب کی حیثیت حاصل کرلی۔(٦٧)

بدھ مت فی الحقیقت ماوراء الطبیعاتی اور اخلاقی رجحانات کا مجموعہ ہے۔ بدھ مت میں ہستی اعلیٰ کا تصور ہی مفقود ہے۔ اس لئے عبادت بھی اس میں معدوم ہے۔ جب ان کے ہاں کسی ایسی ہستی کا عقیدہ سرے سے موجود ہی نہیں۔ جس سے لولگائی جائے یا جس سے کامیابی کے لئے التجا کی جائے' بدھ مت کے مطابق دنیا کے کاروبار بندھے ٹکے قوانین کے تحت چل رہے ہیں۔ جن میں کوئی شخص تبدیلی نہیں کرسکتا اور اگر تمام انسان جمع ہوکر عبادت کریں اور گڑا گڑا کر دعائیں مانگیں' تو بھی قانون حیات میں ذرہ بھر تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوسکیں گے۔(٦٨)

اس لئے دیوتاؤں کی عبادت کرنا یا نہ کرنا اور ان کے آگے قربانی پیش کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہے۔

بودھ مت میں عبادت اور قربانی کے علاوہ توبہ اور کفارہ کے لئے بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس مذھب کی رو سے گناہ دو طرح ہی کے ہوسکتے ہیں۔

١۔ اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کرنا' ٢۔ گناہ جہالت یعنی حقائق سے ناواقفیت۔

ان دونوں قسم کے گناہوں کا ازالہ توبہ کے ذریعہ ممکن نہیں بلکہ افراد کی زندگی میں بنیادی تبدیلیوں کے ذریعہ ہی ان خرابیوں کو دور کیا جاسکتا ہے۔

گوتم بدھ کی تعلیمات میں بت پرستی کی خاص طور پر ممانعت ہے اور اس سے بھی زیادہ اہم ذات پات کی تفریق دور کرنا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کرنا چاہئے کہ وہ معاشرے میں کامل مساوات قائم کرنے کے خواہاں تھے۔ بلکہ تمام بنی نوع انسان کو مساوی درجہ دیئے جانے کے متمنی تھے۔(٦٩)

گوتم کا خیال ہے کہ انسانوں میں چھوٹے بڑے کی تفریق ہوتی ہے لوگ مختلف صلاحیتوں اور لیاقتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ لیکن ادنی اور اعلیٰ کے فرق کی بنیاد کسی خاص خاندان یا ذات میں پیدا ہونے کے باعث نہ ہونا چاہئے۔

یہ تمیز انسان کی گزشتہ زندگی کے اعمال کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر اس نے پچھلے جنم میں نیک کام کئے ہیں تو

وہ اس جنم سے اعلیٰ درجہ کا مستحق ہے۔ اور اگر پچھلی زندگیوں میں وہ بداعمالیوں کا شکار رہا ہے تو اسے ادنیٰ طبقے کا مستحق ہونا چاہئے۔

گوتم کا کہنا ہے کہ خلوص اور محبت کی زندگی بسر کر کے ہر کس و ناکس اعلیٰ ترین نجات یعنی مکتی حاصل کر سکتا ہے۔ ذات پات اس کی راہ میں حائل نہیں ہوتے اور نہ ہی اسے کسی قسم کی مدد پہنچاتے ہیں۔ بڑے سے بڑا آدمی دنیاوی دنیا ہی کے مصائب کے چنگل میں گرفتار نظر آتا ہے اور اس کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ کسی طرح اسے نجات ملے۔(۷۰)

گوتم نے "نروان" حاصل کرنے کا جو طریقہ بتایا ہے وہ آٹھ اصولوں پر مشتمل ہے اور جس کی چار منزلیں ہیں۔

۱۔ صحیح نظریہ	۲۔ صحیح مقصد
۳۔ صحیح الفاظ	۴۔ صحیح کردار
۵۔ صحیح ذریعہ معاش	۶۔ صحیح کوشش
۷۔ صحیح احتیاط	۸۔ صحیح فکر

ان اصولوں کو اس طور پر بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ نیک اعتقاد	۲۔ نیک نیت
۳۔ نیک قول	۴۔ نیک فعل
۵۔ نیک زندگی	۶۔ نیک کوشش
۷۔ نیک خیال	۸۔ نیک مراقبہ

گوتم کے شاگردوں نے جب "نیک زندگی" اور "صحیح ذریعہ معاش" کی تشریح چاہی تو انہوں نے ان کی رہنمائی کے لئے پانچ اصول بتائے ہیں۔

۱۔ اہنسا: یعنی کسی جاندار کو ہلاک نہ کرنا۔

۲۔ وہ چیز نہ لینا جو اسے نہ دی گئی ہو۔

۳۔ جھوٹ نہ بولنا۔

۴۔ نشہ آور چیز استعمال نہ کرنا۔

۵۔ پاک دامنی اختیار کرنا۔

گوتم کے راستہ کی چار منازل ہیں:

(۱) تبدیل مذھب

یعنی مذکورہ بالا اصولوں پر عمل کرنا، نیکوکاروں کی صحبت اختیار کرنا، بدھ شریعت پر کامل یقین رکھنا، اور اس پر غور و خوص کرنا۔

(۲) ضبط نفس

یعنی خواہشات اور جذبات کو قابو میں رکھنا اور انہیں ختم کرنے کی کوشش کرنا۔

(۳) بے نفس

یعنی اپنے لئے کسی خواہش اور دوسروں کے لئے برے جذبات کو ابھرنے نہ دینا، ہوس، نفرت، غضب اور اس طرح کے تمام جذبات و خواہشات سے پاک ہو جانا۔ نیز اپنی عدم خواہش کی بناء پر یہ یقین پیدا کرنا کہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آنا ہے۔

(۴) چارھت یا روشن ضمیری

یعنی اس مقام پر پہنچ جانا جہاں علم و بصیرت کی فراوانی ہو اور جہالت، غرور، خود بینی، مادی یا غیر مادی خواہشات کا گزر نہ ہو۔

اس منزل پر پہنچ جانے کے بعد "نروان" حاصل ہو جاتا ہے۔

گوتم بدھ نے اخلاقی اصولوں کے علاوہ عام اوامر و نواہی کی بھی تعلیم دی ہے۔ انہوں نے عقہ، شراب نوشی، ضد، فریب، حسد، کینہ، خودستائی، عیب جوئی، دروغ گوئی، اور بدگوئی کی مذمت کی ہے۔

اور ان کو بڑی برائیوں میں شمار کیا ہے۔

انہوں نے قہقہہ لگانے' بادشاہوں کی بے ہودہ کہانیاں بیان کرنے' رونے' اور تصنع سے لوگوں کو روکا ہے۔

ایک مقام پر انہوں نے دس اخلاقی قانون کی تعلیم دی ہے۔ جو دس سیلا کے نام سے موسوم ہیں۔

۱۔ جاندار کو ہلاک نہ کرو۔

۲۔ جھوٹ نہ بولو۔

۳۔ مدہوش بنانے والی چیزیں استعمال نہ کرو۔

۴۔ ناجائز جنسی تعلقات قائم نہ کرو۔

۵۔ رات کے وقت بہت زیادہ نہ کھاؤ۔

۶۔ چوری نہ کرو۔

۷۔ پھول نہ پہنو۔

۸۔ زمین پر چٹائی بچھا کر سوؤ

۹۔ ناچ گانا' موسیقی اور تمثیل نگاری سے اجتناب کرو۔

۱۰۔ چاندی اور سونے کے استعمال سے پرہیز کرو۔

بدھ مذ اپنی غیر معمولی خصوصیات اور برھمنی مت کی خامیوں سے پاک ہونے کی وجہ سے علاقہ کے طول و عرض میں پھیل گیا' پھر جس چیز نے اس مذہب کو عوام میں بہت مقبول بنا دیا وہ تبلیغ ہے۔ اس مذہب کا دروازہ اسلام اور عیسائیت کی طرح ہر کس و ناکس پر کھولا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین سو سال قبل مسیح میں یہ مذہب پورے شمالی ہند پر چھا گیا۔ مبلغوں کی آمد کی وجہ سے بدھ مت نے سندھ کے خطہ میں بھی تیزی سے افزائش کی اور یہ اس خطہ میں نہ صرف خوب اچھے طریقہ سے پھیلا بلکہ اپنے وقت دیگر علاقوں کی طرح سندھ کے خطہ کا بھی مقبول مذہب بن گیا۔

پھر اس مذہب کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ تھی کہ اُسے اشوک جیسا بادشاہ مل گیا۔ اشوک نے نہ صرف بدھ مت قبول کرلیا بلکہ اس کو سرکاری مذہب بھی قرار دے دیا اور اس کی اشاعت کی خاطر تمام ممکن تدابیر بھی

کیں۔

شاہی وقار اور دبدبہ کی وجہ سے بہت سے لوگ اس مذہب میں داخل ہوگئے' اشوک نے پتھروں اور ستونوں پر کتبے لکھوائے بدھ مت کی تعلیمات کو خوب عام کیا۔

بدھ مت کی تیز اشاعت کے باعث بہت سے برھمن اور راھب اس مذہب میں داخل ہوگئے۔

اشوک کے بعد کنشک نے اس مذھب کو اور بھی ترقی دی۔

بدھ مت کے عروج کے زمانہ میں برھمنوں نے بہت حد تک بدھ مت کی تعلیمت کو اپنایا۔ بعد میں بدھ مت اور ہندومت کے پیروکاروں میں بہت معرکہ آرائیاں بھی ہویں۔

بدھ مت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا شخص کماریلا بھٹ تھا۔ اس کے بعد آٹھویں صدی میں شنکوت آچاریہ نے نہایت منظم طریقہ پر اس مذہب کی مخالفت کی۔ اس مذھب کے ماننے والوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ اور لوگ جان بچانے کے لئے دوسرے علاقوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔

پھر گیارھویں صدی عیسوی تک یہ مذھب صرف سندھ کے مکمل خطہ تک ہی محدود ہو کر رہ گیا۔

کہا جاتا ہے کہ بدھ مت کے زوال کے اسباب میں ایک اور اہم سبب اس مذھب کا مصالحانہ رویہ تھا۔ برھمنوں نے اس کو ختم کردینے کے لئے ہر قسم کے جائز و ناجائز ہتھکنڈے استعمال کئے۔ لیکن بودھوں نے کبھی ان کا مقابلہ نہیں کیا۔(۷۲)

بدھ کا نظریہ حیات

بدھ کے خیال کے مطابق زندگی سراسر عذاب ہے۔ جس میں رنج و غم کے سوا کچھ بھی نہیں' چنانچہ اس کے نزدیک افضل ترین نیکی ترک دنیا اور بہترین زندگی رہبانیت کی زندگی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اچھا بدھی وہ ہے۔ جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے' اپنے ہاتھوں سے ان میں پیوند لگائے' جنگلوں میں بسیرا کرے۔ وہاں بھی کوئی جھونپڑا نہ بنائے۔ سونے سے اجتناب کرے۔ جب نیند بہت ستائے تو کسی درخت کے تنے سے ٹیک لگاکر آنکھ جھپکالے' بیشتر وقت فاقہ کرے' مادہ ازلی کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔

"زندگی عناصر کے مرکب کا نام ہے۔ جب یہ تحلیل یا منتشر ہوتے ہیں تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس کا

عقیدہ ہے کہ خواہش ایک پر اسرار کشش ہے۔ جن کی بدولت ایٹموں میں دوبارہ ملاپ پیدا ہوتا ہے اور زندگی کے نئے مرکبات ظہور میں آتے ہیں۔

بدھ کے غور و فکر اور تحقیق و تدقین کی نوعیت فلسفیانہ تھی۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر خواہش سے نجات حاصل کرلی جائے۔ تو ان عناصر کو زندگی کے نئے مرکب میں ڈالنے والی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔(۷۳)

جین مت:

اب ہم جس مذہب کی طرف آرہے ہیں وہ جین مذہب ہے۔

جس نے اسی سرزمین میں جنم لیا' اور جین مت کے نام سے معروف ہوا۔

یہ حقیقت ہے کہ خطہ سندوھند قدیم زمانے سے ہی مختلف مذہبی روایات اور مختلف النوع فکری رجحانات کا مسکن اور تجربہ گاہ رہا ہے۔

یہ حقیقت اس وقت اور نمایاں ہوکر سامنے نظر آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے اور بہت سے دوسرے خطوں میں جو مختلف اقوام کی مذہبیڑ اور تہذیبی اختلاط کی جولان گاہ ہے۔ مثلاً" وسط ایشیاء' ذیسوپوٹامیہ' مغربی ایشیاء' شمالی افریقہ اور یورپ کے ممالک' ان میں اس طور کی مذہبی جستجو اور تحقیق کبھی مستقل روایت نہ بن سکیں۔

اس مذہب کے بانی ایک شخص وردھمان نامی تھے۔ جن کے سال پیدائش کا تعین اب تک نہیں ہوسکا ہے۔ لیکن ۵۴۰ قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ وردھمان مہاویر جین کے نام سے مشہور تھے۔ مہاویر جین کے والد کا نام سدھارتھ اور والدہ کا نام ترشالا تھا۔ ان کی پیدائش مشرقی ہندوستان کے شہر ویشالی کی ایک نواحی بستی میں ہوئی۔ وہ ابتدا ہی سے مذہبی غور و فکر کی طرف مائل تھے۔ اور بڑے ہوکر انہوں نے سنیاس لینے کی خواہش بھی ظاہر کی۔ لیکن والدین کی مرضی نہ پاکر انہوں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ان کی شادی ایک باحیثیت گھرانے کی صاجزادی یشودھا سے ہوئی۔ جن سے ان کی ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ مہاویر جین تیس سال کے ہوئے تو ان کے والدین کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد اپنے بڑے بھائی نندی وردھن کی اجازت سے مہاویر نے سنیاس لے لیا۔ اور وہ گھربار چھوڑ کر ویراگی بن گئے' پہلے وہ سادھوؤں کی ایک جماعت نیرگرنتھ کے طریقے پر عمل کرتے

رہے۔(۷۴)

سنیاس کے دوران جین مت کے مطابق انہوں نے سخت قسم کی ریاضتوں کا سلسلہ شروع کیا' جس میں ترک دنیا کی انتہائی صورت اختیار کرنے کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو ستر پوشی سے بھی بے نیاز کرلیا۔ بارہ سال کی سخت ترین ریاضتوں کے بعد مہاویر جین نے جین مت کے مطابق معرفت کا اعلیٰ ترین مقام کیولیہ حاصل کرلیا۔(۷۵)

مہاویر جین کے زندگی کے ابتدائی حالات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مہاویر اور گوتم بدھ دونوں کے حالات آپس میں اس قدر مشابہت رکھتے ہیں کہ دونوں ایک شخصیت معلوم دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ غیر ھندی محققین عرصہ دراز تک یہی سمجھتے رہے کہ گوتم بدھ اور مہابیر جین ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔

بعد کی تحقیقات نے اس امر کو واضح کردیا کہ دونوں ایک نہ تھے' البتہ ان کو ہم عصر کہا جاسکتا ہے۔

مہاویر جین بچپن ہی سے شجاعت اور غیر معمولی بہادری کی وجہ سے معروف ہوگئے تھے' کہا جاتا ہے کہ وہ بچپن میں اپنے ہم عصر بچوں کے ساتھ شاہی باغ میں کھیل رہے تھے کہ ایک شاہی ہاتھی اصطبل سے بھاگ نکلا' اور سیدھا اس باغ جا پہنچا جہاں یہ بچے کھیل رہے تھے' یہ ہاتھی بری طرح چنگھاڑ رہا تھا۔ دوسرے بچے تو بھاگ نکلے' لیکن مہاویر جین اپنی جگہ سے نہیں ہلے' جب ہاتھی ان کے بالکل قریب آگیا اور اس نے حملہ کرنا چاہا تو مہاویر ہاتھی کی سونڈ پکڑ کر اس ہاتھی پر چڑھ گئے اور ہانک کر اسے اصطبل پہنچا دیا۔(۷۶)

اور وردھمان کی جگہ مہاویر (عظیم بھادر) اور جین (عارف) جیسے القاب سے یاد کئے جانے لگے' اور اپنی عمر کے بقیہ تیس سال انہوں نے جین مت کی رہنمائی۔ اصلاح اور اشاعت میں صرف کئے۔ اس دوران متعدد معتقدین کے' ان کے گیارہ خاص شاگرد بنے۔ جنہوں نے مہاویر جین کے بعد جین مت کی اشاعت اور ترقی کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔

جین مت کے بانی مہاویر جین نے گیان حاصل کرنے کے بعد (گوتم بدھ کی طرح) خطہ کے مختلف مقامات کا دورہ کیا اور مختلف خطوں اور علاقوں میں اپنے مذھب کی تبلیغ کی۔

دیگر خطوں کی طرح وہ سرزمین سندھ میں وارد ہوئے' اور یہاں کے بسنے والے لوگوں میں بھی اپنے مذہب کی تبلیغ کی' اور بہت سے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کیا۔

جین روایات کے مطابق چندر گپت موریا نے بھی ان کے مذہب کو قبول کر کے اپنے آخری عہد میں سلطنت سے اختیار کرلی تھی۔

چندر گپت کے علاوہ بمبار' اجات سترو' اور لکشوی راجہ کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مہاویر جین کی بڑی مدد کی' اور تبلیغ مذہب میں بھی سہولتیں پہنچائیں۔

اس طرح تقریباً" تیس سال تک اپنے مذہب کا پرچار کرنے کے بعد مہاویر جین نے بہتر سال کی عمر میں راج گڑھ کے قریب وفات پائی۔ ان کی موت مستقل فاقہ کشی سے واقع ہوی۔(۷۷)

بنیادی عقائد

۱۔ روح (جیو) ایک حقیقت ہے۔

۲۔ غیرذی روح (اجیو) بھی ایک حقیقت ہے۔ جس کی ایک قسم مادہ ہے۔

۳۔ روح میں مادہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔

۴۔ روح میں مادہ کی ملاوٹ کے نتیجے میں روح مادہ کی قیدی بن جاتی ہے۔

۵۔ روح میں مادہ کی ملاوٹ کو روکا جاسکتا ہے۔

۶۔ روح میں پہلے سے موجود مادہ کو زائل کیا جاسکتا ہے۔(۷۸)

۷۔ روح کی مادہ سے مکمل علیحدگی کے بعد موکش حاصل کیا جاسکتا ہے۔

یہ سات اصول جین مت کی دینیات کے وہ بنیادی موضوعات ہیں جن کی تشریح و تفصیل میں جین علماء نے فکر و خیال کی انتہائی قوتوں کو صرف کر ڈالا۔

مہاویر جین نے موکش حاصل کرنے کے چند اصول بتائے ہیں۔

یہ پانچ منہیات ہیں:۔

۱۔ کسی جاندار کو ہلاک نہ کرو۔ اور تکلیف نہ دو

۲۔ جھوٹ نہ بولو۔

۳۔ چوری نہ کرو۔

۴۔ جنسی تعلقات قائم نہ کرو۔

۵۔ مال نہ رکھو۔

اوامر یہ ہیں:۔

۱۔ پاک و صاف زندگی بسر کرو۔

۲۔ صحیح عقیدہ قائم رکھو۔

۳۔ صحیح علم حاصل کرو۔(۷۹)

وہ لوگوں کو بھوکا رہنے اور سخت ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہنے یعنی یوگ کے طریقہ پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

مہاویر جین کا خیال تھا کہ نجات حاصل کرنے کے لئے دنیا سے مکمل علیحدگی یہاں تک کہ برہنہ رہنا ضروری ہے۔ نیز فاقہ کشی کرتے کرتے مرجانا سب سے بہتر ہے۔ وہ "اہنسا" کے زبردست مبلغ تھے۔ ان کے نزدیک کسی ذی روح کو ہلاک کرنا یا تکلیف دینا سخت گناہ تھا۔

یہی وجہ ہے کہ اس مذہب کے ماننے والے جوں' مچھر' کھٹمل اور زہریلے کیڑوں کو بھی ہلاک نہیں کرتے۔ بلکہ اس پلنگ پر جس میں بہت کھٹمل ہوں کسی تندرست آدمی کو پیسے دے کر سلاتے ہیں تاکہ کھٹملوں کو غذا مل سکے۔ اور انہیں ثواب حاصل ہو۔ وہ غروب آفتاب سے پہلے کھانا کھالیتے ہیں تاکہ تاریکی میں کوئی کیڑا ان کے کھانے میں نہ آجائے اور یہ اس کی ہلاکت کا سبب نہ بنیں۔ اسی طرح شمع روشن کرنا بھی ان کے نزدیک مناسب نہیں کیونکہ یہ پروانوں کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے۔(۸۰)

یہ بھی ایک روایت ہے کہ جین مذہب ایک ابدی مذہب ہے' جو ہمیشہ سے چلا آرہا ہے اور اس کے پیروکار یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ:

چونکہ دنیا کی کوئی ابتداء یا انتہا نہیں ہے اس سے اس اعتبار سے جین مذہب بھی ہمیشہ سے ہے

اور ہمیشہ رہے گا۔ البتہ ہر دور میں مختلف وقفوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے چوبیس تیر تھنکو (مصلح) پیدا ہوتے ہیں۔ جو اپنے اپنے زمانہ میں جین مت کی اصلاح اور احیاء کا کام سرانجام دیتے ہیں۔(۸۱)

کہتے ہیں کہ اس بات کے قوی شواہد موجود ہیں کہ مہاویر جین خود جین مذہب کے بانی نہیں تھے۔ بلکہ اس سے پہلے سے ہی یہ روایت ھند کے خطہ میں چلی آرہی تھی۔ اور مہاویر جین کا خاندان جس سے کہ مہاویر جین کا تعلق تھا پہلے سے ہی جین مذہب کی پیروکار تھی۔ جہاں تک مہاویر جین کا تعلق ہے انہوں نے سنیاس لے کر جین مذہب کے مقصد اعلیٰ (کیولیہ) کو حاصل کیا۔ اور اپنے دور میں جین مذہب کے سربراہ بن گئے۔(۸۲)

اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں مہاویر جین نے جین مت میں دور رس اصلاحات کیں۔ اور اس کی اشاعت اور استحکام کے لئے اقدامات کئے۔

ان ہی اصلاحات اور اقدامات نیز آخری تیر تھنکو ہونے کی بناء پر جین روایت میں مہاویر جین کو وہ مقام حاصل ہے جس کی وجہ سے عام طور پر مہاویر جین کو ہی مذہب کا بانی سمجھ لیا جاتا ہے، مہاویر جین پہلے تیر تھنکوؤں میں سے صرف تئیسویں تیر تھنکو پر شوناتھ کے بارے میں آثار قدیمہ، ھند کی دوسری مذہبی روایات اور خود جین مت کی قدیمی کتب سے ایسے سراغ ملتے ہیں جو پرسوناتھ کے ایک تاریخی شخصیت ہونے کی نشاندھی کرتے ہیں۔

ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اپنے زمانے میں ہرشوناتھ جین مذہب کے سربراہ تھے اور خود مہاویر جین کے دور تک جین روایت ان ہی کے بتلائے ہوئے طریقوں پر گامزن تھی۔(۸۳)

خطہ ھند کے دیگر مذاہب کی طرح جین مت بھی کرم اور آواگون کے عقیدے کو اور اس کے نتیجہ میں روح کی دنیا کے اندر مختلف جنموں کی صورت میں چکر لگاتے رہنے کو تسلیم کرتا ہے۔

جین مت میں بھی اس سلسلہ کی ابتداء بغیر موکش حاصل کئے ہوئے اس سلسلہ کے کسی اختتام کا تصور نہیں کیا جاسکتا، البتہ ان مذاہب میں جین مت اس لحاظ سے منفرد ہے کہ جب کہ اور روایتوں میں کرم کسی بھی نوع

کے عمل کا نام ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسی دنیا میں پیش آنے والی آئندہ زندگی کی کیفیت متعین ہوتی ہے۔ جین مت میں کرم مادہ کی ایک لطیف اور غیر محسوس شکل کا نام ہے۔ جین عقیدے کے مطابق ذہنی اور جسمانی کسی بھی عمل کے نتیجہ میں روح میں ایسی مخصوص کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ کرم کا لطیف مادہ جو فضا میں ہر طرف موجود ہے۔ روح کے اندر آتا ہے۔ اور روح کی پاکیزگی کو کثیف کر دیتا ہے۔ مختلف اعمال کے نتیجہ میں جو عملیاتی مادہ مستقل روح میں داخل ہوتا رہتا ہے وہ رفتہ رفتہ روح کے چاروں طرف کثافت کا ایک خول چڑھا دیتا ہے جس کے اندر روح کی اپنی طبعی پاکیزگی اور نورانی صفات چھپ جاتی ہیں۔ اس طرح روح مادہ کی قیدی بن جاتی ہے۔ چونکہ مادہ کثیف ہوتا ہے اور وزن رکھتا ہے اس لئے مادہ اپنے وزن سے ارواح کو مستقل اس عالم رنگ و بو میں کھینچے رکھتا ہے۔ اگر مادہ کا یہ وزن ارواح کو نیچے کی طرف نہ کھینچے تو ارواح اپنی لطافت کی وجہ سے سیدھی اوپر چلی جائیں۔ اور آسمان کی سطح پر جا کر ٹک جائیں' جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ اپنے شعور اور نورانیت کی برکتوں سے لطف اندوز ہوتی رہیں۔

مرنے کے بعد بھی ارواح کے آسمان کی طرف نہ جا کر اسی دنیا میں پیدا ہونے کا سبب بھی یہی مادہ کا خول ہے جو ارواح کو اپنے وزن سے اسی دنیا میں کسی اور شکل میں ٹکے رہنے پر مجبور کرتا ہے۔ جین مت کی اصلاح میں روح کے اندر عملیاتی مادہ کے داخل ہونے کے عمل کو اسرو اور روح کی مادہ کے خول میں گرفتاری کو بندھ کہا جاتا ہے۔(۸۴)

جین عقیدے کے مطابق کسی بھی عمل کے ذریعہ روح میں جو ایسی مخصوص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے عملیاتی مادہ روح میں جگہ پالیتا ہے تو اس کا حقیقی سبب وہ خواہشات ہیں جو مختلف اعمال کے لئے محرک ثابت ہوتی ہیں۔ یعنی اگر کوئی عمل ایسا ہو جو کسی خواہش کے نتیجہ میں نہ ہو تو پھر وہ عمل روح میں ایسی کیفیت پیدا نہ کر پائے گا جس سے عملیاتی مادہ اس میں رہ پاسکے۔

اگرچہ جین مت کی تجویز کردہ اخلاقیات کے ذریعہ عمل کے لازمی نتیجہ یعنی عملیاتی مادہ کی روح میں آمد کو روکا جاسکتا ہے لیکن روح کی مادہ سے آزادی کیلئے یہ ضروری ہوگا کہ پہلے سے روح میں موجود اور روح کے چاروں طرف غلاف کی طرح چڑھے ہوئے مادہ کو ختم کیا جائے تاکہ روح مادہ کے اثر سے مکمل طور پر آزاد ہوسکے۔

اخلاقی تعلیمات :

جین مت میں چونکہ بدھ مت کی طرح نجات کا دارومدار کسی غیبی طاقت کے فیصلے یا دیوتاؤں کی مرضی کے برخلاف' سرتاسر انسان کی ذاتی سعی و کوشش پر مبنی ہے۔ اس لئے روح کو مادہ کے چنگل سے آزاد کرانے کے لئے اس مذہب میں بہت تفصیلی لائحہ عمل تیار کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف نوعیت کے قوانین' اصولوں' اور ضابطوں کی متعدد فہرستیں ہیں۔ جو جین مت کے مطابق ہر نجات کے خواہش مند کے لئے لازمی ہیں۔ یہ قوانین فرد کی پوری زندگی کو ایک بہت سخت ڈسپلن کا تابع بنا کر چھوڑتے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں جین مت میں یہ فرق مہاویر جین کے زمانہ ہی سے چلا آ رہا ہے۔ چونکہ تمام لوگ خواہشات کی نفی کے اعلیٰ ترین معیار کے لئے فوراً" تیار نہیں ہوسکتے۔ اس لئے لوگوں کو اس میں آزادی دی گئی ہے کہ وہ مکمل ترک دنیا نہ کرتے ہوئے گھر بار والی سماجی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔ اس صورت میں ان کو جین مت کے اخلاقی قوانین و ضوابط کو ایک ہلکی (انوورتا) شکل میں ماننا کافی ہوگا۔ جو ان کو اعلیٰ ترین اخلاقی معیار کے لئے تیار کر دے گا۔ ایسے گرہست اور سماجی زندگی گزارنے والے جینیوں کے لئے شروک (مردوں کے لئے اور شروکا (عورتوں کے لئے) کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ البتہ جو لوگ جین مت کی اخلاقی تعلیمات کو مثالی (مہاورتا) صورت میں اپنانا چاہتے ہوں۔ ان کو مکمل سنیاس لینا ہوگا۔

یہ لوگ سادھو (مردوں کے لئے) اور سادھوی (عورتوں کے لئے) کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ انہی تعلیمات کو جو گرہست لوگوں کے لئے ہیں اور زیادہ سخت شکل میں ہیں ان کو نہایت باریک بینی سے عمل میں لاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی ایسے قوانین پر بھی عمل پیرا ہوتے ہیں جو صرف سادھوؤں کے لئے ہی مخصوص ہیں۔

نجات حاصل کرنے کے لئے اس لائحہ عمل کو جین مت میں سب سے پہلے تین بڑے حصوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ جو جین مت میں تری رتن (جواہر ثلاثہ) کہلاتے ہیں۔

جین مت کے تری رتن یہ ہیں۔

(۱) سمیک درشن (صحیح عقیدہ)

(۲) سمیک گیان (صحیح علم)

(۳) سمیک چرتر (صحیح عمل)

سمیک درشن:

یعنی صحیح عقیدہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جین مت کے نزدیک صحیح عقیدہ میں تیر تھنکوں کے حقیقی مذہبی رہنما ہونے پر یقین۔ جین کی مقدس کتب کی تقدیس اور جین مت کے اولیاء پر ایمان لانا اولین شرط ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ صحیح عقیدہ میں جین مت کے تسلیم کردہ سات حقائق پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔

سمیک گیان:

جین مت کے نزدیک اشیاء کے ان کی حقیقی ماہیت میں جیسا کہ وہ ہیں جاننے کو کہتے ہیں۔ جین مت کے نزدیک یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہر طرح کا باطل علم زائل نہ ہو جائے۔ صحیح علم کی پانچ اقسام جین مت میں مستند مانی گئی ہیں۔

(ا) متی گیان (حواس و عقل پر مبنی علم)، (ب) شرت گیان (مقدس کتابوں پر مبنی علم، (ج) اورحی گیان (غیب دانی سے حاصل کردہ علم)، (د) مَن پریا گیان (دوسروں کے خیالات اور احساسات کا علم، (ہ) کیویلیہ گیان (علم کامل جو زمان و مکان کی قید سے آزاد ہے۔(۸۶)

سمیک چرتر:

جین مت کی تعلیمات کا وہ حصہ ہے جو براہ راست روح کو مادے کی قید سے آزاد کرانے اور موکش (نجات) کے حصول کا ذمہ دار ہے۔ اگرچہ صحیح عمل کی افادیت بلکہ صحیح عمل کا صادر ہونا ہی جین مت کے نزدیک اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب کہ صحیح علم اور اس سے پہلے صحیح عقیدہ موجود ہو۔

جین مت کے پانچ بنیادی عہد

جین مت کے بنیادی عہد کا تذکرہ پچھلے صفحات میں آ چکا ہے۔ ان کے علاوہ جین مت کے سات مزید فروعی عہد بھی ہیں۔ جو کہ جین مت کے تصور میں ان کو بنیادی عہد پر عامل رہنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔(۸۷)

فروعی عہد یہ ہیں

۱۔ رگ ورت :

یہ عہد کرنا کہ زندگی بھر کسی سمت میں بھی مخصوص فضائی مقامات سے آگے نہیں بڑھیں گے۔

۲۔ دیش ورت :

علاقائی اعتبار سے بھی مخصوص مقامات کے اندر رہنے کا عہد کرنا۔

۳۔ انرتھ ڈنڈ ورت :

زندگی بھر بے مقصد برائیوں سے پرہیز کا عہد کرنا۔

۴۔ ساما ئکا :

روزانہ کچھ دیر کے لئے مراقبہ کرنے کا عہد کرنا۔

۵۔ پروشاد ھوپاوسا :

عمر بھر مہینہ کے چار مخصوص دنوں میں روزہ رکھنے کا عہد کرنا۔

۶۔ اپابھوگ، پری بھوگ، پری مان :

کھانے پینے اور استعمال کی اشیاء سے لطف اندوز ہونے کے لئے ایک حد قائم کرنا۔

۷۔ اتی تھی سموبھاگ :

سادھوؤں یا نیک لوگوں کو کھانا کھلائے بغیر خود نہ کھانے کا عہد کرنا۔(۸۸)

سادھوؤں کے لئے چھ قسم کی جسمانی ریاضتیں ہیں۔

۱۔ مختلف اوقات میں روزے رکھنا۔

۲۔ جب کھانا تو بھوک سے کم کھانا۔

۳۔ خوراک کے سلسلہ میں اپنے اوپر مختلف طرح کی پابندیاں عائد کرلینا۔ مثلاً فلاں شرط پوری ہو جائے جب ہی کھانا کھاؤں گا۔

۴۔ چھ پسندیدہ اشیاء یعنی گھی، دودھ، دہی، شکر، نمک، تیل میں سے درجہ بدرجہ ایک یا ایک سے زائد کو ترک کرتے رہنا۔

۵۔ تنہا مقام پر جہاں کوئی ذی روح موجود نہ ہو بیٹھنا اور سونا۔

۶۔ جسم کو اس وقت تک تکلیف دینا جب تک کہ حواس مختل نہ ہونے لگیں۔

چھ باطنی ریاضتیں یہ ہیں۔

۱۔ مختلف نوع کے کفارے۔

۲۔ جین مت کی مقدس ہستیوں کے لئے جذبہ عقیدت اور محبت کی پرورش۔

۳۔ جین ولیوں اور بزرگوں کی خدمت۔

۴۔ مقدس کتابوں کا مطالعہ۔

۵۔ جسم اور اس کے متعلقات سے بے نیازی پیدا کرنا۔

۶۔ مراقبہ میں مکمل یکسوئی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنا۔(۸۹)

جین مت میں فرقہ بندی

جین مت کا تعارفی خاکہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک اس میں جین مت کے دو بڑے فرقوں دگامبر اور سویتا مبر کا تعارف نہ کرایا جائے۔ درحقیقت دونوں فرقوں کے اعتقادات کے مطابق جین مت کے ماننے والوں کی یہ تفریق پہلی صدی عیسوی کے آخری حصے سے متعلق ہے۔ البتہ اس فرقہ بندی کی توجیہ اور اس کی ابتداء سے متعلق روایات میں سویتامبر اور دگامبر فرقوں میں باہم اختلاف ہے۔ سویتا مبر فرقے کے مطابق اس کی ابتداء شو بھرتی نامی ایک سادھو سے ہوئی۔(۹۰) جس نے ایک معمولی بات سے ناراض ہوکر بالکل ننگے رہنے کی بدعت شروع کی اور اس طرح ننگے رہنے والے دگامبر (دگ فضا) یعنی فضا کا لباس پہننے والے سادھوؤں

کی جماعت قائم ہوئی۔

جنھوں نے اپنے کو سویتامبر یعنی سفید رنگ کا لباس پہننے والے سادھوؤں کی جماعت سے الگ کرلیا' اور دونوں جماعتیں الگ الگ فرقہ بن گئیں۔ اس کے برخلاف دگامبر فرقے کا کہنا ہے کہ جین مت میں شروع ہی سے سادھوؤں کے ننگے رہنے کا اصول تھا۔ جیسا کہ خود مہاویر جین کی زندگی سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی رہبانیت کے ابتدائی حصے میں ہی لباس کی قید سے آزادی حاصل کرلی تھی۔ البتہ جب چوتھی صدی قبل مسیح کے اواخر میں شمالی ھند میں قحط سالی کے باعث اس وقت کے جین رہنما بھدرا بہو کی زیر نگرانی بارہ ہزار سادھو جنوبی ھند کی طرف ھجوت کرگئے۔ تو جو جیتی سادھو شمالی ھند میں رہ گئے انہوں نے بہت سی بدعات اختیار کرلیں۔ جن میں سب سے مختلف فیہ سادھوؤں کا لباس پہننا تھا۔ جب بھدرابہو واپس آئے تو انہوں نے یہاں کے سادھوؤں کی ان بدعات پر اعتراض کیا۔ جس پر ان سے غیر مطمئن سادھوؤں نے اپنی ایک الگ جماعت کی تشکیل کرلی۔ جو اردا پھلکا کہلائی۔ اس ارادا پھلکا جماعت نے بعد میں سویتامبر فرقے کی شکل اختیار کرلی۔

محققین کی رائے میں دونوں فرقوں کے اختلافات جینیوں کی دو الگ الگ جماعتوں کے عرصہ دراز تک ایک دوسرے سے دور اور غیر متعلق رہتے ہوئے پیدا ہوئے۔

دگامبر اور سویتامبر فرقوں کی تقسیم کے باوجود انتہائی قدیم اور بہت واضح ہونے کے یہ حقیقت ہے کہ عقائد اور تعلیمات کے لحاظ سے دونوں فرقوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ سب سے واضح فرق جو دونوں فرقوں کے درمیان ہے وہ یہی ہے کہ دگامبر سادھو کوئی لباس نہیں پہنتے اور سویتامبر سادھو سفید رنگ کا لباس پہنتے ہیں۔

اس کے علاوہ دونوں فرقوں میں جو اختلافات ہیں ان میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہیں۔

دگامبر فرقے والوں عورتوں کو سادھو بننے کی اجازت نہیں دیتے' نیز یہ بھی مانتے ہیں کہ عورتیں آئندہ مرد کی شکل میں جنم لے کر ہی موکش حاصل کرسکیں گی۔

دگامبر فرقے والے جین مت کی مقدس کتابوں کو بھی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے مذھب کی تمام اصلی کتابیں مہاویر جین کے چند صدیوں بعد ہی ضائع ہو گئی تھیں۔

برخلاف سویتامبر فرقے والوں کے دگامبر فرقے والے یہ تصور بھی رکھتے ہیں کہ موکش حاصل ہونے کے

بعد انسان غذا کی طرف سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور وہ بغیر کھائے ہوئے ہی زندہ رہتا ہے۔ اسی طرح مہاویر جین کی زندگی کے حالات کے سلسلے میں بھی دونوں فرقوں میں باہم اختلاف ہے۔ جس میں اہم چیز یہ ہے کہ دگامبریوں کے مطابق مہاویر جین نے کبھی شادی نہیں کی' اور اوائل عمر ہی میں سنیاس لے کر ریاضت میں لگ گئے تھے۔ جبکہ سویتامبری یہ مانتے ہیں کہ مہاویر جین کی شادی بھی ہوئی اور ایک بچی بھی ان کے ہاں پیدا ہوئی۔ نیز وہ اپنے والدین کی ناراضگی کے خوف سے ان کے انتقال تک سنیاس نہیں لے سکے۔ بلکہ والدین کے انتقال کے بعد بڑے بھائی کی اجازت حاصل کرکے سادھو بنے۔

اس کے علاوہ دونوں فرقوں میں خصوصاً" دونوں فرقوں کے گرہست لوگوں کی مذہبی رسومات اور رواجوں میں بھی کچھ فرق ہے۔

جین مت کے سادھو خطہ ہند سے نکل کر دیگر علاقوں کی طرح سندھ میں بھی آئے اور اکثر سادھو یہیں کے ہو رہے۔ اس طرح انہوں نے یہاں کے لوگوں میں بھی اپنا اثر و نفوذ کیا۔ جس کے باعث جین مت سندھ کے علاقوں میں بھی پھلا اور پھولا۔ اس طرح جین مت کو سندھ کے علاقے کا قدیم مذہب کہا جاتا ہے۔

زرتشتیت:

زرتشتیت' ہندومت' جین مت' بدھ مت کی طرح نہیں کہ جس نے ہند کے خطہ میں جنم لیا ہو۔ بلکہ زرتشتیت کی جنم بھومی سرزمین ایران ہے۔

لیکن جس طرح بدھ مت اور جین مت کی تبلیغ ایران میں بھی ہوئی' لیکن یہ مذاہب ایران بہت زیادہ مقبول حاصل نہ کرسکے۔ مگر انہوں نے تھوڑے بہت اثرات ضرور چھوڑے اسی طرح زرتشتیت کے اثرات سرزمین سندھ میں آئے۔ لیکن زرتشتیت سندھ میں خاطرخواہ اپنا اثر و نفوذ نہ کرسکا۔

چونکہ زرتشتیت یعنی زرتشی مذہب بہرحال کم پیروکاروں کی شکل میں بھی سندھ میں موجود ضرور تھا۔ لہٰذا اس کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

دنیا کے بڑے مذاہب میں زرتشتیت کئی لحاظ سے منفرد ہے۔ قدیم ایران کے ایک مصلح زرتشت کے روحانی

تجربات پر قائم' زرتشتیت ایسا مذہب ہے جس کا تاریخی تسلسل جگہ جگہ سے منقطع ہے اور جو اپنے ابتدائی دور سے ہی اپنے پیغمبر کی تعلیمات سے انحراف کا مرتکب قرار دیا جاسکتا ہے۔ زرتشتیت کی کشتی اگرچہ قدیم دور میں بھی حوادث کا شکار ہوتی رہی۔ لیکن عربوں کی فتح ایران اور وہاں مذہب اسلام کی اشاعت کے بعد تو یوں کہنا مناسب ہوگا کہ گویا زرتشتیت کی کشتی غرقاب ہوگئی۔

اس مذہب کی مقدس کتاب اوستا' جو زرتشتیت کے جدید مطالعہ کا سب سے بڑا ماخذ ہے' زمانے کی دست و برد سے محفوظ نہ رہ سکی اور کہا جاتا ہے کہ اس کا صرف چوتھائی حصہ موجود ہے' زرتشتی مذہب کی عجیب و غریب صورت حال کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اوستا کا جو تقلیل حصہ زرتشت کا اپنا کلام کہا جاسکتا ہے اور جو گاتھا کے نام سے موسوم ہے۔ وہ خود اوستا کے بعد کے حصوں کے مصنفین کی سمجھ سے بالا تر تھا۔ وہ اس قدیم زبان کے علم سے جس میں کہ ان کے پیغمبر نے خطاب کیا تھا بالکل ناواقف نظر آتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اپنے دور عروج میں بااثر مذہبی تحریک ہونے کے لحاظ سے آس پاس کے علاقوں میں مذاہب اور مکاتیب فکر پر اس کے اثرات محسوس کئے گئے۔(۹۲)

قدیم ایران کے جس مذہبی ماحول میں زرتشت نے آنکھیں کھولیں اور آگے چل کر جن مذہبی تصورات کے خلاف انہوں نے اعلان جہاد کیا ان سے قبل ہم اس پس منظر کا جائزہ لیتے ہیں۔

یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ۱۵۰۰ قبل مسیح کے لگ بھگ جو آریہ قوم وسط ایشیا سے ھند و سندھ میں داخل ہوکر یہاں بسنا شروع ہوی اسی کی ایک شاخ اس سے کچھ پہلے ایران میں آکر آباد ہوگئی' ایران میں بھی آریوں کی یہ آبادکاری درجہ بدرجہ پہلے سے آباد مقامی لوگوں کے ساتھ جدوجہد کرتے ہوئے گزری اور یہ عمل ایک طویل عرصہ پر محیط رہا۔

قدیم ایرانی سماج کی کم و بیش وہی شکل تھی قدیم کے سماج کی تھی۔

زرتشت کے جو حالات اوستا سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دائرہ عمل اور ان کی مذہبی تحریک کی نشو و نما خراسان اور شمالی افغانستان کے علاقوں میں ہوئی جہاں ان کو ایک مقامی سردار کی حمایت حاصل ہوگئی تھی۔

زرتشتی روایات میں زرتشت کو اسپتامامی ایک معزز خاندان کا فرد بتایا جاتا ہے۔ ان کے والد کا نام پورو شاسپ تھا اور والدہ کا نام دیودھا تھا۔ تمام مذہبی رہنماؤں کی طرح زرتشت کی ولادت، بچپن سے متعلق بہت سے معجزات اور کرامات زرتشتی روایات میں منقول ہیں۔ ان تفصیلات سے قطع نظر بعض ماخذ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ زرتشت کا تعلق اپنے علاقے کی مذہبی رہنماؤں کی جماعت سے تھا اور خود زرتشت نے بھی پروہت بننے کی تربیت حاصل کی تھی۔ وہ اوائل عمر ہی سے غور و فکر کے شائق اور حقائق کے متلاشی تھے۔

روایت ہے کہ تقریباً" پندرہ سال کی عمر میں انہوں نے صحرا کے اندر خلوت نشینی حاصل کرلی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک پہاڑ پر تنہائی میں انہوں نے ایک مدت دراز تک قیام کیا۔ زرتشت نے ایک طویل زمانہ حقیقت اعلیٰ کی جستجو اور اس سے وصال حاصل کرنے کی تمنا میں گزرا۔

حقیقت اعلیٰ کی جستجو میں ان کی وابستگی اور جوش و جذبہ کا اندازہ ان کے اس کلام سے بھی ہوتا ہے جو اوستا میں محفوظ ہے۔ مثال کے طور پر چوالیسویں یاسنا جس کا بیشتر حصہ زرتشت کی بیتابانہ جستجو کا مظہر ہے کچھ اس طرح بیانات پر مشتمل ہے۔

خداوندا! میرا تجھ سے یہ سوال ہے مجھے سچ سچ بتا دے وہ ذات قدیم کون ہے جو پیدائش کے ذریعہ کی خالق ہے۔ وہ کون ہے جس نے سورج اور ستاروں کے راستے مقرر کئے ہیں' تیرے سوا وہ کون ہو سکتا ہے جو چاند کو گھٹانے اور بڑھانے کا ذمہ دار ہے۔ یہ مجھے معلوم کرنا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں بھی۔

خداوندا! میرا تجھ سے یہ سوال ہے مجھے سچ سچ بتا دے کس نے زمین کو نیچے بچھا دیا ہے اور آسمان کو اوپر معلق کیا ہے کہ وہ نیچے گرتا بھی نہیں اور کس نے پانی کے ذخائر اور نباتات کو موزوں کیا ہے' کس نے ہوا اور بادلوں کو صبا رفتار گھوڑوں پر سوار کر دیا ہے۔

اور لوگ اے حکیم مطلق! نیک خیال کا خالق ہے۔

خداوندا! میرا تجھ سے یہ سوال ہے مجھے سچ سچ بتا دے کون صناع اعظم ہے۔ جس نے تاریکی اور نور کو بنایا ہے۔ اور جاگنا اور سونا کس صانع کی تخلیق ہیں اور کس نے صبح' دوپہر اور شام بنائی ہے' کہ عقل مند آدمی اپنے کام کا دھیان رکھے۔

خداوندا! میرا تجھ سے یہ سوال ہے مجھے سچ سچ بتا دے کس نے صحیح فکر کو جنم دیا ہے۔ کس نے بیٹے کو باپ کی فرماں برداری کا سبق سکھایا ہے۔

تیری ان نشانیوں سے تجھے پہچانتے ہوئے اور یہ جانتے ہوئے کہ اپنی روح کے ذریعہ تو ہی تمام اشیاء کا خالق ہے۔ میں تیری تائید اور نصرت کے لئے تیار ہوں۔(۹۵)

اپنے ہم وطنوں سے مایوس ہوکر اور ان کی مخالفت سے تنگ آکر زرتشت نے مشرقی ایران کا رخ کیا' جو اس زمانے میں خراسمیا کہلاتا تھا اور جس میں موجودہ خراسان اور شمالی افغانستان کے علاقے شامل تھے۔ یہاں پر ایک ریاست کے حکمران دشتاسپ نے جس کا پایہ تخت بلخ تھا۔ زرتشت کی تعلیمات میں دل چسپی ظاہر کی اور زرتشت کی کوششوں سے دسناسپ نے اور اس کے بیشتر امراء نے زرتشتی مذہب قبول کرلیا۔

مختلف امراء کی مخالفتوں کے باوجود اور شاہ وشتاسب کی سرپرستی اور حمایت حاصل ہو جانے کے بعد زرتشت کا کام نسبتاً" آسان ہوگیا تھا اور ان کے لب و لہجہ میں زیادہ خود اعتمادی اور جدوجہد میں زیادہ مضبوط رویہ پیدا ہوگیا۔(۹۶)

بلخ میں اپنا مرکز قائم کرکے اپنی عمر کے بقیہ سال زرتشت نے اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں صرف کئے اور اس دوران ان کو باوجود مخالفین اور باطل پرست حکمرانوں اور مذہبی رہنماؤں کے ساتھ طویل جدوجہد کے خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی' ایران کے ایک بڑے حصے اور خاص طور سے مشرقی ایران میں ان کے ماننے والوں کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوگئی۔

ایران کے علاوہ زرتشتیت افغانسات کے بعض دیگر حصوں میں بھی پھیلا' اور اسی طرح سندھ و ھند کے بعض علاقوں میں اس کے ماننے والے نظر آنے لگے۔ اسی طرح ستتر سال کی عمر میں بعض روایتوں کے مطابق ایک مخالف حملہ آور فوج سے جنگ کے دوران اپنے عبادت خانے کی حفاظت کرتے ہوئے زرتشت کو شہادت حاصل ہوئی۔(۹۷)

دو ان کا مذہب اپنے پاؤں پر کھڑا ہوچکا تھا۔ اور آنے والی صدیوں میں ایرانی سلطنت کا مقبول ترین مذہب بننے والا تھا۔(۹۷)

زرتشتی تعلیمات

گاتھاؤں کے مطالعہ سے زرتشت کی جو تعلیمات سامنے آتی ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں اور مرکزی اہمیت کی حامل ایک خدائے واحد اہورامزد کا تصور اور صرف اسی کے معبود حقیقی ہونے پر اصرار ہے۔ اگرچہ ایران کے قدیم مذہب میں بھی اہورا' ماشورا' فوق الفطرت ھستیوں کی ایک نوع تھی جن کی پرستش قدیم آریائی مذہب کا حصہ بن چکی تھی' لیکن زرتشت کی اپنی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے ان متعدد اہوراؤں میں سے جن کو ایرانی پہلے سے مانتے چلے آ رہے تھے' اہورامزد (معبود حکیم) کے ہیں معبود حقیقی اور خدائے واحد ہونے کا اعلان کیا اور اس کی ایسی صفات اور خصوصیات پیش کیں جن سے صرف اسی ایک ہستی کے مالک دوجہاں اور بندگی کے لائق ہونے کا تصور بالکل بالکل واضح ہوگیا۔

گاتھاؤں میں ایک جگہ زرتشت کہتے ہیں۔

"میں اس کامیان کرتا ہوں جو تمام چیزوں سے بلند و بالا ہے اور نظم کائنات کے ذریعہ اسی کی حمد کرتا ہوں۔ وہی ہے جس کی رحمت کے سہارے تمام مخلوقات اپنی زندگی گزار رہی ہیں۔

اے اہورامزد روح القدس کے واسطے سے ہماری طرف متوجہ ہو تیری حکمت ہی نے ہمیں حمد کرنا سکھایا۔ اب تو ہی ہمیں ھدایت کا راستہ دکھا۔(۹۸)

گاتھاؤں میں ایک جگہ کہتے ہیں۔

"ابتداء سے ہی جب سے مجھے تری معرفت حاصل ہوئی اے مزدا! مجھے یقین کامل حاصل ہوگیا کہ تو ہی کائنات میں فاعل مطلق ہے تو ہی نیک خیالات کا مالک اور نظم کائنات کا خالق ہے تو ہی انسانوں کے افعال کا نگران ہے۔

گاتھاؤں میں مذکور سات متبرک شخصیات اہورامزد کے ساتھ ساتھ زرتشت کی عقیدت اور محبت میں حصہدار معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ اسپنتامینیو (روح القدس)

۲۔ وھومنہ (نیک خیال)

۳۔ خشترا ویریہ (مکمل اختیار، وسلطان الٰہی)

۴۔ آشا وھشتا (راستی، نظم کائنات)

۵۔ آرامیتی (عقیدت اور اخلاص)

۶۔ ہوویتات (درجہ کمال اور بے عیبی)

۷۔ امیرتیات (بقائے دوام)(۹۹)

خیر اور شر کی طاقتوں کا الگ الگ وجود اور ان کی باہمی کش مکش کا تصور زرتشت کی ذاتی بصیرت کی دین تھی۔ یا اس میں بھی ان کے ماحول اور قدیم ایرانی مذہبی ت صورات کا بھی کچھ حصہ تھا۔ اس کا فیصلہ سردست موجود تاریخی ماخذوں کی روشنی میں مشکل معلوم ہوتا ہے۔ زرتشت کے مذہبی نظام میں اخلاقیات کی اہمیت اور زندگی میں ہر قدم پر خیر کو پسند کرتے ہوئے شر کے رد کرنے پر اصرار سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اخلاقی زندگی کی یہ مذہبی اہمیت ان تمام مذہبی روایات کی خصوصیت ہے جن میں حقیقت اعلیٰ کے تجزیی تصور پر زور دیا گیا ہے۔(۱۰۰)

زرتشت کی تعلیمات کا ایک اور اہم پہلو جس نے بعض دانشوروں کے خیال میں دوسرے مذاہب کو گہرے طور پر متاثر کیا ہے، انسان کے مرنے کے بعد کی زندگی اور آخرت کے متعلق تصورات ہیں۔ اس سلسلہ میں زرتشت نے اپنی تعلیمات کو بہت واضح طور پر پیش کیا ہے۔ کہ مرنے کے ساتھ انسانی زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کی روح کو ایک پل (چنوٹ) پر سے گزرنا ہوتا ہے، جہاں اس کا امتحان ہو جاتا ہے۔ نیک انسان کی روح بہ آسانی اس پل پر سے گزر جاتی ہے۔ اور دوسرے کنارے پر اہورامزد کے زیر سایہ جنت میں اپنا ٹھکانہ بنالیتی ہے۔ جب کہ برے انسان کی روح جس نے دنیا میں بہت سے گناہ کئے ہیں۔ اپنے ضمیر کی خلش اور پل کی مشکلات کے باعث سخت اذیتوں کا سامنا کرتی ہے اور بلاخر ان مصائب کے ساتھ پل سے گزر کر دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بناتی ہے۔ مرنے کے فوراً" بعد انفرادی طور پر ہر انسان کو اس کے اچھے یا برے اعمال کے مطابق اس طرح اس کا بدلہ مل جانے کے علاوہ زرتشت نے ایک مقررہ وقت پر دنیا کا خاتمہ تمام مردوں کا زندہ کیا جانا اور اس کے بعد اجتماعی حساب و کتاب یعنی قیامت کا تصور بھی پیش کیا ہے۔(۱۰۱)

اس تصور کے مطابق قیامت کے قریب ایک نجات دہندہ ظاہر ہوگا۔ جس کی سرکردگی میں خیر کو شر پر مکمل فتح حاصل ہو جائے گی اور موجودہ دنیا کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد تمام مردے زندہ کر دئے جائیں گے اور اجتماعی طور پر لوگوں کے اعمال کے مطابق فیصلہ ہوگا حشر کے اس میدان میں اچھے اور برے لگوں میں تمیز کے لئے ان کو آگ اور پگھلی ہوئی دھات کے امتحان سے بھی گزرنا ہوگا۔

جہاں اچھے لوگ اس میں سے سلامتی کے ساتھ گزر جائیں گے اور برے اعمال کرنے والوں کو مکمل عذاب ہوگا۔ اس کے بعد نیک لوگوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی جنت ہوگی۔ اور برے لوگ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں پہنچا دئے جائیں گے۔

اس کے بعد کی زرتشتی روایت میں اتنی تبدیلی ہوگئی ہے کہ حشر کی میدان کی آگ اور پگھلی ہوئی دھات سے گزرنے کا امتحان گناہ گاروں کے لئے کفارے کی ایک صورت اختیار کرگیا جس سے گزرنے کے بعد گناہ گاروں کے تمام گناہ دھل جائیں گے۔(۱۰۲)

اور نیک و بد تمام لوگ ہمیشہ کے لئے ابدی مسرت سے ہم کنار ہو جائیں گے۔ یعنی بعد کی زرتشتی روایت میں گناہ گاروں کے لئے ابدی دوزخ کا تصور باقی نہیں رہا۔

زرتشتی تعلیمات میں عناصر کو پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس دین کے ماننے والے لاشوں کو دفن کرنے یا جلانے کے بجائے' ایک اونچے سنسان اور کھلے مقام پر ڈال دیتے ہیں تاکہ شکاری پرندے اسے کھاجائیں۔(۱۰۳)

زرتشتیوں کے مخصوص طریق عبادت اور مذہبی رسومات کے متعلق صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ زرتشت کے نزدیک آگ ایک مخصوص مذہبی اہمیت کی حامل تھی۔

اپنی نورانی صفت کے پیش نظر آگ اس دنیا میں اہورامزد کا نشان اور نمائندہ سمجھی گئی دوسرے آثار بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ آگ کی تعظیم و تقدیس زرتشت کے نزدیک اہورامزد سے اپنے تعلق کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ اور یہی درحقیقت زرتشتی آتش پرستی کی بنیاد ہے۔(۱۰۴)

زرتشتی مذہبی ذمہ داروں میں عوام سے سب سے قریبی مذہبی رہنما مغان تھے جو کہ بہت کثیر تعداد میں

تھے۔ عام آدمیوں کی مذہبی رہنمائی' ان کے جھگڑوں کو چکانا' صلاح و مشورے میں شریک رہنا' ہر طرح کی مذہبی رسومات کی ادائیگی' نیز جائز و ناجائز کے فتوے صادر کرنا' انہی کے ذمہ تھا۔ بڑے اور خصوصی آتش کدوں کے نگران مغان مغ کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ اسی طرح ہر ضلع کا مذہبی نگران مئوبد تھا۔ تمام موبدوں کے اوپر اور کلیسائے زرتشتی کا سب سے بڑا عہدے دار مئوبدان مئوبد کہلتا تھا۔

ہیربذ (خادم النار) تھا۔ اسی طرح ایک اور عہدہ دستور کا تھا۔ دستور مذہبی امور کے ماہر کو کہتے تھے۔ وہ ایک طرح فقیہ تھا۔

ان تمام مذہبی عہدے داروں کو بہت سخت زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ عوام الناس کے سامنے ان کو مذہبی زندگی کا خصوصا" ظاہری اعتبار سے بہت اعلیٰ نمونہ پیش کرنا ہوتا تھا۔ ان مذہبی عہدے داروں کو سماج میں ہر جگہ عزت و احترام حاصل تھا۔(۱۰۵)

آتش کدوں میں ہیربذ جو آگ میں مخصوص رسومات کے ذریعہ پاک کردہ لکڑی کی چھپٹیاں دعاؤں کے ورد کے ساتھ آگ پر ڈالتا رہتا تھا۔ دوسرے خدام جو آگ کے قریب قریب جاتے' اپنے منہ اور ناک پر کپڑے کی ایک پٹی باندھے ہوتے تھے تاکہ ان کی سانس سے آگ ناپاک نہ ہو جائے۔ آگ کو الٹنے پلٹنے کے لئے ایک مخصوص پورے کی ٹہنیوں کا مٹھا جس کو کاٹنے اور باندھنے میں بہت سی رسومات ہوتی تھیں۔ استعمال ہوتا تھا اور اس کو برسم کہتے تھے۔

آتش کدوں میں آگ کی عبادت کے پانچ مخصوص اوقات تھے۔ البتہ تہواروں کے موقع پر ان میں خصوصی شان پیدا ہو جاتی تھی۔

آگ کی عبادت میں ایک خاص نذر اس پر ہوم اس کا چڑھاوا ہوتا تھا۔ جو اپنی طوالت اور پیچیدہ رسومات کے لحاظ سے دن بھر میں صرف ایک ہی بار ہو پاتا تھا۔

عام زرتشتیوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ زر آتش کدے میں آکر دعائے تجید آتش پڑھیں گے۔(۱۰۶)

☆ دین اسلام ☆

مذہب کی سچائی کا ایسا ہی جوش ہے جس نے مسلمانوں میں روح پھونک دی کہ اسلام کی خبر کو جس سرزمین میں بھی وہ داخل ہوں' اس کے باشندوں کے پاس پہنچائیں۔ اور یہی جوش ہے کہ جس نے مسلمانوں کو اس بات کا مستحق کیا کہ ان کا مذہب صحیح طور پر ان مذاہب میں شمار ہو جن کو تبلیغی یا مشنری مذہب کہتے ہیں۔

اسلام میں سرمدی اور حیات بخش صداقت ہے۔ وہ سرمدی اور حیات بخشنے والی صداقت یعنی خدائے واحد کی خبر اہل عرب کو ساتویں صدی عیسوی میں اس نبی نے پہنچائی جس کے علم کے نیچے عرب کے منتشر قبیلے جمع ہو کر ایک قوم بن گئے' اور اس نئی قوم حیت کی جنبشوں سے پر ہو کر اور دینی حمیت اور گرم جوشی کے ساتھ جس نے ان کے لشکروں کو وہ طاقت بخشی جو مغلوب ہونا نہ جانتے تھے۔ دنیا کے تین براعظموں پر سیلاب کی طرح پھیل گئے۔

شام' فلسطین' مصر' شمالی افریقہ پہلے ملک تھے جنہوں نے اہل اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ مغرب میں ھسپانیہ کی طرف بڑھ کر اور مشرق میں دریائے سندھ عبور کر کے پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے دیکھا کہ آپؐ کی وفات کے سو برس بعد وہ ایسی سلطنت کی مالک ہے جو رومتہ الکبری کی شہنشاہی سے بھی (جب اس کی سطوت کا آفتاب نصف انہار پر تھا) وسیع تر ہے۔(۱۰۷)

تاریخ اسلام میں دعوت مذہب کا فرض ایسا خیال نہیں ہے جو بعد میں پیدا ہوا ہو۔ بلکہ اس کی ہدایت ابتداء ہی سے ہر مسلمان کو ہوئی ہے۔

اسلام اپنے آغاز ہی سے اصول میں اور عمل میں تبلیغی مذہب رہا ہے۔ کیونکہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی خود اسی تعلیم و تلقین کی مثال ہے۔ آپؐ دعاۃ اسلام کے اس طویل سلسلہ کے افسر ہیں جس نے منکروں کے دلوں میں اپنے دین کے لئے راستہ کھول دیا' اشاعت اسلام کی تحریک کا نشان دعاۃ اسلام تاجر حضرات کی خاموش کوششوں میں ملتا ہے۔ جنہوں نے اسلام کو دنیا کے ہر گوشے میں عام کیا۔(۱۰۸)

اسلام میں تبلیغ کی تعلیم ابداء ہی سے ہے۔ قرآن شریف میں وارد ہوا ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ والمو عظہ الحسنہ و جادلھم بالتی ھی احسن ○

ترجمہ : لوگوں کو دانائی اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستہ پر بلا اور ان سے جھگڑا کر مگر ایسے طریقہ سے کہ جو اچھا ہو۔ (سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۶)

کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تھتدون ○

ترجمہ : اور اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے حکم کھول کر بیان کر دیتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۹)

بانی اسلام اور اشاعت اسلام کے شروع کرنے والے کی زندگی سے قدرتی طور پر یہ توقع ہو سکتی ہے کہ اسلام کی تبلیغی کوششوں کی اصل کیفیت اس سے ظاہر ہوگی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی معمولی مسلمان کے حق میں اس کے چلن کے لئے نمونہ اور مثال ہو سکتی ہے' تو داعی اسلام کے لئے اس کا مرتبہ اس سے بھی زیادہ ہوگا۔(۱۰۹)

بات یہ ہے کہ اسلام کا نام لیتے ہی ہمارے ذہن میں نہ صرف ایک مخصوص مذہب بلکہ ایک مخصوص تمدن' مخصوص طرز معاشرت' اور ایک مخصوص تہذیب کی تصویر آجاتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ مذہب اور تمدن و تہذیب کا آپس میں گہرا تعلق ہے' بلکہ یہ کہا جائے تو کچھ ایسا غلط نہ ہوگا کہ کسی بھی مخصوص تہذیب و تمدن کو جو چیز معنویت عطا کرتی ہے یا دوسرے الفاظ میں اس کے لئے مابعد الطبیعاتی بنیاد فراہم کرتی ہے وہ اس تہذیب کے نمائندہ مذہبی تصورات ہی ہوتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تاریخ کے نگارخانے میں یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کسی تمدن اور تہذیب کے اجزائے ترکیبی میں کوئی مذہبی روایت شامل نہ ہو سکی تو پھر اس کو بعد میں ایک بھرپور تمدن بننے کے لئے کسی مذہبی رنگ کی تحریک کا سہارا لینا پڑا ہے۔ جو اس خلا کو پر کر سکے' اور اس تمدن کو اپنی خود مختار بنیادوں پر کھڑا ہونے میں مدد دے سکے۔

اسلامی تعلیمات میں توحید فی الذات کے ساتھ ساتھ توحید فی الصفات کا بھی پورا اہتمام رکھا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات میں یکتائی اور انفرادیت پر زور دینے کے ساتھ ساتھ اگرچہ اس کی

شخصیت کا ایک مکمل تصور پیش کرنے کے لئے ایسی صفات کا بیان بھی ناگزیر تھا جن کا پرتو انسانوں میں بھی نظر آسکتا ہے لیکن قرآن پاک نے مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ کے ہر اعتبار سے اپنی ذات میں بھی اپنی صفات میں بھی یگانہ اور منفرد ہونے پر اس طرح اصرار کیا ہے کہ تمام صفات الٰہی اپنی نوعیت میں انسانی یا جسمانی صفات سے مختلف قرار پاتی ہیں۔ قرآن پاک نے توحید کے ساتھ انسان کی بحیثیت ایک باشعور فرد کے اخلاقی ذمہ داری اور اس کے لازمی تتمہ کے طور پر آخرت کے تصور پر جہاں انسان اس اخلاقی ذمہ داری کے اچھے یا برے نتائج سے جنت یا جہنم کی صورت میں دوچار ہوگا۔ انتہائی زور دیا ہے۔ اور اس کو اپنے فکری نظام کے مرکزی عناصر میں جگہ دی ہے۔(۱۱۰)

اس دنیا میں انسان کی بحیثت فرد اخلاقی ذمہ داری کا احساس اور اس کے نتیجہ میں آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انفرادی جزاء یا سزا کا تصور اسلامی روایت کی ایک امتیازی خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ اس تصور نے اسلام کے اپنے مخصوص تصور توحید کے ساتھ نہ صرف یہ کہ مذہب اسلام کے اپنے مخصوص طرز کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ بلکہ اسلامی تہذیب و تمدن کے ارتقاء پر بھی اپنے گہرے اثرات ڈالے' چنانچہ اسلامی شریعت کا پورا نظام جس نے بعد کی فقہی نشو و نما کے نتیجہ میں زندگی کے تقریبا" تمام پہلوؤں اور انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ہر تفصیل کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس سے تہذیب اسلامی کے کم و بیش تمام گوشے متاثر ہوئے ہیں انسان کی انفرادی اخلاقی ذمہ داری ہی کے تصور پر قائم ہے۔(۱۱۱)

عربی لفظ اسلام جس مادے سے نکلا ہے اس کے معنوں میں خود سپردگی' اطاعت و فرماں برداری' تسلیم و رضا کے مفہوم شامل ہیں۔ قرآن پاک میں یہ لفظ اپنی مختلف شکلوں میں ان معنوں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔

قرآن پاک یہ اعلان کرتا ہے۔

بلی من اسلم وجھہ للہ و ھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ

ترجمہ : نہیں! بلکہ جو کوئی بھی خدا کے سامنے اپنے کو مکمل طور پر جھکا دے اور وہ نیک کام کرنے والا ہو تو اس کا انعام اپنے رب کے پاس ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے لسلسلہ میں قرآن پاک کہتا ہے۔

اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العلمین○

ترجمہ : اور دیکھو جب اس کے رب نے کہا کہ مطیع ہو جا! تو اس نے کہا کہ میں ساری دنیاؤں کے رب کا فرماں بردار ہوگیا۔

تو ان آیات اور ان جیسی دوسری آیتوں میں اسلام کا لفظ اسی اطاعت اور خود سپردگی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

یہ اطاعت و تسلیم و رضا جو ایک داخلی رویے کا نام ہے درحقیقت اسی انفرادی اخلاقی ذمہ داری قبول کرنے کا اعلان ہے۔ اس طرح اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی انسان اس پورے نظام اخلاقیات' اور مجموعہ قوانین پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جو شریعت اسلامی میں شامل ہیں۔ جو قرآن پاک اور احادیث نبوی سے مستنبط اور ان پر مبنی ہونے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی مرضی و منشا کے ترجمان ہیں۔

اب یہ شریعت اسلامی کی خصوصیت ہے کہ اس کا دائرہ اثر صرف عبادات تک محدود نہ رہ کر خاندانی اور سماجی زندگی سے گزرتے ہوئے تہذیب و تمدن کے مختلف میدانوں تک پھیلا ہوا ہے۔(۱۱۲)

بنیادی عقائد اور تعلیمات :

یہ بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ اگر قرآن پاک کا کوئی ایک مرکزی موضوع کہا جاسکتا ہے تو وہ توحید ہی ہے' وہ کائنات میں فطرت کے مختلف مظاہر کا ذکر کرکے ان سے خدا کی قدرت اور حکومت پر استدلال ہو۔ یا انسان کی اپنی ذات میں اس کے جسم و ذہن کے پیچیدہ نظام کے حوالے سے خدا کی صناعی کے محاسن' اور احسانات کا تذکرہ ہو۔(۱۱۳)

زمانہ قدیم کی مختلف اقوام اور ان کے پیغمبروں کی تاریخ دہراکر خدا کے مقرر کردہ قوانین عروج و زوال کا بیان ہو یا عہد رسالت میں کفار مکہ اور منافقین کی نافرمانیوں کرتے ہوئے آئندہ اسی دنیا میں اور آخر میں' ان کے لئے ذلت اور عذاب الیم کی بشارت ہو یا پھر براہ راست خدا کی مختلف صفات کو واضح کیا گیا ہو۔ ان سبھی مباحث اور اس طرح کے دوسرے موضوعات کا مقصد' خدا تعالیٰ کی ہستی اس کی اہم صفات کے تصور' اس کی

خلاقیت، ربوبیت، حکومت و اقتدار، حکمت و صناعی اور یوم حساب یعنی آخرت میں اس کی جزاء و سزاء پر مکمل قدرت کو ذھن نشین کراتا ہے۔ اس طرح یہ سبھی مباحث خدا تعالیٰ کی یکتائی اور اس کے بلاشرکت غیرے کائنات کا مالک حکمران، فاعل مطلق اور معبود حقیقی ہونے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ جو کہ اصل توحید کا مطلوب و مقصود ہے۔ اس لحاظ سے قرآن پاک کے پیش کردہ مذہبی فکر میں توحید کی مرکزی نوعیت خودبخود واضح ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا اقرار کرنے والے بنیادی کلمے یعنی کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ** (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) کا نصف اول توحید کے واضح اعلان پر ہی مبنی ہے۔ چنانچہ عقائد اسلامی میں توحید کے قلبی و قولی اقرار، یعنی دل سے توحید کو ماننے اور زبان سے اس کا اقرار کرنے کو ہی رکھا گیا ہے۔(۱۱۴)

اس سلسلہ میں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ قرآن پاک کہیں بھی منطق یا فلسفیانہ نوعیت کے دلائل سے خدا تعالیٰ کا وجود خالص عقلی بنیادوں پر ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

اس کے برخلاف خدا تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں قرآن پاک یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ اس کے وجود احساس انسانی روح میں فطری طور پر پوشیدہ ہے۔

البتہ غفلت اور نفسانیت کی وجہ سے وہ احساس مدھم پڑ چکا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک کائنات میں خدا کی قدرت کی مختلف نشانیوں کی طرف انسان کو متوجہ کرکے اس کی روح میں دبے ہوئے فطری احساس کو جگانا چاہتا ہے۔ جو اگر ایک مرتبہ بیدار ہو جائے تو انسان خود بخود اپنی طبع سلیم کے تقاضے سے خدا کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔(۱۱۵)

پھر قرآن پاک اس عقیدہ پر بھی اصرار کرتا ہے کہ مذہب اسلام کے بانی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے علاوہ ان سے پہلے آئے ہوئے پیغمبروں کی رسالت کو بھی خواہ وہ دنیا کے کسی خطے میں بھی آئے ہوں تسلیم کریں، جو آسمانی کتابیں ان پر نازل ہوئیں، ان کی حقانیت کا اقرار کریں، کیونکہ قرآنی تصور کے مطابق یہ ایک ہی پیغام حق، توحید الٰہی اور عمل صالح کی دعوت تھی۔ جس کے لئے مختلف جگہوں اور زمانوں میں انبیاء کرام مبعوث ہوتے رہے۔

اس سلسلے میں بہت سے انبیاء اور چار آسمانی کتابوں کی قرآن شریف میں نام کے ساتھ تصریح موجود ہے اور دوسرے انبیاء اور آسمانی صحیفوں کے وجود کو اصولی حیثیت سے اجمالی طور پر مان لیا گیا ہے۔(۱۱٦)

قرآنی تصور میں آپ کی رسالت اسی خصوصیت کی حامل ہے اور اسی لئے اس کا اظہار نہ صرف پچھلی امتوں کے لوگوں سے آپ کی رسالت و شریعت کی قبولیت پر اصرار بلکہ آپ کی ذات گرامی کے ساتھ ختم نبوت کے عقیدہ کی صورت میں ہوا۔(۱۱۷)

اس کے علاوہ اسلامی عقائد میں آخرت کا تصور بھی شامل ہے۔ اس کے تصور سے انسان کی انفرادی اخلاقی ذمہ داری کے تعلق سے اور دنیوی اعمال کی جنت یا جہنم کی صورت میں سزا و جزا کے سلسلہ میں پچھلے صفحات میں تذکرہ کر چکے ہیں۔

اخلاقی ذمہ داری کا لازمی نتیجہ ہونے کے علاوہ آخرت کا عقیدہ انسان کے مرنے کے بعد ایک دوسری اور ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کا تصور پیش کر کے اس کے لئے اس قید خانہ آب و گل سے آزادی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ آخرت کا عقیدہ ایک ایسا زندگی پرور تصور ہوتا ہے جو اس کا نصب العین بن کر اس کی دنیوی زندگی کو معنی و مقصد سے آراستہ کر سکتا ہے اور حیات ارضی کے مدوجزر میں اس کے لئے ایک مظبوط لنگر بن سکتا ہے۔(۱۱۸)

بنیادی عقائد کا ایک اہم جز فرشتوں یا ملائک پر ایمان و یقین ہے۔ قرآن کے مطابق فرشتے ایسی مخلوق ہیں جو سراسر اطاعت و فرماں برداری کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اور ہر طرح کی نفسانی وساوس اور نافرمانی کے جذبے سے عاری ہیں۔

تقدیر کا عقیدہ بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ ابتدائے اسلام سے ہی یہ بنیادی عقیدہ کا حصہ سمجھا گیا ہے۔(۱۱۹)

ایمانیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ علم و ارادہ اور قدرت سے متصف ہے۔ اور جو چاہے کر گزرتا ہے۔ یہی صفات ہیں جو عقیدہ تقدیر کی بنیاد ہیں۔ لہٰذا عقیدہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر خدا پر ایمان کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ ایمان کا یہ وہ بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر ایمان باللہ کی تجلیات ظاہر نہیں ہو سکتیں۔(۱۲۰)

اسلام زندگی کا ایک اٹل قانون اور منظم ضابطہ ہے۔ اسلام اشخاص و افراد کے درمیان جمعیت کا رشتہ

نہایت مظبوط و مستحکم دیکھنا چاہتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ کوئی رشتہ اسلام رابطہ سے بڑھ کر محکم نہیں یہ رابطہ اخوت کہلاتا ہے۔ اسلام نے اخوت اسلامیہ کو عالم اسلامی کے مابین رنگ و نسل اور قبیلہ و وطن کے اختلاف و رنگارنگی کے باوجود برقرار رکھا گیا ہے۔

انما المومنون اخوۃ

ترجمہ : تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔

یہ مذہبی اور اسلامی نسبت ہے جو حکم الٰہی سے قائم ہیں، اور کسی طرح یہ رشتہ منقطع نہیں ہوتا۔ حکم دیا گیا کہ تمام مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے جو کہ امہات المومنین ہیں کے فرزند کہلاتے ہیں۔

چونکہ قبیلوں اور خاندانوں پر فخر و غرور اخوت اسلامیہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے القاب و اسماء کے ساتھ عجب و تعلی کرنے سے منع فرمایا(۱۲۱)

اسلامی مساوات کا مفہوم تمام افراد کا انسانیت کے سارے حقوق میں برابر ہونا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ کسی فرد و بشر کی حق تلفی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ تم کو مختلف قوموں اور مختلف خاندان میں بنانے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ فرق گروہ بندی برتری جتانے کے لئے نہیں ہے۔

وہی یہ بھی بتادیا کہ تم میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔ ارشاد نبوی یہ ہے کہ سارے انسان برابر ہیں۔ کسی عربی کو کسی غیر عربی پر فضیلت حاصل نہیں وہیں یہ بھی ہے کہ انسان بھی سونے و چاندی کی طرح ہوتے ہیں جو ان میں جاہلیت میں بہتر رہا وہ اسلام کے بعد بھی بہتر ہی شمار ہوتا ہے۔(۱۲۲)

اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے عورت کو بحیثیت ایک عورت، بحیثیت ایک ماں، بحیثیت ایک بیوی، بحیثیت ایک بیٹی کے وہ مقام اور مراتب عطا کئے جو اس سے پہلے کسی بھی مذہب یا کسی معاشرہ میں عورت کو حاصل نہ تھے۔

گر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و آثار کو دیکھیں تو محالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام نے عورت کے ساتھ کتنا انصاف کیا۔ اور اس کو مقام انسانیت کے کس رفیع درجہ پر پہنچا دیا۔ بلکہ اسلام نے اس کو بلند مقام پر پہنچا کر انسانی حقوق عطا کئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے اس زمانہ میں مبعوث ہوئے جب کہ بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینے کی عادت تھی۔۔(۱۲۳)

اسلام نے اس عادت قبیح اور انسانیت سوز حرکت کو ممنوع ٹھہرایا اور اس کے ذریعہ سے عورت کو زندگی کا حق عطا یا' ادھر اس فعل شنیع پر سخت نفرت کا اظہار کرتے ہوئے قیامت کے دن بدترین سزا کے دیئے جانے کی وعید سنائی۔

واذالموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت○

ترجمہ : اور جب زندہ گاڑی گئی بیٹی پوچھیں کہ وہ کس گناہ میں ماری گئیں۔

وراثت میں عورت کا حصہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں اسلام کی واضح ہدایات اور احکامات موجود ہیں۔ قرآن نے بیٹی' بیٹوں' بیوی اور والدین کے حصے مقرر فرمادیئے' اسی بناء پر شریعت اسلامی نے لڑکی کے لئے شادی سے قبل اس قدر حصہ مقرر کیا جو اس کی زندگی کے لئے کافی ہوسکے۔(۱۲۴)

سندھ میں اسلام

سندھ میں مروج دیگر مذاہب کے تعارف کے بعد ہم نے مذہب اسلام کا تعارف پیش کیا تھا۔ اب سندھ میں اسلام کی آمد کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سندھ میں اسلام آنے سے پہلے سرزمین ھند کے بعض علاقوں میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی۔ اور سرزمین کا خطہ مالابار اسلام سے روشناس ہوچکا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانے میں مالابار بدھ مت' ھندو مت اور دیگر مذاہب کے لوگ پائے جاتے تھے۔ مالا بار کا علاقہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ یہ ریاستیں حجاز و یمن اور مسقط کے

تاجروں کے ساتھ تعلقات رکھتی تھیں۔ اور یمن و حجاز کے تاجر بغرض تجارت یہاں آتے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپؐ کی بعثت کا احوال اسی زمانے میں مالابار میں معلوم ہو چکا تھا۔(۱۲۵) مالابار کے راجہ نے جس کا نام زمورن یا سامری تھا اس نے شق القمر کا معجزہ مالابار میں اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو اس نے حکم دیا کہ اس کا اندراج روزنامچے کے سرکاری رجسٹر میں درج کرلیا جائے۔ پھر اسے عرب کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ سرزمین عرب میں ایک رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے ہیں، جنہوں نے یہ معجزہ دکھایا ہے۔ راجا نے فوراً ہی اسلام قبول کرلیا اور تخت سلطنت اپنے ولی عہد کے سپرد کرکے کشتی میں سوار ہوکر ملک عرب کی طرف روانہ ہوا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو، لیکن اس نے راستے میں وفات پائی اور یمن کے ساحل پر مدفون ہوا۔ اس زمانے میں کچھ تاجر جزیرہ سراندیب میں آئے۔ انہوں نے اس جزیرے میں اسلامی تعلیمات کو عام کیا۔ سب سے پہلے ان کی تبلیغ اور اخلاق سے متاثر ہوکر ان عربوں کے اسلام قبول کیا جو تجارت کی غرض سے اسی جزیرے میں رہ پڑے تھے۔ پھر اس جزیرے کے اصل باشندے اسلام میں داخل ہوئے، یہاں تک کہ سراندیپ کے راجہ نے بھی اسلام قبول کرلیا اور اپنا ربطہ خلافت اسلامیہ سے پیدا کرلیا۔(۱۲۶)

یہ بات تحقیق طلب ہے کہ سراندیپ کا راجہ خلافت راشدہ کے زمانے میں مسلمان ہوچکا تھا یا خلافت بنی امیہ کے زمانے میں، بہرحال خلافت بنی امیہ کے زمانے میں سراندیپ کا راجہ مسلمان تھا۔(۱۲۷)

عجائب الھند کے مصنف نے لکھا ہے کہ سراندیپ کے راجہ نے تحقیق حال کے لئے عرب میں اپنے سفیر بھی بھیجے تھے۔ جن میں سے ایک ہی واپس آسکا اور اس نے یہاں آکر صحیح حالات بیان کئے۔(۱۲۸)

سندھ کو مسلمانوں نے پہلی صدی کے آخر میں فتح کیا۔ مگر اسلامی بستی یہاں اس سے بہت پہلے قائم ہوچکی تھی۔ چنانچہ پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر راجہ داہر کے ہاں سندھ چلے آئے تھے۔(۱۲۹)

یہ حقیقت ہے کہ محمد بن قاسم کے فوجی حملے سے پہلے اسلام ہند میں بذریعہ تبلیغ داخل ہوچکا تھا۔ اور جنوبی ہند میں اسلام مسلمان مبلغوں، تاجروں، درویشوں اور سیاحوں کے ذریعہ برابر ترقی کر رہا تھا۔ لیکن حالات کچھ

ایسے ہوئے کہ جس نے عربوں کو سندھ پر حملے کے لئے مجبور کر دیا۔(۱۳۰)

مسلمانوں کے سندھ پر حملے کے اسباب

ایران سندھ کی وہ ہمسایہ حکومت تھی کہ جس سے سندھ کی حکومت کی کبھی صلح رہتی تھی اور کبھی ان دونوں حکومتوں کے تعلقات کشیدہ رہتے تھے۔ کبھی ایرانی دریائے سندھ تک کا علاقہ اپنے قبضہ میں لے آتے تھے' اور کبھی سندھی مکران سے آگے تک پہنچ جاتے تھے۔

لیکن جس زمانے میں کہ مسلمانوں اور ایرانیوں کی لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اس زمانے میں سندھ اور ایران کے درمیان صلح تھی، مگر اس صلح سے کچھ دن پہلے ہی ایرانی صوبے کے ایک گورنر ہرمز نے ایک بحری بیڑے سے سندھ کے ساحل پر حملہ کیا تھا اور سندھ کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر کے لے گیا تھا۔ جو سب کے سب جاٹ تھے۔ جب مسلمانوں اور ایرانیوں میں لڑائی شروع ہوئی تو ایرانیوں نے سندھیوں سے صلح کر لی' ہرمز نے ان جاٹوں کو جو قیدی کی حیثیت سے اس کے پاس تھے نہایت خاطر و مدارات کر کے ان کو اس پر راضی کر لیا کہ وہ اس کی فوج میں بھرتی ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کریں جاٹ اس پر راضی ہو گئے۔(۱۳۱)

ہرمز نہایت ہی دلیر اور جنگ جو سردار تھا۔ اس دلاوری اور شجاعت کی دھاک تمام عراق' عرب اور ھند میں بیٹھی ہوی تھی۔ وہ بری اور بحری لڑائیوں کا بڑا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔

۱۲ ھجری جنگ ذات السلاسل میں ہرمز نے خالد بن ولید کے مقابلہ میں ان سندھی جاٹوں کو استعمال کیا' یہ جاٹ میدان جنگ میں اسی طرح لڑتے تھے کہ پاؤں میں زنجیر باندھ لیتے تھے تاکہ ان میں سے کوئی میدان جنگ میں سے نہ بھاگ سکے۔ چنانچہ جنگ ذات السلاسل میں بھی ہرمز کے ہر سپاہی کے پاؤں میں زنجیر بندھی ہوی تھی۔ اس لئے اس جنگ کا نام جنگ ذات السلاسل یعنی زنجیروں والی جنگ پڑ گیا۔ اس لڑائی میں ہرمز حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور جاٹ زنجیریں تڑا کر بھاگ نکلے اور بہت سے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ اس لڑائی میں پہلی مرتبہ سندھ کے جاٹ مسلمانوں کے قبضے میں آئے۔ اور اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر انہوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا اور ایک آزاد مسلم کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

جنگ قادسیہ :

جنگ ذات السلاسل کے دو سال بعد ۱۴ ھجری میں جنگ قادسیہ ہوئی۔ اس لڑائی میں ایران کے بادشاہ نے پچھلی شکستوں سے تنگ آکر اپنی پوری قوت سے مسلمانوں کے مقابلے کی تیاری کی۔ ایران کے بادشاہ یزدجرؔ نے خود بھی عظیم الشان فوجی تیاری کی اور دوسری مملکتوں کے بادشاہوں سے بھی مدد طلب کی۔ اس نے سندھ کے راجہ کے پاس ایک سفیر بھیجا کہ وہ اس جنگ میں اس کی مدد کرے۔

سندھ کے راجہ نے اس کی مدد کے لئے ایک فوج روانہ کی اور اس کو سب سے بڑی مدد یہ دی کہ وہ جس قدر جنگی ہاتھی بھیج سکتا تھا اس کی مدد کے لئے روانہ کئے۔ یہاں تک کہ اپنی سواری کا سفید ہاتھی بھی اس نے روانہ کردیا۔ قادسیہ کی لڑائی تین دن اور تین رات جاری رہی۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان راجہ کے ہاتھیوں نے پہنچایا۔ تیسرے روز راجہ کا سفید ہاتھی بھی مارا گیا اور مسلمانوں نے ہاتھیوں کو مار بھگایا اور ایرانی فوج کا سپہ سالار رستم مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس طرح لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھوں ایرانیوں کو شکست ہوئی۔

پہلا بحری حملہ :

۱۳ ھجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مرکز خلافت سنبھالا۔ حضرت عمرؓ نے ۱۵ ھجری میں عثمان ابن ابی العاص ثقفی کو بحرین اور عمان کا گورنر مقرر کیا۔

اس زمانے میں سب سے پہلے مسلمانوں نے محسوس کیا انہیں اپنے تجارتی جہازوں کی حفاظت کے لئے جو ھند میں تجارت کی غرض سے آتے جاتے رہتے تھے ھند کے کسی ساحلی بندرگاہ پر قبضہ کی ضرورت ہے۔

چنانچہ عثمان ابن ابی العاص نے ایک بحری بیڑہ تیار کرکے بمبئی کے قریب تھانہ بندرگاہ پر ۱۵ ھجری میں پہلا بحری حملہ کیا۔ اور یہاں سے بہت سا مال غنیمت لے کر عمان پہنچے۔ لیکن یہ حملہ چونکہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر کیا گیا تھا۔ اس لئے عثمان ابن ابی العاص نے اپنی کامیابی اور مال غنیمت حاصل کرنے کی اطلاع ڈرتے ڈرتے حضرت عمر فاروق رضی الل عنہ کو دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھ کر بھیجا۔

"برادر ثقفی! یہ اقدام نہایت خطرناک تھا۔ تم نے یہ فوج نہیں بھیجی تھی گویا ایک کیڑے کو لکڑی پر بٹھا کر سمندر میں ڈال دیا تھا۔ اگر یہ لوگ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے تو میں تمہاری قوم سے اتنے ہی آدمی لے لیتا۔(۱۳۲)

سندھ پر پہلا بحری حملہ:

اس کے چند دن بعد ہی عثمان ابن ابی العاص نے اپنے بھائی مغیرہ کی سرگردگی میں ایک بحری بیڑہ دیبل پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا اور خود بروص پر حملہ کیا' دیبل اس زمانے میں سندھ کی مشہور بندرگاہ تھا۔(۱۳۳)

اس وقت سندھ میں راجا چچ کی حکومت تھی اور اس کو حکومت کرتے ہوئے پینتیس سال گزر چکے تھے۔

صاحب چچ نامہ نے اس لڑائی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا کہ۔

"جس زمانے میں مغیرہ نے دیبل پر حملہ کیا۔ اس وقت چچ کی جانب سے دیبل کا حاکم سامہ بن دیوائج تھا دیبل کے لوگ زیادہ تر تجارت پیشہ تھے۔ جب مغیرہ کا لشکر دیبل پہنچا تو سامہ اپنے لشکر کے ساتھ قلعے سے نکل کر مقابل ہوا۔ مغیرہ نے تلوار نکال لی اور بسم اللہ وفی سبیل اللہ کہہ کر دشمن پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔(۱۳۴)

مکران پر حملہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جب حضرت ابوموسیٰ اشعری عراق کے گورنر مقرر ہوئے تو انہوں نے ربیع بن زیاد حارثی کو بھیج کر مکران پر قبضہ کر لیا۔ لیکن یہ قبضہ ابھی پوری طرح ہونے نہ پایا تھا کہ مسلمان واپس چلے آئے۔ جس کی وجہ سے مکران کے لوگ خود مختار ہو گئے۔(۱۳۵)

صحیح یہ ہے کہ سندھ کے شہروں میں اسلامی لشکر کی پہلی جنگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے پندرہ سال بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوی۔(۱۳۶)

پھر جب ۲۲ ہجری میں مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا۔ اس وقت عبداللہ بن عامر بن ربیع کرمان پر قبضہ کر کے سیستان کی طرف بڑھے سیستان کے حاکم مرزبان نے اطاعت قبول کر لی۔ سیستان پر قبضے کے بعد وہ مکران کی

طرف بڑھے۔ اس وقت مکران کا راجہ راسل تھا۔

راسل نے سندھ کے راجہ سے مدد مانگی۔ دریائے ہلمند پر مسلمانوں اور اہل مکران میں لڑائی ہوی۔ اس لڑائی میں سندھی مکرانیوں کے مددگار و معاون ہو کر لڑے۔ مکران کے بہت سے لوگ مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اس لڑائی میں حکم تعلبی اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے۔

حکم نے مکران میں فتح حاصل کرنے کے بعد فتح کی خوش خبری اور بہت سا مال غنیمت صحار عبدی کے ذریعہ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں بھجوایا۔ تو آپ نے ان سے مکران کا حال پوچھا۔(۱۳۷)

انہوں نے کہا۔

"اے امیرالمومنین! وہاں پانی کی بے حد کمی ہے۔ پھل ردی ہیں' وہاں کے لوگ ڈاکو ہیں۔ اگر وہاں تھوڑی فوج بھیجی جائے تو وہ لوٹ لی جائے گی' اگر زیادہ فوج جائے تو بھوکوں مر جائے۔"

حضرت عمرؓ نے ان کی بات سن کر مسکراتے ہوئے کہا "تم شاعری کرتے ہو" صحار نے عرض کیا' امیر المومنین میں نے جو کچھ عرض کیا ہے اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں۔ وہاں میں نے جو کچھ دیکھا بعینہ عرض کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے وہاں کے حالات سن کر حکم دیا کہ اب اسلامی فوجیں آگے نہ بڑھیں۔(۱۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ملک عرب کے اطراف و جوانب میں غیر ملکیوں کی بہت زیادہ ابادی تھی۔ اور جب اسلام کی دعوت جزیرۃ العرب میں پھیلی تو عربوں کی طرح وہاں پر آباد دوسری قوموں کو بھی اس سے واسطہ پڑا۔ اور عربوں کی طرح عام طور سے وہ بھی مسلمان ہوگئیں۔ شمال مغرب میں شام سے متصل عربی علاقہ رومیوں کے قبضہ میں تھا اور وہاں رومیوں کی طرف سے عرب حکمران انتدابی قسم کی حکومت کرتے تھے جیسے شام کے غساسنہ اور حیرہ کے مناذرہ' شمال مشرق میں عراق پر شاہان ایران کا قبضہ تھا۔ جن کا مرکز ابلہ تھا۔ اور خلیج عربی کے پورے سواحل' بحرین اور عمان پر ان کے اساورہ یا ان کے ماتحت عرب حکمران حکومت کرتے تھے۔ یہ سلسلہ یمن تک قائم تھا اور مشرقی جنوبی عرب کا پورا ساحلی علاقہ ایرانیوں کے قبضہ میں تھا۔ پھر یمن سے مغرب کے علاقوں میں حبشہ اور زنج کثیر تعداد میں موجود تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد طفولیت میں یمن کے عرب حکمران سیف بن یزن کو حبشہ کے بادشاہ نے مغلوب کرکے پورے یمن پر

قبضہ کرلیا تھا۔ مگر اس کے فوراً بعد ہی وہاں ایرانیوں کا قبضہ ہوگیا۔ جو بعثت نبویؐ کے وقت تک قائم رہا۔ الغرض عرب کی ان حدود پر غیر ملکی قابض و دخیل تھے۔ اور ان کے آدمی یا نمائندے حکمرانی کرتے تھے۔(۱۳۹)

ھند اور سندھ کی قومیں اگرچہ عرب میں براہ راست اپنا اقتدار نہیں رکھتی تھیں مگر مختلف وجوہ سے ان کی حیثیت بلند تھی۔ جس میں بڑا دخل ایرانیوں کے عرب پر قبضہ کو تھا۔

ایرانی ایک طرف تو ھندوستان اور سندھ کے راجوں مہاراجوں اور یہاں کے لوگوں کو لے کر یمن تک حاکمانہ طاقت رکھتے تھے۔ اس لئے اہل سندھ و ھند کو عرب کے ان حدود میں ایرانیوں کے توسط سے اقتدار نصیب ہوا۔

سندھ و ھند اور عرب کے قدیم ترین تجارتی تعلقات کے بعد ایران کے توسط سے اس حاکمانہ تعلق نے ان میں عرب سے مزید دلچسپی پیدا کی۔ اور یہاں کے لوگ یہاں کی اشیاء تجارت عرب کے جہازوں' اور کشتیوں پر ملازمت اور عرب میں آباد ہوکر وہاں کی اقامت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔ ان کو عرب کے باشندے اپنی زبان میں مختلف ناموں سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ عربوں نے اپنے ملکوں میں آباد سندھ و ھند کے لوگوں کو زط' اساورہ' سابجہ' احامرہ' مید' بیاسرہ اور تکاکرہ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا۔

ان ہی حالات میں مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ چونکہ تیرہ سالہ مکی زندگی مقامی کفار و مشرکین کی وجہ سے مظلومیت میں گزری اس لئے عرب کے انتہائی حدود کے لوگوں کو اسلام سے کم واقفیت حاصل ہوئی۔ اور وہاں کے عربوں کی طرح اہل سندھ و ھند بھی اسلام سے تفصیلی طور پر واقف نہ ہوسکے۔ البتہ مکی زندگی میں حبشہ کی طرف صحابہ کی ہجرت ہوئی اس لئے حبشہ اور اس کے اطراف کے لوگوں کو اسلام کی عام واقفیت ہوئی۔

اغلب یہ ہے کہ اسی سلسلہ میں ھبشہ کے سامنے سواحل کے عربی اور عجمی باشندوں کو بھی اسلام کے بارے میں تفصیلات معلوم ہوئیں۔

چنانچہ حضرت باذان حاکم یمن ابتدائے بعثت ہی میں ایمان لائے۔ اور ان کے ساتھ یمن میں مقیم بہت سے اساورہ اور اور ایرانی نسل کے ابناء بھی مسلمان ہوئے اور اس کا موقع اس وقت آیا جب کہ رسول اللہ صلی

علیہ وسلم نے بعثت کے تیرھویں سال مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ہجرت کے واقعہ نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق نہ صرف عرب کے انتہائی حدود میں تفصیلی واقفیت کے لئے راہ پیدا کی بلکہ اطراف وجوانب کے ان ممالک میں بھی اس کی خبر پہنچی جو عرب سے متصل تھے اور ان ممالک سے عرب کے قدیم تعلقات تھے۔ اور جس طرح دوسرے ممالک میں یہ خبریں پہنچیں' ہندوستان میں بھی ان کو سنا گیا اور یک گونہ دل چسپی ظاہر کی گئی۔

پھر جب رسول اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ اور ۸ ہجری کے درمیان حدود عرب میں دعوت اسلام بھیجی اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اسلام کا مبلغ و داعی اور قاصد بنا کر عرب اور بیرون عرب کے رئیسوں' حاکموں اور باحیثیت لوگوں کو خطوط بھیجے تو اس وقت عراق سے لے کر مشرقی سواحل اور یمن تک میں اسلام کی دعوت عام ہوئی۔ اور اطراف کے عربوں کی طرح عجم' فرس' مجوس وغیرہ بھی اس کی دعوت سے تفصیلی طور پر واقف ہوئے۔ انہی کے ساتھ یہاں کے سندھی باشندے بھی عام طور پر اسلام سے باخبر ہو کر یا تو مسلمان ہوئے اور اسلامی زندگی کا جزو بن گئے' یا عام مجوسیوں کی طرح یہ لوگ بھی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہ کر جزیہ ادا کرنے پر راضی ہوگئے۔

نیز عہد رسالت میں جس طرح اسلام کا چرچا دیگر ممالک میں ہوا۔ ہندو سندھ میں بھی ہوا۔ یہاں کے مذہبی لوگوں اور راجوں مہاراجوں نے اسلام پیغمبر اسلام سے براہ راست تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی اور دعوت اسلام کو سمجھنا چاہا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سندھ و ھند اور یہاں کے لوگوں کے متعلق بات چیت کی' قرآن حکیم میں سندھ و ھند کی اشیاء کے نام آئے' اور ان کا تذکرہ فرمایا گیا۔ احادیث میں سندھ و ھند کے باشندوں اور یہاں کی اشیاء کا تذکرہ آیا۔ اور سندھ و ھند کی بہت سی چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کا حکم دیا بہت سی بری باتوں سے منع فرمایا اور دور رسالت کی اسلامی ادبیات میں سندھ و ھند کی اقوام یہاں کی چیزوں کے اور اس ملک کی باتوں کے تذکرے آئے۔

فہرست ماخذ باب دوم

۱ مذہب از نیاز فتح پوری ص ۱۰

۲ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۷

۳ مذہب از نیاز فتح پوری ص ۱۱

۴ Outlines of History of Religions By. C.P. Tieli

۵ نفسیات المذاہب از سید سعید احمد جعفری ص ۳

۶ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۷

۷ اسلامی نظام از پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی ص ۴۶

۸ ہمارا اسلام از پروفیسر عبدالقیوم ندوی ص ۴۰

۹ اسلام اور عصر حاضر از مولانا وحید الدین خان ص ۵

۱۰ اسلامی نظام از پروفیسر سید عطاء اللہ حسینی ص ۵۰، ۴۹

۱۱ ادیان الھند الکبری احمد شبلی ص ۳۹

دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۹

۱۲ ادیان الھند الکبری از احمد شبلی ص ۳۹

Hinduism and Buddhism by Sir Charles Eliot.. Pol1 P.15

۱۳ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۳۶

۱۴ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۴۰

۱۵ Hiaiduism and Buddhism By Sir Charles Eliot. Pol.1. P.50,51

۱۶ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۳۸

۱۷ نگار خدا نمبر ص ۶۵

۱۸ ارتھ شاستر از آچاریہ کوتلیہ چانکیہ' مقدمہ محمد اسماعیل ذبیح ص ۱۱۲

۱۹ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۳۸

۲۰ ارتھ شاستر مقدمہ محمد اسماعیل ذبیح ص ۱۱۳

۲۱ ارتھ شاستر مقدمہ محمد اسماعیل ذبیح ص ۱۱۵

تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۳۲

۲۲ ادیان الھند الکبری از احمد شبلی ص ۴۱

۲۳ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۳۸

۲۴ ارتھ شاستر مقدمہ محمد اسماعیل ذبیح ص ۱۱۵

۲۵ A Brief Introduction To Hinduism By A.L Herman P.39

۲۶ اے ہسٹری آف سویلزیشن ان ایسٹ انڈیا رمیش چندر ص ۱۸۸

۲۷ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۴۵

تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۵۹

۲۸ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص

۲۹ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۵۸

۳۰ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص

۳۱ Gods. and Man By G.S. Ghore P.141

۳۲ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۴۹

۳۳ ارتھ شاستر مقدمہ محمد اسماعیل ذبیح ص ۹۱

Hinduism By Simon Weightman P.198

Hinduism and Buddhism By Sir Charles Eliot Vol 2,P136,137

۳۴ ارتھ شاستر مقدمہ محمد اسماعیل ذبیح ص ۹۸

Wonder Thatwas India By A.L.Basham P.159

۳۵ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص

۳۶ The Wonder That Was India By A.L.Bashim P.47

۳۷ نگار خدا نمبر از نیاز فتح پوری ص ۸۵

۳۸ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص

دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۳۲۲

۳۹ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۳۴

۴۰ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص ۳۵۸، ۳۵۷ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۵۵

Hinduism M and Buddhism By Sir Charles Eliot Pol.2,P.291,292

۴۲ رگ وید بھجن نمبر ۹۰ بحوالہ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۶۲

۴۳ منوسمرتی پہلا باب اشلوک ۹۸

۴۴ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۶۳

۴۵ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص ۳۶۳

Hinduism M and Buddhism By Sir Charles Eliot Vol.2,P.292,293

۴۶ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص ۳۶۳

Hinduism M and Buddhism By Sir Charles Eliot Pol.2,P.294

۴۷ اسلام اور غیر اسلامی فکر و عمل از عاشق حسین علوی ص ۳۵، ۳۴

۴۸ قدیم مشرق از سید عین الحق ص ۳۸۵

۴۹ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۷۵

۵۰ Oriental Religions By Samuel Jonhson V.II P.98

۵۱ قدیم مشرق از سید عین الحق ص ۳۸۶

دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۶۳

۵۲ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۳۳۲

۵۳ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۳۳۲

قدیم مشرق از سید عین الحق ص ۳۸۶

۵۴ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۳۳۵

The Path of The Buddha Ed By K.W. Morgan P.57

۵۵ قدیم مشرق از سید عین الحق ص ۳۸۹، ۳۸۸

Buddhism By Edward Conze P.12

Buddha : By DR, Hermann Oldenberg P.72,73

۵۶ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۷۹

۵۷ قدیم مشرق از سید عین الحق ص ۳۹۰

۵۸ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۷۹

Buddha : By DR, Hermann Oldenberg P.141

Buddha : By Edward Conze P.12,13

۵۹ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۷۹

۶۰ قدیم مشرق از جلد دوم سید عین الحق ص ۳۹۳

Hinduismand Buddhism By Sir Charles Eliot, P.xxi Vol.1

۶۱ تاریخ ھند جلد اول از سید ہاشمی فرید آبادی ص ۶۹

۶۲ تمدن ھند از ڈی بان مترجم سید علی بلگرامی ص ۳۶۹

۶۳ تمدن ھند از ڈی بان مترجم سید علی بلگرامی ص ۳۶۰

۶۴ Indian Philosophy By Radna Krishnan P.262,263

Buddhism By A Dward Conze P.144,145

۶۵ Indian Philosophy By Radha Krishnan P.262,263

۶۶ The Discovery of India, By Jawahar Lal Nehru P.56

۶۷ مذاہب عالم از احمد عبداللہ المسدوسی ص ۱۹۲

۶۸ Buddhism By R.A. Gard P.59

۶۹ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۳۳۴

۷۰ Indian Buddhism. By A.K. Warder, P.78

Buddhism By Adward Conze P.152

The Teachings of The Compassionate Buddha By E.A. Burtt, P.27

The Teachings of The Compassion Ate Buddha, By

E.A. Burtt, P.43,46

The Teachings of The Copmpassionate Buddha By. E.A. Burtt. P.181

Some Sayings of The Buddha Trnslated By F.L. Wood Ward P.68

۷۱ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۳۳۸

۷۲ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۳۳۷

۷۳ اسلامی اور غیر اسلامی فکر و عمل از عاشق حسین علوی ص ۱۳۳، ۱۳۲

۷۴ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص ۴۱۷

۷۵ دنیا کے بڑے مذہب از عمادالحسن آزاد فاروقی ص ۱۲۸

تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۴۸

۷۶ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۵۱

۷۷ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص ۳۱۸

۷۸ A Hand Book of Living Religions Edited By John R. Hnnells, P.262

دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۳۹

۷۹ A Hand Book of Living Religions Edited By John R.Hinnells. P.262

۸۰ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۳۵

۸۱ Encyclopedia of Religion and Ethics. Vol 1, P.202

۸۲ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۲۷

۸۳ Outlines of Jenism By S.Gopalan P.13,16

ہیرالال جین' جینزم' اٹس ہسٹری پرنسلپز اینڈ پریکٹکس ص ۲۰۸' ۲۰۳

۸۴ Studies in Jaina#Philosophy By N.Tatia P.61

۸۵ ہیرالال جین' جینزم اٹس پرنسپلز اینڈ پرسٹس ص ۲۰۸

A Hand Book of Living Religions. Edited By John R.Hinnells. P.263

Jain Commuty By V.A. Sangave P.201,204

۸۶ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۳۴

۸۷ Jain Community By V.A. Sangave. P.204

۸۸ Jain Community By V.A. Sangave. P.212

۸۹ Outlines of Jainism By S.Gopalan P.205,209

۹۰ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۱۳

۹۱ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۳۲

۹۲ A Literary History of Persia By E.G.Browne Vol III P.207

تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۷۲

دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۵۵

۹۳ Studies in Parsi History S.H. Hodivala P.67

۹۴ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۱۴

۹۵ The Dawn and Twilight of Zoroast Rianism P.26,27

۹۶ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۴۲

۹۷ A Literary History of Persia By E.G. Browne. Vol.III

۹۸ Zoroastrians By Mary Boyce P.21

۹۹ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص

۱۰۰ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۷۸

دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۶۵

۱۰۱ A Handbook of Living Religions Edited By John Hinnells. P.175

۱۰۲ Zordastrians By Mary Boyce P.169

۱۰۳ قدیم مشرق جلد دوم از سید عین الحق ص ۱۵۱

۱۰۴ تاریخ مذاہب از رشید احمد ص ۱۷۶

۱۰۵ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۸۷

۱۰۶ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۱۸۹

۱۰۷ دعوت اسلام از ڈاکٹر سر تھامس آرنلڈ مترجم محمد عنایت اللہ دھلوی ص ۲۱،۲۰

۱۰۸ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص

۱۰۹ دعوت اسلام از ڈاکٹر سر تھامس آرنلڈ مترجم محمد عنایت اللہ دہلوی ص ۲۲

دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۳۲۳

۱۱۰ روح اسلام از عفیف عبد الفتاح طبارہ مترجم سید ابو الحسن برنی ص ۱۹۶

۱۱۱ اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی از سید ابوالاعلیٰ مودودی ص ۲۶

۱۱۲ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۳۲۸

۱۱۳ ہمارا اسلام از پروفیسر عبدالقیوم ندوی ص ۶۱

۱۱۴ اساسیات اسلام از مولانا محمد حنیف ندوی ص ۷۲

۱۱۵ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص

۱۱۶ ہمارا اسلام از پروفیسر عبدالقیوم ندوی ص ۷۰' ۶۹

۱۱۷ روح اسلام از عفیف عبدالفتاح طبارہ مترجم سید ابوالحسن برنی ص ۶۴۳ء

۱۱۸ روح اسلام از عفیف عبدالفتاح طبارہ مترجم سید ابوالحسن برنی ص ۲۴۷

۱۱۹ دنیا کے بڑے مذہب از عماد الحسن آزاد فاروقی ص ۳۳۳

۱۲۰ اسلام کی بنیادیں' حسن ایوب مترجم عبید اللہ فہد فلاحی ص ۱۵۹

۱۲۱ اسلام کا نظام حیات از عبدالوہاب ظہوری ص ۲۶۶' ۲۶۵

۱۲۲ اسلام مکمل دین مستقل تہذیب از محمد عبیداللہ الاسعدی ص ۳۵۲

۱۲۳ اسلام کا نظام حیات از عبدالوہاب ظہوری ص ۸۷

۱۲۴ اسلام کا نظام حیات از عبدالوہاب ظہوری ص ۸۸

۱۲۵ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۵۶

۱۲۶ تاریخ فرشتہ جلد اول مترجم مولوی محمد فدا علی طالب ص ۴۷' ۴۶' ۴۵

عہد اسلامی کا ھندوستان از سید ریاست علی ندوی ص ۳۱

۱۲۷ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۵۷

۱۲۸ عجائب الھند از بزرگ بن شہریار ص ۱۵۵

۱۲۹ عہد اسلامی کا ھندوستان از سید ریاست علی ندوی ص ۳۴

۱۳۰ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۵۷

۱۳۱ آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خان نجیب آبادی ص ۷۸

آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۶۰

۱۳۲ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۳۲

۱۳۳ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۳۲

۱۳۴ چچ نامہ فارسی از ص ۷۳، ۷۲

۱۳۵ چچ نامہ فارسی از ص ۷۱

۱۳۶ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۳۲، ۴۳۱

۱۳۷ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۶۲

۱۳۸ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۲۹، ۲۸

۱۳۹ عرب و ہند عہد رسالت میں از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب سوم

سندھ میں عربوں کی آمد اور سِندھ میں اسلامی مملکت کا قیام

(تحقیقی جائزہ)

باب سوم

سندھ میں عربوں کی آمد اور سندھ میں اسلامی مملکت کا قیام

☆ سندھ میں عربوں کی آمد

☆ عرب کی سندھ سے تعلقات کی وجہ

☆ زٹ (جاٹ)

☆ خلفائے راشدینؓ کے عہد میں اسلامی فتوحات

☆ بری حملہ

☆ بحری حملہ

☆ عرب دریائے سندھ کے کنارے پر

☆ اموی عہد میں اسلامی فتوحات

☆ ترکستان کی فتح

☆ شمالی افریقہ کی فتح

☆ روؤس کی فتح

☆ چین کی فتح

☆ اموی عہد حکمرانی میں اسلامی حکومت

☆ خلافت معاویہؓ ابن ابی سفیانؓ اموی

☆ مکران میں علافیوں کی بغاوت

☆ حیات محمد بن قاسم

☆ سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد

☆ محمد بن قاسم کے حملے کا پس منظر

☆ عبدالرحمٰن بن محمد کی بغاوت اور سندھ کے غیر مسلم حکمرانوں کی مدد

☆ محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ

☆ دیبل پر حملہ اور اس کی فتح

☆ محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت

☆ حجاج بن یوسف کے چند مکتوب

☆ عربوں کی جنگی طاقت

باب سوم

سندھ میں عربوں کی آمد اور سندھ میں اسلامی مملکت کا قیام

سندھ میں عربوں کی آمد:

اس خطہ ارض کا جسے عربی اور فارسی کی قدیم کتب میں سندھ اور ھند کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ملک عرب اور باشندگان عرب سے بہت پرانا تعلق ہے۔

جس وقت اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ اس وقت عرب کے مختلف حصوں میں رومی بھی آباد تھے، ایرانی بھی موجود تھے، حبشی بھی فروکش تھے، ھندی بھی مقیم تھے (اور سندھی بھی)(۱)

عرب کی سندھ سے تعلقات کی وجہ:

سندھ و ھند کے لوگ پہلے پہل عربوں سے کس طرح متعارف ہوئے اور عربوں نے ان سے کب اور کیوں کر تعلقات استوار کرنا شروع کئے۔ اس کی ایک خاص وجہ اور خاص پس منظر ہے۔

زمانہ قدیم میں ایران کو ایک مضبوط اور مستحکم طاقت کی حیثیت حاصل تھی اور عربوں چند علاقوں پر بھی اس کا قبضہ تھا۔ دوسری طرف سندھ اور اس کے اطراف مکران وغیرہ کے علاقائی حکمران ایرانی حکومت کے زیر اثر تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے سندھی باشندے ایران کی فوج میں شامل ہوگئے اور انہوں نے عرب کے ان علاقوں میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ جو ایران کے اثر و اقتدار میں تھے۔(۲)

پھر عربوں کے تجارتی قافلوں کا سندھ اور ہندوستان میں خیر مقدم کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ عربوں کے سندھ پر حملہ آور ہونے سے پہلے ان کی پرامن نو آبادیاں یہاں قائم ہوگئی تھیں۔(۳)

عربوں کی آمد و رفت بحری و بری دونوں راستوں سے تھی۔ لوگ سندھ سے بلوچستان' ایران' پھر بابل پھر شام پہنچے تھے۔ ان راستوں سے تعلقات کے قائم رہنے کی بہت سی تاریخی شہادتیں موجود ہیں۔

عرب کے متعدد مقامات میں سند و ھند کے کئی گروہ آباد تھے۔ جو مختلف خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

زط : یہ عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی جاٹ یا جٹ کے ہیں۔ یہ برصغیر کی وہ قوم ہے جس کے بہت سے افراد قدیم دور سے عرب میں آباد تھے۔

لسان العرب میں ان کے بارے میں لکھا ہوا ہے۔

الزط جیل اسود من السند وقیل الذط اعراب جت بالھندیہ' و ھو جیل من ھل الھند وھم جنس من السودان و الھنود(۴)

"یعنی زط سندھ کے سیاہ رنگ کے لوگ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ زط ھندی لفظ جٹ کا معرب ہے اور یہ لوگ اہل ھند میں سے ہیں جن کے رنگ سیاہی مائل ہیں اور ھندی جنس سے تعلق رکھتے ہیں۔

مجمع بحار الانوار میں ہے۔

وھم جنس من السودان (السنود) والھنود(۵)

یعنی زط سیاہ رنگ کے سندھیوں اور ھندیوں کی جنس سے تعلق رکھتے ہیں"

ابو الفداء نے لکھا ہے۔

"واما البلوص المذکورون فیقال لھم فی زماننا الجت و ھم طائفہ تقرب لغتھم من الھندیہ"

یعنی ان بلوچیوں کو ہمارے زمانے میں جٹ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ وہ گروہ ہے جس کی زبان ھندی زبان سے ملتی جلتی ہے۔(٦)

ملک عرب تین طرف سے سمندروں سے گھرا ہوا ہے۔ زمانہ قدیم سے عربوں میں غیر ممالک کا سلسلہ بحری راستوں سے جاری تھا اور ان کے تجارتی اکور بحری اسفار مشرق میں چین تک اور مغرب میں روم تک جاری تھے۔ اسی طرح عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کے بحری اسفار کا تجارتی سلسلہ قائم رہا۔

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت سمرہؓ سے روایت کی ہے۔

"کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتجرون فی البحر"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بحری تجارت کیا کرتے تھے"

ایک مرتبہ شکاریوں کی ایک جماعت نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا۔

"نحن ترکب البحر و نحمل معنا القلیل من الماء"(۷)

"ہم لوگ سمندری سفر کرتے ہیں اور تھوڑا سا پانی اپنے ساتھ لے لیتے ہیں۔ بعض احادیث اور عہد رسالت کے واقعات سے اس دور کے بحری سفر کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ نیز احادیث و سیر کی کتابوں میں عہد رسالت کے بحری اسفار کے تذکرے موجود ہیں۔

۶ ھجری کے آخر یا ۷ ھجری کے شروع میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب اور دوسرے علاقوں کے بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام تبلیغ اسلام کے دعوت نامے صحابہ کرام کے ذریعہ بھیجے۔ تو عرب کے مشرقی علاقوں کے حکمرانوں کے نام بھی دعوت اسلام کے خطوط ارسال کئے۔

عمرو بن عاص سہمی کو عمان میں جیفر اور عیاذ کے پاس' سلیط بن عمرو کو یمامہ میں ثمامہ ابن اثال کے پاس' اور سیط بن عمر کو ہوزہ کے پاس' اور علاء بن حضرمی بحرین میں منذر بن ساوی عبدی کے پاس روانہ فرمایا' یہ سب مقامات ھند کے سامنے واقع ہیں۔(۸)

قنوج کے راجہ سرباتک کے پاس صحابہ کے دعوت اسلام لے کر آنے اور اجر کے مسلمان ہونے کی روایت بھی ہے۔

"وزعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم انفذ الیہ حذیفہ و اسامۃ و صھیبا یدعونہ الی الاسلام فلجاب و اسلم و قبل کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم"(۹)

"سرباتک نے کہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس' حذیفہ' اسامہ اور صہیب کو دعوت اسلام دے کر بھیجا' چنانچہ اس نے اسلام قبول کیا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو بوسہ دیا" ایک اور روایت میں سندھ میں پانچ صحابہ کرام کے آنے اور ان میں دو صحابہ کے واپس جانے اور تین کے سندھ ہی میں انتقال فرمانے کی ہے۔

"روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسل کتابہ الی اهل السند علی ید خمس نفر من اصحابہ فلما جا وافی السند فی قلعہ یقال نیرون اسلم بعض اهلہ ثمہ رجع من اصحابہ اثنان مع الوافد' علیہ من السند و بقی ثلاثہ منهم فی السند و اظهر اهل اسند الاسلام' ویبتو الا هل اسند الاحکام و ماتو فیہ و قبور هم فیہ الان موجودۃ و جل(۱۰)

"روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سندھ کے باشندوں کے یہاں اپنے پانچ صحابہ کے ذریعہ اپنا نامہ مبارک بھیجا' جب یہ لوگ سندھ کے مقام نیرون کوٹ میں آئے' تو وہاں کے بعض لوگوں نے اسلام قبول کرلیا' پھر ان پانچ میں سے دو واپس چلے گئے اور باقی تین سندھ میں رہ گئے۔ سندھ کے لوگوں نے ان کی وجہ سے اسلام قبول کیا اور انوہں نے ان کو اسلامی احکام سکھائے بعد میں یہ لوگ سندھ میں انتقال کر گئے۔ اور ان کی قبریں بھی وہاں موجود ہیں۔

معروف محقق قاضی اطہر مبارکپوری کا خیال ہے کہ ٦ یا ۷ هجری میں یا اس سے پہلے خطہ هند و سندھ میں کسی صحابی کے دعوت اسلام لے کر آنے کی کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کے آٹھ نو سال بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں عرب سے مسلمانوں کے هند میں آنے کی مستند روایت موجود ہے۔ (واللہ علم)(۱۱)

سرزمین عرب کا مشرقی ساحلی علاقہ بحرین ہمیشہ سے سند و هند کی تجارت کا مرکز تھا۔ اس کی مرکزیت اور اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اپنے دو حکام مقرر فرمائے تھے۔

ایک حضرت علاء حضرمی' اور دوسرے حضرت ابان بن سعید بن عاصی علاء حضرمی علاقہ قطیف کے حاکم تھے اور ابان علاقہ حظ میں تھے' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں علاء حضرمی کو دوبارہ وہاں کا حاکم مقرر کردیا۔ مگر حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان کی جگہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

بحرین کی مرکزیت اور سندھیوں کی کثرت اور هندو سندھ سے تجارتی جہازوں کی آمدورفت دیکھ کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہیں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت یاد آگئی۔(۱۲)

عن ابی هریرۃ قال وعدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ الهند فان ادر کتها انفق فیها نفسی ومالی فان اقتل کنت افضل الشهداء وان ارجع فانا ابو هریرۃ المحرر(۱۳)(۱۴)

"حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ ھند کا وعدہ فرمایا ہے' اگر میں اس میں شریک ہو سکا تو اپنا جان و مال قربان کردوں گا۔ اور اگر میں اس میں کام آگیا تو بہترین شہید ہوں گا اور اگر واپس لوٹا تو نار جنہم سے آزاد ابوہریرہ رہوں گا۔

اس سلسلہ میں جو حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ یہ ہے۔

عن ثوبان و مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصابتان من امتی حرو ھما اللہ من النار عصابہ تغز و الھند و عصابہ تکون مع عیسی بن مریم علیھما السلام

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ جنہم کی آگ سے محفوظ رکھے گا ایک وہ گروہ جو ھند (سندھ) میں جہاد کرے گا۔

دوسرا وہ گروہ جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کا ساتھ دے گا۔" (۱۵)

غزوہ ھند کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس پر اب تک کئی مرتبہ عمل ہو چکا ہے۔

۱۵ ھجری میں صحابہ کرام نے سند و ھند پر حملہ کیا اور اس طرح جہاد کی بنیاد ڈالی۔ پھر مختلف اوقات میں متعدد مرتبہ اس خطہ ارض میں مسلمان حکمرانوں کو جہاد کے مواقع میسر آئے۔

عثمان بن ابی العاص ثقفی ۹ ھجری میں طائف کے وفد ثقیف کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے ان کی صلاحیت کے پیش نظران کو طائف کا حاکم مقرر فرمایا۔ اس وقت سے خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی کی ابتداء تک آپ طائف کے حاکم رہے۔

حضرت عمرؓ نے ۱۵ ھجری میں ان کو طائف کے بجائے بحرین اور عمان کا حاکم مقرر کیا۔ یہ کئی بھائی تھے۔

۱۔ عثمان بن ابی العاص' ۲۔ حکم بن ابی العاص' ۳۔ مغیرہ بن ابی العاص' ۴۔ حفص بن ابی العاصی

عثمان بن ابی العاص نے بحرین اور عمان کی تولیت کے ابتدائی دور ہی میں اپنے بھائی حکم کو طائف سے بلا کر بحرین بھیج دیا اور خود عمان پہنچ کر متطوعین اور فدائیان اسلام کی فوج تیار کی اور اس کی قیادت اپنے بھائی حکم

کو دے کر ہندوستان روانہ کیا۔

اس مہم میں بمبئی اور گجرات دونوں ساحلی مقامات پر حکم بن ابی العاص نے اپنی فوج کو لے کر حملہ کیا اور فتح پائی۔ نیز عثمان نے اپنے دوسرے بھائی مغیرہ بن ابی العاص کی زیر قیادت ایک رضاکارانہ بحری فوج دیبل ٹھٹھہ کی طرف روانہ کی۔ جہاں سے اسلامی لشکر مظفر و منصور ہوا۔(۱۶)

جب اسلامی لشکر ہند و سندھ کی اس فتوحات سے واپس گیا تو حضرت عثمان ثقفی نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو پوری تفصیل لکھی چونکہ حضرت عمرؓ اس فوج کشی سے بے خبر تھے اور اس سے پہلے بحری راستے سے اسلامی فوج ادھر نہیں آئی تھی اس لئے آپ نے عثمان کے اس اقدام کو ناپسند فرمایا۔ اور تہدید آمیز خط لکھا۔ کہ اگر اس خطرناک اور غیر منظم مہم میں مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا تو تمہارے قبیلے ثقیف سے ایک ایک کا بدلہ لوں گا۔

الغرض وصال نبوی کے چار سال بعد صحابہ کرام اسلام کی دولت لے کر سند و ہند تشریف لائے اور اس سرزمین نے بڑھ کر ان ک کیا۔

بلاذری نے اس کا ذکر یوں کیا ہے۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۱۵ ھجری میں عثم بن ابی العاص ثقفی کو بحرین اور عمان کا حاکم بنایا۔ عثان نے اپنے بھائی حکم کو بحرین روانہ کیا اور خود عمان پہنچ کر تھانہ (بمبئی) کی طرف ایک فوجی روانہ کی اور جب لشکر واپس آیا تو حضرت عمرؓ کو لکھ کر اس کی اطلاع دی' حضرت عمر نے ان کو لکھا کہ اے ثقفی! تو نے گویا کیڑے کو لکڑی پر سوار کر کے سمندر کے حوالے کر دیا ہے۔

خدا کی قسم! اگر مسلمانوں پر کوئی آفت آئی تو تمہاری قوم سے اس کا بدلہ لوں گا۔ نیز عثمان نے اپنے بھائی حکم کو بھروچ روانہ کیا۔ اور ایک بھائی مغیرہ کو دیبل کی کھاڑی کی طرف روانہ کیا۔ جہاں انہوں نے دشمنوں سے مقابلہ کر کے فتح پائی۔(۱۷)

یاقوت حموی نے حضرت حکم ثقفی کے حملہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"دیبل سندھ کا ایک شہر ہے جو ھند کے ساحل پر واقع ہے اور عثمان ابن ابی العاص نے اپنے بھائی حکم کو

یہاں بھیجا جنہوں نے اسے فتح کیا۔(۱۸)

تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ کرام رن کچھ کے علاقے میں بھی تبلیغ اسلام اور جہاد کے لئے تشریف لائے۔ جسے عربی زبان کی کتب تاریخ میں "کس" لکھا گیا ہے۔(۱۹)

"کس" کچھ بھی قدیم سندھ کا ایک اہم اور ساحلی سرحدی علاقہ تھا اور اس کی تجارتی حیثیت بھی مستحکم تھی۔

قلات، لس بیلہ، اور بلوچستان کے دیگر علاقوں کو بھی صحابہ کرام کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اس زمانے میں بلوچستان کسی صوبے اور چند مقامات تک محدود علاقے کا نام نہ تھا۔ عربی تاریخوں میں اسے بلوص اور بلوس بھی لکھا گیا ہے۔

ملتان، لاہور، بنوں اور کوہاٹ کے شہروں اور علاقوں کی سرزمین بھی صحابہ رسولؐ کی پر عظمت جماعت سے متعارف ہوئی۔

عرب مؤرخین ملتان مولتان بھی لکھتے ہیں۔ لاہور کا نام لہور، لوہور اور لہاور بھی ہے۔ بنوں کو بنہ اور کوہاٹ کو کوہات اور کہات رقم کیا گیا ہے۔ اس زمانے میں ان علاقوں اور شہروں میں سے بعض اچھے خاصے بارونق شہر تھے اور بعض کی حیثیت چھوٹے چھوٹے دیہات اور قصبات کی تھی۔ آبادیاں دور دور تھیں، ایک دوسرے سے متصل اور قریب نہ تھیں۔(۲)

اس ضمن میں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ یہ تمام علاقہ جات ملک سندھ کے زیر نگین تھے۔

اس وقت جو مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین رحمتہ اللہ علیھم اجمعین مکران اور سندھ تک پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے یہیں بود و باش اختیار کر ڈالی۔ اور یہاں سے واپس نہیں گئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ان لوگوں کی تعداد ڈھائی ہزار کے قریب تھی۔

تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عرب تاجر زمانہ اسلام سے قبل اور بعد میں سندھ کے علاقوں میں آمدورفت رکھتے تھے۔(۲۱)

آپ اندازہ فرمائیں اس وقت یہ لوگ سندھ کے علاقوں کے دور دراز مقامات تک پہنچ چکے تھے۔ ان میں

تاجروں کے علاوہ مجاہد بھی تھے۔ اتنے دور دراز کے بحری سفر پر اس زمانے میں دس بیس انسان نہیں نکلتے تھے۔ بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں نکلتے تھے۔ ان خوش نصیبوں میں تمام ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت و صحبت کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ اس بات کے بھی بین ثبوت موجود ہیں کہ ہجرت کی دوسری اور تیسری دہائی میں ایسے صحابہ کرام و تابعین' بغرض جہاد' تجارت' تبلیغ' محنت و مزدوری سندھ کے بلاد و امصار میں داخل ہوئے اور پھیل گئے۔ یہاں شادیاں کرلیں' آباد ہوئے' یا جہاد میں شہید ہوئے اور یہیں ان کے مدفن بنے۔

تاریخ کتب و سیر میں ہمیں بہت تھوڑے صحابہ کرام کے نام نظر آتے ہیں۔ مگر قرائن بتاتے ہیں کہ بے شمار صحابہ کرام و تابعین نے سرزمین سندھ پر قدم رنجہ فرمایا۔

سید ریاست علی ندوی نے لکھا ہے کہ:

"سندھ کو مسلمانوں نے پہلی صدی کے آخر میں فتح کیا۔ مگر اسلامی بستی یہاں اس سے بہت پہلے قائم ہوچکی تھی۔ چنانچہ ہر پانچ سو عرب مسلمان ایک عرب سردار کی ماتحتی میں مکران سے بھاگ کر راجہ داہر کے پاس چلے آئے تھے۔(۲۲)

مزید لکھتے ہیں کہ:

اسلامی حکومتوں کے تسلط سے پہلے اسلامی نو آبادیوں کی اس کثرت سے یہ شبہ نہ ہو کہ یہ سب کے سب باہر سے آئے ہوئے مسلمان تھے۔ بلکہ اس میں تمام تر مسلمان فقیروں' درویشوں' صوفیوں اور عالموں کی ان دینی خدمتوں کے آثار تھے جو یکہ و تنہا پوری آبادی میں چلے جاتے اور یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ اور اپنے اسوہ عمل سے اس آبادی کو اپنا گرویدہ بناتے اور چند دنوں کے قیام کے بعد اس آبادی کی قلب ماہیت تبدیل کر دیتے تھے۔

ہمارے صوفیائے کرام کا یہی طریقہ عمل تھا۔ جس سے اس ملک (سندھ) میں دین کی اشاعت ہوئی۔(۲۳)

خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی فتوحات

خلافت راشدہ میں سندھ و ہند میں صحابہ کرام اور کبار تابعین تشریف لائے' خلافت راشدہ کا دور حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک سراسر خیرو برکت اور امن و سعادت کا دور ہے۔ خلافت راشدہ کی عظیم الشان فتوحات میں خراسان سے آگے دریائے جیحون کے اس پار سمرقند تک کا علاقہ شامل تھا۔ مشرقی فتوحات کے ضمن میں ھند و سندھ کا ایک حصہ خلافت راشدہ کے زیر نگیں آگیا تھا اور اس میں خلافت راشدہ کے برکات و فیوض ہر طرف عام تھے۔ سندھ پر عربوں کا پہلا حملہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ہوا تھا۔

۲۳ ھجری میں حکم بن عمر تغلبی کی قیادت میں ایک فوج دریائے سندھ تک پہنچ گئی تھی اور اس سال ھند کے مغربی ساحل پر بحری بھی کئے گئے تھے۔

بری حملہ:

حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوان کو جو صحابی رسول تھے۔(۲۴) ۱۴ ھجری میں ابلہ (بصرہ) پر پیش قدمی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اسلام کے قدم سندھ و ھند پر جما دیئے جائیں۔(۲۵) اس فتح کے بعد عرب برابر پیش قدمی کرتے رہے اور ۳۳ ھجری میں وادی سندھ میں پہنچ گئے۔ ھند کے خلاف پہلا براہ راست حملہ ۲۱ ھجری میں کیا گیا۔

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان جو ایک صحابی تھے۔ جنگ نہاوند میں نام پیدا کرنے والی فوج کا ایک دستہ لے کر صوبہ جبال کے جنوب مشرق میں واقع ایک شہر اصفہان پر حملہ آور ہوئے شہر کے قریب زبردست لڑائی ہوئی جس میں تجربہ کار ایرانی سپہ سالار شہریار مارا گیا۔(۲۶)

بحری حملہ:

عربوں نے ھند کے خلاف سب سے پہلا جو بحری حملہ کیا تھا۔ وہ تھانہ (بمبئی) پر ان کا حملہ تھا۔ تھانہ بمبئی کے قریب ایک بندرگاہ تھی۔ عثمان ابن ابی العاص ثقفی ایک صحابی تھے۔ ماہ رمضان المبارک ۹ ھجری میں طائف کا جو وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تھا۔ اس میں عثمان بھی شامل تھے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اگرچہ عثمان کم سن تھے۔ مگر انہیں اسلام سے بڑی محبت تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ان کے جوش

ایمانی کی تعریف کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طائف کا عامل مقرر کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں جب فتنہ ارتداد برپا ہوا تو عثمان ثقفیؓ نے اہم خدمات سرانجام دیں اور اپنے قبیلہ کو مرتد ہونے سے باز رکھا' عثمان ثقفی مختلف صوبوں کے عامل رہے اور کامیابی سے فرائض سرانجام دئے۔ انہوں نے ۵۱ ھجری میں بصرہ میں وفات پائی۔ جہاں انہوں نے مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔

بصرہ میں نامور بزرگ حسن بصری نے ان سے حدیث کا درس لیا تھا۔(۲۷)

عرب دریائے سندھ کے کنارے پر

مکران پر حملہ کے لئے عربوں نے ایک طاقت ور فوج تیار کی۔ جس کی قیادت کئی صحابہ کرام کر رہے تھے۔ مثلاً عاصم بن عمر' حکم بن عمرو التغلبی' عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان اور سہیل بن عدی۔ اس وقت مکران پر سندھ کا راجہ راسل حکومت کر رہا تھا۔(۲۸)

راجہ کی فوج میں ھندو جنگ جو اور بہت سے ہاتھی شامل تھے' راجہ خود اس کی کمان کر رہا تھا' اور اس کے ملک سندھ سے روزانہ تازہ دم سپاہی آکر فوج میں شامل ہو رہے تھے۔ مکران والوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ ان کی قوت مدافعت بظاہر ناقابل شکست معلوم دیتی تھی۔

لیکن عربوں کے زبردست ریلے کو روکنا ممکن نہ تھا۔ انہوں نے اتنی تیزی اور شدت سے حملہ کیا کہ ان کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ افراتفری کی حالت میں بھاگنے لگے۔ عربوں نے کئی روز تک ان کا زبردست تعاقب کیا۔ آخرکار فریق مخالف دریا کے دوسری طرف پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ اس طرح زیریں سندھ کی پوری وادی پر عرب قابض ہوئے۔(۲۹)

ادھر عثمان بن ابی العاص ثقفی اپنے لشکر کے ساتھ تھانہ (بمبئی) کے ساحل پر حملہ آور ہوئے اور کامیابی حاصل کی' اور اپنے لشکر کے ساتھ عمان لوٹ گئے۔

حکم بن ابی العاص ثقفی ھند کے ساحلی علاقے بروچ (گجرات) پر حملہ آور ہوئے اور اس کو فتح کرلیا' جبکہ مغیرہ بن ابی العاص ثقفی ساحل سندھ پر دیبل (ٹھٹھہ) کی بندرہ پر حملہ آور ہوئے انہوں نے کراچی کے ساحل تک پیش قدمی کی اور فتح پائی۔(۳۰)(۳۱)(۳۲)

عرب سپہ سالار الحکم نے ایک صحابی صحار بن العبدیؓ کو اس فتح کی اطلاع دینے کے لئے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا اور دریائے سندھ پار کر کے سندھ میں مزید پیش قدمی کرنے کی اجازت چاہی۔

حضرت عمرؓ نے صحار سے اس ملک کی کیفیت دریافت کی۔ تو انہوں نے کہا۔ اس کے میدان پہاڑی ہیں۔ پانی کی بڑی قلت ہے۔ کھجور ادنی قسم کی ہے۔ دشمن بہادر ہیں۔ خیر کم ہے شر زیادہ۔ بڑی فوج چھوٹی معلوم ہوتی ہے اور چھوٹی فوج کا خاتمہ ہوجائے گا۔

اس بیان کو سن کر حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ وہ مزید پیش قدمی نہ کریں' چنانچہ فاتح عربوں نے دریائے سندھ عبور نہیں کیا۔(۳۳)

عربوں نے دریائے سندھ تک کا وہ علاقہ جسے انہوں نے مہران کے نام سے موسوم کیا فتح کرلیا تھا۔(۳۴)

فتوحات کا یہ سلسلہ اگرچہ روک دیا گیا تھا۔ لیکن اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ساحل مکران کے ساتھ سندھ کے دروازے کا ایک بری راستہ دریافت ہوگیا۔

مکران پر سب سے پہلے حضرت ابو موسی اشعریؓ نے اپنی حکومت کے وقت میں ربیع بن زیاد کو بھیج کر قبضہ کرلیا تھا۔ لیکن کامل اقتدار حاصل کئے بغیر مجاہدین واپس آگئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ خود مختار ہوگئے۔

۲۲ ہجری میں جب ایران فتح ہوا تو اسی ضمن میں عبداللہ بن عامر بن ربیع کرمان پر قبضہ کرکے سیستان کی طرف بڑھے۔ حاکم سیستان نے اطاعت قبول کلری۔ تو مکران پر حملہ آور ہوئے۔ مکران والوں نے سندھ کے راجہ سے مدد مانگی' لیکن ابن عامر نے سندھی اور مکرانی دونوں متحدہ فوجوں کو شکست دے کر تمام ملک کو زیر نگین بنالیا۔

یہ پہلا موقع ہے کہ سندھ کے لوگوں نے بلاوجہ عربوں سے لڑائی مول لی اور بلا ضرورت عربوں کو دعوت جنگ دی۔(۳۵)

ابن عامر صرف فاتح تھے۔ ملکی انتظام ان سے نہ ہوسکا۔ چنانچہ ان کے واپس ہوتے ہی یہ تمام لوگ پھر خود مختار ہوگئے۔ اس لئے ۲۳ ھجری میں ان کا مستقل انتظام کیا گیا۔ سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عتبان نے کرمان فتح کرکے اس کا انتظام کیا۔ اور عاصم بن عمر اور عبداللہ بن عمیر سیستان پہنچے۔ جہاں کے مرزبان نے

خراج دینا قبول کیا۔

حکم بن عمر تغلبی مکران کی طرف بڑھے' مکران کے راجہ نے پھر سندھ کے راجہ سے مدد طلب کی۔ جو ایک بہادر فوج لئے ہوئے فوراً میدان جنگ میں پہنچ گیا۔ ادھر شہاب بن مخارق' سہیل بن عدی' عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان' بھی مدد کے لئے آن پہنچے۔ معرکہ بڑا سخت تھا۔ ہر دو فریق نے داد مردانگی دی۔ آخر مکران کا راجہ جس کو ربیل کہتے تھے مارا گیا۔ سندھ کی فوج بڑی بے ترتیبی سے پسپا ہوئی۔(۳۶)

حضرت عمرؓ کے زمانے میں عثمان ثقفی بحرین اور عمان کے والی بنائے گئے۔ انہوں نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاص ثقفی کی سرگردگی میں جو خود بھی صحابی رسول تھے' سندھ و ھند کے خلاف یہ بحری مہم روانہ کی تھی۔(۳۷)(۳۸)

گجرات کے ساحل پر عربوں کی فوج کے اترنے سے جنوبی ھند میں صحابہ کرام کے ورور کا آغاز ہوگیا تھا۔(۳۹)

اور اسی نوعیت کی بحری مہمیں بھروچ کے خلاف اور خلیج دیبل میں بھی روانہ کی گئی تھیں۔ اور اسی نوعیت کی بحری مہمیں بھروچ کے خلاف اور خلیج دیبل میں بھی روانہ کی گئی تھیں۔ مؤخرالذکر مہم کے قائد عثمان ثقفی کے ایک اور بھائی مغیرہ بن ابی العاص ثقفی تھے۔(۴۰)

۲۴ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ کے زمانے میں سندھ کے راجہ چچ نے اسلامی حکومت سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اس نے مکران کی سرحد پر فوجیں جمع کر کے حملہ کرنے کی دھمکی دے دی۔ حضرت عثمانؓ نے مکران کے حاکم عبدالرحمٰن بن ثمرہ کو لکھا کہ چچ کی فوجیں جو مکران کی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں۔ ان کو نکال دے۔ عبدالرحمٰن بن ثمرہ نے اس حکم کے ملتے ہی حملہ کر کے سندھ کی فوج کو مار بھگایا۔ اور مکران سے کیکانان کی سرحد تک کے علاقے پر قبضہ کرلیا' یہ وہ علاقہ تھا کہ جس پر چچ نے اس لڑائی سے چند سال پہلے قبضہ کیا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ثمرہ اس علاقے کو فتح کر کے آگے نہیں بڑھے اور ان کو فوراً کابل جانا پڑا۔ جہاں ایک بغاوت کا فرو کرنا نہایت ضروری تھا۔(۴۱)(۴۲)

کابل اس عہد میں صوبہ سیستان کا ایک حصہ تھا۔ گو کہ سیستان عہد فاروقی میں فتح ہوچکا تھا۔ لیکن کابل کا حکم

اب تک خود مختار تھا۔ عبدالرحمن بن ثمرہ اور ابن عامر نے کابل پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ کابل کی فوج بھی قلعہ کے نیچے بڑی بہادری سے لڑی۔ مگر ان کو آخرکار عربوں کے آگے سر جھکانا پڑا۔ اور کابل مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ یہ ہندوستان کا دروازہ تھا جسے مسلمانوں نے بزور فتح کیا۔(۴۳)

۲۹ ھجری میں عبداللہ بن عامر بجائے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے تمام مشرقی علاقوں کے حاکم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ان دونوں بصرہ اس کا پایہ تخت تھا۔ چنانچہ ابن عامر نے جب بصرہ میں نظام سنبھالا تو یہ دیکھ کر متحیر ہوگئے کہ اکثر مفتوحہ ممالک باغیوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ اس لئے عبداللہ بن عمیو کو والئ سیستان بنا کر روانہ کیا۔ جنہوں نے وہاں پہنچتے ہی تمام سرکشوں کو زیر کر کے کابل تک اپنے قبضہ میں کرلیا۔(۴۴)

دوسری طرف عبیداللہ بن معمر التمیمی کو مکران کا حاکم بنایا گیا۔ جو بڑی بہادری سے فتوحات حاصل کرتا ہوا ھند کی سرحد تک پہنچ گیا اور تمام باغیوں کو از سرنو مطیع کیا' تیسری طرف عبدالرحمن بن عبلس کرمان کے گورنر مقرر ہوئے۔ جنہوں نے نہایت خوبی سے امن و امان قائم کیا۔ باوجود ان انتظامات کے باغی ہر وقت شر و فساد کے لئے تیار نظر آتے۔ اس لئے ابن عامر خود خراسان پہنچے۔ سیستان کی حکومت ربیع بن زیاد حرثی کو دی اور کرمان مجاشع بن مسعود کے سپرد کیا۔(۴۵)

عبیداللہ مدینہ کے رہنے والے اور بہت دولت مند تھے۔ وہ راوی حدیث بھی ہیں۔(۴۶) مکران پہنچ کر عبیداللہ نے نہ صرف باغیوں کی طاقت کو بالکل کچل دیا بلکہ دریائے سندھ تک کے وسیع علاقے پر قبضہ بھی کرلیا اور اس طرح عربوں کا اقتدار مستقل ہوگیا۔(۴۷)

چنانچہ ۳۰ ھجری میں جب عبیداللہ کا تبادلہ فارس کیا گیا تو ان کی جگہ عمر بن عثمان کا تقرر ہوا۔(۴۸)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۳۵ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند نشین ہوئے۔ ابتدائے ۳۶ ہجری میں آپ نے دیگر حکام کے ساتھ عبداللہ بن سمرہ کو بھی واپس بلالیا۔ ان کے واپس آتے ہی مشرقی علاقہ جات میں بغاوت پھیل گئی' متعدد والی آئے مگر کوئی کامیاب نہ ہوا۔ ۳۶ ہجری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسکہ بن عتاب حبطی کو سیستان بھیجا۔ یہ اصحاب جمل میں سے تھے۔ انہوں نے سیستان پہنچ کر تمام صوبہ پر قبضہ کرلیا اور ایک خود مختار حکومت قائم کرلی۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوی تو انہوں نے عبدالرحمن بن جرد طائی کو روانہ فرمایا' لیکن یہ جنگ میں مارے گئے' اس وقت والی بصرہ حضرت عبداللہ بن عباس کو مشرقی علاقہ جات کے حاکم اعلیٰ تھے۔ چار ہزار فوج کے ساتھ ربعی بن کاس عنبری کو مسکہ بن عتاب حبطی کی سرزنش کے لئے روانہ کیا۔ جس نے جاتے ہی فتح حاصل کی' ابن عتاب مارے گئے۔ اور تمام سیستان بھی کے ہاتھ آگیا۔(۴۹)

پھر آپ نے ۳۸ ہجری میں ثاغربن دعورا کو سپہ سالار بنا کر ھند کی سرحد پر مقرر کیا ۳۸ ہجری کے آخر میں سندھ پر ایک مستقل اور سخت حملہ کیا گیا یہی وہ پہلا حملہ ہے جو خشکی کی طرف سے سرزمین سندھ پر ہوا تھا۔ دراصل یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰؓ کے عہد خلاف کی اس کمی کو پورا کر دیتا ہے کہ ان کے عہد میں کسی غیر ملک پر جہاد نہیں ہوا۔ یہ حملہ اس طریقہ سے ہوا کہ تغار بن صغیر حدود سند پر فوج کشی کے لئے مامور کیئے گئے۔ ان کے ہمراہ نامور اور شریف عربوں کی ایک منتخب اور بہادر جماعت تھی۔ یہ ایک بڑی فوج لے کر جس میں حارث بن مرہ جیسے تجربہ کار بھی تھے جنگی سازوسامان لے کر وہاں پہنچے۔ اور تمام سرحدی علاقے و مقامات فتح کرتے ہوئے کوہ قیقان (قلات) پہنچے۔ قیقان میں بڑا سخت معرکہ ہوا۔ کیونکہ پہلے ہی بیس ہزار قیقانی تمام دروں کی ناکہ بندی کیئے ہوئے بیٹھے تھے۔ مسلمانوں نے لڑائی کے دوران اتنی شدت سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیئے کہ قیقانی لشکر میں ہیبت سے بھگدڑ مچ گئی۔

قیقان والوں نے شکست کھائی اور مسلمانوں نے بڑی تعداد میں جنگی قیدی گرفتار کیئے' جن کی تعداد ہزاروں میں تھی۔(۵۰)(۵۱)

اس کامیابی نے کچھ ایسا حوصلہ بڑھایا کہ حارث بن مرہ عبدی نے دوبارہ اطراف سندھ پر حملہ کیا' مگر اس حملہ میں ان کی قسمت انہیں خاک کے سپرد کرنے کے لئے لائی تھی۔(۵۲)

لیکن بلاذری کے قول کے مطابق اس معرکہ میں انہوں نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی تھی۔ کافی مال غنیمت اور قیدی ہاتھ لگے۔ مال غنیمت کی فراوانی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک دن میں ایک ہزار لونڈی غلام لشکر میں تقسیم ہوئے۔(۵۳)(۵۴)

ربعی عنبری کچھ ہی دنوں آرام سے بیٹھنے پائے تھے کہ پھر بغاوت شروع ہوگئی۔ جاریہ ابن قدامہ کے

مشورے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کو یہاں کا حاکم بنایا۔ جس نے ۳۹ ہجری میں خراسان پہنچ کر ان ممالک کا بہترین انتظام کیا۔(۵۵)

یہ لوگ ابھی سندھ کے علاقے قیقان (قلات) ہی میں تھے کہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی، یہ خبر سن کر وہ مکران لوٹ آئے جب مکران پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے ہیں۔

خلفائے راشدین کے عہد میں سندھ و ھند اور اطراف پر ہونے والے بری و بحری حملے ناکام نہیں رہے بلکہ کامیاب رہے۔ کیونکہ اگر ان حملوں میں ناکامی ہوئی ہوتی تو اس کا لازماً" نتیجہ عربوں کی تباہی کی شکل میں نکلتا اور ان میں سے شاید ہی کوئی زندہ بچتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ کامیاب ہو کر وطن واپس گئے۔ اور ان کا کوئی خاص جانی نقصان نہیں ہوا تھا۔

اس کا ثبوت اس حملہ کے ذمہ دار عثمان ثقفی سے خلیفہ کے خطاب سے ملتا ہے عرب اور آگے نہیں بڑھے اس لئے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی۔ حضرت عمبؓ کے اس فیصلے کا سبب معلوم کرنا مشکل نہیں ہے۔ حضرت عمر ایک عظیم سلطنت کے معمار اور ایک عظیم مدبر کی حیثیت سے تاریخ عالم میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ وہ انسانی جانوں سے کھیلنا پسند نہیں کرتے تھے۔ جب وہ کوئی فوج روانہ کرتے تھے تو ان کو سب سے بڑی فکر یہ ہوتی تھی کہ عساکر اسلام کو ہر طرح سے برابر کمک پہنچائی جاتی رہے۔ وہ اپنے سپہ سالاروں کو ہدایت دیتے تھے کہ تمام حالات سے ان کو برابر مطلع کرتے رہیں تاکہ وہ ضروری احکام جاری کر سکیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے جو فتوحات حاصل کیں وہ خود سپہ سالاروں کی قابلیت اور جنگی مہارت سے زیادہ اس امر کا نتیجہ تھیں۔ کہ حضرت عمرؓ کے عظیم منصوبوں اور ہدایات پر ان کے سپہ سالار سختی سے عمل کرتے تھے۔(۵۶)

حضرت عمرؓ کسی ایسی مہم کا خطرہ مول نہ لیتے تھے۔ جس کی کمک کے لئے وہ سپاہی اور اسلحہ برابر نہ بھیج سکتے ہوں۔ غالباً" یہی سبب تھا کہ اپنی زبردست حربی قابلیت کے باوجود وہ بحری حملے کرنے سے احتراز کرتے تھے۔ کیونکہ عرب بحری جنگوں میں اپنے ہم سر رومیوں اور ایرانیوں کی طرح تجربہ کار نہ تھے۔(۵۷)

عرب دوسرے میدانوں میں اس قدر مصروف تھے کہ بحری لڑائی میں مہارت حاصل کرنے کا انہیں اب

تک موقع نہ مل سکا تھا۔ یہ معلوم تھا کہ خلیفہ بحری مہم کی اجازت نہ دیں گے۔ اور عثمان ثقفی نے خود تمام خطرات مول لے کر ھند پر بحری حملہ کر دیا تھا۔ لیکن تھانہ پر اس حملہ کی کامیابی سے بھی حضرت عمرؓ مطمئن نہیں ہوئے تھے۔

انہوں نے عثمان ثقفی کو سخت فہمائش کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"اے ثقفی بھائی! تو نے کیڑے کو لکڑی پر چڑھا دیا۔"

پھر کہا کہ بخدا! اگر یہ لوگ مارے جاتے تو میں تیرے قبیلے کے اتنے ہی آدمی وصول کرلیتا۔(۵۸)

اموی عہد میں اسلامی فتوحات

اموی عہد میں بلاد سندھ کے بعض دیگر اطراف میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا ہم ان پر مختصراً" نظر ڈالتے ہیں۔

ترکستان کی فتح:

۵۴ ہجری میں عبیداللہ بن زیاد خراسان کا والی مقرر ہوا۔ یہ بہت جری آدمی تھا۔ اس نے ترکستان کی سرزمین کو جولان بنا دیا۔ فوج کسی کی اور بخارا کے کوہستانی علاقوں کو فتح کرتے ہوئے رامنی' نصف اور بیکند کے علاقے فتح کرلئے۔(۹۵)

۵۵ ہجری میں عبیداللہ بن زیادہ کی جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سعید والی مقرر ہوئے۔ انہوں نے اس مہم کو جاری رکھا۔ اور دریائے جیحون کو پار کرکے آگے بڑھے۔ اس زمانے میں یہاں ایک خاتون قبق حکمران تھی۔ اس نے صلح کرلی۔ لیکن عام باشندوں نے یہ صلح منظور نہ کی۔ اور ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں مقابلہ کے لئے نکلے۔ ان کی تیاری دیکھ کر قبق نے بھی صلح توڑ دی بخاری میں فریقین کا مقابلہ' لیکن قبق کی افواج میں پھوٹ پڑ گئی۔ قبق کے دوبارہ صلح کی اور مسلمانوں بخاری میں داخل ہوگئے۔

پھر یہاں سے سمرقند پہنچے۔ سمرقند بھی کئی دنوں کے محاصرہ کے بعد فتح ہوگیا۔ اس کے بعد ترمذ کا علاقہ

بھی فتح ہوا۔

شمالی افریقہ کی فتح:

۴۱ ہجری میں عقبہ بن نافع نے یہاں فوج کشی کی اور لواتہ اور زنانہ کے علاقے فتح کر لئے۔ یہاں کے باشندوں نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر ۴۲ ہجری میں غذامس پر قبضہ ہوا اور ۴۳ ہجری میں سوڈان کے بعض علاقے فتح کئے گئے۔(۶۰)

اس زمانہ میں معاویہ بن خدیج نے افریقہ کے خوبصورت ساحلی شہر نبزرت پر قبضہ کر لیا۔

روڈس کی فتح

شام کے ساحلی علاقے کو رومیوں کے حملہ سے محفوظ رکھنے کے لئے حضرت امیر معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی سے روم کے جزائر پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ قبرص اسی زمانہ میں فتح ہوا پھر اپنے عہد میں روڈس کو فتح کر لیا۔

چین کی فتح:

خاقان چین مسلمانوں کی فتوحات کا تذکرہ سن چکا تھا۔ اس لئے اس نے مسلمانوں نے حالات معلوم کرنے اور ان سے گفتگو کرنے کے لئے ایک وفد طلب کیا۔ ھبیرہ بن مشرح کی قیادت میں مسلمانوں کا دس رکنی وفد چین گیا۔ انہوں نے ہدایت کر دی کہ خاقان چین کو اس بات کا یقین دلا دیں کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تمہاری زمین کو اپنے پاؤں سے پامال کر کے خراج وصول نہ کر لوں گا یہاں سے واپس نہ جاؤں گا۔ کئی مذاکرات کے بعد خاقان چین نے اطاعت کر لی۔ اور جزیہ کا وعدہ کر کے مصالحانہ رویہ اختیار کیا۔(۶۱)

اموی عہد میں مکران میں اسلامی حکومت

خلافت معاویہ بن ابی سفیان اموی

۴۱ ہجری میں معاویہ بن ابی سفیانؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۴۱ ہجری میں جب دمشق فتح ہوا تو فاتح افواج میں آپؓ ایک مجاہد کی حیثت سے شریک تھے۔ اس وقت عراق کا والی عبداللہ بن عامر بن کریز قشمی تھا۔ وہ بلاد سندھ کے امور کا بھی نگران تھا' پھر اس نے حضرت معاویہؓ کو اس منصب پر فائز کیا کہ وہ سندھ کے امور کی بھی نگرانی کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان علاقوں کا اہتمام سنبھالا تو مکران سندھ کے لئے والی مقرر کئے اور براعظم ھند میں اسلامی حکومت کے قیام کے تگ و دو شروع کر دی۔

حضرت امیر معاویہؓ بڑے دانش مند' مدبر' منظم اور جری سپاہی بھی تھے۔ انہوں نے بہت سے علاقے فتح کیے جن میں لبنان انطاکیہ اور سندھ و افغانستان تک کے علاقہ جات شامل ہیں' دور بنی امیہ کے بارے میں جس کے بانی حضرت معاویہ ابن ابی سفیان اموی تھے ابن کثیر نے اموی دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

بنی امیہ کے دور خلافت میں جہاد کا بازار گرم رہتا تھا۔ اس کے علاوہ ان کو کوئی کام ہی نہ تھا۔ مشرق و مغرب اور بحر و بر میں اسلام کا کلمہ بلند تھا۔ انہوں نے کفر اور اہل کفر کو موم کر لیا تھا۔ مشرکوں کے دل مسلمانوں کے رعب و داب سے رزتے تھے۔ مسلمان جس سمت بھی رخ کرتے اسے فتح کر لیتے تھے۔

غزوات میں ان کے ہر لشکر کے ساتھ کبار تابعین کے صلحاء اولیاء اور علماء کی بڑی جماعت ہوا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی وجہ سے اپنے دین کی نصرت کرتا تھا۔ (۶۲)

حضرت معاویہؓ نے سندھ کے حالات میں گہری دل چسپی لی۔ انہوں نے جن حضرات کو یہاں امیر بنا

کر بھیجا۔ انہوں نے مکران میں دارالامارت قائم کرکے اطراف و جوانب کو اس مرکز سے مربوط کیا اور ہر طرف امن و سکون کی فضا پیدا کردی۔

عبداللہ بن سوار بن ھمام العبدی

والی عراق عبداللہ بن عامر نے ۴۶ ہجری میں عبداللہ بن سوار بن ھمام العبدی کو حکم دیا کہ وہ مکران پر حکومت کے لئے بمعہ لشکر وادئی سندھ پہنچیں۔(۶۳) انہوں نے قیقان (قلات) میں جہاد بھی کیا۔ عبداللہ بن سوار بن ہمام عبدی قبیلہ بن مرہ بن ہمام سے مدرک ہیں۔ یعنی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، مگر زیارت و روایت کا شرف نہ پا سکے۔ البتہ ان کے والد حضرت سوار بن ہمام صحابیؓ رسولؐ ہیں۔ عبداللہ بن سوار عہد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بحرین کے عامل تھے۔ عرب کے مشہور سخیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بعد میں عراق کی فتوحات میں شریک ہوئے، خاص طور سے مشرقی علاقہ جات کی فتوحات و امارات میں ان کی بیش بہا خدمات ہیں۔ آخر میں ھند کے والی اور مجاہد بن کر شہید ہوئے۔

عبداللہ بن سوار بحرین میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ولاۃ قضاۃ میں تھے۔ عبداللہ بن عامر نے ان کو بحرین کی امارت و ولایت پر روانہ کیا، جہاں وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک رہے۔ آپ عجم اور مشرقی علاقہ جات کی فتوحات میں شریک تھے۔ **اصطخر** اور سندھ کی فتوحات میں نمایاں حصہ لیا۔ **اصطخر** کی فتح میں دونوں باپ بیٹے شریک تھے۔(۶۴)

جس زمانہ میں وہ ھند کے امیر تھے ان کے ساتھ چار فوج رہا کرتی تھی اور تمام فوج کا کھانا ایک جگہ ان کے خزانے سے پکتا تھا۔ کسی دوسری جگہ آگ نہیں جلتی تھی۔ ایک رات انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص آگ جلا کر کچھ کھانا پکا رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ یہ آگ کیسے جلائی گئی ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ آج رات ایک شخص کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس زچہ کے لئے **"خبیص"** یعنی حلوہ بن رہا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن سوار نے اپنے مطبخ کے داروغہ کو حکم دیا کہ تمام فوج کو کھانا **"قبیص"** یعنی حلوہ سمیت دیا جائے۔ اس موقع پر تین دن تک تمام افواج کو کھانے کے ساتھ حلوہ کھلایا گیا۔(۶۵)

قاضی رسید بن زبیر کا بیان ہے کہ:

عبداللہ بن سوار عبدی حضرت معاویہؓ کی طرف سے سندھ (مکران) کے والی تھے۔ انہوں نے قیقان کی فتح میں بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور راجہ قیقان نے جزیہ کی رقم اور اپنی طرف سے سامان پیش کئے' ان میں یک آئینہ بھی تھا اس نادر اور قیمتی آئینہ کو عبداللہ بن سوار عبدی نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں بھیجدیا۔ جو زندگی بھران کے پاس رہا۔ پھر اموی خلفاء میں منتقل ہوتا رہا اور بنو عباس نے اپنے دور میں بنوامیہ کے تمام سازو سامان کی طرح اس آئینہ پر بھی قبضہ کرلیا۔

عبداللہ بن سوار عبدی نے ھند میں دو مرتبہ جہاد کیا' پہلی بار حضرت راشد بن عمرو جدیدی ازدی کی شہادت کے بعد قیقان کو فتح کرکے حضرت معاویہؓ کے پاس شام گئے' اور ان کی خدمت میں سندھ و قیقان کے ھدایا و تحائف اور گھوڑے پیش کئے' دوسری بار واپس آکر پھر قیقان میں جہاد کیا۔ جس میں وہ اور اسلامی افواج کے بیشتر سپاہی شہید ہوگئے۔ یہ واقعہ ۴۷ ہجری میں پیش آیا۔(۶۶)

عبداللہ بن سوار عبدی نہایت صاحب تدبیر' فنون حرب کے ماہر' جرات مند اور جنگ جو تھے۔

سنان بن سلمہ بن المحبق الھذلی:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں والی عراق زیاد بن ابی سفیان نے وادی سندھ کی اقلیم مکران کا والی بناکر بھیجا' فاضل اور جلیل القدر شخصیت سنان بن سلمہ بن المحبق ھذلی ۴۹ ہجری میں ھند کی پہلی لڑائی میں بھی شرکت کرچکے تھے۔

حضرت سنان کے والد کا نام سلمہ اور دادا کا نام محبق تھا۔ عرب کے قبیلے بنو ھذیل سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت سنان بیان کرتے ہیں کہ جس دن وہ پیدا ہوئے اس دن مسلمانوں اور کفار کے درمیان جنگ ہو رہی تھی۔ وہ جنگ حنین کا دن تھا۔ جنگ حنین ۸ ہجری کو ہوی تھی' سنان کہتے ہیں کہ میرا نام خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا۔ سنان عمر کے لحاظ سے صغار صحابہ میں سے تھے۔

بعض حضرات نے ان کو صحابہ کرام کی برگزیدہ جماعت میں گردانا ہے۔ ابوذرعہ سے سوال کیا گیا کہ سنان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت حاصل ہے' تو انہوں نے جواب دیا کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت تو حاصل نہیں البتہ ان کی ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوئی۔

حضرت سنان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواب میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی' آپؐ نے فرمایا تمہارے والد کو تمہاری شجاعت و جرات پر بڑا فخر تھا۔ اب تمہاری کامیابی اور فتح مندی کا زمانہ آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بہت سے علاقوں کو فتح کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور تمہاری وجہ سے وہاں اصلاح کے مواقع پیدا ہوں گے۔ یہ خواب انہوں نے ۴۲ ہجری میں دیکھا تھا۔ اس زمانے میں مکران کے والی و امیر راشد بن عمرو الجدیدی تھے۔ اسی سال ان کی شہادت کی اطلاع پہنچی تو حضرت معاویہؓ کے حکم سے سنان کو وہاں کی امارت تفویض کی گئی۔

انہوں نے اس علاقے میں فتوحات کا سلسلہ اور دارہ خاص دور تک پھیلا دیا تھا۔ حضرت سنان نہایت شجاع و جری' عالم و فاضل' منتظم و باتدبیر صحابی تھے۔ انہوں نے حجاج بن یوسف کے دور آخر میں ۹۵ ہجری میں وفات پائی۔

سنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان چار اول صحابہ میں سے ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں مخالفین اسلام سے جہاد کی غرض سے سندھ کے مختلف مقامات میں آئے۔(۶۷)

راشد بن عمرو الجدیدی الازدی

والی عراق زیاد بن ابی سفیان نے ۵۱ ہجری میں راشد بن عمرو الجدیدی الازی کو وادی سندھ کی اقلیم مکران کا حکمران مقرر کیا۔ راشد بن عمرو شجاع' بہادر' عظیم الھمت شخص تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں حارث بن مرہ عبدی نے قیقان میں جہاد کیا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت معاویہؓ کے دور میں ۴۲ ہجری میں حارث اور ان کی فوج کے اکثر مجاہد قیقان میں شہید ہوگئے' اور حضرت معاویہؓ نے راشد بن عمرو الجدیدی کو سندھ روانہ کیا' جنہوں نے آتے ہی شان دار فتوحات کیں۔

راشد بن عمرو حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں امارت کے ایوان اور میدان جہاد دونوں میں نظر آتے ہیں۔ حضرت عثمان کے عہد میں آپ نے ہرموز شہر کو فتح کیا۔

۳۰ ہجری میں عبداللہ بن عامر بن کریز نے خراسان کو فتح کرکے اسے چار منطقوں پر تقسیم کر دیا۔ ایک پر قیس بن ھشیم سلمی کو دوسرے پر راشد بن عمرو الجدیدی کو تیسرے پر عمران فصیل برحمی کو' اور چوتھے پر عمر بن

خزاعی کو امیر مقرر کیا۔ عبداللہ بن عامر بن کریز نے بصرہ کی خراج کی نیابت بھی راشد بن عمرو کو دی تھی۔ راشد بن عمرو جدیدی نے عہد عثمانی سے لے کر عہد اموی کی ابتداء تک غزوات و فتوحات اور امارت میں شان دار کارنامے سرانجام دئے۔(۶۸)

حضرت معاویہؓ ان کی انتظامی صلاحیتوں اور ہمت و دلیری کے بڑے مداح تھے۔ راشد بن عمرو الجدیدی نے اپنی عرب کی سکونت ترک کر دی تھی اور سندھ میں اقامت گزیں ہوگئے تھے۔ انہوں نے سندھ میں متعدد جنگی کارنامے سرانجام دئے۔ جہاد میں شرکت کے علاوہ یہ لوگوں قرآن و سنت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

۵۳ ہجری میں ان گوناگوں اوصاف کی حامل شخصیت نے مید قوم کے ساتھ ایک معرکہ میں شہادت پائی۔(۶۹)

بلاذری راشد بن عمرو الجدیدی کے بارے میں لکھا ہے کہ قیقان کی فتح کے بعد وہ مید قوم کے علاقے کی طرف متوجہ ہوئے اور وہیں ایک معرکہ میں شہید ہوئے۔

لیکن صاحب چچ نامہ نے راشد بن عمرو کی جائے شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ مید قوم کے ساتھ معرکہ میں سیستان کے مقام پر شہید ہوئے۔(۷۰) اور یہ سیستان وہی جگہ ہے جس کو ایلیٹ نے سیوستان لکھا ہے۔(۷۱)

سنان بن سلمہ الھذلی (دوسری مرتبہ)

راشد بن عمرو الجدیدی الازدی کی شہادت کے بعد ۵۳ ہجری میں زیاد بن ابی سفیان نے سنان بن سلمہ الھذلی کو وادی سندھ کے اقلیم مکران کی دوبارہ ولادیت دی۔ پہلے کی طرح دوسری مرتبہ بھی سنان بن سلمہ نے اپنی عمدہ قابلیت اور مہارت کا ثبوت دیا اور بدھ کا علاقہ فتح کرکے اس پر دو سال تک حکومت کی۔ بدھ کا علاقہ مکران اور قیقان (قلات) کے درمیان میں واقع تھا سنان بن سلمہ کی تاریخ وفات میں الجھاؤ پایا جاتا ہے۔

بلاذری کہتے ہیں کہ وہ ۵۶ ہجری میں کم و بیش دو سال تک حکمران رہنے کے بعد شہید ہوئے۔(۷۲)

یہ بھی بیان کی اجاتا ہے کہ دوسری مرتبہ سنان کا تقرر ۵۰ ہجری میں ہوا تھا' وہ سندھ کے سرحدی علاقوں پر دو سال تک حکومت کرتے رہے۔ اس لئے ان کا انتقال یقیناً" ۵۳ ہجری میں ہوا ہوگا۔

ماہرین اسماء الرجال ان کی وفات کے بارے میں ایک رائے نہیں رکھتے۔

مہلب بن ابی صفرہ ازدی

مہلب ابن ابی صفرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر بہت کم عمر تھے اور ان کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے' ایک روایت کے مطابق مدرک صحابی تھے۔ یہ اموی دور کے مشہور ترین امراء اور قائدین میں سے ایک ہیں۔ حضرت مہلب کا تعلق قبیلہ بنوازد میں سے تھا۔

ایک مرتبہ ابوصفرہ اپنے دس بیٹوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب سے چھوٹے بیٹے کے بارے میں بتایا کہ اس کا نام مہلب ہے' حضرت عمرؓ نے مہلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ:

یہ تیری اولاد کا سردار ہے۔ بعد میں ابوسفرہ بصرہ میں مستقل آباد ہو گئے۔(۷۳)

مہلبؒ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ۴۴ ہجری میں سندھ میں جہاد کر کے قندابیل' لاہور' اور بنوں کو فتح کیا اور بے شمار مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا۔ ملتان کے علاقے میں بھی داد شجاعت دی اور پھر آگے بڑھتے ہی گئے۔ فتوحات کے دور کے بعد وہ مکران آ گئے اور دو سال تک مستقل مکران میں اقامت گزیں ہوئے۔(۷۴)

حضرت مہلب کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی انعامات و اکرام سے نوازا تھا۔ انہوں نے علم و فضل تقویٰ و طہارت میں بھی بڑا نام پایا۔ انتظامی معاملات میں بھی شہرت حاصل کی۔ اور اپنی مجاہدانہ زندگی میں بھی صف اول میں رہے۔

یہ مہلب بصرہ کے اجر تھے۔ تو انہوں نے ذاتی قابلیت' اور شجاعت سے خوارج کو بصرہ سے نکال باہر کیا' اور ان کی طاقت و شوکت توڑ دی۔

اسی وجہ سے بصرہ کو "**بصرۃ المہلب**" یعنی مہلب کا بصرہ کہا جانے لگا۔ مہلب ابن ابی صفرہ بصرہ کے بعد خراسان کے امیر بنائے گئے۔ جہاں انہوں نے پانچ سال تک حسن و خوبی کے ساتھ متعلقہ خدمات سرانجام دیں۔(۷۵)

والی عراق عبداللہ بن عامر نے مہلب کو ۴۴ ہجری میں سندھ کی اقلیم مکران کا والی مقرر کیا۔(۷۶)

مشہور تابعی ابو اسحاق سبیعی کا قول ہے۔ کہ!

"میں نے مہلب سے بہتر امیر نہیں دیکھا۔ مہلب کبھی اپنی رعایت سے امیر نہیں بنے۔ بلکہ لوگوں کو ان کی ضرورت تھی۔ اسی لئے وہ امیر بنائے گئے تھے۔"

اس عظیم مجاہد نے ایران کے شہر مرو میں ۸۳ ہجری میں وفات پائی۔(۷۷)

عباد بن زیاد

ابو حرب عباد بن زیاد بن ابیہ' یہ زیاد بن ابی سفیان کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ یہ عبیداللہ بن زیاد کے بھائی ہیں' عباد تابعی تھے۔ انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے دونوں بیٹوں عروہ اور ضموہ سے روایت حدیث کی اور ان سے امام ابن شہاب زہری اور امام مکحول شامی نے روایت کی ہے۔(۷۸)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو سجستان کا والی مقرر کیا۔ سجستان سندھ میں واقع تھا اور اس کے بعض حصے اب سیہوں کے نام سے موسوم ہیں۔ ان سے پہلے سجستان کے والی عبیداللہ بن ابی بکرہ تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے عبیداللہ کو ان کے منصب سے سبک دوش کر دیا اور ان کی جگہ عباد بن زیاد کا تقرر عمل میں لایا گیا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جب ان کو سجستان کا والی بنایا تو انہوں نے سجستان کی راہ سے قندھار میں اور بعد میں کچھ کے علاقے میں دشمنان اسلام سے جہاد کیا' اور اطراف سندھ کے بعض ان علاقوں میں جو بت خانوں کی حیثیت سے مشہور و معروف تھے۔ جہاد کیا اور کامیاب و کامران لوٹے اور کفر کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔(۷۹)

بلاذری کے بقول حضرت امیر معاویہؓ نے پہلے عباد کے والد زیاد کو سجستان کا والی بنایا تھا۔ ان کی وفات کے بعد یہ عہدہ ان کے بیٹے عباد کے سپرد کر دیا گیا۔ عباد سات سال تک سجستان کے عہدہ ولایت پر فائز رہے۔ عباد ابن زیاد دریائے سندھ کے اس پار بلاد ھند میں بھی جہاد کے سلسلہ میں داخل ہوئے اور کچھ اور اس کے اطراف و نواح کے علاقہ جات میں ان کا کچھ عرصہ تک قیام رہا۔

مختلف معرکوں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد عباد ابن زیاد مکران لوٹ آئے اور کئی سال اقامت گزیں رہے۔ پھر خراسان لوٹ گئے اور ۱۰۰ ہجری میں وفات پائی۔(۸۰)

حکم بن منذر بن جارود العبدی

منذر کی وفات کے بعد حکم بن منذر بن جارود العبدی سندھ کی اقلیم مکران کے حاکم بنے۔ وہ ایک بہادر جوان تھے۔ ان کی کنیت ابو غیلان تھی۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اور یہ دور خیر القرون کے عالی قدر بزرگوں میں سے تھے۔ انہوں نے سندھ اور اس کے اطراف کے علاقوں میں جہاد کیا۔(۸۱)

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جن لوگوں میں تین نسلوں سے سیادت و شرافت چلی آ رہی ہے ان میں حکم بن منذر بن جارود العبدی بھی ہیں۔(۸۲)

۶۳ ہجری میں بعہد یزید بن معاویہ عبید اللہ بن زیاد والئ عراق نے حکم بن منذر بن جارود العبدی کو (سندھ) مکران کا والی بنایا۔(۸۳)

صاحب چچ نامہ کہتا ہے کہ!

سندھ میں منذر بن جارود کے انتقال کے وقت ان کے لڑکے حکم بن منذر کرمان میں تھے۔ والئ عبیداللہ بن زیاد نے ان کو لکھا کہ تم سندھ میں اپنے والد کی جگہ امیر بن جاؤ۔(۸۴)

ایک اور روایت میں ہے کہ خود حکم بن منذر نے عبیداللہ بن زیاد کے پاس جاکر اپنے والد کے انتقال کی خبر دی' جس سے عبیداللہ بن زیاد کو بہت رنج ہوا اور اس نے حکم بن منذر کو چھ ماہ کے اخراجات کے لئے تیس ہزار درہم دے کر علاقہ سندھ کا امیر بنایا۔

حکم بڑے بہادر اور صاحب حوصلہ حکمران تھے۔ حکم بن منذر بہت سخی اور ہمدرد خلائق تھے۔ حکم بن منذر بن جارود العبدی نے سندھ میں جہاد کیا' اور سندھ ہی میں قندابیل کی حدود میں ان کا انتقال ہوا۔(۸۵) مکران کے والی کی حیثیت سے ان کی مدت ولایت کم و بیش چھ ماہ رہی۔(۸۶)

حری بن حری الباھلی :

حری بن حری الباہلی، والئی عراق عبیداللہ بن زیاد کے حکم سے مکران کے والی مقرر ہوئے، اور بعض علاقوں کو فتح سے ہمکنار کرتے ہوئے مکران پہنچے۔ اور خضدار شہر میں ایک معرکہ کے بعد فتح حاصل کی اور کثیر مال غنیمت حاصل کیا۔(۸۷)

عبیداللہ بن زیاد والئی عراق نے جب سنان بن سلمہ ھذلی کو سندھ کا امیر مقرر کیا تو انہوں نے حری بن حری الباہلی کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور انہوں نے بوقان کے مقام پر ایک معرکہ میں فتح حاصل کی۔(۸۸)

خلیفہ عبدالملک بن مروان :

خلیفہ عبدالملک بن مروان اموی مروانی خانوادے کے دوسرے فرماں روا تھے۔ ان کی مدت فرماں روائی میں وہ زیادہ تر داخلی فتنوں سے نبرد آزما رہے۔ ان کے والد مروان اول کا زمانہ خلافت بہت ہی مختصر تھا۔ اس لئے عبدالملک بن مروان کو بہت ہی ضروری کام جو درپیش تھا۔ وہ خلافت کا استحکام اور سارے مسلم علاقوں کو ایک مرکز سے وابستہ کرنا تھا۔ سندھ کی اقلیم مکران کا انتظام بھی سست چل رہا تھا کہ عراق اور ولایت مشرقیہ کی امارت حجاج بن یوسف ثقفی کو ملی۔ چونکہ حجاج بن یوسف طبعًا نہایت سخت آدمی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ بہترین منتظم بھی تھے۔ اس لئے اس نے اس داخلی صورت حال پر قابو پالیا، مگر سندھ میں حالات اسے پر پیچ تھے کہ داخلی صورت حال قابو میں تو آگئی تاہم اطمینان کا سانس نہیں لیا جاسکا اسی زمانے میں ابن اشعث نے عبدالملک بن مروان اور حجاج بن یوسف کے مظالم کے خلاف تحریک بھی چلائی جس میں عباد، زہاد اور علماء قراء سب شامل تھے۔ لیکن اس تحریک کو شکست ہوئی، تو ابن اشعث راجہ رتبیل کی پناہ میں آگئے۔

جہاں جہاں بدامنی اور شورش بپا ہوئی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے مسلسل جدوجہد اور فوجی مہمات کے ذریعہ سے ساری بدحالیوں پر قابو پالیا۔

مورخین خلیفہ عبدالملک بن مروان کی مستقل مزاجی کا بطور خاص تذکرہ کرتے ہیں۔

سعید بن اسلم کلابی:

جب حجاج بن یوسف عراق کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے سعید بن اسلم کلابی کو مکران اور اس کی سرحدات کا والی مقرر کیا۔

سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی مکران پہنچے اور انہوں نے ولایت سنبھال لی۔(۸۹) انہوں نے انتظامی امور اور مالیات کے شعبہ جات کو منظم کیا۔ مستحقین کے وظائف مقرر کئے۔ محصولات اور ٹیکس کے نظام کو سختی کے بجائے اپنی سیاسی حکمت عملی اور بصیرت سے منظم کیا۔(۹۰)

مملکت سندھ میں عرب سرکشوں اور باغیوں کی ایک جماعت بلاد عرب سے بھاگ کر یہاں آگئی تھی اور یہاں سے وہ سیاسی فتنہ پردازی کرتے رہتے تھے۔ درپردہ ان کو راجہ داہر کی حمایت حاصل تھی۔ یہ لوگ عرف عام میں علافی کہلاتے تھے۔ اس جماعت کے قائد معاویہ علافی اور محمد علافی تھے۔ جو حارث کے بیٹے تھے اور قبیلہ بنی سامہ بن لوی سے تعلق رکھتے تھے، حجاج بن یوسف نے سعید بن اسلم کلابی کو حکم دیا کہ علافیوں کی سرکوبی کریں، سعید بن اسلم کلابی نے ان کے ساتھ جہاد کیا، مگر علافیوں نے ان کو قتل کر دیا۔(۹۱)

سعید بن اسلم قبیلہ بنی ربیعہ بن کلاب کے مشہور فرد تھے اس لئے کلابی کہلائے۔ ان کا شمار تابعین کی بزرگ جماعت میں ہوتا ہے۔

سعید بن اسلم کلابی نے بنو کلاب کے ان موالی سے روایت حدیث کی جو قبیلہ بنو غفار میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔(۹۲)

ابن ماکولا نے لکھا ہے کہ!

سعید بن اسلم کلابی کو سندھ مکران کا والی مقرر کیا گیا تھا اور ان کے بیٹے مسلم کو خراسان کا والی مقرر کیا گیا تھا۔(۹۳) سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی نے جب مکران پر قبضہ کیا تو اس نے کسی قصور کی بناء پر سعید علافی کو قتل کر دیا تو محمد بن حارث کے بیٹوں نے راجہ داہر کے ساتھ ساز باز کر کے سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو قتل کر دیا۔

مکران میں علافیوں کی بغاوت

والئی مکران سعید بن اسلم کلابی کے قتل کے بعد علافیوں نے مکران کا نظم و نسق سنبھال لیا اور انہوں نے راجہ داہر کی مدد سے بلاد سندھ کی رعایا پر بہت ظلم و ستم کیے۔

امام ذہبی کہتے ہیں:

"عبداللہ بن عازم نے خراسان پر قبضہ کیا اور معاویہ علافی نے سندھ پر قبضہ کرلیا۔"۔(۹۴)

ہوا یوں کہ اموی خلیفہ مروان بن حکم کا آخری زمانہ تھا۔ عمان کے قبیلے بنو سامہ کے دو شخص جو کہ حقیقی بھائی تھے' اور ان کا نام معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی تھا۔ اپنے خیر خواہوں کی مدد سے علاقہ سنھ کے اس خطہ پر پوری طرح غالب اور قابض ہوچکے تھے۔ جسے مسلمان کچھ عرصہ پہلے فتح کرچکے تھے۔ انہوں نے مرکزی حکومت سے بغاوت کی راہ اختیار کرلی تھی اور مرکز کے احکامات و ھدایات کو ماننے سے قطعاً" انکار کردیا تھا۔ حجاج بن یوسف عراق اور ممالک مشرقیہ کا گورنر تھا اس حیثیت سے سندھ کے معاملات بھی اس کے سپرد تھے۔

ادھر علافیوں کی طاقت و قوت اور شورش کا حال یہ تھا کہ حجاج نے سعید بن اسلم بن ذرعہ کلابی کو مکران و سندھ کے علاقے کا والی بناکر بھیجا جسے علافیوں نے قتل کردیا۔

بالآخر مجاعہ بن سعو تمیمی نے آکر ان کی طاقت کا زور توڑا' یہ علاقہ کم و بیش بارہ سال بنو سامہ کے علافیوں کے ہجوم و غلبہ کی آماج گاہ بنا رہا۔(۹۵) اور ان سالوں میں سندھ و مکران اموی خلافت سے عملاً" منقطع رہے۔ اس عرصہ میں نہ یہاں اموی فتوحات ہوئیں اور نہ کوئی امیر آیا اور نہ ہی مرکز سے کوئی عملی تعلق رہا۔ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ عربوں کی قبائلی عصبیت اور خود مختاری کی کوشش نے یہاں کے عوام و خواص کو خلافت کے خلاف ابھارا اور اپنے مفاد کے لئے ان سے کام لیا۔

چنانچہ راجہ رتبیل نے سجستان کے علاقے میں غلبہ حاصل کیا تو علافیوں نے اموی خلافت اور اپنے مرکز کے مقابلہ میں راجہ داہر کو مدد کے لئے پکارا علافیوں کا سندھ و مکران پر یہ غلبہ اسلامی سندھ کی تاریخ میں پہلا داخلی فتنہ ہے۔ جو یہاں کے مسلمانوں کے حق میں کمزوری بن کر ظاہر ہوا اور بہت بعد تک اس کے دور رس

نتائج مختلف اشکال میں رونما ہوتے رہے۔

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اموی خلافت کے دشمنوں اور شورش پسندوں کے اتحاد سے سندھ اور اس کے اطراف و اکناف میں اسلام کے اثر و نفوذ کو سخت دھچکا لگا۔ جب مرکز نے سعید بن اسلم کلابی کو والی مکران بناکر بھیجا تو انہوں نے سعید بن اسلم کو قتل کر دیا۔ اور ان کے قتل کا سبب اس بات کو بنایا کہ جب حجاج بن یوسف سعید بن اسلم کلابی کو والی مکران بناکر بھیجا اور جب وہ سندھ پہنچے تو ان سے ملاقات کے لئے ایک شخص کہ جس کا نام سفہوی بن لام الحماِی تھا ملنے کے لئے آیا۔ سعید بن اسلم نے باتوں باتوں میں سفہوی سے کہا کہ ملکی انتظام و انصرام تمہاری مدد اور معاونت چاہتا ہوں تم میری مدد کرو۔ اس نے کہا کہ یہ میرے بس میں نہیں :

سعید بن اسلم نے یہ جواب سن کر کہا کہ میں معاملہ براہ راست خلیفہ کے سامنے رکھوں گا۔ یہ سنتے ہی سفہوی غصہ سے بھڑک اٹھا' سفہوی باغیوں' علافیوں کی جماعت کا سرکردہ آدمی تھا۔ وہ صرف رسمی طور پر والی مکران سعید بن اسلم سے ملنے آیا تھا۔ سفہوی پھر بولا کہ اللہ کی قسم! میں ہرگز تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا میں اسے اپنے لئے عار سمجھتا ہوں ساتھ ہی اس نے خلیفہ وقت کو بھی برا بھلا کہا' اس پر سعید بن اسلم کلابی نے اس کو قتل کرکے اس کا سر حجاج کے پاس عراق روانہ کر دیا۔ بات آئی گئی ہوگئی۔ اس معاملہ کے بعد سعید بن اسلم اپنے روزمرہ کے امور میں مصروف ہوگئے۔ انہوں نے مکران اور اطراف کے بڑے ہوئے حالات کو سنبھالا دیا۔

خراج کی رکی ہوئی رقومات کی وصولیابی کی۔ سفہوی بن لام الحماِی کے قتل کے بعد محمد بن حارث علافی' معاویہ بن حارث علافی اور دیگر سرکردہ علافی کلیب بن خلف المغنی' عبداللہ بن عبدالرحیم علافی نے باہم مشورہ کیا اور کہا کہ سفہوی بن لام الحامی ہمارے شہر عمان کا باشندہ تھا۔ سعید بن اسلم کو قطعاً" یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ ہمارے ساتھی کو قتل کرے۔ اس کے بعد باہم مشورے سے سعید کو قتل کرنے کی تجویز طے پائی' چنانچہ انہوں نے قندابیل میں ان کو قتل کر دیا اور سارے مکران پر قبضہ کرلیا۔(۹۶)

(ابن خلدون نے مشہور علافی کا نام معاویہ بن الحرب لکھا ہے۔) یعقوبی نے لکھا ہے کہ :

سعید بن اسلم بدنصیب آدمی تھے کہ قتل کر دئے گئے۔(۹۷)

جب حجاج بن یوسف کو سعید بن اسلم کے قتل کی خبر ملی تو وہ ان کے ساتھیوں پر سخت ناراض ہوا اور حجاج بن یوسف نے قاتلوں کے متعلق پوچھا سب لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا' جب ان میں سے چند ایک کو قتل کیا تو سب نے بتا دیا کہ سعید بن اسلم کو علافیوں نے قتل کیا ہے یہ سن کر حجاج بن یوسف نے قبیلہ بنو کلاب کے ایک شخص کو حکم دی کہ وہ علافیوں کی ایک اہم اور ممتاز ترین شخصیت سلیمان علافی کو قتل کر دے۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے سلیمان علافی کو قتل کرا کر اس کا سر سعید بن اسلم کے قبیلہ والوں کے پاس بھیج دیا اور اس نے سعید بن اسلم کے اعزاء و اقرباء کو نوازا۔(۹۸)

مجاعہ بن سعو کی مکران میں آمد:

جب حجاج بن یوسف نے اپنی سخت گیر سیاست سے خوارج کی سرگرمیاں ختم کر دیں اور ان کی طاقت کو تہ و بالا کر دیا تو اس نے اپنی پوری توجہ سندھ و مکران کے شورش پسندوں کی طرف دی اور ان کے خلاف تادیبی کارروائی جاری رکھی۔

مجاعہ بن سعو نہایت کامیاب حاکم تھے۔ وہ سندھ و مکران میں آنے سے پہلے عمان کے حاکم تھے۔ خوارج کی طاقت کو تہ و بالا کرنے میں ان کا بڑا اہم کردار تھا۔ وہ بہت بہادر اور نڈر تھے اور متعدد معرکوں داد شجاعت حاصل کر چکے تھے۔

مجاعہ بن سعو کے مکران میں آتے ہی سندھ و مکران سے علافیوں کا قبضہ بغیر کسی جنگ و قتال ختم ہوگیا۔ اور علافیوں نے راہ فرار اختیار کر کے راجہ داہر کے دامن میں پناہ حاصل کر لی۔ اس طرح یہ علاقے بغیر مزاحمت کے پھر مرکز خلافت کے ماتحت آ گئے' مجاعہ بن سعو نے سرکشوں اور شورش پسندوں سے جنگ کر کے فتوحات کیں' مگر اس کی عمر نے اس سے وفا نہ کی اور وہ یہاں آنے کے ایک سال بعد ہی مکران میں وفات پا گئے۔

حجاج بن یوسف نے مجاعہ بن سعو تمیمی کو مکران کا حاکم مقرر کر کے ان کو حکم دیا کہ محمد بن حارث

علافی اور معاویہ بن حارث علافی کو زندہ گرفتار کریں' مگر یہ دونوں بھائی مکران سے فرار ہو گئے اور مجاعہ بن سعو ان کی گرفتاری سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔(۹۹)

مجاعہ بن سعو تمیمی:

حجاج بن یوسف ثقفی نے سندھ کی اقلیم مکران پر مجاعہ بن سعو تمیمی کو والی مقرر کیا۔ ان کے شجاع و بہادر ہونے کے قصے زبان زد عام تھے' علافیوں نے ان کے ڈر سے راجہ داھر کے دامن میں پناہ لی۔(۱۰۰)

مجاعہ بن سعو کے ایک بھائی کا نام قاسم ہے۔ مجاعہ اور قاسم دونوں عرب کے اشراف و اعیان میں شمار ہوتے تھے۔ مجاعہ وہ تابعی تھے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کی اور خود ان سے علی بن زید بن جدعان نے حدیث کے بیان و روایت کا شرف حاصل کیا۔(۱۰۱)

مجاعہ بڑے بہادر آدمی تھے۔ فتوحات کے سلسلہ میں ان کے کارنامے نہایت شان دار ہیں۔(۱۰۲)

حجاج بن یوسف نے مجاعہ کو امیر بنا کر بھیجا تو حکم دیا کہ وہ علافیوں کو گھر گھر تلاش کر کے کیفر کردار تک پہنچائیں' مجاعہ نے نہایت چابکدستی اور مستعدی سے حالات پر قابو پالیا اور قندابیل کو فتح کر لیا۔

اہل عمان نے مجاعہ کے بھائی قاسم کو سولی پر لٹکا دیا۔ حجاج بن یوسف نے مجاعہ کو تادیبی کارروائی کے لئے روانہ کیا' انہوں نے عمان پہنچ کر دیکھا کہ ان کا بھائی ابھی تک سولی پر لٹکا ہوا ہے۔ لوگوں نے ان کے بھائی قاسم کو سولی سے اتارنا چاہا مگر مجاعہ نے ان کو روک دیا اور کہا کہ پہلے سرکشوں اور باغیوں کے خلاف بھرپور حملہ ہو گا چنانچہ سخت کارروائی کی اور اس کے بعد اپنے بھائی قاسم کو سولی پر سے اتارا۔(۱۰۳)

خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی:

خلیفہ ولید بن الملک کی پرورش و پرداخت ان کے والد کی زیر نگرانی ہوی۔ کہا جاتا ہے کہ ولید بن عبدالملک بہت ہی ہوشیار' دانش مند' اور بیدار مغز خلیفہ تھے۔ ان کے زمانے میں مسلمانوں کو جتنی فتوحات ہوئیں کسی اور دور میں نہیں ہوئیں۔ ترکستان' اندلس' انہی کے دور میں فتح ہوئے۔

نوعمر سپہ سالار محمد بن قاسم نے انہی کے عہد میں سندھ فتح کیا۔ جبکہ دوسرے سپہ سالاروں نے کاشغر و

بخارا اور سمرقند کو فتح کیا۔ ولید بن عبدالملک کی حکومت کا رقبہ نہ صرف خلفائے اسلام میں سب سے زیادہ وسیع تھا بلکہ تاریخ میں دنیا کے کسی بادشاہ کا رقبہ حکومت اس کے برابر نہیں ہوا ہے۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کی وفات کے وقت خلافت اسلامیہ کی حدود افریقہ میں یوگنڈا سے شمالی ترکستان کے استرا خان تک اور سنکیانگ سے لے کر اندلس میں سرحد فرانس تک اور وہ اس وسیع رقبہ پر مرکز دمشق سے حکومت کرتے تھے۔

سندھ میں محمد بن قاسم نے ذاتی صلاحیت' حسن کارکردگی' ہردل عزیزی' دور اندیشی سے یہاں نہایت پائیدار انتظام کر دیا تھا۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں محمد بن قاسم کی فتوحات نے پورے سندھ و ھند تک اموی قلمرو کا دائرہ وسیع کر دیا۔

مورخین اسلام نے ولید بن عبدالملک کے دور خلافت کے محاسن میں سندھ کی فتح کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ولید بن عبدالملک نے اتنی اچھی حکومت کی کہ اس پورے رقبہ میں نہ کہیں کوئی قابل ذکر بغاوت ہوی نہ کوئی حصہ مرکز سے علیحدہ یا باغی ہوا۔

محمد بن ہارون نمری:

حجاج بن یوسف نے مکران کے لئے محمد بن ہارون بن ذرائع نمری کو والی مقرر کیا۔(۱۰۴) اور اس کو حکم دیا کہ وہ ٹیکس اور محصولات کی وصولی کے لئے مؤثر اور منظم و مربوط نظام قائم کرے۔ نیز اس بات کی بھی تاکید کی کہ وہ مکران اور اس کے اطراف کے علاقوں میں محمد علافی اور معاویہ علافی کو تلاش کرکے ان کو قتل کر دیں۔ محمد بن ہارون نمری نے بڑے تگ و دو کے بعد دونوں میں سے ایک کو تلاش کرلیا اور قتل کرکے اس کا سر حجاج بن یوسف کے پاس بھجوا دیا جبکہ دوسرا روپوش ہوگیا۔

محمد بن ہارون نمری خلیفہ عبدالملک بن مروان کے انتقال تک سندھ مکران میں رہے۔(۱۰۵)

محمد بن قاسم جب اپنی مشہور مہم سندھ کے ارادے سے ارمائیل پہنچے تو محمد بن ہارون نمری بھی ان کے ہمراہ تھے۔ مگر وہ ارمائیل کے قریب انتقال کر گئے اور قنبل کے مقام پر دفن کیے گئے۔(۱۰۶)

محمد بن ہارون نمری نے مکران کے نظم و نسق کو درست کرنے میں کافی کوششیں کیں اور کئی جگہ جہاد کیا ان کی اس سرگرمیوں کی وجہ سے مکران کے حالا کافی بہتر ہوگئے تھے اور علافیوں کی سرکشی اور باغیانہ سرگرمیاں ختم ہوگئی تھیں۔

محمد بن ہارون نمری کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے جمال الدین کی اولاد مکران اور اس کے اطراف علاقوں پر قابض ہوگئی تھی۔ پھر بعد میں ان میں سے چند ایک نے مکران چھوڑ کر کچھ کو اپنا مسکن بنالیا۔(۱۰۷)

محمد بن ہارون نمری کا تعلق قبیلہ بنی نمر بن قاسط سے تھا۔ ان کے دادا بصرہ میں ایک نہر کے مالک تھے جو "نہر ذراع" کے نام سے معروف تھی۔(۱۰۸)

محمد بن ہارون نمری جب مکران کے والی بنے تو انہوں نے راجہ داہر کو خط لکھا کہ وہ باغیوں کو ہمارے حوالے کردے۔

لیکن راجہ داہر نے خلافت کے باغیوں کو حوالے کرنے سے نہ صرف انکار کردیا بلکہ ان کی ہر قسم کی سرپرستی جاری رکھی۔ ان واقعات سے راجہ داہر کی اور مکران کی حکومت کے درمیان تلخی کی فضا پیدا ہوگئی۔ اسی اثناء میں ایک ناخوش گوار واقعہ بھی پیش آگیا۔

یہ تقریباً" ۹۰ ہجری کی بات ہے کہ جب محمد بن ہارون نمری مکران کے والی تھے ایک ایسا حادثہ پیش آیا کہ جس کے باعث علاقے کی سیاست میں ایک نمایاں تبدیلی ہوئی اور اس واقعہ سے حجاج بن یوسف نے تہیہ کرلیا کہ وہ پورے بلاد سندھ کو فتح کرلے گا۔

حادثہ یہ ہوا کہ ایک عرصہ سے عرب کے چند مسلمان خاندان تجارت کے سلسلہ میں سراندیپ (سری لنکا) میں مقیم تھے۔ ان خاندانوں کے بزرگ یکے بعد دیگرے انتقال کرگئے' سراندیپ کے حکمران نے ان کی عورتوں اور بچوں کو اپنی شاہی کشتیوں میں واپس عرب بھیجنے کا انتظام کیا' ان کا مال و اسباب بھی کشتی میں رکھوا دیا۔ نیز حجاج بن یوسف کے لئے نادر تحفہ جات جن میں قیمتی لعل و جواہر اور موتی اور کافی حور و غلامان بھی تھے۔ یہ تمام افراد اور مال و اسباب اٹھارہ جہازوں پر مشتمل تھا اور اس کی منزل عراق تھی۔(۱۰۹)

ان میں بعض جہاز ان عربوں کے تجارتی جہاز تھے۔ چند جہازوں میں خواتین اور بچے تھے۔ ان جہازوں میں

بعض خواتین و حضرات ایسے بھی تھے جو دار الخلافہ عراق کی سیر اور اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے بعد حج و عمرہ کی غرض سے بیت اللہ کا قصد کئے ہوئے تھے۔(۱۱۰)

یہ جہاز جب دیبل کی بندرگاہ کے قریب پہنچے تو ڈاکوؤں اور بحری قزاقوں نے ان کو گھیر لیا اور ان پر حملہ کر دیا اور ان کا سامان اور مال و اسباب لوٹ لیا' نیز حجاج بن یوسف کے لئے جو تحائف بھیجے تھے ان کو بھی لوٹ لیا ان قزاقوں کو "تکامرہ" کہا گیا ہے۔

حجاج بن یوسف نے ان ڈاکوؤں کی سرزنش اور سرکوبی کے لئے راجہ داہر کو سرکاری طور پر لکھا بلکہ ان بحری قزاقوں سے جنگ کرنے کے لئے اس کو فوجی سپہ سالار بنایا اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر ان ڈاکوؤں سے معرکہ بپا ہو تو اسلامی فوجیں اس کی زیر قیادت فوج میں لڑیں گی اور مربوط اجتماعی طاقت سے ان بحری قزاقوں کی سرکوبی ہو جائے گی اور پھر ان چند لٹیروں کی وجہ سے حکومتی معاملات و تعلقات خراب نہ ہوں۔

اگرچہ حالات پہلے ہی علافیوں کی سرپرستی کے باعث کچھ زیادہ اچھے اور خوشگوار نہ تھے بلکہ سرد جنگ کی سی کیفیت تھی۔ راجہ داہر نے جوابا" حجاج بن یوسف کو لکھا کہ یہ بحری قزاق اور ڈکو میرے قابو میں نہیں آتے ان سے ٹکر لینا میرے بس کی بات نہیں یہ جواب حکومتی سطح کے لحاظ سے ایک غیرذمہ دارانہ جواب تھا۔ راجہ نے علافیوں کی پشت پناہی کے بعد ان ڈاکوؤں کی بھی پشت پناہی کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ راجہ داہر بحری قزاقوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے سے یکسر انکار بھی کر دیا تھا۔

یہ پشت پناہی آگے چل کر نہایت دوررس نتائج کی حامل ہوئی اور بظاہر اسی سبب سے محمد بن قاسم کا حملہ ہوا۔(۱۱۱)

بلاذری نے اس واقعہ کی تفصیل یوں لکھی ہے۔

حجاج بن یوسف نے مجاعہ کے بعد محمد بن ہارون نمری کو یہاں کا امیر بنایا۔ ان کے دور میں سراندیپ کے راجہ نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کی خدمت میں ان مسلمان عورتوں کو بذریعہ جہاز روانہ کیا' جن کے آباء و اجداد سراندیپ میں تجارت کرتے تھے۔ وہ اس کے ملک میں پیدا ہوئی تھیں۔ اور ان کے آباء و اجداد وہیں فوت ہوگئے تھے۔

راجہ کا مقصد خوشنودی حاصل کرنا تھا۔ جب ان عورتوں کا جہاز دیبل کی حدود میں پہنچا' تو وہاں کے مید یعنی سمندری ڈاکوؤں کی جماعت نے چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں اس جہاز کو بمعہ اس کے جملہ سامان کے اپنے قبضہ میں کرلیا' ان عورتوں میں قبیلہ بنی یزلوع کی ایک عورت نے حجاج کی دہائی دی' جب حجاج کو اس حادثہ کی خبر لگی تو جاب میں حجاج نے لبیک کہا اور راجہ داھر کے پاس آدمی بھیج کر ان عورتوں کی رہائی کی بات چیت کی راجہ نے کہا کہ ان عورتوں کو جن ڈاکوؤں نے گرفتار کیا ہے میں ان کی گرفتاری اور سزا کی طاقت نہیں رکھتا۔(۱۱۲)

یہ عبدالملک بن مروان کا دور خلافت تھا۔ راجہ داہر کے اس خشک اور غیرذمہ دارانہ جواب کو سن کر حجاج بن یوسف نے خلیفہ سے براہ راست حملہ کی اجازت چاہی مگر خلیفہ نے "مصلحتاً" اجازت نہ دی۔(۱۱۳)

اس عورت کی فریاد سے عراق میں رنج و غم کی فضا پیدا ہوگئی۔ راجہ داہر نے عربوں کے اندرونی اختلافات سے اپنے آپ کو شدید غلط فہمی میں مبتلا کر کے ان ڈاکوؤں سے نہ صرف یہ کہ باز پرس نہ کی اور ان کو سزا نہیں دی بلکہ اس معاملہ میں ایک گونہ حقارت آمیز رویہ اختیار کیا۔ حالانکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ عربوں کے باہمی اختلافات کے باوجود مغرب میں یورپ تک' جنوب میں افریقہ تک' شمال میں قسطنطنیہ تک اور مشرق چین کی حدود تک ان کی حکومت قائم تھی۔ اور غزوات و فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ اس وقت بھی اموی خلافت دنیا کی سب سے بڑی حکومت و طاقت تھی۔

عبیداللہ بن نبہان سلمی

حجاج بن یوسف نے عبیداللہ بن نبہان سلمی کی زیر قیادت ایک لشکر تیار کیا اور اس کو عمان کے راستے سندھ میں دیبل کی بندرگاہ کی طرف روانہ کیا' جہاں دیبل کے قلعہ میں مسلمان عورتیں' بچے اور عرب تاجر قید تھے۔ عبیداللہ بن نبہان سلمی نے حملہ کیا۔ لیکن حملہ پسپا کر دیا گیا اور عرب لشکر نے شکست کھائی کیونکہ راجہ داہر اور ڈاکوؤں میں اندرونی طور پر اتحاد تھا اور وہ معرکہ کے لئے بالکل مستعد تھا۔ حملہ کے قائد عبیداللہ بن نبہان سلمی عرب سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ شہید ہوگئے۔(۱۱۴)

حملہ میں عبیداللہ بن نبہان سلمی کا ساتھ دینے کے لئے عمان سے بدیل بن طہفہ بجلی بھی اپنے لشکر کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔

عبیداللہ بن نبہان سلمی اور بدیل بن طہفہ بجلی نے بحری ڈاکوؤں اور قزاقوں کو گھیرنے کے لئے نیرون اور دیبل دونوں ساحلی مرکزوں پر فوج کشی کی تاکہ وہ دو طرفہ حملہ کی زد سے نہ بچ سکیں۔ مگر راجہ داہر اور اس کے بیٹے جے سیہ نے اسلامی فوجوں کا مقابلہ کرکے ڈاکوؤں کا ساتھ دیا اور اسلامی فوج کے دونوں سپہ سالار عبیداللہ بن نبہان سلمی اور بدیل بن طہفہ بجلی دونوں شہید ہوگئے' یہ بات ان مسلمان سپہ سالاروں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ راجہ داہر کی فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ پر آجائیں گی۔

ورنہ فوج زیادہ تعداد میں فوج لے کر چڑھائی کرتے اور اپنی طاقت کو دو میدانوں میں تقسیم نہ کرتے البتہ نیرون کے حاکم سندر کو راجہ داہر کی یہ ناعاقبت اندیشی پسند آئی۔ اور اس نے صحیح صورت حال کا اندازہ کرکے حجاج بن یوسف سے براہ راست اپنا معاملہ طے کرلیا۔

بدیل بن طہفہ بجلی:

حجاج بن یوسف نے جب ان ڈاکوؤں بحری قزاقوں اور راجہ داہر سے نمٹنے کے لئے فوجی اقدامات کئے اور عبیداللہ بن نبہان سلمی کی قیادت میں فوجی مہم روانہ کی تو بدیل بن طہفہ بجلی کو بھی لکھا کہ وہ عبیداللہ بن نبہان سلمی کے پیچھے فوج لے کر دیبل پہنچیں اور ان مسلم عورتوں' بچوں اور تاجروں کو بمعہ مال و اسباب قید سے رہائی دلاکر عراق بھجوائیں۔

اس وقت بدیل بن طہفہ بجلی عمان میں تھے۔ چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر دیبل پہنچے اور دشمنوں سے شدید مقابلہ کیا۔ میدان جنگ میں بدیل بن طہفہ بجلی کا گھوڑا ایک ہاتھی کی چنگھاڑ سے بدک گیا' جس کی وجہ سے وہ گھوڑے سے گر گئے' دشمن نے ان کو گھیر کر شہید کردیا۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ:

دونوں حضرات عبیداللہ بن نبہان سلمی اور بدیل بن طہفہ بجلی عمان سے فوج لے کر بحری راستہ سے سندھ روانہ ہوئے۔ جب قلعہ نیرون میں پہنچے تو بدیل بن طہفہ نے محمد بن ہارون کو حجاج کا خط اور حکم نامہ دیا اور انہوں نے بدیل بن طہفہ کے ساتھ تین ہزار فوج کا لشکر عبید بن نبہان سلمی کی کمک کے لئے دیبل روانہ کر دیا۔ دوسری جانب سے مقابلہ کے لئے راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ چار ہزار فوج لے کر آگیا۔ اس کی وج میں جنگی

ہاتھی بھی تھے۔ صبح سے شام تک گھمسان کا رن پڑا۔ جنگی ہاتھی دیکھ کر بدیل بن طہفہ کا گھوڑا بدک گیا' تو انہوں نے عمامہ سے گھوڑے کی آنکھوں کو باندھ دیا۔(۱۱۵)

دیبل میں بدیل بن طہفہ کی شہادت کے بعد قلعہ نیرون کے عمال بہت ڈر گئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ اسلامی فوجوں کی گزرگاہ اور اس کے راستے میں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ بدیل بن طہفہ کی شہادت کے واقعہ سے اسلامی فوجیں ہمارے قلعہ پر حملہ آور ہوں۔

یہ سوچ کر وہاں کے حاکم سندر نے راجہ داہر کی اجازت کے بغیر اپنا ایک آدمی حجاج بن یوسف کے پاس بھیجا اور معذرت پیش کرکے امن کا طالب ہوا' اور ایک معقول رقم نذر کرکے سالانہ معتدبہ رقم نذر کرنے کا وعدہ کیا۔ حجاج نے اس معذرت اور اس پیش کش پر سندر کو امن کا خط لکھدیا اور کہا کہ مسلمان عورتوں' بچوں اور تاجروں کو رہا کردو ورنہ میں چین کی حدود تک کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔(۱۱۶)

حجاج بن یوسف کو جب بدیل بن طہفہ بجلی کی شہادت کی خبر پہنچی تو اس کا دل غم و غصہ سے بھر گیا۔ وہاں حجاج بن یوسف نے قسم کھائی کہ وہ وادئ سندھ کو ضرور فتح کرے گا اور وہاں اسلامی تعلیمات کو عام کرکے اس کو اسلام کا گہوارہ بنائے گا۔ اس نے خلیفہ ولید بن عبدالملک کو اس سلسلہ میں تفصیلات سے آگاہ کیا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے پہلے پہل اس کی رائے سے موافقت نہ کی اور دارالخلافت سے جغرافیائی لحاظ سے اتنے دور دراز اور دشوار گزار خطے میں مہم جوئی سے باز رہنے کے لئے کہا۔ پھر یہ بھی کہا کہ خلافت اتنے زیادہ اخراجات جو کہ اس مہم کے لئے درکار ہوں گے کی متحمل نہیں ہوسکتی۔

حجاج بن یوسف نے دوبارہ خلیفہ کو لکھا اور اپنے مکتوب میں اس عسکری گرمی اور اس خطہ سندھ کی اہمیت کے متعلق نہایت وضاحتیں کیں۔ خلیفہ نے اس مرتبہ حجاج بن یوسف کی رائے موافقت کرلی پھر اس عسکری سرگرمی کی تیاری شروع ہوی۔(۱۱۷)

حیات محمد بن قاسم:

محمد بن قاسم ثقفی بصرہ میں ایک متمول گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے بچپن کے دن بہت ناز و نعم میں بسر کیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی جن کی وفات ۹۳ یا ۹۲ ھجوی میں بصرہ میں ہوی وہیں قیام پذیر تھے۔ محمد بن قاسم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا اس لئے وہ تابعی بھی ہیں۔

محمد بن قاسم جس زمانے میں جوانی کی طرف گامزن تھے اس وقت بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے صحابی اور حضرت امام حسن بصری اور حضرت امام محمد بن سیرین جیسے بزرگان دین بھی قیام پذیر تھے۔

محمد بن قاسم کے والد قاسم بن محمد بن حکم ثقفی بنی امیہ کے دور میں بصرہ کے حاکم رہ چکے ہیں محمد بن قاسم کے والد' قاسم بن محمد بن حکم' حجاج بن یوسف کے نائب کے طور پر بصرہ کے حاکم تھے۔(۱۱۸)

حجاج بن یوسف کے بعد یوسف بن عمر نے ان کو بصرہ کا حکم بنایا۔ لیکن جب ۹۶ ہجری میں ولید بن عبدالملک کے انتقال پر بصرہ والوں نے قاسم بن محمد کے بجائے عبداللہ بن ابوعثمان بن عبداللہ بن امیہ بن خالد بن اسیر کو بصرہ کا حاکم مقرر کردیا تو قاسم بن محمد نے وہاں سے راہ فرار اخیار کی۔(۱۱۹)

محمد بن قاسم کے والد کوئی کامیاب امیرواقع نہیں ہوئے۔

اس زمانے میں دارالخلافہ دمشق تھا۔ مگر عراق کے یہ دونوں شہریعنی کوفہ اور بصرہ اسلامی علوم فنون' تہذیب و تمدن اور ثقافت کا مرکز تھے۔ بنو ثقیف کے افراد نے برہ کو دوسرا طائف بنا دیا۔ انہوں نے یہاں عالی شان مکانات و محلات تعمیر کرائے' نہریں نکلوائیں' باغ بنوائے' سرکاری نظم و نسق اور ملکی انتظامات و معاملات کے لحاظ سے بھی وہ حکومتی سطح پر بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اور تابعین کثرت سے بصرہ میں موجود تھے۔ مسلمان ان فیض سے استفادہ کرنے علم سیکھنے دور دور سے آت ے تھے۔(۱۲۰)

یہ علمی اور دینی فضا تھی جس میں محمد بن قاسم پلے بڑھے۔ اگرچہ کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ محمد بن قاسم نے آخری صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہو' مگر اس وقت عام دینی و اسلامی کے مطابق ان کے والدین نے ضرور ان کو ان بزرگان دین کی خدمت میں استفادہ کے لئے بھیجا ہوگا تاکہ وہ ان سے اکتساب فیض کریں' جب باہر کی دنیا سے لوگ اتنی کثرت سے ان حضرات کی

زیادرت اور ان سے فیض اٹھانے آرہے تھے تو ایسے محمد بن قاسم جیسے لوگاوں کا ان حضرات کے پاس جاکر اکتساب فیض کرنا ایک فطری امر ہے۔

اس زمانے میں خلفاء و امرا اور والیان اپنی اولاد کو بطور خاص تعلیم و تربیت' حصول برکت کے لئے صحابہ و تابعین حضرات کرام کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے' اس اصول کے تحت محمد بن قاسم ثقفی بھی ضرور گئے ہوں گے۔ اس طرح سے وہ تابعین کا درجہ رکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم کے سلسلہ میں بعض واقعات ایسے ہیں جو کسی تحقیق کے بغیر کتب میں اور عوام میں مشہور ہو گئے ہیں۔ مثلاً مشہور ہے کہ محمد بن قاسم رشتہ کے لحاظ سے حجاج بن یوسف کا حقیقی بھتیجا تھا۔ چچ نامہ نے بھی محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کا داماد اور بھتیجا لکھا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔(۱۲۱)

اس سلسلہ میں صاحب چچ نامہ ایک روایت لکھتا ہے کہ:

ایک دن حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم سے خوش ہوکر کہا کہ تم مجھ سے کوئی بھی چیز طلب کرو میں تم کو ضرور دوں گا۔ محمد بن قاسم نے کہا کہ آپ مجھے کسی بھی جگہ کا امیر بنا کر اپنی صاحبزدی سے میری شادی کر دیں۔ یہ سن کر حجاج بن یوسف نے غصہ کیا اور ناراض ہوکر ایک چھڑی جو اس وقت اس کے ہاتھ میں تھی محمد بن قاسم کے سر پر ماری جس سے اس کا عمامہ نیچے گرگیا۔ حجاج نے پھر وہی بات کی محمد بن قاسم نے پھر وہی بات دہرائی' جب تیسری مرتبہ یہ مکالمہ ہوا تو حجاج بن یوسف نے کہا کہ میں اس شرط پر اپنی بیٹی کی شادی تم سے کروں گا کہ جب تم لشکر لے کر فارس یا ھند جاؤ اور اس کو فتح کرکے نظم و ضبط قائم کرو اور مال غنیمت بھیجو۔(۱۲۲)

حجاج بن یوسف کا رعب و جلال اور محمد بن قاسم کی تعلیم و تربیت سے یہ بات بعید از قیاس ہے کہ اس قسم کی کوئی گفتگو ہوئی ہو۔

فارس و سندھ کی مہمات تو محمد بن قاسم کی مشہور مہمات ہیں لیکن ان سے پہلے محمد بن قاسم نے ایک اور مہم میں حصہ لیا تھا۔

کوفہ کے قریب بصرہ کے راستے میں ڈاکوؤں سے نبرآزما ہونے کے لئے محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف نے بھیجا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب محمد بن قاسم سن رشد کو نہیں پہنچے تھے' اور ابھی ان کی عمر صرف گیارہ

سال کی تھی۔

محمد بن قاسم کے سامنے مسلمانوں کی خلافت راشدہ کے زمانے کی فتوحات کے تذکرے ہوتے کہ کس طرح مشارق و مغارب میں اسلامی فوجیں گئیں اور فتوحات حاصل کیں اور اسلام کے لئے ان جلیل القدر شخصیات نے کیسی فتوحات کیں اور جہاد کئے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد بن قاسم کو بہترین صلاحیتوں سے نوازا تھا جوانی میں ان میں حربی اور انتظامی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے انہوں نے کئی مہمات میں حصہ بھی لیا۔

۸۳ ہجری میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو فارس کی امارت دی' جہاں داخلی حالات کافی ابتر ہو گئے تھے اور وہاں باغیوں اور سرکشوں نے مملکت کے لئے بہت مسائل پیدا کر دئے تھے۔

خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے کہ:

۸۳ ہجری میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو فارس کا والی مقرر کیا اور کردوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔(۱۲۳)

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ:

ابوالقیظان کہتا ہے کہ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم ثقفی کو کردوں سے جہاد کے لئے فارس کا حکمراں بنایا۔ انہوں نے کردوں کو تہ تیغ کیا اور انہوں نے شیراز کو فوجی چھاؤنی فارس کے حکام کے لئے دارالامارۃ بنایا۔(۱۲۴)

یاقوت حموی نے کہا ہے کہ:

"شیراز ان شہروں میں سے ہے جن کی تعمیری تجدید اور منصوبہ بندی اسلامی دور میں ہوئی ہے۔ شیراز کی تعمیر جدید کے نگراں حجاج کے چچا زاد بھائی محمد بن قاسم تھے۔(۱۲۵)

۸۳ ہجری سے ۹۲ ہجری تک محمد بن قاسم نے فارس کے امیر کی حیثیت سے وہ کر وہاں سرکش کردوں کا خاتمہ کیا اور شیراز شہر کو جدید عربی و اسلامی طرز تعمیر کے مطابق آباد کیا اور اسے ایک اسلامی مرکز بنا دیا۔ اور جگہ اہمیت کے لحاظ سے شیراز کو مسلمانوں کی چھاؤنی اور دارالامارۃ بنا دیا۔ تقریباً" دس سالہ دور امارت معرکوں اور فتوحات میں گزرا۔ حتی کہ جب ان کو ۹۲ ہجری میں سندھ جانے کا حکم ہوا تو اس وقت وہ علاقہ رے کی فوجی مہم

جانے کی تیاریاں کر رہے تھے اور مکمل فوجی تیاری کر کے جہم بن زحر جعفی کو پہلی بٹالین کا امیر مقرر کر چکے تھے۔ کوچ کرنے کا حکم دینے والے تھے کہ حجاج بن یوسف کا حکم سندھ پر جہاد کے لئے آن پہنچا۔

حجاج بن یوسف نے مزید کہا کہ اتنا عرصہ شیراز میں ٹھہرو کہ تم کو پوری کمک پہنچ جائے۔(۱۲۶)

محمد بن قاسم بچپن سے ہی سندھ کا نام سنتے تھے۔ اب بھی جب ان کو سندھ کا امیر مقرر کیا گیا تھا سندھ کا کچھ حصہ اسلام کے زیر نگیں تھا۔ اور یہ سعادت محمد بن قاسم کے حصہ میں آئی تھی کہ بلاد سندھ محمد بن قاسم کے ہاتھوں اسلامی مملکت بنے۔

سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد

سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد سے پہلے ہم ان اسباب و اقعات اور اس منظر کا جائزہ لیں گے جس کی بناء پر محمد بن قاسم ثقفی کو سندھ آنا پڑا اور اس نے سندھ کو فتح کر کے علاقے میں سندھ کو باب الاسلام کہلانے کا اعزاز عطا کیا۔

محمد بن قاسم کے حملے کا پس منظر:

سندھ و ھند پر محمد بن قاسم کا حملہ پہلا حملہ نہیں تھا۔ بلکہ اس سے قبل متعدد عرب جرنیل اس وسیع و عریض خطے کے مختلف علاقوں کو اپنے زیر نگیں کر کے وہاں اپنے امیر مقرر کر چکے تھے۔ البتہ محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ ایک ایسا فیصلہ کن قدم تھا کہ جس نے اس خطہ کے بہت سے علاقوں کو اور شہروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور یہ باتیں اس حملہ کا پس منظر تھیں۔

۶۵ ہجری میں جب اموی خلیفہ مروان بن حکم کا آخری زمانہ تھا۔ عمان کے قبیلہ بنو سامہ کے دو اشخاص جو کہ حقیقی بھائی تھے۔ جن کا نام معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی تھا۔ علاقہ سندھ کے اس حصہ پر پوری طرح قابض اور غالب ہو چکے تھے کہ جس حصہ کو مسلمان کچھ عرصہ پہلے فتح کر چکے تھے۔

انہوں نے مرکز خلافت امویہ سے بغاوت کی اور مرکز خلافت کے احکام و ھدایات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ علافی حضرات کی بغاوت کا آغاز مروان بن حکم کے دور خلافت میں ہوا۔ پھر جب مروان بن حکم فوت ہو گیا تو عبدالملک بن مروان مسند خلافت پر بیٹھا اس کے دور میں بھی علافیوں کی بغاوت و سرکشی کا سلسلہ جاری رہا' علافیوں نے مرکز خلافت کی طرف سے سندھ پر مامور امیر سعید کلابی کو بھی قتل کر دیا تھا۔ جب سعید بن اسلم کلابی کا قتل ہوا تو ۷۵ ہجری میں حجاج بن یوسف والی عراق نے مجاعہ بن سعو کو سندھ کا امیر بنا کر بھیجا۔(۱۲۷)

علافیوں نے ان کی آمد سے پہلے ہی راہ فرار اختیار کی اور وہ سندھ کے راجہ داہر بن چچ کی پناہ میں چلے گئے۔

علافی برادران اور ان کے ہم نواؤں کو درپردہ راجہ داہر کی امداد و اعانت حاصل تھی اور اسی کی اعانت و پشت پناہی کی بناء پر وہ سندھ کے مفتوحہ علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے تھے اور مرکز خلافت امویہ کی نافرمانی کر رہے تھے۔

مجاعہ بن شعر نے سندھ کا امیر بننے کے بعد یہاں کے سدھار کے لئے کافی کوششیں کیں۔ مگر ایک سال بعد ہی ان کا انتقال ہوگیا۔ اس وجہ سے ان کا اصلاحی کام رک گیا اور علافیوں کی طرف سے بالکل اطمینان کے بجائے راجہ داہر کے ان کے مل جانے کی وجہ سے مزید شرارتوں کا امکان پیدا ہوگیا۔

اس لئے حجاج نے ۸۰ ہجری میں محمد بن ہارون بن ذرائع نمیری کو مکران و سندھ کا امیر مقرر کر کے مجاعہ کے کاموں کو مکمل کرنے کا حکم دیا۔ خاص طور پر علافیوں کو تلاش کرنے اور سعید بن اسلم کلابی کے خون کا بدلہ لینے کی تاکید کی۔(۱۲۸)

راجہ داہر نے مرکز خلافت کے ان باغیوں کو پناہ دے کر تعلقات و روابط میں تلخی پیدا کر دی تھی۔ اور اس چیز کو ہمیشہ ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے کہ کوئی حکومت کسی دوسری حکومت کے مجرموں اور باغیوں کو اپنی پناہ میں لے کر تخریبی سرگرمیوں میں ان کی حوصلہ افزائی کرے۔ اس سے حکومتوں کے باہمی تعلقات اور روابط میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ حجاج بن یوسف نے راجہ اہر کی اس روش کا کوئی اچھا نتیجہ نہ لیا اور محمد بن ہارون امیر سندھ و مکران نے اپنی حکومت کے باغیوں کو راجہ داہر سے طلب کیا تو اس نے ان کو حوالہ کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کو بار بار خط لکھے اور کئی پیغام بھیجے کہ وہ ان علافیوں کی مدد نہ کرے مگر وہ اس سے باز نہ آیا اور مرکز خلافت سے بغاوت اور سرکشی کرنے والوں کی برابر مدد کرتا رہا۔ راجہ داہر کے اس طرز عمل سے حجاج بن یوسف کو سخت صدمہ اور افسوس ہوا۔

عبدالرحمٰن بن محمد کی بغاوت اور سندھ کے غیر مسلم حکمرانوں کی مدد

حجاج بن یوسف کی مسلسل نظر اور کوششوں سے علافیوں کا کچھ اثر ٹوٹا تو اس کے فوراً بعد سندھ کے اسلامی مقبوضات میں ایک اور فتنہ کھڑا ہوگیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۸۰ ہجری میں حجاج بن یوسف نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو سجستان کا امیر مقرر کیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے بہت جہاد کیا اور بڑی فتوحات حاصل کیں۔ ۸۱ ہجری میں عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے حجاج بن یوسف کے مظالم کے خلاف خروج کیا جس میں بصرہ نے بڑے بڑے قراء' علماء اور عباد و زہاد نے حصہ لیا۔ ان لوگوں نے حجاج بن یوسف کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کے ساتھ ساتھ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی مخالفت میں بھی علم جہاد لہرا دیا۔ یہ تحریک ناکامی سے دوچار ہوئی ناکامی کے بعد عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے حمایتی مختلف علاقوں میں اقامت گزین ہوگئے۔(۱۲۹) ان میں سے بہت سے افراد بلاد سندھ کے غیر مسلم حکمرانوں کی پناہ میں بھی چلے آئے۔ اور بلاد سندھ کے ان علاقوں میں سے بیٹھ کر مرکز خلافت کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ یہ سلسلہ بھی کئی سال جاری رہا۔

حجاج بن یوسف کو اس بات کا بھی شدید قلق تھا جو روش سندھ کے ان غیر مسلم حکمرانوں اور راجاؤں نے اختیار کر رکھی تھی۔ وہ حجاج بن یوسف کے مزاج اور طبیعت کے بالکل خلاف تھی اور اس کو حکمرانوں کے ان رویہ پر سخت افسوس و رنج تھا۔

راجہ داہر کے لوگوں کا مسلمان کے جہازوں پر حملہ

اسی زمانہ میں ایک اور حادثہ پیش آیا جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ کافی عرصہ سے عرب کے کچھ مسلمان خاندان تجارت کے سلسلہ میں سراندیپ میں مقیم تھے۔ ان کے آباء و اجداد انتقال کر گئے تو ان لوگوں نے واپس اپنے وطن مالوف عراق جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کا ارادہ حج پر جانے کا تھا' مگر وہ یہ چاہتے تھے کہ اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کر کے عراق سے حج پر روانہ ہوں۔ ان میں کافی عورتیں بھی تھیں۔

سراندیپ کے بادشاہ نے ان افراد کو واپس بھیجنے کے لئے اپنے خاص جہازوں کا اہتمام کیا۔ ان کا مال و اسباب بھی جہاز پر لادا گیا۔

بادشاہ سراندیپ نے ان کو خصوصی تحائف سے نوازنے کے ساتھ ساتھ والی عراق حجاج بن یوسف ثقفی کے لئے خصوصی اور نادر تحائف بھیجے' بادشاہ کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ مسلمانوں کا اس علاقے پر اثر و نفوذ وسیع

سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا تھا اور ان کی فتوحات جاری تھیں۔ بادشاہ نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو مسلمان سراندیپ پر حملہ کر دیں اور میری حکومت ختم ہو جائے اس نے اپنے لئے ہمدردی اور خیر سگالی کے طور پر یہ تحائف بھیجے۔

یہ جہاز سراندیپ کے ساحل سے اپنا سفر شروع کرتے ہوئے خلیج فارس کی طرف بڑھ ہی رہے تھے' راستے میں جب یہ دیبل کے مقام سے گزرے تو یہاں کے بحری قزاقوں اور ڈاکوؤں نے ان کے گرد گھیرا ڈال دیا اور ان کو مجبور کر کے جہاز سمندر کے کنارے لگانے کا حکم دیا۔ اور پھر ان پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار مچائی۔ سامان چھین لیا۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ جہاز میں ایک عورت قبیلہ بنی یربوع کی تھی۔ اس نے یا حجاج' یا حجاج کہہ کر دہائی دی۔ جب حجاج کو ان جہازوں میں لوٹ مار اور بچوں عورتوں کی گرفتاری اور اس عورت کی دہائی کا علم ہوا تو اس نے وہیں سے یا لبیک کہا۔

یہ حادثہ راجہ داہر کے علاقہ میں وقوع پذیر ہوا تھا اور جن بحری ڈاکوؤں اور قزاقوں نے جہازوں کو لوٹا تھا وہ راجہ داہر کی رعایا میں سے تھے۔

جب یہ بات حجاج بن یوسف کے علم میں آئی تو اس نے فوراً" ڈاکوؤں اور بحری قزاقوں کی سرزنش اور عورتوں کی رہائی کے سلسلہ میں راجہ داہر کو سرکاری طور پر لکھا۔ حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کو لکھا کہ ان بحری قزاقوں سے فوری طور پر جنگ کر کے عورتوں اور بچوں کو رہائی دلواؤ۔

راجہ داہر نے نے جواباً" لکھا کہ میرا ان ڈاکوؤں اور بحری قزاقوں پر بس نہیں چلتا یہ میرے قابو میں نہیں ہیں تو حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کو لکھا کہ تم ایک فوج ان بحری قزاقوں سے مقابلہ کے لئے ترتیب دو' حسب ہم اپنے فوجی تمہارے پاس بھیج دیں گے اس مشترکہ لشکر کا سپہ سالار تمہارا ہی آدمی ہوگا۔ اور مسلمان فوجیں تمہارے فوج کے ہمراہ تمہارے سپہ سالار کی زیر قیادت ان بحری ڈاکوؤں اور قذاقوں سے مقابلہ کریں گی۔ یہ ایک مناسب اور معقول مشورہ تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ فوجی طاقت راجہ کے ہاتھ میں دے کر ان بحری قزاقوں کی سرکوبی کی جائے تاکہ یہ تاثر پیدا نہ ہو کہ ایک حکومت نے دوسری حکومت پر چند لٹیروں کی وجہ سے حملہ کر دیا اور چند لٹیروں کی وجہ سے حکومتوں کے آپس کے تعلقات خراب ہو گئے۔

راجہ داہر نے اس معقول تجویز کا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔ بلکہ یہی جواب دہرایا کہ میں نہ ان بحری قزاقوں کو گرفتار کرسکتا ہوں۔ نہ کوئی سزا دے سکتا ہوں(۱۳۰) ایک بااختیار حکمران سے اس قسم کا جواب سن کر حجاج بن یوسف بہت غضب ناک ہوگیا۔ یہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ تھا۔

حجاج بن یوسف نے مرکز خلافت سے راجہ داہر پر حملہ کی اجازت طلب کی مگر مرکز خلافت نے اس کی اجازت نہ دی' پھر ان عورتوں اور بچوں کو رہا کروانے کے لئے دو ناکام کوششوں اور مسلمانوں کے نقصان کے بعد اس کی اجازت دے دی گئی۔(۱۳۱)

محمد بن قاسم کا سندھ پر حملہ:

حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ کی اجازت بڑے وثوق اور یقین و اعتماد کے ساتھ لی تھی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے پورا یقین تھا کہ جس نئے انتظامات کے تحت وہ محمد بن قاسم کے زیر قیادت فوج بھیج رہا ہے وہ ضرور بالضرور فتح و کامیابی سے ہم کنار ہوگی۔ اسی وجہ سے حجاج بن یوسف نے خلیفہ ولید کو لکھدیا تھا کہ اسا معرکہ جس قدر پیسہ خرچ ہوگا وہ تمام کا تمام بیت المال میں داخل کر دیا جائے گا۔ اس معرکہ میں سندھ و مکران کے علاقہ کی دوری کے پیش نظر اور آب و ہوا کی ناسازی کو سامنے رکھتے ہوئے حجاج بن یوسف نے فوجی سازوسامان کے علاوہ روزمرہ کی ضرورت کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کا بھی اہتمام کر رکھا تھا' حتیٰ کہ مال و اسباب کے ساتھ سوئی دھاگہ کا بھی بندوبست تھا۔ اس وقت سندھ میں سرکہ نہیں ہوتا تھا اس لئے اس نے سرکہ میں روئیاں ترکرکے سائے میں خشک کروائیں تاکہ جب فوجی میدان جنگ میں جائیں تو بھوک کے وقت روئی پانی میں بھگوکر کھائیں تو اس میں سرکہ کا ذائقہ محسوس کریں۔(۱۳۲)

۹۲ ہجری میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل ثقفی کو بلاد سندھ کو فتح کرنے کے لئے جانے والے لشکر کا قائد اور سپہ سالار بنایا۔ (اس تاریخ کے سلسلہ میں مختلف مؤرخوں نے اختلاف کیا ہے۔) اس عظیم مہم کے وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔(۱۳۳)

حجاج بن یوسف نے اس فتح کو حاصل کرنے کے لئے بڑے وسیع پیمانہ پر انتظامات کئے تھے۔ فارس میں محمد بن قاسم کی جو فوج تھی اس کے علاوہ مزید چھ ہزار شامی فوج ان کے ساتھ آئی' اس کے علاوہ بھی ان کے ساتھ

ایک عظیم لشکر تھا۔ حجاج نے محمد بن قاسم کو شیراز میں روک کر تمام ضروری سامان اور فوج کا انتظام کیا پھر ان کو مکران کی جانب روانہ کیا۔(۱۳۴)

تیاری کی منزل سے محمد بن قاسم جب شیراز پہنچے تو یہاں انہوں نے چھ ماہ قیام کیا۔ اور اپنے اور عسکری حکمت عملی اور جنگی منصوبہ بندی ترتیب دی۔ انہوں نے **منجنیق**' اسلہ اور دیگر عسکری سازوسامان ترتیب دیا اور جہاں انہوں نے دو قائد بنائے ایک خریم بن عمرو دوسرے ابن مغیرہ اور ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے حصہ کا ساز و سامان لے کر دیبل کی بندرگاہ پر روزانہ ہو جائیں۔(۱۳۵)

پھر محمد بن قاسم بری راستہ سے بلاد سندھ کی طرف آئے ان کے ساتھ ساوقت لشکر میں چھ ہزار فارس' عراق اور شام کے سپاہی تھے مزید چھ ہزار سپاہی ایران اور عرب کے دیگر علاقوں کے تھے۔ سواری کے لئے پندرہ سو اونٹ' اور ہر اونٹ پر چار چار افراد سوار تھے۔ مزید پندرہ سو اونٹوں پر اسلحہ اور غذائی سازو سامان لدا ہوا تھا۔ پھر محمد بن قاسم ایک بڑے لشکر کے ساتھ مکران پہنچے۔(۱۳۶)

مکران پہنچنے سے قبل راستہ میں کنیر کے مقام پر قیام کیا۔ مکران میں محمد بن قاسم کا قیام مکران کے مرکزی شہر فنزپور میں تھا' وہاں سے چل کر ارمائیل کے مقام پر پہنچے اسے فتح کیا اور علم فتح بلند کیا۔(۱۳۷) مکران کا وہ حصہ جو چند سال پہلے فتح ہو چکا تھا اس کے امیر محمد بن ہارون نمیری تھے۔ وہ بھی اپنی فوج اور ساتھیوں کے ہمراہ محمد بن قاسم کے ساتھ ہو لئے' مگر راستہ میں محمد بن ہارون کا انتقال ہوگیا اور انہیں قنبل کے مقام پر دفن کیا گیا' قزبور اور ارمائیل کے فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم کئی مہینہ وہاں رہے ان علاقوں میں اپنے امیر اور والی مقرر کیئے' اور ان کے انتظامات کو مظبوط و مستحکم کرنے کے لئے ان کے نام احکام جاری کیئے۔(۱۳۸)

دیبل پر حملہ اور اس کی فتح:

اب محمد بن قاسم نے اسلامی افواج کو دیبل کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ دیبل ارمائیل سے چار دن کی مسافت پر ایک بڑا شہر تھا اور سمندر کے ساحل پر واقع تھا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں بحری قزاقوں اور ڈاکوؤں نے مسلمانوں کے جہازوں کو لوٹ کر عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا تھا۔

محمد بن قاسم نے لشکر اسلامی کو کئی حصوں میں تقسیم کرکے ان کے امیر مقرر کردیۓ' لشکر کے اگلے حصوں پر

صاحب بن عبدالرحمٰن کو' آخری اور پچھلے حصوں کی جانب ابوالاسود جہم بن زحر جعفی تھے۔ لشکر کے دائیں جانب کے قائد عطیہ بن سعد عوفی اور بائیں جانب موسیٰ بن سلمہ ھذلی تھے۔ اسی طرح بعض کبار شخصیات کو لشکر میں ھدایات کے لئے مقرر کیا تھا۔ ان کے ساتھ ہزاروں افراد پر مشتمل بری فوج اور تربیت یافتہ جنگی بحری بیڑہ بھی تھا۔ جس میں سامان جنگ بہترین اسلحہ' حربی آلات اور دیگر بہت سی ضروری چیزیں تھیں اور ان سب کی قیادت تجربہ کار جرنیل اور بہادر سپہ سالار محمد بن قاسم کر رہے تھے' یہاں تک کہ وہ سب دیبل پہنچ گئیں۔

تمام فوجیں امور تیزی سے طے کئے جانے لگے شہر کے اردگرد خندقیں کھودی گئیں اور اسلامی لشکر نے دیبل شہر کا محاصرہ کرلیا اور اس پر نیزے گاڑ کر جھنڈے لہرا دئے اور ہر جھنڈے کے نیچے فوجی متعین کر دئے گئے' عروس نامی منجنیق بھی نصب کر دی گئی۔ یہ منجنیق اتنی وزنی اور بڑی تھی کہ اس کو پانچ سو آدمی مل کر کھینچتے تھے۔ دیبل شہر کے وسط میں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا۔ اس بت خانہ کی چھت پر ایک لمبا مضبوط شہتیر گڑا ہوا تھا اور اس پر ایک بہت بڑا جھنڈا لہراتا رہتا تھا۔ جب تیز ہوا چلتی تو اس کا سایہ سارے شہر پر پڑتا تھا۔(۱۴۰)

دیبل شہر کے فتح کرنے کے بارے میں ایک روایت ہے کہ جب مسلمان افواج نے دیبل کا محاصرہ کرلیا تو ایک اچانک ایک برھمن قلعہ کے اندر سے نکل کر آیا اور محمد بن قاسم سے امان طلب کی اور کہنے لگا!

اے منصف سپہ سالار ہماری علم نجوم کی مستند کتب میں اس طرح لکھا ہوا ہے کہ ملک سندھ اسلامی لشکر کے ہاتھوں فتح ہوگا اور کفار کو شکست ہوگی' لیکن اس بت خانے کا یہ وسیع و عریض جھنڈا دراصل ایک طلسم ہے۔ جب تک یہ جھنڈا برقرار ہے یہ قلعہ فتح ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے اس بت خانہ کی چوٹی کو تباہ ہونا چاہئے تاکہ یہ جھنڈا گر جائے یا کسی طریقہ سے یہ جھنڈا پارہ پارہ ہو جائے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ معبد بدھ مذھب کا تھا۔ اس بت خانہ کے اوپر ایک بڑا گنبد بنا ہوا تھا۔ اس گنبد پر سبز رنگ کا جھنڈا تھا۔(۱۴۱)

محمد بن قاسم نے جب یہ تمام تفصیلات سن لیں تو اس نے منجنیق چلانے والے شخص جعوبہ مسلمی کو حکم دیا کہ منجنیق سے جھنڈے یا اس کے بانس و شہتیر کو نشانہ بناؤ اور اس سے یہ وعدہ کیا کہ اگر تم نے صحیح ھدف پر نشانہ لگایا تو تم کو ایک ہزار درہم دوں گا۔ پھر محمد بن قاسم نے کہا کہ اگر تمہاری منجنیق نے یہ کام نہ کیا تو اس کی اہمیت اور دبدبہ ختم ہو جائے گا۔ جعوبہ مسلمی نے کہا کہ اگر میں اس جھنڈے کو گرانے اور اس شہتیر کو توڑنے

میں ناکام رہا تو اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالوں گا۔ اب جعونہ مسلمی نے بت خانہ کے گنبد پر نصب شہتیر کا جائزہ لیا اور گولہ داغا پہلا وار خالی گیا' دوسرے وار میں وہ شہتیر ٹوٹ گیا اور جھنڈا زمین پر گر گیا' یہ دیکھ کر اہل دیبل غصہ میں آ گئے اور غصہ سے بے قابو ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے ان کو شہر کے باہر سے للکارا تو وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے ان کو شکست دے کر دوبارہ قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد اسلامی فوج نے شہر میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر وہ فصیل اتنی اونچی اور مضبوط تھی کہ اس پر چڑھنا اور اس کو توڑنا ناممکن تھا۔ محمد بن قاسم نے فصیل پر لمبی لمبی اور مظبوط سیڑھیاں لگانے کا حکم دیا۔(۱۴۲)

سیڑھیوں پر چڑھنے کے لئے محمد بن قاسم نے ایک خاص طریقہ کار اختیار کیا۔ اور گروپ بنا دئے' مشرق جانب سے ایک گروپ جہم بن زحر جعفی کی قیادت میں مغرب کی جانب سے عطار بن مالک عشی کی قیادت میں۔ شمال کی جانب سے بنانہ بن حنظلہ کلابی کی قیادت میں۔ جنوب کی جانب سے عون بن کلب دمشقی کی قیادت میں۔ اور ان کی نگرانی کے لئے ذکوان بن علوان بکری' اور خریم بن عمرو اور ابن صفیرہ سو سو افراد کے ساتھ تھے۔ محمد بن قاسم نے تمام گروپوں کو اپنی اپنی جانب سے بیک وقت ان سیڑھیوں پر چڑھ کر شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے جو شخص سیڑھی پر چڑھ کر اندر داخل ہوا وہ صعدی بن خزیمہ کوفی تھے۔ اور ان کے ساتھ عجل بن عبدالملک بن قیسی بصری تھے۔ قلعہ شہر پناہ میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے اس کے دروازے کھول دئے اس کے بعد محمد بن قاسم نے مسلح افراد اور حکم عدولی کرنے والے افراد کو قتل کروا دیا۔(۱۴۳)

محمد بن قاسم نے تین دن دیبل میں قیام کیا۔ اور جنگ میں شریک افراد بت خانے کے بعض پجاریوں' اور بعض مہنتوں کو بھی قتل کروا دیا۔ پھر شہر دیبل میں ایک علاقہ منتخب کر کے وہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی اور چار ہزار مسلمانوں کو اس شہر میں بسایا۔

محمد بن قاسم نے اپنی طبیعت کے خلاف وہ قتل اس وجہ سے کروائے کہ وہ افراد مسلمانوں سے جنگ کر رہے تھے اور بعض ان میں ایسے بھی تھے جنہوں نے ان محبوس مسلمان عورتوں اور بچوں سے ناروا سلوک کیا تھا۔ اس قتل میں انتقام کے بجائے تحذیر اور تادیب کا پہلو زیادہ کارفرما تھا۔(۱۴۴)

پھر بدھ مذہب کا پیروکار وہی شخص آیا جس کا نام سودین تھا اور جسے محمد بن قاسم نے امان دی تھی۔ اس نے جیل خانہ کی نشاندہی کی جہاں عرب تاجر عورتیں اور بچے قید تھے۔ ان کو یہاں سے نکالا گیا اور ان کے کہنے کے مطابق حجاز اور دارالخلافہ روانہ کر دیا گیا۔(۱۴۵)

یہ عورتیں اور بچے اور تاجر حکومتی جیل میں مقید تھے۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ ان کو راجہ داہر کے حکم سے یہاں قید کی اگیا تھا۔ جب کہ حجاج بن یوسف سے خط و کتابت کے دوران حجاج بن یوسف سے جھوٹ بولا تھا۔ کہ وہ ان ڈاکوؤں اور بحری قزاقوں کو نہیں پکڑ سکتا اور نہ ان عورتوں بچوں اور ان کے مال و اسباب کو واپس کر سکتا ہوں، کیونکہ وہ میری دسترس سے باہر ہیں۔

مسلح افراد جن کو قتل کرنے کا حکم تھا اس میں ایک شخص قبلہ بن مہترائج بھی تھا۔ یہ شخص دیبل کی جیل کا داروغہ تھا۔ جب محمد بن قاسم نے اس کے قتل کا حکم دیا تو ان عرب بچوں اور عورتوں نے اس کے حسن سلوک کا ذکر کر کے اس کی جان بخشی کروادی جس پر انہوں نے محمد بن قاسم کا شکریہ ادا کیا۔ اسی وقت اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، محمد بن قاسم نے اس کا بہت اکرام کیا اور اسے دیبل کے مالیاتی شعبہ کا منتظم بنا دیا۔ عربوں نے ہر اس شخص سے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا جس نے ان سے حسن سلوک کیا یا اسلام میں داخل ہوا۔

یہ پہلا شخص تھا جس نے سندھ کی فتح کے سلسلہ میں محمد بن قاسم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ محمد بن قاسم نے حمید بن وراع نجدی کو حاکم دیبل مقرر کیا۔(۱۴۶)

اس طرح محمد بن قاسم نے دیبل کو فتح کیا جو سندھ کا اہم شہر اور تجارتی بندرگاہ تھی۔

دیبل کا نظم و نسق اور شہر کے تنظیمی امور رجب ۹۳ ہجری میں مکمل ہو گئے تو محمد بن قاسم نے نیرون کا قصد کیا۔

محمد بن قاسم نیرون کی جانب:

دیبل کی فتح اور اس کا نظم و نسق اور انتظامی معاملات مکمل کر کے محمد بن قاسم نے نیرون کی جانب پیش قدمی کی جو جنوب میں چھ دن مسافت پر واقع ہے۔ اس نے شہر کے ایک کنارے پر پڑاؤ ڈالا اور دریائے سندھ کو عبور نہیں کیا۔ لشکر کے لوگ اور سپاہی پیاس سے بے چین تھے کہ تھوڑی ہی دیر میں آسمان سے اس قدر بارش

ہوئی کہ ہر طرف جل تھل ہوگیا۔ اسلامی فوج کے افراد نہائے اور خوب پانی پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ محمد بن قاسم نے کچھ اسلحہ اور منجنیق لشکریوں کے ساتھ نہر سفاکرہ کے راستے بھیجیں تھیں' اس دستہ کی قیادت ابوالليث تمیمی کر رہے تھے۔(۱۴۷)

نیرون کے حاکم کا نام سندر تھا وہ عملاً" راجہ داہر کے ماتحت تھا۔ یہاں کے حاکم سندر نے اپنے آدمیوں سے مشورہ کرکے حجاج بن یوسف کے پاس آدمی بھیج کر صلح و مصالحت کی بات چیت پہلے ہی طے کرلی تھی۔ جب دیبل کے قریب بحری قزاقوں نے مسلمانوں کے جہاز لوٹ کر تاجروں عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا تھا۔

اس موقع پر نیرون کے حاکم سندر نے دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے حجاج بن یوسف کی جانب صلح کا پیغام بھیجا تھا جو حجاج بن یوسف نے منظور کرلیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب محمد بن قاسم نے نیرون کی جانب پیش قدمی کی تو شہر سندر پر کوئی حملہ نہ کیا اور نہ ہی سندر نے لڑنے کی کوشش کی بلکہ اس نے اور اس کی رعایا نے اس معاہدے پر پورا عمل کیا جو حجاج بن یوسف سے وہ کرچکا تھا۔ چنانچہ اس معاہدے کے مطابق اس نے محمد بن قاسم کو شہر میں مدعو کرکے ان کی شاندار دعوت کی کھانے پینے کا انتظام کیا اور شرائط کے سلسلہ میں پوری وفاداری کا سلوک کیا۔(۱۴۸)

محمد بن قاسم نے نیرون پر مسلمان امیر مقرر کیا اور یہاں مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بنائی اور راجہ سندر کو اپنا سیاسی مشیر بنالیا۔(۱۴۹)

محمد بن قاسم نے نیرون سے حجاج بن یوسف کو خط لکھا اور یہاں کی صورت حال سے مطلع کیا۔ اس خط میں اس نے حجاج بن یوسف س بڑھنے اور مزید علاقے فتح کرنے کی اجازت چاہی' حجاج بن یوسف نے ان کو یہ جواب دیا کہ تم مزید آگے پیش قدمی کرسکتے ہو اور فتوحات کرسکتے ہو' محمد بنقاسم کو حجاج بن یوسف کا یہ جواب نیرون ہی میں ملا۔

محمد بن قاسم سیوستان کی جانب

حجاج بن یوسف کا جواب موصول ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے چند دن نیرون میں قیام کیا پھر اپنی اگلی منزل سیوستان کی طرف روانہ ہوگئے۔ ان کے نیرون کا امیر بھی تھا۔ نیرون سے سیوستان کا فاصلہ تیس فرسخ کا

ہے۔ سیوستان کا امیر بدھ مذھب سے تعلق رکھتا تھا اس نے محمد بن قاسم کا ساتھ دیا ساتھ ہی بدھ مذھب کے پیروکار افراد نے بھی محمد بن قاسم کا ساتھ دیا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ بدھ مذھب کے لوگ ھندو حاکم کو سخت ناپسند کرتے تھے کیونکہ وہ ان سے ناروا سلوک کرتا تھا۔ دوسری وجہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تھی کہ بدھ لوگ اپنے مذھب کی رو سے خون بہانے یا خون خرابہ کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ ان کی مقدس کتب میں مسلمانوں کے ہاتھوں سندھ کی فتح کی پیش گوئی کی گئی ہے۔(۱۵۰)

حاکم سیوستان وہ ھندو تھا اس کا نام بجھرائے بن چندر تھا وہ راجہ داہر کا چچا تھا۔ سیوستان کے حاکم نے لڑائی کا ارادہ کیا تھا۔

لیکن جب اسلامی لشکر شہر کے دروازہ پر پہنچا ایک نہر برسگال کے علاقے سے سیوستان میں داخل ہوتی تھی۔ نہر کا راستہ تبدیل کر دیا گیا ایک ہفتہ تک منجنیقوں کی آوازوں نے شہر والوں کو خوف میں مبتلا رکھا اور وہ لڑنے سے باز رہے' حاکم نے جب یہ دیکھا کہ شہر والے لڑنے اور مقابلہ کے لئے تیار نہیں تو وہ شمالی دروازے سے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نہر عبور کر کے فرار ہوگیا۔

حاکم نے بھاگ جانے کے بعد محمد بن قاسم سیوستان میں باقاعدہ فاتحانہ داخل ہوئے' تمام لوگوں نے ان کی اطاعت کرلی۔ انہوں نے ان تمام لوگوں سے جنہوں نے ان کی اطاعت اختیار کرلی تھی۔ سونا چاندی اور نقد رقم جمع کی۔ پھر یہ غناء اموال اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا اور ساتھ ہی اس کا ایک حصہ حجاج بن یوسف کو بھجوا دیا۔(۱۵۱)

دریں اثناء محمد بن قاسم جن علاقوں اور شہروں سے گزرے وہاں کے امراء اور حکام نے ان کی اطاعت کی' دریائے سندھ سے پہلے ایک جگہ سے گزرے جو وہاں کے راجہ سروپ داس نے خود آگے بڑھ کر اپنے عوام و خواص کی طرف صلح کرلی' محمد بن قاسم نے وہاں کے باشندوں پر خراج تجویز کیا۔ اس کے بعد آگے بڑھ کر ایک جگہ سہبان ہے اس کو فتح کیا۔(۱۵۲)

بلاد سندھ میں بدھ مت کے پیروکاروں کی ایک بہت بڑی جماعت نے برضاء و رغبت محمد بن قاسم کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ یہ لوگ سیوستان کے چنہ قوم کے افراد تھے۔

ان کے اسلام لانے کا قصہ کچھ یوں ہے کہ جب اسلامی لشکر ابتداء میں سیوسان کے قریب آیا تو حاکم نے ان کے متعلق کچھ معلومات لانے کے لئے اسلامی لشکر کی طرف اپنے جاسوس بھیجے۔

جب وہ جاسوس اسلامی لشکر کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ فوجی اپنے امام نوجوان محمد بن قاسم ثقفی کے پیچھے ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں' رکوع و سجود کر رہے ہیں۔ جاسوس یہ روحانی منظر دیکھ کر ڈر گئے اور ان کی حرکات و سکنات کو خاموشی سے دیکھتے رہے' لیکن جو وہ پڑھ رہے تھے اس کا مفہوم نہ سمجھ سکے۔ لیکن بات وہ سمجھ گئے کہ یہ مسلمان عبادت کر رہے ہیں۔ انہوں نے جاکر کہا کہ مسلمانوں کے ایمان کی مظبوطی اور عزم و یقین کا یہ حال اس سخت خطرہ کے موقع پر بھی تمام خطرات سے بے پرواہ ہوکر اپنے رب کی اطاعت اور عبادت کر رہے ہیں اور اس پر خطر موقع پر بھی اسے نہیں چھوڑ رہے ہیں۔

ان کی عبادت بھی اتحاد و اطاعت کی ایک شکل ہے۔ ہم ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ دین حق پر ہیں۔

جب انہوں نے یہ بات اپنی قوم کے بڑوں کو بتائی تو وہ بھی بہت متاثر ہوئے' اور انہوں نے بات چیت کے لئے انہیں اختیار دے دیا۔ انہوں نے محمد بن قاسم کے پاس جاکر اطاعت کی عرض کی اور اسلام قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب انہوں نے محمد بن قاسم کی محبت و اخلاص اور اس کے حسن و اخلاق کو دیکھا تو اسلام کے ساتھ ان کی محبت بھی بڑھ گئی اور انہوں نے اپنی قوم کے دیگر افراد کو بھی بلایا وہ بھی متاثر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔(۱۵۳)

بودھیہ کی فتح:

پھر محمد بن قاسم نے بودھیہ کے علاقے کا قصد کیا' اور اپنے لشکر کے ساتھ نہر کنبہ کے کنارے پر اترا' یہ علاقے کی ایک چھوٹی نہر تھی۔(۱۵۴)

بودھیہ کا امیر کاکہ ابن بسامہ ایک بدھ مذہب کا شخص تھا۔ جب اس کو محمد بن قاسم کے اسلامی لشکر کی آمد کا علم ہوا تو اس نے جٹ قبائل اور اپنی افواج پر مشتمل ایک لشکر ترتیب دیا اور یہ احکامات دیئے کہ رات کی تاریکی میں اسلامی لشکر پر حملہ کردیں۔ اسلامی لشکر چونکہ خود بھی مکمل تیار تھا اس لئے وہ اپنے مقصد میں کامیاب

نہ ہو سکے۔

پھر راجہ کاکہ نے اپنے امراء سے مشورہ کے بعد محمد بن قاسم کی اطاعت کا ارادہ کیا اور محمد بن قاسم کو اپنے محل میں بلا کر اس کی بادشاہوں کی طرح عزت و تکریم کی اس کو خصوصی کرسی اور جبو و عملہ پیش کیا۔ پھر محمد بن قاسم نے عبدالملک بن قیس دقیقی کی قیادت میں ایک جماعت تشکیل دی تاکہ وہ باغیوں کو ڈھونڈ کر تلاش کریں۔ بہت سے باغیوں کو ڈھونڈا گیا اور ان سے مال غنیمت اور بہت سا مال حاصل ہوا۔

پھر اس کے بعد محمد بن قاسم سیسم کے قلعہ کی طرف م توجہ ہوا۔ دو دن کی لڑائی کے بعد راجہ نے اطاعت اختیار کرلی۔ یہاں تک کہ قلعہ کے دروازے کھول دئے گئے اور محمد بن قاسم کی فوجیں قلعہ میں داخل ہوگئیں۔

بودھیہ کے علاقے میں دو بڑے قبیلے تھے ایک داور ئیہ دوسرے ٹھاکر وہ سابق حاکم دیبل بھرائے بن چندر کی زیر ھدایت کام کرتے تھے۔ اور یہ ہندو مت کے پیروکار تھے۔ انہوں نے نافرمانی اور عدم اطاعت کا اعلان کر دیا، پھر معرکہ ہوا اور دونوں قبیلوں کے بہت سے افراد مارے گئے اور راور ئیہ کے بھاگے ہوئے لوگوں نے قنداییل کے قرب و جوار میں پناہ لے لی۔(۱۵۵)

اور بعض دوسرے لوگوں نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کرلی اور ان پر جزیہ مقرر کر دیا گیا۔(۱۵۶)

اسی اثنا میں سندھ کے بہت سے امراء اور قائدین اور مذہبی رہنماؤں نے اسلام قبول کرلیا اور بہت سوں نے جزیہ قبول کر کے اطاعت کرلی۔ اس پورے عرصہ میں بذریعہ خط و کتابت حجاج بن یوسف کا محمد بن قاسم سے مسلسل رابطہ رہا۔

اس کے بعد محمد بن قاسم دوبارہ نیرون کی طرف لوٹے تاکہ اشبھار کے قلعہ کو فتح کریں، یہ نیرون کے قریب ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ محمد بن قاسم کے ساتھ نیرون کا سابق امیر اور موجودہ سیاسی مشیر بھی تھا۔ اشبھار کے لوگ لڑائی پر آمادہ ہوئے اور انہوں نے جاٹ قوم کے افراد کو بھی اپنے ساتھ ملالیا اور اطراف آبادیاں بھی ان کی حلیف ہوگئیں۔ اسلامی لشکر نے چاروں اطراف خندقیں کھود کر ان کی سپلائی لائن کاٹ دی۔ کئی ہفتوں کے بعد اشبھار والوں نے امان طلب کی۔ محمد بن قاسم نے ان کو امان دے دی اور اشبھار شہر کا والی متعین کر دیا۔ اور حجاج بن یوسف کو اشبار کے قلعہ کے فتح ہونے اور اہل اشبھار کو امان دینے کی تفصیل لکھ بھیجی۔(۱۵۷)

اسی اثناء میں محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کے وسطی علاقے میں پڑاؤ ڈال کر محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی کو سدوسان کی مہم پر روانہ کیا۔ یہ شہر دریائے سندھ کے مغربی جانب تھا اور بودھیہ اور منصورہ کے درمیان میں واقع تھا۔ محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی فوجی گھوڑوں اور اونٹوں پر سدوسان پہنچے وہاں کے باشندوں نے صلح و امان طلب کی۔ محمد بن مصعب نے ان کی پیش کش قبول کر کے ان پر خراج لگایا۔ انہوں نے بھی باوفا رہنے کا وعدہ کیا اور بطور رہن چار ہزار جاٹ مسلح فوجوں کو دئے۔ جنہوں نے محمد بن قاسم کے سامنے پیش ہو کر اسلامی فوج میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ ان کو اسلامی فوج میں شامل کر لیا گیا۔ بعد میں محمد بن قاسم نے سدوسان کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے کر یہاں کا امیر مقرر کیا۔(۱۵۹)

موکہ بن بسایہ حاکم علاقہ نے اپنا ایک قاصد محمد بن قاسم کے پاس بھیجا اور اس کو بتایا کہ بلاد سندھ اس کے آباواجداد کی ملکیت ہے' لیکن راجہ داہر نے بزور قوت اس پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ باہمی گفت و شنید کے بعد اس نے محمد بن قاسم کے ساتھ تعاون پر آمادگی ظاہر کر دی۔

پھر محمد بن قاسم نے ایک ایلچی جو کہ شامی کے نام سے معروف تھا راجہ داہر کے پاس بھیجا۔ اس کے ساتھ ایک دیبلی مترجم تھا۔ اس کا سابقہ نام قبلہ بن مہتراج تھا جو کہ دیبل کے سرکاری جیل کا منتظم تھا اور فتح دیبل کے بعد اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب وہ دیبلی اور ایلچی راجہ داہر کے پاس حاضر ہوئے تو اس نے حسب عادت و قاعدہ راجہ داھر کو سجدہ نہیں کیا۔

راجہ داھر اس کو جانتا تھا وہ اس پر بہت غصہ ہوا کہ تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ اگر تم کسی کے بھیجے ہوئے نہ ہوتے تو میں تم کو قتل کر دیتا۔

تو اس دیبلی مترجم نے کہا کہ میں اب ایک مسلمان ہوں اور اسلام میں انسان یا کسی بھی چیز کو سجدہ روا نہیں۔ سجدہ صرف ایک اللہ کو روا ہے جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے' اگر تم نے مجھ کو قتل کر دیا تو مسلمان تم سے میرے قتل کا بدلہ لیں گے۔ پھر شامی نے بات شروع کی اور کہا کہ ہمارے امیر محمد بن قاسم نے دریائے سندھ عبور کرنے کے سلسلے میں خود مختار چھوڑا ہے تم دریا عبور کر کے آجاؤ تاکہ دونوں فریق آمنے سامنے لڑیں اس وقت جب تک تم اسلام قبول نہ کر لو یا صلح کے لئے آمادہ ہو' راجہ داہر نے اپنے وزیر سیاکر سے مشورہ کیا۔

محمد بن قاسم کی راجہ داہر سے جنگ اور فتح:

محمد بن قاسم نے جب دیبل پر حملہ کر کے اس کو فتح کر لیا تھا تو اس وقت سے راجہ داہر دیبل سے شکست کھا کر راجہ راسل جو کہ علاقہ کچھ کا راجہ تھا اس کی حکومت میں بھاگ کر آگیا تھا۔

محمد بن قاسم سندھ کے علاقوں کو فتح کر کے ھند کے علاقوں میں داخل ہونا چاہتے تھے جہاں راجہ داہر پناہ لئے ہوئے تھا۔ چنانچہ انہوں نے فوری طور پر دریائے سندھ پر لکڑی کا ایک پل باندھ دیا۔ مسلمان فوج اس پل کو عبور کر کے کچھ کے علاقے میں داخل ہوگئی۔ جہاں راجہ داہر پناہ گزین تھا اور مسلمانوں سے اپنی دیبل کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے فوج اور فوجی ساز و سامان جمع کر رہا تھا۔ راجہ داہر نہایت عزم و ہمت' انتہائی تیزی اور حوصلہ و مستعدی کے ساتھ ایک بڑے لشکر کی معیت میں میدان جنگ میں داخل ہوا' وہ خود ایک جنگی ہاتھی پر سوار تھا اور اس کے ارد گرد ستائیس ہاتھی چل رہے تھے۔ اس معرکہ میں اس کے ساتھ ٹھاکر تھے۔ جو مسلمانوں کے مدمقابل آئے تھے۔ مسلمانوں نے یہ جنگ بڑی بہادری اور بے جگری سے لڑی' راجہ داہر اس جنگ کے لئے اتنی تیاری کر کے آیا تھا کہ وہ اس جنگ کو فیصلہ کن جنگ بنانا چاہتا تھا۔(۱۶۰)

برصغیر کے قدیم حکمران جنگی ہاتھیوں کو اس انداز سے میدان جنگ میں لاتے تھے کہ جو ہاتھی سب سے زیادہ طاقتور اور سرکش ہوتا تھا اس کی سونڈ پر ایک بہت بڑا خنجر باندھ دیا جاتا تھا' جسے کٹارا کہتے ہیں۔ پھر پوری سونڈ لوہے کی زرہوں سے چھپا دی جاتی تھیں۔ ہاتھی کے جسم پر لوہے کی زرہیں اور میخیں ہوتی تھیں۔ اس کے بعد اسے دشمن کے مقابل میں میدان میں چھوڑ دیا جاتا تھا اور پانچ سو بہادر جنگ جو بھی اسلحہ سے لیس ہو کر اس کے ارد گرد چلتے تھے۔ ایک ہاتھی کم از کم چھ ہزار شہ سواروں پر بھاری ہوتا تھا۔ وہ جدھر بھی نکل جاتا صفوں کی صفیں الٹ دیتا تھا۔

راجہ داہر کے پاس اس قسم کے ستائش جنگی ہاتھی تھے۔ راجہ داہر خود میدان جنگ میں تھا اور ایک جنگی ہاتھی پر سوار تھا اسی اثنا میں اس کا ہاتھی فیل بان سے بے قابو ہوگیا۔ اب راجا داہر ہاتھی سے نیچے اتر آیا اور حریف پر تیز سامنے وار کرنے لگا۔ مسلمانوں کے پاؤں بھی میدان جنگ میں جم چکے تھے اور وہ بھی خوب داد شجاعت دے رہے تھے۔ لاشیں خون میں نہا رہی تھیں' فوجی گرفتار بھی ہو رہے تھے۔ معرکہ زوروں پر جاری تھا

کہ راجہ داہر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور اس کی فوجیں بھی پیچھے ہٹنے لگیں، مسلمانوں نے شکست خوردہ فوج کا تعاقب کیا اور بے شمار لوگوں کو قتل کر دیا اور اسی ہلہ میں راجہ داہر بھی مارا گیا۔ راجہ داہر کو بنی کلاب کے ایک فوجی نے قتل کیا۔(۱۶۱)

راجہ داہر کے مرنے کے بعد پورے سندھ پر محمد بن قاسم کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ اور وہ اطراف و اکناف کے علاقے اور شہروں کو فتح کرتے ہوئے الور پہنچے۔

اس عظیم معرکہ کے بعد محمد بن قاسم نے ارور کی جانب پیش قدمی کی۔ محمد بن قاسم نے ارور آکر یہاں کا محاصرہ کیا۔ اور یہاں کے باشندوں کو راجہ داہر کے مرنے کی اطلاع دی اور ان لوگوں سے کہا کہ اب تم امان طلب کرلو۔ انہوں نے راجہ داہر کی بیوی رانی سے مشورہ کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے رانی کی بات کو صحیح مانتے ہوئے محمد بن قاسم کے امان کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کر دی۔ اور ان کے لئے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ محمد بن قاسم نے شہر میں داخل ہو کر یہاں نظم و نسق درست کر کے اپنا ایک نائب مقرر کر دیا۔(۱۶۲)

برہمن آباد کی فتح:

راجہ داہر کے مرنے کے بعد اس کے بہت سے سپاہی بھاگ کر برہمن آباد چلے آئے اور یہاں آکر چھپ گئے۔ یہ سندھ کا ایک قدیم شہر تھا۔ اس شہر کے اردگرد جھاڑیاں اور درخت دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں گھنا جنگل ہونے کے باعث چھپنے اور روپوش ہو جانے کی بڑی گنجائش تھی۔ چنانچہ راجہ داہر کی فوج کے بہت سے سپاہی ان جنگلوں میں چھپ گئے، وہ موقع پا کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہتے تھے تاکہ راجہ داہر کی شکست اور موت کا بدلہ لیا جا سکے۔ جب محمد بن قاسم کو اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے برہمن اور اس کے اطراف کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے پیش قدمی کی۔ جب وہ یہاں پہنچے تو گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ راجہ داہر کے وہ فوجی جو جنگل میں چھپے ہوئے تھے مقابلہ کے لئے میدان میں آ گئے۔ مسلمان فوج نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور راجہ داہر کی فوج کے چھبیس ہزار افراد مارے گئے۔

فتح یابی کے بعد محمد بن قاسم برہمن آباد شہر میں داخل ہوئے اور برہمن آباد شہر پر اپنا حاکم مقرر کیا۔(۱۶۳)

یہ بھی روایت ہے کہ محمد بن قاسم نے برہمن آباد فتح کرنے سے پہلے راستہ میں پڑنے والے دو شہروں بہرور

اور دھلیلہ کو بھی فتح کیا تھا۔

بہرور پر پندرہ سو مجاہدین نے حملہ کیا اور یہاں کے شہر کی دیوار کو منجنقوں سے توڑ دیا۔(۱۶۴) یہاں کے شہریوں کے امان طلب کرنے پر محمد بن قاسم نے ان کو امان دے دی' محمد بن قاسم کو بہرور سے اسلحہ اور اموال کے ذخائر ملے پھر یہاں کے نظم و نسق کے لئے محمد بن قاسم نے مسلم حاکم مقرر کیا۔(۱۶۵)

پھر یہاں سے دھلیلہ شہر کا رخ کیا وہاں سترہ سو مجاہدین کو بھیجا تھا۔ یہاں بھی بڑی شدید لڑائی ہوی تھی۔ یہاں کے حاکم کا نام دیوراج تھا اور وہ راجہ داہر کا چچازاد بھائی تھا۔ یہاں بھی راجہ کی فوجوں کو شکست ہوئی اور اسلحہ کی بھاری مقدار ملی۔ یہاں محمد بن قاسم نے نوبہ بن ہارون کو والی مقرر کیا۔(۱۶۶)

بعض دیگر شہروں کی فتح

برہمن آباد کی فتح کے بعد چھپ جانے اور روپوش ہونے والے بچے کچھے سپاہیوں کو تلاش کرکے انہیں بھی کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔ راجہ داہر کے بعض بچے کچھے سپاہی اطراف کے چھوٹے شہروں اور قصبات میں چلے گئے تھے۔ بعض سپاہی قصبہ ساوندری میں تھے ان کو وہاں تلاش کرکے ٹھکانے لگایا گیا۔ وہاں محمد بن قاسم کا بڑے تپاک اور پرجوش طریقہ سے استقبال ہوا اور ان لوگوں نے امان طلب کی۔ محمد بن قاسم نے ان کو امن و سکون کے ساتھ رہنے کی تلقین کے ساتھ اور مسلمانوں کے ساتھ خیرسگالی کا جزبہ رکھنے کی امید کے ساتھ امان دی' ساوندری کے قصبہ کے رہنے والوں نے محمد بن قاسم اور اس کے ساتھیوں کی ضیافت کی اور اگلے راستے کے لئے رہنمائی کی۔ اس کے بعد مسلمان آگے بسمد نام کے ایک قصبہ میں پہنچے۔ وہاں کے باشندوں نے بھی صلح کی درخواست پیش کی محمد بن قاسم نے ان کو بھی امن و سکون اور ضیافت و رہنمائی کی تلقین کی جس پر بخوشی عمل کیا گیا۔(۱۶۷)

برہمن آباد اور اس کے راستہ میں آنے ولائے شہروں اور بعد میں فتح کرنے والے شہروں اور قصاب کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے ان شہروں کے نظم و نسق اور انتظامی امور طے کئے پھر محمد بن قاسم نے اروڑ کا رخ کیا یہ ایک بڑا شہر تھا۔

لیکن اروڑ کی طرف پیش قدم سے پہلے راستے میں آنے والے دو شہروں منہل اور ہراور میں پہنچے۔ جب

منبهل پہنچے تو یہاں کے باشندوں نے جو بدھ مت کے پیروکار تھے' صلح کی درخواست کی اور امان طلب کی۔ محمد بن قاسم نے ان کو امان دے دی اور یہاں کے باشندوں پر جزیہ مقرر کیا اور حاکم مقرر کیا۔(۱۶۸)

پھر ہراور کے شہر کی جانب روانہ ہوئے' وہاں پر بھی انہوں نے امان طلب کی تو ان کو امان دے کر ان پر جزیہ مقرر کیا۔(۱۶۹)

۹۴ ہجری کے اوائل میں ماہ صفر میں محمد بن قاسم ارور پہنچے' اور قلعہ سے ایک میل دور اپنا لشکر خیمہ زن کیا۔

اس وقت اروڑ کا حاکم قوفی بن داہر تھا۔ جو اپنے باپ راجہ داہر کے مرنے کے بعد اس کی نیابت کر رہا تھ۔ اس نے کئی لشکر ترتیب دئے' کئی دنوں تک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں قوفی بن داہر مع اپنے سرکردہ حواریوں کے مارا گیا۔ محمد بن قاسم نے چند افراد کو بھیجا تاکہ وہ شہر کے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو یہ اطلاع دے دیں کہ ان کا راجہ قتل کر دیا گیا جب اہل شہر نے یہ سنا تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور انھں نے امان طلب کی' جب ارور کے شہریوں کو محمد بن قاسم کے اوصاف حمیدہ' انصاف پروری' بہادری اور رعایا پروری کے متعلق سنا تو انہوں نے محمد بن قاسم کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا۔(۱۷۰)

بعض روایات کے مطابق قوفی بن داہر اپنے خاندان کے ہمراہ رات کی تاریکی میں اپنے بھائی جیسمہ کے پاس جیپور بھاگ گیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے لئے شہر کے دروازے کھول دئے گئے اور مسلمان بغیر کسی رکاوٹ کے شہر میں داخل ہو گئے۔(۱۷۱)

محمد بن قاسم نے بت سے بدھ مت کے پیروکاروں کو دیکھا کہ وہ اپنے معبد میں عبادت کر رہے ہیں اور بتوں کے سامنے گریہ و زاری کر رہے ہیں۔ اس بت خانہ کا نام نوھار تھا۔ اس معبد میں بڑی خوبصورت تصاویر اور بت تھے اور مختلف جانوروں کی شبیہیں تھیں لوگ ان کی عبادت کر رہے تھے۔ اور ان پر قیمتی ہار اور بیش قیمت اشیاء نچھاور کر رہے تھے محمد بن قاسم نے ایک راھب سے پوچھا کہ کیا یہ تمہارے معبود ہیں اس نے کہا جی ہاں!

پھر محمد بن قاسم نے کہا کہ نہ یہ بول سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ محمد بن قاسم ارور شہر کے نظم و نسق میں

مصروف ہو گیا اور رواح بن اسد کو ارور کا حاکم مقرر کیا اور امور شرعیہ اور قاضی کے کے لئے موسیٰ بن یعقوب بن طائی بن شیبان بن عثمان ثقفی کو مقرر کیا گیا اور یہاں مسلمانوں کے لئے ایک مسجد بھی بنائی۔

اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کو مل جل کر رہنے کی تلقین کی۔ اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ وہ نہ کسی غیر مسلح کو قتل کریں گے اور نہ ان کا بت خانہ توڑیں گے، کیونکہ ان کا بت خانہ بھی یہود و نصاریٰ کے عبادت خانوں کی طرح ہی ہوتا ہے۔ محمد بن قاسم نے ان پر جو خراج مقرر کیا وہ ادا کرنا ضروری طے پایا، تاہم ادا کرنے میں کچھ تاخیر ہو جائے تو کچھ حرج نہیں، خراج ادا کرنے والوں پر سختی نہیں کی جائے گی۔(۱۷۲)

اروڑ کے بعض شہریوں نے اسی وقت اسلام بھی قبول کرلیا۔(۱۷۳) وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے بدھمت کے پیروکاروں نے اسلام قبول کیا۔

بابیہ کی فتح:

بابیہ ایک وسیع و عریض علاقے کا نام تھا۔ جو دریائے بیاس کے جنوبی کنارے کی جانب واقع تھا۔ یہاں کے نئے حاکم کا نام گلسہ بن چندر تھا اور وہ راجہ داہر کا چچازاد بھائی تھا اور راجہ داہر کے ساتھ عربوں کے خلاف لڑ چکا تھا پھر بابیہ آگیا تھا۔ جب اس کو محمد بن قاسم کی آمد کا علم ہوا تو اس نے محمد بن قاسم کے استقبال کے لئے مندوب بھیجا جو محمد بن قاسم کے لئے ہدئے اور تحائف اور تحفظات کی ضمانت لے کر گیا تھا ساتھ ہی اس نے اطاعت کی درخواست کی جو کہ محمد بن قاسم نے قبول کرلی، گلسہ ایک دانشمند آدمی تھا۔ محمد بن قاسم نے اس کو اپنا سیاسی مشیر بنالیا اور اس کو بابیہ کے علاقے کے مالیاتی اور خزانہ کے امور کا نگران بنا دیا اور اس نے اپنی افواج کے تمام جوانوں محمد بن قاسم کے ساتھ کام کرنے کی ھدایت کی۔ گلسہ نے آئندہ آنے والے معرکوں میں محمد بن قاسم کی بڑی معاونت کی، آخر کار اس نے برضاء و رغبت محمد بن قاسم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ گلسہ محمد بن قاسم کے لئے ایک مخلص محب، ناصح، امانت دار شخصیت ثابت ہوا۔(۱۷۴)

اسکلندہ کی فتح:

ملتان کی فتح سے پہلے محمد بن قاسم نے جس شہر کو فتح کیا وہ اسکلندہ تھا۔ جب وہاں پہنچے تو اہل اسکلندہ پہلے

سے لڑنے کے لئے مستعد تھے۔ دونوں فوجوں میں خوب معرکہ ہوا' مسلمان افواج کی قیادت زائدہ بن عمیرہ طائی اور گلسہ بن چندر کر رہے تھے' یہاں بڑا شدید معرکہ ہوا۔ جب اہل اسکلندہ کو پسپائی ہوئی تو وہ واپس لوٹ کر قلعہ بند ہوگئے۔ مسلمان فوجوں نے منجنیقوں کا استعمال کیا۔ سات دن تک یہ سلسلہ چلا پھر حاکم شہر بھاگ کھڑا ہوا۔ محمد بن قاسم اور اس کی افواج قلعہ میں داخل ہوئیں اور یہاں کے لوگوں نے امان طلب کی جو کہ ان کو مل گئی' پھر عتبہ بن سلمہ تمیمی کو شہر کا حاکم مقرر کیا گیا۔(۱۷۵)

سکہ کی فتح:

پھر محمد بن قاسم سکہ شہر کی جانب بڑھے' یہاں بڑا زبردست معرکہ ہوا سترہ دن لڑائی ہوئی اور بیس عرب قائدین شہید ہوئے اور دوسو پچیس شامی سپاہی بھی شہید ہوئے' محمد بن قاسم نے قسم کھائی کہ وہ اس قلعہ کو منہدم کردے گا۔ حاکم شہر "بچھرا" نامی بھاگ کر ملتان چلا گیا۔ جب محمد بن قاسم نے شہر پر کنٹرول حاصل کیا تو اس قلعہ کو منہدم کروا دیا۔(۱۷۶)

ملتان کی فتح:

محمد بن قاسم کو اب سندھ آئے ہوئے دو سال مکمل ہوچکے تھے اور تیسرا سال شروع ہوگیا تھا اس عرصہ میں سندھ کے بہت سے علاقے فتح ہوچکے تھے۔ اب محمد بن قاسم دریائے بیاس کو عبور کرکے ۹۵ ہجری میں ملتان پہنچے تھے۔ اہل ملتان لڑائی کے لئے آمادہ ہوئے تو اسلامی فوجوں نے بھی تیاری شروع کی' اسلامی لشکر کے ایک قائد زائدہ بن عمر طائی بڑی بہادری اور دلیری سے لڑے۔ منجنیقوں نے شہر پر خوب سنگ باری کی۔ مسلمانوں کے حملوں کی تاب نہ لاکر فریق ثانی میدان جنگ چھوڑنے پر مجبور ہوگیا۔ محمد بن قاسم نے نہایت تیزی سے مسلمان افواج کو شہر کے چاروں طرف پھیلا دیا اور جلد محاصرہ مکمل کرنے کا حکم دیا۔ محاصرے نے اتنا طول کھینچا کہ اسلامی لشکر میں سامان رسد کی شدید قلت پیدا ہوگئی اور کھانے پینے کی اشیاء کا دستیاب ہونا ناممکن ہوگیا۔ یہ صورت حال انتہائی اذیت ناک اور تشویش ناک تھی۔ کہ شہر کا ایک شخص امان طلب کرکے محمد بن قاسم کے پاس آیا اور اس نے اس مقام کی نشاندہی کی جہاں سے شہر کو پینے کا پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ اس کی صورت یہ تھی کہ

دریا کا پانی شہر میں ایک بڑے تالاب میں جمع ہوتا تھا اور اسی تالاب سے پورے شہر کے لوگ پانی حاصل کرتے تھے۔ اس شخص کی نشاندھی پر محمد بن قاسم نے شہر کے باہر پانی کی نہر اس قدر گہری کروا دی کہ اس کا پانی شہر میں جانا بند ہوگیا۔(۱۷۷)

اب پانی کی کمیابی سے تمام شہری بلبلا اٹھے' آخرکار اہل ملتان نے خود ہی مسلمانوں کے لئے شہر کے دروازے کھول دئے۔ ملتان میں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا جس میں چھ ہزار پجاری اور مہنت ہر وقت موجود رہتے تھے۔ اس میں ایک کمرہ تھا جو دس گز لمبا اور آٹھ گز چوڑا تھا۔

چونکہ یہ ایک مرکزی بت خانہ تھا اس تمام سندھ کے پجاری یہاں آتے تھے اور بت خانے کی نذر ایک سوراخ سے اس میں ڈال دیتے تھے اور بڑی مقدار میں سونا چاندی بھی ڈالتے تھے۔

اس دوران حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو خط لکھا کہ میں نے تمہاری سندھ کی مہم پر روانگی کے سلسلے میں خلیفہ ولید کو تحریری ضمانت دی تھی کہ مہم سندھ پر جتنا بھی خرچ ہوگا میں وہ تمام رقم بیت المال میں جمع کروادوں گا' تم وہ رقم بھیج کر مجھے میری ضمانت سے فارغ کرو۔

اس کے جواب میں محمد بن قاسم نے ایک کروڑ بیس لاکھ درہم کی مالیت کا سونا چاندی اور دیگر قیمتی اشیاء بھیجیں۔ جب خرچ کا تخمینہ دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ساٹھ لاکھ درہم خرچ ہوئے ہیں۔ اس صورت حال سے حجاج بن یوسف خوش اور مطمئن ہوا۔(۱۷۸)

پھر محمد بن قاسم نے شہر کے مالیاتی' انتظامی اور عسکری معاملات کی طرف توجہ دینی شروع کی اور شہر کے سرکردہ افراد کے ساتھ اطاعت اور اشتراک عمل کے معاہدات و میثاق کئے' اور داؤد بن نصر بن ولید عمانی کو شہر کا حاکم مقرر کیا اور مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی اور خریم بن عبدالملک تمیمی کو برھم پور شہر کا حاکم مقرر کیا۔ ابھی محمد بن قاسم ملتان کے انتظام کو تشکیل دے ہی رہے تھے کہ انہیں ۹۵ ہجری میں حجاج بن یوسف کے انتقال کی خبر ملی اس خبر سے محمد بن قاسم بہت ملول ہوئے یہ خبر سنتے ہی محمد بن قاسم ارور کی طرف لوٹ آئے کچھ دن اس کے نواح میں قیام کیا اور یہیں قیام کے دوران انہوں نے اس علاقے کے لوگوں سے انتظامی معاملات کے متعلق گفتگو کی اور مختلف لوگوں کو ہدیوں اور تحائف سے نوازا اور بعض مقامات پر فوجی

مہمات روانہ کیں۔

بھلمان اور سورٹھ کی فتح

سندھ کے علاقوں کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے ان شہروں اور علاقوں کو اپنی توجہ کا مرکز ٹھہرایا جو سندھ سے ملحق تھے اور جغرافیائی لحاظ سے ان کی بڑی اہمیت تھی۔ بھلمان شہر گجر قوم کا مرکزی اور اہم شہر تھا۔ محمد بن قاسم نے ایک لشکر بھلمان بھیجا تو اہل شہر نے کوئی مزاحمت نہ کی اور اطاعت قبول کرلی' اسی طرح ایک اور لشکر سورٹھ کی جانب روانہ کیا گیا۔ یہاں بید قوم کے افراد رہتے تھے وہ لوگ راہ زن اور بحری قزاق تھے اور مسافروں کو لوٹ لیتے تھے۔ انہوں نے اطاعت سے تعرض کیا' لیکن تھوڑی دیر کے معرکہ کے بعد اطاعت کرلی۔ اور بحری جہازوں اور ساحل کے اطراف میں رہنے والے اشخاص کی امان کی یقین دہانی کے بعد ان کو امن دے دی گئی۔(۱۷۹)

کیرج کی فتح:

بھلمان اور سورٹھ کی فتح کے بعد اسلامی لشکر نے کیرج کا رخ کیا۔ کیرج اور اس کے اطراف کا حکمران راجہ داہر تھا۔ وہ راجہ داہر کے اقرباء میں سے تھا۔ دونوں افواج میں بڑا شدید معرکہ ہوا۔ دوھر کی فوجوں کو شکست ہوئی۔ آخرکار شہر کے لوگ محمد بن قاسم کے پاس امان لے کر آئے محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا ان کے لئے امان ہے اور لڑائی میں حصہ لینے والوں میں سے بعض کو قتل کر دیا گیا۔ اور بعض کو قید کرلیا گیا' راجہ داہر بھی اس لڑائی میں مارا گیا۔(۱۸۰)

فتح قنوج:

جب محمد بن قاسم کیرج سے فارغ ہوئے تو انہوں نے دس ہزار فوج ابی حکیم شیبانی کی قیادت میں قنوج کی طرف بھیجی' قنوج ملتان کے قریب ایک علاقہ تھا۔ قنوج کا حکمران راجھنل تھا۔ ابی حکیم شیبانی نے راجہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اطاعت قبول کرکے جزیہ پر راضی ہو جائے اور ساتھ قبول اسلام کی دعوت بھی دی۔

زید بن عمرو کلابی پیغام لے کر راجہ جھنل کے پاس گئے اور پیغام پہنچایا۔ حاکم قنوج نے جواب دیا کہ اس

کے آباؤ واجداد گزشتہ چھ سو سال سے سندھ پر حکمرانی کر رہے ہیں لہٰذا وہ اطاعت نہیں کرے گا بلکہ لڑنے کے لئے تیار ہے' جب محمد بن قاسم کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے لڑائی کی اجازت دے دی۔ پھر محمد بن قاسم بنفس نفس کیرج سے قنوج آئے اور موضع اودھایر کے قریب پڑاؤ ڈالا' معرکہ ہوا' اسلامی افواج کو فتح ہوئی' اسی اثناء میں محمد بن قاسم کو دار الخلافت سے حکم ہوا کہ وہ عراق واپس پہنچے۔(۱۸۱)

محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت

محمد بن قاسم قنوج کے علاقے کو فتح کرنے کے بعد کشمیر کی جانب رخ کرنے والے تھے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے یہ حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو نہ صرف معزول کر دیا جائے بلکہ گرفتار کرکے عراق بھجوا دیا جائے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

اس کی بنیادی وجہ یہ ہوئی کہ حجاج بن یوسف کی موت محمد بن قاسم کے لئے مفاجات ثابت ہوی' ماہ رمضان ۹۵ ہجری میں حجاج بن یوسف نے وفات پائی حجاج بنیوسف ہی نے محمد بن قاسم کو مہمات سندھ پر روانہ کیا تھا۔

۹۶ ہجری ماہ جمادی الثانی میں خلیفہ ولید بن عبدالملک نے وفات پائی۔ جس کے دور خلافت میں محمد بن قاسم کو سرزمین سندھ کی مہمات پر بھیجا گیا تھا۔ خلیفہ ولید کی وفات کے بعد ۹۶ ہجری میں اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوا اور عراق کی ولایت پر صالح بن عبدالرحمٰن کو بٹھایا گیا جو حجاج بن یوسف کے شدید ترین دشمنوں میں سے ایک تھا۔

یہاں اس خاندانی عداوتوں کا پس منظر سمجھنا ضروری ہے۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے بعد اس کا چھوٹا بھائی سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت کا متمنی تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے باپ عبدالملک نے اپنے زمانہ خلافت میں ولید کے بعد سلیمان کو ولی عہد بنایا تھا۔ اور اسی کے لئے لوگوں سے بیعت لی تھی۔ لیکن باپ کے انتقال کے بعد جب ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس کی نیت میں فتور آگیا۔ اس نے اپنے بھائی سلیمان کو خلافت سے محرم کرنے کے لئے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنانے کا

خیال ظاہر کیا۔ اس بات کا اظہار اس نے اپنے وزراء' معتمدین اور سرکردہ اشخاص سے الگ الگ کیا۔ بعض لوگوں نے اس بات سے اتفاق کیا بعض حضرات نے اختلاف۔

حجاج بن یوسف ان لوگوں میں سے تھا کہ جس نے اس بات کی پرزور تائید کی تھی کہ سلیمان بن عبدالملک کو ولی عہدی سے محروم کر کے عبدالعزیز بن ولید کو ولی عہد بنا دیا جائے' لیکن قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ خلافت ولید کے بعد سلیمان کو ملی۔

سلیمان بن عبدالملک نے خلافت کا مسند سنبھالتے ہی حجاج کے خاندان اور اعزاء اقرباء کے علاوہ ملنے جلنے والوں پر بھی سختیاں کیں' سب سے پہلے اس نے ان تمام لوگوں کو جو حجاج بن یوسف کے رشتہ دار تھے یا بہت قریبی تھے اور مختلف جگہوں پر امارت یا قیادت پر مامور تھے برطرف کر دیا' پھر والی عراق صالح بن عبدالرحمٰن بھی حجاج بن یوسف کا سخت دشمن تھا۔ سندھ کے علاقہ جات کی نگرانی والی عراق کے تحت تھی اس لئے محمد بن قاسم چونکہ حجاج بن یوسف کے بہت قریب تھا اس لئے اس کو بھی معزول کیا گیا۔(۱۸۲)

نیا والی عراق صالح بن عبدالرحمٰن حجاج بن یوسف کا دشمن اس لئے تھا کہ حجاج نے اس کے بھائی آدم بن عبدالرحمٰن کو قتل کروایا تھا۔

صالح بن عبدالرحمٰن نے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو سندھ کا والی مقرر کیا اور اس کو حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق بھیجے۔ یزید بن ابی کثر سکسی نے آتے ہی محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے یزید بن مہلب کے بھائی معاویہ بن مہلب کی نگرانی میں عراق بھجوا دیا۔ جہاں صالحہ بن عبدالرحمٰن نے واسط کے جیل خانہ میں محمد بن قاسم کو مار ڈالا۔(۱۸۳)

سلیمان بن عبدالملک اور صالح بن عبدالرحمٰن نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے قتل کر دینے کا فیصلہ انتہائی غلط کیا تھا۔ خلیفہ سلیمان کو مسند خلافت سے محروم کرنے یا رکھنے میں محمد بن قاسم کا قطعاً" کوئی عمل دخل یا ہاتھ نہ تھا۔ وہ ایک قابل سپہ سالار تھا اور فاتح کی حیثیت سے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ اندوھناک فیصلہ کرنا کسی طور بھی سلیمان بن عبدالملک کے لئے جائز نہ تھا۔ لیکن کیا کیا جائے حکمرانوں کی تاریخ ہمیشہ تلوار کے قلم اور خون کی سیاہی سے لکھی جاتی ہے۔ اگر سلیمان بن عبدالملک کو حجاج بن یوسف سے کوئی پرخاش تھی تو اس کی حدوں کو

اس کے رشتہ داروں یا قریبی ساتھیوں تک نہیں پھیلانا چاہئے تھا۔

محمد بن قاسم کی اطاعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب یزید بن ابی کبشہ نے اس کو خلیفہ کا حکم نامہ دکھایا تو اس نے بلاحیل و حجت خود کو حکام کے حوالے کر دیا۔ جبکہ اس کے بہت سے ساتھیوں نے اس طرح خود کو حوالے کرنے اور عراق جانے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی' محمد بن قاسم ایک نیک خصال انسان کی طرح یہی گمان کر رہا تھا کہ جب خلیفہ سلیمان اس بات کی تحقیق کرے گا کہ میں کسی طرح بھی ان کے خلاف کسی بھی سرگرمیوں میں ملوث نہیں تھا تو وہ مجھ کو رہا کر دیں گے اور بلاد سندھ میں میری سرگرمیوں کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھیں گے۔

مگر حکمران انتہائی شکی مزاج ہوتے ہیں۔ اسی شک اور ناعاقبت اندیشانہ عصبیت و عداوت نے اسلام کے ایک جرنیل اور بلند کردار فاتح کو انتقام کی آگ میں جھونک دیا اور سندھ کے عوام اپنے اس منصب اور بے نظیر حاکم کے لئے تڑپتے رہے۔ اس کی دردناک موت پر ہر آنکھ نے آنسو بہائے محمد بن قاسم کی گرفتاری اور موت ایک بہت بڑا المیہ اور سانحہ تھی سندھ کے لوگوں نے اس کے مجسمے بنائے۔

مدتوں یہ حالت رہی کہ لوگ اسے یاد کرتے اور آنسو بہاتے رہے۔(۱۸۴)

محمد بن قاسم صرف ایک فاتح ہی نہ تھا ایک اچھا رحم دل نیک طبعت انسان بھی تھا۔ اس نے سندھ کو تسخیر کرنے کے ساتھ یہاں مساجد تعمیر کرائیں۔ غیر مسلموں کے معبدوں کو ان کی عبادت کے لئے باقاعدہ اعانت کی۔ مدارس قائم کئے' قرآن و حدیث کے درس کے لئے اساتذہ مقرر کئے۔ وہ اپنی افواج میں بہت ہردل عزیز تھا۔ سپاہی اس پر جان نثار کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اور اس کے ہر حکم کی فوری تعمیل کرتے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یزید بن ابی کبشہ سکسکی یا کوئی بھی صاحب اقتدار شخص محمد بن قاسم کو مغلوب نہیں کرسکتا تھا۔ وہ سندھ کے علاقوں میں بے حد اثر و رسوخ کا مالک تھا۔ جو سپاہی اس کے ساتھ عرب سے آئے تھے وہ سب کے سب مسلمان تھے لیکن سندھ کے علاقے کے بھی بہت افراد اس کی فوج میں شامل ہوگئے تھے جن میں ایک بڑی تعداد نو مسلموں کی بھی تھی۔ اور باقی غیر مسلم تھے۔

اس عالی ہمت اور بلند کردار جرنیل نے جس کے سامنے بڑے بڑے حکمرانوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے خود

کو بلا تامل یزید بن ابی کبشہ کے حوالے کر دیا۔ اس نے فوج کے قانون کے تحت حکم اور صرف حکم کی بجا آوری پر عمل کیا۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری پھر اس کی موت کے بعد سندھ میں اموی خلافت کے وقار کو دھچکا لگا حالات بگڑ گئے۔ انتظامات میں ابتری پھیل گئی' راجے مہاراجے خود مختار ہو گئے' مسلمان اپنی آبادیوں میں چلے گئے۔ غیر مسلم سپاہی جو محمد بن قاسم کی کمان میں کام کرتے تھے۔ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ یزید بن ابی کبشو سکسکی جس نے سندھ میں آکر محمد بن قاسم کو گرفتار کیا تھا وہ بھی اٹھارہ دن بعد انتقال کر گیا۔

حجاج بن یوسف کے چند مکتوب

اب یہاں حجاج بن یوسف کے چند مکاتیب تحریر کئے جا رہے ہیں۔ جو اس نے محمد بن قاسم کو لکھے تھے ان خطوط سے حجاج بن یوسف کی بلاد سندھ سے دل چسپی' مسائل حرب اسلام کی تبلیغ و ترویج کا پتہ چلتا ہے۔

مکتوب اول

محمد بن قاسم کے لشکر نے جب شیراز پہنچ کر قیام کیا تو حجاج بن یوسف نے اسے چند لفظی خط تحریر کیا۔

"میں نے خریم اور ابن مغیرہ کو یہاں سے روانہ کر دیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ دیبل کے قرب و جوار میں تم سے جا کر مل جائیں۔ اس لئے تمہیں بحری بیڑے کے پہنچنے تک انتظار کرنا چاہئے۔ تم اللہ کی حفظ و امان میں روانہ ہو" (۱۸۵)

مکتوب دوم

محمد بن قاسم نے جب شیراز سے روانہ ہو کر ارمائیل کا علاقہ فتح کیا تو وہاں حجاج بن یوسف کا یہ مکتوب پہنچا۔

"جب تم دیبل کی حدود میں جا کر کسی مقام پر ٹھہرو تو ہر طرف سے ہوشیار رہنا اور پھر جب اس شہر کے قریب جا کر خیمہ لگاؤ تو اپنے چاروں اطراف میں خندقیں کھود لینا' تاکہ دشمن سے محفوظ رہو' تمہیں زیادہ تر وقت جاگ کر گزارنا چاہئے اسلامی لشکر میں جو حفاظ قرآن ہیں وہ ہمہ وقت تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہیں' جو حافظ نہیں ہیں وہ اللہ کے حضور دعاء و استغفار کرتے

رہیں۔ ہمہ وقت چوکس رہو' تحمل اور بردباری کو شعار بناؤ' اللہ عز و جل کا ذکر اور اس کی حمد و ثناء زبان پر جاری رکھو۔ اور اس کی نصرت و تائید کے طالب رہو تاکہ وہ تمہیں فتح سے نوازے۔ زیادہ تر اوقات میں **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** کا ورد جاری رکھو۔

جب دیبل پہنچ جاؤ تو شہر کے اردگرد بارہ گز چوڑی اور چھ گز گہری خندق کھودو اور اس کو مٹی کی سطح سے چھ گز اونچی کر دینا' تاکہ اگر کوئی شخص تم پر وار کرے تو تم خندق کی مٹی کی اوٹ میں آ سکو۔ دشمن کا مقابلہ کرتے وقت خاموش رہو' اگرچہ دشمن کتنے ہی نعرے لگائیں خواہ کچھ بھی کہیں۔ جب تک میرا حکم نہ پہنچے جنگ شروع نہ کرنا۔ میں جو بھی تجاویز دوں ان پر عمل کرنا اللہ کے فضل و کرم سے تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔"(۱۸۶)

مکتوب سوم

محمد بن قاسم جمعہ ۹۳ ہجری ماہ محرم میں دیبل پہنچا' اس دن خریم اور ابن مغیرہ کی نگرانی میں اسے بحری بیڑہ ملا۔ ان دونوں نے حجاج بن یوسف کا خط اس کے حوالے کیا۔ جو یہ تھا۔

"تمہاری خدمت میں خاص آدمی مقرر کئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک عبدالرحمٰن بن سلیم کلبی ہے۔ جس کی بہادری اور دلیری بارہا میدان کارزار میں آزمائی جا چکی ہے۔ دوسرا سفیان بن ابرد ہے۔ جو نہایت عقل مند عاقل و فہیم اور امانداز سچا اور متقی پرہیزگار شخص ہے۔

تیسرا قطن بن برک کلابی ہے' جس نے بہت سے مشکل اور کٹھن وقتوں میں ہماری مدد کی ہے۔ ہم اس کو ہمیشہ سچا اور خوش اخلاق و وضع دار پایا ہے۔ اپنے اوصاف حمیدہ کے باعث یہ شخص ہمارے نزدیک قابل احترام ہے۔

چوتھا شخص جراح بن عبداللہ ہے۔ یہ حربی امور میں ایک نہایت آزمودہ کار شخص ہیں۔ یہ نہایت اہل فضل و شرف لوگوں میں سے ہیں۔ اور ہم ان کو انہی اوصاف کے باعث بعض دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں۔

پانچواں مجاشع بن نوبہ ازدی ہے یہ بڑے مقام کی شخصیت ہے اور انہیں نہایت قابل اعتماد شخصیت سمجھتا ہوں۔

یہ سب لوگ میرے معتمد مشیر ہیں۔

آگے آگے لکھتے ہیں کہ!

خریم بن عمرو تمہارا ہم رکاب ہو تو مجھے کوئی خدشہ اور اندیشہ نہیں ہوگا۔ یہ کسی کو تمہارے خلاف نہیں ہونے دے گا اسے اپنے آپ سے جدا نہ کرنا۔ یہ خط پڑھنے کے بعد تمام بات بالتفصیل لکھو، جب تک مفصل احوال نہیں بھیج دیتے۔ اس وقت تک اپنے لئے کھانا پینا حرام سمجھو۔"(۱۸۷)

مکتوب چہارم

یہ خط دیبل پر حملہ کا حکم نامہ ہے اور یہ خط بھی مختصر ہے۔

"جب تم جنگ کے لئے آگے پیش قدمی کرو تو اگر سورج کی طرف پشت رہے تو یہ زیادہ مناسب رہے گا۔ اس طرح تم دشمن کو بخوبی دیکھ سکو گے، جنگ شروع کرنے والے دن اللہ تبارک و تعالیٰ سے انتہائی عجز و انکساری اور گریہ و زاری کے ساتھ مدد و نصرت طلب کرو صرف اللہ ہی کامیابی دینے والا ہے۔

بلاد سندھ کا جو شخص تم سے امان طلب کرے اسے امان دیدو مگر ایک بات یاد رکھنا!

دیبل کے کسی شخص کو کسی بھی حالت میں امان و پناہ نہ دینا"(۱۸۸)

مکتوب پنجم

یہ مکتوب اس وقت تحریر کیا ہے جب محمد بن قاسم کو سندھ میں آئے ہوئے ایک ماہ اور کچھ ایام گزر چکے تھے۔

"ہماری یہ دلی تمنا اور خواہش ہے کہ تمہیں بہرصورت کامیابی حاصل ہو اور انشاء اللہ تمہیں

کامیابی ضرور حاصل ہوگی اور اللہ کے احسان سے دشمن دنیاوی سزا میں بھی اگرفتار ہوں گے اور آخرت کا عذاب بھی بھگتیں گے۔

تم اس گمان میں ہرگز مبتلا نہ ہونا کہ دشمن کے ہاتھی' گھوڑے اور بے پناہ جنگی سازوسامان تمہارا راستہ روک سکیں گے۔ دشمن تمہاری ہمت کے سامنے اللہ کی نصرت سے ضرور مغلوب ہوگا۔ تمہیں اپنے حامیوں اور ساتھیوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا چاہئے اور ہر ایک سے اس کے مقام و مرتبے کے مطابق عزت و احترام سے پیش آنا چاہیے۔ جس مفتوحہ قلعہ سے لشکر کی ضروریات کی جو بھی اشیاء میسر آئیں وہ لشکر پر اور حربی تیاریوں میں صرف کرو' جہاں تک ممکن ہو کھانے پینے کی اشیاء میں سے کسی کو مت روکو' اشیائے صرف کی ارزانی اور فراوانی کے لئے کوشش کرتے رہو' دیبل کے حاصل شدہ مال میں سے جو بھی ملا ہے اسے قلعہ میں ذخیرہ نہ کرو' لوگوں میں تقسیم کردو علاقے فتح کرنے کے بعد رعایا کے آرام و آسائش کا خیال رکھو وہاں کے باشندوں کی دل جوئی کرتے رہو۔

یاد رکھو! اگر کاشت کار' صنعت کار' دست کار اور تجار آسودہ حال ہوں گے تو ملک سرسبز رہے گا۔"(۱۸۹)

مکتوب ششم

یہ اپنی نوعیت کا نہایت اہم مکتوب ہے۔

"اللہ تعالیٰ تمہاری عزت برقرار رکھے' کسی قسم کے تکلفات اور طرح طرح کی تعظیمات و القاب سے مزین خط ملا اور جو حالات اس میں لکھے تھے ان سے آگاہی حاصل ہوئی۔ کاش! تم معرکہ آرائی کرتے کرتے مشرق کے تمام حکمرانوں کو مغلوب اور کافروں کے تمام شہروں کو برباد کردو۔ آخر تم اس مہم کو سر کرنے سے کیوں عاجز ہو۔ اور دشمنوں کے شر کو ختم کرنے کے لئے اب تک ان کے علاقوں پر کیوں مسلط نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ حریف کے منصوبے ناکام ہوں گے اور وہ اسلامی افواج کے مقابلے میں مدافعت کی جو تجاویز و منصوبے

مرتب کر رہے ہیں اس میں ان کو ہرگز کامیابی نہ ہوگی' تم دل میں مظبوط اور مصمم ارادہ کرلو۔
اور جس قدر مال و اسباب خرچ کرسکتے ہو خرچ کرڈالو' حریفوں کے مخالفین کو اپنے اعتماد میں لے لو اور ان پر انعام و اکرام کی بارش کردو۔
جو جاگیر یا علاقہ مانگے اس کو بلا تامل دے دو' نہ کسی کو ناامید کرو اور نہ ہی کسی کو خالی ہاتھ واپس لوٹاؤ۔ امن کے پروانے جاری کردو۔
اور سلطنت کے حصول اور اس کے استحکام کے چار طریقہ یاد رکھو"۔

۱۔ سب سے صلح و آشتی۔
۲۔ رعایا پر بے پناہ دولت کا خرچ۔
۳۔ دشمن کی چالبازیوں کا صحیح ادراک۔
۴۔ لوگوں کو مرعوب اور پر ہیبت رکھنا۔(۱۹۰)

اسی تفصیلی خط میں سفارت کے آداب' پیغام رسانی کی ہدایت' حکمرانی کے مزید اصول واضح کئے۔

مکتوب ہفتم

"تسلیمات کے بعد واضح ہو کہ تم نے دریائے مہران عبور کرنے اور راجہ داہر سے جنگ کرنے کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ بے شک اللہ تعالٰی کی ذات بابرکات سے قوی امید ہے کہ تم فاتح اور کامیاب و کامران رہو گے' اور تمہارا دشمن داہر ذلیل ہوگا۔
اللہ کی ذات سے کامل بھروسہ ہے کہ جب تمہارا دشمن تمہارے مدمقابل آئے گا تو آسمان کی گردش سے تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیونکہ پانچوں نمازوں کے اوقات میں سے کوئی وقت ایسا نہیں کہ جس میں تمہارے لئے غائبانہ دعا نہ کی جاتی ہو کہ اللہ تمہیں کافروں پر فتح عطا فرمائے اور وہ تمہارے مقابلہ میں ذلیل و خوار ہوں۔
میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ جس طرح بھی ممکن ہو تم دریا پار کرلو۔
دشمن کے مقابلے میں اترتے وقت اللہ تعالٰی کی رضا کو ہی مقدم رکھو۔ اور ساتھ ساتھ پوری

شجاعت اور بہادری و دلیری کا مظاہرہ کرو۔ فرشتوں کی مدد اور مسلمانوں کی تلوار تمہاری طرف سے تمہارے حریفوں پر مسلط ہے۔ ان ذلیل لوگوں کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور فرشتوں کی تلواروں اور نیزوں کی خوراک بنائے گا۔

پھر لکھا!

جب تم دریائے مہران عبور کرنے لگو تو گھاٹ کے کنارے کو اچھی طرح دیکھ لو اور دریا عبور کرنے کا پورا انتظام رکھو۔ پہلے سندھ کے ان لوگوں کو جو کشتیوں پر متعین ہوں پختہ وعدہ لے کر اپنا اطاعت گزار اور فرماں بردار بنالو ان کے دل و زبان کے اخلاص کو اچھی طرح آزما کر دریا عبور کرو۔ پانی تمہاری پشت کی طرف ہوگا اس لئے اس طرف سے تمہیں دشمن کا کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ اور تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچا سکے گا۔

لڑائی کے بعد ہر شخص کو اسلام کی دعوت دو' جو اسلام کی دعوت قبول کرے اس کی بہترین تربیت کرو اور کوئی دشمن دین وہاں باقی نہ رہے۔ ان کا خون تمہاری تلواروں کے لئے مباح ہے۔" (۱۹۱)

مکتوب ہشتم

"تم نے جو کچھ لکھا ہے وہ معلوم ہوا' تم نے دشمنوں کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے' یہ مکرو فریب ہے۔ تم نہ گھبراؤ' اللہ تعالیٰ کے حکم سے آثار تمہاری کامیابی و کامیرانی کا پتہ دیتے ہیں' پنج وقتہ نماز کی ادائیگی تمام کاموں پر مقدم رکھو۔

تکبیر' قیام' رکوع' سجود و قعود کے وقت عاجزی کے ساتھ اللہ سے مدد طلب کرتے رہو' زبان کو ذکر الٰہی سے تازہ رکھو' امور ضروریہ میں باقاعدگی پیدا کرو' اگر تم شہنشاہوں کے شہنشاہ اللہ عزو جل کے فضل و کرم پر کامل بھروسہ کرو گے اور اسی کو اپنے عقیدہ ایمان و یقین کا مرکز قرار دو گے تو تمام تمنائیں اور خواہشات پوری ہو جائیں گی۔

اور فتح و نصرت تمہارا مقدر ٹھہرے گی۔" (۱۹۲)

مکتوب نہم

یہ خط سندھ کے فتح ہونے کے بعد کا ہے۔

"تمہارا خط ملا تم نے جو حالات لکھے ہیں وہ میرے علم میں آئے۔ ان میں سے ایک اہم بات یہ ہے کہ برھمن آباد کے سرکردہ لوگ حسب روایت سابق بت خانے کی آبادی اور اپنے مذہب کے مطابق عمل کرنے کے لئے عرض گزار ہیں' جس طریقہ سے انہوں نے ہماری اطاعت و فرماں برداری کر کے ہمیں جزیہ دینا منظور کیا ہے۔ وہ قابل ستائش ہے۔ جزیہ کی وصولی کے علاوہ ان پر ہمارا کوئی حق و تصرف نہیں ہے۔ جب ان کی حیثیت ذمیوں کی جیسی ہوگئی تو ان کے اموال و اسباب اور خون پر ہم دست درازی نہیں کر سکتے' بلکہ ان کی حفاظت ہم پر فرض ہے۔

انہیں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی حاصل ہے۔

تم ان میں سے کسی کو اس کے عقیدے اور طریقے کے مطابق عبادت کرنے سے نہ روکنا انہیں یہ کلی اختیار حاصل ہے کہ اپنے عبادت خانوں' گھروں اور گھروں کے باہر ہر جگہ اپنے مذہب و عقیدہ پر بلا روک ٹوک اور بلا خوف و خطر عمل کریں اور اس کے مطابق زندگی بسر کریں"۔(۱۹۳)

مکتوب دہم

"جس طرح تم سپاہ داری' رعایا پروری' اور خلق نوازی اور مملکت کے نظم و نسق میں کوششیں کر رہے ہو' وہ ہر اعتبار سے قابل تعریف ہے۔ مختلف مقامات پر تم نے جو مال معین کیا ہے اور تمام طبقات میں جس طرح شریعت اسلامی کے دستور اور اصولوں کے مطابق برتاؤ کیا ہے۔ وہ حکومت کے استحکام اور سلطنت کے بہترین انتظام کا باعث ہوا ہے۔ لیکن اب تم جہاں مقیم ہو وہاں مزید قیام نہیں کرنا چاہئے۔ سندھ کی سلطنت کے مرکز اروڑ اور ملتان ہیں۔ جنہیں

راجوں کے پایہ تخت کا مقام حاصل ہے۔

راجوں کے مدفون خزائن بھی یہیں ہوں گے۔ اگر قیام کرنا ہے تو کسی مرکزی جگہ پر کرو' تاکہ تمام و اطراف تمہارے قبضہ میں آ جائے۔ جو شخص اطاعت اسلام سے باغی ہو اسے قتل کر دو۔ سندھ سے چین تک کا علاقہ فتح کرنا تمہارا فرض ہے۔

قتیبہ بن مسلم کو بھی چین کی فتح پر بھیجا گیا ہے۔ تمام عراقی غلام اس کے پاس منتقل کر دیئے جائیں اور جہیم بن زحر بن قیس کو بھی اس کے پاس بھیجا جائے۔

اور عراقی لشکر اس کی کمان میں دے دیا جائے۔ تم خود بھی یہ کارنامہ سرانجام دو تاکہ تمہارے باپ قاسم کا نام روشن ہو اور دشمن تہ و بالا ہو۔" (۱۹۴)

مکتوب یازدھم

"اے محمد! تم ہم سے مشورہ لیتے رہو یہ تمہارے مستعدی اور تازہ دم ہونے کی دلیل ہے۔ مسافت کی طوالت کے باعث ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ حائل ہے۔ تم کوشش کرو کہ شہر کے چاروں سربراہ تمہاری اطاعت کے لئے بے تاب ہو جائیں' اور تم ہر لحاظ سے ان کی دل جوئی کرتے رہو۔" (۱۹۵)

مکتوب دوازدھم

"جو شخص تم سے برسرپیکار ہو' اسے قتل کردو بصورت دیگر اس کی بیٹیاں اور بیٹے ضمانت کے طور پر اپنی قید میں رکھو' جو لوگ اطاعت گزار ہیں اور ان کے دل تمہاری طرف سے صاف ہیں۔ انہیں امان دے کر ان کے ذمہ جزیہ مقرر کردو۔

ہنرمند افراد اور تاجروں پر کم بوجھ ڈالو' اور جس شخص کے متعلق تم تحقیق کرلو کہ یہ زراعت اور کاشت کاری میں بہت محنتی ہے۔ اس سے محصولات اور خرج کی وصولی میں رعایت و ہمدردی کرو' جو اسلام قبول کرلے اس کی زرعی آمدنی سے دسواں حصہ وصول کرو' اور جو

اپنے مذہب پر قائم رہے۔
اس کے کارخانے اور زراعت سے ملک کے قوانین کے مطابق محصولات وصول کی جائیں' اور یہ خدمت وہ عاملین سرانجام دیں جنہیں حکومت کی طرف سے اس کام پر مامور کیا جائے۔"(۱۹۶)

عربوں کی جنگی طاقت

عرب قوم امی تھی عہد جاہلیت میں ان کے مختلف قبائل چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر رو کر کٹ مرتے تھے۔ مگر اسلام کی برکت نے ان کو صاحب **السیف والقلم** بنا کر بلند مرتبے پر پہنچا کر تھوڑے عرصہ میں کشور کشائے عالم اور تہذیب و تمدن کا علم بردار بنا دیا۔ ان کے ایک **خلف الصدق** نے تین سال کے اندر پوری مملکت سندھ کو فتح کرلیا۔ پھر ایک سال کے اندر ہی اس حسن و خوبی سے انتظام کیا کہ دوست و دشمن سب بول پڑے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

سندھ کے آخری برہمن راجہ داہر کے پاس فوج کی کمی نہ تھی نہ ساز و سامان کی سورما' جنگ جو جاٹ' کوہ پیکر ہاتھی' برق دم شمشیر بندی' جس کی شہرت دور دور تک تھی۔ دشمن کی گردن انا" فانا" اڑا دینے والا چکر جو کمند کی طرح پھینکا جاتا تھا۔ غرضیکہ سب کچھ تھا کمی تھی تو خدا داد جنگی قابلیت کی اور اس کے برمحل استعمال کی جو خاصہ خیرالامم تھا۔

قادر مطلق پر پورا بھروسہ اور غیبی امداد کی پوری امید۔

مالک حقیقی اپنے بندوں کو بلا رنگ و قید ملت حکومت دنیاوی عطا فرماتا ہے۔

فرعون ہو یا نمرود' قیصر جولیس ہو یا سکندر' اشوک ہو یا نوشیرواں' چنگیز ہو یا ہلاکو' غرضیکہ عطائے حکومت میں سب برابر ہیں۔ البتہ **والعاقبه للمتقين** سے فرق بتا دیا گیا اور ایک دوسری آیت میں اس کی تشریح بھی کر دی گئی۔ **لا يريدون علوا فى الارض ولا فسادا** یعنی وہ زمین پر اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد پھیلاتے ہیں۔(۱۹۷)
یہ ممانعت کہ محض سربلندی اور پانی بڑائی کے لئے کشور کشائی نہ ہو اور امن و امان کے عوض فساد نہ

پھیلایا جائے۔

اسلامی نظریہ حکومت یہ ہے کہ جس کی تلقین حضرت رحمتہ اللعالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔

لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین

فہرست ماخذ باب سوم

۱ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحق بھٹی ص ۱۵

۲ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحق بھٹی ص ۱۵

۳ عہد اسلامی کا ہندوستان، سید ریاست علی ندوی ص ۴۳

۴ لسان العرب از محمد بن مکرم بن منظور مصری افریقی ج ۷ ص ۳۰۸

۵ مجمع بحار الانوار از محمد طاہر پٹنی ج ۲ ص ۶۲

۶ تقویم البلدان از ابو الفداء ص ۳۳۵

۷ رحلتہ الصدیق از نواب صدیق حسن خان ص ۴۷

۸ عرب و ھند عہد رسالت میں از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۹۰

۹ **الاصابہ فی تمیز الصحابہ** از حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۲۱

۱۰ مجموعہ کلمات و رسائل از مولوی بخاری ص ۱۹۰ (خطی)

۱۱ عرب و ھند عہد رسالت میں از قاضی اطہر مبارکپور ص ۱۹۱

۱۲ عرب و ھند عہد رسالت میں از قاضی اطہر مبارکپور ص ۱۹۲

۱۳ مسند احمد از امام احمد بن حنبل

۱۴ سنن نسائی امام نسائی باب غزوۃ الھند

۱۵ سنن نسائی از امام نسائی کتاب الجہاد باب غزوۃ الھند

۱۶ عہد اسلامی کا ہندوستان از سید ریاست علی ندوی ص ۴۴

۱۷ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۲۰

۱۸ معجم البلدان از یاقوت الحمدی ج ۳ ص ۴۸۱

۱۹ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش محمد اسحٰق بھٹی ص ۴۰

۲۰ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحٰق بھٹی ص ۴۱، ۴۰

۲۱ بھاولپور کی سرزمین (ایک تاریخ) از ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ص ۴۳۵

۲۲ عہد اسلامی کا ہندوستان از سید ریاست علی ندوی ص ۳۴

۲۳ عہد اسلامی کا ہندوستان از سید ریاست علی ندوی ص ۳۷

۲۴ تجرید اسماء الصحابہ از ذہبی ج ۱، ص ۳۹۹

۲۵ معجم البلدان معجم البلدان از یاقوت الحموی۔ ۱ص ۴۳۱

۲۶ Lands of The Eastern Caliphate By Le Strawge P.202

۲۷ تاریخ طبری از طبری جلد ۱ ص ۶۸۸

۲۸ The History of India By Ellidt P.417

۲۹ تاریخ طبری از طبری ج ۱ ص ۲۷۰

۳۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۵

۳۱ چچ نامہ فارسی ص ۷۲

۳۲ The History of India Vol.1 P.374 By Elliot.

۳۳ تاریخ طبری از طبری جلد ۱

۳۴ معجم البلدان از یاقوت الحموی ج ۴ ص ۶۹۷

۳۵ چچ نامہ تعلیقات ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۴۲۵

۳۶ الکامل از ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۵

۳۷ اصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی جلد ۱ ص ۷۰۳

۳۸ تجرید اسماء الصحابہ از ذہبی ج ۱ ص ۴۴

۳۹ تاریخ گجرات از سید ابو ظفر ندوی ص ۵۰۴

۴۰ فتوح البلدان از بلاذری ص ۳۲
۴۱ جنت السنہ از مولائی شیدائی ص ۸۰
۴۲ آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خان نجیب آبادی ص ۸
۴۳ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۲۹
۴۴ الکامل از ابن اثیر جلد ۳ ص ۷۷
۴۵ الکامل از ابن اثیر جلد ۳ ص ۹۷
۴۶ الاستعاب از ابن عبدالبرج ۲ ص ۵۰۴
۴۷ تاریخ طبری از طبری جلد ا ص ۲۹
۴۸ تاریخ طبری از طبری جلد ا ص ۲۹
بحوالہ: تاریخ اسلام از عبدالرحمٰن شوق ص ۸۹۸، لاہور: ملک دین محمد اینڈ سنز
اٹھارواں ائرش س ن
۴۹ الکامل از ابن اثیر ج ۳ ص ۲۱۸
۵۰ الکامل از ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۲۱
۵۱ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۳۳
۵۲ تاریخ اسلام از عبدالرحمن شوق ص ۴۸۹
۵۳ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۳۲
۵۴ جنت السنہ از مولائی شیدائی ص ۸۰
۵۵ الکامل از ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۲۱
۵۶ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۴ ص ۱۵۵
۵۷ عربوں کی جہازرانی از سید سلیمان ندوی ص ۵۲
۵۸ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۳۲

۵۹ الکامل از ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹۴ تاریخ طبری از طبری ج ص ۱۴۹
۶۰ الکامل از ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹۷
۶۱ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۳۔۲
۶۲ البدایہ و النھایہ از ابن کثیر ج ۹ ص ۸۷
۶۳ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۱
۶۴ تاریخ خلیفہ بن خیاط از خلیفہ بن خیاط شباب بصری ج ۳ ص ۹۲
۶۵ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۲۱
۶۶ اصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عقلانی جلد ۲ ص ۹۶
تاریخ خلیفہ بن خیاط از خلیفہ بن خیاط شباب بصری جلد ۳ ص ۹۲
تاریخ طبری از طبری جلد ۵ ص ۵۴۷
طبقات بن سعد از ابن سعد جلد ۵ ص ۴۶
کتاب المجروحین از ابو حاتم محمد بن حبان بستی ص ۱۵۴
کتاب الذخائر والتحف از قاضی رشید بن زبیر ص ۱۶۷
۶۷ تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر عسقلانی ج ۴ ص ۲۳۲، ۲۳۱
البدایہ والنھایہ از ابن کثیر دمشقی
العقد الثمین فی فتوح الھند ومن ورد فیھا من الصحابہ التابعین از قاضی اطہر مبارک پوری ص ۱۰۶
چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر حواشی تعلیقات ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۱۰۵
۶۸ طبقات خلیفہ بن خیاط بن خیاط از خلیفہ بن خیاط شباب بصری ص ۴۸۰
تاریخ خلیفہ بن خیاط از خلیفہ بن خیاط شباب بصری ج ۱ ص ۲۳۷
طبقات بن سعد از ابن سعد ج ۵ ص ۴۶
فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۲۲

تاریخ یعقوبی از احمد بن یعقوب ج ۲ ص ۱۹۳

العبر فی خبر من غبر از ذہبی ج ۱ ص ۵۱

شذرات الذہب از ابوالفلاح عبدالحئی بن العماد حنبلی ج ۱ ص ۵۳

الاصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عقلانی ج ۲ ص ۹۳

۶۹ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۳

۷۰ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر تعلیقات ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۸۲

۷۱ The History of India By Eliott Vol.1 P.424

۷۲ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۲

۷۳ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۱۷۵

الاصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی ج ۳ ص ۵۰۶

۷۴ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۲۱

۷۵ طبقات ابن سعد از ابن سعد ج ۷ ص ۱۲۹

۷۶ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۱

۷۷ جمہرۃ انساب العرب از ابن حزم اندلسی ص ۳۶۷

۷۸ تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۵ ص ۹۲، ۹۳

۷۹ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۲، ۴۲۲

۸۰ رجال السند والہند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۴۳۶، ۴۳۵

فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۲

۸۱ جمہرۃ الانساب العرب از ابن حزم اندلسی ص ۲۷۰

۸۲ المعارف از ابن قتیبہ ص ۲۵۶

۸۳ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۲۸۷

۸۴ چچ نامہ تعلیمات علامہ داؤد پوتہ ص ۸۴۷

۸۵ جمہرۃ نسب قریش و اخبارھا از زبیر بن بکار مکی ص ۲۵۸

۸۶ تاریخ سندھ از ابو ظفر ندوی ص ۳۸

۸۷ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۳

۸۸ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۲ ص ۵۳۳

۸۹ چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۸۵

فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۲

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۲ ص ۴۲

تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۲۷۲

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳

۹۰ چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۸۵

۹۱ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۳

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۴۳

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۲۳

۹۲ التاریخ الکبیر از امام بخاری ج ۲ ص ۴۱۷

۹۳ الاکمال از ابن ماکولا ج ۶ ص ۹۵

۹۴ تاریخ الاسلام و طبقات المشاہیر از امام ذہبی ج ۲ ص ۳۷۲

۹۵ چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۸۶

۹۶ چچ نامہ از تعلیقات از داؤد پوتہ ص ۸۶

فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۳

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۴۲

۹۷ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۲۸۱

التاریخ الکامل از بن اثیر ج ۴ ص ۱۴۷

۹۸ چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۸۷، ۸۶، ۸۵

۹۹ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۳۸۵

۱۰۰ چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۸۶

۱۰۱ رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۵۱۱، ۵۱۰

۱۰۲ کتاب المحبر از ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی ص ۴۸۴

۱۰۳ کتاب الاکمال

۱۰۴ چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۸۸

فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۴

تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۲۷۷

تحفہ الکرام از میر شیر علی قانع ٹھٹھوی ص ۷۰۹

۱۰۵ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط شباب بصری ج ۱ ص ۳۵۸

۱۰۶ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۴۲۳

۱۰۷ جمیرۃ انساب العرب از ابن حزم اندلسی ص ۲۷۲

۱۰۸ جمھرۃ انساب العرب از ابن حزم اندلسی ص ۲۷۲

۱۰۹ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۴

چچ نامہ از تعلیقات داؤد پوتہ ص ۸۹

۱۱۰ چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۸۹

۱۱۱ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط شباب بصری ج ۱ ص ۳۹۰، ۳۵۸

تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۳۱

۱۱۲ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۳، ۴۲۲

۱۱۳ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۸ ص ۲۰۲

چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۹۰، ۸۹

۱۱۴ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۴، ۴۲۴، ۴۲۳

چچ نامہ از تعلیقات داؤد پوتہ ص ۹۱

۱۱۵ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۴۲۴، ۴۲۳

۱۱۶ چچ نامہ از تعلیقات علامہ داؤد پوتہ ص ۹۷

۱۱۷ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۵

۱۱۸ جمہرۃ الانساب العرب از ابن حزم ص ۲۶۸

۱۱۹ انساب الاشراف از بلاذری ج ۴ ص ۱۵۳

۱۲۰ فتوح البلدان از بلاذری ص ۳۴۵

۱۲۱ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۹۰

۱۲۲ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۹۰

۱۲۳ تاریخ خلیفہ، از خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۳۷۵

۱۲۴ عیون الاخبار از ابن قتیبہ ج ۱ ص ۲۲۹

۱۲۵ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۵ ص ۳۲۰

۱۲۶ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۴

۱۲۷ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۸۸

۱۲۸ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۳۹۰، ۳۵۸

۱۲۹ طبقات ابن سعد از ابن سعد ج ۶ ص ۳۱۳

۱۳۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۳، ۴۲۲

۱۳۱ معجم البلدان از یاقوت حموی جلد ۸ ص ۲۰۲

۱۳۲ عیون الاخبار از ابن قتیبہ ص ۲۲۹

۱۳۳ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۴۱

چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۹۹

تاریخ یعقوبی از معصب بن واضح عباسی ج ۱ ۲۴۵

تاریخ معصومی از میر معصوم شاہ بھکری ص ۲۱

۱۳۴ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۴ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۷

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ۶۰ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶۵

۱۳۵ تاریخ یعقوبی از وحب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۲۷۷

۱۳۶ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی

۱۳۷ تاریخ یعقوبی از مصب بن واضح عباسی ج ۱ ص ۲۴۵

۱۳۸ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۴۰۴

۱۳۹ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۵

چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۰۱

۱۴۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۵

۱۴۱ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۰۴

فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۵

۱۴۲ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ۱۰۸، ۱۰۵

۱۴۳ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۰۷، ۱۰۶

فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۵

تاریخ ابن خلدون ابز ابن جلدون ج ۳ ص ۶۰

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۱۱۱

۱۴۴ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۱۱۱

۱۴۵ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۰۹، ۱۰۸

۱۴۶ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۱۱۱

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۴ ص ۶۰

۱۴۷ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۱۶

۱۴۸ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۵

۱۴۹ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۱۷

۱۵۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۲۱۹

۱۵۱ چچ نامہ فارسی از حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۱۹، ۱۱۸

۱۵۲ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۳ ص ۳۴۶

۱۵۳ تاریخ معصومی فارسی از میر محمد معصوم شاہ بھکری ص ۲۳، ۲۲

۱۵۴ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۲۱

۱۵۵ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۱ ص ۵۲۷

۱۵۶ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۲۵، ۱۲۴

۱۵۷ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۲۵، ۱۳۲

۱۵۸ تاریخ معصومی از میر محمد معصوم شاہ بھکری ص ۲۱

۱۵۹ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۵

۱۶۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۶

۱۶۱ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۴۰۶، ۴۰۵

۱۶۲ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۳ ص ۳۴۷

۱۶۳ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۶
البدایہ و النہایہ از ابن کثیر ج ۹ ص ۸۷
۱۶۴ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۰۱
۱۶۵ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۹۸
The Arab Invasion of India By Majumdar P.201
۱۶۶ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۹۹
۱۶۷ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۷، ۴۲۶
الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴
۱۶۸ تاریخ معصومی از میر محمد معصوم شاہ بھکری ص ۲۷
تحفۃ الکرام از میر شیر علی قانع ٹھٹھوی ج ۳ ص ۱۵
۱۶۹ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۲۰، ۲۱۸
۱۷۰ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۲۳۔۲۲۱
تاریخ معصومی فارسی از میر محمد معصوم شاہ بھکری ص ۲۸
فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۸
تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۳ ص ۲۹۰
الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴
تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۶۰
۱۷۱ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۴۲
فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۸
۱۷۲ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۲۶، ۲۲۴
۱۷۳ تاریخ معصومی فارسی از میر محمد معصوم شاہ بھکری ص ۲۸

۱۷۴ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۳۶٬۲۲۵

۱۷۵ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۳۷٬۲۳۶

۱۷۶ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۸

۱۷۷ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۸

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون جلد ۳ ص ۶۱

۱۷۸ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۴۷

۱۷۹ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۹

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۶۶

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴

۱۸۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۹

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۶۶

۱۸۱ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۳۲۔۲۳۳

۱۸۲ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۹

تاریخ الامم و الملوک از طبری ج ۲

The Caliphate : Its Rise Edcline And Fall

By W.T.Muir P.354-362 ##

۱۸۳ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۶۶

فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۹

۱۸۴ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۸

۱۸۵ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۳۰

۱۸۶ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۳۴' ۱۳۳

۱۸۷ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۳۶' ۱۳۵

۱۸۸ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۳۰

۱۸۹ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۵۵' ۱۵۴

۱۹۰ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۲۰

۱۹۱ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۹۸۔ ۱۹۴

۱۹۲ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۲۷۔ ۲۲۶

۱۹۳ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۲۹۹' ۲۹۸

۱۹۴ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۳۰۴' ۳۰۳

۱۹۵ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۳۰۵

۱۹۶ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۳۱۰

۱۹۷ سورۃ القصص پارہ ۲۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب چہارم

سندھ میں اموی اور عباسی عہد حکومت اور مسلم حکمرانوں کی دینی خدمات

تحقیقی جائزہ

باب چہارم

سندھ میں اموی اور عباسی عہد حکومت اور مسلم حکمرانوں کی دینی خدمات

☆ اموی عہد میں سندھ کے حکمران

☆ عباسی عہد میں سندھ کے حکمران

☆ خلافت ابو العباس

☆ سندھ میں ہباریوں کی آمد

☆ سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ہباری سلطنت کا خاتمہ

☆ ملتان کے مسلم والیان

☆ ملتان کے اسماعیلی حکمران

☆ خلفاء راشدینؓ اموی اور عباسی خلفاء

☆ اسلامی خلفاء

☆ خلفاء راشدینؓ کا دور خلافت

☆ اموی خلفاء

☆ عباسی خلفاء

☆ خلفاء راشدینؓ کے عہد میں سندھ پر حملہ کرنے والے عرب قائدین

☆ اموی زمانے کے عرب حکمران جو سندھ کی فتح سے قبل مکران پر حکمران تھے۔

☆ سندھ کے ھباری عرب حکمران

☆ سندھ میں عربوں کی حکومت کے زوال کے اسباب و محرکات

☆ بنوامیہ

☆ فرقہ وارانہ اختلافات

☆ اھل مدینہ

☆ اموی خاندان کے افراد کی باہمی رقابتیں

☆ بنوعباس

☆ ایرانیوں کا اثر و نفوذ

☆ عبداللہ الاشتر کی بغاوتیں

☆ مقصدیت کا فقدان

باب چہارم

سندھ میں اموی اور عباسی عہد حکومت اور مسلم حکمرانوں کی دینی خدمات

اموی عہد میں سندھ کے حکمران

خلافت سلیمان بن عبدالملک اموی

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اموی ۹۶ ہجری میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ سلیمان بن عبدالملک شعائر اسلام کے سخت پابند تھے۔ لوگ انہیں نیک اعمال و افکار کی بناء پر "مفتاح الخیر" یعنی نیکی کی چابی کہتے تھے۔

انہوں نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ایک فوج بھیجی اور خود اس فوج کی امداد کے لئے مجاہدین کا ایک لشکر لے کر مرج وابق میں قیام کیا۔

مگر قسطنطنیہ فتح نہ ہوسکا۔ اور سن ۱۰ صفر ۹۹ ہجری کو انہوں نے وفات پائی' سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ خلافت سے ہشام کے زمانہ خلافت تک کا عرصہ سندھ میں سیاسی اضطراب کا زمانہ تھا۔

محمد بن قاسم کے بعد اگرچہ فتوحات ہوتی ہیں تاہم راجوں' مہاراجوں کی جانب سے خودمختاری کے فتنہ کو اٹھانا' اور دارالخلافہ کے لئے مسائل پیدا کرنا یہ باتیں ہمیشہ درد سری بنی رہیں۔

سلیمان بن عبدالملک اموی کی مدت خلافت دو سال آٹھ ماہ ہے۔

یزید بن ابی کبشہ سکسکی

سلیمان عبدالملک کے زمانہ خلافت میں یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو سندھ کا حکمران مقرر کیا گیا۔

یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو خلیفہ ولید نے حجاج بن یوسف کے بعد بصرہ کا والی بنایا تھا۔(۱) ۹۵ ہجری میں

حجاج بن یوسف نے اپنے آخری وقت میں اپنے بیٹے عبدالملک کو بصرہ میں نماز پر اور یزید بن ابو مسلم کو خراج پر مقرر کیا۔ جب خلیفہ ولید کو حجاج بن یوسف کی موت کی خبر لگی تو اس نے نماز پر عبدالملک بن حجاج کے بجائے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو مقرر کیا۔

یزید بن ابی کبشہ سکسکی نے ۹۴ ہجری میں سویہ میں بھی جہاد کیا۔ ان خدمات کے علاوہ بعض اوقات دارالخلافہ سے متعلق خدمات بھی سرانجام دیتے تھے۔ چنانچہ مختلف اوقات میں اوقات میں عبدالملک بن مروان کے پولیس افسر اور یزید بن عبدالملک کے محافظ دستہ کے امیر رہے۔(۲)

جب سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو سندھ کا والی بنایا تو انہوں نے سب سے پہلے محمد بن قاسم کو گرفتار کرکے یزید بن مہلب کے بھائی معاویہ بن مہلب کی نگرانی میں عراق روانہ کیا۔ صالح نے ان کو واسط کے جیل خانہ میں بند کرکے آل ابی عقیل کے دیگر افراد کی طرح مار ڈالا۔

حالانکہ اس وقت محمد بن قاسم گجرات میں جہاد میں مصروف تھے۔ یزید بن ابی کبشہ سکسکی سندھ میں وارد ہونے کے اٹھ دن بعد ہی وفات پا گئے۔

حبیب بن مہلب ازدی

یزید بن ابی کبشہ سکسکی کی وفات کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے حبیب بن مہلب بن ابی صفرہ کو ۹۷ ہجری کے اوائل میں سندھ کا حکمران تقرر کیا۔ حبیب بن مہلب، والی عراق و خراسان یزید بن مہلب کے بھائی تھے۔ جب حبیب بن مہلب سندھ پہنچے تو انہوں نے علاقے میں ایک اضطراب کی کیفیت دیکھی۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری اور پھر یزید بن ابی کبشہ سکسکی کی موت کے بعد سندھ کے اکثر علاقوں میں سیاسی فتنے اور سرکشی پھوٹ پڑی، بہت سے سندھی قبائل جو محمد بن قاسم کے اخلاق کریمانہ اور حسن سلوک سے اپنے اصلی مسکن کو چھوڑ کر اس کی فوج میں شامل ہوگئے تھے، فوج کو چھوڑ چھوڑ کر جانے لگے۔(۳)

حبیب بن مہلب جب دریائے سندھ کے کنارے پر اترے تو دارالحکومت الور کے باشندوں سے معرکہ ہوا۔ پھر انہوں نے اطاعت کرلی، انہوں نے اپنی امارت کے زمانہ میں سندھ میں کئی جہاد میں فتوحات حاصل کیں۔

خلافت عمر بن عبدالعزیز

خلیفہ سلمان بن عبدالملک کی وفات ۲۰ صفر ۹۹ ہجری کو ہوئی' اور اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ وہ ایک حاکم عادل تھے۔ انہوں نے نہایت زھد و اتقاء کے ساتھ مصر میں گورنری اور دوسرے اہم ترین عہدوں پر خدمات سرانجام دیں۔

انہوں نے بہت سی خرابیوں کو جو امتداد زمانہ اور خود غرضیوں سے پیدا ہوگئی تھیں۔ اصلاح کر دی۔ عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن مہلب کو عراق کی حکمرانی سے اور حبیب بن مہلب کو سندھ کی حکمرانی سے معزول کرکے دونوں کو جیل میں ڈلوا دیا۔ ان پر دارالخلافہ کی پالیسیوں سے انحراف کا الزام تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی برکات نے بہت کام کیا۔ یہاں آپ نے طاقت کے بجائے دین و دیانت اور اخلاق روحانیت سے کام لیا اور یہاں کے راجوں مہاراجوں کے دلوں کو یوں موہ لیا کہ وہ مسلمان ہوگئے۔ شدید مرض کے زیر اثر جب عمر بن عبدالعزیز نے انتقال کیا تو یہ کہا گیا کہ ان کو زہر دیا گیا ہے۔

عمرو بن مسلم باہلی

۹۹ ھجری میں عمرو بن مسلم باھلی سندھ کے حکمران مقرر ہوئے' وہ فاتح ترکستان و بخارا قتیبہ بن مسلم کے بھائی تھے۔ عمرو بن مسلم نے بلاد سندھ امن قائم کرنے' سرکشی اور فتنوں کو فرو کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے مختلف علاقوں میں جہاد بھی کئے۔ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ عمرو بن مسلم نہایت بہادر اور جری آدمی تھے۔(۵) قتیبہ بن مسلم اور عدی بن ارطات کی امارت عراق کے زمانہ میں مختلف بلاد و امصار کے والی رہ چکے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد دارالخلافہ کی اندرونی سیاست کے نتیجہ میں دو سال بعد ہی معزول کر دئے گئے۔(۶)

عمرو بن مسلم باہلی نے سندھ میں فتنوں کو فرو کرنے کے لئے بعض اہم اقدامات کئے۔ انہوں نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے سندھ کے امراء' راجوں اور مہاراجوں اور سرداران کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں

نے مختصر وقت میں بھی مسلم و غیر مسلم رعایا کے لئے اہم فلاحی اقدامات کئے اور ان کے ساتھ بلندی کرداری والا معاملہ کیا۔ عمرو بن مسلم کی دعوت اسلام کی ان کوششوں کے صلہ میں سندھ کے اکثر امراء اور زعماء دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ انہوں نے ان کے اسلامی نام رکھے۔ ان میں جیسیہ بن داہر بھی تھا جو برھمنا باد پر گزشتہ تیس سال سے حکومت کر رہا تھا اور سندھ کے دیگر حکام بھی شامل تھے بہت سے امراء نے خراج اور جزیہ کے ساتھ اطاعت قبول کرلی۔ ان کے اپنے اس منصب پر کام کرنے کا اندازہ وہی تھا جو محمد بن قاسم نے اپنایا تھا۔(۷)

حسن سیاست اور تدبر عمرو بن مسلم باہلی نے بلاد سندھ میں نہایت کم وقت میں بہت بڑے بڑے اقدامات کیے۔

خلافت یزید ثانی بن عبدالملک

یزید ثانی بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز وفات کے بعد ۱۰۱ ہجری میں خلیفہ مقرر ہوئے۔ اس وقت یزید بن مہلب اور حبیب بن مہلب دونوں اپنے اعز و اقرباء کے ہمراہ جیل میں تھے۔ ان کو جیل سے رہائی مل گئی۔

ان کے عہد میں دو بغاوتیں ہوئیں، ایک آل مہلب کی بغاوت دوسری ترکستان میں کافر ترکوں کی خاقان چین کے اشارہ پر بغاوت۔

۱۰۲ ہجری میں مہلب بن ابی صفرا ازدی نے عراق میں شورش برپا کرنے کے بعد وداع بن حمید ازدی کو یہ کہہ کر قندابیل بھیجا کہ یزید بن عبدالملک کی طرف سے میرے خاندان آل مہلب پر کوئی آفت آجائے تو قندابیل میں اس کے لئے پناہ بننا۔ اگر میں زندہ رہا تو تمہاری وفاداری کا صلہ دوں گا۔ چنانچہ وداع قندابیل آگیا اور جب بنو مہلب اپنے خاندان اور مال و اسباب سمیت عراق سے بھاگ کر قندابیل پہنچے تو یزید بن عبدالملک نے ان کے تعاقب میں ہلال بن احوز مازنی کو فوج دے کر روانہ کیا، اس نے قندابیل پہنچ کر امن کا علم بلند کیا تاکہ بنو مہلب کی طرف سے کوئی اس جھنڈے کے نیچے آجائے تو اس کو امن مل جائے۔ بنو مہلب کے سب سے بڑے سہارے وداع بن حمہ ازدی

اور عبدالملک بن ہلال ازدی دونوں ہلال بن احوز کی طرف ہوگئے۔ ان کو دیکھ کر بنو مہلب کے بہت سے آدمی بھی ان سے مل گئے پھر قندابیل میں آل مہلب کا قتل عام ہوا اس خانوادہ کے باقی افراد یہاں سے قید کر کے شام بھیجے گئے۔ جہاں ان کو بھی بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔(۸) یعقوبی نے لکھا ہے کہ:

"معاویہ بن یزیدؒ بن مہلب واسط میں بمعہ تمام آل مہلب کے مقیم تھے پھر اپنے خاندان اور اعوان و انصار کے ساتھ بحری راستہ سے سندھ کے شہر قندابیل چلے آئے۔(۹)

ہلال بن احوز تمیمی

یزید ثانی بن عبدالملک نے بلاد سندھ پر ۱۰۱ ہجری میں ہلال بن احوز تمیمی کو سندھ کا حکمران مقرر کیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ اموی سلطنت کے لئے خطرہ بننے والے آل مہلب کے خلاف سخت مئوقف اختیار کرے۔ جب ہلال بن احوز سندھ پہنچا' تو اس نے ایک لشکر تیار کیا۔ مکران کے قرب و جوار میں قندابیل شہر کے پاس آل مہلب سے معرکہ بپا کیا۔ اس میں یزید بن مہلب کے چھ بھائی اور بیٹا معاویہ اور دیگر ساتھی قتل کر دئے گئے۔ اور آل مہلب کی تیرہ عورتیں اور آدمی دمشق بھجوا دئے۔(۱۱۰)

جب ہلال بن احوز بنو مہلب کے قتل و غارت کے بعد قندابیل سے شام واپس آیا تو اس کی قوم بنو تمیم نے اسے چاروں طرف سے اس طرح گھیرے میں لے لیا جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو ان کے حواریوں نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ اس طرح دیکھ کر اسی قوم کے ایک فرد نے مجمع کے سامنے کہا "ہلال حضرت عیسیٰؑ کی ضد ہے حضرت عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور یہ شخص زندوں کو مردہ کرتا ہے۔(۱۱)

ہلال بن احوز تمیمی نے مرکز دارالخلافہ کی پالیسی پر چلتے ہوئے اپنے فرائض سرانجام دئے اور اس میں پوری مستعدی کے باوجود بلند اخلاق اور شرافت و کردار پر کوئی حرف آنے نہ دیا اور آل مہلب کی عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ مختلف عرب شعراء نے اموی دور کے اس فتنہ

(آل مہلب) کے استقلال پر خوشی کا اظہار کیا۔

ہلال بن احوز تمیمی کم و بیش پانچ سال بلاد سندھ پر حکمرانی کی۔ یہاں تک کہ نئے خلیفہ ھشام بن عبدالملک نے اس کو معزول کر دیا۔

خلافت ہشام بن عبدالملک

یزید ثانی بن عبدالملک کی وفات کے بعد ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوئے اور کم و بیش بیس سال حکمرانی کی۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک نہایت حلیم الطبع' عفیف' مدبر اور حوصلہ مند فرماں روا تھے۔ ان کے عہد میں بہت سے اندرونی اور بیرونی حوارث و واقعات پیش آئے۔ انہوں نے ساری مہمات میں نہایت جرات و تدبیر سے کام لیا اور وہ ہر مہم میں کامیاب و کامران رہے۔

ھشام بن عبدالملک کے دور میں فتوحات کی وجہ سے ان کی مملکت میں نہایت وسعت آگئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ ہر چھوٹے بڑے معاملہ کی براہ راست خود نگرانی کرتے تھے۔ ھشام بن عبدالملک کے زمانے میں بڑے بڑے حوادث آئے۔ مگر مشرق و مغرب اسلام کا پرچم ہمیشہ سربلند رہا۔ ترکستان اور آذربائیجان میں باغیوں کی کمر توڑ دی۔ سندھ میں بغاوت ہوئی تو اسے ایسا دبایا کہ فتنہ کا سدباب ہوگیا۔

زید بن علی نے خروج کیا تو اسے بھی ناکام بنا دیا گیا۔ سندھ میں انہوں نے قبائلی فتنہ کا خاص طور پر قلع قمع کیا۔

ھشام کے دور خلافت میں مسلمانوں کا عمل دخل سندھ کے ان خطوں اور علاقوں تک بھی ہوگیا جہاں ان کو اس سے پہلے رسائی حاصل نہیں تھی۔ ان کے دور میں عالم اسلام میں سیاسی صورت حال بہتر اور منظم ہوی تو اس کا خوشگوار اثر سندھ کی سیاست پر بھی پڑا۔

غرضیکہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا دور خلافت ہر اعتبار سے ایک کامیاب دور کہا جاسکتا ہے۔

جنید بن عبدالرحمٰن مری

۱۰۷ ہجری میں سندھ پر ایک بھاری بھرکم سیاسی شخصیت حکمران ہوئی اور وہ جنید بن عبدالرحمٰن مری تھے۔

سندھ کی مخصوص سیاست اور یہاں کے حالات کی مناسبت سے ہشام بن عبدالملک نے بطور خاص منتخب کر کے انہوں نے یہاں بھیجا تھا جنید بن عبدالرحمٰن مری نے خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے ابتدائی دور خلافت میں سندھ کی حکومت پاکر نہایت شان دار اور کامیاب حکومت کی۔ ان کا زمانہ سندھ میں اموی خلافت کا زریں دور تھا۔ ان کی فتوحات کا سیلاب سندھ سے گجرات ہوتا ہوا مالوہ اجین کے آگے مشرق تک پہنچ گیا تھا۔

ان کے زمانہ امارت میں سندھ میں بہت کام ہوئے۔ یہاں کے بگڑے ہوئے حالات بڑی حد تک سندھ گئے۔

جب جنید بن عبدالرحمٰن مری دیبل پہنچے اور پھر وہاں سے نکل کر دریائے سندھ کے کنارے پر پڑاؤ ڈالا اور اپنے لشکر کو جمع کیا تو اس کی خبر راجہ داہر کے بیٹے راجہ جے سیہ کو ہوئی اس نے جنید بن عبدالرحمٰن مری کو دریا عبور کرنے سے روکا اور قاصد کے ذریعہ یہ پیغام کہلا کر بھیجا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور ایک نیک و صالح شخصیت خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے مجھے میرے علاقہ کا حاکم مقرر کیا ہے۔(۱۲) میں تم سے مطمئن نہیں ہوں۔ یہ سن کر جنید بن عبدالرحمٰن مری نے راجہ جے سیہ کو بہت یقین دلایا کہ میں تم سے جنگ نہیں کروں گا' اور نہ ہی میرا تم سے کسی چیز کا مطالبہ ہے۔ جنید بن عبدالرحمٰن مری کو راجہ جے سیہ پر غصہ تو بہت آیا مگر اس نے اپنے غصہ کو قابو میں رکھا اور راجہ جے سیہ کے مزید اطمینان کے لئے خراج و جزیہ کی رقم جو راجہ جے سیہ کے پاس باقی تھی وہ اسی کے پاس رہنے دیا۔ بلاذری کہتا ہے کہ راجہ جے سیہ نے کفر کی راہ اختیار کی جس کے باعث جنید بن عبدالرحمٰن مری نے اس سے جنگ کی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جنید بن عبدالرحمٰن مری نے راجہ جے سیہ کے ساتھ نامناسب رویہ اختیار کیا۔ جس کی وجہ سے اس نے آس پاس کے علاقے میں مختلف مقامات سے فوجیں جمع کیں اور جنگی بیڑا تیار کر کے معرکہ کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ دیکھ کر جنید نے بھی مقابلہ کے لئے جنگی جہاز تیار کر لئے دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر دونوں کے درمیان زبردست معرکہ ہوا۔ جنید نے راجہ جے سیہ کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت وہ کشتی پر سوار تھا جوں ہی اس کی کشتی پانی کے دباؤ سے ایک طرف کو جھکی جنید تلوار کے ایک وار نے اس کو ختم کر دیا۔

اس واقعہ کی خبر جب اس کے بھائی چچ کو ہوئی تو اس نے خود عراق جاکر خالد بن عبداللہ قسری سے جنید بن عبدالرحمن مری کی شکایت کرنا چاہی' مگر جنید بن عبدالرحمن مری نے بہلا پھسلا کر اسے بھی اپنے پاس بلا کر قتل کر دیا۔(۱۳)

تمیم بن زید عتبی

جنید بن عبدالرحمن مری کے بعد تمیم بن زید عتبی سندھ کے حکمران بنے' یہ عرب کے مشہور سخی لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے پہلی بار محمد بن قاسم کے ہمراہ سندھ کے جہاد میں حصہ لیا۔

خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں عراق کے گورنر خالد بن یزید قسری نے جنید بن عبدالرحمن مری کے بعد تمیم بن زید کو سندھ کا حاکم بنایا' مگر جنید کی شان دار فتوحات اور کارناموں میں تمیم کی کمزوری' نرمی' اور سخاوت نے ابتری اور کمزوری پیدا کردی۔

جنید بن عبدالرحمن مری نے سرکاری خزانے میں اٹھارہ ہزار درہم چھوڑے تھے۔ تمیم بن زید نے ساری رقم خرچ کرڈالی اور خزانہ خالی ہوگیا۔

فتنوں نے جگہ جگہ سر اٹھایا اور مسلمان دشمن قوتیں کھلم کھلا مسلمانوں نے مدمقابل آگئیں۔ معرکہ ہوا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سے مسلمان مارے گئے۔ اور حالات اتنے بے قابو ہوگئے کہ مختلف علاقوں کے مسلمان ترک وطن پر مجبو رہوگئے۔ مختلف دیہاتوں میں رہنے والے شہروں میں چلے آئے۔(۱۴) قبائلی اختلافات نے شدت اختیار کرلی۔ چونکہ تمیم بن زید عتبی شریف النفس اور نیک دل حکمران تھے اس لئے ان کے دور امارت میں جگہ جگہ بغاوتوں اور شرارتوں نے سر ابھارا۔

تمیم بن زید عتبی کا دور حکمرانی ناکام رہا حالانکہ انہوں نے فوجی مہمات کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا تھا' اور اپنے جہاد کے زمانے میں فتوحات بھی حاصل کرتے رہے۔ ان کی نرمی اور طبع شرافت کے باعث غیروں کی طرح اپنوں نے بھی غلط فائدہ اٹھایا۔ ایک طرف علاقہ کے لوگوں نے ان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو دوسری جانب ان کے آدمیوں میں آپس میں کشت و خون کی نوبت آگئی۔

حکم بن عوانہ کلبی

حکم بن عوانہ کلبی ان مجاہدین میں سے تھے جو پہلی مرتبہ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شامل ہوئے۔(۱۵) اس کے بعد حکم بن عوانہ خراسان کے امیر بنائے گئے' وہاں انہوں نے امیر خراسان اسد بن عبداللہ قدی کے باقی ماندہ کاموں کی تکمیل کی۔ جب تمیم بن زید عتبی کا انتقال ہوا تو حکم بن عوانہ کلبی سندھ کے امیر مقرر ہوئے۔ آپ کو والی عراق خالد بن عبداللہ قسوی کے خصوصی احکام کے تحت ہشام بن عبدالملک نے سندھ کا حکمران مقرر کیا۔

جس وقت حکم بن عوانہ کو سندھ کا امیر مقرر کیا گیا اس وقت سندھ کے حالات نہایت ابتر تھے۔ مسلمان یہاں سے نکل کر عراق اور دیگر شہروں میں چلے گئے تھے۔ ہر طرف سرکشی' بغاوت اور لوٹ مار عام تھی اور یہ سب حمیم بن زید کے غیر معمولی نرم رویہ کا نتیجہ تھا۔

حکم بن عوانہ کلبی نے سندھ میں آنے کے بعد محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو بن محمد بن قاسم کو اپنا معاون اور مشیر بنا کر ملکی اور عسکری معاملات میں ان سے مشورے کیے۔ عمرو بن محمد بن قاسم کی سندھ کے امور پر گہری نظر تھی' ان دونوں نے سندھ کے معاملات کو درست کرنا شروع کیا۔

بغاوت اور فروکشی کو دبایا۔ دشمنوں نے جن علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا ان کو چھوڑ دیا۔ ان ہی کے دور حکومت میں مسلمانوں نے دو نئے شہر منصورہ اور محفوظہ تیار کیے۔

خالد قسوی کا قول ہے کہ

"تمیم بن زید عتبی ایک شریف النفس اور نیک دل امیر تھے' اور حکم بن عوانہ کم خرچ' مگر تعجب ہے کہ جب میں نے سندھ کی ولایت ایک بہادر اور شریف کو دی تو اس کو ناپسند کیا گیا اور جب ایک بخیل کو دی تو لوگ اس سے راضی ہوگئے۔(۱۶)

حکم بن عوانہ کلبی اپنی جماعت کے ساتھ سندھ میں اصلاح کی کوششیں کرتے رہے۔ جہاد اور فتوحات کے سلسلے جاری رکھے۔ ملکی نظم و نسق اور انتظام بہترین کیا۔ دریں اثناء ہشام بن عبدالمکل نے والی عراق خالد بن عبداللہ قسوی کو عراق کی ولایت سے معزول کر دیا۔ اس پر عباسیوں سے ملی بھگت کا الزام تھا اور اس کی جگہ

یوسف بن عمرو ثقفی کو عراق کا والی مقرر کر دیا۔

یوسف بن عمرو ثقفی نے خالد قسری کے تمام عمال پر بے جا اور بے انتہاء سختی شروع کر دی۔ اور خالد قسری کے سابقہ معاملات میں اتنی زیادہ سختی اور اتنی کڑی جانچ پڑتال کی اور سزا دی کہ وہ اس صدمہ سے انتقال کرگیا۔ حکم بن عوانہ کلبی خالد قسری کی طرف سے سندھ کے والی مقرر کیے گئے تھے۔ اس لئے جب ان کو اس بات کی خبر ہوئی کہ یوسف بن عمرو ثقفی نے خالد قسری پر اس درجہ سختی کی ہے تو ان کو اپنے بارے میں خطرہ محسوس ہوا اور وہ معرکہ کے لئے تیار ہو گئے۔(۱۷)

اس کے بعد عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی کو اپنی فوج کا امیر مقرر کر کے خود ایک فوج لے کر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور ۱۲۲ ہجری میں شہید ہو گئے۔

حکم بن عوانہ کلبی تقریبا" آٹھ سال سندھ کے حکمران رہے۔ پھر خالد بن عبداللہ قسری کے معزول ہونے اور پھر ہشام بن عبدالملک کے حکم سے قتل کر دینے کے بعد یوسف بن عمرو ثقفی سے معرکہ آراء ہونے کے بعد شہید ہوئے۔

خالد بن عبداللہ قسری پر یہ الزام تھا کہ وہ اموی خلافت کے خلاف عباسیوں سے مل کر سازشیں کر رہے تھے اور یہ کہ یہ یمنی آج تک آل مہلب کے قتل کو نہیں بھولے اور یہ سب خالد بن عبداللہ قسری کے جھنڈے تلے پھر متحد ہو رہے تھے۔(۱۸)

عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی

حکم بن عوانہ کلبی، عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی فوج کی سپہ سالاری سونپ کر خود جہاد کے لئے چل دیے اور ایک معرکہ میں شہید ہو گئے۔ اس بات کا علم جب والی عراق یوسف بن عمرو ثقفی کو ہوا تو اس نے یہ معاملہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو لکھا۔ ہشام نے یوسف ثقفی کو جواب دیا کہ اگر عمرو بن محمد بن قاسم کہولت کی عمر کو پہنچ گئے ہوں تو ان ہی کو سندھ کا امیر و حکمران بنا دو۔(۱۹) عمرو بن محمد بن قاسم ابھی سن کہولت کو پہنچے تھے۔ مگرچونکہ یوسف بن عمرو اور عمرو بن محمد بن قاسم دونوں کا قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق تھا۔ اس لئے خاندانی تعلق کی بناء پر اس نے عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی کی حمایت و طرف داری کی۔

اسی اثنا ایک اور شخص بھی نکل آیا جس کا نام یزید بن عرار تھا وہ بھی سندھ کی امارت کا طلب گار تھا۔ اس شخص کا کسی جہاد یا فتوحات میں کوئی نام نہیں ملتا۔ حکم بن عوانہ کی شہادت کے بعد' عمرو بن محمد بن قاسم اور یزید بن عرار کے درمیان سندھ کی امارت کے لئے کش مکش پیدا ہوگئی۔

عمرو بن محمد بن قاسم نے سندھ کا حکمران بنتے ہی یزید بن عرار کو گرفتار کر کے جیل میں ڈلوا دیا۔(۲)

پھر اس نے دریائے سندھ کے مشرقی جانب منصورہ کا شہر آباد کیا اس شہر کی منصوبہ بندی حکم بن عوانہ کے زمانہ ہی میں عمرو بن محمد بن قاسم کے مشورے سے ہو چکی تھی مگر منصورہ شہر کی تکمیل عمرو بن محمد بن قاسم کے زمانے میں ہوئی اور یہ شہر صدیوں تہذیب و تمدن کا مرکز اور گہوارہ رہا۔ جہاں عمرو بن محمد بن قاسم نے ایک عظیم جامع مسجد بھی بنوائی۔

پہلے عباسی والی موسیٰ کعب تمیمی ۱۳۴ ہجری میں منصورہ کی اس مسجد کی تزئین اور توسیع کرائی تھی۔(۲۱) یزید بن عرار کے فتنہ پر قابو پانے کے بعد عمرو بن محمد بن قاسم کو ایک مرتبہ مہلبیوں کے فتنہ سے بھی نبرد آزما ہونا پڑا۔

عمرو بن محمد بن قاسم فتوحات میں مصروف تھا کہ یزید بن مہلب کے بیٹے مروان بن یزید بن مہلب نے جو کہ عمرو بن محمد بن قاسم کی فوج میں امیر تھا' عمرو بن محمد بن قاسم کے خلاف فوجی بغاوت کردی۔ اس نے عمرو بن محمد بن قاسم کے فوجیوں کو عمرو بن محمد بن قاسم کے خلاف ابھارا حتی کہ کچھ لوگ اس کے بہکاوے میں آ گئے۔ اور انہوں نے فوج ساز و سامان اور مال و اسباب کو لوٹنا شروع کریا۔ بالآخر عمرو بن محمد بن قاسم کو ان کے خلاف کارروائی کرنا پڑی۔ اور اس نے معن بن زائدہ شیبانی' اور عطیہ بن عبدالرحمن کو ساتھ لیا اور باغی فوج سے مقابلہ کرکے اس کو منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ عمرو بن محمد بن قاسم کو معلوم ہو چکا تھا کہ فوج میں بغاوت پھیلانے کا کام مروان بن یزید ہی کا ہے۔ اسی لئے اس نے میدان جنگ میں اعلان کر دیا۔ "ابن مہلب کے علاوہ تمام لوگوں کو امن دی گئی" اس اعلان کے بعد باغی فوج مطیع ہوگئی اور اس نے مروان بن مہلب کا پتہ بھی بتا دیا۔(۲۲)

عمرو بن محمد بن قاسم نے سندھ میں پانچ سال تک حکومت کی۔ ۱۲۵ ہجری میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا

انتقال ہوگیا' اس کی ولید بن عبدالملک نے لی۔ اس نے سندھ کے معاملات میں بھی تبدیلی کی اور عمرو بن محمد بن قاسم کو معزول کرکے اس کی جگہ اس کے سابق حریف یزید بن عرار کو سندھ کا حکمران بنایا۔

عراق کے والی منصور بن جمہور کلبی نے اپنے دور میں سندھ کی امارت میں ردوبدل کیا' اور یزید عرار کو معزول کرکے عمرو بن محمد بن قاسم کے ایک اور حریف محمد بن غزان کو سندھ کا حکمران بنا دیا۔ وہ بذات خود سندھ آیا اور سب سے پہلے عمرو بن محمد بن قاسم کو گرفتار کیا اور پولیس کے ایک دستہ کی نگرانی میں دے کر خود نماز پڑھنے چلا گیا۔ عمرو بن محمد بن قاسم نے موقع پاکر پولیس کی تلوار نکال کر اپنے پیٹ میں داخل کرلی اور تین دن بعد وفات پائی۔(۲۳)

خلافت ولید بن یزید بن عبدالملک

ولید ثانی کو ان کے والد یزید عبدالملک نے ہشام کے بعد ولی عہد مقرر کیا تھا۔ ہشام کی وفات کے وقت وہ اردن میں تھے۔ وہیں ان کو خلیفہ ہشام کی وفات کی اطلاع دی گئی اور وہیں ان کے ہاتھ پر ابتدائی بیعت ہوئی۔ انہوں نے اپنے اہل خاندان کے ساتھ سخت اور ناپسندیدہ سلوک کیا' نیز دوسرے حکام خلافت کے ساتھ بھی ان کا سلوک انتقامی اور ناپسندیدہ رہا' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سب جگہ ان کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا گیا اور ممالک محروسہ میں بدنظمی و بدانتظامی پھیل گئی۔

یمنی قبائل نے یزید بن ولید کو جو اپنے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے نیک نام اور مقبول تھے اپنا خلیفہ بنالیا اور دمشق میں داخل ہوکر ولید بن یزید بن عبدالملک کو قتل کردیا' یہ صرف ایک سال اور تین ماہ خلیفہ رہے۔(۲۴)

یزید بن عرار کلبی

عمرو بن محمد بن قاسم کی معزولی کے بعد یزید بن عرار کو سندھ کا حکمران مقرر کیا گیا۔ حکم بن عوانہ کلبی کے زمانہ امارت میں یزید بن عرار اور عمرو بن محمد بن قاسم دونوں سندھ میں موجود تھے۔

عمرو بن محمد بن قاسم کی طرح یزید بن عرار بھی حکم بن عوانہ کی مشاورت کرتے تھے، حکم بن عوانہ کی شہادت کے بعد سندھ کی امارت کے لئے عمرو بن محمد بن قاسم اور یزید بن عرار کے درمیان رقابت اور کشمکش پیدا ہو گئی تھی۔

جب کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو والی عراق یوسف بن عمرو ثقفی نے خلیفہ ہشام کو لکھا' یوسف بن عمرو ثقفی کو جواب ملا کہ اگر عمرو بن محمد بن قاسم ابھی سن کہولت کو پہنچ گئے ہوں تو ان کو امارت دیدو' حالانکہ عمرو بن محمد بن قاسم ابھی سن کہولت کو نہیں پہنچے تھے مگر اس کے باوجود خاندانی تعلق کی بناء پر یوسف بن عمرو ثقفی نے عمرو بن محمد بن قاسم کی طرف داری کرنے کے لئے ان کو سندھ کی امارت دے دی' عمرو بن محمد بن قاسم نے یزید بن عرار کو جیل میں ڈلوا دیا۔

پھر ہشام کے انتقال کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک نے عمرو بن محمد بن قاسم کو معزول کر کے ان کے حریف یزید بن عرار کو سندھ کا حکمران بنادیا۔ یزید بن عرار کلبی نے نہایت کامیابی سے حکومت کی اور سندھ میں آٹھ فتوحات کیں۔(۲۵)

یزید بن عرار کلبی کی شرافت کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عمرو بن محمد بن قاسم نے یزید بن عرار کو جیل میں ڈلوا دیا تھا۔ سندھ کا امیر بنتے ہی یزید بن عرار نے عمرو بن محمد بن قاسم سے کوئی بدلہ نہ لیا اور کوئی تعرض کیا۔

اگر وہ چاہتے تو بدلہ لے سکتے تھے مگر انہوں نے ذاتی معاملات سے صرف نظر کر کے ادھورے پڑے منصوبوں کو مکمل کیا۔ یعقوبی نے کہا ہے کہ "یزید بن عرار نیک طینت آدمی تھے۔(۲۶)

خلافت یزید بن ولید بن عبدالملک

یزید بن ولید بن عبدالملک پانچ ماہ بائیس دن حکمران رہنے کے بعد طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔

انہوں نے سرکاری ملازموں کی تنخواہوں میں کمی کر دی تھی۔ اسی لئے لوگوں نے ان کی وفات کے بعد ان کو "یزید الناقص" کہنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے عہد حکومت میں کوئی قابل ذکر کارنامہ نہیں ہوا۔ جگہ جگہ

بغاوتوں کے شعلے بھڑکے' بد نظمی پیدا ہوئی' سرکشی کا دور دورہ ہوا۔ آپس میں اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوئی' پرانی دشمنیاں ابھر آئیں۔

خلافت ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک یہ صرف دو ماہ کے لئے خلیفہ ہوئے' اور صرف شام ہی میں ان کی بیعت ہوئی۔

اس لئے اکثر مؤرخین ان کو دور خلافت کی گنتی میں شمار ہی نہیں کرتے۔ صفر ۱۲۷ ہجری میں مروان بن محمد دمشق میں داخل ہوگیا اور ابراہیم بن ولید بن عبدالملک فرار ہوگئے۔ لیکن مروان بن محمد نے ان کو معافی دے کر اعزاز و احترام کے ساتھ دمشق میں واپس بلالیا۔

خلافت مروان بن محمد بن مروان

مروان بن محمد بن مروان ۱۲۷ ہجری میں خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے۔ وہ بنی امیہ کے آخری خلیفہ تھے۔ وہ بہادر نیکوکار اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔ ان کے ہاتھ پر بیعت عامہ بھی ہوئی۔ مگر ممالک محروسہ میں اتنی بدنظمی و بے قاعدگی اور بغاوت پھیل چکی تھی کہ بکھرے ہوئے اجزائے حکومت کو مجتمع کرنے کی کوشش میں وہ کامیاب نہ ہوسکے۔ خوارج نے جواب تنگ دے ہوئے تھے مکہ و مدینہ پر قبضہ کرلیا' ابو مسلم خراسانی جو کئی سال سے اس فکر میں تھا کہ عربوں کی فتح کا انتقام لے' اور اس مقصد کے لئے اس نے اپنے گرد بڑی طاقت جمع کرلی تھی' مختلف خطے کے لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ عربوں سے انتقام لینا چاہتا ہے کیونکہ قبائل اختلافات زوروں پر تھے' عصبیت کا دور دورہ تھا۔

آخرکار ۲ جمادی الثانی ۱۳۲ ہجری کو عباسیوں اور امویوں میں ایک شدید معرکہ ہوا۔ جس میں عباسیوں کو فتح ہوئی۔ مروان فرار ہوکر مصر پہنچے' اور ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲ ہجری عباسیوں سے مقابلہ کرتے بنوے بوصیر (مصر) میں میدان جنگ میں شہید ہوئے' اس کے بعد خلافت اولاد مروان سے منتقل ہوکر علی بن عبداللہ بن عباس کی اولاد میں آگئی جو تاریخ میں خلافت عباسیہ کہلاتی ہے۔

منصور بن جمہور کلبی

منصور بن جمہور کلبی اموی دور کے نامور امراء اور شہ سواروں میں سے تھے منصور بن جمہور کو یزید بن ولید بن عبدالملک نے عراق کا گورنر مقرر کیا تو اس کو تاکید کی کہ "تم اللہ سے ڈرتے رہنا' میں ولید بن یزید بن عبدالملک کو اس کے فسق و فجور کی وجہ سے قتل کیا ہے۔ اس کا ظلم و ستم حد سے بڑھ چکا تھا۔ لہٰذا تم ایسی حرکت نہ کرنا۔ پھر اس سال یزید بن ولید نے منصور بن جمہور کو امارت سے معزول کر دیا۔ پھر انہوں نے شورش اور بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ انہوں نے مروان بن محمد کے دور میں اپنے بھائی منظور بن جمہور کلبی کے ساتھ سندھ کا رخ کیا۔ اور یہاں کے اموی حاکم یزید بن عرار کو قتل کر کے شورش اور طوائف الملوکی شروع کر دی۔(۲۷)

منصور نہایت اکھڑ اور درشت مزاج اور فرقہ غیلانیہ قدریہ کا ہم مشرب تھا۔ اس نے ولید بن یزید بن عبدالملک کے قتل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کی وجہ سے یزید بن ولید نے اس کی قدر کی اور اسے عراق کے ساتھ ساتھ خراسان اور سجستان کی ولایت بھی دے دی۔

اس نے عراق میں مجمع عام فین ولید کے قتل کے حالات سنائے اور کہا کہ اللہ نے اسے خوب سزا دی اور مجھے شجاعت کی وجہ سے امارت دی۔(۲۸)

سندھ میں منصور بن جمہور کلبی اور یزید بن عرار کے درمیان سخت معرکہ ہوا۔ منصور بن جمہور نے منصورہ تک یزید بن عرار کا تعاقب کر کے شہر کا محاصرہ کرلیا' یزید بن عرار نے امان چاہی' تو منصور نے دیدی مگر جب یزید بن عرار منصور بن جمہور کے قبضہ میں آگیا تو اس نے ایک ستون میں اس کو زندہ چنوا دیا۔(۲۹)

عباسی خلافت کے شروع میں ابو مسلم خراسانی نے مغلس بن سری عبدی کو سندھ کا والی بنایا' جب وہ یہاں پہنچا منصور بن جمہور کلبی سندھ کا خود ساختہ حکمران بنا بیٹھا تھا۔ منصور نے مغلس بن سری عبدی کو قتل کر کے اس کی فوج کو شکست دے دی۔

جب ابو مسلم خراسانی کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے موسیٰ بن کعب تمیمی کو بارہ ہزار فوج دے کر سندھ بھیجا' دریائے سندھ کے کنارے پر منصور بن جمہور اور موسیٰ بن کعب تمیمی کی فوجوں میں شدید معرکہ ہوا' جس میں منصور بن جمہور کی فوجوں کو شکست ہوئی اور اس کا بھائی منظور بن جمہور بھی اس معرکہ میں قتل ہوا۔

منصور بن جمہور فرار ہوگیا کہا جاتا ہے کہ سندھ کے ریگستانی علاقے میں پیاس کی شدید سے مرگیا۔(۳۰)

منصور بن جمہور کلبی اور منظور بن جمہور کلبی نے سندھ پر اس طرح حکومت کر کے محمد بن عارث علافی اور معاویہ بن حارث علافی ان دونوں بھائیوں کی یاد تازہ کر دی۔

منصور بن جمہور کی خودساختہ امارت کے خاتمہ کے ساتھ ہی سندھ سے اموی حکومت و خلافت و امارت کا خاتمہ ہوگیا۔

عباسی عہد میں سندھ کے حکمران

خلافت ابو العباس

۱۳۲ ہجری کے آخر میں اموی خلافت سیاسی، گروہی، قبائلی، علاقائی، عصبیتوں کی وجہ سے ختم ہوگئی، اور عباسی خلافت قائم ہوگئی۔

پہلا عباسی خلیفہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عباس تھے اور ان کی کنیت ابوالعباس تھی۔

ذی الحجہ ۱۳۲ ہجری کو خلافت عباسیہ کا نقطہ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ ابوالعباس خاندان عباسیہ کے اولین خلیفہ ہیں۔

عباسیوں کے عہد میں بلاد سندھ اور عرب کے درمیان ثقافتی روابط استوار ہوئے اور یہاں سندھ کے علوم و فنون سے متعلق سینکڑوں کتابیں، علم طب، علم ھندسہ، علم نجوم، اور علم الافلاک پر عرب دنیا میں منتقل ہوئیں اور ان کے عربی زبان میں تراجم ہوئے اسی دور میں سینکڑوں علمی ادبی تحقیقی وفود عرب دنیا سے سندھ میں آئے اور سندھ سے عرب دنیا میں گئے۔

مغلس بن سری عبدی تمیمی

عباسی خلافت کے قائم ہوتے ہی ابو مسلم خراسانی، خلیفہ ابو العباس سفاح کے حکم سے خراسان اور ولایات مشرق کا والی بن گیا۔ جس کے تحت بلاد سندھ بھی اس کے زیر نگیں تھے۔

ابو مسلم خراسانی نے نئی عباسی مملکت کی تشکیل کے سلسلہ میں مختلف علاقوں کی جانب امراء و قائدین روانہ

کیے۔

اس نے سندھ کی جانب ایک لشکر مغلس بن سری عبدی کی زیر قیادت میں بھیجا تاکہ وہ وہاں عباسی حکومت کی تشکیل کر سکے۔(۳۱)

سندھ میں پہلے عباسی حاکم مغلس بن سری عبدی ۱۳۲ ہجری میں وارد ہوئے' ان کا تعلق سجستان کے قبیلہ بنو تمیم سے تھا۔ ان کو ابو مسلم خراسانی نے بھیجا تھا۔(۳۲)

مغلس بن سری عبدی کی سندھ میں آمد سے پہلے خلافت عباسیہ کے کچھ افراد سندھ میں آ گئے تھے۔ جبکہ مغلس بن سری عبدی طخارستان کے راستے سندھ پہنچے تھے۔ جب مغلس بن سری عبدی اپنے آدمیوں کے ساتھ سندھ پہنچے تو یہاں منصور بن جمہور کلبی سندھ کا خود ساختہ حکمران بنا ہوا تھا۔ جب مغلس سندھ پہنچے تو منصور بن جمہور اس بات سے بے خبر تھا اور ملتان کی طرف ایک مہم پر روانہ ہو رہا تھا۔ جوں ہی منصور بن جمہور کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ مغلس بن سری عبدی اور منصور بن جموہر کلابی میں سخت معرکہ ہوا جو دو سال جاری رہا۔ منصور نے اپنے بھائی منظور کے قتل ہونے پر معرکہ شروع کیا تھا۔ منصور بن جمہور کلبی نے مغلس بن سری عبدی کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ساتھ ہی اس کی فوج کا ایک حصہ بھی تباہ کر دیا اور اس کے بھائی منظور کے قتل میں ملوث لوگوں میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا' اس معرکہ میں مغلس بن سری عبدی کی فوج کا بہت جانی نقصان ہوا۔(۳۳)

مغلس بن سری عبدی کا دو سال کا امارت کا زمانہ منصور بن جمہور کے ساتھ معرکہ آرائیوں میں ہی گزرا' مغلس بن سری عبدی اور اس کے ساتھیوں نے سندھ عباسی امارت قائم کرنے کی پوری کوشش کی اور اس کوشش میں اس کے بہت سے ساتھی بھی قربان ہوئے۔(۳۴)

موسیٰ بن کعب تمیمی

حاکم خراسان و ولایات مشرقیہ ابو مسلم خراسانی کو جب مغلس بن سری عبدی کے قتل کی خبر ملی تو اس نے موسیٰ بن کعب تمیمی کو ایک بڑا لشکر تیار کر کے دیا اور ساتھ ہی اس کو بلاد سندھ کا امیر بھی مقرر کر دیا۔

موسیٰ بن کعب تمیمی پولیس چیف اور محکمہ سراغ رسانی و جاسوسی کے سربراہ تھے۔ موسیٰ بن کعب عباسی

دعوت و خلافت کے نقیب خاص بھی تھے۔ ان کے ساتھ بصرہ کے ربوں اور عجمی (موالی) کے تین ہزار سپاہی اور ان کے اپنے قبیلہ بنو تمیم کے ایک ہزار خصوصی سپاہی (کمانڈرز) تھے۔

موسیٰ بن کعب تمیمی سندھ آئے اور قندابیل کے مقام پر ٹھہرے قندابیل میں ٹھہر کر انہوں نے علاقے کا فوجی نقطہ نظر سے جائزہ لیا' منور بن جمہور کلبی کا مرکز دار الامارہ منصورہ قندابیل سے آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ موسیٰ بن کعب تمیمی نے خفیہ طور پر منصور بن جمہور کے قریبی ساتھیوں تک رسائی حاصل کی اور ان کو اپنا ہم نوا بنالیا۔(۳۵) نیز اس نے بلاد سندھ کے آٹھ ہزار آدمیوں کو بھی اپنے اعتماد میں لے کر اپنی فوج میں شامل کرلیا' اب وہ بارہ ہزار فوج لے کر منصورہ کی طرف بڑھا جب منصور بن جمہور کو اس کی خبر ہوی تو وہ تین ہزار کی نفری لے کر موسیٰ بن کعب سے مقابلہ کے لئے بڑھا۔ موسیٰ بن کعب کی فوجوں نے منصور بن جمہور کی فوجوں کو شکست دے دی۔ وہ شکست کھانے کے بعد اپنی باقی ماندہ فوج لے کر ریگستان کی طرف بھاگا اور ریگستان ہی میں پیاس کی شدت سے مرگیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ شکست کے بعد وہ نامعلوم مقام پر روپوش ہوگیا۔(۳۶) اور اس کو اسہال کا مرض لاحق ہوگیا اور اسی میں اس کی موت آئی' کم و بیش چھ سال تک منصور بن جمہور کی حکومت سندھ میں قائم رہ کر ختم ہوی' اور بلاد سندھ پر عباسی خلافت کا باقاعدہ قبضہ ہوگیا۔

لڑائی میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد موسیٰ بن کعب تمیمی فاتحانہ طور پر منصورہ میں داخل ہوئے اور تخت پر متمکن ہوئے۔ ان کی معاونت کے لئے ان کا بیٹا علینہ کے علاوہ قبیلہ بنو تمیم کے دیگر افراد بھی تھے۔

موسیٰ بن کعب تمیمی نے سندھ میں کافی اصلاحات کیں۔ اس نے اس مسجد کی توسیع و تزئین کرائی جس کو عمرو بن محمد بن قاسم ثقفی نے تعمیر کرایا تھا' اور اس نے بلاد سندھ کے مختلف قبائل' امراء اور قائدین سے عباسی خلافت کے لئے اطاعت کے معاہدے کئے۔(۳۷)

۱۳۶ ہجری میں موسیٰ بن کعب تمیمی نے سندھ کے سیاسی' مذہبی' اور فکری حالات سے باخبر رکھنے کے لئے ایک وفد خلیفہ ابو العباس کے پاس بھیجا' وہ اس وقت بیمار تھے اور اس وفد کے پہنچنے کے تیسرے دن بعد انہوں نے وفات پائی۔(۳۸)

موسیٰ بن کعب نے منصورہ شہر کو بھی وسیع کیا اور شہر میں شہریوں کی سہولت کے لئے بے شمار ترقیاتی کام کروائے۔ موسیٰ بن کعب تمیمی کی خدمات میں اس کے بیٹے عینیہ کا بڑا ہاتھ ہے۔

۱۴۰ ہجری تک موسیٰ بن کعب تمیمی نے سندھ کے حالات کو بہت بہتر کر دیا۔ پھر وہ خلافت کے مختلف کاموں کے سلسلہ میں دار الخلافہ چلا گیا اور وہیں فوت ہوئے اور ۱۴۱ ہجری میں دفن ہوئے۔(۳۹)

خلافت ابو جعفر منصور عباسی

ابو جعفر منصور عباسی ۹۵ ہجری میں خلیفہ مقرر ہوا۔ دراصل یہی وہ شخص تھا جس نے عباسی خلافت کو مستحکم کیا اور ایسا مستحکم کیا کہ پانچ سو سال سے زائد قائد رہی۔ ابو جعفر منصور عباسی نہایت بیدار مغز اور بہت مستعد شخص تھا۔ اس نے اپنی بے مثال جرات ہمت اور عقل و فہم سے ساری مشکلات پر قابو پالیا' اس نے تمام بغاوتوں کو بڑی مستعدی اور فوجی کارروائی کے ذریعہ فرو کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اندرونی نظم و نسق اور داخلی بنیادوں کو بھی مظبوط طریقہ سے استوار کرتا گیا۔ اسی نے بغداد شہر تعمیر کرایا اور اسے علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ بنا دیا۔

اس کو اپنے بائیس سالہ دور خلافت میں بہت سے مرکز گریز منچلوں اور باغیوں سے واسطہ پڑا لیکن خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے حسن تدبیر اور جرات مردانہ سے ان سب پر قابو پالیا۔

صرا یک ایسی بغاوت تھی جس کی طرف توجہ دینے کی نہ ابو العباس سفاح کو فرصت مل سکی اور نہ منصور یا اس کے بعد آنے والے کسی خلیفہ کو اسے دبانے کا موقع ملا۔ وہ بغاوت اندلس کے مقامی گورنر یوسف کی خود مختاری کی تھی۔ جس نے اگرچہ اپنے خلیفہ ہونے کا باقاعدہ اعلان تو نہیں کیا تھا۔ تاہم وہ عملاً" خود مختار ہوگیا تھا اور خلافت عباسیہ سے اس کا کوئی رابطہ قائم نہ تھا۔ غرضیکہ ملک اندلس کے علاوہ ساری مرکز گریز تحریکیں جن میں اکثریت نسلی برتری کے دعوےٰ کی بنیاد پر بغاوتیں سب کو منصور نے دبا دیا اور خلافت عباسیہ کی بنیادی مظبوط کر دیں۔ ابو جعفر منصور عباسی کی سیاسی بصیرت کا سندھ پر بھی خوشگوار اثر ہوا۔ علمی' ادبی اور ثقافتی روابط قائم ہوئے۔

عینیہ بن موسیٰ تمیمی

۱۴۱ ہجری میں جب موسیٰ بن کعب تمیمی کا انتقال ہوا۔ سندھ ایران کے نائب کی حیثیت سے ان کا بیٹا عینیہ بن موسیٰ تمیمی حکومت کر رہا تھا۔ تو وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد سندھ کا حکمران بن گیا۔

ابو جعفر منصور نے بھی عینیہ کی امارت کی باقاعدہ منظوری دے دی۔ عینیہ بن موسیٰ تمیمی کے امیر بنتے ہی فسادات پھوٹ پڑے' موسیٰ بن کعب کے ساتھ بصرہ کے تین ہزار اور بنو تمیم کے ایک ہزار کل چار سپاہی سندھ آئے تھے مقامی فوج اس کے علاوہ تھی۔

عینیہ بن موسیٰ تمیمی کی امارت شروع ہوتے ہی ان میں سے یمن کے بنو ربیعہ قبیلہ والوں نے کھل کر عینیہ کی امارت کے خلاف مظاہرے شروع کر دئے۔ انہوں نے بیت المال کے تالے توڑ ڈالے اور رقوم و اجناس لوٹ لیں اور بہت شدید فتنہ و فساد برپا کیا۔

اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے عینیہ بن موسیٰ نے طاقت کا استعمال کیا اور اکثر شورش پسندوں کو قتل کر دیا۔(۴۰)

دراصل یہ بغاوت دو قبائل یمانیہ اور نزاریہ کی باہمی چپقلش اور عصبیت کا نتیجہ تھی۔ عینیہ بن موسیٰ نے نزاریوں کی حمایت و تائید کی اور یمنیوں کے خلاف معرکہ کیا اور ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا۔(۴۱) اس تحریک کے اثرات دوسرے علاقوں تک بھی پہنچے' عینیہ بن موسیٰ تمعی مس تعدی اور ذمہ داری کے ساتھ خدمت سرانجام دیتا رہا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ موسیٰ بن کعب تمیمی سندھ کی ولایت پانے سے قبل خلیفہ کا محافظ دستہ کا امیر تھا۔ جب وہ سندھ کا امیر مقرر ہوا تو اس نے اپنی جگہ مسیب بن زہیر کو مقرر کر دیا۔ موسیٰ بن کعب کے انتقال کے بعد مسیب بن زہیر کو یہ خیال ہوا کہ کہیں خلیفہ موسیٰ بن کعب کے بیٹے عینیہ کو اپنا محافظ دستہ کا امیر مقرر نہ کر دے اور میں محروم رہ جاؤں تو اس نے ایک جعلی خط عینیہ بن موسیٰ کو لکھا جس میں لکھا تھا کہ خلیفہ تمہارا مخالف ہو چکا ہے جب تم بغداد آؤ گے تو ایسی نیند سو جاؤ گے جس میں خواب نہیں ہے۔

ابن خلدوں نے لکھا ہے کہ:

مسیب ابن زہیر نے خط میں عینیہ کو خلیفہ سے ڈرا دھمکا کر مخالفت پر ابھارا۔(۴۲) عینیہ بن موسیٰ اس

چال میں آگیا اور اس نے مرکز سے بغاوت و سرکشی اختیار کرلی' اور سندھ میں اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا۔ مگر ایک سال بعد ہی اس بغاوت کا خاتمہ ہوگیا۔

خلیفہ ابو جعفر منصور حج پر جانے کے لئے بغداد سے بصرہ روانہ ہوئے تو انہیں وہیں یہ خبر ملی کہ عینیہ بن موسیٰ نے بغاوت کر دی ہے تو انہوں نے عمر بن حفص بن عثمان بن مہلب بن ابی صفرہ کو سندھ روانہ کیا۔ عمر بن حفص نے سندھ پہنچ کر منصورہ میں داخل ہونا چاہا مگر عینیہ نے رکاوٹ پیدا کی۔ اس لئے عمر بن حفص نے دیبل میں قیام کرکے جنگی حکمت عملی طے کی۔ عمر بن حفص کی جنگی طاقت دیکھ کر عینیہ کے ساتھیوں نے امن چاہی امن ملنے پر وہ عمر بن حفص کے ساتھ ہوگئے۔ عینیہ نے یہ صورت حال دیکھ کر صلح کا پیغام بھیجا۔ عمر بن حفص نے صلح کرلی اور عینیہ کو گرفتار کرکے اپنے آدمیوں کی نگرانی میں خلیفہ کے پاس بھیج دیا' ادھر عینیہ راستہ میں سرکاری محافظ دستہ کے قبضہ سے فرار ہوکر سجستان کی طرف بھاگا۔ جب رخج کے مقام پر پہنچا تو وہاں کے یمانیوں نے دیکھ کر پکڑ لیا اور قتل کرکے سر خلیفہ کو بھجوا دیا۔ اس طرح یمانیوں نے اپنے ان بھائیوں کے قتل کا بدلہ لے لیا۔ جن کو عینیہ بن موسیٰ تمیمی نے سیاسی اختلافات کی بنیاد پر قتل کیا تھا۔ (۴۳)

عمر بن حفص عتکی

عمر بن حفص عتکی' عینیہ بن موسیٰ کے بعد خلیفہ کے حکم سے سندھ کا امیر مقرر ہوا۔ جب عینیہ بن موسیٰ نے مقابلہ عمر بن حفص سندھ میں آیا تو عمر بن حفص گیارہ ماہ تک منصورہ کا محاصرہ کئے رکھا۔ جب عینیہ نے صلح کی شرط رکھی تو عمر بن حفص نے اسے منظور کرکے عینیہ کو خلیفہ کے پاس بھیجنے کے احکام دئے اور خود دارالامارہ منصورہ پہنچ گیا اور پورا سندھ عمر بن حفص کے زیر نگیں ہوگیا۔

عمر بن حفص عتکی کچھ عرصہ تو صحیح کام کرتے رہے پھر انہوں نے یہاں عباسی خلافت کے مقابلہ میں علوی اقتدار لانے کی طرف داری کی' حالانکہ عمر بن حفص عتکی عباسی امراء اور قائدین میں ایک بڑا مقام رکھتا تھا۔ اور عباسی خلفاء کے خاص آدمیوں میں سے تھا۔ مگر درپردہ علویوں کا حامی اور ان کی جماعت کا مبلغ تھا۔ چنانچہ عمر بن حفص نے سندھ میں علویوں کے لئے بہت کام کیا۔

عبداللہ اشتر کی سندھ میں آمد

محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں خروج کے وقت اپنے لڑکے عبداللہ اشتر کو بصرہ روانہ کیا۔ جہاں سے انہوں نے گھوڑے خریدے' تاکہ ان کی تجارت کے بہانے سندھ میں داخل ہو کر عمر بن حفص کے پاس پہنچ سکیں۔ عمر بن حفص نے پہلے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت امویہ کے خلاف بھی منصوبہ بنایا تھا۔ وہ درپردہ اہل بیت اور علویوں کا طرف دار تھا۔ اس لئے عبداللہ الاشتر اپنے ساتھیوں کے سات ھ اس کے پاس سندھ آئے تھے۔ ان کی یہ آمد بحری راستہ کے ذریعہ ہوئی۔ جب عبداللہ الاشتر اپنے ساتھیوں اور گھوڑوں کے ساتھ عمر بن حفص کے ہاں پہنچے تو اس نے گھوڑے طلب کئے ان کی جماعت کے ایک آدمی نے کہا ہم تمہارے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جو ان گھوڑوں سے بہتر ہے اور جس میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ اس لئے تم پہلے ہمیں امان دو دوسری صورت میں اگر انکار کرو تو ہمارے لئے مضرت رساں نہ بنو تاکہ ہم تمہارے ملک سے واپس چلے جائیں۔ عمر بن حفص نے عبداللہ الاشتر اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دیدی۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ عبداللہ الاشتر کو ان کے والد نے سندھ بھیجا ہے اور مدینہ میں اپنی حکومت قائم کرلی ہے تو اس عبداللہ الاشتر سے بیعت کرلی اور عبداللہ الاشتر کو اپنے یہاں رکھ کر منصورہ کے معززین' شرفاء' امراء' فوجی افسران اور اپنے اہل خاندان کو ان کی بیعت کی دعوت دی' ت و ان سب نے بیعت کرلی۔

اس کے بعد عمر بن حفص نے ان کے لئے سفید جھنڈے تیار کروائے اور اپنے لئے سفید لباس بنوایا تاکہ دوسرے دن جمعہ کا خطبہ اسی لباس میں پڑھے۔

اتفاق ایک بحری جہاز اسی دن عراق سے منصورہ پہنچا' جس میں عمر بن حفص کی بیوی نے ایک قاصد کے ذریعہ یہ خبر بھیجی تھی کہ محمد بن عبداللہ بن حسن مدینہ میں قتل کر دئے گئے' عبداللہ الاشتر یہ خبر سن کر متوحش ہوئے اور عمر بن حفص سے کہنے لگے کہ میرا معاملہ اب بالکل ظاہر ہوچکا ہے میرا خون تمہاری گردن پر ہے تم ہی میرے لئے کوئی ترکیب کرو۔ عمر بن حفص نے کہا کہ میں نے ایک ترکیب سوچی ہے یہاں سندھ میں ایک بہت بڑا راجہ ہے جس کی سلطنت بہت وسیع و عریض ہے اور وہ بہت شان و شوکت والا ہے۔ وہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا احترام اور ان سے بہت عقیدت رکھتا ہے اور بہت ہی وفادار ہے میں اپنا ایک آدمی

اس کے پاس بھیج کر آپ کے اور اس کے درمیان عہد و پیمان کروا دوں گا۔ پھر آپ کو اس کے پاس بھیج دوں گا کوئی بھی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔

چنانچہ جب عبداللہ الاشتر اس کے پاس پہنچے تو اس نے بڑی عزت و تکریم کی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا۔ یہاں اطمینان ہو جانے کے بعد ایک ایک کر کے ان کے پیروکار یہاں پہنچنے لگے حتی کہ ان کی تعداد چار سو تک پہنچ گئی۔

پھر عبداللہ الاشتر شاہانہ انداز میں سیر و تفریح اور شکار کرنے لگے۔(۴۴) ادھر ان سب باتوں کا خلیفہ ابو جعفر منصور کو پتہ چل گیا۔ اس نے عمر بن حفص کو خط لکھا کہ مجھ کو یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ عمر بن حفص خط دیکھ کر بہت گھبرایا اور کہنے لگا کہ اگر میں ان باتوں کا اقرار کرتا ہوں تو ابو جعفر منصور مجھے معزول کر دے گا اگر اس کے پاس جاؤں تو وہ مجھے قتل کر دے گا اور دونوں کام نہیں کرتا تو وہ لشکر بھیج کر جنگ کرے گا اس کی گھبراہٹ دیکھ کر اس کے ایک خاص آدمی نے کہا کہ تم یہ سب باتیں میرے سر تھوپ کر مجھے گرفتار کرلو جب ابو جعفر کو خبر ہوگی تو وہ مجھ کو طلب کرے گا اس طرح تم اور تمہارے خاندان پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔

اس آدمی نے کہا کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو میری جان تم پر قربان ہو جائے گی اس کے بعد عمر بن حفص نے عبداللہ الاشتر اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دینے کے الزام میں اس شخص کو گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس پہنچا دیا جہاں خلیفہ نے اس کا سر قلم کروا دیا۔(۴۵)

اس کے باوجود خلیفہ کے دل میں کھٹکا رہا اور وہ مطمئن نہیں ہوا اور اس نے عمر بن حفص کو بغداد طلب کر کے معزول کر دیا اور اس کو افریقہ کا امیر بنا دیا۔(۴۶)

جمیل بن صخو

عمر بن حفص کو جب خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے بغداد طلب کیا تو اس نے اپنے اخیافی بھائی جمیل بن صخو کو وقتی طور پر سندھ کا امیر اور اپنا نائب مقرر کیا لیکن بغداد پہنچ کر خلیفہ نے عمر بن حفص کو معزول کر دیا۔

لیکن پھر خلیفہ ابو جعفر منصور نے جمیل بن صخو کو بھی معزول کر دیا اور ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا امیر مقرر کیا(۴۷) عمر بن حفص کو خلیفہ ابو جعفر منصور نے افریقہ کا امیر مقرر کر دیا تو جمیل بن صخو بھی اپنی معزولی

کے بعد اپنے بھائی عمر بن حفص کے پاس افریقہ چلا گیا۔ جمیل بن صخو کی مدت امارت بہت کم رہی۔

ہشام بن عمرو تغلبی

جمیل بن صخو کے مختصر دور امارت کے بعد خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا نیا حکمران مقرر کیا۔

ایک دن ابو جعفر منصور بیٹھا سندھ کے حالات و واقعات پر غور و خوض کر رہا تھا کہ اتفاق سے ہشام بن تغلبی وہاں سے گزرے ابو جعفر منصور ٹکٹکی باندھ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ہشام بن عمرو یہ سمجھے کہ مجھ پر نظر کرم ہو رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد منصور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے گھر جا کر اپنی بہن کا حسن و جمال' فہم و فراست اور دینداری و تقویٰ دیکھا ہے۔ میرے خیال میں وہ آپ کے لئے نہایت موزوں ہے۔ منصور نے کہا کہ اچھا! تم اس وقت جاؤ اور میرے حکم کا انتظار کرو' ہشام بن عمرو تغلبی کے جانے کے بعد خلیفہ منصور نے اپنے دربان ربیع سے کہا کہ تم میری طرف سے ہشام سے کہو کہ اگر مجھ کو نکاح کی ضرورت ہوتی تو میں تمہاری پیش کش کو ضرور قبول کر لیتا۔

اس کے بعد ابو جعفر نے ہشام سے کہا کہ میں تم کو بلاد سندھ کا والی مقرر کرتا ہوں۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی حکم دیا کہ جس راجہ نے عبداللہ الاشتر کو پناہ دی ہے تم اس کو ہمارا یہ پیغام دو کہ وہ عبداللہ الاشتر کو ہمارے حوالے کر دے۔ اگر وہ انکار کرے تو تم اس سے جنگ کرو۔

اس کے بعد ہشام بن عمرو سندھ آ گیا۔ اس کے ساتھ اس کے بھائی بسطام بن عمرو' سفیح بن عمرو' سفیح بن عمرو بھی سندھ آئے۔

ان بھائیوں نے سندھ میں شاندار کارنامے سرانجام دئے۔ جہاں جہاں عبداللہ الاشتر اور ان کے ساتھیوں پر قبضہ کر لیا تھا وہ علاقے ان سے واگزار کرائے جن میں قندابیل اور ملتان جیسے اہم شہر بھی شامل تھے دور دراز مقامات پر مہمات روانہ کیں جو کامیابی و کامرانی کے ساتھ واپس لوٹیں۔

ہشام بن عمرو تغلبی سندھ میں آنے کے بعد نظم و نسق اور داخلی معاملات کی درستگی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ادھر خلیفہ منصور کے عبداللہ الاشتر کی گرفتاری کے سلسلہ میں بار بار پیغامات آ رہے تھے۔ ہشام بن عمرو

نے یہ ظاہر کیا کہ وہ اس منصوبے پر بھی کام کر رہا ہے۔ حالانکہ درحقیقت وہ بھی عبداللہ الاشتر اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری یا قتل کو پسند نہیں کرتا تھا۔

اتفاقاً انہی ایام میں سندھ کے ایک مقام پر بغاوت ہوئی ہشام بن عمرو نے اپنے بھائی سفیح بن عمرو تغلبی کو فوج کا سپہ سالار بنا کر مہم پر روانہ کیا' اتفاق سے اس نے ایسا راستہ اختیار کیا جو اس راجہ کے علاقہ سے قریب تھا۔ جس نے عبداللہ الاشتر اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دی ہوئی تھی۔ راستے میں سفیح بن عمرو تغلبی کو ایک گردو غبار اٹھتا ہوا دکھائی دیا وہ یہ سمجھا کہ دشمن کی فوج مقابلہ کے لئے آ رہی ہے۔ وہ مقابلہ کے لئے تیار ہوگیا۔ جب وہ لوگ قریب آئے تو معلوم ہوا کہ عبداللہ الاشتر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دریائے سندھ کی سیر کو نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سفیح بن عمرو تغلبی عبداللہ الاشتر کی طرف بڑھا تو ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ ابن رسول ہیں تمہارے بھائی ہشام نے قصداً ان سے عفو و درگزر گیا ہے۔ کہ وہ ان کا قاتل ہو کر گنہ گار ہونا نہیں چاہتا۔(۴۸)

سفیح بن عمرو تغلبی نے کہا کہ میں اس شخص کو ضرور گرفتار کروں گا جس کی گرفتاری یا قتل کا حکم ابو جعفر منصور نے دیا ہو۔ سفیح آگے بڑھا تو عبداللہ الاشتر اور اس کے ساتھیوں نے جنگ شروع کر دی۔ اس میں عبداللہ الاشتر اور ان کے تمام ساتھی قتل ہوگئے۔

ہشام بن عمرو تغلبی نے عبداللہ الاشتر کے قتل کی خبر ابو جعفر منصور کو دی وہ بہت خوش ہوا اور ہشام سے کہا کہ تم اب اس راجہ سے جنگ کرو لیکن یہ خیال رہے کہ عبداللہ الاشتر نے وہاں ایک لونڈی رکھی ہوئی تھی اس کے بطن سے محمد بن عبداللہ پیدا ہوا ہے تم کو وہ بچہ ملے تو اس کی حفاظت اور نگہداشت کرنا۔ ہشام بن عمرو نے خلیفہ کے حکم کے مطابق راجہ پر چڑھائی کر کے اس کو شکست دی۔(۴۹)

بچہ کے حسب و نسب کو معلوم کر کے اس بچہ کو اس کے خاندان کے حوالہ کر دیا جو بڑا ہو کر ابوالحسن بن اشتر کے نام سے مشہور ہوا۔ ہشام بن عمرو تغلبی نے سندھ کی ولایت پر وہ عظیم الشان ملکی و سیاسی خدمات سرانجام دیں۔

بے شمار مقامات پر فتوحات کا جھنڈا گاڑ کر اور سندھ کے معاملات میں انقلابی تبدیلیاں لا کر سات سال کے

بعد ہشام بن عمرو تغلبی کے دل میں اپنے وطن' رشتہ داروں اور احباب سے ملاقات کی خواہش پیدا ہوئی' یہ خواہش اس نے خلیفہ کو بھیجی۔ جس کو خلیفہ نے منظور کرلیا۔

۱۵۷ ہجری میں وہ فرحان و شاداں عراق پہنچا۔ مگر مختصر علالت کے بعد ۱۵۷ ہجری میں وفات پاگیا۔ اور بغداد میں دفن ہوا۔(۵۰)

بطام بن عمرو تغلبی

۱۵۷ ہجری میں جب ہشام بن عمرو تغلبی عراق گیا تو وہ اپنے نائب کے طور پر اپنے بھائی بسطام بن عمرو تغلبی کو منصورہ میں وقتی طور پر اپنے نائب کی حیثیت سے چھوڑ گیا۔(۵۱)

بسطام بن عمرو تغلبی سات سال تک اپنے بھائی ہشام بن عمرو تغلبی کے ساتھ سندھ میں رہا تھا۔ اس نے کئی معرکوں میں بھی حصہ لیا تھا۔ وہ یہاں کے مخصوص حالات اور گرم و سرد سے بخوبی واقف تھا۔ بطام کو زیادہ عرصہ امارت پر رہنے کا موقع نہیں ملا۔ کہ اس کے بھائی ہشام کی وفات کے بعد خلیفہ ابو منصور عباسی نے معبد بن خلیل تمیمی کو سندھ کا امیر بنا کر بھیج دیا۔

معبد بن خلیل تمیمی

معبد بن خلیل تمیمی ۱۵۷ ہجری میں سندھ کے حکمران بنے سندھ میں آنے سے پہلے معبد بن خلیل تمیمی خراسان کے امیر تھے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے ان کو خراسان پیغام بھیجا کہ سندھ جاکر سندھ امارت سنبھال لیں وہ خراسان سے سندھ آئے۔(۵۲)

معبد بن خلیل تمیمی اچھی سیرت اور حسن سیرت والے شخص تھے۔ سیاسی تدبر بھی ان میں خوب تھا۔ جب وہ سندھ کے امیر بن کر یہاں آئے تو انہوں نے یہاں آکر قبضہ میں کئے ہوئے کئے علاقے فتح کئے۔(۵۳) کم وقت میں بھی اپنی نیک نامی اور حسن انتظام کے باعث وہ عوام و خواص میں مقبول ہوگئے تھے۔ یہ وہ دور تھا جس دور میں یہاں عربی علوم و فنون خوب پروان چڑھ رہے تھے اور سندھ و عرب کے علماء ایک دوسرے کے فنون سے استفادہ کر رہے تھے۔ معبد بن خلیل تمیمی ۱۵۹ ہجری میں منصورہ میں وفات پا گئے۔(۵۴)

محمد بن معبد

مرنے سے پہلے معبد بن خلیل تمیمی نے اپنے لڑکے محمد بن معبد کو اپنا نائب بنا دیا۔ جو ان کے مرنے کے بعد سندھ کا امیر ہوا۔ مگر محمد بن معبد کو یہاں ایک سال سے بھی کم مدت تک امارت کا موقع اور خلیفہ مہدی نے اس کی جگہ دوسرا امیر بھیجا۔(۵۵)

خلافت مہدی بن منصور

ذی الحجہ ۱۵۸ ہجری میں ابو جعفر منصور کی وفات کے بعد اس کے بیٹے اور ولی عہد مہدی مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

خلیفہ ابو جعفر منصور کی وفات کے وقت مہدی ہی بغداد میں خلیفہ کا نائب تھا۔ جب منصور کی وفات کی خبر بغداد میں پہنچی تو مہدی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوگئی۔ خلیفہ منصور کا زمانہ خلافت عباسیہ کے استقرار و استحکام کا زمانہ تھا۔ اس لئے کسی قدر سخت گیری کی ضرورت تھی۔ اور اس کے بغیر کوئی چارہ کار بھی نہ تھا۔ لیکن منصور نے سفر حجاز کے وقت ولی عہد مہدی کو بڑی تاکید کے ساتھ نصیحت کی تھی۔ کہ انتہائی نرمی اور فیاضی کا طریقہ اختیار کرنا میں نے ساری مخالفتوں اور شورشوں کو دبا دیا ہے۔ اب سختی کی نہیں بلکہ نرمی اور رحم دلی کی ضرورت ہے۔ خود مہدی بھی بڑا دین دار' اور طبعاً" نرم خو تھا نہایت سیر چشم اور بردبار' اس نے بر سر مسند آتے ہی حکومت کی حکمت عملی میں نمایاں تبدیلیاں کیں۔ سارے سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا' ضبط شدہ اموال و املاک مالکان کو واپس کر دیں۔ علویوں پر سخت پابندیاں ختم کر دیں۔ اور انھیں بہت سی مراعات دیں۔ اس نے مختلف بلاد و امصار میں اسلام کی تبلیغ کے لئے وفود بھیجے۔

اس نے سندھ کے مختلف امراء' راجہ' مہاراجہ اور قبائلی رہنماؤں کو دین اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام کے مساوات کے اصول پر خصوصی دھیان دیا۔ اس کی اس دعوت سے سندھ کے پندرہ رائے' اور مہاراجے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جن میں پشاور کے علاقے کا حاکم بھی شامل تھا۔(۵۶)

مہدی کے عہد خلافت میں کوئی بڑی اور اہم بغاوت نہیں ہوی' حالات عموماً" پر سکون ہی رہے۔ سندھ میں

ایک جگہ بغاوت ہوئی تو ۱۵۹ ہجری میں عبدالملک بن شہاب سمی کی زیر قیادت ایک لشکر سندھ بھیجا گیا۔ یہ مکمل بحری فوج تھی۔ ان مجاہدوں نے باربر کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد سندھ کے دیگر باغیوں کی بھی گوشمالی کردی۔(۵۷)

اس لشکر نے مختلف دیگر مقامات پر بھی کامیاب معرکے کئے' واپسی میں اس بحری مہم کی کشتیاں سمندری طوفان میں گھر گئیں اور اس سے مسلمانوں کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ مہدی کے عہد میں بڑے بڑے رفاہی کام ہوئے۔ بغداد سے مکہ مکرمہ تک پختہ سڑک تعمیر ہوی۔ مسجد الحرام' اور مسجد نبویؐ میں بڑے پیمانہ پر توسیع و تزئین کا کام ہوا۔ بہت سی نئی مساجد تعمیر ہوئیں۔

جدید تعلیمی نظام نافذ ہوا۔ زراعت و صنعت میں بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے عہد میں سندھ کا نظام اپنی خاص روش پر ہی چلتا رہا۔ اگرچہ ۱۶۴ ہجری میں سندھ کے قائدین و راجوں پرامن رہنے کے اطاعت ناموں پر دستخط بھی کئے تھے۔

روح بن حاتم

معبد بن خلیل تمیمی کے بیٹے محمد بن معبد کو معزول کرکے روح بن حاتم مہلبی کو سندھ کی امارت دی گئی۔ خلیفہ مہدی نے روح بن حاتم کو اپنے وزیر ابوعبید اللہ سے مشورہ کے بعد بنایا تھا۔

روح بن حاتم خلیفہ ابو جعفر منصور کے خاص مصاحبوں اور معتمد افراد میں سے ایک تھا۔ روح بن حاتم کے ابتدائی زمانے میں مغربی سندھ میں جاٹوں نے سرکشی اور شورش و بغاوت پیدا کردی۔ یہ روح بن حاتم کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا روح بن حاتم ان جاٹوں کو قابو میں نہ کرسکا۔

خلیفہ مہدی نے جب یہ دیکھا کہ ان جاٹوں کی سرکشی و بغاوت میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور یہ روح بن حاتم کے قابوں میں نہیں آرہے ہیں تو انہوں نے روح بن حاتم کو معزول کرکے افریقہ کا امیر بنا کر بھیج دیا۔ ان کا بھائی یزید بن حاتم اسی سال فوت ہوا تھا اور وہ افریقہ کا امیر تھا۔ اس کی جگہ روح بن حاتم کا تقرر ہوا۔(۵۸)

بسطام بن عمرو تغلبی

۱۵۹ ہجری میں جب روح بن حاتم کو معزول کیا گیا تو خلیفہ مہدی نے بسطام بن عمرو تغلبی کو جو سابق والی سندھ ہشام بن عمرو تغلبی کا بھائی تھا۔ حکمران مقرر کیا۔ وہ کچھ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں نائب امیر بھی رہا۔ اور اس کے علاوہ اپنے بھائی کے سات سالہ دور امارت میں بطام بن عمرو تغلبی نے کئی معرکوں میں بھی حصہ لیا۔

سندھ کے حالات و واقعات کے تجربوں کی بناء پر بطام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا امیر بنایا گیا۔ اس نے جاٹ قبائل کی فتنوں کو فرو بھی کیا' اور اس میں کامیاب بھی رہا۔ لیکن اس کو پھر معزول کر دیا گیا۔ لیکن معزولی کا سبب معلوم نہ ہوسکا۔(۵۹)

روح بن حاتم (دوسری مرتبہ)

۱۶۱ ہجری میں خلیفہ مہدی بطام بن عمرو تغلبی کی جگہ جس کو کہ معزول کر دیا گیا تھا' روح بن حاتم کو افریقہ سے دوبارہ بلا کر سندھ کا امیر مقرر کیا۔ جب روح بن حاتم نے سندھ میں دوبارہ زام اقتدار سنبھالا تو وہ اس مرتبہ بھی سیاسی حکمت عملی' مدبرانہ فیصلے اور جاٹ قبائل کے فتنوں سے نبرد آزما ہونے میں قطعی ناکام ہوگئے۔

یہ ان کی شخصیت کا ضعف تھا۔ جس کے باعث وہ اس دفعہ بھی ناکام ہوئے۔ پھر دوبارہ افریقہ بھیجے اور ۱۷۴ ہجری میں قبر کے قریب قیروان میں دفن ہوئے۔(۶۰)

نصر بن محمد خزاعی

۱۶۱ ہجری میں نصر بن محمد بن اشعث خزاعی کو بلاد سندھ کا امیر بنا کر بھیجا گیا۔ ۱۶۱ ہجری میں نصر بن محمد خزاعی نے عبداللہ بن مروان کو شام سے گرفتار کرکے خلیفہ مہدی کے دربار میں پیش کیا اور اسی سال مہدی نے اسے سندھ کی امارت دے دی۔(۶۱)

نصر بن محمد غزاعی بھی سندھ کے داخلی اضطرابات' بے چینی اور شورش و بغاوت کو ختم کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ خاص طور پر جاٹ قبائل کی سرکشی و بغاوت میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ اسی لئے خلیفہ مہدی نے اسی

سال نصر بن محمد خزاعی کو بھی معزول کر دیا۔(۶۲)

چوں کہ جاٹ قبائل شورش و سرکشی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اور تمام امراء اس کو حل کرنے سے قاصر تھے اس لئے جلد جلدی امراء کو مامور کرنے اور معزول کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

محمد بن سلیمان ہاشمی

جب سندھ کے معاملات میں کسی طریقہ سے بھی سدھار نہ آیا تو یہاں کے سرکاری اور علاقائی انتظام میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوی۔ ۱۶۱ ہجری میں خلیفہ مہدی نے سندھ کو وائی بصرہ محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی کے حوالہ کر دیا تاکہ وہ اس کو اپنے نظام اور اپنے نظم و نسق میں لے کر علاقہ کی بہتری کے لئے مناسب کارروائی کرے۔

محمد بن سلیمان بن علی ہاشمی خلافت عباسیہ کی ایک اہم سیاسی شخصیت تھی۔ ان سے یہ امید کی گئی کہ یہ سندھ کے حالات کو ضرور سدھار دیں گے۔ بلاد سندھ کے سدھار کے سلسلہ میں ان کے اختیارات میں بھی اضافہ کیا گیا۔

سندھ کو بصرہ کے نظم و نسق میں ملانا کوئی پہلا تجربہ نہ تھا۔ اس سے پہلے خلافت راشدہ اور خلافت امویہ میں سندھ و مکران اور اطراف کے علاقہ جات کا تعلق سواد عراق ہی سے تھا گورنر عراق ہی سندھ کے امراء کو خلیفہ کے مشورہ سے بھیجتا اور یہاں کے امور کی نگرانی کرتا تھا۔ مگر عباسی دور میں یہ نظم براہ راست خلیفہ نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا تھا۔ وہی براہ راست سندھ کے لئے عباسی امراء و والیان کا تقرر و تنزل کرتا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ عباسی خلافت میں سندھ کو بصرہ کے ماتحت کیا گیا۔

عبدالملک بن شہاب سمعی

محمد بن سلیمان وائی بصرہ کی ماتحتی میں سندھ کے آ جانے کے بعد سندھ کی امارت عبدالملک بن شہاب سمعی کو دی گئی جو پہلے بھی ایک بڑی بحری مہم لے کر سندھ اور اس کے اطراف کے علاقوں کی طرف آئے تھے اور بھاڑ بھوت فتح کر کے کامیاب واپس لوٹے تھے۔ مگر وہ سندھ کی امارت پر بیس دن سے بھی کم رہے اور عبدالملک

نصر بن محمد خزاعی کو دے دی گئی۔(۶۳)(۶۴)

اس طرح سندھ کو بصرہ کے ماتحت کرنے کا فیصلہ بھی کوئی افادیت کا حامل نہ ہوسکا۔ نصر بن محمد خزاعی کو دوبارہ امارت لیکن وہ بھی اس فتنہ پر قابو نہ پاسکا اس کو دوبارہ معزول کر دیا گیا۔

زبیر بن عباس

نصر بن محمد خزاعی کے دوبارہ معزول ہونے کے بعد ایک معروف شخصیت زبیر بن عباس کو سندھ کی امارت پر مامور کیا گیا۔ ان کا تعلق مشہور سیاسی خاندان سے تھا' دراصل زبیر بن عباس کو سندھ کی امارت سے دل چسپی ہی نہ تھی۔ ان کو مجبور کر کے سندھ بھیجا گیا۔ نہ ہی زبیر بن عباس کو سندھ کے معاملات و حالات سے کوئی زیادہ آگاہی تھی وہ اپنے دور حکومت میں ساکت اور غیر متحرک رہے۔ بالاخر ان کو بھی معزول کر دیا گیا۔(۶۵)

سفیح بن عمرو تغلبی

ابو جعفر منصور عباسی کے زمانہ خلافت ہشام بن عمرو تغلبی سندھ کے سات سال تک حکمران رہے۔ اس دوران ان کے بھائی سفیح بن عمرو غلبی اور بطام بن عمرو تغلبی بھی ان کے ہمراہ سندھ میں رہے اور کئی کامیاب معرکے سر کئے تھے۔ ان میں بطور خاص سفیح بن عمرو تغلبی کی مہمات اور معرکے نمایاں تھے۔ وہ سندھ کے حالات سے بھی واقف تھا۔ اس لئے اس کو امیر بنا کر سندھ بھیجا گیا۔ مگر سفیح بن عمرو تغلبی کی امارت ناکام رہی' وہ یہاں آکر کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہ دے سکا۔ اس کی عسکری مہارت اور سیاسی بصیرت کوئی فائدہ نہ دے سکیں۔ جگہ جگہ عرب قبائل اقتدار کے حصول میں لگے ہوئے تھے۔ علوی مبلغین اپنا کام کر رہے تھے۔ مقامی راجے' مہاراجے اور جاٹ قبائل سرکشی و بغاوت اور فتنہ برپا کئے ہوئے تھے۔

یمانیہ اور نزاریہ عرب آپس میں ہی بر سرپیکار تھے۔ قبائلی عصبیت کا زہر خوب کام کر رہا تھا۔

نصر بن سیار اور ابو مسلم میں لڑائیاں ہوئیں جن میں ابو مسلم نے خراسان کے یمانیہ اور نزاریہ میں تفرقہ پیدا کر کے اپنے دشمن کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کیں۔(۶۶)

نتیجتاً" سفیح بن عمرو تغلبی کو بھی معزول ہونا پڑا۔

نصر بن محمد خزاعی (تیسری مرتبہ)

نصر بن محمد بن اشعث خزاعی کو ۱۶۲ ہجری کے "اواخر میں پھر تیسری مرتبہ سندھ کا امیر بنایا گیا۔ حالانکہ قبل ازیں وہ دو مرتبہ معزول کر دئے گئے تھے۔ مؤرخین یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ان کو بار بار معزول کر کے پھر دوبارہ لانے کی کیا ضرورت پیش آتی تھی۔ حالانکہ نصر بن محمد خزاعی دو مرتبہ ناکام ہو چکے تھے۔ غالباً" والئ عراق ابی عبید اللہ سے دوستی اور قرابت کی وجہ سے بار بار وہ اس منصب کی طرف لوٹائے جاتے رہے۔

لیکن نصر بن محمد خزاعی اس مرتبہ بھی حسب سابق قبائلی شورشوں' بغاوتوں اور سرکشیوں کو فرو نہ کر سکے۔

اس مرتبہ وہ کم و بیش دو سال حکمران رہے حتی کہ ۱۶۴ ہجری میں انہوں نے وفات پائی۔(۶۷)

سطیح بن عمرو تغلبی

نصر بن محمد خزاعی کے انتقال کے بعد سطیح بن عمرو تغلبی سندھ کی امارت پر مامور ہوئے۔ ۱۶۴ ہجری میں وہ مسند آراء ہوئے۔

وہ ہشام بن عمرو تغلبی کے بھائی تھے اور طویل عرصہ سندھ میں قیام کے باعث یہاں کے حالات سے واقفیت رکھتے تھے۔ ان کا زمانہ مختلف ہنگاموں کی نذر ہی ہوا۔ پھر ان کو معزول کر کے لیث بن طریف کو بھیجا گیا۔(۶۸)

لیث بن طریف

۱۶۴ ہجری کے آخر میں لیث بن طریف کو بلاد سندھ کے والی کی حیثیت سے متعین کیا گیا۔ لیث بن طریف ایک سیاسی شخصیت اور عسکری قائد تھا۔ وہ خلیفہ مہدی کا معتمد خاص اور غلام تھا۔

لیث بن طریف نے سندھ پہنچ کر سندھ کے حالات کا جائزہ لینا شروع کیا' اس نے جو سیاسی حکمت عملی وضع کی وہ اس میں بہت کامیاب رہا۔

سب سے پہلے اس نے سندھ میں تمام عرب قبائل کے زعما کو بلا کر ایک جگہ جمع کیا اور ان سے کہا کہ وہ باہم ایک جگہ بیٹھ کر اپنے معاملات و اختلاف اور جھگڑے طے کر لیں۔ جب تمام زعماء ایک جگہ بیٹھ گئے تو اس

نے ان کے اختلافات کو طے کرانے میں بھی مدد دی۔ اس طرح وہ داخلی طور پر سندھ کو کچھ مستحکم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اسی اثناء میں جاٹ قبائل کی غارت گری اور بغاوت و لوٹ مار پھر شروع ہوگئی۔

لیث بن طریف نے ان سے دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے ایک بڑا لشکر ترتیب دیا اور کثیر تعداد میں اسلحہ اور ہتھیار بھی ساتھ لئے۔ ساتھ ہی بصرہ سے بھی فوجی مدد طلب کی۔ لیث بن طریف نے ایک ماہ تک اس لشکر کو مرتب و منظم کیا اور فوجی و عسکری لحاظ سے مربوط کرلیا۔ ہر طرح کے انتظامات مکمل کرکے اس نے اچانک جاٹ قبائل پر ایک سخت کارروائی کے ذریعہ دھاوا بول دیا' یہ بہت شدید حملہ تھا۔ جاٹ قبائل کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور ان کی طاقت کا زور ٹوٹ گیا۔ سینکڑوں جاٹ قبائل کے افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس طرح سندھ سے ایک بڑے فتنہ کا قلع قمع ہوگیا۔(۶۹)

اس کے بعد لیث بن طریف نے سندھ علمی' زرعی' تجارتی اور ثقافتی روغ کے لئے بہت کوششیں کیں۔(۷۰)

خلافت موسیٰ بن محمد مہدی

خلیفہ مہدی کی وفات کے بعد ۱۷۰ ہجری میں موسیٰ بن محمد مہدی خلیفہ ہوئے ان کی مدت خلافت صرف ایک سال تین ماہ رہی۔ اس مختصر سی مدت کے دو واقعات قابل ذکر ہیں۔ ایک حسین بن علی کی حجاز میں بغاوت دوسری الجزایرہ میں حمزہ بن مالک خارجی کی بغاوت' ان دونوں بغاوتوں پر باسانی قابو پالیا گیا۔

موسیٰ بن محمد مہدی ایک مہلک مرض میں مبتلا ہوکر انتقال کرگئے۔

محمد بن لیث بن طریف خزاعی

ابھی لیث بن طریف امیر سندھ تھے کہ خلیفہ مہدی کا انتقال ہوگیا۔ ان کی جگہ موسیٰ بن محمد مہدی خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے لیث بن طریف کو بلایا تو وہ اپنے بیٹے محمد بن لیث کو اپنا جانشین مقرر کرکے گئے۔ مگر لیث بن طریف کے پہنچنے سے پہلے ہی موسیٰ کا انتقال ہوگیا۔(۷۱)

محمد بن لیث نے اپنے باپ کی قائم مقام کے ایام میں کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔ صرف اتنا ہوا

کہ ان کے والد لیث بن طریف نے امن و امان کی جو فضا برقرار کر دی تھی اس کی حفاظت کی۔

لیث بن طریف جب بغداد پہنچے تو مسند خلاف پر ہارون الرشید متمکن ہو چکے تھے۔ لیث بن طریف ہارون الرشید سے ملے۔ ہارون الرشید نے لیث بن طریف کو دوبارہ سندھ کی امارت پر واپس بھیج دیا۔ لیکن لیث بن طریف کی دوبارہ واپسی وقتی ثابت ہوئی اور کچھ عرصہ بعد خلیفہ ہارون الرشید نے اس کو معزول کر دیا۔(۷۲)

خلافت ہارون الرشید

خلیفہ موسیٰ کی وفات کے بعد ۱۷۰ ہجری میں ہارون الرشید خلیفہ ہوئے ان کا عہد خلافت تیرہ سال پر محیط ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید کا دور ہر اعتبار سے ایک سنہرا دور تھا۔ کوئی مورخ اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ مختلف عناصر کو جس ذہین اور محنتی آدمی نے یکجا کر رکھا تھا اور ان سے صحیح صحیح کام لے رہا تھا وہ خلیفہ ہارون الرشید ہی تھا وہ ہر چیز کی براہ راست نگرانی کرتے تھے۔

وہ راتوں کو بھیس بدل کر نکلتے' مختلف طبقات سے ملاقات کر کے ان کے حالات باخبر رہتے' سیرو شکار کے بہانے دیہاتوں میں چلے جاتے' اور کسانوں کے حالات کا براہ راست مشاہدہ کرتے تھے۔

خلیفہ ہارون الرشید کے ہاتھوں پر جب بیعت ہوئی تو وہ بائیس سال کے تھے ان کے عہد خلافت میں رومن حکومت سے بار بار جنگیں ہوتی رہیں اور ہر بار رومیوں کو شکست ہوتی رہی۔ اگر خلیفہ ہارون الرشید کا مزاج غیر معمولی حد تک صلح پسند نہ ہوتا تو رومن حکومت نیست و نابود ہو چکی ہوتی۔ ان کے عہد میں علویوں نے بغاوتیں کی۔ خارجیوں نے بدنظمی پھیلائی ان کے دور خلافت میں بھی سندھ پر کوئی مضبوط امیر نہ آسکا' تاہم سندھ کے علمی' تجارتی' اور اقتصادی حالات بہت مستحکم ہوئے۔ عرب اور سندھ کے تجارتی اور علمی تعلقات بھی بہت وسیع ہوئے۔

۴ جمادی الثانی ۱۹۳ ہجری سینتالیس سال کی عمر میں بمقام طوس میں وفات پائی۔

سالم یونسی

خلیفہ ہارون الرشید نے لیث بن طریف کی جگہ سالم یونسی کو سندھ کی ولایت پر مامور کیا۔ سالم یونسی کو

سندھ میں رہنے کا بہت کم موقع ملا' وہ مگر جتنے دن رہا نیک نامی اور ناموری کے ساتھ امارت کے فرائض سر انجام دیئے اگر سالم یونسی کے دور امارت میں کوئی خاص کارنامہ قابل ذکر نہیں ہے وہ سندھ میں آنے کے بعد جلد ہی انتقال کر گیا۔(۷۳)

انتقال کے وقت اس نے اپنے بیٹے ابراہیم بن سالم کو اپنا نائب اور جانشین مقرر کیا۔ اس کا لڑکا ایک سندھ کی امارت پر رہا پھر خلیفہ ہارون الرشید نے ابراہیم بن سالم کو معزول کر دیا۔(۷۴)

اسحاق بن سلیمان ہاشمی

۱۷۴ ہجری میں اسحاق بن سلمان بن علی ہاشمی خلیفہ ہارون الرشید کے حکم سے سندھ کے امیر مقرر ہوئے وہ اپنے والد کی طرح علم اور علماء سے محبت کرنے والے شخص تھے۔ اور خود بھی ایک فاضل شخصیت کے مالک تھے۔(۷۵)

لیکن وہ زیادہ عرصہ سندھ میں نہ رہ سکے' اس لئے اہل سندھ ان کے علم و فضل سے زیادہ استفادہ نہ کر سکے' لیکن وہ اپنی عزت و شرافت کے باعث اس مختصر عرصہ میں بھی سندھ میں نیک نام رہے۔

اسحاق بن سلیمان ہاشمی جلد ہی وفات پا گئے اور پھر سندھ کی امارت نئے امیر کے آنے تک ان کے بیٹے یوسف بن اسحاق ہاشمی نے سنبھال لی۔(۷۶)

طیفور بن عبداللہ حمیری

اسحاق بن سلیمان ہاشمی کی وفات کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے سندھ کی ولایت پر طیفور بن عبداللہ بن منصور حمیری کو ۱۷۴ ہجری میں امیر مقرر کیا۔ ان کے آنے کے بعد سندھ میں یمنی اور نزاری قبائل کے اختلافات شدید نوعیت اختیار کر گئے۔ یمانی اور نزاری قبائل نے یہاں باہمی عصبیت و عداوت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اگرچہ لیث بن طریف نے اس معاملہ کو ختم کر دیا تھا مگر اس کی جڑیں اتنی گہریں ہو چکی تھیں وقتاً" فوقتاً" ان کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ طیفور بن عبداللہ حمیری نے پوری کوشش کی کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے۔ اس نے جابر بن اشعث طائی کو بھی دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر بھیجا تاکہ وہ اس فتنہ کی سرکوبی کرے مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔

قبائل اختلافات میں شدت پیدا ہو جانے اور اس کے فرو کرنے پر ناکام ہونے کے باعث ۱۷۵ ہجری میں خلیفہ نے اسے معزول کر دیا۔(۷۷)

جابر بن اشعث طائی

طیفور بن عبداللہ حمیری کے بعد جابر بن اشعث طائی سندھ کا امیر مقرر ہو۔ جابر بن اشعث نے حالات کو سدھارنے کی کوشش کی مگر وہ اس میں ناکام رہے اور تقریباً" ایک سال بعد ہی خلیفہ نے ان کو امارت سے معزول کر دیا۔

سعید بن مسلم بن قتیبہ، کثیر بن مسلم بن قتیبہ

سعید بن مسلم بن قتیبہ کو جب خلیفہ ہارون الرشید نے عراق کا والی بنایا تو ساتھ ساتھ اس کو سندھ کی ولایت بھی دے دی۔

سعید بن مسلم بن قتیبہ نے اپنے بھائی کثیر بن مسلم بن قتیبہ کو سندھ کا امیر اور اپنا نائب مقرر کر دیا۔

۱۷۶ ہجری میں کثیر بن مسلم بن قتیبہ نے منصورہ پہنچ کر زمام امارت اپنے ہاتھوں میں لیا۔

سعید بن مسلم بن قتیبہ اچھی شخصیت بلند کردار اور قرآن و حدیث پر عبور رکھنے والا شخص تھا۔ جبکہ کثیر بن مسلم بن قتیبہ ایک بدکردار و بدنام شخص تھا۔(۷۸)

وہ سندھ میں آکر مذموم مشاغل میں مصروف ہوگیا۔ اور انتہائی غیرذمہ دارانہ روش اختیار کی۔ اس طرح اس نے اپنے بھائی ذات اور اعتماد کو بھی ٹھیس پہنچائی۔

یہاں تک کہ اس نے لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ جب خلیفہ ہارون الرشید کو اس کی اطلاع ہوی تو وہ سخت غضب ناک ہوا اور اس کو معزول کر دیا۔(۷۹)

محمد بن عدی تغلبی

۱۷۹ ہجری میں خلیفہ ہارون الرشید نے محمد بن عدی تغلبی کو سندھ کی امارت تفویض کی۔ یہ سندھ کے سابق امیر ہشام بن عمرو تغلبی کا بھانجا تھا۔ جب وہ یہاں پہنچا تو قبائل کی عصبیت و عداوت کی بنیاد ایک دوسرے

سے جنگ جاری تھی۔ اور کسی حکمران میں اتنی استطاعت نہیں تھی کہ وہ اس لڑائی کو بند کرا دے۔ صورت حال ایسی پیدا ہوگئی تھی دارالامارہ منصورہ کی بقاء اور تحفظ کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محمد بن عدی تغلبی خود عصبیت اور شدت پسندی کا شکار ہوگیا تھا۔ اس نے صلح و مصالحت کرانے کے بجائے عرب قبائل کو آپس میں لڑوایا۔ اس نے گروہ بندی' خون خرابہ اور عصبیت و عداوت کو ہوا دے کر ایسی فضا پیدا کر دی کہ یہاں کے یمانی اور نزاری عربوں میں کشت و خون کی نوبت آگئی۔ محمد بن عدی تغلبی کے ڈھیلے ڈھالے انتظام نے بلاد سندھ میں شدید بے چینی پیدا کر دی تھی۔

یمانی اور نزاری عربوں کی باہمی چپقلش اور کشت و خون نے زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ کر دی۔ ہارون الرشید نے ۱۸۱ ہجری میں محمد بن عدی تغلبی کو بھی معزول کر دیا۔(۸۰)

عبدالرحمٰن

عرب قبائل کے درمیان اختلاف و انتشار اور کشت و خون جاری تھا۔ کہ خلیفہ ہارون الرشید نے ۱۸۱ ہجری میں سندھ کی امارت پر عبدالرحمٰن نامی ایک شخص کو بٹھا دیا۔ تاریخ میں اس شخص کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں ہے عبدالرحمٰن بھی سندھ کے معاملات کو نہ سنبھال سکا۔ اور یہاں قبائلی اختلافات روز افزوں بڑھتے گئے۔

یہاں تک کہ خلیفہ نے عبدالرحمٰن کو بھی معزول کر دیا اور وہ امارت عبداللہ بن علاء جنبی کے حوالہ کر کے عراق چلا گیا۔(۸۱)

ایوب بن جعفر

عبدالرحمٰن کی ناکامی کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے ایوب بن جعفر بن سلیمان کو سندھ کا امیر مقرر کیا۔ مگر وہ خود یہاں نہ آسکا۔ جب وہ یہاں کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے سلیمان بن سعید بن زبیر کو سندھ بھیجا مگر ایوب بن جعفر سندھ میں آنے سے پہلے ہی انتقال کر گیا۔(۸۲)

مغیرہ بن یزید مہلبی

ایوب بن جعفر کے بعد داؤد بن یزید مہلبی کو سندھ کا امیر بنایا گیا۔ لیکن اس نے اپنی جگہ سندھ کی امارت

پر اپنے بھائی مغیرہ بن یزید مہلبی کو سندھ کا امیر اور اپنا نائب بنا کر بھیجا۔

اس وقت سندھ کی صورحال یہ تھی کہ نزاریہ یمانیہ کے اوپر غالب آکر پورے بلاد سندھ پر قبضہ جمانے کی ترکیبیں سوچ رہے تھے۔ جس وقت مغیرہ بن یزید مہلبی سندھ پہنچا' دارالامارت منصورہ پر نزاریہ مکمل طور پر قبضہ کر کے سیاہ و سفید کے مالک بن چکے تھے۔ جب ان کو مغیرہ بن یزید مہلبی کے آنے کی اطلاع ہوئی انہوں نے شہر کے تمام دروازے بند کر کے اس کو شہر میں داخل ہونے سے روک دیا۔ پھر مذاکرات کے بعد اس شرط پر داخلہ کی اجازت دی کہ وہ نزاریوں سے انتقام اور بدلہ نہیں لے گا۔ یا پھر جب سب لوگ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے تو وہ شہر میں داخل ہوگا۔ بالآخر طے یہ ہوا کہ نزاریہ شہر سے نکل جائیں۔ چنانچہ جس کو راستہ ملا شہر سے نکل گیا جو رہ گیا سو رہ گیا۔

مغیرہ بن یزید مہلبی جیسے ہی شہر میں داخل ہوا اس نے نزاریوں پر حملہ کر دیا۔ نزاری اب بھی تعداد میں زیادہ تھے۔ انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مغیرہ بن یزید مہلبی کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ خود اس معرکہ میں قتل ہوا۔(۸۳)

پھر مغیرہ بن یزید مہلبی کے مارے جانے کی اطلاع اس کے بھائی داؤد بن یزید مہلبی کو دے دی گئی۔

داؤد بن یزید مہلبی

جب داؤد بن یزید مہلبی کو اپنے بھائی مغیرہ بن یزید مہلبی کے قتل کی خبر ملی تو وہ بلاد سندھ کی طرف روانہ ہونے کے لئے تیار ہوگیا۔ اس نے ایک بہت بڑا لشکر اور بہت سا اسلحہ و ہتھیار نزاریوں سے مقابلہ کے لئے اٹھا لئے۔ اور سندھ میں آتے ہی اس نے نزاریوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اس نے نزاریوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا۔ تقریباً" بیس دن تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا اور کئی ماہ تک نزاریوں اور اس کی فوجوں کے درمیان مقابلہ ہوتا رہا۔ جس میں داؤد بن یزید مہلبی فتح سے ہم کنار ہوا۔ پھر اس ن ےبلاد سندھ کے دوسرے حصوں میں تخریب کاری اور بغاوت کا قلع قمع کرنا شروع کیا یہاں تک کے بلاد سندھ کے تمام علاقے اس کے مطیع ہوگئے۔(۸۴)

داؤد بن یزید مہلبی نے کئی ماہ تک مختلف علاقوں میں فتنوں کو فرو کیا۔ حالانکہ نزاریہ بھی اس کے مقابلہ

میں بڑی جرات مندی سے لڑے تھے مگر داؤد بن یزید مہلبی کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔

خلیفہ ہارون الرشید بھی سندھ کے حالات سے بہت متوشش تھا۔ اس نے داؤد بن یزید کو سخت اقدامات کرنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ لکھا کہ عصبیت جاہلیہ کو تلوار کے زور سے ختم کردو۔

داؤد بن یزید مہلبی ان معرکوں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد یہاں کی تنظیم اور اصلاحات کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے یہاں بہت سے ترقیاتی کام کروائے۔ بہت عرصہ کے بعد یوں محسوس ہوتا تھا کہ کوئی امیر ایسا ہے جو سندھ کی ترقی اور اطمینان کے لئے برابر کوششیں کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ داؤد بن یزید مہلبی نے علمی، ثقافتی اور تجارتی میدانوں میں بڑی اصلاحات نافذ کیں۔

زید مہلبی کے دور میں عرب اور سندھ کے درمیان مختلف سطحوں پر بڑے بڑے روابط قائم ہوئے۔ سندھ کے کبار اطباء اور جید علماء کی ایک جماعت بغداد میں خلیفہ ہارون الرشید کے پاس پہنچی۔

اس نے طب اور ترجمہ کے کام میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ علم ریاضی، علم الافلاک، اور علم النجوم میں عربوں نے ان سے بڑا استفادہ کیا۔(۸۵) داؤد بن یزید مہلبی ۲۰۵ ہجری میں منصورہ میں فوت ہوئے۔

خلافت امین الرشید

خلفاء عباسیہ میں صرف امین ہی ایک ایسا خلیفہ ہے جو نجیب الطرفین ہاشمی تھا۔ وہ ایک حسین و جمیل، زبردست مقرر فیاض اور شجاع آدمی تھا۔ اس کا دور حکمرانی تقریباً" ساڑھے چار سال کا تھا۔ امین علماء اور شعراء کا بڑا قدر دان تھا۔

۲۴ محرم ۱۹۸ ہجری کو قتل کر دیا گیا۔

خلافت مامون الرشید

خلیفہ مامون الرشید ۱۹۸ ہجری کو مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ مامون کی تعلیم و تربیت نہایت اہتمام اور بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہوی تھی۔ جعفر برمکی ابتداء ہی سے مامون کا اتالیق تھا۔

زمانہ خلافت میں مامون کو جو دشواریاں اور بغاوتیں پیش آئیں وہ بہ آسانی دبا دی گئیں۔ مامون نے نہایت

شان دار طریقہ سے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک حکمرانی کی۔

المامون کے زمانہ میں رومن حکومت نے ایشیائے کوچک میں مسلمانوں پر تین بار حملے کئے' بڑے بڑے جنگی معرکوں کے بعد ان حملوں کو پسپا کر دیا گیا۔

مامون نے ۱۸ رجب ۲۱۸ ہجری طرسوس کے مقام پر وفات پائی۔

بشر بن داؤد مہلبی

۲۰۵ ہجری میں داؤد بن یزید مہلبی بلاد سندھ کی خدمت کرنے کے بعد فوت ہوگیا۔ تو اس کے بیٹے بشر بن داؤد کو اس شرط پر سندھ کا امیر بنایا گیا کہ وہ سالانہ دس لاکھ درہم مرکز خلافت بغداد کو ادا کرے یہ مامون کی ایک سیاسی غلطی تھی۔ حالانکہ داؤد بن یزید مہلبی کم و بیش اتنی ہی رقم ہر سال خراج کی مد میں مرکز بھیج رہا تھا۔

بشر بن داؤد مہلبی سندھ کے حالات سے واقفیت رکھتا تھا اور اپنے باپ داؤد بن یزید مہلبی کے زمانہ امارت میں ان کی معاونت و مشاورت بھی کرتا رہا تھا۔چ مامون نے دس لاکھ درہم سالانہ لے کر سیاسی غلطی اور کمزوری کا مظاہرہ کیا' یہاں بشر بن داؤد نے اپنی سیاسی حکمت عملی بدل دی۔(۸۶)

اور سالانہ رقم دینا بند کر دی۔ سندھ کے حالات نہایت پر سکون چل رہے تھے۔ مگر بشر بن داؤد نے امارت پا کر نافرمانی اور مخالفت کی روش اختیار کی اور خود منصورہ پر قبضہ کر کے اپنے چچازاد بھائی ابراہیم بن عبداللہ بن یزید مہلبی کو مکران بھیج دیا۔ بشر بن داؤد مہلبی کے مزاج میں نافرمانی کا یہ فتور قوت و طاقت' اثر و نفوذ اور امارت پا کر پیدا ہوا۔

خلیفہ مامون نے معرکہ کے لئے حاجب بن صالح کو بھیجا مگر وہ ناکام رہا۔(۸۷) پھر خلیفہ غسان بن عباد مہلبی کو بھیجا۔ مذاکرات کے بعد بشر بن داؤد نے خکود کو عنا بن عباد مہلبی کے حوالے کر دیا۔

حاجب بن صالح

۲۱۱ ہجری میں مامون ن حاجب بن صالح کو بشر بن داؤد مہلبی کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور سندھ کا والی بھی

مقرر کیا۔ مگر حاجب بن صالح بشر بن داؤد کے مقابلہ میں ناکام ہو کر کرمان چلا گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ حاجب بن صالح پہلے مکران پہنچا۔ جہاں بشر بن داؤد مہلبی نے اپنے چچا زاد بھائی ابراہیم بن عبداللہ مہلبی کو نائب امیر بنا کر بٹھایا تھا۔ حاجب نے ابراہیم سے کہا کہ تم یہاں کی امارت میرے حوالے کر دو کیونکہ عنقریب مرکز خلافت کی طرف سے بشر بن داؤد کے پاس ایک خط آنے والا ہے جس کو پڑھ کر بشر بن داؤد بھی تم کو یہی حکم دے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں خود کچھ نہیں کر سکتا۔ میں تو بشر بن داؤد مہلبی کی طرف سے مامور ہوں۔ وہ یہاں سے دو دن کی مسافت پر منصورہ میں ہے جب اس سے میری ملاقات ہوگی وہ اگر امارت و حکومت تمہارے سپرد کرنے کا کہے گا تو میں تمہارے حوال کر دوں گا۔ گفتگو میں ان کے ت لخی پیدا ہو گئی۔ حاجب بن صالح نے مامون کو لکھا کہ بشر بن داؤد خلافت عباسیہ کا حکم ماننے سے انکاری ہے۔(۸۸)

بشر بن داؤد مہلبی کے باپ نے بلاد سندھ کو طویل کش مکش اور شورش و بغاوت کے بعد مرکز خلافت عباسیہ سے وابستہ کیا تھا' بیٹا اسی پر قبضہ کے منصوبے بنا رہا تھا۔ حاجب بن صالح کا یہ دور نہایت ناکام رہا' کیونکہ وہ مرکز خلافت سے بلاد سندھ کا امیر منتخب ہونے کے بعد بھی دار الامارہ منصورہ نہ آ سکا۔ اور سندھ و مکران پر بشر بن داؤد مہلبی کا قبضہ رہا۔ اس طرح دو سال کی مدت گزر گئی۔ تو اس نے خلیفہ مامون کو بلاد سندھ کی تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور سخت اقدامات کی تجویز پیش کی۔ مامون نے حاجب بن صالح کو امارت سے بلا کر ۲۱۳ ہجری میں غسان بن عباد کو روانہ کیا۔

غسان بن عباد مہلبی

جب خلیفہ مامون کو اس حقیقت کا علم ہوا کہ حاجب بن صالح سندھ میں پانی مہمات بالکل ناکام ہو چکے ہیں تو انہوں نے بشر بن داؤد مہلبی سے مقابلہ کرنے کے لئے کسی جان اور بہادر آدمی کے متعلق سوچا۔ ان کو آل مہلب ایک شخص عنسان بن عباد مہلبی یاد آ گیا۔

انہوں نے مشورے کے بعد ۲۱۳ ہجری کو غسان بن عباد کو سندھ کا امیر بنا کر بھیج دیا۔ تاکہ وہ بشر بن داؤد سے معرکہ آرائی کر کے بلاد سندھ کو مرکز خلافت کے تابع کر دے ساتھ ہی موسیٰ بن یحییٰ بن خالد برمکی کو امیر شہر بنایا یہ اقدام شہری اور ملکی انتظام میں بہتری کی غرض سے تھا۔ جس وقت غتان بن عباد مہلبی کو امیر بنا کر سندھ

بھیجا اس وقت وہ بحریہ کا سربراہ تھا۔ عثان بن عباد اپنے وسیع و عریض لاؤ لشکر کو لے کر سندھ پہنچا تو بشر بن داؤد مہلبی ڈر گیا۔ اور امان لے کر غسان بن عباد مہلبی کے پاس حاضر ہوا اور بغیر کسی مزاحمت کے اس نے اپنے آپ کو عسان کے حوالے کر دیا۔ عسان بن عباد سندھ میں دو سال تک رہا پھر بشر بن داؤد اور اس کے خاندان کے دیگر افراد کو ساتھ لے کر عراق آگیا۔ مامون نے اس سب لوگوں کو معافی دے دی اور حسن سلوک کا معاملہ کیا۔(۸۹)

موسیٰ بن یحییٰ برمکی

جب غسان بن عباد ۲۱۶ ہجری میں بشر بن داؤد کو لے کر عراق گیا تو موسیٰ بن یحیی برمکی سندھ کا امیر مقرر ہوا۔ موسیٰ بن یحییٰ برمکی کے زمانہ امارت میں سندھ میں امن و امان قائم رہا۔

اس زمانے میں ایک راجہ جس کا نام راجہ پال تھا۔ سرکشی کی اور سندھ کے مشرقی علاقہ میں سرکشی کی اور چڑھائی کر دی اس وقت غسان بن عباد سندھ کا امیر تھا۔ راجہ پال نے غسان بن عباد کو لکھا کہ دوسرے راجوں کی طرح وہ بھی اس کے پاس حاضر ہو مگر غسان نے انکار کر دیا' غسان بشر بن داؤد کو لے کر عراق چلا گیا اور اس کے بعد موسیٰ بن یحییٰ برمکی سندھ کا امیر ہوا تو اس نے راجہ پال کو گرفتار کیا۔ راجہ نے اپنی جان بخشی کے عوض پانچ لاکھ درہم کی پیش کش کی۔ مگر موسیٰ نے اس کو قتل کر دیا۔(۹۰)

موسیٰ بن یحییٰ برمکی نے سالانہ خراج کی صورت میں دس لاکھ درہم سالانہ مرکز خلافت کو روانہ کئے' اور بلاد سندھ اور عرب کے درمیان تجارتی روابط استوار کرنے میں بہت کام کیا۔(۹۱)

موسیٰ بن یحییٰ برمکی کے دور امارت میں بلاد سندھ میں بے شمار ترقیاتی اور علمی کام ہوئے اور بلاد سندھ اور عرب کے درمیان تجارتی تعلقات کے ساتھ ساتھ علمی اور ثقافتی روابط بھی قائم اور مستحکم ہوئے۔ موسیٰ بن یحییٰ برمکی ۲۲۱ ہجری میں سندھ میں فوت ہوا۔

اس نے اپنے بیٹے عمران بن موسیٰ برمکی کو اپنا جانشین بنایا۔(۹۲)

خلافت ابو اسحاق محمد المعتصم باللہ

یہ خلیفہ ہارون الرشید کا دوسرا بیٹا تھا یہ بہت قوی، جسیم اور جفاکش تھا۔ اگرچہ اس نے کوئی خاص تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن جرات مند اور فیاض تھا۔ اور اچھی خاصی سیاسی بصیرت کا مالک تھا۔

اس نے کافی قابل قدر جنگی کارنامے سرانجام دئے۔ جب مامون نے اپنے بعد اسے خلافت کے لئے نامزد کیا تو اسے فوج اور عوام میں کافی مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ سب نے بخوشی اس کی بیعت کرلی۔

معتصم باللہ نے دارالحکومت بغداد سے تبدیل کر کے ساٹھ میل دور نیا شہر سامرا تعمیر کیا تھا۔ مدت خلافت آٹھ سال آٹھ ماہ رہی۔

۲۲۷ ہجری کو وفات پائی۔

عمران بن موسیٰ برمکی

خلیفہ معتصم نے موسیٰ بن یحیٰی بن خالد برمکی کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے عمران بن موسیٰ برمکی کو سندھ کی امارت پر مقرر کیا۔

اگرچہ موسیٰ بن یحیٰی بن خالد برمکی نے مرتے وقت اپنے بیٹے عمران بن موسیٰ کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ تاہم اس کے مرنے کے بعد مرکز خلافت نے اس کی توثیق کر دی اور عمران بن موسیٰ کی امارت کو مستقل کر دیا۔ وہ ایک بہادر نوجوان تھے۔ اور انہوں نے اپنے والد کے ساتھ بلاد سندھ میں کافی عرصہ گزارا تھا۔(۹۳)

عمران بن موسیٰ برمکی اس بات کی ذمہ داری لے لی کہ وہ بلاد سندھ کے سرکاری اخراجات نکال کر ایک لاکھ درہم سالانہ مرکز خلافت کو بھیجیں گے۔(۹۴) عمران بن موسیٰ برمکی نے کم وقت میں ہی سندھ کی صورت حال کو قابو میں کرلیا۔ انہوں نے سندھ کے جاٹ قبائل کے فتنوں اور شورش کا قلع قمع کیا۔

قیقان کے جاٹ کو قابو میں کیا اور دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ہونے والے اضطراب کو دور کیا۔ بیضاء نامی ایک نیا شہر آباد کیا۔ یہ شہر فوجی چھاؤنی کی حیثیت رکھتا تھا۔ جہاں سے بوقت ضرورت قیقان اور قنداتبیل میں فوجی کارروائیاں کی جاتی تھیں۔ عمران بن موسیٰ برمکی نے پرانے شہروں کی مرمت اور توسیع پر کافی

رقوم خرچ کیں۔

سندھ کے جاٹ قبائل جو مختلف علاقوں میں شورش کرتے رہتے تھے۔ ان کے لئے عمران نے دریا کے کنارے پڑاؤ ڈال کر تمام جاٹوں کے ہاتھوں پر مہر لگائی۔ مختلف علاقوں میں اٹھنے والے فتنوں کی بھی خوب سرکوبی کی۔

سمندری ڈاکوؤں اور قزاقوں کو ایک سخت معرکہ میں عمران بن موسیٰ برمکی سے سخت ہزیمت اٹھانی پڑی تھی۔ یمانی اور نزاری چپقلش کے دوران عمر بن عبدالعزیز بن منذ قرشی حباری نے ۲۲۷ ہجری میں عمران بن موسیٰ برمکی کو قتل کر دیا۔(۹۵)

عنبسہ بن اسحاق ضبی

عمران بن موسیٰ برمکی کے قتل کے بعد ۲۲۶ ہجری میں عنبسہ بن اسحاق ضبی ایتاخ ترکی والی خراسان کے حکم اور خلیفہ معتصم باللہ کی منظوری سے سندھ کا حاکم بنا۔ جب واثق باللہ کی خلافت ہوئی تو اس نے بھی عنبسہ بن اسحاق ضبی کی امارت سندھ کو مستقل رکھا۔(۹۶)

عنبسہ بن الحاق ضبی جب سندھ کا امیر بنا اس وقت سندھ میں سخت اضطراب اور بے چینی کی فضا پیدا ہوگئی تھی۔ عنبسہ بن اسحاق ضبی نے حتی المقدور ان قبائلی اختلافات کو فرو کرنے کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہوا۔ اس دور میں جگہ جگہ قبائلی عصبتیں ابھر آئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے علاقوں پر قبائل کے سردار قابض تھے۔ یہ تمام قبائل سردار عنبسہ بن اسحاق ضبی کے دربار میں آتے اور اپنی اطاعت کا یقین دلاتے تھے۔ ہر ایک علیحدہ علیحدہ خود مختار تو تھا مگر کسی میں مقابلہ یا معرکہ آرائی کی ہمت نہ تھی۔

عنبسہ بن اسحاق ضبی سوار اشرئح فتح کیا۔ بحری قزاقوں سے کامیاب لڑائیاں کیں۔ سندھ کے پہاڑوں میں چھپے ہوئے خوارج سے معرکہ آرائی کی۔

متوکل کے زمانے میں ایتاخ ترکی والی خراسان کو قتل کر دیا گیا۔ عنبسہ بن اسحاق ضبی اس کے قتل کی خبر

سن کر بغداد چلا گیا پھر واپس نہیں آیا۔ عنبسہ بن اسحاق بلاد سندھ میں نو سال امیر رہا۔ اس نے اس عرصہ میں نہایت گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

خلافت واثق باللہ

واثق باللہ کا نام ہارون تھا اور وہ المعتصم کا بڑا بیٹا تھا۔ اس کی ت علیم و تربیت بڑے اعلیٰ طرقہ پر ہوی تھی۔ علم و ادب سے اسے بڑی دل چسپی تھی اور بالخصوص عربی شعرو ادب سے کہا جاتا ہے کہ اس کو اتنے عربی اشعار یاد تھے کہ شاید ہی کسی عالم کو یاد ہوں گے۔ یونانی فلسفہ کا بھی اس کے ذھن پر بڑا اثر تھا۔

یہودیوں اور نصرانیوں کو اس کی مملکت میں ہر طرح کی آزادی تھی۔ الواثق کی وفات مرض استسقاء میں ہوئی۔ اسے طبیبوں نے دوبار گرم تنور پر بٹھاکر گرم بھاپ دکھائی۔ دوسری بار علاج سے اس کی طبیعت مزید خراب ہوگئی۔ اور ذی الحجہ ۲۳۲ ھجری میں اس کا انتقال ہوا۔ مدت خلافت پانچ سال نو ماہ ہوئی۔

خلافت متوکل علی اللہ

الواثق باللہ نے چونکہ اپنا کوئی جانشین نامزد نہیں کیا تھا اس لئے اس کی وفات کے بعد امرائے دربار نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے دربار میں جمع ہوئے۔ قاضی ابو داؤد نے الواثق باللہ کے چھوٹے بھائی جعفر بن المعتصم کے حق میں رائے دی اس پر سب امراء کا اتفاق ہوگیا اور اس کے ہاتھ پر سب نے بیعت کرلی۔ اس نے اپنا لقب خود ہی المتوکل علی اللہ رکھا۔

المتوکل علی اللہ نے ہر قسم کے مناظروں پر پابندی لگا دی۔ علم حدیث کی تعلیم دینے والوں کی حوصلہ افزائی کی۔

۳۰ شوال ۲۴۷ ہجری کو رات کے وقت ترک باغیوں نے المتوکل علی اللہ کے گھر میں گھس کر خلیفہ متوکل کو شہید کر دیا۔

ہارون بن ابو خالد مروزی

خلیفہ متوکل علی اللہ نے ہارون بن ابو خالد مروزی کو سندھ کا امیر مقرر کیا۔ جب ہارون بن ابو خالد مروزی

سندھ پہنچا تو اسے یہاں موجود مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جن میں سب سے بڑی مشکل عمر بن عبدالعزیز ھباری تھا۔ ہارون بن ابو خالد مروزی پانچ سال تک سندھ کے امیر رہے۔ دراصل یہ پانچ سالہ دور انہوں نے عمر بن عبدالعزیز ھباری کی بالادستی میں گزارا۔ اس مدت میں عملاً" سندھ کے والی و امیر عمر بن عبدالعزیز ھباری ہی تھے۔ ان کی مرضی و اجازت کے بغیر خلافت عباسیہ کی جانب سے متعین امیر سندھ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔(۹۷)

عمر بن عبدالعزیز ھباری

ھارون بن ابو خالد مروزی کے انتقال کے بعد عمر بن عبدالعزیز ھباری دار الامارہ منصورہ پر قابض ہوگیا ۲۴۰ ہجری کا ذکر ہے اس نے متوکل علی اللہ کو خط لکھا کہ اگر وہ مجھ کو بلاد سندھ کا والی مقرر کردیں تو میں سندھ کے داخلی امور اور خارجی معاملات کو بطریق احسن اور حسن و خوبی سے چلانے کا معاہدہ کرتا ہوں۔ کیونکہ میں یہاں عرصہ دراز سے ہوں اور اس کے مختلف اور علاقوں کے بارے میں وسیع معلومات رکھتا ہوں۔ چونکہ خلیفہ المتوکل علی اللہ دارالخلافہ کے معاملات اور داخلی اضطرابات میں الجھا ہوا تھا اس لئے اس نے بلاد سندھ پر عمر بن عبدالعزیز ھباری کی امارت دے دی۔(۹۸)

عمر بن عبدالعزیز ھباری خلافت عباسیہ کے امیر کی حیثیت سے سندھ کی امارت کو چلاتا رہا۔ اس اعتبار سے یہ آخری امیر ہے جو بلاد سندھ میں خلافت عباسیہ کی طرف سے مامور ہوا۔

اس کے بعد عباسیوں کا سندھ سے براہ راست تعلق ختم ہوگیا۔ جب عمر بن عبدالعزیز ھباری بلاد سندھ کا امیر بن گیا تو اس نے ایک نیا سیاسی ھدف بنالیا۔ حتی کہ وہ منصورہ میں ایک نئی حکومت کی اساس کی طرف گامزن ہوا۔ اور منورہ سے ایک نئی اسلامی سلطنت وجود میں آئی۔

سندھ میں ھباریوں کی آمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے حضرت ھبار بن اسود اسلامی قریشی مشہور صحابی تھے۔ یہ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو اسد میں سے تھے۔ یہ فتح مکہ کے بعد ۸ ہجری میں مسلمان ہوئے۔ اور مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کرلی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ملک شام چلے گئے۔ وہ بہت جری اور

بہادر آدمی تھے اور ان کی اولاد میں بھی اولوالعزمی کے اوصاف موجود تھے۔

شام، بصرہ، سیراف، سندھ، بلخ، اور مصر جہاں جہاں ان کی اولاد رہی، غلبہ و اقتدار اور شان و شوکت کی مالک بن کر رہی۔ ان کی ہی اولاد میں ایک شخص منذر بن زبیر مصباری بنوامیہ کے دور میں سندھ میں آکر آباد ہوا۔ وہ سندھ کے والی حکم بن عوانہ کے ساتھ سندھ پہنچا اور اسی جگہ رہ پڑا۔(۹۹)

اس زمانے میں یہاں کے سیاسی اور ملکی حالات نہایت ابتر تھے۔ منذر بن زبیر نے سندھ سے نکل کر جزیرہ کے شہر قرقیسا میں غلبہ و اقتدار کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہی جس پر اس کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ سندھ میں اس کا خاندان وقت اور حالات کا منتظر تھا۔ یہاں تک کہ اس کے پوتے عمر بن عبدالعزیز بن منذر ہباری نے سندھ پر قبضہ کر کے منصورہ میں اپنی حکومت قائم کرلی۔ مگر خود اپنے وطن بمقام "بانیہ" ہی میں رہا۔ جو منصورہ سے تھوڑے فاصلہ پر جنوب کی جانب تھ۔ جب اس کو تھوڑا اطمینان نصیب ہوگیا تو اس نے تمام سندھ کو اپنا باج گزار بنالیا۔ اور خلافت عباسیہ کا خطبہ جاری کیا۔ یہ ماتحتی تو برائے نام تھی اور اس حکومت کو ہر طرح کی داخلی اور خارجی خود مختاری حاصل تھی۔ اس خاندان میں کئی نامور حکمران گزرے ہیں۔ جنھوں نے سندھ کی بغاوتوں اور شورشوں کو ختم ہی نہیں کیا بلکہ ہر طرف امن و امان کی فضاء پیدا کی اور بڑی مقبولیت پائی۔ جب تک یہ زندہ رہا اس کے تعلقات خلافت بغداد سے قائم رہے۔

اور خلافت بھی سندھ کو اپنے مقبوضات میں شمار کرتی رہی۔ عمر بن عبدالعزیز ہباری (منصورہ) سندھ میں ہباری حکومت کے بانی و مؤسس سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے دادا اور والد نے ان کی بہترین تربیت کی تھی۔ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ عمر بن عبدالعزیز بن المنذر بن زبیر بن عبدالرحمٰن ہباری بن اسود الاسری قریشی، ہباری خاندان نے اموی اور عباسی حکومتوں میں بڑے مناصب حاصل کیے۔(۱۰۰)

حضرت ہبار بن اسود اسدی

حضرت ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قرشی اسدی رضی اللہ عنہ، فتح مکہ کے بعد مقام جعرانہ میں خود حاضر ہو کر اسلام لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قصور معاف فرمایا۔ اس سے پہلے کفار قریش کے ساتھ مسلمانوں کو ستانے میں بہت پیش پیش رہتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھبار بن اسود کے مکان کی طرف سے گزرے تو اندر سے غناء اور دف کی آواز آئی۔ معلوم ہوا کہ ہبار کی بیٹی کی شادی ہے۔ آپ نے اس چیز کو ناپسند فرمایا۔ بعد میں ھبار ملک شام چلے گئے تھے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔(۱۰۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور ھبار بن اسودؓ دونوں حج کے موقع پر یوم نحر کو مکہ پہنچے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ وہ اس سال عمرہ کرکے حلال ہو جائیں اور آئندہ سال حج کریں۔(۱۰۲) کہا جاتا ہے کہ ھبار شاعر بھی تھے۔ ان کی وفات ۱۵ ہجری کے بعد ہوئی۔

ہبار کی اولاد

ہبار بن اسود کی اولاد میں سے تین لڑکوں کے نام معلوم ہوسکے ہیں۔ ایک علی بن ھبار' جن کے پوتے یحیٰ بن عبدالملک بن علی بن ھبار بن اسود ہیں۔ دوسرے عبدالرحمٰن بن ھبار جن سے سندھ کے ھباری حکمرانوں کے مورث اعلیٰ عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن عبدالرحمٰن بن ھبار بن اسود ہیں۔(۱۰۳) اور تیسرے لڑکے کا نام اسماعیل بن ہبار ہے جسے **مصعب** بن عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا اور اسی کے ساتھ سرکشوں کی ایک جماعت کو بھی تہ تیغ کیا۔(۱۰۴)

منذر بن زبیر ہباری کی سندھ میں آمد

والئی عراق خالد بن عبداللہ قسری کے حکم سے ۱۰۵ ہجری میں حکم بن عوانہ کلبی کو سندھ کا حاکم بنایا گیا۔ یہ ہشام بن عبدالملک کا زمانہ تھا۔ اسی حکم کے ساتھ منذر بن زبیر ھباری سندھ آیا۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ:

"عمر بن عبدالعزیز کا دادا منذر بن زبیر' حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ سندھ میں آیا۔(۱۰۵)

۲۴۷ ہجری میں خلیفہ متوکل کے قتل پر خلافت عباسیہ کے نظام میں ابتری پیدا ہوئی' اور پوری خلافت میں طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا۔ انہی ایام میں عمر بن عبدالعزیز ھباری نے سندھ میں ایک خود مختار اور آزاد حکومت کی بنیاد رکھی۔ اور منصورہ کو پایہ تخت قرار دے کر پورے سندھ کی حکومت سنبھال لی۔(۱۰۶)

۲۵۷ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز ھباری والی منصورہ مشرقی علاقہ جات کا حاکم اعلیٰ یعقوب بن لیث صفاری

کے ماتحت ہوگیا۔(۱۰۷)

مؤرخ یعقوبی کا بیان ہے کہ سندھ کے والی ہارون بن خلد نے ۲۴۰ ہجری میں انتقال کیا تو عمر بن عبدالعزیز ھباری نے جو کہ سندھ پر قابض تھا دربار خلافت کو باقاعدہ لکھا کہ مجھے سندھ کی ولایت دی جائے میں بہت اچھا انتظام کروں گا۔ خلیفہ نے اس کی یہ درخواست منظور کرکے سندھ کی حکومت دیدی۔(۱۰۸)

یہ معلوم نہیں چل سکا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ہباری نے کب تک حکومت کی اور اس کا طرز حکومت کیا تھا۔ لیکن سندھ کے علاقے میں متعدد انقلاب کے باوجود عمر بن عبدالعزیز ھباری کا اپنی جگہ قائم رہنا اس کے تدبر اور لیاقت کی دلیل ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے تمام نہایت امن و امان کے ساتھ سندھ پر حکومت کی۔(۱۰۹)

لیکن اندازاً" اس نے ۲۷۰ ہجری میں یا اس سے کچھ پہلے وفات پائی۔ اس کا دور حکومت نہایت ہی پر امن تھا اور وہ ایک کامیاب حکمران سمجھا جاتا تھا۔(۱۱۰)

عمر کے دادا منذر کا قیام بصرہ میں تھا۔ ۱۰۵ ہجری میں والی سندھ حکم بن عوانہ کلبی کے ساتھ سندھ چلا آیا اور شہر منصورہ کے جنوب میں بانیہ نامی ایک چھوٹے شہر میں سکونت پذیر ہوگیا یہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا زمانہ تھا۔

جب پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح کا زمانہ آیا تو وہ سندھ سے نکل کر قرقیسا گیا اور وہاں کے باغیوں کی رہنمائی کی پاداش میں ۱۳۲ ہجری میں سولی دے دیا گیا۔ مگر ھباری خاندان نے سندھ کے شہر بانیہ میں رہ کر خلافت عباسیہ سے تعلق قائم رکھا، یہاں تک کہ ۲۲۱ ہجری میں والئ سندھ موسیٰ بن یحیٰی برمکی کے مرجانے پر خلیفہ معتصم نے اس کے بیٹے عمران بن موسیٰ برمکی کو سندھ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے زمانہ میں سندھ میں مقیم کربوں میں شدید قسم کی قبائلی جنگ برپا ہوگئی۔ یمانی و نزاری آپس میں لڑ پڑے۔ عمران بن موسیٰ نے یمن والوں کا ساتھ دیا اور عمر بن عبدالعزیز ھباری نے نزاریوں کی ھمدردی میں خروج کیا۔ نتیجہ کے طور پر ۲۲۸ ہجری میں عمران بن موسیٰ عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھوں مارا گیا۔

یہ پہلا دن تھا جس میں ھباری خاندان کو سندھ میں کھلی فتح نصیب ہوئی اور عباسی حاکم کے مقابلہ میں ایک

ھباری کو کامیابی حاصل ہوئی اور سندھ سے لے کر بغداد تک اس کی طاقت و شوکت کا چرچا ہوا اور سندھ کے ھباریوں نے اپنا لوہا ہر طرف منوالیا۔ مگر اب بھی عمر بن عبدالعزیز ھباری نے مرکز خلافت بغداد سے سرتابی نہیں کی۔ بلکہ وہ خلیفہ معتصم کے والی عبنسہ بن اسحاق کے ماتحت رہ کر عباسی خلافت کا وفادار رہا اس کے باوجود عمر بن عبدالعزیز ھباری کی شان و شوکت اور قوت و طاقت حاکم مطلق سے کم نہ تھی۔ اور اس کی مرضی اور استقبال کے بغیر کوئی عباس حاکم سندھ میں داخل نہیں ہوسکتا تھا اس صورت حال نے عمر بن عبدالعزیز ھباری کے حوصلے بلند کردئے وہ حاکمانہ اقدام بھی کرنے لگا۔ چنانچہ ۲۴۰ ہجری میں جب سندھ کا عباسی حاکم ھارون بن ابو خالد مروزی قتل کر دیا گیا تو عمر بن عبدالعزیز ھباری نے بڑھ کر منصورہ پر قبضہ کرلیا۔(۱۱۱) جو سندھ کے عرب حکام کا مرکز تھا۔ اور شہر بانیہ سے چند میل پر تھا۔ خلیفہ متوکل نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اس کی ولایت و حکومت کو منظور کرلیا اور سندھ کے لوگوں نے بھی اس پر رضامندی ظاہر کی۔

عمر بن عبدالعزیز ھباری کے عہد میں سن ۲۵۹ ہجری ایک ھندو راجہ نے اسلام قبول کیا۔ اس راجہ نے کثیر جواھرات جن میں زمرد اور یاقوت بھی تھے اللہ کے گھر کی نذر کئے' اس میں ایک بڑا سبز یاقوت بھی تھا۔ جب یہ جواھرات بغداد پہنچے۔ تو خلیفہ معتمد نے حکم دیا کہ اس نادر یاقوت کو غلاف کعبہ پر معلق کر دیا جائے۔(۱۱۲) اس راجہ کے قبول اسلام سے اور بہت سے افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جس میں اس کے خاندان کے افراد بھی شامل تھے۔

عبداللہ بن عمر ھباری

عمر بن عبدالعزیز ھباری کے مرنے پر اس کا بیٹا عبداللہ بن عمر ھباری حکومت کا وارث ہوا۔ یہ ۲۷۰ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ چونکہ اس نے ایک منظم سلطنت اپنے باپ سے وراثت میں پائی اس لئے یہ خیال گزرتا ہے کہ قدرتی طور پر یہ آرام پسند اور ست ہوگا۔

بنو کندہ کے ایک غلام ابوسمہ نے اس کے زمانے میں سندھ میں شورش برپا کرکے منصورہ پر قبضہ کرلیا تھا مگر عبداللہ بن ھباری نے اپنی طاقت سے اسے باہر نکال دیا۔ اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن عمر نے اپنے آبائی گاؤں بانیہ کو چھوڑ کر باقاعدہ منصورہ ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔(۱۱۳)(۱۱۴)

اس نے بھی اپنے باپ کی طرح پورے سندھ پر نہایت کامیاب حکومت کی، قرب و جوار کے راجوں، مہاراجوں میں اس کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ دین داری اور دینی خدمات میں دور تک اس کا شہرہ تھا۔ اس کے دربار میں علماء، فضلاء، ادباء، شعراء، اور ارباب علم و فن رہا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عمر ھباری کے عہد میں ۲۸۰ ہجری میں سندھ کی مشہور بندرگاہ دیبل میں چاند گرھن پڑا اور اسی دن سورج گرھن بھی تھا۔ عصر کے وقت تک تاریکی چھائی رہی۔ پھر عصر کے بعد ایک سیاہ رنگ کی شدید آندھی آئی، گرد اور بادوباراں کا ایک طوفان چھا گیا۔ رات تک یہی سلسلہ رہا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں بند تھے کہ آدھی رات کو بڑے زور سے زلزلہ آیا۔ جس نے سارے دیبل کو تباہ و برباد کر دیا۔ بمشکل سو مکان بچے، ملبہ سے ڈیڑھ لاکھ مردہ افراد نکالے گئے۔ زخمیوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔ اس سے دیبل کی آبادی اور سندھ کی سرسبزی و شادابی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(۱۱۵)

عبداللہ بن عمر ھباری کا دور حکومت نہایت منظم اور اپنے باپ کی طرح تیس سال کے طویل دور پر محیط تھا۔ اس دور میں بھی امن و سکون رہا۔ اور اسلام کی تبلیغ کے لئے بھی یہ سازگار دور تھا۔

تاریخ عمر بن عبدالعزیز ھباری کے دور حکومت کے کارناموں کو زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کرتی۔ بہر حال یہ بات مسلم ہے کہ عمر بن عبدالعزیز ھباری نے سندھ کے تمام حصوں میں امن اور بھائی چارہ قائم کیا اور اپنی تیس سالہ حکومت کا دور سیاسی حکمت عملی اور مظبوط عسکری قیادت سے پورا کیا۔

عبداللہ بن عمر ھباری نے تقریبا تیس سال سندھ پر حکومت کی۔ اس نے اپنے دور حکومت میں سندھ میں بہترین نظم و نسق قائم کیا اور ملکی معاملات کو بہترین طریقے سے چلایا۔

موسیٰ بن عمر بن عبدالعزیز ھباری

یہ عبداللہ بن عبدالعزیز ھباری کا حقیقی بھائی تھا۔ ۲۷۱ ہجری میں اس کے حکمران ہونے کا پتہ چلتا ہے، خلفاء عباسیہ سے اس کے تعلقات نہایت خوش گوار تھے۔ اس کا تذکرہ یوں آیا ہے۔

"سندھ کے حاکم موسیٰ بن عمر بن عبدالعزیز ھباری نے ۲۷۱ ہجری میں خلیفہ معتمد کی خدمت میں ھدیہ بھیجا"(۱۱۶)

پھر اس ھدیہ کی تفصیل میں لکھا ہے کہ اس میں عظیم الجبثہ ہاتھی تھا۔ جس کی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی اور عمدہ نسل کے اونٹ، اور گائے کے مانند ہرن جن کا رنگ مائل بہ سیاہی تھا۔ سونے کے تین مجسمے، مشک وغیرہ ریشمی کپڑے، عود کا تخت اور اسی قسم کی دوسری گراں قدر اشیاء اس ھدئے میں شامل تھیں۔

ھدیہ کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ بن عمر ھباری بھی بڑے رعب اور دبدبے کا حکمران گزرا ہے۔

عمر بن عبداللہ ھباری

یہ عمر بن عبدالعزیز ھباری کا پوتا اور دولت ھباریہ منصورہ کا چوتھا حکمران ہے۔ اس کی کنیت ابوالمنذر ہے۔ اور یہ تقریباً" ۳۰۳ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ اپنی سلطنت پر قابض ہو کر یہ بڑا لائق نکلا۔ یہ اپنے باپ کی طرح دانشمند اور مدبر تھا۔ اس نے ملک میں امن و امان کے ساتھ بڑا رعب قائم کرلیا تھا، اور بڑی شان و شوکت سے حکومتی معاملات چلاتا تھا۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ:

"ملتان کی طرح میرا داخلہ منصورہ میں بھی اسی زمانہ ۳۰۳ ہجری میں ہوا تھا۔ اس وقت اس پر ابوالمنذر عمر بن عبداللہ حکمران تھا۔(۱۱۷)

دوسری جگہ لکھا ہے۔

اور ملتان ہی کی طرح مملکت منصورہ کا حکم بھی ایک قریشی شخص ہے جو حضرت ھبار بن اسود کی اولاد سے ہے۔(۱۱۸)

مسعودی مزید کہتا ہے کہ ۳۰۰ ہجری کے بعد ۳۰۳ ہجری میں میں بلاد منصورہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ یہاں کا حاکم ابوالمنذر عمر بن عبداللہ ھباری ہے اور اس کا ایک وزیر ہے جس کا نام رباح ہے۔ بادشاہ کے دو لڑکے ہیں ایک کا نام محمد دوسرے کا نام علی ہے۔ نیز میں نے منصورہ میں عرب کے ایک سردار اور حاکم کو دیکھا جو حمزہ کے نام سے مشہور ہے۔ منصورہ میں علویوں کی بہت بڑی آبادی ہے۔ عمر بن علی اور محمد بن علی کی اولاد بھی موجود ہے۔

سندھ کے ملوک منصورہ اور بغداد کے آل ابن ابی الشواب درمیان خوشگوار تعلقات اور رشتہ داریاں ہیں۔ عمر بن عبداللہ ہباری کے زمانے میں سندھ کی سلطنت اور بھی وسیع ہوگئی تھی اور اس سلطنت نے آبادی اور سرسبزی میں بھی کافی ترقی کی تھی۔ اس سلطنت کے تحت تقریباً تین لاکھ دیہات تھے۔

منصورہ کے عوام کی زبان سندھی تھی۔ مگر حکام اور خواص دونوں سندھی اور عربی بولتے تھے۔ اس کے عہد میں تجارت کو بھی بڑا فروغ ہوا۔ سندھ کا مال دوسرے ملکوں کی منڈیوں میں فروخت ہوتا تھا۔(۱۱۹)

عمر بن عبداللہ ہباری کی سلطنت فوجی اعتبار سے ایک طاقتور سلطنت تھی۔ منصورہ کے حاکم کے پاس اسی جنگی ہاتھی، ایک ہزار گھوڑے اور ہر ہاتھی کے گرد پانچ سو پیادہ فوج ہوتی تھی۔

محمد بن عمر بن عبداللہ ہباری

ابو المنذر عمر بن عبداللہ کے دو لڑکوں محمد اور علی کو مسعودی نے منصورہ میں دیکھا تھا۔(۲۲۰)

علی بن عمر بن عبداللہ ہباری

عمر بن عبداللہ ہباری کے دونوں ل ڑکوں کے بارے میں صراحتاً کوئی بات نہیں ملتی کہ آیا تاج منصورہ سے ان کا تعلق تھا یا یہ دونوں سندھ کے حکمران تھے۔ مگر قیاس یہی ہے کہ دونوں نے بھی حکومت کی ہوگی۔

یحیٰی بن محمد

ابو دلف مسر بن مہلہل ینبوعی بغدادی اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے کہ

شہر ملتان یحیٰی بن محمد کے قبضہ میں ہے نیز یہ منصورہ اور پورے اقلیم کا حکمران ہے۔ یحیٰی بن منصور خاندان ہباریہ کا حکمران تھا جس کی حکومت پورے سندھ پر تھی۔ وہ دوسرے ہباری حکمرانوں کی طرح بنو عباسیہ کا خطبہ پڑھتا تھا۔ یہ بڑا مذہبی اور دین دار حکمران تھا اسلام کے شرعی قوانین اور حد جاری کرتا تھا۔

چوتھی صدی میں پورا علاقہ سندھ ملوک ہباریہ کے زیر نگیں تھا۔ جن کا پایہ تخت منصورہ تھا۔ اس زمانے میں بنوامیہ کا نام صفحہ خلافت سے مٹ چکا تھا۔ اس لئے وہ نہ بنی امیہ کے خلفاء و عمال تھے اور نہ ان کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔ یہ بنو عباس کی خلافت کا زمانہ تھا۔ جن کا نام خطبہ سندھ میں جاری تھا۔ اس اعتبار سے سندھ

کے حباری حکمران کسی حد تک عباسی کہے جاسکتے ہیں۔ نہ کہ اموی' یحییٰ بن محمد خاندان ھباریہ کا حکمران تھا۔ جس کی حکومت پورے سندھ پر تھی۔ بلکہ بتانین کے باشندے بھی اس کو خراج دیتے تھے۔ اور وہ دوسرے حباری حکمرانوں کی طرح بنو عباسیہ کا خطبہ پڑھتا تھا۔ یہ بڑا مذہبی اور دیندار حکمران تھا۔

سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ہباری سلطنت کا خاتمہ

دوسری خود مختار حکومتوں کی طرح منصورہ کی ہباری حکومت بھی ۴۱۶ یا ۴۱۷ ہجری میں سلطان محمود غزنوی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔

جمہرۃ الانساب میں لکھا ہے کہ:

"عمر بن عبدالعزیز ھباری کی اولاد سندھ پر حکمران رہی یہاں تک کہ ہمارے زمانے میں سلطان محمود غزنوی کے عہد میں ان کی حکومت ختم ہوگئی۔(۱۲۱)

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ:

۴۱۶ ہجری میں سلطان محمود نے سومنات پر چڑھائی کی اس کی فتح کے بعد ہی منصورہ پر حملہ کیا۔(۱۲۲)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ منصورہ کا حاکم اسلام سے مرتد ہوگیا تھا۔ اس وجہ سے سلطان محمود غزنوی نے منصورہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ منصورہ کے حاکم کو اس کی خبر لگی تو وہ جھاڑیوں میں گھس گیا۔ مگر ان جھاڑیوں کو سلطان کی فوجوں نے گھیر لیا۔ اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کیا' یہاں تک کے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

منصورہ کے حکمرانوں کے اسلام سے مرتد ہونے کی تصریح بڑی حیرت انگیز ہے۔ حالانکہ منصورہ کے ملوک انتہائی دیندار اہل سنت و الجماعت میں سے تھے اور امام داؤد ظاہری کے طریقہ پر شدت سے عامل تھے۔ منصورہ میں بڑے بڑے ظاہری علماء فقہاء اور قضاۃ تھے۔ دولت ھباریہ کا سرکاری مذہب ظاہری تھا۔ اور وہ اول سے آخر تک عباسی خلفاء سے متعلق رہے۔ آس پاس کے ھندو راجوں مہاراجوں سے ان کے تعلقات خوشگوار تھے۔

ھباری حکمرانوں نے خالص دینی اور اسلامی کام کئے جو ان کے دور حکومت کے لئے قابل فخر کارنامے ہیں۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے سلطان محمود غزنوی کے ہند پر بار بار فتحیاب ہونے کے زمانے میں منصورہ کے بادشاہ

کا اسلام ہی سے برگشتہ ہو جانا قرین قیاس نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی دلیل ہے۔

اگر اسلام سے برگشتہ اور مرتد ہونے کا مطلب اسماعیلی' شیعہ اور باطنی بن جانا ہے تو یہ بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ ملتان اور اس کے اطراف میں اسماعیلی شیعوں نے شورش برپا کر کے بنو منبہ کی حکومت پر قبضہ کیا تھا۔ جن کو سلطان محمود نے ۳۹۶ ہجری میں ملتان سے نیست و نابود کیا' جس سے ان کا زور ٹوٹ گیا۔ اس کے بیس سال بعد منصورہ کے حاکم یا شیعہ کا باطنی ہونا بالکل غیر یقینی ہے۔ یہ بات بالکل گمراہ کن ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کی یلغار نے ہندوستان کو اس طرح اپنے حلقہ میں لے لیا تھا کہ پنجاب' کشمیر' سندھ و گجرات تک اس کی حکومت میں آ گئے تھے' سندھ و ملتان کی خود مختار عرب حکومتیں بھی اس کی حکومت کا حصہ بن چکی تھیں۔ صرف منصورہ' کی حکومت اب تک الگ تھی۔ لہٰذا اسے بھی دولت غزنویہ میں شامل کرنے کے لئے جواز کی شکل ڈھونڈ لی گئی اور منصورہ کی خالص سنی دینی حکومت کی پیشانی پر ارتداد کا ٹیکہ لگا کر اس کو فتح کر لیا گیا۔

غالباً" ایسا اس لئے کیا گیا کہ منصورہ میں علویوں کی بہت بڑی آبادی تھی۔ اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے جن کے آباء و اجداد بنو عباس کے خلاف خروج بغاوت میں نمایاں حصہ لے چکے تھے۔ اور جہاں بھی علویوں کا زور چلتا وہ اپنے اس کام سے نہیں چوکتے تھے۔ منشورہ کی صحیح العقیدہ مسلم حکومت کو پانی حکومت میں شامل کرنے کے لئے ارتداد کی خبر عام کرائی ہو ملک گیری کی سیاست میں یہ سب باتیں فن ہوتی ہیں۔ ھباریوں کی حکومت اگرچہ منصورہ سے ختم ہو گئی مگر ظاہر ہے کہ ان کے خاندان کے افراد دیگر عرب قبائل کی طرح سندھ میں رہے اور ان کی نسلیں پھلی اور پھلی

ملتان کے مسلم والیان

بنو سامہ کے ایک غلام فضل بن ھامان نے ۲۱۸ ہجری کے درمیانی عہد ماموئی میں علاقہ سندان میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور اس کے بعد خود بنو سامہ نے اپنے وطن عمان میں اپنی حکومت قائم کی۔ جس کا بانی محمد بن قاسم سامی تھا۔ اس نے اسی دور میں ملتان کو فتح کر کے یہاں بھی اپنی حکومت قائم کر لی۔

اس زمانے میں سندھ اور علاقہ ملتان کے سیاسی حالات عمان سے ملتے جلتے تھے۔ علویوں' اسماعیلیوں' اور

خارجیوں کی سرگرمیاں سندھ مکران و ملتان میں جاری تھیں۔ ان کی مرکز خلافت سے وابستگی باقی نہیں تھی۔ بلکہ جو عمال و حکام طاقتور ہوتے اپنی حکومت کا اعلان کر کے مرکز خلافت سے علیحدہ ہو جاتے۔

محمد بن قاسم سامی کی عمان میں کامیابی نے اس کے اور بنو سامہ کے حوصلے بلند کر دیئے اور ان کی فاتحانہ اولوالعزمی پیدا ہوگئی۔

اس لئے محمد بن قاسم سامی نے اسی زمانے میں ملتان کو کسی متغلب حاکم سے مقابلہ کر کے فتح کرلیا اور بنو سامہ کی ایک جماعت نے عمان کا اور دوسری جماعت نے ملتان کا انتظام و انصرام سنبھال لیا۔

محمد بن قاسم سامی نے ملتان میں سامی حکومت قائم کر کے اسے بھی مرکز خلافت سے وابستہ رکھا اور عباسی خلفاء کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ ملک سے تمام خرابیوں کو دور کیا۔ قرب و جوار کے راجوں مہاراجوں سے جنگ کر کے ان کی طاقت توڑی اور اپنی ساکھ قائم کی۔

محمد بن قاسم سامی کے ساتھ بنو سامہ کی ایک جماعت یہاں کے نظم و نسق میں اس کی شریک تھی۔

عمان اور سندھ میں دریائی آمدورفت اور بحری تجارت ہمیشہ سے قائم تھی اور بنو سامہ کا بھی سندھ سے بہت پرانا تعلق تھا۔ یہی بنو سامہ کے افراد ملتان کے والی تھے۔ انہیں کو پچھلے مورث کے تعلق سے بنو منبہ بھی کہتے ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے خاتمہ تک ان کی ملتان خود مختار ریاست کا احوال ملتا ہے۔

ابن رستہنے لکھا ہے کہ:

ملتان میں ایک قوم ہے جو خود کو سامہ بن لوئی کی اولاد میں سے بتاتی ہے۔ وہاں ان کو بنو منبہ کہا جاتا ہے۔ یہی لوگ ملتان کے حکمران ہیں۔

یہ امیر المئومنین کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ملتان منصورہ سے ملا ہوا سندھ کا علاقہ ہے ملتان میں ایک بت خانہ ہے جس کی آمدنی بہت زیادہ ہے۔ بنومنبہ کی دولت اسی بت خانہ کی آمدنی سے ہے۔ اور بے حساب آمدنی ہے۔(۱۲۳)

محمد بن قاسم سامی کی حکومت ابتدائی دور میں شخصی حکومت سے زیادہ جمہوری حکومت تھی۔ اس کے بانی کی بیدار مغزی اولوالعزمی اور قابلیت کی وجہ سے ابتداء ہی سے شاندار اور کامیاب طریقہ سے چلتی رہی۔ ملتان پر

قبضہ کرنے کے بعد بنومنبہ شان و شوکت اور مال و دولت میں بہت زیادہ بڑھ گئے۔ اور ان کی طاقت نے اطراف و اکناف کے علاقوں میں اپنی دھاک بٹھا دی۔

عمان کے بنو سامہ کی طرح ملتان کے بنو سامہ بھی سنی المسلک تھے۔ اور یہ بھی خلفاء عباسیہ کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے۔

اس وقت سندھ میں خوارج اور روافض کی سرگرمیاں بہت تیزی سے بڑھ رہی تھیں۔ اور خوارج و روافض کے اطراف کے علاقوں میں شورش و بغاوت کی سی کیفیت پیدا کی ہوئی تھی۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ:

ملتان میرا جانا ۳۰۰ ہجری کے بعد ہوا۔ اس وقت وہاں کا بادشاہ منبہ بن اسد قریشی تھا۔(۱۲۴)

ملتان کے سامی حکمران شہر سے کچھ فاصلے پر جندراور نامی ایک بستی میں قیام پذیر تھے۔ اور صرف جمعہ کی نماز کے لئے ملتان کی جامع مسجد میں جاتے تھے۔(۱۲۵)

چندراور سامی حکمرانوں کا معسکر اور عسکری مرکز تھا۔ جہاں ان کی افواج رہتی تھیں۔ جب وہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے جاتی تھی۔ تو جنداور سے ہی صف آرا ہو کر میدان جنگ میں جاتی تھیں۔ پھر اس کے بعد ہاتھی کی سواری کا دور شروع ہوا تو وہ ہاتھی پر سوار ہو کر نکلتے تھے۔

۳۷۵ ہجری تک ملتان کی سامی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی۔(۱۲۶)

ملتان کے اسماعیلی حکمران

بنو سامہ کے بعد ملتان کے اسماعیلی شیعہ حکمرانوں میں سب سے پہلا نام جلم بن شیبان کا ملتا ہے۔ جس نے سب سے پہلے یہاں اسماعیلی حکومت قائم کی۔ اسماعیلیوں نے خفیہ طریقہ سے اپنا ایک داعی سندھ بھیجا۔ جس نے یہاں کے مجوسیوں کو ان کی تعلیمات سے باغی کیا اور پھر ان میں غیر اسلامی عقائد کو مروج کر دیا۔ پھر دوسرا داعی جو سندھ میں آیا وہ جلم بن شیبان تھا۔

جلم بن شیبان کے آہستہ آہستہ ملتان میں اپنا اثر و نفوذ کیا پھر ملتان پر یلغار کی اور سندھ کے اطراف کے علاقوں پر بھی حملہ کر کے تباہی مچا دی۔ اور ملتان کا بت خانہ گرا کر وہاں مسجد تعمیر کی۔(۱۲۶)

اس نے ملتان پر قبضہ کر کے فاطمی سکہ اور خطبہ جاری کیا۔

جلم بن شیبان نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی سلطنت کو بھی مظبوط بنایا اور آس پاس کے ھندو راجوں مہاراجوں سے ربط و ضبط بڑھا کر ایک دوسرے کی امداد کرنے کا معاہدہ کیا۔

اس کے دوسرا اسماعیلی شیخ حمید حکمران بنا۔

وہ بھی اسماعیلیوں کا داعی و مبلغ تھا۔ لیکن اس کا دور حکمرانی بہت مختصر رہا۔ البتہ شیخ حمید کا پوتا اور نصر کا بیٹا داؤد بن نصر بن حمید ملتان پر حکمران ہوا۔

جسے سلطان محمود غزنوی نے ۳۹۶ ہجری میں شکست دے کر ملتان پر قبضہ کرلیا۔ قدیم سلطنتوں میں اکثر یہ قاعدہ رہا ہے کہ غیر سرکاری فرقے بھاگ بھاگ کر حکومت کے آخری حصوں اور سرحد ملکوں میں جا کر پناہ لیتے ہیں، مجوسی، ایرانیوں اور عیسائی رومیوں میں بھی یہی دستور تھا۔ اور مسلمان عربوں میں بھی یہی ہوا۔(۱۲۸)

یہی سب کچھ اسماعیلیوں نے بھی کیا وہ دور دراز کا سفر کر کے سندھ کے دیگر علاقوں میں بھی آئے اور انہوں نے ملتان کو بطور خاص اپنا مستقر بنایا دعوت کا سلسلہ بھی شروع کیا اور حکومت وقت نے بھی آخر کار سلطان محمود غزنوی نے ملتان سے اسماعیلی شیعی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ سلطان محمود غزنوی کو جب حاکم ملتان کے ملحدانہ عقائد کی خبر ہوی اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اس نے ملتان کے عوام کو بھی اسماعیلی مذھب کی دعوت دی ہے اور وہ بھی باطنی ہوگئے ہیں تو اس نے ملتان پر چڑھائی کی تیاری کی۔ اور ملتان کے لئے روانہ ہوا اور راجہ اندر پال کے علاقے سے گزرنے کی اجازت چاہی اس کے منع کرنے پر سلطان محمود غزنوی نے اس کی حکومت کو تہس نہس کر دیا، راجہ اندر پال کشمیر فرار ہوگیا۔

جب ملتان کے حاکم کو سلطان محمود غزنوی کی آمد کی اطلاع ہوی تو اس نے اپنی دولت اور مال کو سرندیپ روانہ کر دیا اور خود ملتان خالی کر کے کہیں فرار ہوگیا۔ جب سلطان محمود غزنوی سندھ آیا تو اس کو معلوم ہوا کہ سندھ کے عوام واقعی گمراہ ہوچکے ہیں۔ اس کے بعد سلطان نے اہل ملتان سے جنگ کی اور ان کو تادیب و جرمانہ کیا۔(۱۲۹)

اس طرح ملتان سے اسماعیلی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ ملتان پر بنو سامہ کے بعد اسماعیلی حکومت صرف

پینتیس سال کے قریب رہی۔

مصر و افریقہ میں اسماعیلیوں کی طاقت کا غلبہ ہو جانے کے بعد اسماعیلیوں نے سندھ میں بھی اپنے لوگ بھیجے۔ جنہوں نے اسماعیلی دعوت و حکومت کے لئے خفیہ طور پر کام کرنا شروع کیا۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے ملتان کی سنی حکومت کو ختم کر کے اسماعیلی حکومت قائم کرلی اور ملتان کو فاطمیوں کی سلطنت کا ایک حصہ بنا دیا۔

اس طرح ملتان بھی شیعہ کے ایک فرقہ اسماعیلیہ کی جائے پناہ بن گیا اور وہاں ان کی حکومت قائم ہوگئی مقدسی نے لکھا ہے کہ:

ملتان والے شیعہ ہیں اذان میں حی علی خیرالعمل پڑھتے ہیں اور اقامت میں بھی دو مرتبہ تکبیر کہتے ہیں۔(۱۳۰)

جس زمانے میں مصر میں اسماعیلی فاطمیوں کی حکومت قائم ہوئی اسی کے زیر اثر ملتان میں فاطمی حکومت قائم ہوئی تھی۔ اسماعیلیوں نے ملتان کا سکہ مصر کے فاطمی سکہ کے مطابق بنایا تھا۔(۱۳۱)

ملتان میں عربی و سندھی تہذیب و تمدن کی خوشگوار معاشرت پیدا ہوگئی تھی۔ شہر چھوٹا تھا لیکن خوبصورت تھا۔ ہر پیشہ والوں کے بازار علیحدہ علیحدہ تھے۔ شہر کے چاروں طرف فصیل تھی۔ ملتان سے باہر والی کا جو فوجی معسکر تھا وہاں بھی بلند عمارتیں قائم تھیں۔

شہر میں محمد بن قاسم کی تعمیر کردہ ایک بڑی جامع مسجد تھی جسے جلم بن شیبان اسماعیلی نے صرف اس لئے بند کر دیا تھا کہ وہ بنوامیہ کی یادگار تھی۔ اور سورج دیوتا والے مشہور بت خانے کو توڑ کر جامع مسجد بنوا رہا تھا۔

سلطان محمود غزنوی نے جب ملتان فتح کیا تو پہلی جامع مسجد کو کھول دیا تھا اور دوسری کو چھوڑ دیا تھا' ملتان میں عربی بولی جاتی تھی لوگ سندھی اور فارسی بھی خوب بولتے تھے۔

بشاری لکھتا ہے کہ

ملتان منصورہ سے چھوٹا ہے۔ مگر اس سے زیادہ آباد ہے۔ پھل زیادہ نہیں ہوتے مگر سستے ہیں۔ کئی کئی منزلہ مکانات ہیں۔ یہاں بدکاری اور شراب خوری نہیں۔ جو اس جرم میں پکڑا جاتا ہے اسے قتل کر دیا جاتا ہے یا

سخت سزا دی جاتی ہے خرید و فروخت میں نہ کم تولتے ہیں نہ جھوٹ بولتے ہیں۔ مسافروں کی خاطر کرتے ہیں اکثر باشندے عرب ہیں۔ نہر کا پانی پیتے ہیں' سبزہ اور دولت خوب ہے۔ کاروباری حالت اچھی ہے۔ تکلف اور نعمت کی فراوانی نمایاں ہے۔ حکومت منصفانہ ہے۔ بازار میں کوئی عورت بھی بناؤ سنگار کر کے نہیں پھرتی' نہ عورتوں سے کوئی سرِبازار بات کرتا ہے۔ پانی اچھا' زندگی عیش و آرام کی۔ خوش دل اور باراست لوگ ہیں۔ میں نفع بہت ہے' لوگوں کے جسم تندرست ہیں' شہر میلا بھی ہے' مکانات تنگ ہیں۔ ہوا خشک اور گرم ہے۔ لوگوں کے رنگ گندمی گوں اور سیاہ ہے۔(۱۳۲)

عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

اسلامی حکومت کے بانی

نام

محمدؐ بن عبداللہ یکم ہجری

خلفاء راشدینؓ کا دور خلافت

نام	لقب	تاریخ بیعت	مدت خلافت	دارالخلافہ	کیفیت
ابوبکر عبداللہ العتیق بن ابو قحافہ	الصدیق	۱۲ ربیع الاول ۱۱ ھ	۳ سال	مدینہ منورہ	
عمر بن الخطاب	الفاروق	۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ھ	۱۲ سال	مدینہ منورہ	
عثمان بن عفان	ذوالنورین	یکم محرم الحرام ۲۴ ھ	۱۱ سال	مدینہ منورہ	
علی بن ابی طالب	مرتضیٰ	۱۷ ذی الحجہ ۳۵ ھ	۵ سال	کوفہ	آپؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا۔
حسن بن علی	السبط المجتبیٰ	رمضان ۴۰ ھ	۱ سال	کوفہ	

اموی خلفاء

نمبر شمار	نام	لقب	تاریخ بیعت	مدت خلافت	دار الخلافہ	کیفیت
۱	معاویہ ابن ابی سفیان	امیر المومنین	ربیع الدول ۴۱ ھ	۲۰ سال	دمشق	۴۱ ہجری کو عام الجماعۃ کہتے ہیں اسی سال سے خلافت بنو امیہ کا عہد شمار کرتے ہیں۔
۲	یزید الاول بن معاویہ	امیر المومنین	جب ۶۰ ھ	۴ سال	دمشق	
۳	عبداللہ بن زبیر الصوام	امیر المومنین	یکم ربیع الثانی ۶۴ ھ	۱ سال	مکہ مکرمہ	
۴	مروان اول بن الحکم	امیر المومنین	۳ ذی قعدہ ۶۴ ھ	۱ سال	دمشق	
۵	عبدالمالک بن مروان	امیر المومنین	۲۷ رمضان ۶۵ ھ	۲۲ سال	دمشق	
۶	ولید الاول بن عبدالملک	امیر المومنین	۱۴ شوال ۸۶ ھ	۱ سال	دمشق	
۷	سلیمان بن عبدالملک	امیر المومنین	۱۵ جمادی الثانی ۹۶ ھ	۴ سال	دمشق	

عمر بن عبدالعزیز	امیر المومنین	۱۰ صفر ۹۹ھ	۳ سال	دمشق	
یزید الثانی بن عبدالملک	امیر المومنین	۲۰ رجب ۱۰۱ھ	۵ سال	دمشق	
ھشام بن عبدالملک	امیر المومنین	۲۶ شعبان ۱۰۵ھ	۲۰ سال	دمشق	
الولید الثانی بن یزید الثانی	امیر المومنین	۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ	۱ سال	دمشق	
یزید الثانی بن الولید الثانی	امیر المومنین	۲۷ جمادی الثانی ۱۲۶ھ	چند سال	دمشق	
ابراہیم بن الولید الثانی	امیر المومنین	۷ ذی الحجہ ۱۲۶ھ	چند ماہ	دمشق	
مروان الثانی بن محمد بن مروان	امیر المومنین	۱۴ صفر ۱۲۷ھ	۶ سال	دمشق	بنی امیہ کا یہ آخری خلیفہ ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں بوصیر (مصر) کے مقام پر میدان جنگ میں شہید ہوگیا۔

عباسی خلفاء

نمبر شمار	نام	لقب	تاریخ بیعت	مدت خلافت	دارالخلافہ	کیفیت
	ابو العباس عبداللہ بن محمد العباس	السفاح	۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ	۵ سال	کوفہ	بنو عباس کا پہلا خلیفہ
	ابو جعفر عبداللہ بن محمد	المنصور	۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶ ھ	۲۳ سال	بغداد	المنصور نے شہر بغداد تعمیر کیا اور اسے مدینہ اسلام کا نام دے کر دارالخلافہ قرار دیا۔
	ابوعبداللہ محمد بن منصور	المہدی	۶ ذی الحجہ ۱۵۸ ھ	۱۲ سال	بغداد	
	ابو محمد موسیٰ بن المہدی	الہادی	۲۲ محرم الحرام ۱۲۹ھ	۱ سال	بغداد	
	ابو جعفر بن مہدی	الہارون الرشید	۱۶ ربیع الاول ۱۷۰ھ	۲۴ سال	بغداد	
	ابو موسیٰ ہارون الرشید	الامین	۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ	۶ سال	بغداد	
	ابو جعفر عبداللہ بن ہارون الرشید	المامون	۲۶ محرم ۱۹۸ ھ	۲۱ سال	بغداد	
	محمد بن ہارون الرشید	المعتصم باللہ	۱۶ رجب ۲۱۸ ھ	۹ سال	بغداد	

ابو جعفر ہارون الثانی بن محمد معتصم	الواثق باللہ	۱۸ ربیع الاول ۲۲۷ھ	۶ سال	بغداد
ابوالفضل جعفر بن معتصم	المتوکل علی اللہ	۲۳ ذی الحجہ ۲۳۴ھ	۱۵ سال	
ابو جعفر محمد بن متوکل	المنتصر باللہ	۴ شوال ۲۴۷ھ	۱ سال	بغداد
ابو العباس احمد بن محمد بن متوکل	المستعین باللہ	۳ ربیع الثانی ۲۴۸ھ	۴ سال	بغداد
ابو عبداللہ محمد بن متوکل	المعتز باللہ	۴ محرم ۲۵۲ھ	۴ سال	بغداد
ابو اسحٰق محمد بن جعفر بن الواثق	المہتدی باللہ	۲۷ رجب ۲۵۵ھ	۱ سال	بغداد
ابوالعباس احمد بن متوکل	المعتمد علی اللہ	۱۸ رجب ۲۵۶ھ	۲۴ سال	بغداد
ابوالعباس احمد بن الموفق بن متوکل	المعتضدباللہ	۲۰ رجب ۲۷۹ھ	۱۰ سال	بغداد
ابو محمد علی بن المعتضد	المکتفی باللہ	۲۲ ربیع الثانی	۷ سال	بغداد

ابو الفضل جعفر بن المعتضد	المقتدر باللہ	۱۲ ذی قعد ۲۹۵ھ	۲۴ سال	بغداد
ابو المنصور محمد بن المعتضد	القاہر باللہ	۲۷ شوال ۳۲۰ھ	۳ سال	بغداد
ابو العباس احمد بن المقتدر	الراضی باللہ	۶ جمادی الاول ۳۲۲ھ	۸ سال	بغداد
ابو اسحاق ابراہیم بن المقتدر	المتقی باللہ	۲۰ ربیع الاول ۳۲۹ھ	۵ سال	بغداد
ابو القاسم عبداللہ بن المکتفی	المکتفی باللہ	۲۰ صفر ۳۳۳ھ	۱ سال	بغداد
ابو القاسم الفضل بن المقتدر	المطیع اللہ	۱۲ جمادی الثانی ۳۳۴ھ	۲۹ سال	بغداد
ابو الفضل عبدالکریم بن المطیع	الطائع اللہ	۱۳ ذی قعدہ ۳۶۳ھ	۱۸ سال	بغداد
احمد بن اسحاق بن المقتدر	القادر باللہ	۱۹ رجب ۳۸۱ھ	۴۱ سال	بغداد
ابو جعفر عبداللہ بن قادر باللہ	القائم بامر اللہ	۱۱ ذی الحجہ ۴۲۲ھ	۴۵ سال	بغداد

خلفاء راشدین کے عہد میں سندھ پر حملہ کرنے والے عرب قائدین

۱۱ـ ۴۰ ہجری

نمبر شمار	سندھ پر حملہ کرنے والے عرب جنرل کا نام	حملہ کی نوعیت	وہ علاقے جو مسلمانوں نے فتح کیے	سن ہجری	دور خلافت	حملہ کا نتیجہ
۱	مغیرہ بن ابی العاص الثقفی	بحری	دیبل	۱۵	حضرت عمر بن خطابؓ	حملہ کے بعد واپسی
۲	حکم بن عمرو التغلبی	بری	مکران	۲۳	حضرت عمر بن خطابؓ	مکران کی فتح
۳	عبید اللہ بن عمر التمیمی	بری	مکران	۲۹	حضرت عثمانؓ بن عفان	دوبارہ مکران فتح کیا گیا
۴	حارث بن مرو العبدی	بری	مکران	۳۹	حضرت علیؓ ابن ابی طالب	دوبارہ مکران فتح کیا گیا۔

(اموی اور عباسی عہد میں سندھ کے اولیان اور حکام کے نام)

خلفاء راشدین کے عہد میں سندھ پر حملہ کرنے والے عرب قائدین

۱۵ ہجری

نمبر شمار	سندھ پر حملہ کرنے والے عرب جنرل کا نام	حملہ کی نوعیت	وہ علاقے جو عربوں نے فتح کئے	سن ہجری	دور خلافت	حملہ کا نتیجہ
۱	حکم بن ابی العاص الثقفی	بحری	بھروج	۱۵	حضرت عمر بن خطاب	بھروج شہر کو فتح کیا اور کچھ عرصہ بعد چھوڑ دیا
۲	عثمان بن ابی العاص الثقفی	بحری	تھانہ	۱۵	حضرت عمر بن خطاب	تھانہ شہر کو فتح کیا اور کچھ عرصہ بعد چھوڑ دیا۔

اموی زمانے کے عرب حکمران جو سندھ کی فتوحات سے قبل مکران پر حکمران تھے

۴۱ - ۹۲ ہجری

شمار	سندھ کے عرب والیان کے نام عرب جزل کا نام	سن ہجری	اموی خلیفہ کا عہد نے فتح کیے	حکمران کا آخری زمانہ اور انجام
۱	مہلب ابن ابی صفرہ	۴۴ - ۴۶	حضرت معاویہؓ	آخری ایام میں دمشق منتقل ہوگئے۔
۲	عبداللہ بن سوار العبدی	۴۶ - ۴۹	حضرت معاویہؓ	سیوستان (سندھ) میں شہادت پائی
۳	سنان بن مسلمہ الھذلی	۴۹ - ۵۱	حضرت معاویہؓ	ولایت کے منصب سے معزول کر دئے گئے تھے۔
۴	راشد بن عمر الجدیدی	۵۱ - ۵۳	حضرت معاویہؓ	سیوستان (سندھ) میں شہادت پائی۔
۵	سنان بن مسلمہ الھذلی	۵۳ - ۵۶	حضرت معاویہؓ	بودھیہ (سندھ) میں شہادت پائی۔
۶	عباد بن زیاد	۵۷ - ۵۹	حضرت معاویہؓ	آخری ایام میں دمشق منتقل ہوگئے۔
۷	ابوالاشعث المنذر العبدی	۵۹ - ۶۳	یزید	سندھ کے شہر مقداد میں وفات پائی۔
۸	حکم بن منذر العبدی	۶۳ - ۶۴	یزید	آخری ایام میں دمشق منتقل ہوگئے۔
۹	حری بن حری الباحلی	۶۴ - ۷۰	یزید	کہیں منتقل ہوگئے یا سندھ میں وفات پائی۔

	۷۰ - ۷۵	عبدالملک بن مروان	یہ زمانہ سیاسی چپقلش کی نذر ہوا۔
سعید بن اسلم الکلابی	۷۵ - ۸۰	عبدالملک بن مروان	سندھ کے شہر مکران میں قتل کر دیے گئے۔
محمد العلافی	۸۰ - ۸۵	عبدالملک بن مروان	اندرون سندھ نامعلوم مقام پر بھاگ گئے۔
مجاعہ بن سعر التمیمی	۸۵ - ۸۶	عبدالملک بن مروان	سندھ کے شہر مکران میں وفات پائی۔
محمد بن ہارون النمری	۶۸ - ۹۲	عبدالملک بن مروان	سندھ کے شہر مکران میں وفات پائی۔
عبیداللہ بن النبھان السلمی	۹۰ھ	ولید بن عبدالملک	سندھ کے شہر دیبل پر حملہ کا قائد میں شہادت پائی اور یہ حملہ ناکام رہا۔
بدیل بن طہفہ بجلی	۹۰ھ	ولید بن عبدالملک	سندھ کے شہر دیبل پر حملہ کا قائد میں شہادت پائی اور یہ حملہ ناکام رہا۔

اموی زمانے کے عرب حکمران جو سندھ کی فتوحات سے قبل مکران پر حکمران تھے

شمار	سندھ کے عرب والیان کے نام	سن ہجری	اموی خلیفہ کا عہد	سندھ کے عرب والیان کا آخری زمانہ اور انجام
۱	محمد بن قاسم الثقفی	۹۲ - ۹۶	ولید بن عبدالملک	معزول کئے گئے اور واسط شہر کے قید خانے میں قتل کئے گئے۔
۲	یزید بن ابی کبشہ السکسکی	۹۶ - ۹۶	سلیمان بن عبدالملک	والی بننے کے اٹھارہ دن بعد سندھ میں وفات پائی۔
۳	حبیب بن المهلب بن ابی صفرہ	۹۷ - ۹۹	سلیمان بن عبدالملک	ریاست کے معاملات میں خیانت کے الزام میں معزول کردئے گئے۔
۴	عمرو بن مسلم الباهلی	۹۹ - ۱۰۱	عمر بن عبدالعزیز	معزول کرکے دمشق منتقل کردئے گئے۔
۵	بلال بن احوز التمیمی	۱۰۱ - ۱۰۷	یزید بن عبدالملک	معزول کرکے دمشق منتقل کردئے گئے۔
۶	جنید بن عبدالرحمٰن المری	۱۰۷ - ۱۱۱	ہشام بن عبدالملک	آخری ایام میں خراسان منتقل ہوگئے۔
۷	تمیم بن زید العتبی	۱۱ - ۱۱۲	ہشام بن عبدالملک	سندھ کے شہر دیبل میں وفات پائی۔
۸	حکم بن عواب الکلبی	۱۱۳ - ۱۳۱	ہشام بن عبدالملک	سندھ میں شہادت پائی۔
۹	عمرو بن محمد بن قاسم	۱۲۱ - ۱۲۵	ہشام بن عبدالملک	سندھ کے شہر منصورہ میں خودکشی کرلی۔
۱۰	یزید بن عرار الکلبی	۱۲۵ - ۱۲۹	ولید بن یزید	سندھ کے شہر منصورہ میں قتل کردئے گئے۔
۱۱	منصور بن جمہور الکلبی	۱۲۹ - ۱۳۴	مروان بن محمد	سندھ کے شہر منصورہ کے قریب عربوں کے ساتھ ایک معرکہ میں قتل ہوئے۔

عباسی عہد میں سندھ کے والیان

سندھ کے عرب والیان کے نام	سن ہجری	عباسی خلیفہ کا عہد	سندھ کے عرب والیان کا آخری زمانہ اور انجام
مغلس العبدی	۱۳۲ - ۱۳۳	ابو العباس	ابو العباس سندھ میں قتل ہوئے۔
موسیٰ بن کعب التمیمی	۱۳۴ - ۱۴۱	ابو العباس	عراق میں وفات پائی۔
عیینہ بن موسیٰ التمیمی	۱۴۱ - ۱۴۲	منصور	معزول کر کے عراق منتقل کر دیئے گئے۔
عمر بن حفص العتکی	۱۴۲ - ۱۵۱	منصور	افریقہ منتقل ہو گئے۔
هشام بن عمرو التغلبی	۱۵۱ - ۱۵۷	منصور	بغداد میں وفات پائی۔
معبد بن خلیل التمیمی	۱۵۷ - ۱۵۹	منصور	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی۔
روح بن حاتم	۱۵۹ - ۱۵۹	مہدی	افریقہ منتقل ہو گئے۔
بطام بن عمرو التغلبی	۱۵۹ - ۱۶۱	مہدی	معزول کر کے بغداد منتقل کر دیئے گئے۔
روح بن حاتم ۱۲۱	۱۶۱ - ۱۶۱	مہدی	منصب کے آخری ایام میں بغداد منتقل ہو گئے۔
نصر بن محمد الخزاعی	۱۶۱ - ۱۶	مہدی	جلد ہی معزول کر دیئے گئے۔
عبدالملک بن شہاب السمعی	۱۶۱ - ۱۶۲	مہدی	بغداد منتقل ہو گئے۔

زبیر بن عباس	۱۶۲ - ۱۶۲	مہدی	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے۔
مبصح بن عمرو التغلبی	۱۶۲ - ۱۶۲	مہدی	معزول کر دئے گئے۔
نصر بن محمد الخزاعی (۲)	۱۶۲ - ۱۶۴	مہدی	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی۔
سطیح بن عمرو التغلبی	۱۶۴ - ۱۶۴	مہدی	معزول کر دئے گئے۔
لیث بن طریف	۱۶۴ - ۱۷۰	مہدی	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے۔
سالم الیونسی	۱۷۱ - ۱۷۴	ہارون الرشید	بغداد منتقل کر دئے گئے۔
اسحاق بن سلیمان الھاشمی	۱۷۴ - ۱۷۴	ہارون الرشید	نامعلوم مقام پر منتقل ہو گئے۔
یوسف بن الحاق الھاشمی	۱۷۴ - ۱۷۴	ہارون الرشید	نامعلوم مقام پر منتقل ہو گئے۔
طیفور بن عبداللہ الحمیری	۱۷۴ - ۱۷۵	ہارون الرشید	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے۔
جابر بن اشعث طائی	۱۷۵ - ۱۷۶	ہارون الرشید	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے
کثیر بن مسلم بن قتیبہ	۱۷۶ - ۱۷۸	ہارون الرشید	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے
محمد بن عدی التغلبی	۱۷۹ - ۱۸۱	ہارون الرشید	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے
عبدالرحمٰن	۱۸۱ - ۱۸۲	ہارون الرشید	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے

ایوب بن جعفر بن سلیمان	۱۸۲ ـ ۱۸۴	ہارون الرشید	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے
مغیرہ بن یزید المہلبی	۱۸۴ ـ ۱۸۵	ہارون الرشید	حکم عدولی کی بناء پر معزول کر دئے گئے۔
داؤد بن یزید المہلبی	۱۸۵ ـ ۲۰۵	ہارون الرشید	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی۔
بشر بن داؤد المہلبی	۲۰۵ ـ ۲۱۳	مامون	معزول کر کے بغداد منتقل کر دئے گئے
حاجب بن صالح	۲۱۳ ـ ۲۱۳	مامون	حکم عدولی کی بناء پر معزول کر دئے گئے۔
عسان بن عباد المہلبی	۲۱۳ ـ ۲۱۶	مامون	بغداد منتقل کر دئے گئے۔
موسیٰ بن یحییٰ البرمکی	۲۱۶ ـ ۲۲۱	مامون	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی۔
عمران بن موسی البرمکی	۲۲۱ ـ ۲۲۶	معتصم	سندھ کے شہر منصورہ میں قتل کر دئے گئے۔
عنبہ بن اسحاق القبی	۲۲۷ ـ ۲۳۵	واثق	اپنے منصب سے استعفیٰ دے دیا۔
ہارون بن ابی خالد المروزی	۲۳۵ ـ ۲۴۰	متوکل	سندھ کے شہر منصورہ میں قتل کر دئے گئے۔

سندھ کے ھباری عرب حکمران

شمار	سندھ کے عرب والیان کے نام	سن ہجری	عباسی خلیفہ کا عہد	سندھ کے عرب والیان کا ابو العباس آخری زمانہ اور انجام
	عمر بن عبدالعزیز ھباری	۲۴۰ - ۲۷۰	متوکل	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی
۲	عبداللہ بن عمر الھباری	۲۷۰ - ۳۰۰	معتمد	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی
۳	عمر بن عبداللہ الھباری	۳۰۰ - ۳۳۰	مقتدر	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی
۴	محمد بن عمر الھباری	۳۳۰ - ۳۶۰	متقی	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی
۵	علی بن عمر الھباری	۳۶۰ - ۳۷۵	طائع	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی
۶	ابن علی الھباری	۳۷۵ - ۴۰۱	القادر	سندھ کے شہر منصورہ میں وفات پائی
۷	حفیف	۴۰۱ - ۴۱۶	قادر	سندھ کے شہر منصورہ میں قتل ہوئے

سندھ میں عربوں کی حکومت کے
زوال کے اسباب و محرکات

بنوامیہ

اسلام سے پہلے عرب کا معاشرہ جاہلیت کا معاشرہ تھا۔ اسلام آنے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیمات پیش کیں ان کے نتیجہ میں قبائلی، نسلی، نسبی تعصب کا خاتمہ ہوگیا' اور تمام عرب و عجم برابر ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تم میں سے بہترین وہ ہے جو تم میں پرہیزگار ہے"۔(۱۳۳) "اور بیشک یہ امت وحدہ ہے میں تمہارا رب ہوں تم صرف میری ہی عبادت کرو"(۱۳۴) نبی ان نبیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا"

"بیشک اللہ تعالیٰ نے رسومات جاھلیہ اور آباء پر فخر و نخوت حرام قرار دیا ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر"

جب اسلام کی روشنی پھیلی تو نسلی، نسبی قبائلی اور لسانی بت ٹوٹ گئے اور ان کی جگہ اجتماعی فکر اسلامی وجود میں آئی۔ جس سے تمام لوگ امت وحدت میں پرو دئے گئے۔ اسلام کی دعوت اور قرآنی تعلیمات نے تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسی بھی خطہ کا ہو آپس میں بھائی بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مظبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اور اللہ کی اس نعمت کا ذکر کرتے رہو جب تم دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی پھر تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے' اور تم کو (تباہی) آگ کے گڑھے کے کنارے جا پہنچے تھے کہ اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔(۱۳۵)

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں نے تعلیمات اسلامی کو پس پشت ڈال دیا اور پھر زمانہ جاہلیت

کے طور طریقہ اختیار کرنے شروع کر دئے، جس کا نتیجہ زوال سے صورت میں ظہور پذیر ہوا۔

قبائلی عصبیت کا ظہور

بنی امیہ کے زوال میں سب سے اہم سبب قبائلی اور خاندانی عصبیت کا ظہور ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے کہ عصبیت جاہلیہ ہی ایک ایسا زہر ہے جو کسی قوم کے رگ و ریشہ میں سرایت کرکے اس کی تمام اخلاقی اور عملی قوتوں کو کمزور بنا دیا ایک حد تک غیر معتدل بنا دیتا ہے۔ جب یہ زہر تدریجی طور پر ترقی کرکے کسی قوم پر پوری طرح مسلط ہو جاتا ہے تو اس قوم پر ایک ایسی جنونی کیفیت طاری کر دیتا ہے کہ وہ انسانیت اور عام رواداری کے تمام تقاضوں کو پس پشت ڈال کر وحشیانہ اعمال و افعال میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتی۔

بنوامیہ کے دور حکومت میں لگوں میں قبائلی عصبیت کے علاوہ عربیت اور عجمیت کا تعصب بھی پایا جاتا تھا۔ عرب و عجم کا تعصب اپنی جگہ لیکن خود عرب آپس میں سندھ میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہوگئے تھے۔(۱۳۶)

یمنیوں اور نزاریوں نے مختلف والیان کے دور حکومت میں جو فتنہ و فساد برپا رکھا وہ سندھ میں اسلام کی جڑوں کو کاٹنے کے لئے کافی تھا۔ اس قبائلی عصبیت کے زہر سے عرب سب سے زیادہ مسموم تھا۔ یہ لوگ غیر عرب قوموں کے ساتھ تو کیا جمع ہوتے آپس میں ایک دوسرے کے تعاون و اشتراک سے کوی قابل ذکر مملکت قائم نہیں کرسکتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو عقیدہ توحید کا قدرتی اثر یہ ہوا کہ عرب جاہلانہ تعصبات و حمیات سے الگ ہوکر ایک مرکز پر جمع ہوگئے۔ جو پہلے ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے اب شیر و شکر ہوکر زندگی بسر کرنے لگے۔ مگر فتوحات سندھ کے بعد یہ اسلامی اخوت و مؤدت والا جذبہ پھر پھیکا پڑنے لگا اور عرب قبائلی آپس میں پھر زمانہ جاہلیت کی طرح ایک دوسرے کے درپے آزاد ہوگئے۔(۱۳۶)

عربوں کی عصبیت کا یہ جذبہ یزید بن معاویہؓ کی وفات کے بعد پھر ابھرا لیکن اس زمانے میں یہ جذبہ اتنی شدت اور ہمہ گیری اختیار نہ کرسکا کہ دولت بنی امیہ کے زوال کا باعث بن سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت بنی امیہ کے بازوؤں میں اتنی قوت موجود تھی کہ وہ اپنے سیاسی حریفوں سے اپنی مملکت کا تحفظ کرسکیں۔

اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز کا دور خلافت آیا۔ جسے اموی سلطنت کی قوت اور اس کے انحطاط کے عبوری دور سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ گویا عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور خلافت میں بنی امیہ کی سلطنت کی متزلزل بنیادیں تھام لی تھیں۔(۱۳۸)

خلیفہ ھارون الرشید کے دور میں سندھ میں کئی والی آئے مگر ناکام رہے۔ جب کثیر بن سلم کو سندھ کا والی بنایا تو اس نے سندھ میں آتے ہی ہاتھ پاؤں پھیلائے اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہوگیا۔ اس کے بعد بھی کئی والی آئے۔

۱۸۴ ہجری میں داؤد بن یزید بن حاتم مہلبی نے اپنے بھائی مغیرہ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا۔ یہاں سندھ میں نزاریوں نے اتنی زیادہ طاقت و قوت حاصل کرلی تھی کہ حکمران ان سے عاجز آگئے تھے اور ان کی بغاوتوں کو کسی طرح ختم نہ کرسکے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارا غلبہ ہوچکا ہے تو یہ تجویز دی کہ سندھ سے تمام یمنیوں کو نکال کر ملک کو آپس میں اس طرح تقسیم کرلیں کہ ایک حصہ قریش کا' دوسرا قیس کا' تیسرا ربیعہ کا۔(۱۳۹)

اسلامی علاقوں میں اس قبائلی اور خاندانی عصبیت نے بنی امیہ کی سلطنت کو مضمحل کردیا تھا۔ اور وہ تیزی سے زوال کی جانب جارہی تھی۔ یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے بڑا الم ناک زمانہ تھا۔ مسلمانوں کے دل رنج و الم سے معمور تھے اور وہ ان حالات کو ملت اسلامیہ کے لئے اچھا شگون نہیں سمجھ رہے تھے۔

فرقہ وارانہ اختلافات

سندھ میں بنی امیہ کے دور کے زوال کا جو دوسرا سبب بنا وہ فرقہ وارانہ اختلافات کا بھی تھا۔ بنی امیہ کی حکومت سندھ کے علاوہ بھی ایک بہت بڑے خطے پر مشتمل تھی۔ اس دور میں امامت یعنی مسلمانوں میں مذہبی اور سیاسی اقتدار اعلیٰ کا بھی ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ جس نے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا تھا۔ اور انہیں مختلف فرقوں میں بانٹ دیا تھا۔ اس مسلمانوں کی عنان حکومت بنی امیہ کے ہاتھوں میں تھی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دست بردار ہوچکے تھے۔

اھل مدینہ : مدینہ کے باشندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار اور مددگار تھے۔ یمنیوں سے ان کی

نسبی قرابت داری تھی وہ امویوں سے نفرت کرتے تھے اور انہیں خلافت کا غاصب سمجھتے تھے۔ حرہ کی جنگ کے بعد جو یزید بن معاویہ کے عہد میں ہوئی تھی۔ اہل مدینہ کے دلوں میں بنی امیہ سے نفرت کا جذبہ اور شدید ہو گیا تھا۔

شیعہ : یہ گروہ اہل بیت کا مددگار تھا۔ اور یہ اہل بیت کی خلافت کا علم بردار تھا اور اس مقصد کے لئے سینہ سپر تھا۔ اور حضرت علیؓ کی خلافت کے معاملہ میں خاص طور پر متشدد تھا۔

خوارج : یہ جمہوریت پسند فرقہ تھا۔ اس کا نقطہ نظریہ تھا کہ خلافت کے لئے خلافت کا حق ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ جو اس کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ چاہے اس کا تعلق کسی بھی خاندان سے ہو اس فرقہ کا نقطہ نظریہ بھی تھا کہ جس وقت خلیفہ پر مسلمانوں کو اعتماد نہ رہے وہ اس وقت معزول ہو جائے۔

یہ فرقے دیگر علاقوں کی طرح بلاد سندھ میں بھی وارد ہوتے اور لوگوں پر اثر انداز ہوتے تھے۔ ان لوگوں کی بنی امیہ کے مقرر کردہ سندھ کے والیان کے ساتھ بغاوت اور سرکشی چلتی رہتی تھی جس کا لازمی نتیجہ خوں ریزی اور قتال کی صورت میں نکلتا تھا۔

اموی خاندان کے افراد کی باہمی رقابتیں

اس ماحول میں امویوں کی داخلی پالیسی میں ایک نئی تبدیلی یہ ہوئی کہ اموی خلفاء نے ایک کی جگہ یکے بعد دیگرے دو دو اپنے ولی عہد مقرر کرنا شروع کر دئے۔ اس نئی پالیسی سے اموی خاندان کے افرادؤ میں رقیبانہ کش مکش پیدا ہو گئی' اس پالیسی نے اموی خاندان کے افراد کے دلوں میں رقابت اور دشمنی کے بیج بو دئے' بنی امیہ نے اپنے دور حکومت میں شوریٰ کا نظام ختم کر دیا تھا۔ جو خلفاء راشدین کے عہد میں رائج تھا۔

ولی عہدی کی پالیسی میں اس نئی تبدیلی کا اثر یہ ہوا کہ اموی سلطنت کے ضعف والخطاط میں اب داخلی عناصر بھی مددگار ہو گئے۔

چنانچہ متوفی خلیفہ کا بیٹا جب تخت خلافت پر متمکن ہوتا تو وہ اپنے بعد کے ولی عہد کو معزول کر دیتا' اور اس کی جگہ اپنے بیٹے کو مقرر کر دیتا۔

اس عزل و نصب کے اثرات اموی خاندان کے افراد تک ہی محدود نہ رہتے تھے بلکہ ان کا دائرہ فوج کے سپہ سالاروں، صوبوں کے گورنروں، اور سلطنت کے دوسرے ممتاز افراد تک وسیع ہوتا تھا۔ جب کوئی خلیفہ تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوتا تو وہ اپنے مخالفوں کو حکومت کے عہدوں سے برطرف کر دیتا اور چن چن کر ایک ایک سے سخت انتقام لیتا تھا۔

اس انتقام سے فاتح سندھ محمد بن قاسم ثقفی جیسا جلیل القدر شخص بھی نہ بچ سکا۔ جس نے بلاد سندھ پر اسلامی پرچم لہرایا تھا۔ قتیبہ بن مسلم بھی محفوظ نہ رہ سکا، جس نے بلاد ماوراء النھر کو اسلامی قلمرو میں شامل کیا تھا۔ اس وقت حجاج بن یوسف کا انتظام ہو چکا تھا۔ لیکن سلیمان کے دل میں انتقام کی آگ اتنی مشتعل تھی کہ اس نے حجاج کے پورے خاندان سے بڑا خوفناک انتقام لیا۔

مسعودی نے بنی امیہ کے زوال کا مرقع ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

امویوں کی حکومت کے زوال اور عباسیوں کی حکومت کے قیام کے بعد بنی امیہ کے معمر بزرگوں اور ان کی تاریخ و سیر سے باخبر بوڑھوں سے پوچھا گیا کہ آپ کے خاندان کی سلطنت کے زوال کے اسباب کیا تھا انہوں نے جواب دیا!

ہم عیش و عشرت میں مشغول ہوگئے اور جن امور کی نگرانی اور تحفظ ہمارا فرض تھا۔ ان کی طرف سے غافل رہے۔ رعایا پر ہم نے اتنے ظلم و ستم کئے کہ وکہ ہمارے عدل و انصاف سے مایوس ہوگئی۔ اور ہم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیریں سوچنے لگی۔ ہم نے اتنا زیادہ خراج نافذ کر دیا کہ اس کی زیادتی کی وجہ سے لوگوں نے کاشت کرنا چھوڑ دی نتیجہ یہ ہوا کہ خراج کی آمدنی کم ہوگئی اور ہمارے خزانے خالی ہوگئے۔ ہم نے اپنے وزراء پر ضرورت سے زیادہ اعتماد کیا۔ اور انہوں نے اپنے مفاد کو قوم کے مفاد پر مقدم رکھا اور ہمارے نام سے اجتماعی مفاد کے خلاف امور سلطنت سرانجام دئے۔ ان وزراء نے اصلی حالات ہم سے چھپائے، فوجوں کی تنخواہوں میں سہل انگاری برتی اس کا ردعمل یہ ہوا کہ فوج نے ہی اپنی اطاعت چھوڑ دی، جب ہمارے دشمنوں نے ہم پر یورش کی تو اپنی فوج کی کمی کی وجہ سے ہم ان کا مقابلہ نہ کر سکے، اور اگر سچ پوچھو تو ہماری سلطنت کے زوال کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ہم ملک کے اصلی حالات سے بے خبر تھے۔

بنو عباس

ایرانیوں کا اثر و نفوذ

خلافت عباسیہ کی بنیاد اسلام کے نام پر رکھی گئی تھی۔ عباسیوں نے اپنی سلطنت کے قیام کے لئے عوام میں یہ شعور پیدا کیا تھا کہ وہ بنی امیہ سے آل محمد کو مسلمانوں کی امارت واپس دلانا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے اس پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ اہل بلاد فارس زمانہ قدیم سے ایک متھم بالشان تاریخ کے مالک تھے اور ظہور اسلام سے قبل بعض بلاد عرب پر ایرانی شہنشاہوں کی حکومت تھی ان عوامل کی وجہ سے ان کے تحت اشعور میں اپنی برتری اور عربوں کے لئے حقارت کے جذبات موجود تھے' آل محمد کی امارت کے لئے جدوجہد اور اس کی پشت پناہی سے انہیں امید تھی کہ وہ بنی امیہ کی حکومت سے بالفاظ دیگر عربوں کی پشت پناہی سے انہیں امید تھی کہ وہ بنی امیہ کی حکومت سے بالفاظ دیگر عربوں کی حکومت سے آزاد ہو جائیں گے' اور زمانہ قدیم میں علاقے میں انہیں جو اثر و نفوذ حاصل تھا وہ بھی کچھ نہ کچھ حاصل ہو جائے گا۔ اس خیال سے ایرانیوں نے نئی حکومت کے قیام کے لئے جدوجہد میں بھرپور طریقہ سے حصہ لیا۔

پامر لکھتا ہے کہ:

"عباسیوں نے اپنی سلطنت کے قیام و استحکام کے لئے ایرانیوں کا اثر و نفوذ بہت بڑھا دیا تھا۔ اس کا قدرتی نتیجہ تھا کہ ایرانیوں کے سیاسی نظریات اکور اصول حکومت خلافت عباسیہ کے نظم و نسق پر غالب تھے۔

چنانچہ ایک ایرانی النسل وزیر حکومت کا سربراہ ہوتا تھا اور خلافت کے نظم و نسق میں چند ایسے نظرے اور اصول حکومت میں داخل ہوگئے تھے جو ساسانی دور کے مابہ الامتیاز خصوصیت تھے۔(۱۴۰)

چنانچہ ایرانیوں کے ضرورت سے زیادہ اثر و نفوذ کی وجہ سے عرب بددل ہوئے اور ایرانیوں اور عربوں میں ایک سرد جنگ کی سی کیفیت پیدا ہوی۔ اس کے اثرات بلاد سندھ پر بھی پڑے۔

عبداللہ الاشتر کی بغاوتیں

سندھ میں عباسی حکومت زوال کے اسباب میں سے ایک سبب عبداللہ الاشتر کا مسئلہ بھی ہے۔ عمرو بن

حفص نے منصورہ میں قیام کر کے انتظام حکومت کی طرف توجہ دی، اس وقت مسند خلافت پر ابو جعفر منصور متمکن تھا۔ ۱۴۴ ہجری میں خلافت کے بارے میں جو کش مکش اہل بیت اور غیر اہل بیت کی چلی آ رہی تھی۔ اس کش مکش نے شدت اختیار کرلی۔ اور حسن سادات میں سے عبداللہ بن حسن بن مثنی بن حسن بن علی ابن ابی طالب کے صاحبزادوں میں سے محمد نے جو نفس ذکیہ کے لقب سے مشہور تھے اور ان کے بھائی ابراہیم نے عباسی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا "نفس ذکیہ" اپنے زہد و ورع، تقویٰ و تقدس کے لحاظ سے نہایت بزرگ تھے۔ نفس ذکیہ ۱۴۵ ہجری میں مدینہ منورہ میں عباسی افواج سے مقابلہ کرتے ہوئے حمید بن قحطبہ کے ہاتھوں شہید ہوئے اور ان کا سر تن سے جدا کر کے منصورہ کے پاس بھیجا گیا۔

نفس ذکیہ نے اپنے بھائیوں اور صاحبزادوں کو اپنا نمائندہ بنا کر مختلف بلاد میں بھیجا تھا۔ سندھ میں انہوں نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن محمد کو جو عبداللہ اشتر کے نام سے معروف ہیں روانہ کیا۔ اس زمانے میں عمر بن حفص سندھ کا والی تھا۔ اگرچہ وہ عباسیوں کا نمائندہ تھا مگر اس کو باطن سادات سے بڑی ہمدردی تھی۔ عبداللہ الاشتر گھوڑوں کے تاجروں کے بھیس میں سندھ پہنچے۔ عمر بن حفص نے بھی ان سے چند گھوڑے خریدے اور تاجر کی حیثیت سے ان کی آؤ بھگت کی۔ ایک دن موقع پا کر عبداللہ اشتر نے عمر بن حفص کو اپنے آنے کا مطلب بیان کیا۔ اور سادات کی حکومت قائم کرنے میں مدد چاہی۔ عمر بن حفص نے ان کی دعوت کو قبول کرلیا اور ان کو ایک مخفی جگہ پر رکھا اور شہر کے معززین کو بلا کر ان سے مشورہ کیا جمعرات کا دن ان کی بیعت کے لئے مقرر ہوا ایک سفید جھنڈا تیار کیا گیا اور سفید کپڑے تیار کئے گئے۔

ادھر سندھ میں یہ تیاریاں ہو رہی تھیں کہ بغداد سے ایک بحری جہاز سندھ پہنچا جس میں ایک تاجر عمر بن حفص کی بیوی کا خط لے کر آیا تھا جس میں لکھا تھا کہ نفس ذکیہ اور ابراہیم دونوں عباسیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں۔ عمر بن حفص یہ خط لے کر عبداللہ الاشتر کے پاس گیا اور ان والد اور چچا کی تعزیت کی۔ یہ حالات سن کر عبداللہ الاشتر بہت پریشان ہوئے۔ عمر بن حفص نے تسلی دی اور ایک ہندو راجہ کے پاس بھیج دیا۔ عبداللہ الاشتر کافی عرصہ وہاں رہے۔

اور زید یہ فرقے کے عقائد کی ترویج و تبلیغ بھی کرتے رہے۔ خیال ہے کہ سندھ میں شیعت کی ابتداء اسی

زمانے سے ہوی یہ چیز بھی سندھ عباسیوں کے زوال کا سبب بنی۔

قبائلی عصبیت کا ظہور

بنی امیہ کی طرح بنو عباس کے زمانے میں بھی سندھ میں عرب قبائل کے آپس کے اختلافات نے سر اٹھانا شروع کیا اور ان قبائلی اختلافات نے آپس کی لڑائیوں کی شکل اختیار کرلی۔

۱۳۲ ہجری میں سندھ کا والی منصور بن جمہور کلبی کے ہاتھوں قتل ہوا۔(۱۴۱) اس کے بعد موسیٰ بن کعب تمیمی اپنے لشکر کے ساتھ سندھ آئے اور منصور کو قتل کردیا گیا۔(۱۴۲)

پھر عیینہ تمیمی کے عہد میں سندھ میں یمنی اور نزاری قبائلی لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ جس میں بہت سے زعماء قتل کیئے گئے۔ خلیفہ نے اس کو معزول کردیا وہ سیوستان کی طرف بھاگا' ہمنیوں کی ایک جماعت نے اس کو جالیا اور قلت کردیا۔(۱۴۳)

پھر عمر بن حفص کے بعد ہشام تغلبی آئے۔ خلیفہ مہدی عباسی کے زمانے میں سندھ میں دس سے زیادہ وای آئے لیکن یہاں قبائلی اختلافات کی ایسی آگ لگی ہوئی تھی کہ کوئی اسے نہ دبا سکا۔

پھر خلیفہ ہارون الرشید نے یہاں قبائلی اختلافات کو فرو کرنے کے لئے کوششیں کیں اور سالم تونسی کو سندھ کا وای بنایا' انہوں نے تو کچھ عرصہ کے لئے اس قبائلی اختلافات و شورشوں پر قابو پالیا۔(۱۴۴)

طیفور حمیری کو لایا گیا وہ بھی قابو نہ پاسکے۔ ان کو معزول کردیا گیا۔ اس کے بعد جابر طائی اور کثیر بن مسلم کو سندھ کا والی بناکر لایا گیا۔ لیکن یہ دونوں سیاسی بصیرت نہ ہونے کے باعث ناکام رہے۔ عہد عباسی میں سندھ میں ان قبائلی اختلافات کی وجہ سے کافی کمزوری رہی چند ایک والیان کے سوا کسی کو بھی جم کر سندھ میں حکومت کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

جس کی وجہ مملکت عباسیہ سندھ میں روبزوال ہوئی۔ اس قبائلی عصبیت اور نسل پرستی کے باعث عباسی دور کا مسلمان مقصد زندگی سے غافل ہونے کے بعد اپنا تشخص کھو بیٹھا۔ یوں کہہ لیجئے کہ وہ اب مسلمان نہیں تھا۔ بلکہ کہیں وہ عرب تھا کہیں ترک اور کہیں ایرانی' اس کے ساتھ ساتھ علاقہ اور زبان کی عصبیتوں نے بھی جنم لیا۔ وہ اکثر و بیشتر باہم برسرپیکر رہنے لگے۔ اس صورت حال نے مسلمانوں کو معاشرتی طور پر کھوکھلا کردیا۔ نتیجہ

یہ تھا کہ بغداد کے آخری خلیفہ کے وزیر ہی نے ہلاکو خان کو دعوت دی۔

عباسی دور میں مسلمانوں کا معاشرتی کردار ہی زوال کا باعث بنا اس دور میں مسلمان معاشرتی طور پر اتنے کمزور ہوئے اپنی اس علاقائی سالمیت کو بھی برقرار نہ رکھ سکے جو انہیں بنوامیہ سے ورثہ میں ملی تھی۔(۱۴۵)

مقصدیت کا فقدان

خلفائے راشدہ کے دور تک مسلمانوں کے تمام انفرادی اور اجتماعی کام ایک مشن کے تابع تھے۔ زندگی کا کوئی لمحہ اس مقصد عظیم سے خالی نہ تھا۔ جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔ لیکن عباسی دور تک پہنچتے پہنچتے مسلمان اپنی زندگی کے نصب العین سے غافل ہو چکے تھے۔ خلفاء وقت اکثر داد عیش دیتے تھے' جہاد کی روح ختم ہو چکی تھی مسلمان جہاد سے ثقافت کی طرف مائل ہو رہے تھے۔

یہی حالت سندھ کے والیان اور ان کے حوارین میں بھی نمایاں تھی امراء وغیرہ بھی عیش کوشی اور مصلحت پسندی کا شکار تھے۔ زندگی کی تلخ حقائق سے گریز' ذہنی تعیش' ادبی لطافتیں' ٹھوس علمی فکر کے بجائے تجریدی فکر اور ایسی تجریدی فکر جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو ان حضرات کی طبیعت ثانیہ بن گئے تھے۔ بنیادی مسائل نظروں سے اوجھل ہوگئے تھے اور فروعی مسائل کی طرف توجہ زیادہ ہوگئی تھی۔ ایسے فروعی اور جزوی مسائل کہ شاید قرن اولی کا مسلمان ان پر گفتگو کرنا بھی پسند نہ کرتا ان مسائل کو اہمیت حاصل ہوتے ہی غیر ضروری اختلافی مسائل کھڑے ہوگئے اور امت تفرقہ بازی کا شکار ہوگئی۔ اور یوں بے شمار مذہبی فرقے پیدا ہوگئے۔

یہ تمام باتیں بنیادی مقصدیت سے فرار اور اس کے فقدان سے پیدا ہوئیں۔

فہرست ماخذ باب چہارم

۱ جمہرۃ الانساب العرب از ابن حزم اندلسی ص ۴۳۲

۲ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۷۱

۳ فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۹

۴ الکامل فی تاریخ از ابن اثیر ج ۴

فتوح البلدان از بلاذری جلد ۳ ص ۵۳۹

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۷۶

۵ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۱۷۹، ۱۹۸

۶ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۰

۷ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۰

۸ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر جلد ۵ ص ۶۴

تاریخ الاسلام ڈاکٹر حسن ابراہیم ج ۲ ص ۹، ۱۰

۹ تاریخ یعقوبی از وہب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۲۷۳

۱۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۰

۱۱ عقد الفرید از ابن عبدا ربہ ج ۴ ص ۴۴۴

۱۲ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۱

۱۳ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۹

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۷۶

۱۴ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۸

تاریخ طبری از طبری ج ۷ ص ۱۳۱

تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط شباب بصری ج ۲ ص ۵۳۸

۱۵ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۳

۱۶ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۸۹

۱۷ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۳

۱۸ تاریخ الاسلام السیاسی از دکتور حسن ابراہیم ج ۲ ص ۴۱۰

۱۹ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۸۹

۲۰ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۸۹

۲۱ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۴۲

۲۲ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۹۰

۲۳ تاریخ طبری از طبری ج ۷ ص ۲۷۲

۲۴ تاریخ السلام الیاسی از دکتور ابراہیم حسن ج ۲ ص ۳۴

۲۵ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۸۹

۲۶ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۰

۲۷ کتاب الثقات از ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین ص ۳۵

۲۸ البدایہ والنھایہ از ابن کثیر جلد ۱۰ ص ۱۴

۲۹ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۰

۳۰ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۶

۳۱ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۳

۳۲ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۷

۳۳ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۶۳۶

۳۴ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۴۹

۳۵ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۴۷

۳۶ تاریخ طبری از طبری ج ۷ ص ۲۷۲

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۱۷۰

۳۷ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۴۳

۳۸ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۴۳

۳۹ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۳۸۷

۴۰ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۴۷

۴۱ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۳۸۷

۴۲ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۲۲۶

۴۳ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۴۸، ۴۴۷

تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۶۷۷

۴۴ تاریخ الکامل از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۰

۴۵ تاریخ الکامل از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۱، ۲۲۰

البدایہ والنھایہ از ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۰۸

۴۶ تاریخ ابن خلدون از ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۰۸

تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۷۲

۴۷ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۶۷۶

۴۸ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۱

۴۹ البدایہ والنھایہ از ابن کثیر ج ۱۰ ص ۱۰۸

۵۰ اخبار الحکماء از قفطی ص ۱۷۷

۵۱ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۶۷۸

۵۲ تاریخ طبری از طبری ج ۷ ص ۵۳

۵۳ البدایہ و النہایہ از ابن اثیر ج ۱۰ ص ۷۷، ۷۶

۵۴ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۷۲

۵۵ تاریخ خلیہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۶۷۸

۵۶ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۷۹

تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۳ ص ۱۵۹

۵۷ تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۳ ص ۱۵۹

تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۱۵۹

۵۸ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۶ ص ۷۱

تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۳ ص ۴۶۱

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۲۰۷

۵۹ تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۳ ص ۴۷۰

کامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۵۴

تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۰۷

۶۰ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۶۰

۶۱ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۶ ص ۱۹

۶۲ تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۳ ص ۴۹۱

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۶۰

۶۳ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۶۹۷

۶۴ تاریخ ابن خلدون ابن خلدون ج ۳ ص ۲۱۲

تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۵ ص ۶۰۲

۶۵ تاریخ سندھ ابو ظفر ندوی ص ۱۹۴

۶۶ مروج الذھب از مسعودی جلد ۳ ص ۲۵۵

۶۷ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۶ ص ۴۲

۶۸ تاریخ الامم والملوک از طبری جلد ۳ ص ۵۰۲

۶۹ تاریخ الامم والملوک از طبری جلد ۳ ص ۵۰۲

۷۰ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۹

۷۱ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۷۰۷

۷۲ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۷۰۶

۷۳ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۷۳۶

۷۴ تاریخ خلیفہ از خلیہ بن خیاط جلد ۲ ص ۷۳۶

۷۵ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۹

۷۶ تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۲۱۸

۷۷ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۹

۷۸ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۹۴

۷۹ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۹

۸۰ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۹

۸۱ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۷۳۶

۸۲ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۲ ص ۷۳۶

۸۳ جمھرۃ انساب العرب از ابن حزم ص ۳۷۰

۸۴ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۹۴
۸۵ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ج ۲ ص ۳۴، ۴۲
۸۶ البدایہ والنہایہ از ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۵۵
۸۷ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۴
۸۸ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۵۵۷
۸۹ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۳۲
۹۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۳۲
۹۱ المسالک والممالک از ابن خرواذبہ ص ۵۷
۹۲ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۲۵
۹۳ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۵۸
فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۴۶
الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۰
۹۴ المسالک والممالک از ابن خرواذبہ ص ۵۷، ۵۶
۹۵ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۴۳۲
۹۶ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۵۴۴
تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۵۸۵
۹۷ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۳ ص ۲۲۳
۹۸ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۵۹۹
۹۹ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۱۸۹، ۱۰۰ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۲ ص ۳۲۷
۱۰۱ الاصابہ فی تمیز الصحابہ از علامہ ابن حجر عسقلانی جلد ۳ ص ۵۶۷
۱۰۲ موطا امام مالک از امام مالک ج ۱ ص ۳۳۱

۱۰۳ الاصابہ فی تمیز الصحابہ از علامہ ابن حجر عسقلانی

۱۰۴ جمہرۃ انساب العرب از ابن حزم ص ۱۵

۱۰۵ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۳۲

۱۰۶ جمہرۃ انساب العرب از ابن حزب ص ۱۱۸

۱۰۷ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۴۳

۱۰۸ تاریخ یعقوبی از یعقوبی جلد ۲ ص ۹۹

۱۰۹ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۱۹۰

۱۱۰ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۲۸۵

۱۱۱ جمہرۃ انساب العرب از ابن حزم ص ۱۱۸

۱۱۲ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۱۹۳

۱۱۳ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۲۸۵

فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۵

۱۱۴ الکامل از ابن اثیر جلد ۷ ص ۳۲۳

۱۱۵ کتاب الذخائر و التحف از قاضی رشید بن زبیر ص ۳۷

۱۱۶ مروج الذھب از مسعودی جلد ۱ ص ۱۶۷

۱۱۷ مروج الذھب از مسعودی جلد ۱ ص ۹۹

۱۱۸ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۲۸۷

۱۱۹ مروج الذھب از مسعودی جلد ۱ ص ۱۶۷

۱۲۰ جمہرۃ الانساب العرب از ابن حزم ص ۱۱۸

۱۲۱ تاریخ الکامل از ابن اثیر جلد ۹ ص ۱۱۹

عرب و ھند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۲۶۸

۱۲۲ اعلاق النفیسہ از ابن رستہ ص ۱۳۵

۱۲۳ مروج الذھب از مسعودی ج ۱ ص ۹۹

۱۲۴ المسالک والممالک از اصطخری ص ۱۷۵

۱۲۵ احسن التقاسیم فی معرفۃ اقالیم مقدسی بشاری ص ۴۸۱

۱۲۶ کتاب الھند از البیرونی ص ۵۶

۱۲۷ عرب وھند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۲۶۷

۱۲۸ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۲ ص ۶۴

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۴ ص ۳۲۶

۱۲۹ احسن القتاسیم فی معرفۃ اقالیم از بشاری مقدسی ص ۴۸۱

۱۳۰ احسن القتاسیم فی معرفۃ اقالیم از بشاری مقدسی ص ۴۸۲

۱۳۱ احسن التقاسیم فی معرفۃ اقالیم از بشاری مقدسی ص ۴۸۰

۱۳۲ القرآن

۱۳۳ القرآن

۱۳۴ القرآن ۱۳۵ القرآن

۱۳۶ الدولۃ الامویہ فی الشرق از دکتور محمد طیب نخار ص ۱۲۵

۱۳۷ فجو الاسلام از احمد امین ۸۰-۷۸

۱۳۸ تاریخ الاسلام السیاسی از دکتور حسن ابراہیم ج ۱ ص ۵۱۰

۱۳۹ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۹۳

۱۴۰ Haroon-Al-Rashid. By Palmer P.37,38

۱۴۱ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۴۹

۱۴۲ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۳۴۷

تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۳ ص ۸۰

تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۲۹

فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۳۴۳

۱۴۳ تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۳ ص ۱۳۸

تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۳۶۴

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۱۸۷

۱۴۴ تاریخ یعقوبی از وھب بن واضح عباسی ج ۲ ص ۴۰۲

تاریخ الامم والملوک از طبری ج ۳ ص ۶۰۹

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۸۸

۱۴۵ خطبات حرم از ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ ص ۳۸

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب پنجم

سندھ کی تہذیب پر اسلام کے اثرات اور اموی اور عباسی عہد کے علمی حالات

تحقیقی جائزہ

باب پنجم

سندھ کی تہذیب پر اسلام کے اثرات اور

اموی و عباسی عہد کے علمی حالات

☆ تہذیب و تمدن کے اوصاف

☆ اسلامی تہذیب کے بنیادی اصول

☆ اسلامی تعلیمات

☆ توحید

☆ رسالت

☆ آخرت

☆ سندھ کی تہذیب پر اسلام کے اثرات

☆ سندھ میں عربی زبان کی ترویج

☆ سندھ میں عربی زبان کا نفاذ

☆ عرب دور میں سندھی زبان کی نمو، نشوونما اور ترقی

☆ سندھی زبان دور قدیم میں

☆ سندھی زبان تاسیسی دور میں

- ☆ سندھی زبان تکمیلی دور میں
- ☆ سندھی حروف تہجی
- ☆ سندھی، اردو اور عربی کے مشترکہ حروف
- ☆ سندھی میں علوم عقلی کی ترویج
- ☆ علم ترجمہ
- ☆ علم ریاضی
- ☆ علم فلکیات و نجوم
- ☆ علم طب
- ☆ علم کیمیا
- ☆ علم فلسفہ
- ☆ علم بلاغت
- ☆ علم سحر
- ☆ فنون نفیسہ
- ☆ علم تاریخ و جغرافیہ
- ☆ سندھ میں عرب علماء
- ☆ موسیٰ بن یعقوب ثقفی

☆ معروف شخصیات کا اجمالی تعارف

☆ ابو سالمہ جاٹ سندھی بصری

☆ عبید بن باب سندی بصری

☆ عالم سندی ریاضی فلکی

☆ مکحول بن عبداللہ سندی شامی

☆ ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی

☆ حبیش بن سندی بغدادی

☆ سندی خواتیمی بغدادی

☆ سماق جاٹ سندی بصری

☆ عبدالرحمٰن بن سندی دمشقی

☆ سندی مولٰی حسین خادم

☆ سندی بن ابان بغدادی

☆ احمد بن سندی بن فروخ بغدادی

☆ یحیٰی ابو معشر سندی

☆ عمرو بن عبید بن باب سندی بصری

☆ عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی (امام اوزاعی)

- ☆ محمد بن ابی معشر نجیع سندی مدنی
- ☆ محمد بن عبداللہ سندی بصری
- ☆ محمد بن عثمان جاٹ سندی بصری
- ☆ داؤد بن ابی معشر سندی بغدادی
- ☆ عبداللہ بن جعفر منصوری
- ☆ سندی محمد بن شاہک
- ☆ ابراہیم بن سندی بن شاہک
- ☆ ابراہیم بن عبداسلام سندی بغدادی
- ☆ ابو عبداللہ محمد دیبلی شامی
- ☆ خلف بن سالم سندی بغدادی
- ☆ بختاشہ سندی
- ☆ اسماعیل بن سندی بغدادی
- ☆ اسلم بن سندی
- ☆ سندی بن بختاشہ سندی
- ☆ ابان بن محمد سندی کوفی
- ☆ حسن بن محمد سندی کوفی

☆ علی بن محمد سندی کوفی

☆ ابراہیم بن عبداللہ سندی بغدادی

☆ سندی بن یحییٰ حرشی بغدادی

☆ عبدالحمید بن نصر کشی سندی

☆ علی بن احمد بن محمد دیبلی شامی

☆ نصر بن سندی بغدادی

☆ فضل بن سکین سندی بغدادی

☆ نفیس سندی بغدادی

☆ شرف الدین ملتانی بغدادی

☆ ابو جعفر سندی عراقی

☆ ابو الفرج سندی کوفی

☆ محمد بن ابراہیم دیبلی سندی مکی

☆ ابراہیم بن محمد دیبلی بغدادی

☆ فتح بن عبداللہ سندی بغدادی

☆ خلف بن محمد دیبلی بغدادی

☆ شعیب بن محمد دیبلی مصری

☆ محمد بن احمد بن عبداللہ دیبلی

☆ محمد بن حسین بن محمد دیبلی شامی

☆ احمد بن سندی بغدادی

☆ احمد بن قاسم بن سندی بغدادی

☆ احمد بن محمد دیبلی مصری

☆ احمد بن محمد ہارون دیبلی بغدادی

☆ ابراہیم بن علی بن سندی بغدادی

☆ عباس بن سندی بغدادی

☆ احمد بن محمد سندی مصری

☆ محمد بن احمد بوقانی سندی بغدادی

☆ شبویہ بن اسماعیل قزداری مکی

☆ سندھی خواتین تاریخ اسلام کے صفحات پر۔

☆ خولہ سندیہ والدہ ماجدہ محمد بن حنفیہ

☆ سلافہ یا غزالہ سندیہ والدہ امام زین العابدین

☆ حیدان سندیہ والدہ زید بن علی زین العابدین

☆ ملکہ لادی سندیہ زوجہ محمد بن قاسم

☆ حسنہ بھانجی راجہ داہر

☆ صبابہ سندیہ والدہ یزید بن عمر بن هبیرہ فزاری

☆ سندیہ والدہ محمد بن اشتر

☆ سندیہ والدہ سعید بن هشام بن عبد الملک

☆ خمار قندهاریہ جاٹ

☆ عجوز سندیہ بغدادیہ

☆ شہدہ طحانہ سندیہ بغدادیہ

☆ سندیہ بغدادیہ

☆ سکر سندیہ

☆ طلہ سندیہ بغدادیہ

☆ عہد عرب میں سندھ سے متعلق اہم عربی کتب اور ان کے مصنفین کا احوال و تذکرہ۔

☆ جاحظ ابو عثمان

☆ خرداذبہ

☆ ابو زید حسن سیرافی

☆ بلاذری

☆ یعقوبی

☆ ابن فقیہ ہمدانی

☆ ابن رستہ

☆ بزرگ بن شہریار

☆ سلیمان تاجر

☆ مسعودی

☆ کتاب التنبیہ والاشراف از مسعودی

☆ مطہر بن طاہر مقدسی

☆ اصطخری

☆ بشاری مقدسی

☆ ابن ندیم

☆ عبد القاہر بغدادی

☆ قاضی صاعد اندلسی

☆ عبد الکریم شہرستانی

☆ قاضی رشید بن زبیر

☆ شریف ادریسی

☆ ابن ابی اصیبعہ

☆ ابن بطوطہ

☆ قلقشندی

☆ سندھ کے شعراء بلاد عرب میں۔

☆ ابو عطاء سندی

☆ عہد عباسی میں ابو العطاء سندھی کی شاعری۔

☆ محمد بن زیاد سندی کوفی

☆ سندی بن صدقہ بغدادی

☆ سندی بن علی وراق بغدادی

☆ سماق جاٹ سندی

☆ محمد بن سندی مکی

☆ ابو ضلع سندی عراقی

☆ کشاجم سندی رملی

☆ سندھ عربی اشعار میں

☆ سپاہی عرب شعراء

☆ عرب شعراء

☆ عرب شعراء جنھوں نے سندھ کا دورہ کیا

☆ عرب شعراء جو سندھ میں پیدا ہوئے

☆ شاعر منصوری

☆ شاعر ملتانی

☆ سندھ کے ھندو علماء اور ان کی علمی خدمات

☆ طبیب منکہ

☆ طبیب بہلہ

☆ طبیب ابن دھن

☆ طبیب صالح بغدادی

☆ طبیب حسن بغدادی

☆ ابو الھندی مکی محدث

☆ محمد بن حارث بلیمانی حجازی

☆ محمد بیلمانی کوفی

☆ ابو سعید مالکی

☆ ابو محمد بغدادی مورخ

☆ ماشاء اللہ بغدادی منجم

☆ احمد بن محمد فقیہ

- ☆ ابو الھندی اسدی شاعر
- ☆ آنکو ھندی طبیب
- ☆ اریکل طبیب ماہر فلکیات
- ☆ اندی طبیب ماہر فلکیات
- ☆ اجھرا انجینئر
- ☆ باکھر طبیب ماہر فلکیات
- ☆ نوقشتل طبیب
- ☆ جارا کا طبیب
- ☆ جبھر منجم
- ☆ حیاری طبیب منجم
- ☆ جودر طبیب
- ☆ داہر طبیب ماہر فلکیات
- ☆ دبک ادیب
- ☆ راحر طبیب منجم
- ☆ رائے طبیب عالم
- ☆ روساء طبیبہ

باب پنجم

سندھ کی تہذیب پر اسلام کے اثرات اور اموی اور عباسی عہد کے علمی حالات

تہذیب و تمدن کے اوصاف

انسان کی زندگی کے مختلف رنگ و روپ ہوتے ہیں۔ اور ان میں تغیرو تبدل ہوتا رہتا ہے۔ انسان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ ہمیشہ اچھے گھر میں رہے اچھی سے اچھی خوراک کھائے اچھی سے اچھی پوشاک پہنے' انسان کی اسی خواہش اور ذہنی خواہشوں اور تبدیلیوں نے انسانی تہذیب و تمدن کو مٹایا اور بدلا سنوارا اور سدھارا

اس سے یہ معلوم ہوا کہ تمدن انسانی فلاح اور خوشی کا راستہ ہے جس سے ہم لطف اندوز ہوتے ہیں۔ فطرت نے ہم کو بہت کچھ عطا کیا ہے۔ ہر آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدرت کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائے۔ "انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز" میں تمدن کے تشریح اس طرح کی گئی ہے۔

"تمدن موروثی' فنی کارناموں' ٹیکنیکی طریقوں' تصورات' عادات اور قدروں پر مشتمل ہوتا ہے' تمدن سے علیحدہ ہوکر نہ کوئی معاشرتی تنظیم وجود میں سکتی ہے۔ اور نہ ہی اسکا کوئی تصور ممکن ہے۔ تمدن مکمل طور پر منظم اتحاد کا نام ہے۔ جس کے دوسرے ارکان یہ ہیں۔ فنی کارناموں کا سلسلہ اور رسم و رواج کا نظام لیکن یہ دوسرا رکن کئی اجزاء سے جڑا ہوا ہے۔ جس کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ اور اس کا انسان کے مادی مطلوبوں' ماحول' اور مقصد سے بھی گہرا تعلق ہوتا ہے۔ یعنی تمدن انسان کے تعمیری کارناموں' مادی ترقیوں' تیکنیکی اور فنی طریقوں' روایتوں' رسم و رواج' ملنے جلنے کے طریقے' اٹھنے بیٹھنے کے انداز' عقیدوں' رسم و رواج' ملنے جلنے کے طریقے' اٹھنے بیٹھنے کے انداز' عقیدوں' اخلاق اور عبادتوں پر حاوی ہوتا ہے۔ پھر جب تمدن

کے ان تمام عناصر میں خوبی اور حسن نظر پیدا ہو جائے۔ تو اس وقت تہذیب کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی تہذیب' ترقی یافتہ تمدن کے ان خاص پہلوؤں کی نشاندہی کرتی ہے۔ جس کا تعلق، حسن' ہم آہنگی' سگھڑپن اور پاکیزگی پر ہوتا ہے۔

اسلامی تہذیب کے بنیادی اصول

اسلامی تعلیمات

عقیدہ اور عباددوں سے انسان زندگی کے مکمل اصول و ضوابط سیکھتا ہے۔ ان اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخ روئی حاصل کرسکتا ہے اور اپنی زندگی نہایت اطمینان' اور شائستگی کے ساتھ گزار سکتا ہے۔ یعنی اسلامی تہذیب کی بنیاد ایک اور وحدہ لاشریک کے احکامات پر چلنا اور عمل پیرا ہونا ہے۔

اسی لئے اسلام' توحید و رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے۔

توحید

اسلام کے پورے اعتقادی اور عملی نظام میں پہلی اور بنیادی چیز ایمان باللہ ہے۔ باقی جتنے اعتقادات و ایمانیات ہیں سب اسی ایک اصل کے تکمیلی فروغ ہیں۔ اور جتنے اخلاقی احکام اور تمدنی قوانین ہیں سب اسی مرکز سے قوت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں جو کچھ بھی اس کا مقصد اور مرجع خدا تعالیٰ کی ذات ہے

ملائکہ پر اس لئے ایمان لانا ہے کہ وہ خدا کے ملائکہ ہیں' کتابوں پر اس لئے ایمان لانا ہے کہ وہ خدا کی نازل کی ہوئی ہیں' رسولوں پر اس لئے ایمان لانا ہے کہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں' اور یوم آخر پر اس لئے ایمان لانا ہے کہ وہ خدا کے انصاف کا دین ہے۔

الوھیت کا کامل اور صحیح تصور پیش کر کے قرآن اپنے انتہائی زور بیان کے ساتھ یہ ثابت کرتا ہے کہ کائنات کی جتنی اشیاء اور جتنی قوتیں ہیں۔ ان میں سے کسی پر بھی یہ مفہوم راست نہیں آتا۔

تمام موجودات عالم محتاج ہیں۔ مسخر ہیں مخلوق ہیں' نافع و ضار ہونا تو درکنار خود اپنی ذات سے ضرر کو دفع کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ ان کے افعال اور ان کی تاثرات کا سرچشمہ ان کی اپنی ذات میں نہیں ہے بلکہ وہ

سب کی سب کہیں اور سے قوت وجود، قوت فعل، اور قوت تاثیر حاصل کرتی ہیں۔ لہذا کائنات کی کوئی ایسی چیز نہیں جو الوہیت کا شائبہ بھی اپنے اندر رکھی ہو۔ اور جس کو ہماری نیازمندیوں میں سے کسی ایک کا حق بھی پہنچتا ہو۔(۱)

رسالت

ایک رحیم و شفیق خدا نے تاریخ کے مختلف ادوار میں بہت سے پیغمبر بھیجے، ہر معروف قوم میں ایک یا ایک سے زائد پیغمبر آئے۔ اللہ تعالیٰ کے سارے پیغمبر انتہائی بلند کردار اور عظیم المرتبت انسان تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرماکر اپنے زیر تربیت رکھا۔ پھر انہیں اپنا پیغام بندوں تک پہنچانے کے لئے مامور فرمایا۔ ان کی ایمان داری اور صداقت ان کی ذہانت اور دیانتداری، شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ وہ ہر معاملے میں معصوم تھے، ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، اور نہ انہوں نے کبھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کی بعثت سے زمین و آسمان اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان ایک مستحکم رابطے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان قابل اصلاح ہے۔ اس کے اندر بہت کچھ خیر کا عنصر موجود ہے۔ نبوت کا مقصد انسان کے اندر پہلے سے پائے جانے والے یا محنت سے حاصل کردہ علم کی توثیق کرنا ہے، اور اسے وہ کچھ سکھانا ہے جو وہ خود اپنے ذرائع سے حاصل نہیں کرنا یا کرسکتا ہے۔

نبوت کا سرچشمہ اور انبیاء کا کفیل اور مربی ایک ہی ہے۔ اور وہ ذات الٰہی ہے۔ ان تمام کا مقصد اللہ کی بندگی کرنا اور انسان کو اللہ سے اور اس کی تعلیمات سے روشناس کرانا ہے اور یہ کہ صداقت اور نیکی کا بول بالا ہو، اور انسان کو اس کے صحیح مقصد کا احساس دلایا جائے۔(۲)

اگرچہ انبیائے کرام علیہم السلام باطن اور معنویت میں عام انسانوں سے بہت بلند تھے لیکن اس کے باوجود وہ سب انسان ہی تھے۔ وہ نہ فرشتوں کے گروہ سے تھے اور نہ جنوں کے، اور نبی کا معصوم ہونا اس مقصد کے لئے بالکل ناگزیر تھا کہ جس کے لئے رسالت کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ ایک ایسا آدمی جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ خیانت کرسکتا ہے یا نفسانیت کا شکار ہوسکتا ہے یا منشائے الٰہی کی غلط ترجمانی کرسکتا ہے آخر دوسروں کا اعتماد کیسے حاصل کرسکتا ہے۔ یاد رہے کہ نبی نہ صرف یہ کہ معصوم ہوتا ہے بلکہ فی الحقیقت

معصوم صرف نبی ہی ہوتا ہے' فکر و اجتہاد کی غلطیوں اور سیرت و کردار کی لغزشوں سے پاک ہونا صرف اللہ کے انہی خاص بندوں کا حصہ ہے۔(۳)

آخرت

انسان کی دنیوی زندگی دراصل اس کی اخروی زندگی کا مقدمہ ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے اور وہ زندگی پائیدار ہے یہ ناقص ہے اور وہ کامل' تمام اعمال کے پورے پور نتائج اس عارضی زندگی میں مرتب نہیں ہوتے' اور نہ ہر وہ بیج جو یہاں بویا جاتا ہے۔ اپنے فطری ثمرات کے ساتھ اس ناقص زندگی میں بار آور ثابت ہوتا ہے۔

اس نظام کے درہم برہم ہونے پر ایک زبردست عدالت قائم ہوگی' جس میں انسان کے اس کے ہر عمل کا حساب لیا جائے گا۔ انسان کو اس روز پھر ایک نئی جسمانی زندگی ملے گی۔ وہ اپنے خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔ اس کے تمام اعمال جو اس نے اپنی پہلی زندگی میں انجام دئے تھے ٹھیک ٹھیک جانچے اور تولے جائیں گے۔ حق اور انصاف کے ساتھ اس کے مقدمے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اچھے اعمال کی اچھی جزاء ملے گی' برے اعمال کی بری۔(۴) سزا دی جائے گی۔

انسان یوں تو اختیار وارادہ کا مالک ہے اور اس کے افعال و اعمال لامحدود اقسام اور لامحدود حیثیات اور لامحدود کیفیات کے ہوسکتے ہیں۔ لہٰذا دنیاوی زندگی اس کے اعمال کی پوری پوری سزا و جزا کے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ ایک شخص کسی کے بازو پر تلوار مارتا ہے۔ تلوار مارنے کا فعل چند سیکنڈ سے زیادہ کا کام نہیں' لیکن اس کا نتیجہ بہت طویل ہے۔ یعنی اس مضروب شخص کا ہاتھ ساری عمر کے لئے بیکار ہوگیا۔ غرضیکہ اس دنیا میں ہمارے بہت سے اعمال ایسے نظر آتے ہیں جن کا ارتکاب تو محدود مدت اور معمولی حیثیت میں ہوتا ہے۔ لیکن ان کی جزاء' یا سزاء غیر محدود اور طویل مدت تک عظیم الشان حیثیت کی ہوتی ہے۔

تو یہ کیسے فرض کیا جاسکتا ہے کہ ہماری یہ زندگی جو ہمارے اعمال کا مجموعہ اور محدود پیمانہ ہے ہمارے نتائج اعمال کا پیمانہ بھی بن جائے۔ اور جو ظرف ہمارے اعمال سے پر ہے ہمارے نتائج اعمال بھی تمام و کمال اسی ظرف کا مظروف بن جائیں اور معاملہ یہیں ختم ہو جائے۔(۵)

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

"ہم نے ہر آدمی کی برائی بھلائی کو اس کے ساتھ لازم کر کے اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے۔ یعنی ہر ایک کی تقدیر ہر ایک کے ساتھ ہے اور قیامت کے دن ہم اس کا نامہ اعمال نکال کر اس کے سامنے پیش کر دیں گے"۔

سندھ کی تہذیب پر اسلام کے اثرات

سندھ میں اسلام کی آمد رحمتوں اور برکتوں کا باعث بنی اور سندھ کی ثقافت اور تہذیب و تمدن میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہوئی۔(۶)

عربوں کی بے تعصبی اور علمی مذاق نے سندھ کی برباد شدہ تہذیب میں ایک نئی روشنی اور روح پھونک دی۔ بالکل اسی طرح ہوا جس طرح فاتحین کی تہذیب اثر انداز ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح یہاں لوگوں کی زندگیوں پر اسلام کے اثرات وارد ہونا شروع ہو گئے۔(۷)

عربوں نے اپنے زمانہ حکومت میں سندھ میں جو رفاہی اور تمدنی کارنامے سرانجام دئے اس نے سندھ کو تیزی سے ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ قدیم سندھی ثقافت سے وہ باتیں ختم ہو گئیں جو اسلامی اخلاق کے منافی تھیں، ان کی جگہ توحید، رسالت، انسان دوستی، وطن دوستی، انسانی اقدار، رواداری، سندھی تہذیب کے جز بنے۔

اسلام نے عربوں کو مساوات، اخوت، رواوری، اور علم و فضل کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔ وہ جہاں بھی گئے اور جس ملک میں بھی فاتحانہ داخل ہوئے انہوں نے مفتوحہ ملکوں میں مساوات اخوت، روادری کے پیغام کو عام کیا، اور ایک ایسے تہذیب و تمدن کو جنم دیا جس نے ملکوں پر خوش حالی، اخلاقی بلندی اور ثروت کے دروازے کھول دئے۔(۸)

اسلامی تعلیمات میں یہ خوبی رہی ہے ہ مسلمان ہر ملک کی اچھی خوبیوں اور اچھی باتوں کو قبول کرتا ہے اور پھر اس اچھی خوبی اچھی بات اور اچھی عادات کو اپنی ثقافت اور اپنے تہذیب و تمدن میں برقرار رکھتا ہے۔ سندھ میں جب مسلمان وارد ہوئے تو انہوں نے ہر اس بات اور رسم و رواج کو برقرار رکھا جو اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ تھیں۔ قدیم مورخوں اور سیاحوں نے اپنی کتابوں میں سندھ کی قدیم تہذیب کے ان اثرات کا تفصیل

سے جائزہ لیا ہے۔

عرب جس وقت سندھ میں داخل ہوئے اس وقت یہاں برہمنوں کی حکومت تھی۔ جنہیں ان کے مذہبی قانون کے مطابق تمام قوموں پر فوقیت حاصل تھی۔ برہمنوں نے ایسے سخت قوانین نافذ کئے تھے جس سے یہاں کی رہنے بسنے والی دوسری قومیں ان کی ظلم و تشدد کی چکی میں پس رہی تھیں۔ عام رعایا' شہری حقوق سے محروم تھی' عوام کا فرض تھا کہ وہ حکمران طبقے کے لئے حیوانوں کی طرح محنت کریں' مندروں میں کافی تعداد میں دیو داسیاں رہتی تھیں۔ جہاں بتوں کی پوجا پاٹ ہوتی تھی۔ وہیں یہ مندر غلط کاری کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ تجارتی ترقی مفقود تھی' خشکی میں جاٹ اور میدلوٹ مار کرتے تھے۔ سمندر میں دریائی ڈاکو اور بحری قزاق ڈاکہ ڈالتے تھے۔ ان حالات میں محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا اور عربوں نے ھندوؤں کی مذہبی آزادی کو نہ صرف بحال رکھا بلکہ بت خانوں کے ہر وقتوں کو مدروں کے اخراجات کے لئے جاگیریں عنایت کیں۔ شہری آزادی کو بحال کیا۔ ذمیوں کے جان مال کی اسی طرح حفاظت کی جس طرح وہ مسلمانوں کی جان و مال کی کرتے تھے۔ جزیہ کی وصولی میں کسی قسم کی سختی نہ کرتے تھے۔ بلکہ رعایت برتتے تھے۔ سندھ کے جس حصے کو بھی عربوں نے فتح کیا وہاں کے لوگوں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا۔ کسی کی کوئی جائیداو جبراً" نہیں چھینی' یہاں تک کہ برہمنوں کو جو حقوق سلطنت کی طرف سے تھے ان کو بحال رکھا۔(۹)

یوں کہا جاسکتا ہے کہ محمد بن قاسم جب ریگ زار عرب کی تجلیاں لے کر دیبل کے ساحل پر اترا تو سندھ کی مذہبیت کی آنکھوں میں ایک چکا چوند پیدا ہوگئی اور وحدانیت کے نور نے کے اس زاویہ نگاہ کو یکسر بدل دیا۔(۱۰)

اسلام کی مساوات نے سندھی ذھنوں کو ازحد متاثر کیا اور تصوف کی روشنی سے جس کے نتیجے میں سندھ کے سابقہ عقائد میں ایک زلزلہ آگیا اور سندھ کے لوگ دامن اسلام کے اس گوشے میں بڑا سکون محسوس کرنے لگے۔(۱۱)

محمد بن قاسم نے مال گزاری وصول کرنے کے لئے بھی برہمنوں کو بطور عامل مقرر کیا۔ اور انہیں ہدایت دی کہ جہاں تک ممکن ہو رعایا پر ظلم نہ کیا جائے۔ ان کی طاقت سے زیادہ محصول' لگان' جزیہ وصول نہ کیا

جائے۔ رعایا کے لئے اپنے مشاہدے سے جو بات وہ مفید سمجھیں' اس کی اطلاع دیں تاکہ اس پر عمل در آمد کیا جائے۔ فتح برھمن آباد کے بعد محمد بن قاسم نے جس شخص کو جس عہدے پر مقرر کیا موروثی طور پر مامور کیا اور انہیں ہدایات دی گئیں کہ رعایا اور حکومت کے درمیان اچھے تعلقات پیدا کرنا تمہارا فرض ہے' اگر اس فرض کی حمایت میں تمہیں کوئی نقصان پہنچے گا تو حکومت ہر طرح سے تمہاری حمایت اور امداد کرے گی۔ ملک کے سیاسی طبقے نے جب یہ درخواست کی کہ برہمن آباد کا ملکی انتظام بھی ہمارے سپرد کیا جائے تو محمد بن قاسم نے اس کو بھی منظور کرلیا اور تمام سرکاری عہدے دار الگ کرکے ملک کا انتظام ملک والوں کے سپرد کردیا۔(۱۲)

تمدن و ثقافت کی یہی تو وہ صورت تھی جو ہر منزل پر اپنے دامن کو وسیع سے وسیع تر کرتی رہی۔

سمہ اور لاکھا قومیں وحشی قومیں تھیں۔ جو لوٹ مار کا بازار گرم رکھتی تھیں۔ برھمن حکومت نے ان کے لئے بڑے سخت قوانین نافذ کئے تھے۔ اور ان سے سخت نفرت کی جاتی تھی۔ بعض مصالح کی بناء پر ان کے بعض نافذ کردہ قوانین محمد بن قاسم نے بحال رکھے۔ لیکن ان سے جو نفرت کا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ اس پر انہوں نے اظہار تعجب کیا' اور ان کی بیکاری اور افلاس کو دور کرنے کے لئے حکم دیا کہ وہ شاہی مطبخ کے لئے لکڑیاں مہیا کریں۔ محمد بن قاسم نے سندھ کے عدالتی نظام میں بھی تبدل و تغیر کیا' اور قانون کے ان حصول کو بدل دیا' جو برھمن راجاؤں نے اپنی خود غرضی کی بناء پر نافذ کر رکھے تھے اور اسلامی مساوات اور انصاف کے خلاف تھے وہ سندھ میں چار سال رہے۔ مگر انہوں نے اس تھوڑے عرصے میں عدل و انصاف اور رواداری کی وہ مثال قائم کی جس کی نظیر ہمیں تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔

عربوں کے یہاں آنے کے بعد تجارت کو بھی غیر معمولی فروغ حاصل ہوا' اور تجارتی مال کی در آمد و بر آمد کو بہت ترقی ہوئی' دیگر علاقوں میں عربوں کی جو تجارت تھی وہ اس قدر کامیاب نہ تھی جس قدر سندھ میں اس کو عروج ہوا۔(۱۳)

عربوں کے سندھ میں وارد ہونے کے بعد اب سندھ کی تہذیب و ثقافت نہ قدیم تھی اور نہ جدید اس میں کوٹ ڈیجی' ہڑپہ' اور موئن جو داڑو کی تہذیب کے جلوے بھی تھے اور آریائی دیویوں کا جمال بھی۔ ایرانی خدوخال کی آمیزش بھی تھی اور ترکی بانکپن کا نکھار بھی۔ یونانی خراش تراش کا حسن بھی تھا' اور آہوان فتن کی

وحشت انگیزی بھی۔ عربوں کے ورود اور اسلام کی آمد سے اس میں ایک اور اضافہ ہو گیا اور جلد ہی وہ دن آ گیا جب ثقافت و زبان اور تہذیب و تمدن نے نو وارد عربوں سے ایک سمجھوتہ کر لیا۔

اب دیبل سے ملتان تک کھجور کی جو نئی پود نظر آتی اس کا قد و قامت پہلے سے زیادہ مختلف نہ ہوتا۔ مگر اس میں جو خوشے لگتے۔ ان کا رنگ و روپ اور ذائقہ کچھ بدلا ہوا ضرور ہوتا۔ ایسا ذائقہ جو عربوں کو عراق کی یاد دلاتا، اور سندھی اس کو اپنی زمین کی پیداوار قرار دیتا اور یہ تغیر کچھ غیر متوقع نہ تھا۔(۱۴)

آغا تاج محمد لکھتے ہیں کہ:

"ہر ایک ملک کی زبان اور تمدن پر اس وقت کے فاتحین کی زبان اور رسم و رواج کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ علاقہ سندھ میں بھی عربوں کی آمد کے بعد عربی رسم الخط کا آغاز ہوا۔ اصلی باشندگان سندھ نے ٹوپیاں اتار کر پگڑیاں باندھنا شروع کر دیں۔ کھجوریں بوئی گئیں، گھوڑے کی سواری قابل فخر سمجھی جانے لگی اور سندھی میں ہزاروں عربی الفاظ جذب ہو گئے۔

تاریخ سندھ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں سندھی شاعری درجہ کمال پر تھی۔ اہل عرب کی تقلید کرتے ہوئے دوتارہ اور گھڑوں پر نغمہ سرائی کرنے کو باعث تفریح تصور کیا جاتا تھا اور اس زمانہ میں اپنی مادری زبان میں جو دیہاتی گیت منظوم کئے گئے انہیں لوگ کافی کے نام سے پکارنے لگے۔(۱۵)

عربوں نے یہاں زراعت کو بھی غیر معمولی ترقی دی۔ جس کی وجہ سے ہر جگہ سرسبزی اور شادابی نظر آتی تھی۔ چنانچہ جس قدر سیاح بھی سندھ آئے انہوں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ اس زمانے میں سندھ کے مختلف اضلاع میں جن چیزوں کی کثرت سے پیداوار ہوتی تھی ان میں کافور، تیل، بید، کیلا، ناریل، قسط، کھجور، آم، بادام، اخروٹ، گیہوں، چاول خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سندھ میں باغوں کی کثرت نہ تھی مگر جہاں جہاں زمین زرخیز تھی عربوں نے وہاں بکثرت باغات لگائے۔

عربوں کے آنے کے بعد سندھ میں صنعت و حرفت کو بھی غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی۔ پہلے سندھ کے کاری گر چمڑے کو کماتے تھے۔ لیکن وہ سخت رہ جاتا تھا۔

ابن ندیم کا بیان ہے کہ کوفہ کے کاریگروں نے سندھ اور مکران کے کاری گروں کو کھجور سے چمڑا رنگنے کا

ہنر سکھایا۔ جس سے چمڑے میں نرمی پیدا ہوگئی۔ منصورہ کی چمڑے کی صنعت کے متعلق امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "کتاب الورع" میں لکھا ہے کہ منصورہ کے زرین جوتے اسلامی دنیا میں صرف امیر طبقہ ہی پہنتا ہے۔ چمڑے کی صنعت نے سندھ میں اس درجہ ترقی کی کہ سندھ کی رنگین اور نرم چمڑا 'السندیہ' کے نام سے ساری دنیا کے علاقوں اور بازاروں میں پھیل گیا۔

مروج الذھب میں ہے کہ منصورہ اور کھمبایت کے جوتے مشہور ہیں۔ عربوں نے سندھ میں زراعت و تجارت کو ترقی دینے کے علاوہ یہاں کی حیوان نسلوں کی ترقی میں بھی کافی حصہ لیا۔ سندھ کا اکثر علاقہ ریگستانی تھا اس لئے یہاں کے جانوروں میں اونٹ سب سے زیادہ کارآمد جانور تھا۔ اس لئے عربوں نے اس کی طرف خصوصیت سے توجہ کی۔ گندھاری علاقے کا اونٹ سب سے اچھا ہوتا تھا۔ اس لئے عربوں نے اسے منتخب کر کے اس کی پرورش اور نسل لینے کا انتظام کیا۔

پھر خراسانی اونٹوں سے لگوا کر ایک خاص نسل لی گئی' جس کو بخت کہا جاتا تھا۔ یہ مظبوط' خوب صورت اور دو کوہانوں والا اونٹ ہوتا تھا۔ گائے' بھینس اور بیل چوں کہ ضروریات زندگی میں شامل تھے عرب نہ صرف ان کی پرورش افزائش نسل کے متعلق سندھ میں متوجہ رہے بلکہ وہ یہ جانور اپنے وطن عرب میں بھی لے گئے۔

عربوں نے گھوڑوں کی پرورش اور افزائش نسل کی طرف بھی خاص توجہ دی۔ گھوڑوں کی نسلیں یہاں تک بڑھیں کہ سندھ سے دوسرے علاقوں تک پہنچ گئیں۔

عربوں نے اپنے زمانہ حکومت میں سندھ میں رفاہ عام کے متعلق بھی خاصے کام سرانجام دئے' عربوں نے دریائے سندھ پر عوام کی آمدورفت کے لئے ایک پل تعمیر کیا' جس کا نام انہوں نے "سکرالمید" رکھا تھا جو سکھر کے قریب تھا۔

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے لکھا ہے کہ:

"مسلمانوں نے اس بات کا حد سے زیادہ خیال رکھا کہ ہماری حکومت سے ملک سندھ کے کسی طبقے اور قوم کو بھی اذیت نہ پہنچے۔ انہوں نے پست لوگوں کو ابھارا تو سہی مگر بلند مرتبہ لوگوں کو پست کرنا نہیں چاہا۔(۱۶)

قصدار شہر کی بابت معتزلی عالم ابو حسن علی بن لطیف کا بیان ہے کہ:

قصدار خارجیوں کی ریاست ہے۔ شہر میں اس قدر امن و امان ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے گھر میں تالا نہیں لگاتا ہے۔ مسافر اپنا سازو سامان مسجد میں رکھتے ہیں' مگر کسی کی اتنی مجال نہیں ہے کہ سامان کو اٹھا سکے۔ چوری چکاری کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔(۱۷)

قنوج شہر کے متعلق مسعودی لکھتا ہے کہ:

"قنوج ایک بڑا شہر ہے جس کے چہار اطراف دیوار ہے' شہر میں ایک جامع مسجد ہے' یہاں گوشت کثرت سے کھایا جاتا ہے' باغات کم ہیں' پانی بہتر ہے' کاروبار بڑے پیمانے پر ہوتا ہے۔

شہر میں ھند و کم رہتے ہیں۔ مسلمانوں کا سلطان حکومت کرتا ہے۔ یہاں کے لوگ فارغ البال امیر اور خوب صورت ہیں۔ شہر میں معزز لوگ اور علماء بھی قیام پذیر ہیں۔(۱۸)

عباسی دور میں سندھ کے باشندوں کی طرز معاشرت میں بہت فرق پڑا۔ یہاں کے باشندے زیب و زینت کرتے تھے۔ سندھ کے شہروں میں زیب و زینت والی اشیاء عام ملتی تھیں۔ یہ وقت ایسا تھا کہ عرب باشندوں نے بھی اپنی روایتی سادگی کے شعار کو چھوڑ کر پر تکلف زندگی بسر کرنا شروع کر دی تھی۔ سندھ کے شہروں میں ارزانی تھی۔ کھانے پینے کی اشیاء پھل اور میوں سے بازار بھرے رہتے تھے۔(۱۹)

اس دور میں عرب سیاحوں اور مورخوں نے ملتان کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اب ہم اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ سیاحوں کے بیانات کی روشنی میں جب بحیثیت مجموعی ملتان کی مذہبی' معاشرتی' لسانی اور تہذیبی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہاں کے لوگوں پر شروع ہی سے مذھب کی گرفت بہت مظبوط رہی ہے۔ مذھب کا عمل دخل زندگی کے ہر شعبے میں بہت زیادہ تھا۔ لوگ مذہبی شعائر کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ لوگوں میں خدا خوفی عام تھی۔ غریبوں اور محتاجوں کے لئے کھانے پینے کا مفت انتظام کیا جاتا تھا۔ بیماروں کے لئے دعاؤں کے علاوہ دواؤں کا بھی بندوبست کیا جاتا تھا۔ لوگ عام طور پر نیکی کی طرف مائل رہتے۔ پردے کی پابندی عام تھی۔ عورتیں حیا والی تھیں۔ غیر عورتوں سے بات چیت کرنا بھی ممنوع تھا۔

بدکاری' شراب' زنا اور دیگر معاشرتی برائیوں کے لئے سخت تعزیرات تھیں۔ یہ سب اسلام کے اثرات کا نتیجہ تھا۔

سب جانتے ہیں کہ جہاں دولت کی ریل پیل ہو وہاں عیش و عشرت کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں اور لوگ تعیش کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ لیکن ملتان کی عمومی معاشرتی اور تہذیبی زندگی اسلام کے بعد قطعاً" ان تعیشات سے عاری تھی۔ اس کا سب سے بڑا سبب ملتان میں مذہب و اخلاق کا عمل دخل تھا۔(۲۰)

ملتان اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد ہمیشہ نیک لوگوں کے زیر اثر رہا۔ اسلام کی اشاعت کے بعد مسلمان صوفیائے کرام نے اس سرزمین کے لوگوں کو رشد و ھدایت کے ذریعہ ہمیشہ نیکی پر مائل رکھا۔ فنون لطیفہ ہو یا فنون مفیدہ ملتان اس سلسلہ میں اہم شہر رہا ہے۔ امراء کے مکانات عام طور پر ساگوان کی لکڑی سے بنائے جاتے تھے۔ جو کئی کئی منزلہ ہوتے تھے۔

صنعت و حرفت اور گھریلو کام کے لحاظ سے بھی ملتان بے حد معروف رہا ہے۔ ہاتھی دانت کا کام، کھلونے بنانے کا ہنر، اور تانبے کے برتن بنانے کا بڑا رواج تھا۔ ہاتھی دانت سے تیار کردہ چیزوں میں چوتیاں، اور ڈبیاں زیادہ اہم تھیں۔ کھلونے، تانبے کے برتن، چھری، چاقو، صندوقچے اور ہتھیاروں کے دستے تیار کئے جاتے تھے۔ اور دوسرے ممالک بھیجے جاتے تھے۔ کپڑے کی صنعت کے لئے ملتان شروع ہی سے اہم مرکز رہا ہے۔ ریشم کی مصنوعات کے لحاظ سے بھی ملتان کی مرکزی حیثیت تھی۔ سوتی کپڑا بھی بنتا تھا۔ کڑھائی کا کام بہت معیاری ہوتا تھا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

سیاحوں کے بیانات کے مطابق ملتان تجارت کے اعتبار سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ یہاں سے ایران و عرب کو اشیاء برآمد کی جاتی تھیں۔ ملتان کا علاقہ بہت سرسبز و شاداب تھا۔ یہاں کی فصلوں میں گندم "گنا" جو، کپاس، سبزیوں میں شلجم، گاجریں، درختوں میں کھجور، نیلم اور پیپل، پھلوں میں آم، مالٹا، سنترہ، لیموں، کھجوریں بکثرت پائی جاتی تھیں۔ پھل عام تھے اور بہت تھے۔ پانی میٹھا اور عمدہ تھا۔ یہاں کا زرعی نظام نہایت اعلیٰ تھا۔ آبپاشی کا کام کنوؤں سے بھی لیا جاتا تھا۔ شہر والے آسودہ حال تھے۔ نعمتوں کی فراوانی تھی۔ زندگی راحت سے پر تھی، لوگ بامروت، عالی ظرف، عالی دماغ تندرست و توانا تھے۔ مہمان نوازی کے لحاظ سے اہل ملتان مشہور تھے۔

ابن بطوطہ نے یہاں کے لوگوں کے آداب طعام، دسترخوان کی وسعت، اور رنگارنگ کھانوں کی دل چسپ تفصیل درج کی ہے۔

بہت سے سیاحوں نے اہل ملتان کی بہادری اور شہ سواری کی بہت تعریف کی ہے۔ اہل ملتان کو شہ سواری اور اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کا بہت شوق تھا۔ حربی صلاحیتوں کے لحاظ سے وہ نہایت اعلیٰ درجے کے فوجی تھے۔ یہ تمام برکتیں اسلام ہی کی رہین منت تھیں ورنہ اسلام سے پہلے سندھ کے عام باشندے کو جینے کا حق بھی نہ تھا۔

چچ نامہ میں لکھا ہے کہ:

راجہ چچ کے زمانے میں نچلے طبقے جاٹ وغیرہ کو اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہننے کی بھی اجازت نہ تھی۔

کپڑوں کی جگہ وہ نیچے اوپر کالی گدڑی پہنتے تھے۔ کھردری چادر کاندھوں پر ڈالتے تھے۔ سر اور پیر برھنہ رکھتے تھے۔ ان میں سے جو کوئی بھی نرم کپڑا پہنتا تھا۔ اس پر جرمانہ کیا جاتا تھا۔ گھر سے باہر نکلتے وقت وہ کتے ساتھ لے کر چلتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ دور سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کے کسی بھی سربراہ کو گھوڑے پر سوار ہونے کی اجازت نہ تھی، جہاں بھی مضافات میں بادشاہوں کو راہبر کی ضرورت ہوتی وہ راستہ بنایا کرتے تھے۔ اثناء راہ میں اگر کبھی کسی راہرو کو کوئی حادثہ پیش آتا تھا۔ تو اس کی بازپرس بھی اسی قبیلہ کے لوگوں سے کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی چور ثابت ہو جاتا تھا تو اسے بمعہ اہل و عیال آگ کی نذر کر دیا جاتا تھا۔(۲۱)

محمد بن قاسم محض ایک فاتح ہی نہیں تھا بلکہ وہ ایک نئے نظام حیات کا پیامبر بھی تھا۔ اس نے وادی سندھ میں اپنی مہمات کے ذریعہ جنوبی ایشیا میں ایسی دوررس تبدیلیاں پیدا کیں جن کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جنوبی ایشیا میں آریاؤں کی آمد کے بعد محمد بن قاسم کی آمد اس علاقے کی تاریخ کا اہم ترین عہد ساز واقعہ ہے۔ کیونکہ اس نے اس علاقے کی تاریخ اور تہذیب و تمدن دونوں کو بنیادی طور پر متاثر کیا۔ اس سے پہلے آنے والے حملہ آور جنگی کامیابی کے باوجود ہندو تہذیب و تمدن میں ضم

ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ تہذیب یافتہ یونانیوں کا حشر بھی اس سے مختلف نہیں ہوا تھا۔

مگر مسلمانوں کی آمد کے بعد یہ تہذیبی عمل الٹا چلنے لگا اور مسلمانوں نے نہ صرف بے شمار مقامی باشندوں کو حلقہ اسلام میں شامل کر دیا۔ بلکہ ہندو تہذیب و تمدن پر بھی انمٹ نقوش مرتب کیے۔ بلاشبہ تاریخ کے اس نئے رخ کا آغاز محمد بن قاسم سے ہوا۔ جس نے اپنی فتوحات کے ساتھ ساتھ اپنے حسن انتظام سے مقامی لوگوں کے دل موہ لئے تھے۔(۲۲)

اس تاریخ ساز فاتح کا ذکر کرتے ہوئے شیخ محمد اکرم نے لکھا ہے کہ:

"محمد بن قاسم سندھ میں چار سال رہا۔ لیکن اس مختصر قیام کے باوجود جو اس کے ملک کے انتظامات خاص توجہ کے مستحق ہیں۔ جن عربوں نے براہ راست اسلام قبول کیا تھا انہیں ہندوستان آنے کا یہی ایک موقع ملا۔

دوسرے حکمران جنہوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی ترک اور افغان تھے۔ اگرچہ وہ مسلمان ہوگئے تھے لیکن ان کی اپنی قومی خصوصیات ان کے مذہبی اعتقادات اور ان کے ملکی نظم و نسق کو متاثر کرتی رہیں اور یہ عجیب بات ہے کہ سندھ کا نظم و نسق جس میں آخری حکام حجاج جیسے ظالم اور جابر گورنر کے ہوتے تھے شاید ترکوں اور افغانوں کی بہ نسبت زیادہ رواداری اور رعیت پروری پر مبنی تھا۔(۲۳)

مسلم تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز بھی فتح سندھ کے ساتھ ہی ہوگیا تھا۔ مساجد مسلم معاشرے میں تہذیب و تمدن کا اہم اور پاکیزہ مرکز ہوتی ہیں۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو خط کے ذریعہ ھدایت کی "کہ تم کو جہاں کوئی مشہور قصبہ و شہر ملے وہاں مساجد تعمیر کرو۔ محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کو جواباً" لکھا کہ تمام ضروری مقامات پر مساجد بنا دی گئیں ہیں۔ ان مساجد میں وقت پر خطبے اور نمازیں ہوتی ہیں۔ اس ابتدائی دور ہی میں سندھ کے دو شہر دیبل اور منصورہ اسلامی علوم و فنون کا مرکز بن گئے تھے۔

عربوں نے اپنے زمانے میں سندھ میں ڈاک کا بھی معقول انتظام کیا تھا۔ بنی امیہ کے عہد میں جب کہ حجاج واسط شہر میں رہتا تھا اور محمد بن قاسم کبھی الور، کبھی برھمن آباد' یا ملتان میں مگر دونوں میں برابر خط و کتابت

جاری رہتی تھی۔ اور ایک کو دوسرے کا خط ساتویں دن مل جاتا تھا۔

بنو عباس کے عہد میں رسل و رسائل کے نظام کو اور بھی ترقی ہوئی اور باقاعدہ گھوڑوں کی ڈاک بٹھائی گئی۔ ان گھوڑوں کا مقررہ جگہوں پر تبادلہ ہوتا تھا اور مرکزی مقام میں گھوڑوں کی تعداد زیادہ رکھی جاتی تھی۔ اس طرح ڈاکیہ پانچ دن کی راہ ایک دن میں طے کرتا تھا۔ اس طرح ڈاک کے انتظام کو بغداد سے منصورہ اور ملتان تک اور بھی بہتر بنا دیا گیا تھا۔ عربوں نے سندھ میں بسنے والے ہر مذہب و ملت کے لوگوں کو یکساں مذہبی آزادی دی تھی۔ اس وقت سندھ کی عام رعایا کا مذہب بدھ مت تھا۔ ان کی وھار (خانقاہیں) ہر جگہ موجود تھیں۔ عربوں نے سندھ میں آنے کے بعد ان کے مذہبی معاملات میں کسی طرح کی بھی مداخلت نہ کی۔ اس طرح برھمنوں کے ساتھ بھی غیر معمولی رعایت برتی' برھمن آباد کا مندر ان کو واپس کر دیا۔ بلکہ مندروں کے پجاریوں کے وظیفے مقرر کئے۔

رواداری کی انتہا یہ تھی کہ مشرقی ممالک کے حاکم اعلیٰ کو جب یہ معلوم ہو کہ زراعت کے لئے بیل کا وجود ضروری ہے اور اس کی کمی ہوتی جا رہی ہے تو سرکاری طور پر حکم جاری کیا گیا کہ گائے ذبح نہ کی جائے۔ عرب اس نکتہ کو خوب اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ مفتوحہ علاقوں کو جس قدر خوش رکھا جائے گا۔ اسی قدر ان کی حکومت کی بنیاد مظبوط ہوگی۔ اس لئے انہوں نے اپنے دور حکومت میں سندھ کے عوام کو خوش رکھنے کی انتہائی کوشش کی۔

مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اشاعت اسلام ہے۔ چنانچہ عرب جہاں بھی گئے۔ ان کا بڑا مقصد بھی یہی رہا کہ اس سرزمین میں وہ خدا کے نام کو سربلند کریں۔

عربوں کی آمد کے بعد سندھ نے علوم و فنون کے اعتبار سے بھی بڑی ترقی کی۔ عرب کے بڑے بڑے علماء فضلاء اور محدثین نے سندھ میں آکر مستقل طور پر سکونت اختیار کرلی تھی' ان ہی کی بدولت سندھ میں اسلامی علوم و فنون کے سرچشمے جاری ہوئے۔ اس کے علاوہ وہ اکابر بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے اپنے وطن سندھ سے باہر جاکر سندھ کا نام روشن کیا۔ جن کے علم و فضل پر اسماء الرجال اور کتب حدیث اب بھی شاھد ہیں۔

مختصراً" یہ کہ:

فتح سندھ کے بعد سندھ ایشیا کا واحد ملک تھا جس نے اپنے فاتحین کی تہذیب و تمدن کو پوری طرح جذب کرلیا تھا۔ عرب آبادکاروں کے اثرات سندھ کے باشندوں کی روزانہ زندگی میں عموماً" دکھائی دیتے اور وہ طور طریقوں' لباس اور رویہ میں بہت مشابہت رکھتے' سندھی باشندہ عرب ذہنیت کی سچی تصویر ہوتا تھا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے عربوں کی طرح ایک سندھی باشندہ بھی اتنی بیویاں رکھنے میں خوشی محسوس کرتا تھا جتنی تعداد میں رکھنا اس کے امکان میں ہوتا تھا۔ یہ امتیاز بھی سندھیوں کو حاصل ہے کہ فتح سندھ کے برصغیر میں وہ پہلے لوگ ہیں جنھوں نے اسلام قبول کیا اور اس سرزمین میں انہوں نے ایک مذہبی قوم کی شکل اختیار کرلی۔(۲۴)

مسلمان فاتحین کا اس خطہ پر کیا اثر پڑا اس کا ذکر کرتے ہوئے معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان رقم طراز ہیں۔

"مختلف فاتحین نے اس ملک کو زیر کیا' جن میں عرب بھی شامل ہیں۔ ان سب کا مذھب اسلام تھا اور ان کے کل نظامات شریعت محمدی پر مبنی تھے۔ ان فاتحین نے نہ صرف ھند کو فتح کیا بلکہ اپنا مذھب' اپنی زبان اور اپنی صنعت ملک میں پھیلائی اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ عظیم الشان تغیرات جو انہوں نے پیدا کئے' اس وقت بھی موجود ہیں۔(۲۵)

آگے چل کر لکھتے ہیں۔

عربوں کا علم کس طرح اس علاقہ میں آیا۔ اس کا سمجھنا زیادہ آسان ہے۔ بہت پہلے عربوں کے تجارتی تعلقات ھند سے قائم تھے اور عرب ہی مشرق و مغرب کے باہم ملنے کا ذریعہ تھے۔ اس کے بعد جب مسلمانوں نے تمام قدیم دنیا کو فتح کرلیا تو یہ تعلقات مثل سابق کے قائم رہے اور ہمیں عربی مورخین سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء بغداد کے دیار میں متعدد ھندو علماء موجود تھے۔ اس سے بھی مابعد جب مسلمانوں نے ھند پر حکومت حاصل کی تو علماء اسلام علوم کو برابر ملک میں پھیلاتے رہے۔(۲۶)

اسی فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاولی بان کی دوسری کتاب جس کا نام "تمدن عرب" ہے۔ اس کے مندرجات

ملاحظہ ہوں۔

وہ سندھ پر "اسلامی تہذیب وتمدن" کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

سن ہجری کے ابتداء ہی سے عربوں نے ھند میں آنا شروع کیا' جہازوں کی قطار جو عمان اور بحرین سے نکلتیں۔ وہ دریائے سندھ کے دہانے تک پہنچ گئی تھیں۔ ۷۱۱ء میں عربی فوج نے سندھ کو فتح کرلیا۔ جس کی حد اس وقت مشرق کی طرف کشمیر تک' اور مغرب کی طرف بحرھند تک تھی۔

آگے لکھتا ہے کہ جس وقت مسلمان ھند میں آئے تو انہیں یہاں ایک قدیم تمدن ملا۔ انہوں نے اس کو اپنے تمدن کے ساتھ ملالیا اور اپنے تمدن کو ملک مفتوحہ میں پوری طرح جما دیا اور پھر یہ دونوں تمدن باہم شیر و شکر ہوگئے۔(۲۷)

سندھ میں عربی زبان کی ترویج

یوں تو ظہور اسلام سے بہت پہلے عرب و سندھ کے تعلقات قائم ہوچکے تھے۔ لیکن عرب کو ایک نئی شکل میں منظم کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اب اس کے آگے ایک نیا نظام' نیا مذھب' اور دنیا کے لئے ایک تازہ پیغام تھا۔ جس کو ہر ملک اور ہر قوم تک پہنچا دینا وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ چنانچہ ایران بھی اور سندھ و ھند بھی زیادہ دنوں تک اس کی سرگرمی و پیام رسانی سے محروم نہ رہے۔ عربوں نے پہلے ایران کو مسخر کرکے مشرف باسلام کیا۔ پھر سندھ و ھند کا رخ کیا اور یہاں پہنچ کر دیگر کارناموں کے علاوہ عربی زبان کا بیج بویا۔ جس سے بعد میں مختلف زبانوں نے فیض پایا۔ جہاں گیری و جہاں داری کے ساتھ ساتھ عربوں کے پیش نظر مذھب و ادب بھی تھا۔ مذھب ان کا پیام تھا اور عربی زبان وسیلہ پیام' ان دونوں کو وہ الگ ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اپنے خیالات کو جس جامعیت اور معنویت کے ساتھ وہ اپنی زبان میں ذھن نشین کراسکتے تھے' وہ کسی اور زبان میں اتنی کامیابی کے ساتھ انجام نہیں پاسکتے تھے۔ اس لئے کہ ان کو پوری طرح اطمینان تھا کہ ان کی زبان سے زیادہ دنیا کی کوئی اور زبان مکمل اور وسیع نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے پیام کو اپنی زبان میں اس طرح جذب کرلیا تھا کہ دونوں لازم و ملزوم نظر آتے تھے۔

اس اصول پر اہل عرب اس سختی سے کاربند نظر آتے تھے اور یہ شریعت کا بھی مسلمہ اصول ہے کہ اصول دین کے ارکان عربی ہی کے الفاظ میں ادا کیئے جائیں۔ شریعت کا اصول ہے کہ نماز کسی اور زبان میں نہیں ہوسکتی۔ قرآن مجید کی کسی آیت کو صرف ترجمہ کر کے بتائیں تو ثواب نہ ہوگا۔ جو عربی زبان ہی میں پڑھنے سے ہوتا ہے، کلمہ پڑھنے اور شریعت مطہرہ میں داخل ہونے کے لئے کلمہ کی زبان صرف اور صرف عربی ہی ہوگی۔

لا الہ اللہ محمد الرسول اللہ صرف قرآن ہی کی زبان میں کہا جاسکتا ہے۔ غرضیکہ مذہب کی طرح عربوں کو زبان بھی عزیز تھی جہاں جہاں وہ گئے ہر جگہ اس کو پھیلانے کی کوشش کرتے رہے۔

سندھ میں عربی زبان کا نفاذ

سرزمین سندھ میں عربوں کی آمد اور اسلامی حکومت کے قیام کے بعد بعض عرب قبائل نے یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے عہد مبارک میں آنے والے عربوں کے خاندان یہاں پہلے سے ہی موجود تھے۔

ان میں علماء دین بھی تھے اور اکابر اسلام بھی، ان کی مادری زبان عربی تھی عربی زبان اللہ کا کلام اور اس کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے۔ اس زبان کی وسعت جامعیت اور ہمہ گیری نے اہل سندھ کو متاثر کیا۔ عربی پہلے سرکاری زبان کی حیثیت سے مروج ہوئی، پھر ایک دینی اور علمی زبان کی حیثیت سے وادی مہران کے گوشے گوشے میں پھیل گئی۔

محمد بن قاسم کے عہد کے بعد کے ادوار تک ہر دور میں جابجا مدارس و مکاتب قائم ہوئے۔ عربی علوم اور اسلامی فنون کی درس و تدریس، تحصیل و تکمیل کا رواج ہوا۔ ان مدارس میں اساتذہ کرام نہ صرف سندھ بلکہ عرب، عراق، شام اور دیگر علاقوں کے ماہرین علوم و فنون بھی شامل تھے۔

دیبل، منصورہ، السوور، ملتان، بھکر، ٹھٹھہ، سیوھن، حیدر آباد جیسے مقامات اسلامی علوم و فنون کے لئے پوری اسلامی دنیا کی توجہ کا مرکز تھے۔

ان ارباب دین کی تعلیمات، تصنیفات و تالیفات کا بیش بہا خزانہ کلام ربانی، اور پیغام محمدیؐ پر مبنی اسلام کی حیثیت و معرفت کی شہادت دیتا ہے۔(۲۸)

عربوں نے سب سے پہلے دیبل میں ایک حصہ بسایا تھا۔ جن میں چار ہزار عرب خاندان آباد تھے۔(۲۹)

ان خاندانوں کی وجہ سے بھی عربی زبان دیبل کے اطراف و اکناف میں مروج ہوئی۔ اہل عرب اپنے ملک سے باہر نکلنے سے پہلے اپنا مذھب مکمل کر چکے تھے۔

اس کی بنیاد' نشو و نما اور تکمیل پر غور و فکر کر چکے تھے۔ اس لئے دوسرے ملکوں میں اب اس کے انقلاب پذیر ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مذھب و اخلاق' سیاست وغیرہ کے لئے سرچشمہ ہمیشہ عرب ہی کی سرزمین رہی۔ گویا قرآن و رسول ایک محور تھے۔ جس کے بل بوتے پر تمام اسلامی دنیا چل رہی تھی۔ جو کہ کچھ بھی ایمان و انسانیت کے متعلق کہا جاسکتا تھا۔ سب کا حوالہ انہی دونوں سے دیا جاتا۔ لہٰذا جو کچھ بھی اس ضمن میں بلاد سندھ میں آیا یا جو کچھ اس زمانے میں پیش کیا گیا وہ سب عربی زبان کی پیداوار تھی۔

مذھبی عقائد ہوں یا صوفیانہ خیالات سب کے سب عربی ہی سے بلاد سندھ و ھند میں پہنچے۔ اسی لئے تبلیغ و تحریک کے میدان مں ی عربی زبان کی حیثیت نمایاں رہی۔ چنانچہ جو مذھبی معتقدات ہم کو دوسری زبانوں میں ملے اگر ذرا ان کو غور سے دیکھئے تو ان کی تہہ میں بھی عربی زبان کے آثار نظر آئیں گے۔

اصول دین اور فروع دین کا ہر جزو عربی زبانسے ہی ہم کو ملا ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوۃ' خمس' توحید' و قیامت' عدالت غرضیکہ ہر اہم و غیر اہم مسئلہ پہلے عربی زبان ہی کے پیکر میں وجود پذیر ہوا' پھر بعد میں کسی اور زبان کو میسر ہوا۔

قرآن و حدیث' فقہ وغیرہ کی زبان بھی چوں کہ عربی ہی تھی۔

اس لئے قرآن و حدیث کے مختلف مسائل اور اشارات کی تفسیر کرکے دیگر زبانوں نے علمی و ادبی راستوں کو آسانی سے پالیا۔

اعتقادات کی اپنی زبان میں ترجمانی کرنا بھی ایک اہم فریضہ تھا۔ چنانچہ بلاد سندھ میں جن لوگوں نے مذھبی امور پر قلم اٹھایا وہ عربی زبان کے عالم تھے۔ عربی ادب کی لطافتوں اور نزاکتوں سے بھی واقف تھے۔ سندھ کے علماء عربی زبان ہی میں اہم موضوعات پر بحث کرنے میں ایک وجدانی کیفیت محسوس کرتے تھے۔

علماء سندھ نے مذھبی جذبات کو آسودہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ غور و فکر اور تدبر سے کام لیا۔ اور

عربی زبان و بیان اور علوم پر مہارت حاصل کرکے اسے آسان سے آسان طریقہ پر سندھ کے عوام کے سامنے پیش کیا۔

اس طرح سندھ کے عوام اور وہ لوگ جو نو مسلم تھے یا روز بروز اسلام کی دعوت قبول کر رہے تھے۔ ان کے سامنے دین کی دعوت پیش ہوتی رہی۔ ان کو بلند الفاظ و خیالات میسر ہوئے اور ایک ایسی صلاحیت پیدا ہوگئی جس کا کسی اور طرح سے وجود میں آنا آسان و ممکن نہ تھا۔ مذہبی جذبات ان کو منہمک کرلیتے تھے۔ ایمان کی دلچسپی نے جتنی ہمہ گیری اس طرح پیدا کردیتی تھی وہ کسی اور طرح پیدا ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

یہ سندھ میں عربی زبان ہی کا اثر تھا کہ یہاں تصوف کا رجحان پیدا ہوا۔

صوفیائے کرام کی آمد اور ان کا فیض اور اس کی افادیت و اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر قرآن و حدیث کے علوم کو بعض علماء نے اس طرح سوچا کہ ایک نیا تخیل پیدا ہوا۔ اور اپنے طرز تخیل کو قوت پہنچانے کے لئے ایسے مفہوم بتائے گئے کہ تصوف کے لئے توکل، رضا، فنا، بقا، وغیرہ کے مسائل تیار ہوگئے۔

عربی زبان کی قوت کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ اس لئے یہ مسلمانوں کے لئے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں غلبہ حاصل کرنے، اثر انداز اور اثر پذیر ہونے اور نشرو اشاعت کی بھی قوت موجود ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے عربی زبان میں رکھ دی ہے۔ عرب اقوام نے جو بلاد و علاقہ فتح کئے ان کے ساتھ حسن سلوک اور حسن معاملت کا ایسا سلسلہ رکھا کہ ان کے دل خود بخود اسلام اور تعلیمات اسلام کی جانب مائل ہوتے گئے۔ عربوں کی زبان عربی ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان اسلامی علوم و فنون کی بھی زبان تھی۔ قرآن و حدیث بھی عربی میں تھے۔ لہٰذا عربوں کے ساتھ معاملات اور پھر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ ہی اہل سندھ کو عربی سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے اس زبان کو ایک مقدس زبان جانتے ہوئے اس کو سیکھنے کی کوشش کی۔

جوں جوں تعلیمات اسلامیہ ان میں سرایت کرتی گئیں، عربی زبان کے ساتھ اہل سندھ کا ذوق و شوق اور محبت بڑھتی گئی۔(۳۰)

سندھ برصغیر کا وہ خطہ ہے جہاں عرب عربی بولتے ہوئے آئے۔ ان کی حکومت سندھ میں تقریباً تین سو سال تک قائم رہی۔ اس دور میں عربی زبان اس حد تک رائج ہو چکی تھی کہ پورا سندھ عرصہ تک دو زبانی

Bilingual رہا۔(۳۱)

عربی زبان اپنی مٹھاس اور حلاوت کے اعتبار سے بھی ایک منفرد زبان ہے۔ اس زبان میں مختلف علوم کی شروحات اور اس کی تفسیریں، اعراب و تعبیر کے لحاظ سے اس کا جمال، اس کا اعجاز و ایجاز، مترادفات، امثلہ اور کثرت معانی کے امتزاج لوگوں کے دلوں میں اس کی کشش کا باعث بنی۔

سندھ کے علماء کی ایک کثیر جماعت نے نہایت شوق و ذوق سے اس کی تعلیم حاصل کی۔ اور پھر عربی زبان کو ہی اپنی آراء و افکار کو دوسرے لوگوں کو پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔(۳۲)

غیر عرب مصنفین و مولفین کی ایک نہ ختم ہونے والی قطار ہے جن کی عربی زبان میں سیکڑوں تصانیف و تالیفات ہیں۔ جنہوں نے نہ صرف عربی زبان میں تمام علوم و فنون پر کتابیں تحریر کیں، بلکہ عجمی کتب کے عربی زبان میں تراجم بھی کئے اور عجمی علوم و فنون کو عربوں میں روشناس کرایا۔ اہل سندھ میں ابومعشر نجیح سندی، مولف کتاب فن المغازی۔(۳۳) ابو عطاء افلح بن یسار سندی مولف قصائد عربیہ، ابو تمام سندھی، جس کے اشعار دیوان حماسہ میں مذکور ہیں۔(۳۴)

ان جیسے سیکڑوں سندھی کبار علماء و شعراء اور مصنفین و مولفین ہیں۔ جنہوں نے عربی زبان میں اپنے دواوین مرتب کئے۔ عربی اسلامی علوم و فنون اور دیگر علوم و فنون پر کتابیں لکھیں اور اسلام کے لئے گراں قدر اور شاندار خدمات سرانجام دیں۔ عربی زبان عرب دور حکومت میں اور ان علاقوں میں جو عربوں کے مفتوحہ علاقے تھے۔ سرکاری زبان تھی، اس لئے ان بلاد کے عوام و خواص اور مقامی عمال و حکام عربی زبان سیکھنے کا خصوصی اہتمام کرتے تھے۔

چونکہ سندھ کے عوام کی اکثریت نے برضاء و رغبت اسلام کو قبول کرلیا تھا۔ اب وہ دین حنیف کی تعلیمات سے آشنا ہونا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کی دین اسلام کے لئے تڑپ اور دین سیکھنے کا شوق بھی عربی زبان کی ترویج و اشاعت کا باعث بنا۔ اس کے ساتھ ساتھ عرب و سندھ کی زندگی کے ہر شعبے مثلاً زراعت، صنعت و تجارت، فوجی اور سرکاری امور میں مشارکت بھی عربی زبان کی ترویج کا باعث بنی۔ آپس کے روابط اور روزمرہ کے تعلقات نے عربی زبان کی ترویج و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ سندھی زبان کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ عربی اور سندھی دونوں زبانیں بولی اور سمجھی جاتی تھیں۔ چنانچہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے۔ اردو دائرہ مصارف اسلامیہ سندھ میں عربی زبان کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"(لسانی تشکیل کی تکمیل ۷۰۰ تا ۱۰۰۰ء) ۷۱۱ء سے سندھ میں اسلامی حکومت اور معاشرے کا آغاز ہوا۔ بتدریج عوام نے دین اسلام اختیار کیا اور اسلامی معاشرے کے الفاظ اور اصطلاح سندھ بول چال کا جزء بنے۔ آئندہ تین سو سال تک سندھ ایک وسیع اسلامی مملکت اور ثقافت کے دائرہ میں شامل رہا۔ نئے دینی تعلیمی اور اقتصادی نظام نے لوگوں کی اجتماعی زندگی کو متاثر کیا۔ عربی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا اور اہل سندھ نے عرب دانی میں ایک امتیازی مقام حاصل کیا۔ منصورہ، دیبل اور دوسرے شہروں کی اعلیٰ تعلیمی درسگاہوں کے فارغ التحصیل محققین اور مصنفین نے دنیائے اسلام میں شہرت حاصل کی۔

متعدد عرب قبائل میں ہمیشہ کے لئے سندھ میں سکونت اختیار کرلی۔ اور سندھی اور عرب قبائل میں مفاہمت اور اخوت کو مظبوط کرنے اور علمی تحقیق کو فروغ دینے کے لئے حکومت کی طرف سے عربی زبان کے ساتھ ساتھ سندھی زبان کی ترقی اور ترویج پر خاص توجہ دی گئی۔(۳۵)

آگے لکھتا ہے کہ:

انہوں نے اپنی عربی دانی کی وجہ سے اس وقت کی بین الاقوامی ثقافت کے شعبے میں بھرپور حصہ لیا۔ سندھ میں آئے ہوئے عربوں نے ہمیشہ کے لئے سندھ میں سکونت اختیار کرلی۔ انہوں نے عربی کے ساتھ زندگی کے ہر شعبے میں سندھی اور عربی النسل شہریوں میں گہرے میل جول کی وجہ سے عربی کا سندھی زبان کے ہر شعبے پر اثر پڑا۔ دینی زندگی میں دین اسلام کے متعدد الفاظ و اصطلاحات سندھی کا جز بنے۔ عربی الاصل اسمائے خاص کے علاوہ زندگی کے ہر شعبے میں اسمائے عام کا بڑا ذخیرہ سندھی میں رائج ہوا۔ زراعت کے میدان میں عربی لفظ "حارث" یا

سندھی لفظ "ھر" (رر ھل) سے (عربی کے زیر اثر' بروزن فاعل) لفظ ھاری (= مزارع) بنا۔ آجر سے سندھی میں "مجیری" (یعنی وہ جس نے زمین اجارہ کرلی ہو۔ اور ہاری کی دیکھ بھال کر رہا ہو۔) رائج ہوا۔

خلیفہ معتصم باللہ کے گورنر موسیٰ بن عمران نے دریائے سندھ پر ایک (سکول بند بیراج) تعمیر کیا اور شہر سکھر کا نام اسی قدیم سکر کی یادگار ہے۔

نالوں پر پلیاں بنائی گئیں' تو عربی لفظ "فرضہ" سے سندھی لفظ "پھُڑ" رائج ہوا۔ اناج کے پیانے کے لئے عربی "کاسہ" اور معرب "خروار" سے سندھی میں "کاسو" اور "خرار" رائج ہوئے۔ لوہاروں کے پیشے میں عربی "مطرقہ" اور "سندان" سے سندھی میں "مطرقو" اور "سندان" مروج ہوئے۔ جہاز رانی میں میر بحر (امیر البحر) زورق (کشتی کی ایک قسم) ونجھ (ونہ سے معرب) سکھاٹ (سبکان) جیسے الفاظ سندھی میں آئے۔ تجارت میں ساھمی (= ترازو)' کاباڑو (قبالہ = دستاویز)' دلال' نیب' کھڑیو یا خرجین (خراج)' باقری (بقال)' بجاج (بزاز)' تھوم (ثوم = لہسن) بصر (بصل = پیاز) وغیرہ الفاظ رائج ہوئے۔ مال مویشی کے سلسلہ کے عربی الفاظ سے سندھی میں حلواث (حوان = چھوٹا بکرا)' مھری (یمن کے عرب قبیلے مھرہ بن حیدان کی نسبت سے سواری کا اونٹ)' کمیت' انبلکھ (ابلق)' نقرہ' دیناری (گھوڑوں کے رنگ)' نط (نطع = سواری کے اونٹ پر چڑھے کی زریں چادر)' گاشو (غشاء = سواری کے اونٹ پر نشست کے اوپر لپیٹی ہوئی چادر)' وغیرہ الفاظ مروج ہوئے۔ گھریلو اشیاء میں سے دلو (دلو = گھڑا' دبکی (طبق)' تباکھ (طباق)' کاتی (قاطع = چھرا) کے گلفاظ آئے۔ لباس کے سلسلہ میں رلو (رداء = چادر)' پوتی (فوطہ = دوپٹہ)' گندی (عطاء' مردانہ چادر یا دوپٹہ) گنج (قز = ریشمی چولی)' صدری (صدر سے' ایک قسم کا مردانہ بنیان) اجرک (ازرق' نیلے رنگ کی چادر) رائج ہوئے۔ ان کے علاوہ عربی لغت کے کئی اور اسماء مثلاً جبل (پہاڑ) اربع (سدھ)' خمیس (جمعرات) کبر (قبرہ = مینا کی قسم کا پرندہ) سندھی لغت کا جز بن گئے۔ اسماء کے علاوہ سندھی افعال' ضمائر حروف اور اعراب پر عربی زبان کا اثر پڑا' عربی صیغوں سے سندھی افعال مشتق ہوئے۔ مثلاً دفنائن (=دفن کرنا)' نظرٹ (=نظر میں رکھنا)' نیتن (نیت باندھنا)' مرھٹ (رحم سے رحمٹ) جس کی تقلیب و تحریف سے مرھٹ' بمعنی بخش دینا۔

ضربٹ (=ضرب لگا کر زخمی کرنا، توڑ دینا، تنبیہہ کرنا)، طلبٹ (مانگنا)، ترکٹ (= ترک کرنا، چھوڑ دینا) وغیرہ وغیرہ۔

عربی فاعل کے وزن پر سندھی الفاظ میں سے فاعل بنے۔ مثلاً حاری (=حر، یعنی حل چلانے والا)، ماری (= مارنے والا)، کاری (ٹھیک کام کرنے والا، ماچھی (مچھی مارنے والا) وغیرہ۔

ضمائر میں ھو (وہ) اور "آہ" (آنا = میں)، حروف میں لاء (لا = لئے) "شال" (حرف ھذا کے معنی میں = انشاء اللہ کا محفف)، ھلا (الا) عربی زبان سے ماخوذ ہوئے۔(۳۶)

عربی کے حرف تجذیر کی طرح سندھی میں بھی "چور چور"، "ناگ ناگ" وغیرہ تجذیر کے طور پر استعمال ہوئے۔ عربی اعراب کے زیر اثر سندھی اعراب کا سلسلہ متعین ہوا۔ عربی کی طرح سندھی میں بھی ضمائر اور تانیث بنی ہیں۔ مگر دوسرے عام اسماء معرب ہیں۔

یعنی ان کے آخری حرف کا املاء جملے میں ان کے مبتداء یا غیر مبتداء ہونے سے بدلے۔(۳۷) علمی حلقوں میں سندھی شعر "بیت" اور "قافی" (کافی) کی صنفوں میں رائج رہا۔ عربی میں قصیرے یا نظم کو "قافیہ" اور "کلمہ" بھی (کافی) کی صنفوں میں رائج رہا۔ عربی میں قصیدے و "کملہ" سے متاثر ہو کر سندھی میں نظمیں کہی گئیں۔ جنہیں قافی و کلام، کہا جاتا ہے اور گایا جاتا ہے۔(۳۸) یہ بھی عربی زبان سے متاثر ہو کر اخذ کیا گیا۔

یہ اس براہ راست عربی اثر کا نتیجہ ہے کہ سندھ کے دیہات میں جہاں چلے جائیں اور وہاں کسی ان پڑھ سندھی کی زبان سے یہ الفاظ سنیں فوراً" ان عربوں کی یاد ذھن میں تازہ ہو جاتی ہے۔ جو آج سے تیرہ، چودہ سو پیشتر یہ الفاظ بولتے ہوئے یہاں آئے تھے۔ (۳۹)

ڈاکٹر روبینہ ترین سندھ میں عربی زبان کے اثرات کے ضمن میں لکھتی ہیں کہ "ہم دیکھتے ہیں کہ سندھیوں نے اپنے نام تک بدل ڈالے، اور اپنے سندھی ناموں کے ساتھ ساتھ دوسرا عربی نام رکھنے لگے۔ اس قسم کی مثال دنیا کی تاریخ میں اور کسی قوم کے ذیل میں نہیں ملتی۔ حقیقت یہ ہے کہ محمود غزنوی کے حملوں سے پہلے برصغیر پاک و ھند میں اور خصوصاً" سندھ اور ملتان میں اسلامی اقدار اور اسلامی کلچر نے اپنے قدم جما لئے تھے اور زمین ہموار ہو چکی تھی۔(۴۰)

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے لکھا ہے۔ کہ:

اسلامی تعلیم اور عربی زبان نے سندھی زبان و ادب اور ثقافت میں ایک خوش گوار اور صحت مند تبدیلی پیدا کی۔ اس طرح سندھ میں نئی ثقافت نے جنم لیا اور زبان و ادب میں نئے رجحانات اور اسلامی روایات داخل ہوئیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

عرب دور میں زبان عربی کو سرکاری اور دفتر زبان کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔(۴۱)

سندھی زبان کے تاریخی اور تبلیغی مواد میں بھی عربی زبان کی جڑیں نہایت گہری ہیں اور ایسا لٹریچر ابتداء ہی سے آنا شروع ہوگیا تھا جن سے بعض ایسی چیزیں پیدا ہوگئی تھیں۔ مثلاً" خلفائے راشدین کے واقعات' واقعات کربلا اور مرثیے وغیرہ سندھی ادب کی اصناف کو بھی عربی زبان نے بہت متاثر کیا۔ ظاہر ہے کہ ان اصناف پر خامہ فرسائی کرنے والوں نے نہ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا نہ خلفاء راشدینؓ کو' نہ ائمہ اطہار کو' نہ اہل بیت کو' نہ کسی صحابیؓ اور نہ کسی اسلامی مہتمم بالشان واقعہ کو۔ لیکن وہ خامہ فرسائی کرتے وقت زیادہ تر قرآن و حدیث پر بھروسہ کرتے رہے اور اپنے مواد کے لئے عربی زبان کا ذخیرہ کریدتے رہے۔ اس دعوے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قدیم سندھی لٹریچر کے مذہبی انبار میں اور قدیم صوفیانہ کلام میں آپ کو اکثر عربی فقرات' محاورات' ضرب الامثال' تلمیحات اس طرح ملتے ہیں کہ مصنف یا مئولف یا شاعر نے اس کو بطور اقتباس نہیں بلکہ اپنی تحریر کا ایک جز و لاینفک بناکر پیش کر دیا ہے۔ جیسے وہ غیر شعوری طور پر اپنی ملکیت اور عروس ادب کے لئے زیور سمجھتا ہے۔ تحریر تو ایک طرف عرب سیاحوں کے بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ اہل سندھ اپنی روز مرہ کی گفتگو میں بھی دن رات بے محابا عربی زبان کے الفاظ' عربی کے فقرے' ضرب الامثال اس طرح استعمال کرنے لگے کہ نہ سماعت پر کوئی برا اثر پڑا اور نہ زبان کی ساخت کے لحاظ سے کوئی بے جوڑ بات معلوم دی۔ بلکہ عبارت میں چستی اور معنویت میں شدت سی پیدا ہوگئی۔

آج کی طرح اس وقت بھی بلاد سندھ کے لوگ' سبحان اللہ' معاذ اللہ' بسم اللہ' ماشاء اللہ' انشاء اللہ' جزاک اللہ' توبہ' مرحبا' اھلا و سھلا' واللہ' لاحول و لاقوت الا باللہ وغیرہ بولتے تھے۔

آغا تاج محمد نے سندھ میں عرب و عربی زبان کے اثر و نفوذ کو ایک دل چسپ پرائے میں لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ہر ایک ملک کی زبان اور تمدن پر اس وقت کے فاتحین کی زبان اور رسم و رواج کا بہت اثر پڑتا ہے۔ علاقہ سندھ میں بھی عربوں کی آمد کے بعد عربی رسم الخط کا آغاز ہوا۔ اصلی باشندگان سندھ نے ٹوپیاں اتار کر پگڑیاں باندھنا شروع کر دیں۔ کھجوریں بوئی گئیں، گھوڑے کی سواری قابل فخر سمجھی جانے لگی اور سندھی میں ہزاروں عربی الفاظ جذب ہوگئے۔ تاریخ سندھ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں سندھی شاعری درجہ کمال پر تھی۔ اہل عرب کی تقلید کرتے ہوئے دو تارہ اور گھڑوں پر نغمہ سرائی کرنے کو باعث تفریح تصور کیا جاتا تھا، اور اس زمانے میں اپنی مادری زبان میں جو دیہاتی گیت منظوم کئے گئے انہیں لوگ "کافی" کے نام سے پکارنے لگے۔(۴۲)

پھر بلاد سندھ و اطراف میں عربی زبان کا ایسا اثر و نفوذ ہوا کہ مسلمان تو اپنی جگہ، غیر مسلم بھی عربی دان بن گئے۔

چنانچہ سندھ اور اس سے متصل شمالی و مغربی علاقوں کے بعض راجے مہاراجے عربی زبان جانتے تھے اور صحابہ کرام کے اشعار تک ان کو یاد تھے۔ چنانچہ راجہ رتبیل نے ایک موقع پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر خود سنایا اور جواب میں عربی کے اشعار سنے، حجاج بن یوسف نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو **سبحستان**، بست، اور رخج کی گورنری دی، ابن اشعث نے ان علاقوں کے غوریوں، اور **خلجیوں** سے جنگ کی نیز اطراف و جوانب کے راجوں کو زیر کیا۔ مگر وہ انہی ایام میں حجاج کے مظالم کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرکے کرمان چلے آئے پھر بصرہ و کوفہ کے عباد و زہاد کی ایک بڑی جماعت کو لے کر ۸۲ھ میں دیر جماجم میں حجاج کی فوج سے مقابلہ کیا اور خرابی بسیار کے بعد ہزیمت کھاکر راجہ رتبیل کے یہاں پہنچے۔(۴۳)

جب راجہ رتبیل سے ملاقات ہوی تو اس نے تعریض کے لئے برمحل عربی کا ایک شعر سنایا جسے حضرت حسان بن ثابتؓ نے حارث بن ھشام کے بارے میں کہا تھا۔

و نجابراس طمرة و لجام

یہ سن کر ابن اشعث نے رتبیل سے کہا کیا تم نے اس کے جواب میں حارث بن ھشام کے اشعار نہیں سنے ہیں۔ رتبیل نے کہا وہ کون سے اشعار ہیں۔

الله یعلم ماترکت قتالهم
حتی رموا فرسی با شقر مز بد
وعلمت انی ان اقاتل و احدا
اقتل ولا یضر رعدوی مشهدی
فصد دت عنهم والا حبت فیهم
طمعالهم بعقاب یوم مفسد

راجہ رتبیل نے ان اشعار کو سن کر ابن اشعث سے کہا کہ اے معشو عرب! تم لوگوں نے ہر چیز میں حسن و خوبی پیدا کی ہے یہاں تک کہ راہ فرار کو بھی حسین و جمیل بنالیا۔(۴۴)

بعض اشخاص سندھ میں عربوں کی آمد سے قبل سے ہی عربی زبان سے واقف تھے۔ جیسے دیبل کی جیل کا منتظم ایک سندھی شخصیت جس کا نام قبلہ بن مہتراج تھا۔ وہ دیبل کی اس جیل کا منتظم تھا جس میں راجہ داہر نے ان عرب تاجروں، عورتوں اور بچوں کو قید کر رکھا تھا اور ان کا سازوسامان اور جہاز لوٹ لیا تھا جو سراندیپ سے عراق جا رہے تھے۔ قبلہ بن مہتراج نے محمد بن قاسم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

۹۲ ہجری میں محمد بن قاسم نے مذاکرات کے لئے ایک وفد راجہ داہر کے پاس بھیجا تو یہ شخص قبلہ اس وفد میں مترجم کی حیثیت سے گیا تھا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ اس شخص نے قید میں موجود عربوں سے عربی سیکھی تھی۔ اور اسلامی تعلیمات سے بھی آگاہی حاصل کی تھی۔ اس لئے سب سے پہلے اسی نے اسلام قبول کیا۔ یہ محمد بن قاسم کا معتمد اور مقرب لوگوں میں سے تھا۔ بعد میں محمد بن قاسم نے اسے دیبل شہر کے مالیاتی امور کا منتظم بنایا۔(۴۵)

اموی دور میں عربی زبان سے اعلیٰ طبقات کے لوگوں، زعماء و اعیان حکومت اور حکام کے طبقات نے دل چسپی لی۔

عباسی عہد میں ملکی معاملات کی تنظیم نو کی گئی۔ نئے شہر تعمیر ہوئے۔ مساجد تعمیر ہوئیں مدارس قائم کئے گئے۔ بلاد عرب سے علماء کی ایک کثیر تعداد سندھ میں آئی اور ساتھ ہی سندھی کبار علماء کی بھی ایک جماعت تیار ہو چکی تھی۔ جو مدارس و مساجد دروس قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ باقاعدہ عربی زبان کی تعلیم بھی دیتے تھے اور علوم اسلامی سے سندھ کے لوگوں کو روشناس کرا رہے تھے۔ اس عرصہ میں سندھ میں عربی زبان کو اس قدر فروغ حاصل ہوا کہ علماء نے مختلف موضوعات پر کثرت سے عربی میں کتب تالیف کیں۔ اور عربی زبان سے بھی سندھی میں تراجم ہوئے۔

علوم اسلامی اور عربی زبان کی تدریس و ترویج کے لئے بڑی بڑی محافل و مجالس کا اہتمام کیا جاتا جہاں علماء اپنے افکار و تعلیمات سے لوگوں کی تشنگی دور کرتے، یہ وہ عرصہ تھا جب بلاد سندھ میں ہر طرف علمی ماحول اور ادبی فضا پروان چڑھ چکی تھی۔ تدوین، تصنیف، تالیف، شاعری اور مختلف علوم و فنون کے مشاہیر کا دور دورہ تھا۔ عرب جغرافیہ دانوں، مورخوں، سیاحوں نے اس دور کی علمی مصروفیات و اہتمام کا خصوصیت سے تذکرہ کیا ہے۔

مورخ مسعودی ۳۰۳ ہجری میں سندھ میں آیا۔ اور ملک کے طول و عرض میں گھوما پھرا، اس نے سندھ کے علماء، خطباء، قضاۃ اور ان فاضل شخصیات سے ملاقاتیں کیں جو عربی زبان کے فروغ اور اسلامی علوم و فنون کی نشرو اشاعت کی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب عربی زبان سیکھنے اور پڑھنے کا ذوق و شوق عوام میں سرایت کرچکا تھا۔(۴۶)

ابن حوقل کے سفرنامہ کا جائزہ لیں (جو ۳۴۰ ہجری میں سندھ آیا تھا) اس نے بھی عربی زبان کے قبولیت عام ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ عربی زبان صرف حکومتی طبقے ہی کی زبان نہیں بلکہ بازاروں، تجارتی منڈیوں اور عوامی مقامات پر بھی عربی زبان میں بول چال ہوتی ہے۔ اب عربی زبان خواص کی زبان نہیں رہی بلکہ بلاد سندھ کے تمام شہروں میں عربی زبان اور اپنی مقامی زبان میں بات چیت کرتے ہیں۔(۴۷)

عظیم جغرافیہ دان اصطخری بھی اس بات کا تذکرہ کرتا ہے:

اصطخری نے لکھا ہے کہ عربی زبان کے فروغ میں توسیع ہوئی ہے۔ بلاد سندھ اور اس کے دارالخلافہ منصورہ اور اس کے اطراف کے چھوٹے بڑے شہروں اور علاقوں میں لوگ عربی زبان میں بات چیت کرتے ہیں اور مقامی زبان میں بھی۔

ملتان کے علاقے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

ملتان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے اور کفار اقلیت میں ہیں لیکن وہ بھی بلا تکلف عربی زبان میں بات چیت کرتے ہیں اور اپنی مقامی زبان میں بھی۔

دیبل کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

دیبل کی اکثریتی آبادی غیرمسلموں کی ہے اور مسلمان بھی بڑی تعداد میں رہتے ہیں۔ ان کا معاش کا ذریعہ تجارت ہے اور ان کی زبان سندھی اور عربی دونوں مشترک ہیں۔

پانچویں صدی ہجری تک عربی زبان سندھ کے حکماء' علماء' مدارس' بازار' تجارتی مراکز' طبقہ عالیہ و خواص' طبقہ' عوام و عامیہ' کی زبان رہی۔

عربی زبان کا اس دور میں اس قدر اثر و نفوذ ہوا گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب عربی ہی سندھ کی زبان کے طور پر رہ جائے گی۔

بالاخر ۴۱۶ ہجری میں عرب حکومت کے زوال کے اثرات عربی پر بھی پڑے۔ لیکن عربی زبان کو سندھ میں کبھی زوال نہیں آیا اور یہ اپنے اثر و نفوذ کے زمانے سے لے کر آج تک کبھی متروکہ زبان نہیں رہی۔ یہی اس کا اعجاز ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں جب غزنوی آئے تو انہوں نے فارسی زبان کو ترویج دی اور فارسی عربی کی جگہ سرکاری زبان قرار پائی۔ لیکن عربی زبان کی اہمیت اس کی علمیت اور روحانیت کے باعث آج تک باقی ہے۔

عربوں کی حکومت ختم ہو جانے کے بعد عربی زبان فوراً" ختم نہیں ہوگئی' بہت سے عرب خاندان مستقل طور پر آباد ہو چکے تھے۔ غیر مسلموں کی اکثریت انکا دین قبول کر چکی تھی۔ جس کے بعد عربی پڑھنا پڑھانا ان کی زندگی

کا اہم فریضہ قرار پایا اور یہ سلسلہ کم و بیش آج تک جاری ہے۔ مسلم گھرانوں میں عربی کے اثرات اس وقت تک باقی رہیں گے جب تک کہ اسلام سے ان کا رشتہ استوار ہے۔ عربوں کے بعد سندھ کی سرزمین سے بڑے بڑے عالم اور عربی دان اٹھے' بعد بزرگ تو اس پائے کے ہو گزرے ہیں کہ ان کی عربی تصنیف جامع ازہر مصر کے تعلیمی نصاب میں شامل ہوئیں۔(۴۸)

عرب دور میں سندھی زبان کی نمو' نشو و نما اور ترقی

سندھی اس زبان کا نسبتی نام ہے سندھ میں قدیم زمانے سے ہی بولی جاتی ہے' سندھی زبان کی نشو و نما سے متعلق محققین کی آراء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کو آریائی زبان سے تعبیر کیا ہے اور بعض نے سنکرت اور بعض نے پراکھت اور بعض محققین نے بالکل الگ تحقیق سے کام لیا ہے۔

"دوسری جدید ھند آریائی زبانوں کی طرح سندھی بھی اصلا" آریائی زبان ہے۔ یہ ان آریا قبائل کی زبان سے ارتقاء پاکر اپنے موجودہ روپ تک پہنچی ہے۔ جو ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح آکر سندھ ونڈی کی وادی میں آباد ہوگئے تھے۔ دوسری زبانوں کی طرح یہ بھی قدیم ھند آریائی' درمیانی ھند آریائی اور آخری ھند آریائی کے ادوار سے گزرتی ہوئی یا دوسرے الفاظ میں قدیم پراکرت یا سنکرت' پراکرت اور اپ بھرنش کے مدارج طے کرتی ہوی اس مقام تک پہنچی جہاں اسے سندھی زبان کہہ کر پکارا جانے لگا۔ ماہرین لسانیات اور علماء زبان و ادب' قدیم و جدید' سب نے متفقہ طور پر اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ سندھی اصلا" ھند آریائی زبان ہے۔"(۴۹)

E. Trumpp لکھتا ہے کہ:

> "سندھی زبان ایک خالصتا" سنکرتی زبان ہے جو شمالی ھندوستان کی دیگر زبانوں کی طرح بیرونی اثرات سے بالکل محفوظ ہے"(۵۰)

مرزا قلیچ بیگ نے لکھا ہے کہ:

"زبانوں کے شجرے کے مطابق سندھی زبان' آریوں کی قدیم اور شریف زبان کے خاندان سے ہے۔ اس شجرے کے پیش نظر سندھی زبان پراکرت کی بیٹی اور سنکرت کی نواسی

ہے۔"۔(۵۱)

محمد صدیق میمن لکھتے ہیں کہ:

"جس طرح ہندوستان کی پراکرت بولیوں کی ماں سنسکرت شمار کی جاتی ہے۔ اسی طرح بول بھی اصل میں سنسکرت کی بیٹی ہے۔"(۵۲)

سندھی زبان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ خود سندھ کی تاریخ۔

سندھی زبان کی اصل کیا ہے؟ اس زبان نے سندھ میں کب جنم لیا۔ اس کی ابتدائی تشکیل کن زبانوں کے اختلاط اور بنیاد پر ہوئی۔ اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

بہرکیف یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سندھ میں عربوں کی آمد سے قبل سندھی زبان کی ابتداء ہو چکی تھی۔ اسلامی حکومت کے قیام کے وقت یہاں سندھی زبان موجود تھی۔ اور عربوں کے دور میں سندھی ملکی زبان تھی اور عربی حکومت کی زبان تھی۔

دونوں زبانیں دوش بدوش ترقی کرتی گئیں۔ سندھی عربی رسم الخط کی بنیاد بھی عربوں کے عہد میں پڑی۔(۵۳)

۳۴ھ میں اسلام کی آمد کے بعد اموی اور عباسی عہد میں سندھی زبان اپنے ارتقاء کے ایک تاریخی دور میں داخل ہو گئی۔

عربوں کی آمد سے قبل سندھی زبان کا رنگ روپ کیسا تھا۔ یہ معلوم کرنا اب ممکن نہیں ہے۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ لکھتے ہیں کہ:

"فتح اسلام سے قبل سندھ کی زبان یا زبانوں کا کوئی تحریری نمونہ موجود نہیں۔"(۵۴) سندھی زبان کی تاریخ کو ابتداء، اس کی نشو و نما اور ترقی کے لحاظ سے تین ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ دور قدیم

۲۔ دور تاسیسی

۳۔ دور تکمیل

قدیم دور ۶۰۰ قبل مسیح کا ہے۔ اس وقت سندھی زبان کی کوئی واضح شکل سامنے نظر نہیں آتی۔ دور تاسیسی ۶۰۰ بعد مسیح تک کا دور ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں سندھی زبان اس کی فروعات ۔۔۔۔۔ اساس اور خصائص متعین ہوئے۔ دور تکمیلی ساتویں صدی عیسوی سے گیارہویں صدی عیسوی یعنی پہلی صدی ہجری سے لے کر پانچویں صدی ہجری تک کا دور ہے۔ اور یہی وہ دور ہے جب سندھی زبان اپنی نمو اور درجہ کمال تک پھلی۔ اور اس کا شمار علمی اور ادبی زبانوں میں ہونے لگا۔

ا۔ سندھی زبان دور قدیم میں

بعض یورپی محققین سندھی زبان کو سنسکرت زبان کی پیداوار مانتے ہیں۔(۵۵) لیکن دوسرے محققین ان کی اس بات سے انکار کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سندھی زبان ایک الگ مستقل اور منفرد فطرت و طبعیت رکھتی ہے۔ جو اس کو سنسکرت اور دوسری زبانوں سے ممیز و ممتاز کرتی ہے اور سوائے بعض الفاظ کے سنسکرت کے کوئی آثار سندھی زبان پر نہیں۔(۵۶)

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ نے اس بات سے بھی انکار کیا ہے کہ سندھی زبان پراکرت سے نکلی ہے۔ یا کسی دوسری زبان سے' کیونکہ فارسی' سنسکرت' پراکت' اپ بھرنش وغیرہ نسبی لحاظ سے سندھی زبان کے بعد کی زبانیں ہیں۔(۶۷)

۲۔ سندھی زبان تاسیس دور میں

سندھی زبان کا تاسیس دور رائے اور برھمن عہد میں یعنی چھٹی صدی عیسوی سے شروع ہوا۔ برھمن راج میں سندھو بولی ایک بڑے حصے کی عوامی زبان تھی اور ناگری رسم الخط میں لکھی جاتی تھی۔ یہ سلسلہ آٹھویں صدی ہجری تک جاری رہا۔

اس دور میں سندھی زبان مفردات' نحوی خصوصیات' معنوی صفات اور ادبی فکر کے ساتھ ارتقائی منازل طے کرتی رہی۔

لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ اس دور میں سندھی زبان' سندھی نام سے معنون تھی۔ کیونکہ اس دور میں اس کے مختلف لہجے تھے۔ اور اس کا طرز کتابت کیا تھا اس کے متعلق بھی وثوق کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ بلاد سندھ میں اس وقت مختلف اقسام کی تحریریں (طرز کتابت) رواج تھے اور مختلف سندھی قبائل میں ایک دوسرے مختلف لہجے تھے۔(۵۸)

مورخین نے ذکر کیا ہے کہ یہ لسانی تغیر اور لہجے (کچھ) کی نسبت سے اور (گجرات ھند) کی نسبت سے کچھی اور گجراتی تھے۔(۵۹)

۳۔ سندھی زبان تکمیلی دور میں

سندھ میں عرب عہد کو سندھی زبان کے فروغ ناموں' اور ترقی کے لحاظ سے سنہری دور کہا جاتا ہے۔ اسی عہد میں سندھی زبان زبانوں میں ایک بلند مقام تک پہنچی اور سندھی زبان کے ارتقاء کا جو دور عہد عرب سے شروع ہوا اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

عرب دور حکومت میں سندھی زبان میں بڑی ترقی ہوئی۔ سندھی بولی اور محاوروں میں ایک مرکزیت پیدا ہوئی۔ جس کی وجہ سے ایک جامع سندھی زبان کی تشکیل وجود میں آئی۔ جس کی وجہ سے مملکت کو ایک مظبوط بنیاد میسر آئی۔ سندھ کی تاریخ میں یہ پہلی منظم حکومت تھی جس نے سندھ کے گوشے گوشے میں انصاف اور خراج کے نظام کے ذریعہ رعایا کی زندگی پر گہرا اثر ڈالا۔ اسلامی عقائد نے سیاسی مرکزیت کو اور مظبوط کیا۔ قبائلی فرق کم ہوا اور اس کی جگہ اسلامی عادات و رسومات نے لے لی۔ نئے نئے شہر آباد ہوئے اور کاروبار کے لئے خشکی اور دریائی راستے کھلے۔

کاروبار کی ترقی کی وجہ سے ملک کے ایک حصے کے باشندوں کا دوسرے حصے کی طرف آنا جانا کثرت سے شروع ہوا۔ اس میل جول اور تعالقات سے بلاد سندھ کے مختلف حصوں کی بولیوں اور لہجوں اور محاورات کے ملاپ سے ایک لسانی ربط پیدا ہوا۔(۶۰) اہل سندھ اور عرب دونوں سندھ کے طول و عرض میں مل جل کر رہتے۔ اگرچہ سرکاری زبان عربی تھی اور عوامی زبان سندھی:

لیکن جغرافیہ دانوں اور مورخین جنہوں نے اس دور میں سندھ کی سیاحت کی انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ

بات صراحت کے ساتھ لکھی ہے کہ سندھ کے باشندے آپس میں عربی اور سندھی دونوں زبانوں میں گفتگو کرتے تھے۔(٦١) اور اس وقت سندھی زبان کا رسم الخط عربی سے مشابہت رکھتا تھا۔(٦٢)

عرب علماء اور سندھی علماء نے عربی زبان میں کام کرنے کے ساتھ سندھی زبان کو بھی تصنیف و تالیف اور تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ اور بہت سے عرب علماء نے بھی سندھی زبان سیکھی۔ اسی دور میں سندھی زبان عرب اثرات سے مستفید ہوئی' دراصل مسلمانوں کی آمد کے ساتھ ہی زبانوں کے اختلاط اور باہمی روابط نے لسانیات میں ایک نیا عمل شروع کر دیا تھا۔ عربوں نے یہاں آکر یہاں کی زبان سیکھی اور یہاں کے رہنے والوں نے باہر کی زبانوں کے اثرات قبول کیے۔

بزرگ بن شہریار نے لکھا ہے کہ:

"ایک بڑے سندھی راجہ نے جو الور اور اطراف کے علاقوں پر قابض تھا اور حکمرانی کر رہا تھا۔ اور اس کا نام مہروک بن رائق تھا۔ ٢٧٠ ہجری میں حاکم منصورہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھ کر فرمائش کی کہ اس کے لئے سندھی زبان میں اسلامی احکام و قوانین کی تفسیر و تشریح کر کے بھیج دی جائے۔ عبداللہ نے منصورہ کے ایک شخص کو جو کہ عراق کا رہنے والا تھا اور نہایت ذہین و ہوشیار اور شاعر و عالم بھی تھا۔ اپنے پاس بلایا۔ اس شخص کی پرورش تعلیم سندھ ہی میں ہوئی تھی وہ سندھی زبان پر کمال مہارت رکھتا تھا۔

امیر عبداللہ نے اس سے الور کی فرمائش بتائی۔ تو اس نے ایک قصیدہ تیار کیا اور اس میں بادشاہ کی تعریف کے ساتھ ساتھ اسلامی احکامات و تعلیمات اور عقائد پر مشتمل تمام باتیں بیان کر دیں۔ اور اس کو راجہ کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ قصیدہ راجہ کے پاس پہنچا اور پڑھا گیا تو راجہ نے اس کو بہت پسند کیا' اور اس نے امیر عبداللہ کو خط لکھا کہ اس قصیدہ نگار کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔ عبداللہ نے اس عالم کو راجہ الور کے پاس بھیج دیا۔ وہ تین سال تک راجہ کے پاس رہا۔ جب وہاں سے واپس آیا تو عبداللہ نے راجہ کا حال پوچھا اس نے پورا حال تفصیل سے بیان کیا۔ کہ راجہ نے مجھ سے دینی تعلیمات سیکھنے کے علاوہ سندھی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر لکھنے اور راجہ کو سنانے کی فرمائش کی' چنانچہ میں نے سندھی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی اور ساتھ ساتھ راجہ کو سنانا شروع کی' اور جب میں سورہ یٰسین کی تفسیر تک پہنچا تو اس کے سامنے یہ آیات

قال من یحی العظام وھی رمیم و قل یحیھا الذی انشاء ھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم ○

آئیں اور میں نے ان آیات کی تفسیر بیان کی (تو اس وقت راجہ موتیوں اور جواہرات سے مرصع سونے کے ایک ایسے بیش قیمت تخت پر بیٹھا ہوا تھا جس کی قیمت کا اندازہ لگانا ہی مشکل کام ہے) تو اس نے کہا کہ دوبارہ بیان کرو جب میں نے دوبارہ بیان کی تو وہ تخت سے اتر پڑا اور ننگے پیر زمین پر چلنے لگا حالانکہ زمین پانی کے چھڑکاؤ کی وجہ سے تر تھی۔ پھر وہ اپنا رخسار زمین پر رکھ کر رونے لگا' یہاں تک کہ اس کا چہرہ گرد آلود ہوگیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ یہی اصلی پروردگار اور معبود ازلی و ابدی ہے۔ اس کا کوئی ہم سر اور مشابہ نہیں۔ اس کے بعد اس نے ایک گھر تعمیر کرایا اور ظاہر یہ کیا کہ امور سلطنت پر غور کرنے کے لئے تنہائی اختیار کی ہے۔ مگر وہ اس میں پوشیدہ طور پر نماز پڑھتا تھا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوتی تھی۔(۶۳)

ان اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرب سندھ کی زبان بھی بطریق احسن سیکھ چکے تھے۔ یہاں تک کہ قرآن پاک کی سندھی تفسیر بھی لکھی گئی اور سندھی زبان میں شعرو شاعری بھی کی جانے لگی۔ گویا مسلمانوں اور مقامی باشندوں کے درمیان ربط و ادغام سے تہذیب و معاشرت کی یکسانیت کے ساتھ ساتھ زبان کی یکسانیت بھی پیدا ہوگئی تھی۔

سندھی زبان میں تصنیف و تالیف کی ابتداء' دینی کتب سے ہوئی۔ ان کے لکھنے' والوں میں سندھ کے علماء اور بزرگان دین تھے۔(۶۴)

عربوں کے سندھ میں آنے کے بعد عربوں کے معاشرے اور عربی زبان کے زیر اثر سندھی زبان میں مزید مرکزیت پیدا ہوئی۔ زبان کی نفسیاتی کیفیت تبدیل ہوئی۔ زبان کے تمدنی سرمائے میں مزید اضافہ ہوا۔ زبان کی ساخت' رسم الخط اور صرف و نحو پر اثر پڑا۔ ملک میں علمی ترقی کی وجہ سے سندھی زبان کے عالم اور شاعر پیدا ہوئے۔ عرب عالموں نے بھی سندھی زبان و ادب اور رسم الخط میں دلچسپی لی۔ ان کے متعلق تبادلہ خیال کیا۔ اور یافی معلومات اپنی تصانیف میں قلم بند کیں اور سندھی زبان پہلی مرتبہ عربی رسم الخط میں لکھنے میں آئی۔(۶۵)

سندھی زبان نے عربی کا دودھ پی کر ہی وہ توانائی حاصل کی ہے کہ جس نے انہیں دنیا کی علمی و ادبی زبانوں

کی صف میں کھڑا ہونے کے قابل بنایا۔(۶۶)

بالفاظ دیگر سندھ کی لسانی بساط پر مزید عربی الفاظ کی گنجائش وقت کی منتظر تھی۔ لہٰذا عربوں کے آتے ہی اس نے اپنا دامن پھیلا دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے سندھیوں کی زبانوں پر عربی اور عربوں کے ہونٹوں پر سندھی لفظ متحرک نظر آنے لگے۔(۶۷)

عربی کی طرح سندھی میں بھی ضمائر اور تانیث مبنی ہیں مگر دوسرے عام اسماء معرب ہیں۔ یعنی ان کے آخری حرف کا املاء جملے میں ان کے مبتداء یا غیر مبتداء ہونے سے بدلے گا۔ جیسے اسم 'گھر' گر مبتداء ہے تو "ر" پر پیش آئے گا۔ جیسے گھر خوبصورت آھی۔ (گھر خوبصورت ہے) غیر مبتداء کی حالت میں لفظ "گھر" کے بعد حروف لاحق ہوں گے۔ تو "ر" پر زبر آئے گا۔ مثلاً گھر ذیے (گھر کو) گھروٹ (گھر کے پاس) اگر یہ حرف ہوں گے تو ان کی علامت کے طور پر زبر "ر" کے نیچے زیر آئے گا۔

مثلاً" ھو گھر آھی (وہ گھر ہے) فعل لازم کا فاعل سندھی میں ہمیشہ مرفوع ہوگا۔ اور فعل متعدی کا فاعل ہمیشہ مفتوح ہوگا۔ مثلاً" احمد ایو (احمد آیا) اور احمد ماریو (احمد نے مارا)۔(۶۸)

ادبی سطح پر جو اثرات عربی نے سندھی پر ڈالے وہ الگ ہیں۔ لسانی سطح پر علاوہ الفاظ کے بہت سی ترکیبیں فقرے، ضرب الامثال اور کہاوتیں علی حالہ جزو زبان بن گئیں۔ عربی کی مخصوص آوازیں، صورتوں کی حیثیت سے تو بار نہ پاسکیں لیکن عربی الفاظ کے ساتھ بہت سے خالص عربی حروف داخل زبان ہوگئے۔ سندھی کا رسم الخط بھی تھوڑے اختلاف کے ساتھ ایک ہی ہے۔(۶۹)

عربی زبان نے سندھی زبان پر ایسا اثر ڈالا کہ بہت سے حروف سندھی زبان میں داخل ہوگئے۔ اب ہم سندھی حروف تہجی کا جائزہ لیتے ہیں۔

سندھی زبان کل باون حروف تہجی ہیں جن میں سے تینتیس حروف تہجی اردو اور سندھی (اور عربی) میں مشترک ہیں۔ بارہ حروف ایسے ہیں جو صوتی لحاظ سے تو اردو جیسے ہیں لیکن شکل و صورت کے لحاظ مختلف ہیں۔ سات حروف جو خالص سندھی ہیں صوتی اور تحریری دونوں لحاظ سے مختلف ہیں یا مبنی ٹھیٹھ سندھی کے حروف کہنا چاہئے۔

سندھی حروف تہجی:

ا ب ٻ پ ڀ ت ٿ ٽ ث ٺ ف ج ڄ ڃ ڇ چ ح خ د ذ

ڌ ڏ ڊ ڍ ر ڙ ز س ش ص ض ط ظ ع غ ف ڦ ق ڪ ک گ ڳ ڱ گھ ل م

ن ڻ و ھ ء ي۔(۷۰)

سندھی اور عربی کے مشترک حروف

ا ب ت ث پ ج جھ چ ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ع غ

ف ق گ گھ ل م ن و ھ ء ی۔

سندھی کے وہ حروف جو صوتی لحاظ سے اردو جیسے ہیں لیکن تحریر میں مختلف ہیں

سندھی صورت		اردو صورت	سندھی صورت	اردو صورت
پ	ڀ	ت	ٽ	
ت	ٿ	ت	ٺ	
ف	ڦ	ڌ	ڌ	
چ	ڇ	د	ڏ	
ڙ	ڙ	د	ڍ	
ک	ک	ک	کھ	

خالص سندھی حروف

ٻ ڄ ڃ ڳ ڱ ڃ ٽ۔(۷۱)

یہ الفاظ صوتی اثرات کے تحت ادا ہوتے ہیں۔

سندھ میں علوم عقلی کی ترویج

سندھ کے مسلمان اسلامی عہد میں علوم عقلیہ کی طرف بھی م توجہ ہوئے۔ مسلمانوں نے اپنے نظریات میں اور علوم میں یونانی ثقافت سے مدد لی تھی۔ جو سکندر کے زمانے سے مصر، شام اور مغربی ایشیا میں پھیلی ہوئی تھی۔(۷۲)

بعض محققین کے مطابق علوم عقلیہ اور ان جیسے دیگر علوم سکندر اعظم کی فتح سندھ کے ساتھ ہی ۳۳۲ قبل مسیح میں سندھ میں مروج ہونا شروع ہوگئے تھے اور یونان و اہل سندھ کے باہمی علمی، ثقافتی روابط قائم ہوگئے تھے۔ پھر اس کے بعد اہل سندھ نے اس علمی ذخیرہ میں اضافہ کرنا شروع کیا اور یہاں تک کہ سندھ کے علماء علوم عقلیہ کے ماہرین میں شمار ہونے لگے اور انہوں نے ان علوم کے نئے اصول و قواعد و ضوابط مرتب کئے۔

یہاں تک کہ سندھ میں اسلام کی اشاعت کے بعد ان علوم نے سندھ میں مزید ترقی کی۔

علم ترجمہ

بنوامیہ کے عہد میں عربی زبان میں دوسری زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ خالد بن یزید بن معاویہ وہ پہلا شخص تھا۔ جس نے علوم طب اور کیمیا کی کتابوں کو عربی زبان میں ترجمہ کرانے کی طرف توجہ مبذول کی تھی۔ اس نے یونانیوں کے ایک گروہ کو بلایا جو اس وقت مصر میں آباد تھے اور ان سے کہا کہ وہ ان یونانی اور قبطی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کریں۔ جن میں عملی کیمیا پر بحث کی گئی ہے۔ عبدالملک بن مروان نے دفاتر کی سرکاری زبان عربی قرار دی تھی۔ اس سے پہلے فارسی اور یونانی زبانیں سرکاری زبانیں تھیں۔

مصر کی سرکاری زبان ولید بن عبدالملک کے عہد میں عربی قرار دی گئی تھی۔ اس سے پہلے یونانی اور قبطی زبانیں سرکاری زبانیں تھیں۔(۷۳)

اس کا اثر یہ پڑا تھا کہ دوسری زبانوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا جانے لگا تھا۔ فارسی سے عربی میں ترجمہ کرنے والوں میں بہت سے اشخاص گزرے ہیں۔ مثلاً" آل نو بخت' مامون کا وزیر حسن بن سہل' احمد بن یحیٰ

بن جابر' بلاذری مصنف کتاب البلدان اور حمر بن فرمان۔(۷۴)

جب ایرانیوں کی مدد سے سلطنت عباسیہ قائم ہوئی اور عربوں اور ایرانیوں کے درمیان اختلاط پیدا ہوا اور عباسی خلفاء نے علوم فارس' اور علوم یونان کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی تو اس وقت غیر ملکی زبانوں سے ترجمہ کے کام کی رفتار بہت تیز ہوگئی۔

ابو جعفر منصور نے سب سے پہلے کتابوں کے ترجمہ کی طرف دھیان دیا۔ اور اس کے حکم سے حنین بن احساق نے طب میں بقراط اور جالینوس کی چند کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ابن مقفع نے کتاب کلیہ و دمز کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ اسی نے السندھند اور کتاب اقلیدس کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔

برامکہ نے مترجمین کی حوصلہ افزائی کی۔ اور ان پر بے شمار مال و دولت خرچ کیا۔ جس کی وجہ سے ترجمہ کے کام سے غیر معمولی دل چسپی بڑھ گئی۔

مامون نے مختلف خطوں اور علاقوں میں وفود بھیجے' تاکہ وہ فلسفہ' طب' ریاضی اور موسیقی کی بلند پایہ کتابوں کو ترجمہ کے لئے حاصل کریں۔

ترجمہ کے لئے کتابوں کے حصول کے لئے سرزمین سندھ میں بھی وفود بھیجے گئے۔ جنہوں نے یہاں سے طب' فلسفہ اور دیگر علوم و فنون پر کتابیں حاصل کیں۔ جن کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔

اس کے علاوہ سندھ کے اطباء' علماء اور مصنفین کی ایک بڑی تعداد بیت الحکمتہ سے وابستہ تھی۔ جو مختلف علوم و فنون کی کتابوں کے تراجم پر مامور تھی۔

سندھ کے بہت سے علماء ایسے تھے جو براہ راست عربی زبان سے کماحقہ' واقفیت رکھتے تھے' انہوں نے سنسکرت' سندھی اور ھندی زبان نہ صرف کتابوں کا ترجمہ کیا بلکہ اپنی کتابوں کا خود عربی میں ترجمہ کیا۔

یہ امتیاز صرف سندھ کے ہی علماء کو حاصل تھا۔ انہوں نے سنسکرت اور سندھی میں موجود اپنی کتابوں کا خود عربی میں ترجمہ کیا۔

گویا وہ اپنی کتابوں کے مئولف ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی کتابوں کے خود مترجم بھی تھے۔ (اس کی تفصیل مختلف علوم کے تذکرہ میں تفصیل سے موجود ہے۔ جس کی یہاں تذکرہ کی چنداں ضرورت نہیں)

فلسفہ، طب، ریاضی، منطق، فلکیات، جغرافیہ، تاریخ، سیاست، ادب کی کتب کے ترجمہ کرنے پر جو مترجمین مامور تھے ان کو باقاعدہ تنخواہیں دی جاتی تھیں۔

ابن ندیم کے مطابق ان مترجمین کو پانچ سو دینار ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔(۷۵)

علم ریاضی

علم ریاضیات اہل سندھ و ھند کی خاص دل چسپی اور اتصال کا رہین منت تھا۔ کیونکہ جب ہم دیکھتے تو معلوم ہوتا ہے کہ علم ریاضی اور علم ھندسہ میں عہد عرب میں سندھ خصوصی امتیاز کا حامل تھا۔(۷۶)

بل سندھ علم ریاضی اور علم ھندسہ میں اسی طرح ممتاز تھے جس طرح علم نجوم، علم الافلاک، طب اور دیگر علوم میں ممتاز تھے۔ اہل سندھ نے خصوصاً" چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں ان علوم میں خصوصیت سے کام کیا۔(۷۷)

عربوں نے اہل سندھ سے ابتداء ہی میں ریاضی کے درس حاصل کیے۔ گنتی کے اعداد بھی ایک سندھی عالم کے ایجاد کردہ تھے۔ جو ۱۵۴ ہجری میں ایک علمی وفد کے ہمراہ بغداد پہنچا اور خلیفہ منصور کے دربار میں حاضر ہوا تھا اور اس نے اپنی کتاب سدھانت اسکو پیش کی جو حساب و ریاضی کے قواعد پر مشتمل تھی، اور پھر اس نے ایک عربی عالم ابراہیم انفرادی کے ہمراہ اسکا عربی میں ترجمہ کیا۔(۷۸)

محققین کے مطابق یہ کتاب، دوسری صدی ہجری میں عربوں کے درمیان حساب و ریاضی کے سلسلے میں بنیادی اہمیت کی حامل تھی۔(۷۹)

علم ریاضی میں عربوں نے صفر کا اضافہ کیا، جس کی ایجاد سے علم حساب اور ریاضی میں ایک انقلاب پیدا ہوگیا۔ یہ صفر کی ایجاد بھی عربی و سندھی ماہرین کے باہمی غور و خوص کا نتیجہ تھا۔

اس کے بعد معروف ماہر علم ریاضی اور فلکیات محمد بن موسیٰ خوارزمی خلیفہ مامون کے عہد میں حساب کی رقوم کی ترکیبات اور اشکال میں گراں قدر اضافے کیے اور یہ علم ریاضی کی توسیعات اور مسائل و اشکال علماء اندلس کے توسط سے یورپ کے ممالک تک جا پہنچیں۔ اور یورپی لوگوں نے ان اعداد کو Numeral Arabic کا نام دیا اور علم ریاضی کی ایک شاخ الجبراء خوارزمی کی نسبت سے Algorism کہا۔ جس نے الجبراء

کی اشکال اور قواعد مرتب کئے تھے۔(۸۰)

تیسری صدی هجری میں ماہر علم ریاضیات علی بن محمد النسوی نے علم حساب میں نئے اور اہم امور کا اضافہ کیا اور ایک کتاب تحریر کی جس کا نام "المقنع فی الحساب الھندی" تھا۔ اس کتاب پر سندھ و عرب کے ممتاز ماہرین ریاضیات نے اعتماد کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ بھی آنے والے وقتوں میں علم ریاضیات پر مفید کتب منظر عام پر آئیں۔(۸۱)

جب ابوریحان البیرونی پانچویں صدی ہجری کی ابتداء میں سندھ میں وارد ہوا تو اس نے سنسکرت زبان میں موجود علم ریاضی کی بعض اہم کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا اور سندھ میں موجود ماہرین ریاضیات و حساب کے ساتھ اس "رسالہ قیمہ" اور دیگر کتب منصہ شہود پر آئیں۔(۸۲)

اگرچہ یونانی طریقہ حساب و ریاضی سے متعلق تحقیقات خوارمی کے زمانہ میں عربی میں منتقل ہوچکی تھیں۔ لیکن یونانی طریقہ حساب کے بجائے اہل عرب میں سندھ و ھند کے طرقہ حساب مقبول و مروج ہوئے اور یہیں کے طریقہ حساب کو انہوں نے اپنایا۔ حتی کہ معروف عالم امام ابن سینا نے بھی اپنے زمانے میں سندھ و ھند کے طریقہ حساب کو نہ صرف سیکھا بلکہ وہ اسی میں مشغول رہے۔

علم ریاضی سندھ میں اسلام سے قبل ہی معروف و مروج تھا۔ اور عربوں نے اس سے دوسری صدی ہجری میں است فادہ کیا۔ پھر اس کے بعد اس فن میں علمی اضافات ہوتے گئے' جس میں اہل سندھ کا برابر کا حصہ تھا۔

علم فلکیات و نجوم

۱۵۴ ہجری میں سندھ سے ایک وفد بغداد گیا اس وفد میں ایک پنڈت ھئیت پر ایک کتاب لے کر گیا تھا۔ سنسکرت میں اس کتاب کا نام "برھسپت سدھانت" ہے اور عربی میں اسکو "السند ہند" کہا گیا۔ کتاب "السند ہند" فلکیات و ریاضی پر ایک معروف و معتبر کتاب ہے اور اس کے مؤلف کا نام "برھم کبت" ہے۔ اس کتاب کو خلیفہ کے حکم سے ابراہیم انفزاری نے عربی میں ترجمہ کیا۔(۸۳)

اس کے کئی سالوں کے بعد معروف ماہر فلکیات یعقوب بن طارق نے اسی کتاب کو اپنے خاص انداز میں عربی میں ترجمہ کیا۔

کتاب "السند ہند" کو فلکیات کی مستند کتاب تسلیم کیا جاتا تھا اور بغداد سے اندلس تک اس کتاب کی تعریفیں ہو رہی تھیں اور اس سے استفادہ کیا جارہا تھا۔ مختلف علماء عرب نے اس کتاب کی شروحات لکھیں اور اس پر گراں قدر اضافات کے علاوہ اس کی تلخیص بھی کی۔

خلیفہ مامون کے عہد میں ماہر فلکیات محمد بن موسیٰ خوارزمی نے یونانی، فارسی اور سندھی وھندی اصول کو یکجا کر یا اور برہم گپت کی کتاب السند ہند کو اصول کی اساس بنایا اور اس کتاب کا نام السند ھند صغیر رکھا۔ جس کی تائید عرب محققین مثلاً" حسن بن **خصیب**، فضل بن حاتم تبریزی، احمد بن عبداللہ مروزی، اور ابو ریحان البیرونی نے کی۔

چوتھی صدی ہجری میں مسلمہ بن احمد **المجریطی** نے السندھند پر خوارزمی کے کام کی تلخیص کی۔ پھر اس کے بعد معروف ماہر فلکیات ابوالقاسم اصبغ المعروف ابن السفح اندلسی نے "السند ھند" کے اصول پر ایک کتاب لکھی۔ ابراہیم زرقانی نے السند ھند کی ایجات کو جدید نتائج اصول پر ترتیب دے کر اس کا نام "صفحہ زرقانیہ رکھا۔(۸۴)

علم فلکیات کی دوسری کتاب جس کا سنسکرت میں نام "کھنڈا کھڈیک" ہے۔ اور اس کو عربی میں ارکند اور اھرقن کہا جاتا ہے وہ بھی اس پنڈت برھم گپت کی تصنیف تھی جسے اس نے السنہ ہند کے بعد تصنیف کیا تھا۔ لیکن اس کے اصول "السندھند" سے مختلف تھے۔(۸۵)

یہ کتاب دوسری صدی ہجری میں عربی میں ترجمہ کی گئی۔ اور اس کتاب سے بھی عرب علماء نے استفادہ کیا۔ لیکن اس کتاب کو وہ شہرت اور مقبولیت حاصل نہ ہو سکی، جو السند ھند کو حاصل تھی۔ کتاب آرکند کو ماہر فلکیات یعقوب بن طارق نے ۱۶۱ ہجری میں سندھی عالم اور کتاب کے مصنف برھم گپت سے پڑھا تھا۔

ھندوؤں کے علم فلکیات کی بنیاد زمانہ کی اس تقسیم پر ہے جس کو سنسکرت میں کلپ کہتے ہیں۔ یعنی دوسری پرانی قوموں کی طرح ان کا اعتقاد یہ تھا کہ چاند، سورج، زحل، مشتری، وغیرہ ساتوں ستارے جن کو عرب سبع سیارہ کہتے ہیں۔ یہ کل کے کل ایک وقت میں نقطہ اعتدال ربیعی میں ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ حرکت شروع کی۔ اور اب یہ اپنی اپنی چال چل رہے ہیں۔ پھر کروڑوں برس کے بعد یہ ساتوں جب پھر اسی نقطہ

پر جمع ہو جاتے ہیں تب دنیا مٹ کر پھر سے بنتی ہے اور پھر سے حرکت شروع ہوتی ہے۔ ان دونوں نقطوں کے درمیان کے شمسی نجومی سالوں کی تعداد کا نام کلپ ہے۔ برہم گپت کے حساب سے ایک کلپ میں چار ارب بتیس کروڑ سال ہوتے ہیں۔ پھر انہی سے دنوں کا حساب لگایا جاسکتا ہے۔

عربوں نے اسی کلپ کا نام سن السندھند رکھا۔(۸۶)

فلکیات پر تیسری کتاب جو سرزمین سندھ سے عربوں تک پہنچی اس کا عربی نام آرجبھد ہے اور سنسکرت میں اس کا نام آریہ بھٹ ہے۔ اس کے مصنف کا نام بھی آریہ بھٹ ہی ہے۔ اس کتاب میں آریہ بھٹ نے السند ھند کے بعض اصول سے اختلاف کیا اس کتاب کا عربی ترجمہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں ابوالحسن الاھوازی نے کیا۔(۸۷)

علم فلکیات پر سندھی عالم کی اس کتاب سے بھی عربوں نے بے حد استفادہ کیا۔

معروف ماہر فلکیات محمد بن اسماعیل نے تیسری صدی ہجری میں سندھ کا دورہ کیا۔ اور اس نے سندھ کے فلکیات اور نجوم کے ماہرین سے ملاقاتیں کیں اور فلکیات پر تبادلہ خیال کیا۔

فلکیات میں عبقری شخصیت کے حامل عالم ابوریحان البیرونی پانچویں صدی ہجری کے شروع میں سندھ میں آیا اور بعض عربی کتب کا سنسکرت زبان میں ترجمہ کیا اور کہا جاتا ہے کہ اس نے عربی سے سندھی زبان میں بھی تراجم کئے اس کے ان تراجم سے سندھ کے لوگوں نے استفادہ کیا۔

ابن رصبعہ نے ذکر کیا ہے کہ معروف سندھی طبیب کنکہ نے جو اپنے وقت کے معروف ماہر فلکیات میں سے تھے اور خلیفہ ہارون الرشید کے عہد میں بغداد میں مقیم تھا۔(۸۸)

مؤرخین نے اس بات کا خیال ظاہر کیا ہے کہ اس نے سنسکرت اور سندھی زبان میں کتابیں تالیف کی تھیں۔(۸۹)

علم طب

عرب زمانہ جاہلیت میں طب سے اتنے زیادہ واقف نہ تھے۔ بلکہ اس زمانے میں وہ علاج معالجہ کے سلسلے میں اپنی قبائلی رسومات و توہمات پر عمل کرتے تھے، پھر ان کو اسلام کی روشنی میسر آئی، جس میں صحت و صفائی،

پاکیزگی پر سختی سے حکم دیا گیا اور بیماری کے سلسلہ میں خرافات و توہمات کو چھوڑنے کا حکم دیا گیا اور علاج معالجہ کی طرف متوجہ کیا گیا' کیونکہ حدیث نبوی ہے کہ "کوئی ایسی بیماری نہیں کہ جس کی دواء اللہ تعالیٰ نے پیدا نہ کی ہو"۔(۹۰)

عربوں نے دوسرے علوم کی طرح علم طب کے حصول کی طرف بھی کوشش و سعی کی اور یونانی زبان کی مختلف طبی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا اور ان سے استفادہ کیا اور یہ کام اموی عہد میں شروع ہوا۔(۹۱)

عباسی عہد میں عربوں نے علوم عقلیہ میں طب کی جانب خصوصی توجہ دی اور اس زمانے میں یونانی' فارسی' سندھی اور سنسکرت زبانوں میں موجود طبی کتب کے عربی میں تراجم کیئے گئے اور اس علوم میں اتنی ترقی کرلی کہ قومیں ان کے تجربات سے اس نقادہ کرنے لگیں۔ حتی کہ طب عربی چوتھی صدی ہجری میں ایک نئی شکل میں وجود میں آئی' تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے علم طب کے حصول میں سندھ کے طبیبوں سے زیادہ استفاہ کیا۔(۹۲)

برامکہ نے سندھی اور سنسکرت علوم کا عربی زبان میں ترجمہ کرانے کا خصوصی اہتمام کیا اور اسی اہتمام کے تحت سندھ کی طبی کتب بھی ترجمہ کرائی گئیں۔ کیونکہ برامکہ بنیادی طور پر سندھ سے تعلق رکھتے تھے۔ فارس میں اپنے قیام کے بعد وہ بلاد عرب میں منتقل ہوئے تھے۔

مختلف مواقع پر جب خلفاء بیماریوں اور امراض میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے یونانی اور عرب اطباء کے ساتھ سندھ و ھند کے اطباء کو بھی دارالخلافہ میں طلب کیا۔

ایک طبیب کے ذکر میں وارد ہے کہ جب اس نے منصور کی حالت کو دیکھا تو اس طبیب نے منصور کو خبردار کیا کہ اگر وہ کثرت طعام سے باز نہ رہا اور کشتہ جات' چورن' اور گرم ادویہ کا استعمال ترک نہ کیا تو وہ بہت جلد مرجائے گا۔ منصور نے اطباء کی ھدایات کی جانب کوئی توجہ نہ کی اور کچھ عرصہ میں اپنی ان بے اعتدالیوں کی بھینٹ چڑھ گیا۔(۹۳)

اسی طرح خلیفہ ہارون الرشید ایک مرتبہ ایک خطرناک مرض میں مبتلا ہوگیا۔ کبار اطباء جن میں عرب اور یونانی اطباء شامل تھے اس کے علاج سے عاجز ہوگئے تو برامہ نے سندھ کے معروف طبیب منکہ کو بلوایا۔

منکہ طبیب نے نہایت مہارت اور قابلیت سے خلیفہ کا علاج کیا اور خلیفہ صحت مند ہوگیا۔ اس سے سندھ کے اطباء کا عرب میں کافی چرچا ہوا اور ارکان دولت و اعیان حضرت اپنی بیماریوں کے سلسلہ میں خصوصیت کے ساتھ سندھ کے اطباء کا اہتمام کرنے لگے۔(۹۴)

اس دور میں طبی ماہرین کے وفود کے تبادلے بھی ہوتے تھے' چنانچہ یحیٰی بن خالد برمکی (عباسی وزیر) نے ایک طبی علماء پر مشتمل وفد ادویہ' عقاقیر' اور طبی معالات پر گفتگو کے لئے عراق روانہ کیا۔(۹۵) سندھ کا معروف طبیب ابن دھن بغداد کے دارالشفاء کا سربراہ تھا۔(۹۶) اسی طرح سندھ کا طبیب منکہ دارالحکمت کے سنسکرت' سندھی اور عربی زبان کے ترجمہ کے سعبہ کا سربراہ تھا۔(۹۷)

سندھ و ھند کے اطباء اس دارالحکمت میں مختلف تحقیقات و تراجم کے کام میں مصروف کار تھے اور انسانیت کی عظیم خدمت میں مصروف تھے۔ حنین بن اسحاق نے خلیفہ واثق کے حکم سے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے غذاء اور دواء کے فرق اور انسانی جسم اور اس کے اعضاء کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا تھا۔(۹۸)

جن معروف طبی کتابوں کے عربی میں تراجم ہوئے ان میں ایک کتاب ششوت ہے۔ جس کو عرب سسرو کہتے ہیں۔ یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل تھی۔ اس میں بیماریوں کی علامات اور ان کی تشخیص اور ادویہ کی تفصیل تھی۔ یحیٰی بن خالد برمکی کے حکم سے طبیب منکہ نے اس کا ترجمہ کیا۔ تاکہ برامکہ کے دارالشفاء میں وہ ایک طبی دستور کا کام دے۔ دوسری کتاب چوک کی کتاب ہے جو سندھ و ھند کا بڑا طبیب تھا۔ یہ کتاب پہلے فارسی زبان میں ترجمہ ہوئی پھر عبداللہ بن علی نے اس کو فارسی سے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔(۹۹)

ایک اور کتاب جس کا نام ابن ندیم نے سندستاق' اور تاریخ یعقوبی میں سندھشان اور اس کتاب کے ایک دوسرے نسخے میں سندھستان ہے۔ کو دارالشفاء بغداد کے مہتمم ابن دھن نے ترجمہ کیا۔(۱۰۰)

اس کے ساتھ ساتھ خلیفہ ہارون الرشید نے بغداد میں ایک بہت بڑا اسپتال بنوایا جس کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا۔ جہاں مختلف ماہرین امراض پر تحقیقات کرتے تھے۔(۱۰۴)

اس ادارے نے سندھ کے طبیب بھی وابستہ تھے۔ سنسکرت کی ایک کتاب استانگر کا ترجمہ بھی ابن دھن نے کیا۔ نوکشنل نام کی دید کی دو کتب کے بھی ترجمے کئے گئے' ان میں سے ایک کتاب میں سو بیماریوں اور سو

دواؤں کا ذکر تھا اور دوسری کتاب میں بیماریوں کے وہم اور اس کے اسباب و علامات کا بیان تھا۔ بعض تو ان طبیبہ کی کتب کے بھی تراجم ہوئے۔ جس میں روسا نامی طبیبہ بہت معروف ہے۔ روسا طبیبہ کی کتاب میں عورتوں کی خاص بیماریوں کے علاج درج تھے۔ حاملہ عورتوں کے علاج کے بارے میں کتاب کار جڑی بوٹیوں کے احوال اور نشہ سے متعلق ایک کتاب کا بھی ترجمہ ہوا۔(۱۰۵)

راجہ کورش کے لئے طب کی ایک کتاب لکھی گئی تھی جس میں بیماریوں کے اسباب' دوا اور علاج معالجہ کے علاوہ ادویہ کی پہچان اور جڑی بوٹیوں کی اشکال بنا کر دکھائی گئی تھیں۔(۱۰۶)

بیطوی نے بھی سنسکرت کی کئی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا جس میں کتاب شاناق بھی شامل ہے۔ یہ کتاب معروف طبیب شاناق کی لکھی ہوئی تھی اور یہ بھی سندھ کا طبیب تھا' عربوں میں یہ کتاب اپنے مولف کے نام سے بھی معروف ہوئی۔(۱۰۷)

سندھی حکیم و طبیب رائے کی کتاب جو سمومیات پر تھی اس کا ترجمہ بھی عہد عباسی ہی میں ہوا۔(۱۰۸)

علم کیمیا

علم کیمیا میں سنسکرت زبان سے عربی میں ترجمہ کا کام عہد عباسی میں ہوا۔ اور عربوں نے اس سے بے حد استفادہ کیا۔

ابن ندیم نے کیمیاء پر ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے جو سنسکرت زبان سے عربی میں ترجمہ ہوئی۔ جس کو سندھ و ھند کے ایک عالم نے تحریر کیا تھا۔ معروف کیمیاوی عالم جابر بن حیان نے اپنی کتاب میں اس عالم کا تذکرہ کیا ہے۔(۱۰۹)

تاہم اس عالم کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

علم فلسفہ

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہل سندھ فلاسفہ کے علوم میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ لیکن عربوں نے ان کے علم فلسفہ سے کوئی خاص استفادہ نہیں کیا' جس طرح انہوں نے اہل سندھ کے دوسرے

عقلی علوم مثلاً" ریاضی' طب' فلکیات اور کیمیاء سے استفادہ کیا تھا اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اہل سندھ کا علم فلسفہ اور فلسفیانہ افکار برھمن اور بدھ افکار سے مطابقت رکھتے تھے اور دین اسلام عقائد کے اعتبار سے ان افکار و عقاید اور نظریات کی نفی کرتا ہے لیکن اس کے باوجود عرب مؤرخین' جغرافیہ دان' سیاح اور علم ادیان و مذاہب کے ماہرین علماء نے اہل سندھ کے مذاہب کے بارے میں ان کے فلسفیانہ افکار سے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور انبیاء کی تعلیمات اور عقائد سے متصادم نہیں ہے۔ استفادہ کیا ہے لیکن بہت کم اور بقدر ضرورت اسلام سے قبل سندھ میں رائج فلسفہ یونانی فلسفہ کے قریب تھا پھر سندھ میں اسلام کی آمد کے بعد بعض مؤلفین نے اپنے فلسفیانہ علوم کی اشاعت شروع کی۔

اس زمانے میں منطق اور فلسفہ کے بجائے اصول پر کتب لکھی گئیں۔(۱۱۰) مثلاً" کتاب صوفانی علم حدود المنطق' اور کتاب فی ماتفاوت فیہ فلاسفہ الھندوا لروم وغیرہ۔

ایک کتاب حدود منطق الھند' منطق و فلسفہ کی کتاب میں اہم نام ہے۔(۱۱۱) معدودے چند کے علاوہ عربوں نے فلسفہ میں کتب کے تراجم کا زیادہ اہتمام نہیں کیا' کیونکہ وہ فکر اسلامی سے متصادم تھیں' تاہم اس کے باوجود عہد عباسی میں اہل سندھ و ھند کے فلسفیانہ افکار اور فلسفہ کی بعض کتب کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔

علم بلاغت

دوسری صدی ہجری میں دولت عباسیہ کے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی سندھ و ھند کے بہت سے علماء و حکماء اور پنڈتوں کو بغداد میں بلایا تاکہ وہ علمی و ثقافتی کاموں میں تعاون کریں اور اس میں اپنی مشارکت کریں۔

جب وہ یحییٰ بن خالد برمکی کے دربار میں پہنچے تو معمر بن عباد نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک بلاغت کیا چیز ہے۔ بلاغت کس کو کہتے ہیں۔ اس نے جواباً" کہا کہ میرے پاس فن بلاغت پر ایک رسالہ ہے مگر میں اس کا ترجمہ نہیں کرسکتا۔ معمر بن عباد کا بیان ہے کہ میں اس رسالے کو لے کر مترجم کے پاس گیا اور اس نے اس کا ترجمہ کیا۔

اس کے بعد جاحظ نے اس رسالہ کا ایک صفحہ میں خلاصہ کر دیا۔ اس رسالہ میں یہ بحث تھی کہ خطیب و مقرر کو کیا ہونا چاہئے۔ اور کس موقع کی مناسب سے کس انداز سے اور کیسی تقریر کرنا چاہئے اور کیسا خطبہ دینا

چاہئے۔(۱۱۲)

علم سحر

ابن ندیم نے ایک ھندو مصنف کا ذکر کیا ہے۔ جس کا نام بظاہر "سیہ ھندی" پڑھا جاتا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے سحر کے طریقہ نظر بندی ذکر کیا ہے کہ سندھ و ھند میں نظر بندی کیسے کی جاتی ہے۔ اسی مصنف کی ایک اور کتاب ہے مسمریزم کے طریقوں کا ذکر موجود ہے۔(۱۱۳)

یعقوبی نے لکھا ہے کہ مسمریزم ایسا علم ہے کہ جس چیز کو مقصود ظاہر کرے اس کا خیال لاکر یقین دلایا جائے تو ویسا ہی ہو۔ یعقوبی نے لکھا ہے کہ اس کا موجد کھن نامی راجہ ہے۔(۱۱۴) مسمریزم بھی علم سحر کی ایک شکل ہے۔ ابن اصیبعہ نے بھی توہم میں طبیب منکہ کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔(۱۱۵) دراصل علم سحر سندھ و ھند کا ایک قدیم فن ہے۔ مختلف عربی کتب میں جہاں سندھ و ھند کا تذکرہ موجود ہے وہاں سندھ و ھند کے کرتبوں' بازی گروں' شعبدہ بازوں اور جادوگروں کا خصوصیت سے ذکر ہے۔

ابن ندیم نے اس موضوع پر بعض ایسی کتب کا تذکر کیا ہے جن کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ان کتابوں کے نام قراۃ الکف' معرفتہ البخت' کتاب ذجر الھند' کتاب الفال المعرفہ الطالع' مذکور ہیں۔(۱۱۶)

دوسری صدی ہجری میں علم سحر پر ان جیسی بعض دوسری کتابوں کے بھی تراجم ہوئے' لیکن یہ موضوع عربوں کو متاثر نہ کرسکا اور انہوں نے اس کو خرافات سمجھا۔

فنون نفیسہ

لکڑی پر منقش کاری اور کندہ کرنا اور پتھروں پر نقش' تصویر سازی' مصوری اور رنگ سازی یہ سب فنون نفیسہ میں شامل ہیں۔ اور ہر دور میں اقوام اس پر کام کرتی رہی ہیں۔

بلاشبہ یہ سندھ کے قدیم فنون میں سے ایک ہے اور اس کا ثبوت اس خطہ میں بدھوں اور برھما کے قدیم زمانے کے وہ آثار ہیں جو وقت کی زبوں حالی کا شکار تو ہوگئے مگر ان کے بعض نشانات باقی ہیں۔ کافی آثار حوادث زمانہ کے باعث تباہ و برباد ہوگئے۔

عہد عرب میں بھی بدھوں اور برھمنوں نے بھی اس فن میں ترقی کی اور سندھ میں اس کو درجہ کمال تک پہنچادیا۔(۱۱۷)

لکڑی پر کندہ کئے ہوئے نقوش، مصوری، اور رنگوں کے آمیزوں سے اشکال سازی، اہل سندھ کے اس فن نے عربوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اہل سندھ یہ کام قبل از اسلام کرتے چلے آئے تھے، کیونکہ وہ لکڑی، پتھر سے اپنی پوجا کے لئے بت بناتے تھے اور اس کو نگوں سے منقش و مزین بھی کرتے تھے۔ جبکہ اسلام اس چیز کو روا نہیں سمجھتا۔(۱۱۸) اہل عرب ان خوبصورت اور منقش کام کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کرتے تھے۔(۱۱۹)

عربوں نے بدھوں اور ھندوؤں کے ان معابد اور ان کے خوبصورت گنبدوں کو دیکھا۔ اور اس کی خوبصورتی اور تزئین و آرائش اور جمال کو اپنی مساجد کے لئے استعمال کرنے کے سلسلہ میں اس کی نقل کرنے سے کوئی تامل نہ کیا۔

پھر دور اسلام میں سندھ میں بنائی جانے والی مساجد، ان کی محراب، منبر، اذان دینے کی جگہ کی خصوصی طور پر تزئین و آرائش ہونے لگی اور مسلمانوں نے اس کام کو عقیدت و احترام کے ساتھ کیا۔ آیات اور احادیث مساجد کی دیواروں پر کنداں ہونے لگیں، غرضیکہ ایک اسلامی طرز تعیر وجوڈ میں آیا۔ سرزمین سندھ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ اس کا قدیم قومی شعار ہلال اسلامی شعار کی علامت بن گیا۔ یہ ہلال پہلے سندھ کے قومی شعار کی علامت تھا۔ مسلمانوں کے اسلامی شعار کی علامت بننے کے بعد ہلال کی شکل کو مساجد کے مینار پر لگایا جانے لگا۔(۱۲۰)

ان بیانات سے بات عیاں ہو جاتی ہے کہ عربوں نے ہر اس بات، ہنر اور فن کو حاصل کیا جس سے اسلامی اعتقادات پر زد نہ پڑتی ہو۔ اور ذوق انسانی اور حیات بشری کے لئے فنون جمیلہ کی جانب بھی خاص توجہ دی۔

علم تاریخ و جغرافیہ

عربوں کی یہ خصوصیت تھی کہ انہیں واقعات کی جزئیات جاننے اور سمجھنے کا غیر معمولی ملکہ حاصل تھا، لیکن وہ واقعات کو مربوط طریقے سے بیان کرنے پر قادر نہ تھے۔

عربوں کی سلطنت کی وسعت کی وجہ سے تاریخ اور جغرافیہ کے لئے انہیں بڑا مواد مل گیا تھا۔ سندھ میں

اسلام کی آمد سے قبل یہاں کی تاریخ اور جغرافیہ سے کسی کو مس نہ تھا اور نہ ہی اس جانب کسی نے کوئی خاص توجہ دی تھی۔

عربوں نے پہلی صدی ہجری سے ہی تاریخ اور جغرافیہ کی جانب خاص توجہ دی تھی۔ اس کی وجہ وہی تھی کہ ان کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ اور وہ اپنے زیر اثر علاقوں کی تمام معلومات، تاریخ جغرافیائی حالات سے آشنا ہونے پر مجبور تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ اہل سندھ کے کسی مصنف نے سندھ کے جغرافیہ، تاریخ اور احوال لکھنے کی جانب توجہ نہ کی۔ نہ اسلام سے پہلے اور نہ بعد میں عہد عرب میں، اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ علماء سندھ نے علوم نقلیہ میں ریاضی، فلسفہ، طب اور دیگر علوم وفنون پر توجہ مرکوز کر رکھی تھی تو اس وقت عرب ہی تھے جنھوں نے علم تاریخ و مغرافیہ کی بنیاد رکھی۔

دوسری صدی میں جب علماء اسلام نے اسلامی بلاد و امصار اور مسلم ممالک کی فتوحات و امارت اور رجال کی تاریخ مرتب کرنا شروع کی تو سندھ و ھند کو بھی اپنا موضوع بنایا اور یہاں کی اسلامی و علمی تاریخ لکھی۔

اس سلسلہ میں عام فتوحات و غزوات پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سندھ و ھند کے تذکرے بھی ہوئے۔ جن کتب میں سندھ و ھند کے تذکرے ہوئے ان میں ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی مدنی کی کتاب **المغازی**، محمد بن عمر واقدی کی کتاب فتوح العراق، اور کتاب التاریخ، ہشام بن محمد بن سائب کلبی کی کتاب البلدان الکبیر، کتاب **البلدان الصغیر** اور کتاب **الاقالیم**، سیف بن عمر اسدی کی کتاب الفتوح الکبیر، ابو **مخنف** لوط بن یحییٰ ازدی کی کتاب فتوح العراق، خلیفہ بن خیاط کی کتاب التاریخ اور کتاب **الطبقات**۔

ابوالحسن احمد بن یحییٰ کی کتاب البلدان الکبیر اور کتاب البلدان الصغیر، امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری کی کتاب التاریخ، احمد بن یعقوب بن جعفر یعقوبی کی تاریخ الیعقوبی وغیرہ ان کتابوں میں عام اسلامی بلاد امصار کی فتوحات و امارات کے ضمن میں ھندوستان (سندھ و ھند) کی فتوحات کا ذکر تھا۔(۱۲۱)

مخصوص بلاد امصار کی اسلامی تاریخ کے سلسلے میں بھی اس دور میں اسلامی ھند پر کتابیں لکھی گئیں، مگر آج وہ ناپید ہیں۔(۱۲۲)

محمد بن عمرو واقدی کی کتاب اخبار فتوح بلد السند فتح سندھ پر پہلی کتاب ہے۔ جس کا ذکر قاضی رشید بن

زبیر نے کیا ہے اور اس سے والی سندھ عبداللہ بن سوار عبدی کے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں ہدیہ بھیجنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔(۱۲۳)

ابوالحسن علی بن مدائنی نے ہندوستان (سندھ و ہند) کی فتوحات' غزوات اور امارات پر مستقل تین کتابیں تحریر کی ہیں۔ ابوالحسن علی بن مدائنی سندھ کی اسلامی تاریخ کے ماہر تھے۔ ان کی تین کتابیں یہ تھیں۔ کتاب ثغرالهند' کتاب عمال الهند' کتاب فتح مکران۔(۱۲۴)

پھر بلاذری کی کتاب فتوح البلدان ہے جس میں فتوح السند کا مستقل عنوان قائم کر کے تیسری صدی کے وسط تک کے حالات درج کئے۔ اس حصہ میں عہد فاروقی سے لے کر معتصم باللہ تک کے ہندوستان (سندھ و ہند) کے مختصر حالات موجود ہیں۔ جس میں محمد بن قاسم کی فتوحات نسبتاً" مفصل ہے۔ فتوحات و غزوات کی کتابوں میں خلیفہ بن خیاط کی کتاب تاریخ خلیفہ بن خیاط ہے۔ اس کی پہلی جلد میں سندھ و ہند کے بارے میں نہایت نادر معلومات ملتی ہیں۔ سندھ کے علاقے الور کے قاضی و خطیب اسمٰعیل بن علی ثقفی سندھی کے آباء و اجداد میں سے کسی عالم نے ایک کتاب تاریخ السند و غزوات المسلمین علیها و فتوحاتهم لکھی یہ تیسری صدی ہجری میں لکھی گئی اس کا نام منہاج الدین بھی تھا۔(۱۲۵)

عباسیوں کے دور اول میں تجارت کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا تھا اور دور دراز کے بحری و بری علاقے خلافت سے وابستہ ہوگئے تھے۔ سفر کی تمام سہولوں کا انتظام تھا۔ راستے پر امن تھے۔ جس کی وجہ سے سیاح' علوم کے طالب' اور حقائق و معارف کے جویا مختلف ملکوں اور خطوں کی طرف نکل جاتے تھے۔ ان شخصیات نے مختلف ملکوں اور خطوں میں سیاحت کے بعد کتابیں' سفرنامے اور ان ممالک کے احوال کو قلم بند کیا۔ جن میں اپنے تجربات' مشاهدات' تحریر کئے۔

یہ کتابیں ان کے ذاتی مشاہدات و تجربات کا مجموعہ تھیں۔ جو انہوں نے اپنے اسفار کے دوران مختلف ملکوں اور شہروں میں حاصل کئے تھے۔

یہ سیاح' تاجر اور جغرافیہ دان سرزمین سندھ و ہند میں بھی وارد ہوئے۔ یہاں کے لوگوں سے ملے۔ اہل سندھ کی رسومات' عادات و اطوار اور مزاج کا قریب سے مشاہدہ کیا۔

سلیمان تاجر کی کتاب رحلتہ سلیمان التاجر اور ابوزید سیرافی کی کتاب رحلتہ ابوزید سیرافی یہ دونوں کتابیں دراصل مختصر سفرنامے ہیں، جن میں سرزمین سندھ و ھند اور چین کے بارے میں نہایت اہم اور نادر معلومات درج ہیں۔ مسعودی نے مروج الذھب میں سندھ اور اس کے اطراف و اکناف کی سیرو سیاحت کے بعد یہاں کے چشم دید حالات درج کئے۔

مسعودی کی ایک اور کتاب اخبار الزمان ہے۔ جس میں بحرھند کے جزائر کے بارے میں معلومات ہیں۔

ایک اور جہاز ران اور تاجر بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزی کی کتاب "عجائب الھند" ہے وہ چوتھی صدی میں سیراف، ھند و سندھ اور چین کے درمیان تجارت کرتا تھا۔ اس نے اپنی کتاب میں سندھ و ھند کے ساحلی مقامات کی مذھبی، سیاسی، تمدنی، اقتصادی، ثقافتی اور مذھبی باتوں کا احاطہ کیا ہے۔

بشاری مقدسی نے احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم" لکھی جس میں انہوں نے اپنی سیاحت کے بعد پورے عالم اسلام کے حالات درج کئے تھے، اور اقلیم السند کے عنوان سے ھندوستان کے حالات درج کئے ہیں۔

ابی دلف مسعو بن مہلہل بغدادی بھی ایک بڑا سیاح گزرا ہے۔ اس نے بغداد سے چین تک کا سفر کیا اور واپسی پر سندھ و ھند کے ساحلی مقامات کی بھی سیر کی اور یہاں کے تفصیلی حالات اپنے سفرنامے میں درج کئے ہیں۔

ابن ندیم کی کتاب الفہرست میں سندھ و ھند کے علوم و فنون، حکماء، اطباء، فلاسفہ کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔

البیرونی کی کتاب الھند میں بھی سندھ و ھند کے بہت سے واقعات ضمناً" درج ہوگئے ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر کتابوں میں:

ابن الفقیہ ھمدانی کی کتاب البلدان، ابن خردازبہ کی کتاب المسالک و الممالک، اصطخری کی مسالک الممالک ابن رستہ کی الاعلاق النفسیہ، ابن حوقل بغدادی کی صورالارض، ابوحامد غرناطی کی تحفتہ الالباب، شریف ادریسی کی نزھتہ المشتاق، علامہ سمعانی کی کتاب الانساب۔

یاقوت حموی کی معجم البلدان، یہ تمام ایسی کتب ہیں جن میں سندھ کے طبعی حالات، آبادیوں، میدان، دریا،

پہاڑ، آب و ہوا، پیداوار، قریہ جات کی مسافت، عام باشندوں کی عادات و اطوار اور حالات اور وہاں کے علماء و فضلاء اور رجال کے حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔

سندھ میں عرب علماء

عہد عرب میں سندھ میں بہت سے عرب علماء مفکرین اور ادیب قیام پذیر تھے۔ جنہوں نے بیش بہا علمی اور ثقافتی خدمات سرانجام دیں، اور ان کے ذریعہ سے اموی اور عباسی عہد میں سندھ میں اسلامی علوم و فنون کے سرچشمے پھوٹے۔

موسیٰ بن یعقوب ثقفی

موسیٰ بن یعقوب بن محمد بن شیبان بن عثمان ثقفی کو سندھ میں آنے والے عرب علماء میں ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔ وہ ایک بلند مرتبہ فقیہہ تھے وہ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ کی فتوحات میں شامل تھے۔

۹۲ ہجری میں محمد بن قاسم نے الور کی فتح کے بعد، قضاء، خطابت، تعلیم، امور مذہبیہ اور تبلیغ اسلام کی ذمہ داریوں پر مامور کیا۔ ساتھ ہی لوگوں کی اصلاح کی جانب بھی مامور کیا۔ ان کے بعد ان کی اولاد ایک زمانہ تک اس منصب پر فائز رہی۔(۱۲۶)

آپ کو صدالامام الاجل، بدر الملت والدین، سیف السنۃ اور نجم الشریعہ کے باوقار القاب سے نوازا گیا۔

موسیٰ بن یعقوب ثقفی کے خاندان نے سندھ میں اسلام کی نشرو اشاعت اور دین کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ ساتویں صدی ھجوی میں یہ منصب آپ کے خاندان کے ایک فرد اسماعیل بن علی بن محمد ثقفی کے پاس تھا۔ جو کہ ۶۱۳ ہجری میں الور کے قاضی تھے اور اپنے زمانے کے جید عالموں میں سے تھے۔ علم و معرفت میں ان کے خاندان نے بہت نام پیدا کیا۔(۱۲۷)

تاریخ سندھ کا ایک قدیم ماخذ چچ نامہ جو کہ بنیادی طور پر عربی میں لکھی گئی تھی اور اس کا نام "منہاج الدین" تھا۔ پھر اس کا نام فتح نامہ" رکھا گیا۔ پھر تحریف کرکے "چچ نامہ" رکھا گیا، یہ کتاب سندھ میں صدر اسلام کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب موسیٰ بن یعقوب ثقفی کے خاندان کے فرد کے ہاتھ سے پہلی صدی ہجری کے آخر

میں مکمل ہوئی۔ غالب گمان یہی ہے کہ وہ فرد موسیٰ بن یعقوب ثقفی ہیں جو اس وقت الور کے قاضی تھے' اور انہوں نے ۹۲ ہجری سے ۹۵ ہجری تک کے فتح سندھ کے حالات قلم بند کئے۔ یہ مخطوطہ کی ہی شکل میں تھی اور انہی خاندان کے پاس محفوظ تھی کہ ایک عرب علی بن حامد بن ابی بکر کوفی نے ۶۱۳ ہجری میں اسے فارسی زبان میں منتقل کیا۔

شیبانی

شیبانی سندھ کے عرب مجاہدین اور علماء میں سے ایک تھے' اور محمد بن قاسم کی فتوحات کے زمانے میں ان کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کا نام تاریخ میں غیر مذکور ہے۔ محمد بن قاسم نے ان کو سیوستانی کا قاضی اور شہر کی مرکزی جامع مسجد کا خطیب مقرر کیا۔ جو ۹۳ ہجری میں اس شہر کو فتح کرنے کے بعد بنائی گئی تھی۔

جب عمر بن عبدالعزیز اموی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس عالم جلیل کو قاضی اور خطیب کے منصب کے ساتھ ساتھ امور دینیہ' تعلیمات اور تبلیغات اسلامی کا نگران مقرر کر دیا۔ انہوں نے اپنے مواعظ حسنہ سے دعوت اسلام کا کام شروع کیا ان کے حسن عمل و کردار اور دعوت اسلام کے نتیجہ میں سندھ کے بہت سے امراء اور راجے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

شیبانی کے خاندان کے افراد پہلی صدی ہجری اور دوسری صدی ہجری میں اس منصب پر فائز رہے۔ جب ابن بطوطہ نے سیوستان شہر کی سیر کی تو وہ قاضی شیبانی سے بھی ملے۔

اس ملاقات میں ابن بطوطہ نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اموی کا خط بھی دیکھا جو انہوں نے شیبانی کو بھیجا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا۔(۱۲۸)

اس میں شک نہیں کہ شیبانی اور ان کے خاندان نے سندھ میں اسلام کی بہت خدمت کی۔

عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی

عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالملک' یہ ہاشمی و قریشی ہیں۔ ان کی والدہ حسان بن محمد بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عباس نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کندی جنہوں نے حجاج بن

یوسف کے خلاف خروج کیا تھا' عبدالرحمٰن بن عباس ان کے بڑے سرکردہ قائدین میں سے تھے۔

عبدالرحمٰن بن عباس اور ان کے فرزند فضل بن عبدالرحمٰن اپنے علم و کمال تقویٰ اور اصابت رائے کی وجہ سے بڑے صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ خلافت صرف بنی ہاشم کے باصلاحیت افراد میں ہی ہونی چاہئے۔ ابن اشعث کی ہزیمت کے بعد ان کے ساتھی اور سپاہی منتشر ہوگئے تھے' مگر شکست خوردہ فوج کی ایک بڑی تعداد نے عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی کے ہاتھ پر بیعت کرلی' اور ان کی قیادت کو قبول کرلیا۔

عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی نے مختلف معرکوں میں حصہ لیا ابن اشعث کی شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن عباس نے ان کی جگہ سنبھال کر تین دن تک حجاج کی فوج سے مقابلہ کیا۔ مگر شکست ہوئی' پھر فارس چلے گئے۔ اس کے بعد سندھ آگئے اور سندھ ہی میں وفات پائی۔(۱۲۹)

عبداللہ اشترعلوی

یہ عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب ہیں اور عبداللہ اشتر کے نام سے معروف ہیں۔

انہیں ایک سیاسی شخصیت کے طور پر بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں خروج کے وقت اپنے لڑکے عبداللہ الاشتر کو بصرہ روانہ کیا۔ جہاں سے انہوں نے گھوڑے خریدے' تاکہ ان کی تجارت کے بہانے سے سندھ میں عمر بن صفعی کے پاس پہنچ سکیں۔ عمر بن حفص نے پہلے محمد بن عبداللہ بن حسن کے ہاتھ پر بیعت کرکے اموی خلافت کے خلاف منصوبہ بنایا تھا اور وہ علویوں کا حامی و طرفدار تھا۔ اس لئے عبداللہ الاشتر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کے پاس سندھ آئے۔ عبداللہ الاشتر بحری راستے سے سندھ میں وارد ہوئے۔ جب عبداللہ اپنے ساتھیوں اور گھوڑوں کے ہمراہ عمر بن حفص کے پاس سندھ پہنچے تو اس نے گھوڑے طلب کئے ان کی جماعت کے ایک فرد نے کہا کہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جو گھوڑے سے بہتر ہے اور اس میں دین و دنیا کی بھلائی اور فلاح ہے۔

اس لئے تم پہلے ہمیں امان دو' اس کے بعد ہماری دعوت قبول کرو۔ بصورت دیگر ہم تمہارے ملک سے واپس چلے جائیں گے۔ عمر بن حفص نے عبداللہ الاشتر اور ان کے آدمیوں کو امان دی اور جب اس کو معلوم ہوا کہ عبداللہ الاشتر کو ان کے والد نے میرے پاس بھیجا ہے اور مدینہ میں اپنی حکومت قائم کرلی ہے تو ان کو اور

ان کے ساتھ آنے والے افراد کو اپنے ہاں رکھ کر بیعت کرلی اور عبداللہ الاشتر کو پانے ہاں پناہ دے کر منصورہ کے صاحب عزو شرف افراد اور فوجی امراء اور اپنے اہل خاندان کو ان کی بیعت کی دعوت دی۔ مگر اتفاق سے جس دن بیعت ہونا تھی اسی دن ایک جہاز منصورہ سے عراق پہنچا۔ جس میں عمر بن صفی نے قاصد کے ذریعہ یہ اطلاع بھجوائی کہ محمد بن عبداللہ بن حسن مدینہ میں قتل کردئے گئے ہیں۔

عمر بن حفص نے ان کو تسلی دی اور کہا کہ سندھ میں ایک بڑا راجہ ہے۔ اور اپنی وسیع و عریض شان و شوکت کے باوجود وہ اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا عقیدت مند ہے اور وفادار بھی ہے۔ میں اپنے اعتماد کا ایک فرد اس کے پاس بھیج کر اور تعارف کرواکر آپ کو اس کے پاس بھجوا دوں گا۔ غرضیکہ عمر بن حفص نے آپ کو اس راجہ کے پاس بھیج دیا' جب عبداللہ الاشتر وہاں پہنچے تو اس راجہ نے آپ کی بڑی تعظیم کی۔ کچھ عرصہ بعد لوگ عبداللہ الاشتر کے پاس جمع ہونے لگے۔ حتیٰ کہ چار سو اہل دانش حضرات ان کے پاس جمع ہوگئے۔

عمر بن حفص کو عبداللہ الاشتر کو پناہ دینے کے جرم میں مار دیا گیا۔ اور سندھ کی امارت پر ھشام بن عمرو تغلبی کو سونپی گئی۔

ھشام بن عمرو تغلبی کے عہد امارت میں سندھ میں ایک جگہ بغاوت ہوئی' اس کو فرو کرنے کے لئے ہشام نے اپنے بھائی سفیح بن عمرو تغلبی کی فوج دے کر روانہ کیا۔ وہ ایسے راستے سے گزرا جو عبداللہ الاشتر کو پناہ دینے والے راجہ سے قریب تھا۔ اسے ایک طرف گردو غبار اٹھتا دکھائی دیا۔ وہ یہ سمجھا کہ دشمن کی فوج مقابلے کے لئے آرہی ہے مجمع سامنے آیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ الاشتر دریائے سندھ کے کنارے سیرو تفریح کے لئے نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد سفیح ان کی جانب بڑھا تو ان کے خیرخواہوں اور مریدین نے کہا کہ یہ ابن رسول ہیں ان سے تمہارے بھائی ہشام نے بھی قصداً" درگزر سے کام لیا ہے۔ یہ سن کر سفیح نے کہا کہ میں ان کی گرفتاری سے باز نہیں رہ سکتا کیونکہ میں ایسے کسی شخص کو نہیں چھوڑ سکتا۔ جس کی گرفتاری یا قتل کا حکم ابو جعفر منصور نے دیا ہو۔

اس وقت عبداللہ الاشتر کے ساتھ دس افراد تھے۔ سفیح ان کو گرفتار کرنے کے لئے آگے بڑھا تو عبداللہ الاشتر اور ان کے ساتھیوں نے جنگ شروع کردی جس کے نتیجہ میں عبداللہ اور ان کے ساتھی قتل کردئے گئے۔

عبداللہ الاشتر مقتولین کے درمیان گر گئے اس لئے ان کا پتہ نہ چل سکا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے ساتھیوں نے ان کو دریائے سندھ میں ڈال دیا۔ تاکہ ان کا سر ابو جعفر منصور کے پاس نہ لے جایا جاسکے۔(۱۳۰)

محمد بن ابی الشوارب

محمد بن ابی الشواب کو اپنے دور کے کبار علماء میں سے گردانا جاتا ہے۔ وہ خلیفہ کے حکم سے ۲۸۳ ہجری میں سندھ میں آئے اور منصورہ میں قضاء کا منصب سنبھالا۔ جو کہ عہد عرب میں سندھ کا دارالخلافہ تھا اور یہ منصب درحقیقت حاکم یا والی کے نائب کا منصب تھا۔ اس لئے بھی عوام و خواص میں بے حد احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

محمد بن ابی الشوارب عراق بھر عام طور پر اور بغداد میں خاص طور پر نہایت عزت و احترام کے مالک تھے' پھر سندھ میں آنے کے بعد ان کے وقار کا وہی عالم رہا جو عراق میں تھا۔ عباسی والیان اور ان کے خاندان کے افراد ان کی صحبت سے استفادہ کرتے تھے۔

محمد بن ابی الشوارب کے خاندان کے افراد ۳۰۳ ہجری تک اس منصب پر فائز رہے۔ جہاں تک کہ جب مشہور مورخ مسعودی منصورہ آیا تو وہ قاضی محمد بن ابی الشوارب کے خاندان کے افراد سے ملا۔

محمد بن ابی الشوارب کے خاندان اور حاکم منصورہ نے باہمی تعاون سے سندھ میں اسلام اور اسلامی علوم و افکار کی نشرو اشاعت کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔(۱۳۱)

کیونکہ قضاء کے عہدے کے ساتھ اسلام کی ترویج و اشاعت کی ذمہ دریاں بھی صاحب قضاء کو دی جاتی تھیں۔

محمد بن ابی الشوارب چند ماہ بعد انتقال کر گئے اور قضاء کی خدمت زیادہ عرصہ سرانجام نہ دے سکے اور سندھ ہی میں وفات پائی۔(۱۳۲)

ان کے بعد آل ابی الشوارب کے ذی علم افراد اس منصب پر فائز ہوتے رہے۔

منصور بن حاتم

منصور بن حاتم نحوی عراق کے علماء میں سے ایک تھے اور یہ تیسری صدی ہجری میں سندھ میں وارد ہوئے۔ یہ آل خالد بن اسیر کے موالی تھے۔(۱۳۳)

بلاذری نے فتح سندھ کے حوالے سے لکھا ہے کہ منصور بن حاتم نحوی فتح دیبل کے وقت محمد بن قاسم کے ساتھ تھے اور دیبل کے مرکزی معبد خانے پر حملہ کے وقت بھی موجود تھے۔(۱۳۴)

منصور بن حاتم نحوی نے بلاد سندھ میں اسلام کی نشرو اشاعت اور تبلیغ کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے سندھ میں عربی زبان کی تدریس کے مراکز قائم کئے۔

منصور بن حاتم نحوی سندھ بھر میں گھومتے علماء اور اکابرین سے ملاقاتیں کرتے اور اسلامی علوم کی نشرو اشاعت کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرتے تھے۔

منصورہ کا ایک عالم اور شاعر

سندھ کے دارالخلافہ منصورہ میں ایک جلیل القدر عالم اور بہت بڑا شاعر تھا وہ منصورہ ہی میں پلا بڑھا اسی لئے وہ عربی کی طرح سندھی زبان پر بھی کمال مہارت رکھتا تھا۔ لیکن افسوس کہ تاریخ کی کتب میں اس کا نام نہیں ہے۔

۲۷۰ ھجری میں الور کے سندھی حاکم نے والی منصورہ عبداللہ بن عمر ھباری کو لکھا کہ وہ اسلامی تعلیمات کے متعلق بنیادی چیزیں لکھ کر بھیج دے، کیونکہ اسکو ان کے بارے میں دل چسپی ہے۔

عبداللہ بن منصور ھباری نے اس عالم کو بلوایا اور کہا کہ وہ کچھ لکھدے۔ اس عالم نے ایک منظوم طویل قصیدہ سندھی زبان میں لکھ کر بھیجا اور ساتھ ہی اسلامی تعلیمات و عقائد کے بارے میں بھی لکھدیا۔

جب یہ چیزیں الور کے سندھی حاکم کے پاس پہنچیں تو اس نے سندھی زبان کی اس فصاحت و بلاغت پر بہت تعجب کا اظہار کیا اور اسلامی تعلیمات میں بھی کافی دل چسپی لی۔ پھر اس نے ان عالم کو بنفس نفیس اپنے پاس بلایا۔ یہ عالم اس کے پاس گئے اور سندھی زبان میں الور کے حاکم کو قرآن کریم کی تعلیمات اور اسلامی عقائد کے بارے میں بتایا، حاکم الور نے ان عالم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ پھر اس نامعلوم عالم نے تین سال

میں سندھی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر و ترجمہ کیا۔

سندھ و ھند میں قرآن پاک کا یہ پہلا ترجمہ و تفسیر تھا۔(۱۳۵)

احمد بن محمد منصوری

ابو العباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی یہ عہد عرب میں بغداد سے منصورہ آئے۔ سندھ میں انہوں نے اپنے آزاد کردہ ایک غلام سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر منصورہ سے بغداد آئے اور یہاں آکر قرآن و حدیث کے علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ احمد بن محمد منصوری داؤد ظاہری کے مسلک پر تھے۔ اور ان کی کتابوں میں کتاب المصباح' کتاب الھادی' اور کتاب النسیو ہیں۔(۱۳۶) جو کہ مذھبیات پر ہیں۔

مقدسی نے ۳۷۵ ہجری میں منصورہ میں ان سے ملاقات کی تھی' جہاں وہ قاضی اور داؤد ظاہری مسلک کے امام تھے۔ اور مقدسی نے ان کی تصانیف اور درس و تدریس کے حلقہ کا بھی ذکر کیا ہے۔(۱۳۷) سمعانی کہتے ہیں کہ میں دنیا میں جتنے بھی بڑے بڑے عالم دیکھے ہیں ان میں منصوری سے بڑا ظریف عالم نہیں دیکھا۔(۱۳۸)

سندھ میں اسلامی علوم کی شاخیں

سندھ وہ خطہ ارض ہے جو پہلی صدی ہجری یعنی خیرالقرون ہی میں مسلمانوں کے وجود سے آشنا ہوگیا تھا اور اسلام نے اپنی ردائے ضیاد اس پر پھیلا دی تھی۔ اس سرزمین کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ صحابہ کرام' تابعین اور تبع تابعین کی مقدس جماعت کے قدوم میمنت لزوم سے بہرہ یاب ہوئی۔

کتب تاریخ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سندھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچیس صحابہ کرام تشریف لائے۔ بارہ حضرت بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں' پانچ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں تین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں چار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں ایک یزیدبن معاویہ کے زمانے میں ان میں مخضرمین اور مدرکین بھی شامل ہیں۔ یہاں صحابی مخضرم اور مدرک کا مطلب بھی سمجھ لینا چاہیے۔

محدثین اور اصولیین کے نزدیک صحابی کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مخضرم وہ صاحب اسلام ہے۔ جس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا اور دور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ لیکن کسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے مستفیض نہ ہوسکا۔

مدرک اسکو کہا جاتا ہے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہو اسلام اگرچہ آپ کی زندگی میں قبول کیا ہو یا بعد میں۔

وہ اصحاب رسول جو عہد فاروقیؓ میں سندھ میں آئے

۱۔ حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی' خیار صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے بلاد سندھ میں تین جنگیں لڑیں۔

۲۔ مغیرہ بن ابوالعاصی ثقفی' انہوں نے دیبل فتح کیا۔

۳۔ حکم بن ابوالعاصی ثقفی' بندرگاہ' تھانہ اور بھڑاچ فتح کئے۔

۴۔ ربیع بن زیاد حارثی مدحجی' کرمان اور مکران کے علاقوں میں جہاد کیا۔

۵۔ حکم بن عمرو بن مجدع ثعلبی غفاری۔ فاتح مکران تھے۔

۶۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان انصاری' فتح مکران میں شامل ہوئے۔

۷۔ سہل بن عدی بن مالک خزرجی انصاری' جنگ مکران میں شرکت کی۔

۸۔ شہاب بن مخارق بن شہاب تمیمی یا مازنی' یہ مدرک ہیں فتح مکران میں شامل ہوئے۔

۹۔ صحار بن عباس عبدی' جنگ مکران میں شامل ہوئے۔

۱۰۔ عاصم بن عمرو تمیمی' نواحی سندھ اور سجستان کے اردگرد کے علاقے فتح کئے۔

۱۱۔ نسیر بن دیسم بن ثور عجلی' مخضرم تھے۔ بلوچستان کا کچھ حصہ فتح کیا۔

وہ اصحاب رسول جو عہد عثمانی میں سندھ میں آئے۔

۱۔ حلیم بن جبلہ عبدی' یہ مدرک ہیں' اور بلاد سندھ کے پہلے سیاح اور یہاں کے حالات کے عالم۔

۲۔ عبید اللہ بن معمر بن عثمان قرشی تمیمی' فاتح مکران اور امیر مکران۔

۳۔ مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ سلمی، فاتح بلوچستان

۴۔ عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب قرشی علیشمی، سجستان اور کابل فتح کیے اور سندھ کے نواحی علاقہ جات فتح کیے۔

وہ اصحاب جو عہد علوی میں سندھ میں آئے۔

۱۔ خریت بن راشد ناجی شامی، مکران میں آئے۔

۲۔ عبداللہ بن سوید تمیمی شقوی، مخفوم تھے۔ غزوہ سندھ میں شامل ہوئے۔

۳۔ کلیب بن ابووائل، صحابی تھے سندھ میں آئے۔

انہوں نے سندھ میں ایک ایسا درخت دیکھا جس کے ایک سرخ رنگ کے پھول پر سفید حروف میں محمد الرسول اللہ کے الفاظ تحریر تھے۔

وہ اصحاب جو عہد معاویہ میں سندھ میں آئے۔

۱۔ مہلب بن ابوصفرہ ازدی عتکی، یہ مدرک تھے۔ انہوں نے بنوں، لاہور، اور بدھ شہر فتح کیے۔

۲۔ عبداللہ بن سوار بن ہمام عبدی، مدرک تھے بعض معرکوں میں شریک ہوئے۔ اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔

۳۔ یاسر بن سوار عبدی، مدرک تھے اور قلات کے ایک پہاڑی مقام کے معرکہ میں شریک ہوئے۔

۴۔ سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی، صحابی تھے۔ سندھ کے کسی مفتوحہ علاقے کے والی مقرر ہوئے۔

وہ اصحاب جو یزید کے عہد میں سندھ میں آئے۔

۱۔ منذر بن جارود عبدی، بوقان اور قلات کے علاقہ جات کے معرکوں میں شریک ہوئے اور وہیں وفات پائی۔

سندھ میں اسلامی علوم کی شاخیں

مسلمانوں نے علوم کو دو قسموں میں تقسیم کیا تھا ایک وہ علوم علوم جن کا بنیادی تعلق قرآن کے سمجھنے سے تھا۔ ان میں علم تفسیر، علم قرات، علم فقہ، علم کلام، علم نحو، علم لغت، علم بیان، علم صرف و نحو شامل تھے۔

ان کو علوم نقلیہ کہا جاتا تھا۔

ذیل میں علوم نقلیہ ہی کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

ا۔ قرآن مجید

قرآن مجید اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری کتاب ہے۔ جس میں نہ صرف تمام مسلمانوں کے لئے ایک دستور حیات بیان کیا گیا ہے بلکہ اسلامی فقہ کے دوسرے تمام قواعد و ضوابط بھی اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

صدر اسلام میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے علوم اسلامی مثلاً" تجوید، تفسیر، حدیث، فقہ قرآن، قضاء، لغت کے سلسلے میں براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے استفادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کے بعد وہ لوگ مختلف ممالک میں منتشر ہوگئے۔ اور لوگوں کو اسلامی علوم کی تعلیمات سے آگاہ کرنے لگے۔ ان سے استفادہ کرنے والوں میں صرف عرب علاقوں کے افراد ہی شامل نہیں تھے بلکہ ایک بڑی اکثریت عجمیوں اور غلاموں کی تھی کہ جنہوں نے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ ان علوم کو سیکھا، حتیٰ کہ بتدریج علوم اسلامیہ کا نور مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے اس سلسلے کو جاری رکھا۔ اور ان کے بعد خلفاء بنی امیہ اور خلفاء بنو عباس نے علوم اسلامی کی نشر واشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ پھر ان ادوار میں مسلمان فاتحین جہاں جہاں بھی گئے۔ انہوں نے اسلامی علوم سکھانے کا اہتمام کیا اور علماء کی تعظیم و اکرام کیا اور مفتوحہ علاقوں کو بھی اسلامی علوم سے آراستہ و پیراستہ کیا۔

عہد نبوی میں نہ صرف عرب بلکہ بیرون عرب بھی اسلام اور قرآن پھیلا، سندھ و ھند اس خصوصیت میں

ممتاز ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سندھ کے لوگوں کی طرف پانچ صحابہ کرام کو نامہ مبارک لے کر بھیجا۔ جس سے متاثر ہو کر یہاں کے بہت سے باشندے مسلمان ہوئے۔ پھر تین صحابہ کرام سندھ ہی میں رہے۔ اور باقی دو صحابی سندھیوں کے ایک وفد کو لے کر واپس مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے صحابیت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ چنانچہ محدث کبیر مخدوم محمد جعفر بوبکانی سندھی کے حوالے سے سندھ کے مشہور فقیہہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی کہتے ہیں کہ:

> "روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاتھ اہل سندھ کی طرف نامہ مبارک ارسال فرمایا۔ جب یہ صحابہ سندھ کے قلعے نیرون میں پہنچے تو وہاں کے کچھ لوگ مشرف با اسلام ہوئے۔ پھر دو صحابہ سندھ کے ایک وفد کے ساتھ واپس ہوئے' باقی دو سندھ میں رہے۔ پھر جو اہل سندھ اسلام لاتے رہے ان کو امربالمعروف اور نہی عن المنکو بتاتے رہے۔ پھر انہوں نے یہیں وصال فرمایا اور آج تک ان کی قبریں یہاں موجود ہیں۔" (۱۳۹)

نیز ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سندھ کا ایک وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چنانچہ اس سلسلے میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے جمع الجوامع از علامہ جلال الدین سیوطی کے حوالے سے محمد بن حنفیہ کی یہ روایت نقل کی ہے:

> "محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا کہ آپ کے پاس ایک ہی دن سندھ اور افریقہ سے دو وفود آئے اور دونوں بخوشی مشرف با اسلام ہوئے۔(۱۴۰)

ان روایات کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام سندھ میں تشریف لائے اور سندھ کے لوگ خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با اسلام ہوئے۔ گویا یہ فخر صرف اور صرف سندھ ہی کو حاصل ہے کہ یہاں اس وقت قرآن پہنچا جب کہ قرآن کا نزول ہو رہا

تھا' نیز سندھ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو سندھ کی طرف بھیجا اور یہی نہیں کہ وہ اسلام کا پیغام پہنچا کر چلے گئے بلکہ یہاں بس گئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

عہد نبوی میں اسلام پورے صحرائے عرب میں پھیل گیا' اور پھر افریقہ اور سندھ و ھند میں بھی اسلام نے اپنے پاؤں جما لئے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ہر چہار سمت قرآن مجید کی اشاعت ہوتی رہی۔

عہد خلافت راشدہ میں اسلام کی اشاعت نہایت سرعت اور تیزی سے ہوئی۔ چنانچہ روم' اسپین' مشرق وسطیٰ' ایشیائے کوچک' ترکستان' سندھ و ھند کے اکثر علاقوں میں اسلامی مملکتیں قائم ہوگئیں۔ صرف عہد فاروقیؓ میں فتوحات کا رقبہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ قرآن پھیلتا گیا۔ چنانچہ عہد نبوی کے بعد عہد صدیقیؓ میں قرآن حکیم کی نقول تیار ہوئیں۔ اس کے بعد عہد فاروقی میں قرآن مجید کی اشاعت و تعلیم میں سرعت سے اضافہ ہوا۔ کیونکہ آپ نے قرآن حکیم کی تعلیم کو جبری قرار دے دیا۔ تو جس کو قرآن یاد نہ ہوتا اس کو سزا دی جاتی۔(۱۴۱)

جب خلافت اسلامیہ کی جانب سے قرآن سیکھنے کا اتنا اہتمام کیا جاتا ہو قرآن حکیم کی اشاعت کس تیزی سے ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔

علامہ ابن حزم نے لکھا ہے کہ:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس وقت تک سارے جزیرہ عرب میں اسلام پھیل چکا تھا۔ یعنی بحر قلزم کے دور دراز علاقوں سے تمام سواحل یمن تک' بحر فارس' فرات اور شام کی انتہائی حدود میں بحر قلزم تک۔"

اس جزیرے کے بے شمار شہروں اور دیہاتوں مثلاً" یمن' بحرین' عُمان' نجد' جبل طے' مصر' ربیعہ' قضاعہ' طائف اور مکہ کے تمام باشندے مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے جگہ جگہ مساجد تعمیر کیں۔ کوئی شہر' قریہ' بدوؤں کی خیمہ بستی ایسی نہ تھی جہاں نماز میں قرآن کی تلاوت نہ ہوتی ہو۔ بچوں' مردوں' عورتوں کو اس کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔ اور اسے کتابی صورت میں نہ لکھا جاتا ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دینا سے رحلت فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھائی سال تک مسند خلافت پر جلوہ افروز

ہوئے۔ ان کے عہد خلافت میں فارس اور روم سے معرکے ہوئے' اور یمامہ فتح ہوا' چنانچہ قرآن پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو تا گیا' اور کوئی ایسا شہر باقی نہ رہا' جہاں قرآن کے نسخے موجود نہ ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے۔ تو ان کے دور خلافت میں ایران کے تمام شہر شام' مصر اور جزیرے کے سارے علاقے فتح ہوگئے۔ ان ملکوں میں کوئی شہر ایسا نہیں بچا جہاں مساجد کی تعمیر نہ ہوئی ہو۔ قرآن مجید کے نسخے موجود نہ ہوں۔ ائمہ قرآن کی تلاوت نہ کرتے ہوں۔ اور مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے مکتبوں میں بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔ یہ کیفیت صرف دس سال اور چند ماہ کے قلیل عرصے میں پیدا ہو چکی تھی اور قرآن کے متن اور قرات کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا اختلاف بھی نہ تھا۔ سب کے سب ملت واحدہ کی طرح یک زبان تھے۔

کسی قسم کا اختلاف بھی نہ تھا۔ سب کے سب ملت واحدہ کی طرح یک زبان تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو مصر سے لے کر عراق' شام' اور یمن تک تمام ممالک میں کم از کم قرآن مجید کے ایک لاکھ نسخے مسلمانوں کے پاس موجود تھے۔ حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت عثمانؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو فتوحات اور خلافت کا دائرہ وسیع ہوگیا۔ اس دور میں قرآن کریم کی اس قدر اشاعت ہوئی اور قرآن مجید کے نسخوں کی اتنی کثرت ہوی جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔(۱۴۲)

عہد فاروقیؓ میں ۱۴ھ ہجری میں بصرہ آباد ہوا اور ایک اہم تجارتی مرکز بن گیا۔ پاک و ھند کا تجارتی سامان ان سواحل پر آتا اور پھر مکہ معظمہ کے مرکزی شہر میں عکاظ اور ذوالمجاز وغیرہ کے بازاروں میں جاتا۔ اس طرح اہل عرب سندھ و ھند کے باشندوں' ان کی برآمدات' ان کی زبان' ان کی تہذیب و تمدن سے براہ راست واقف ہوئے اور متاثر بھی ہوئے۔ اس طرح اہل سندھ و ھند بھی عربوں کی تہذیب و تمدن اور زبان سے براہ راست واقف اور متاثر ہوئے۔ اس باہمی واقفیت نے اسلام کے فروغ اور قرآن حکیم کی اشاعت میں موثر کردار ادا کیا اور پھر جب سندھ میں فوجی مہمات کا سلسلہ شروع ہوا تو فتوحات کے ساتھ ساتھ اسلام پھیلتا چلا گیا۔ اور قرآن کی نشر و اشاعت اور قرآنی علوم کے سیکھنے سکھانے کا سلسلہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

سندھ و ھند کے کچھ لوگ ایران میں بھی بسے ہوئے تھے اور انہوں نے جنگ ایران میں مسلمانوں کے

خلاف جنگ کی تھی۔ لیکن جب مسلمان فاتح و منصور ہوئے۔ تو ان میں سے کچھ لوگ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے۔ قلعہ نیرون میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی تبلیغی مشن پر آمد' دیبل میں لشکر کفار سے تصادم' اور ایران میں بسے ہوئے سندھ کے باشندوں کے مشرف باسلام ہونے کے بعد سندھ میں اسلام کے اثر و نفوذ اور اشاعت قرآن میں اضافہ ہوا۔

کیونکہ صحابہ کرام قرآن مجید کو اپنے سینوں سے لگائے رکھتے تھے۔ وہی ان کی زندگی کا کل سرمایہ تھا۔ وہ جہاں جہاں جاتے قرآن اور قرآنی تعلیمات و فکر کو اپنے ساتھ ساتھ لے کر جاتے تھے۔

عہد فاروقی میں سندھ و ھند کے علاقے میں آنے والے صحابہ کرام میں۔ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی' حکم بن ابوالعاص ثقفی' مغیرہ بن ابوالعاص ثقفی' ربیع بن زیاد حارثی' حکم بن عمرو مجدع تعلبی غفاری' عبداللہ بن عبداللہ بن عثمان' سہیل بن حدی بن مالک خزرجی انصاری' شہاب بن قارقی بن شہاب تمیمی' صحار بن عباس عبدی' عاصم بن عمر تمیمی' عبداللہ بن عمیر اشجعی' نسیر بن وسیع بن ثور عجلی' حکیم بن جبلہ عبدی رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین شامل تھے۔

یہ صحابہ وہ تھے جنہوں نے عہد فروقی میں بندرگاہ مکران' کرمان' سندھ' سجستان' وغیرہ میں بعض مہمات میں حصہ لیا۔ اور ان کی فتوحات کے بعد وہاں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اس طرح عہد فاروقی میں سندھ میں قرآن کا پیغام پھیلا۔ اس سے پہلے عہد نبوی میں سندھ میں اسلام نے قدم رکھے اور قرآن پھیلا۔

عہد فاروقی کے بعد عہد عثمانی میں فتحات کے ساتھ ساتھ اسلام کی اشاعت ہوتی رہی' اور اسی کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خصوصی طور پر قرآن مجید کا اصل نسخہ جو ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا اس کی متعدد نقلیں تیار کرائیں۔ ان ناقلین میں کاتبین وحی بھی تھے۔ جن میں حضرت زید بن ثابت' حضرت عبداللہ بن زبیر' حضرت سعید بن وقاص' حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ھشام' حضرت ابی بن کعب' حضرت انس بن مالک رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین قابل ذکر طور پر شامل تھے۔

یہ نقول مکہ' شام' یمن' بحرین' بصرہ' کوفہ کے علاوہ سندھ و ھند میں بھی بھیجی گئیں اس کے علاوہ بھی عہد

عثانی میں خطہ سندھ کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ چنانچہ حکم بن جبلہ کو سندھ و ھند کے احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ واپسی پر انہوں نے حضرت عثان غنی رضی اللہ عنہ سے سندھ و ھند کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ حضرت عثان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مندرجہ ذیل صحابہ سندھ و ھند میں آئے۔

حکم بن جبلہ عبدی، عبداللہ بن معمر بن عثان قرشی تمیمی، عمیو بن عثان بن سعید، مجاشع بن مسعود بن ثعلبہ سلمی، عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب قرشی رضوان اللہ علیھم اجمعین، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی سندھ و ھند کی طرف توجہ مرکوز رکھی گئی، چنانچہ ثاغر بن دعر کو لشکر کا سردار بنا، سرحدات پر بھیجا گیا۔(۱۴۳)

اس طرح کم و بیش پچیس صحابہ کرام عہد خلافت راشدہ میں پاک و ھند میں آئے اور قرآنی تعلیمات کو اہل سندھ میں روشناس کرایا۔

خلافت راشدہ کے بعد دور بنی امیہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی خلافت اسلامیہ کی سندھ کی جانب توجہ رہی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سوار رضی اللہ عنہ کو چار ہزار جاں نثار دے کر سندھ کی طرف بھیجا، ان کے عہد میں حضرت عمرو بن عبداللہ بن معمر تمیمی، مہلب ابن ابی صفرہ، عباد ابن زیاد، ابن ابی سفیان جیسے صحابہ کرام سندھ میں آئے۔ اور ان حضرات نے سندھ کی سرزمین پر مہمات سرکیں اور اپنے پاک اثرات چھوڑے اور قرآن کی بازگشت محمد بن قاسم کی آمد سے پہلے ہی یہاں سنی گئی۔ پھر انہی راہوں سے قرآن داخل ہوا اور پھیلتا چلا گیا۔

جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تقریباً" پانچ سو قرآن مجید کے نسخے تھے۔ کم و بیش اتنے ہی قرآن کے نسخے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی ہوں گے۔ جب میدان جنگ میں صحابہ مجاہدین کے پاس اتنی کثیر تعداد میں قرآن مجید کے نسخے بھی ہوں گے جب میدان جنگ میں صحابہ مجاہدین کے پاس اتنی کثیر تعداد میں قرآن مجید کے نسخے موجود ہوں گے تو بلاد اسلامیہ، قرب وجوار کے علاقوں اور مفت وحہ علاقوں مثلاً" بلاد سندھ و ھند میں کس قدر تعداد میں قرآن حکیم کے نسخے موجود ہوں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کا دور آتا ہے۔

اس دور کے بعض تاریخی واقعات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ میں اس وقت مسلمان موجود تھے۔ جب کربلا کے میدان میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا پاک خون بہایا جا رہا تھا۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ:

"جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حر نے کوفے کے راستے میں روکا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اگرچہ تمہارے بلانے پر عراق آیا ہوں۔ لیکن اب اگر تم کسی بھی وجہ سے میرا آنا پسند نہیں کرتے تو مجھے چھوڑ دو کہ میں سندھ چلا جاؤں کیونکہ وہاں میرے مسلمان بھائی مجھے پناہ دے دیں گے"۔(۱۴۴)

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہو یعنی حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی زوجہ سندھی تھیں۔

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ:

"امام زین العابدین کی ایک بیوی سندھی تھیں۔ جن سے حضرت زید شہید جیسے بطل اسلام پیدا ہوئے"۔(۱۴۵)

تاریخی واقعات سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت زید شہید امام زین العابدین کی جس بیوی سے پیدا ہوئے وہ سندھی تھیں۔(۱۴۶)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری کے نصف اول ہی میں سندھ میں کافی تعداد میں مسلمان موجود تھے اور خاندان اہل بیت میں ان کی شادیاں بھی ہونے لگی تھیں۔ محمد بن قاسم نے حملے سے پہلے اسلامی مملکت کا ایک باغی گروہ جن کو علافی کہا جاتا ہے راجہ داہر کے پاس آیا۔ اس میں پانچ سو مسلمان تھے۔ راجہ داہر نے ان لوگوں کو پناہ دی۔ دراصل یہ باغی گروہ مملکت اسلامیہ کا باغی گروہ تھا' اس لئے قابل تعزیر تو ضرور تھا مگر یہ پانچ سو افراد اپنے ساتھ قرآن مجید بھی لائے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کی آواز ان کی وجہ سے راجہ داہر کی قلم و میں سنی جانے لگی تھی۔ اس واقعہ کے بعد پھر وہ واقعہ پیش آیا جس کے بعد سندھ مستقل اسلامی سلطنت کا گہوارہ بنا۔

بحری قزاقوں نے مسلمانوں کے بحری جہاز لوٹے کے بعد باقاعدہ ...

بدھ مت کے لوگ برہمنوں کے ظلم و جبر کا شکار تھے۔

انہوں نے مسلمانوں کے کردار و اخلاق اور قرآنی تعلیمات کا جائزہ لیا اور ان سے متاثر ہوئے' سندھ و ھند کے خطے کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس خطے میں سب سے پہلے اسلام اور قرآن سواحل سندھ سے ہیں۔

مسلمانوں نے یہاں آنے کے بعد مساجد قائم کیں' مساجد میں قرآنی تعلیمات کے حلقے قائم کرنے کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے مدارس بھی قائم کئے۔ قرآن مجید کے مدارس کا ایک جال جو سندھ و ھند کے علاقوں میں قائم ہوا' شاید ہی اس کی مثال کسی اسلامی ملک میں ملے اور قرآن و قرآنی تعلیمات کا چرچا یہاں ہوا شاید ہی کہیں اور ہوا ہو۔

فارس و ایران اور سندھ و ھند میں اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ تراجم قرآن اور تفاسیر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید کے فارسی و سندھی تراجم کی روایتیں بھی ملتی ہیں۔

فارس و ایران اور سندھ و ھند میں اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ تراجم قرآن اور تفاسیر کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ قرآن مجید کے فارسی و سندھی تراجم کی روایتیں بھی ملتی ہیں۔

فارسی زبان کے اول تراجم میں حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کا سورہ فاتحہ کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے۔ جو انہوں نے نومسلم ایرانیوں کے لئے کیا۔(۱۴۶)

اور سندھی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ ارور کے راجہ مہروک بن رائق کے لئے کیا۔ بعض مورخین اس مترجم عالم کو نامعلوم قرار دیتے ہیں اور بعض نے اس کا نام عبداللہ بن عمر بتایا ہے یہ ایک عراقی النسل عالم تھے جو سندھ میں پلے بڑھے اور سندھی زبان سیکھی۔ جنہوں نے مہروک بن رائق کو ترجمہ قرآن اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا۔(۱۴۷)

اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہاں نہ صرف اسلام کی اشاعت ہونے لگی تھی بلکہ قرآن کریم کی سندھی میں تفسیر بھی لکھی جانے لگی تھی۔(۱۴۸)

جب عرب افواج سندھ میں وارد ہوئیں تو ان میں قرآن پاک [illegible]
یوسف نے یہ تاکید کی تھی کہ وہ پابندی سے قرات کیا کریں۔(۱۴۹)

اس کے علاوہ محمد بن قاسم کے ایسے کئی اشخاص بھی سندھ میں آئے جن کو علم قرآن و سنت پر بڑا عبور حاصل تھا۔(۱۵۰)

حدیث

پہلی صدی ہجری کی آخری دہائی میں سندھ میں عربوں کی ریاست کا قیام اس اعتبار سے ایک اہم واقعہ تھا کہ اس کی وجہ سے سندھ کے دروازے عربوں کے لئے کھل گئے۔ بحری راستوں کے علاوہ جن سے عرب سندھ و ھند سے اپنے تجارتی تعلقات کی وجہ سے زمانہ قدیم سے واقف تھے۔ اب ان کے لئے بصرہ سے براہ شیراز و کرمان اور ساحل مکران سندھ تک ایک بری راستہ بھی کھل گیا تھا' اور اس راستے سے آمد و رفت میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی چلا گیا۔(۱۵۱)

اسی طرح سندھ بحری و بری دونوں راستوں سے عرب سے مربوط ہوگیا' اور ان ملکوں کے درمیان مواصلات کی سہولتیں بھی فراہم ہوگئیں۔ ۹۳ ھجری میں جب محمد بن قاسم نے سندھ فتح کیا اور سندھ میں عرب آباد کار بڑی تعداد میں آباد ہونے اور آنے لگے۔ کیونکہ محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقوں میں عربوں کو آباد کرنے میں گہری دل چسپی لی۔(۱۵۲) اور عرب پورے علاقے میں پھیل گئے۔ دیبل سے ملتان تک اہم بندرگاہوں اور شہروں میں ان کی نو آبادیاں قائم ہوگئیں اور ان عربوں نے تجارت کا پیشہ ہی اختیار کیا اور تجارتی روابط کو سندھ و ھند کے ہمسایہ ممالک میں تعلقات کا ذریعہ بنایا۔(۱۵۳)

اسلامی سلطنت کے بعید مشرقی علاقے میں عربوں کی کئی نوآبادیات قائم ہوگئیں۔ جن میں منصورہ' ملتان' دیبل' سندان' قصدار' اور قندابیل کو بڑی اہمیت حاصل تھی' اور یہ مقامات سندھ میں اسلامی علوم و فنون کے ابتدائی مراکز بن گئے۔(۱۵۴)

عرب فوجوں اور آبادکاروں کی آمد سے سندھ میں جو بیداری پیدا ہوئی اس کی وجہ سے اس علاقے میں

اولین اسلامی علوم یعنی قرآن و حدیث کی اشاعت ہونے لگی۔ ان علوم کی اشاعت پہلے دریائے سندھ کے مغربی علاقوں میں ہوئی' اس کے بعد مشرقی علاقوں میں کیونکہ مسلمانوں کا اثر و نفوذ پہلے مغربی علاقوں پر ہوا' پھر مشرقی علاقوں پر۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عربوں نے ۲۳ ہجری مکران طوران اور بدھ فتح کرلیا تھا۔ یہ علاقے دریائے سندھ کے مغرب میں واقع ہیں' اور بیس سال کے بعد ہی یہ اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے۔

لیکن سندھ کا مشرقی علاقہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں فتح ہوا۔ مزید برآں مغربی علاقے میں کئی صحابہ کرام بھی تشریف لائے۔ جس سے اس خیال کو تقویت ہوتی ہے کہ اس علاقے میں اسلامی علوم اسی وقت پہنچ گئے تھے۔ اگرچہ ان کی باقاعدہ اشاعت بعد میں کی گئی۔

جب عرب بڑی تعداد میں سندھ میں آباد ہونے لگے تو یہاں ایسے بھی عالم آباد ہوگئے جن کی محنت اور علم سے محبت کی بدولت عربوں کی نو آبادیوں میں اسلامی علوم کے مراکز قائم ہوگئے۔(۱۵۵)

ایسے موقع پر بعض ایسے حضرات کا ذکر کرنا نہایت موزوں ہوگا' جنہوں نے اسلامی علوم خصوصاً" علم حدیث کی اشاعت کی۔

۱۔ موسیٰ بن یعقوب ثقفی

موسیٰ بن یعقوب ثقفی محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں آئے تھے' اور محمد بن قاسم نے ان کو الور کا قاضی مقرر کیا تھا۔ موسیٰ بن یعقوب ثقفی مستقل طور پر سندھ میں آباد ہوگئے تھے' اور حدیث کے بڑے عالم تھے۔ اج میں ان کا خاندان بڑی مدت تک علم و فضل کے لئے معروف رہا۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صدیوں بعد اسماعیل بن علی ثقفی جو ان کی اولاد میں سے تھے۔ معدن علم و روح و عقل تصور کئے جاتے تھے' اور علم و تقویٰ اور فصاحت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔(۱۵۶)

۲۔ یزید بن ابی کبشہ سکسکی

سلیمان بن عبدالملک جب خلیفہ بنا تو اس نے محمد بن قاسم کو سندھ سے واپس بلالیا' اور ان کی جگہ یزید بن

ابی کبشہ سکسکی کو مقرر کیا۔ مگروہ سندھ میں زیادہ عرصہ نہ رہ سکے اور اٹھارہ دن بعد ہی فوت ہو گئے۔(۱۵۷)

یزید بن ابی کبشہ سکسکی ایک تابعی تھے۔ انہوں نے ابوالدرداء۔ شرجلیل بن اوس' اور مروان بن الحکم سے جو سب کے سب صحابی رسول تھے۔ بہت سی احادیث کی سماعت کی تھی۔ ناقدین حدیث ان کو ثقہ راویوں میں شمار کرتے ہیں۔ ان کے شاگردوں میں ابوبشر' حکم بن العتیبہ' علی بن الاقمر' معاویہ بن قمرالمزنی' اور ابراہیم سکسکی مشور راویان حدیث تھے۔(۱۵۸)

۳۔ مفضل بن المهلب بن ابی صفرہ

یزید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں خراسان کے ایک سابق والی یزید بن المهلب کے زیر سرکردگی ۱۰۲ هجری میں عراق میں ایک زبردست بغاوت ہوئی' بنوامیہ کے خلاف اپنے منصوبوں میں یزید بن المهلب کو کوفہ اور بصرہ کی تائید حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی' اور ابتدا ہی میں اسے نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں' چنانچہ فارس' راہواز' کرمان اور سندھ کے حصہ قندابیل کے صوبے جن کا سلسلہ دریائے سندھ کے حصہ قندابیل کے صوبے جن کا سلسلہ دریائے سندھ کے کناروں تک چلا گیا تھا۔ خلیفہ کے ہاتھوں سے نکل گئے' اور یزید بن المهلب نے یہاں اپنے والی مقرر کئے۔ اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے خلیفہ نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو روانہ کی۔ ایک بڑے معرکے کے بعد یزید بن المهلب اور اس کے لڑے مارے گئے۔ اس خاندان کے بچے کھچے افراد ایک کشتی میں فرار ہو کر قندابیل پہنچے۔(۱۵۹)

جو اس وقت سندھ کا شمال مغربی صوبہ تھا' لیکن موت ان لوگوں کے تعاقب میں تھی۔ خلیفہ کا عامل ہلال بن التمیمی جب ان لوگوں کا تعاقب کرتا ہو پہنچا تو قندابیل کے والی وداع بن حامد نے جسے خود یزید بن المهلب نے اس عہدہ پر مقرر کیا تھا غداری کی' لیکن مہلب کے بیٹوں نے ہتھیار نہیں ڈالے' اور بیشتر افراد آخری دم تک لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔(۱۶۰)

ان میں المفضل راوی حدیث تھے۔ وہ تابعی بھی تھے اور ایک صحابی نعمان بن بشیر سے حدیث کی روایت کرتے تھے۔ ان کے لڑکے حاجب' ثابت البنانی اور حریز بن حازم المفضل سے حدیث روایت کرتے تھے۔(۱۶۱)

۴۔ ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری

یہ بصرہ کے باشندے تھے۔ تاجر کی حیثیت سے سندھ میں آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی۔(۱۶۲) ابو موسیٰ ایک ثقہ راوی تھے اور حسن بصری اور ابو حازم الاشجعی سے احادیث کی روایت کی ہیں۔ ایک محدث کی حیثیت سے ان کا مقام یہ ہے کہ سفیان الثوری' سفیان بن عیینہ' یحییٰ بن سعید القطان جیسے کامل فن محدث ان کے شاگردوں میں سے تھے۔(۱۶۳)

امام بخاری نے ابو موسیٰ سے مروی احادیث کا حوالہ صحیح بخاری میں چار مختلف مقامات پر دیا ہے اور سنن کی کتابوں میں بھی ان کی احادیث محفوظ کی گئی ہیں۔(۱۶۴)

۵۔ عمرو بن مسلم باہلی

عمرو بن مسلم ماوراء النہر کے نامور فاتح قتیبہ بن مسلم باہلی کے بھائی تھے۔(۱۶۵) خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے والی کی حیثیت سے وہ سندھ آئے تھے اور انہوں نے سندھ و ھند پر چند کامیاب حملے بھی کئے تھے۔ انہی کے دور ولایت میں خلیفہ کی دعوت پر کئی راجاؤں نے جن میں راجہ داہر کا لڑکا جے سنہا بھی شامل ہے۔ اسلام قبول کیا' ایک سپاہیانہ زندگی گزارنے کے باوجود عمرو بن مسلم باہلی نے علم حدیث کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے یعلی بن عبید سے احادیث روایت کی ہیں اور خود ان سے ابو الطاہر نے سنی ہیں۔(۱۶۶)

۶۔ ربیع بن صبیح السعدی بصری

ربیع بن صبیح ایک محدث اور احادیث کے قدیم مرتبین میں سے تھے۔ ابن صبیح کی کنیت ابوبکر اور ابن سعد کے مطابق ابو حفص تھی۔(۱۶۷) وہ ۱۶۰ ھجری میں عبدالملک بن شہاب المسمعی کی قیادت میں بربد پر حملہ کیا تھا ربیع بصرہ کے باشندے اور حسن بصری کے شاگرد تھے۔ جس سے انہوں نے حدیث کا درس لیا تھا۔ اس کے علاوہ ربیع بن صبیح نے اس زمانے کے چند ممتاز محدثوں مثلاً" حمید الطویل' ثابت البنانی' مجاھد بن جبر' سے بھی علم حدیث حاصل کیا۔ اپنے ہم عصر راویان حدیث میں ربیع کو ایک بلند مرتبہ حاصل تھا۔ عبداللہ بن مبارک' سفیان ثوری' وقیعی' ابوداؤد الطیالسی' عبدالرحمٰن بن مہدی' جیسے مشہور محدث ربیع بن صبیح کے شاگردوں میں

شامل تھے۔ اور ان سے احادیث روایت کرتے تھے۔(۱۶۸)

وہ علم حدیث کے ان اولین علم برداروں میں سے تھے جنھوں نے دوسری صدی ہجری میں سندھ میں جمع و تدوین' حدیث کا اہم کام سرانجام دیا۔(۱۶۹)

سندھ میں علم حدیث کے مراکز اور محدثین

سندھ میں مطالعہ حدیث کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوگیا تھا۔ مگر اس نے چوتھی صدی ہجری تک کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ یہاں تک کہ سندھ کے مقامی طلباء میں یہ جذبہ نہایت شدت سے پیدا ہوا کہ وہ دیگر ممالک میں جاکر علم حدیث کا بغور مطالعہ کریں اور اسے حاصل کریں' اسلامی حکومت کی ابتدائی صدیوں میں سندھ میں علم حدیث کی ترقی کی رفتار سست رہنے کے دو اسباب قرار دئے جاسکتے ہیں۔ پہلے یہ کہ اس زمانے کے حالات و اسباب فن اور ادب کی ترقی کے لئے سازگار نہ تھے کیونکہ اموی اور عباسی خلفاء کے زمانے میں مستحکم اور طاقت ور حکومت نہ ہونے کی وجہ سے داخلی امن جو فن و ادب کی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ہمیشہ قائم نہیں رکھا جاسکا۔(۱۷۰)

سلطنت کے مشرقی حصے میں سندھ کی حیثیت ایک علاقہ سے زیادہ بیرونی فوجی چوکی کی سی تھی۔ جس پر مرکزی حکومت کوئی خاص توجہ نہیں کرتی تھی۔(۱۷۱)

دوسرے یہ کہ سندھ عرب' عراق' اور سلطنت کے دوسرے علاقوں کے اسلامی علوم کے مراکز سے باقاعدہ روابط قائم نہ رکھ سکتا تھا' کیونکہ سندھ کا علاقہ بہت دور دراز واقع تھا اور آمد و رفت میں سہولت پیدا کرنے والے ذرائع موجود نہ تھے۔ حوصلہ مند تاجروں اور مہم جو آباد کاروں کے سوا کوئی اور شخص سندھ تک کے بحری و بری راستوں پر سفر کرنے کے خطرات مول لینے کی جرات نہ کرتا تھا۔(۱۷۲)

تیسری صدی ہجری کے نصف آخر میں ملتان اور منصورہ میں دو خود مختار عرب ریاستوں کے قیام سے سندھ میں اچھی حکومت کا ایک دور شروع ہوا۔ سندھ پر عربوں کا اقتدار تین صدیوں تک قائم رہا اور اس طویل دور میں عربوں کی ان آزاد حکومتں کا زمانہ تاریخ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں مطالعہ حدیث کو جو کچھ فروغ ہوا وہ بنیادی طور پر اس داخلی امن کی بدولت ہوا۔ جو ان حکومتوں نے قائم کیا تھا۔

واقعہ یوں ہے کہ اس زمانے میں سندھی طلباء میں یہ جذبہ بہت نمایاں تھا کہ دوسرے ملکوں میں جاکر علم حدیث کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی جائے۔

سمعانی کے مطابق بلاد سندھ کے طلباء شافعی عالم ابو عثمان الصابونی سے درس حدیث لینے کے لئے نیشاپور گئے۔(۱۷۳)

دیبل، منصورہ، قصدار، کے شوقین طلباء کی ایک بڑی جماعت نے علم حدیث کے حصول کے لئے عرب، شام، عراق اور مصر جیسے دور دراز کے اسفار کئے۔ چوتھی صدی ہجری تک مطالعہ حدیث کے لئے ایک حلقہ قائم ہوگیا تھا اور سرزمین سندھ میں علم حدیث کو فروغ حاصل ہو رہا تھا۔(۱۷۴)

دیبل، بغداد، منصورہ اور خراسان کے مابین محدثین کا تبادلہ بھی عمل میں آیا تھا۔(۱۷۵) دیبل شہر تجارتی مرکز کے علاوہ علم حدیث کا بھی عظیم مرکز تھا۔ دیبل کا محل وقوع اس لحاظ سے بہت موزوں تھا کہ بحری راستوں کے ذریعہ یہ اسلامی ممالک سے مربوط تھا اور ان ممالک سے علماء اور محدثین یہاں آتے تھے۔ مقامی درس گاہیں مساجد میں قائم کی گئی تھیں، اور ان میں دینی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ دیبل میں ابتداء ہی سے علم حدیث کے مطالعہ سے دلچسپی پیدا ہوچکی تھی اور متعدد راویان حدیث پیدا ہوگئے تھے۔(۱۷۶)

دیبل کے بعد منصورہ حدیث کی تعلیم و اشاعت کا بڑا مرکز تھا۔ بلاذری کے بیان کے مطابق محمد بن قاسم فاتح سندھ کے لڑکے عمرو نے ۱۱۰ ھجری کے درمیان منصورہ شہر آباد کیا تھا۔(۱۷۷)

۲۷۰ ھجری میں جب زیریں سندھ میں ایک خود مختار عرب ریاست قائم ہوگئی تو برابر منصورہ ترقی کرتا گیا۔ مقدسی نے لکھا ہے کہ منصورہ کی کثرت اصحاب حدیث پر مشتمل ہے۔ جو امام داؤد ظاہری الاصبہانی کے پیروکار ہیں مقامی بستیوں میں حنفی فقہاء بھی ہیں لیکن مالکی، حنبلی یا معتزلی نظر نہیں آتے۔(۱۷۸)

منصورہ میں عالم اور علم کی بہت قدر کی جاتی تھی۔ چونکہ آبادی کی اکثریت اصحاب حدیث کی تھی اس لئے قدرتی طور پر علم حدیث کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ یہاں کے محدث اپنے علم کی اشاعت میں منہمک رہتے تھے۔ شہر کی مختلف مساجد میں درس حدیث دیا جاتا، علماء علم حدیث سے متعلق کتابیں مرتب کرتے تھے۔ بطور مثال قاضی ابوالعباس المنصوری کا نام محدث و مرتب کی حیثیت سے پیش کیا جاسکتا ہے۔(۱۷۹)

قصدار بھی علم حدیث کے فروغ کے مرکز کے طور پر مانا اور تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک معروف صحابی سنان بن سلمان الهذلی کا مزار ہے جو حضرت معاویہ کے عہد خلاف میں سندھ آئے تھے۔ اور میروں کے خلاف ایک فوج کی قیادت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

قصدار ایک تجارتی شہر تھا اور کرمان و فارس اور خراسان سے بری راستہ کی جو تجارت ہوتی تھی اس کے باعث یہ ایک اہم مرکز تھا۔ چنانچہ قصدار میں ان ملکوں کے تاجر اور سندھی و ھندی تاجر سب ہی جمع تھے۔(۱۸۰)

قصدار میں عربوں نے ثقافتی کام بھی کئے اور دینی علوم یعنی قرآن و حدیث کی اشاعت بھی کی۔ قصدار میں علم حدیث کے فروغ میں بھی وہی امر رکاوٹ بنا جو ابتدائی زمانے میں تھا۔ یعنی مظبوط و مستحکم حکومت کا قائم نہ رہنا۔ بہرحال عمل حدیث کے فروغ کے سلسلہ میں قصدار سندھ کے اہم مراکز میں سے تھا۔

فقہ

اموی دور میں شام اور عراق اسلامی فقہ کے دو اہم مراکز تھے۔ اور ان دونوں مقامات سے سندھ و ھند اور مشرقی عالم اسلام کا انتظامی تعلق تھا۔ اس لئے یہاں کے فقہی مسلک کو ان ملکوں میں قبول حاصل ہوا۔ عراق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ تلامذہ میں حضرت ابراہیم نخعی' حماد بن سلیمان' اور حضرت امام ابوحنیفہ و دیگر ائمہ اپنے انداز میں کتاب و سنت کی روشنی میں شرائع و احکام مرتب کر رہے تھے۔ اس دور کے سندی الاصل فقہاء میں امام مکحول کو فقہ میں خاص شہرت حاصل تھی۔ ابن ندیم نے ان کی تصانیف میں دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک کتاب السنن فی الفقہ اور دوسری کتاب المسائل فی الفقہ۔(۱۸۱)

غرضیکہ امام ابو حنیفہ' امام مالک' امام شافعی' اور امام احمد بن حنبل کے فقہی آراء و فتاویٰ کی طرح امام ابن ابی لیلی' امام اوزاعی' امام مکحول' امام ثوری' اور امام حسن بصری کے مسائل و فتاویٰ بھی عالم اسلام میں معمول بہا تھے۔ ان ائمہ حدیث' فقہ کے اصحاب و تلامذہ نے اپنے اپنے حلقوں اور ملکوں میں ان کے فقہی مسلک کو فروغ دیا۔

پھر اس دو میں ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری کا ظاہری مسلک فارس اور سندھ و ھند میں پھیلا۔

عباسی دور میں سندھ و ھند میں یہی مذہب رائج تھا۔ یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی کی عامل تھی۔

شوافع بھی تھے۔ اسی عرصہ میں ظاہری مسلک کو بھی فروغ حاصل ہو رہا تھا۔

بشاری مقدسی نے سندھ میں اصحاب حدیث کا ذکر کیا ہے۔(۱۸۲)

اصحاب حدیث سے مراد داؤد و ظاہری کے ماننے والے ہیں اور وقت یہ مسلک سندھ' عمان اور فارس میں عام ہو چکا تھا' درس و تدریس' تصنیف و تالیف' اور عہدہ قضا کے لئے یہی حضرات مامور کئے جاتے تھے۔ احناف کا عمل دخل ان کے مقابلہ میں کم تھا مگر حنفی کثرت سے تھے۔ بقول یاقوت حمودی کہ:

"سندھ پر مذھب ابو حنیفہ کا غلبہ ہے۔(۱۸۳)

علمائے سندھ و ھند میں ان مسالک کے بڑے بڑے ائمہ تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے مسلک کو ہر اعتبار سے فروغ دیا۔ اس میں کتابیں لکھی ہیں اور مسند تدریس سے اس کی اشاعت کی۔

بشیر بن عمر بن ابو ہارون سندھی مالکی مذھب کے کبار ائمہ میں سے تھے۔

ترتیب المدارک میں ان کو مالکی فقہاء و ائمہ کے طبقہ اولی میں شامل کیا ہے۔(۱۸۴) اسی طرح عبدالحمید سندھی قیروانی' مالکی مذھب کے کبار ائمہ میں سے تھے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ وہ سحنون کے شاگردوں میں مشہور و معروف شخصیت رکھتے تھے۔(۱۸۵)

فقہ حنبلی میں بھی یہاں کے اہل علم نمایاں مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ حبش بن سندھی امام احمد بن حنبل کے اجل تلامذہ اور معتمدین میں سے تھے۔ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے بیس ہزار سے زائد روایت کی ہیں۔ ان کے پاس امام احمد بن حنبل کے مسائل و فتاویٰ کے دو ضخیم مجموعے تھے۔ جو ان کے کسی دوسرے تلامذہ کے پاس نہیں تھے۔(۱۸۶) اسی دور میں سندھ میں شوافع کے اعیان واکابر بھی نمایاں نظر آتے ہیں اور یہاں ان کا فیض بھی عام تھا۔ ابو العباس احمد بن محمد دیبلی مصری شافعی کے صاحب کشف و کرامت بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ شافعیہ کے بڑے عالم تھے۔

سبکی نے لکھا ہے کہ وہ بالغ نظر فقیہہ تھے اور فقہ شافعی میں تفقہ حاصل کیا تھا۔(۱۸۷)

علی بن احمد بن محمد دیبلی شافعی کی کتاب ادب الفضاء بہت معروف ہے۔ اس میں سند الشافعی کی احادیث کو ابو العباس الاصم کے تلامذہ سے نقل کیا ہے۔

عہد عرب میں سندھ دینی و علمی نشاط سے معمور تھا۔ مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کے بلاد و امصار اور شہر و قریات اسلامی علوم و فنون اور دینی رجال و شخصیات کے گہوارے تھے۔ جن میں اسلامی ثقافت پرورش پا رہی تھی۔

یہی بہار زمانہ سندھ میں بھی تھا اور بغداد کی طرح دیبل و منصورہ بھی اسلامی علوم و فنون کے مرکز تھے۔ اس دور میں سندھ میں اسلامی زندگی اپنے پورے شباب پر تھی۔ ھباری دور کے حکمرانوں کا مسلک اگرچہ امام داؤد ظاہری کا تھا اور وہ ظاہر حدیث پر علم کرتے تھے۔ مگر پورے سندھ میں فقہائے احناف کی کثرت تھی۔ مقدسی نے ایک جگہ یوں ذکر کیا ہے کہ:

سندھ کے اکثر مسلمان حدیث پر عامل ہیں اور مرکزی شہر حنفی فقہاء و علماء سے خالی نہیں۔(۱۸۸)

یاقوت حموی نے یوں ذکر کیا ہے کہ:

"سندھ والوں پر حنفی مذھب کا غلبہ ہے۔"(۱۸۹)

ا۔ احمد بن سندی رازی:

یہ اگرچہ تیسری صدی ہجری کے علمائے حدیث میں سے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی ہیں یہ معدل تھے یعنی عدالت و قضاء گواہوں کی تعدیل و توثیق کرتے تھے۔

۲۔ سندی بن عبدویہ کلبی رازی:

یہ تیسری صدی کے محدث ہیں۔ ہمدان اور قزوین دونوں شہروں کے بیک وقت قاضی تھے۔ یہ فقیہہ بھی تھے۔ ان کا اصل نام سہل بن عبدالرحمٰن تھا۔

۳۔ ابونصر فتح بن عبداللہ سندی:

یہ چوتھی صدی کے فقہائے متکلمین میں سے تھے۔

۴۔ قاضی ابو محمد منصوری:

یہ داؤدی مسلک کے امام تھے۔ منصورہ میں قیام پذیر تھے اور منصورہ کے قاضی تھے۔ یہ داؤدی مسلک کے

فضلاء میں سے تھے اور ان کی جلیل القدر تصنیفات تھیں۔

۵۔ قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوری:

آپ منصورہ کے قاضی اور فقیہہ تھے' داؤدی مذہب کے امام تھے۔ آپ کی کافی تصانیف بھی ہیں۔

۶۔ قاضی ابو محمد داؤدی منصوری:

آپ بھی داؤدی مذہب کے امام اور منصورہ کے قاضی تھے۔ اور فقیہہ بھی تھے۔

۷۔ ابو العباس احمد بن عبداللہ دیبلی نیسابوری

آپ محدث اور فقیہہ تھے' امام ابن خزیمہ کی علمی شہرت سن کر دیبل سے نیشاپور گئے۔

یہ بات واضح رہے کہ محدثین سندھ میں سے اکثریت علم فقہ میں بھی امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ امام اسمٰعیل بن علیہ کو امام شعبہ نے ریحانتہ الفقہاء کے لقب سے یاد کیا۔(۱۹۰)

ابو معشر نجیح اسماعیل بن علیہ محدث' متکلم اور فقیہ بھی تھے اور فقہ میں ان کی تصانیف بھی ہیں۔

یہ چند مثالیں بطور نمونہ پیش کی گئیں۔ مگر فی الحقیقت محدثین' سندھ کی اکثریت محدث' متکلم ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہہ بھی تھے۔ لہٰذا ان میں سے فقہاء کو علیحدہ کرنا ان کی شخصیت کو علیحدہ کرنے کے مصداق ہے۔ (اسی باب میں سندھی علماء کا بھی مفصل تذکرہ کیا گیا ہے جو محدث و فقیہہ اور مقری بھی تھے۔ جن کا دوبارہ دہرانا مناسب نہیں۔

دیگر علوم

یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت سے ہی ادبیات کے سلسلہ میں خود کفیل تھے اور اسلام کے بعد ان کی ذہنی اور فکری سوچ میں تبدیلی ہوئی۔ جس سے ان کو مزید جلا ملی اور عصر عباسی تک وہ ادبیات میں بہت آگے جا چکے تھے۔

قدیم زمانے میں سندھ میں دیگر علوم و فنون کی طرح' ادبیات' قصص اور شعر بھی صرف ایک طبقہ تک محدود تھے۔ برھمنوں کے علاوہ کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ ان علوم و فنون کو حاصل کرسکے۔

معروف سیاح سلیمان تاجر نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ سندھ و ھند میں ہر علاقے میں ایک خاندان کے راجے مہاراجے ہوتے ہیں۔ اس کے باہر حکومت نہیں جاتی بلکہ وہ خاندانی ولی عہد ہوتے ہیں۔(۱۹۲)

ابو زید سیرانی لکھتا ہے کہ:

ھندوستان کے اہل علم برھمن ہیں۔ ان کے شعراء راجوں کے دربار میں باریاب ہوتے ہیں' انہی میں منجم، فلسفی اور کاھن وغیرہ ہوتے ہیں۔

علم ادب و اخلاقیات

عہد عباسی میں ترجمہ کے ضمن میں سندھ و ھند بعض ایسی کتب کی روایات پہنچیں جو اخلاقیات پر مبنی تھیں۔ قدیم حکماء اور داناؤں کا یہ دستور تھا کہ وہ اخلاق' حکمت و دانائی کی باتیں قصوں' کہانیوں اور تمثیلات میں بیان کرتے تھے۔ اور کتوں' چوہوں' بلیوں' اور کوؤں کی زبانوں سے انسانوں کو سمجھاتے تھے۔ سنسکرت کی ایک خاص کتاب جس نے فارسی اور عربی میں اس حیثیت سے خاص شہرت حاصل کی' وہ کلیلہ دمنہ ہے جس کا نام البیرونی کے بیان کے مطابق پنچ تنتر ہے۔(۱۹۳)

پھر اس کتاب نے عربی میں اتنی شہرت حاصل کی اور سلاطین و امراء اور شاھان نے اس کی اتنی' قدر کی کہ عربی سے فارسی میں' پھر فارسی سے عربی میں' اور نظم سے نثر میں' نثر سے نظم میں' اس کی متعدد نقول تیار ہوتی رہیں۔ مترجم' شاعر اور ماہرین نثر اس کے ترجمہ نظم و نثر اور انشاء میں اپنے اپنے فن کے جوہر دکھا مسلمان بادشاہوں سے گراں قدر انعامات و اکرام حاصل کرتے رہے۔ دوسری صدی کے آخر میں جب ابان بن عبدالحمید نامی ایک عرب شاعر نے اس کا شعری ترجمہ خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر جعفر برمکی کو پیش کیا تو وہ بے حد حیران و متعجب ہوا اور اس نے ابان بن عبدالحمید کو ایک لاکھ درہم انعام دیا۔(۱۹۵)

پھر عربی زبان سے دنیا بھر کی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔

کلیلہ و دمنہ کا مؤلف بید پا پنڈت تھا اور اس نے یہ کتاب و الشلیم راجہ کے لئے لکھی تھی۔ بادشاہوں کے مزاج کے مطابق جانوروں کے قصوں اور کہانیوں کے ذریعہ اسے تعلیم دی گئی۔ و الشلیم گجرات کا راجہ تھا۔

اس کتاب میں اخلاقیات' اور ضروری نصائح اور رعایا پر حکومت کرنے کے طریقے' قصص اور حکامات'

حیوانات کی زبان سے بتائے گئے ہیں اور یہ دس ابوب پر مشتمل ہے۔(۱۹۶)

بیرونی نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن مقفع نے ترجمہ کرتے وقت اصل کتاب میں حسب ثقافت وقت تحریف کر دی تھی۔ پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں جب بیرونی سندھ میں تھا تو اس نے اصل سنسکرت زبان سے اس کے ترجمہ کا خیال ظاہر کیا تھا تاکہ صحیح اور ایماندارانہ ترجمہ ہو سکے۔(۱۹۷)

سندھ و ھند کے دانش و حکمت پر دوسری کتاب "بوذاسف و بلوہر" ہے۔ اس کتاب کو کلیلہ و دمنہ کی طرح شہرت تو حاصل نہیں ہوئی، مگر اس کی اہمیت و افادیت کلیلہ و دمنہ سے بڑھ کر ہے۔

اس کتاب میں بدھ کی پیدائش، تربیت اور پھر ایک اتفاقی حادثہ سے دنیا سے بیزاری، پھر جوگی کی آمد، تلمیحات و اشارات میں حکایات اور تمثیلات، میں دنیا کے رازوں اور کائنات کے لاینحل عقدوں پر تسلی بخش بات چیت، اور سوال و جواب ہے۔ کتاب کا مرکزی خیال اخلاقیات ہے۔ یہ کتاب عربی زبان سے مختلف زبانوں میں پھیلی۔

ایک تیسری کتاب جس کا ذکر ابن ندیم نے کیا ہے اس کا نام "علم الھند" ہے۔ یہ پہلے عربی زبان میں نثر میں ترجمہ ہوئی پھر ابان بن عبدالحمید نے شعری جامہ پہنایا۔ اس کتاب کا صحیح نام "حکم الھند" ہے۔(۱۹۸)

چوتھی کتاب "ادب الملک" ہے جو سنسکرت سے عربی میں ترجمہ ہوئی اور ابوصالح بن شعیب نے چوتھی صدی ہجری کے اوائل میں اس کا ترجمہ کیا۔ پھر ابوالحسن علی الجبلی نے عربی سے فارسی میں اس کا ترجمہ کیا۔(۱۹۹) یہ کتاب بھی اخلاقیات اور حکمت پر ہے۔

فن قصص

عہد عباسی کے اوائل میں سنسکرت زبان کی قصص اور روایات پر مشتمل کافی کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں۔ ان میں دو کے نام سندباد ہیں۔ اس کے دو نسخے ہیں، ایک بڑا دوسرا چھوٹا۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ ایرانیوں کی تالیف ہے، لیکن ابن ندیم کا کہنا ہے کہ یہ اہل سندھ و ھند کی تالیفات ہیں۔ یہ اشتباہ اس وجہ سے ہوا کہ بعض دیگر کتب کی طرح یہ کتاب بھی پہلے فارسی میں ترجمہ ہوئی اور پھر فارسی سے عربی میں منتقل ہوئی۔ اس میں سندباد بری اور بحری کے نام دو قصے ہیں۔ جس میں سند باد نام کے

ایک تاجر کے دریائی سفر اور دوسرے میں خشکی کے سفر کے عجیب و غریب واقعات مندرج ہیں۔(۲۰)

اور ایک کتاب کا تذکرہ آتا ہے جس کا نام تریا چرتر ہے اور یہ عورتوں کے فریب کے بارے میں ہے' اس کے مصنف کا نام راجہ کوش ہے۔(۲۰۱)

اس کے بعض دیگر کتب بھی جو کہ فن قصص میں تھیں سنسکرت سے ترجمہ ہوئیں۔ ان میں دبیک ھندی کی ایک کہانی بھی شامل ہے۔ جس میں ایک سنسکرت سے ترجمہ ہوئیں ان میں دبیک ھندی کی ایک کہانی بھی شامل ہے۔ جس میں ایک مرد و عورت کا قصہ ہے۔ اس کے ایک اور کتاب جس میں حضرت آدم کے زمین پر اترنے کا قصہ ہے اس کا بھی عربی میں ترجمہ ہوا۔(۲۰۲) سنسکرت کی ایک کتاب جس میں دو آدمیوں کا قصہ ہے۔ ایک سخی اور دوسرا بخیل' اس کہانی سخی شخص سخاوت کے فضائل بیان کرتا ہے اور بخیل' کنجوسی کے فوائد پر روشنی ڈالتا ہے۔(۲۰۳)

ان کے علاوہ سندھی اور ھندی علماء کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جو دوسری صدی ہجری میں بغداد گئی اور عربی زبان میں ترجمہ کرنے کے کام پر مامور ہوئی' ان میں باکھر' راجہ' مکہ' داھر' انکل' اریگل' جبھو وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں' ابن ندیم نے اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن ان کی کتابوں اور ان کے موضوعات کا تذکرہ نہیں کیا۔(۲۰۴)

علم حرب

فن حرب میں دو کتابیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جنکا سنسکرت زبان سے عربی میں ترجمہ ہوا۔ ان میں ایک تصنیف طبیب شاناق کی ہے اور دوسری پاجھر نامی عالم کی۔(۵۰۲)

پہلے مذکورہ مصنف کی کتاب کا نام جاناق ہے اور اس کتاب کا حربی نظام اور اس کی سیاست سے متعلق ہے۔(۲۰۶)

دوسرے مصنف کی کتاب کا نام باکھر ہے اور وہ تلواروں کی اقسام' اس کی خصوصیات اور متعلقات اور نشانات پر مبنی ہے۔(۱)

سنسکرت کی ایک اور کتاب جس کا عربی میں ترجمہ ہوا اس کا عربی نام "آدب الملک" یعنی سلطنت کے

طریقے" ہے۔ اس کتاب کے عربی مترجم کا نام ابوصالح بن شعیب ہے۔

فن موسیقی

فن موسیقی کو سندھ میں محبت کرنے والے فن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی موسیقی کو روح کی غذاء کہا جاتا ہے۔ جاحظ نے سندھ میں استعمال ہونے والے موسیقی کے آلہ "تنبورہ" اور اس کے استعمال کا ذکر کیا ہے۔(۲۰۷) اسی طرح جاحفظ نے اپنی کتاب کے آخر میں اہل سندھ خوش گلوئی کا تذکرہ کیا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ **"وفی السند حلوق جیاد"**

کہ سندھ میں بہت خوش گلو لوگ ملتے ہیں۔(۲۰۸)

ایک اور جگہ کہتا ہے کہ **"ولیس فی الارض احسن حلوقا" منہم"** یعنی کرہ ارض پر اہل سندھ سے زیادہ خشو گلو لوگ نہیں ہیں۔(۲۰۹) لیکن ان تمام باتوں کے باوجود فن موسیقی پر سنسکرت زبان سے عربی میں ترجمہ کی ہوئی کتب کا کوئی خاص قابل ذکر تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ قاضی صاعد اندلسی نے لکھا ہے کہ:

فن موسیقی میں ھند کی ایک کتاب جس کا نام نافر تھا۔ ہم تک پہنچی ہے۔ جس کے لغوی معنی "دانائی کے پھول" کے ہیں۔(۲۱۰) اور اس کتاب میں راگوں اور سروں کا بیان ہے۔

ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ فارسی زبان کا "نوبد" ہو جس کا معنی "نئے پھل" کے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کتاب دیگر کتب کی طرح فارسی سے عربی میں منتقل ہوئی ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نافر دراصل "ناد" ہوگا جس کے معنی آواز کے ہیں۔ مسعودی نے سندھی موسیقی کے لوگوں پر مرتب ہونے والے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگ کبھی اس کو سنکر روتے ہیں کبھی ہنستے ہیں۔(۲۱۱)

عرب جب سندھ میں داخل ہوئے تو وہ بھی سندھی موسیقی سن کر دم بخود رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کہتے ہیں کہ سندھی موسیقی کے اثرات بالکل اسی طرح ہیں جس طرح قدیم عربی موسیقی کے۔(۲۱۲)

ثقافتی مراکز

عہد عرب میں سندھ میں مساجد ثقافت و تہذیب کے بہت بڑے مراکز تھے۔ جہاں قرآن و حدیث اور فقہ کی

تعلیم دی جاتی تھی۔

خصوصاً عباسی عہد میں سندھ کی مساجد میں مختلف قسم کے علوم کی درس و تدریس کا رواج ہوگیا تھا اور یہ مسجد میں علمی تحریکات کا اہم مرکز بن گئی تھیں۔ ان میں بڑا علمی مرکز منصورہ کی مسجد تھی۔ جہاں ایک طرف مناظرین کا حلقہ قائم تھا۔ جو مناظرہ اور بحث و مباحثہ کرتے رہتے تھے۔ دوسری طرف شعرء ادب کا حلقہ تھا جو شعر و ادب میں منہمک رہتے تھے ان حلقوں میں مختلف خیالات رکھنے والے مختلف فرقوں کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ سندھ میں اس علمی ماحول سے مختلف ثقافتوں کا اسلام پر گہرا اثر پڑا۔ حتیٰ کہ بعض ثقافتیں آپس میں ایک دوسرے میں مدغم ہوگئیں۔ غیر عرب جب مسلمان ہوتے تھے تو ان کے لئے ناگزیر تھا کہ وہ عربی زبان اور مسلمانوں آداب و علوم سیکھیں۔

تاکہ ان کے لئے قرآن و حدیث کا پڑھنا آسان ہو جائے اور وہ ایک اسلامی معاشرہ کا جزو بن سکیں۔ اس طرح یہ نو مسلم اپنی قومی ثقافت اور عربوں کی ثقافت دونوں کے جامع ہوتے تھے۔

سندھ میں اس قسم کے ماحول نے اہل سندھ اور عربوں دونوں پر نہایت خوشگوار اثرات مرتب کئے۔ اس سے نہ صرف برادرانہ اور اخوت کے ماحول کو فروغ حاصل ہوا بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے سیکھنے کے بھی بہتر مواقع سہیا ہوئے۔

سندھ میں اور سندھ سے باہر سندھی علماء و صلحاء

عہد عرب میں سندھ کی سرزمین علم و ثقافت کے اعتبار سے انتہائی زرخیز تھی۔

بلاد سندھ میں سندھی علماء

قبلہ دیبلی

پہلا سندھی عالم جس کو تواریخ میں ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ قبلہ بن مہتراج جو کہ دیبل کے سرکاری جیل خانے کا منتظم تھا۔ جس میں عرب قیدی رکھے گئے تھے۔ اور جن کے جہازوں کو دیبل کے بحری قزاقوں نے لوٹ لیا تھا اور اس میں عرب تاجر عورتیں اور بچے تھے۔ اور راجہ داہر نے ان بحری قزاقوں سے ان عربوں کو چھڑانے سے

اعتذار کیا تھا' جس کے بعد محمد بن قاسم کو سندھ بھیجا گیا اور سندھ فتح ہوا۔ اور یہیں ایک شخص نے محمد بن قاسم کو سندھ کی فتح کی بشارت سنائی تھی۔ جب ۹۳ ھجری میں محمد بن قاسم نے دیبل شہر کو فتح کیا۔ تو یہ شخص اسی خاندان کا ایک فرد تھا۔ جس نے محمد بن قاسم کو عربوں کے ہاتھوں سندھ کے فتح ہونے کی بشارت دی تھی۔ پھر قبلہ نے اسلام قبول کرلیا اور نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلامی تعلیمات و عقائد کو سیکھ کر ایک مبلغ بن گیا۔

محمد بن قاسم نے قبلہ کو دیبل کے اقتصادی امور کا منتظم بنا دیا۔ وہ ایک اچھا عالم تھا اور عربی زبان پر بھی عبور رکھتا تھا۔ عربی زبان کچھ اس نے ان عرب قیدیوں سے بھی سیکھی تھی جو اس کی جیل میں قید تھے۔ اس لئے محمد بن قاسم نے راجہ داہر کے پاس جو وفد شامی کی زیر قیادت بات چیت کے لئے بھیجا تھا۔ اس میں قبلہ نے مترجم کی حیثیت سے شرکت کی تھی۔(۲۱۳) کہا جاتا ہے کہ:

قبلہ سندھی اسلام لانے سے قبل ھند و مذھب سے تعلق رکھتا تھا۔(۲۱۴)

سندی بن ابی ہارون سندی

امام رازی اور علامہ ذھبی نے سندی بن ابی ہارون کو ایک بڑا عالم اور محدث کے طور پر ذکر کیا ہے اور ان کے تلامذہ نے مسدد بن مسرہد کو بتایا ہے جنھوں نے ان سے روایت کی ہے۔(۲۱۵)

سندی بن ابی ہارون تیسری صدی ہجری کے عظیم لوگوں میں سے تھے۔(۲۱۶) اور ان کا شمار محدثین میں ہوتا ہے۔

احمد بن محمد دیبلی

احمد بن محمد دیبلی وہ عالم ہیں کہ جن سے فقہاء' علماء' قراء اور راویوں نے کثرت سے روایت حدیث کی ہے۔ یہ عہد عرب سے ہی سندھ میں تھے۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ سندھ ہی میں پیدا ہوئے' بعض نے کہا کہ سندھ سے باہر پیدا ہوئے' یہ مشہور مقری تھے۔

عباسی عہد میں دیبل کے سندھی علماء نے کثرت سے بلاد عرب کی جانب ھجوت کی اور بہت کم علماء دیبل میں رہ گئے۔ جو علوم اسلامیہ کی نشرو اشاعت اور تبلیغ دن کا کام کرتے رہے۔ احمد بن محمد دیبلی بھی ان میں سے

ایک تھے جو دیبل میں رہے۔

احمد بن محمد بن ہارون دیبلی' عالم مقری تھے اور تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۲۱۷)

محمد بن حسین دیبلی

محمد بن حسین بن محمد دیبلی' دیبل کے مشہور علماء اور قراء میں سے ایک تھے۔(۲۱۸) علوم اسلامیہ کی تدریس کو انہوں نے اپنایا۔ ان کے بہت سے شاگرد تھے۔ محمد بن حسین دیبلی تلاوت اور علم تجوید میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور وہ تیسری صدی ہجری کے علماء میں سے تھے۔

محمد بن عبداللہ دیبلی

شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ دیبل کے معروف قراء اور علماء میں سے ایک ہیں۔ علوم قرآنیہ' تجوید قرات میں اپنے فن میں یکتا تھے۔(۲۱۹)

اہل دیبل کے لئے آپ کی گراں قدر خدمات ہیں اور آپ کے بہت سے شاگرد تھے۔ یہ بڑے عابد و زاھد اور صاحب بصیرت بزرگ تھے۔ اور ابو عبداللہ دیبلی کے نام سے معروف ہیں۔

محمد بن عبداللہ دیبلی تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے ہیں۔

علی بن موسیٰ دیبلی

علی بن موسی دیبلی سندھ کے معروف محدثین میں سے تھے اور یہ چوتھی صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۲۲۰)

خطیب بغدادی نے خلف بن محمد دیبلی کے احوال میں ذکر کیا ہے کہ علی بن موسیٰ دیبلی سے خلف بن محمد دیبلی نے دیبل اور بغداد میں روایت کی ہے' اور انہوں نے بغداد و سندھ میں حدیث کا درس دیا ہے۔(۲۲۱)

احمد بن حسین سندھی

احمد بن حسین بن علی بامیانی سندی' بلاد سندھ کے کبار علماء و محدثین میں سے ایک ہیں' جنہوں نے سندھ میں اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ چوتھی صدی

ھجری کے علماء میں سے تھے۔(۲۲۲)

علی بن عبداللہ سندی

علی بن عبداللہ سندی، بلاد سندھ کے علماء و محدثین میں سے تھے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبدالکریم بن حبیش بن طباخ تمیمی نے فضائل طرطوس میں ایک کتاب کی روایت کی ہے۔ علی بن عبداللہ بغداد میں آمدورفت رکھتے تھے۔(۲۲۳)

علی بن عبداللہ سندی پانچویں صدی ھجری کے کبار علماء میں سے تھے۔

سندھی علماء بلاد عرب میں

سندھی علماء و محدثین اور فقہاء نے صرف بلاد سندھ ہی میں اسلامی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت نہیں کی بلکہ وہ بلاد عرب تک گئے، علماء کی ایک کثیر تعداد تھی جو بلاد اسلامیہ میں منتقل ہوئی اور انہوں نے علوم و فنون کی نشر و اشاعت میں عرب علماء کے ساتھ مشارکت کی۔ ان میں سے بہت سے ممتاز ترین درجات اور اعلیٰ حکومتی مناصب پر بھی فائز ہوئے۔ کیونکہ دوسری صدی سے چوتھی صدی تک کا زمانہ اسلامی علوم و فنون کے لئے پر بہار، بارونق اور خوش آئند تھا۔ اس میں پورا عالم اسلام ایک مدرسہ تھا اور ہر شہر و قریہ کے علماء، محدثین و فقیہہ علمی اسفار میں دنیا کی خاک چھانتے تھے۔ مشرق سے مغرب تک تعلیم و تعلم، تحدیث و روایات، اور تالیف و تدوین کا سلسلہ جاری تھا اور عالمی شاہراہوں میں روایت حدیث، قلم دوات اور کتابیں لئے رواں دواں تھے۔ ان علمی و دینی قافلوں میں سندھ کے علماء کی بھی اچھی خاصی تعداد رہا کرتی تھی، اور یہاں کے طلبہ بھی عالم اسلام میں چل پھر کر تحصیل و تکمیل میں مشغول رہتے تھے۔ یہ حضرات عام طور پر اپنے علاقوں کے علماء و محدثین اور فقہاء سے پڑھکو باہر نکلتے تھے اور تحصیل، تکمیل کے بعد اپنے وطن واپس آ جایا کرتے تھے۔ یا باہر رہ کر ہی علمی زندگی بسر کرنے لگتے تھے۔ جو علماء واپس آ جایا کرتے تھے یا باہر رہ کر ہی علمی زندگی بسر کرنے لگتے تھے جو علماء واپس سندھ میں آ گئے ان کے حالات بہت کم ملتے ہیں اور جو دوسرے ممالک میں رہ گئے ان کے حالات رجال کی کتابوں میں مل جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ سندھ و ھند کے بہت سے علماء اور محدثین کے تذکرے اور ان کی علمی خدمات ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔

بات دراصل یہ ہے کہ اس زمانے میں علوم و فنون' قرآن و حدیث و فقہ کا سندھ میں بھی بڑا چرچا تھا۔ ہر بڑے شہر میں محدثین کی جماعت تحدیث و روایت میں مشغول تھی' املاء کی مجالس قائم تھیں۔

اور اصحاب و شیوخ بحث و مذاکرہ کر رہے تھے۔

غرضیکہ عالم اسلام کے اس اہم ترین مرکز سرزمین سندھ میں بھی دینی سرگرمیاں جاری تھیں۔ مگر افسوس کہ یہاں کے ارباب فن و علم کے حالات مرتب نہیں کئے گئے۔

یہ سندھی علماء و محدثین علم دین کی طلب میں پورے عالم اسلام کی خاک چھانتے تھے۔ اور دور دراز کے مقامات کا سفر کرکے وہاں کے ائمہ دین و شیوخ حدیث سے تحصیل علم کرتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے اس امانت کی ادائیگی میں دنیا کا چکر کاٹا۔ اور دنیائے اسلام قریات و مدن میں جاکر حدیث کی خدمات سرانجام دیں۔ سندھی علماء نے سرزمین سندھ کے خطوں کے علاوہ بغداد' بصرہ' مکہ' شام' دمشق' عزبون' اصفہان' مصر' قیروان' قرطبہ' اندلس تک درس حدیث دیا۔ اور وہ جہاں جہاں پہنچے' مقامی علماء نے مجلس درس و املاء منعقد کر کے ان سے اکتساب فیض کیا۔

ان سندھی علماء کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے عباقرہ علم اور جہابذہ حدیث شامل ہیں۔

سندھ کے لئے یہ بات قابل افتخار ہے کہ ان کے اسلاف کے حلقہ نشینوں میں امام بخاری' امام احمد بن حنبل' امام دار قطنی' خطیب بغدادی' ابو عبداللہ حاکم' امام ابو حاتم رازی' امام ابن ابی حاتم رازی' ابو لیعلی موصلی' امام ابو نعیم اصفہانی' امام ابو عوانہ' امام سمعان' ابن عساکر' ابوالفتح عبدالغافر کاشغری جیسے مشاہیر اسلام اور محاسن امت نظر آتے ہیں۔ انہوں نے بلاد اسلامیہ میں جاکر فیض پہنچایا کتنے ہی سندھی علماء اس دینی و علمی سفر میں اپنے وطن سے دور مقامات پر آباد ہوگئے اور کتنے ہی سندھ میں آتے اور جاتے رہے۔

معروف شخصیات کا اجمالی تعارف

ابو سالمہ جاٹ سندی بصری

ابو سالمہ جاٹ سندی بصری تھے۔ سیابجہ' جاٹ اور مید قوم کے والی مقرر کئے گئے تھے۔

عبید بن باب سندی بصری

عبید بن باب سندی بصری پہلی صدی ہجری سے ہی بصرہ میں مقیم تھے۔ ان والد باب سندھ میں سبی کے علاقے کے رہنے والے تھے۔ یہ مشہور و معروف معتزلی عابد و زاھد تھے۔ ان کا بیٹا مفتی عمرو بن عبید ہے۔ ان کے والد آل عارہ بن یربوع بن مالک کے موالی تھے۔(۲۲۴)

عبید کے لڑکے عمرو کو شیخ المعتزلہ کا درجہ حاصل تھا۔ اور وہ دوسری صدی ہجری کے معروف فرقہ عمریہ کا بانی و موٴسس تھا۔

جب عمرو کو لوگ اپنے باپ کے ساتھ دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ "خیرالناس بن شرالناس" ہے۔ عبید کہتے کہ تم سچ کہتے ہو یہ ابراہیم ہے اور میں آزر ہوں۔(۲۲۵) عبید بن باب کا پیشہ پارچہ بانی کا تھا۔ لیکن بعد میں وہ حجاج بن یوسف کے شعبہ پولیس میں شامل ہوگیا۔ عبید کا تعلق سندھ کے شمال مغربی علاقے سے تھا۔(۲۲۶)

عالم سندی - ریاضی فلکی

یہ ۱۵۴ ہجری میں ایک علمی وفد کے ساتھ سندھ سے بغداد آئے۔ اور خلیفہ منصور سے ملاقات کی۔ یہ سندی عالم فلکیات اور ریاضیات کے ماہر تھے۔ انہوں نے خلیفہ کو ایک کتاب بنام "سدھانت" پیش کی۔

یہ کتاب عربوں کے نزدیک "کتاب السندوالھند" کے طور پر جانی پہچانی جاتی تھی۔ اور یہ کتاب فلکیات اور ریاضیات کے مسائل و علوم پر مشتمل تھی۔ خلیفہ نے اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس سندی عالم نے ایک عرب ریاضی کے ماہر ابراہیم فزاری کے اشتراک کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا۔(۲۲۷)

پھر فلکیات و ریاضیات کی اس گراں قدر کتاب کو عرب علماء نے مدارس نے نصاب میں شامل کیا۔ اس کی

تلخیص کی گئی اور اس کی شروحات لکھی گئیں۔ پھر یہ کتاب اندلس پہنچی اور وہاں سے یورپ گئی۔

مکحولؒ بن عبداللہ سندی شامی

ابو عبداللہ مکحول بن عبداللہ سندی شامی یہ سندھ کے قیدیوں میں سے تھے۔ ابن عائشہ کا کہنا ہے کہ مکحول بن عبداللہ سندی قیس کی ایک عورت کے مولیٰ تھے۔ اور وہ سندھی تھے۔(۲۲۸) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ھذیل کی ایک عورت کے مولیٰ تھے۔(۲۲۹)

مکحول بن عبداللہ سندی نے ابوامامہ باہلی، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت انس بن مالک، محمود بن ربیع، عبدالرحمٰن بن غنم، ابو ادریس خولانی، ابوسلام عطور جیسے جید اکابرین سے روایت کی ہے۔ اور مکحول بن عبداللہ سندی سے ایوب بن موسیٰ، علاء بن حارث، زید بن واقد، ثور بن یزید ارطاۃ، امام اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز اور دوسرے محدثین و علماء نے روایت کی ہے۔ ان کا گھر دمشق میں سوق الاحد نامی ایک مشہور بازار کے قریب تھا۔(۲۳۰)

ان کی زبان میں الفاظ کی ادائیگی میں عجمیت تھی اور گفتگو کرتے وقت سندھی لب و لہجہ غالب رہتا تھا۔(۲۳۱)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے مکحول بن عبداللہ سے کہتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں علم حاصل کرنے کی غرض سے پوری زمین کا چکر کاٹا۔ مصر میں جتنا علم دین تھا میں نے حاصل کرلیا۔ شام آکر یہاں کے علم کو حاصل کیا۔ پھر عراق آیا یہاں بھی علم دین حاصل کیا۔

زھری کہتے ہیں کہ کائنات میں صرف تین عالم ہیں، مکحول ان میں سے ایک ہیں۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ شام میں مکحول سے بڑا کوئی فقیہہ نہیں۔ ابن زریر کہتے ہیں کہ میں نے مکحول سے کہتے ہوئے سنا کہ میں سعید بن عاص کے پاس قید تھا۔ انہوں نے مجھے قبیلہ ھذیل کی ایک عورت کو ھبہ کردیا، جس نے مجھے آزاد کردیا۔

ابن ندیم نے ذکر کیا ہے کہ:

مکحول کی کتابیں "کتاب السنن" اور "کتاب المسائل" ہیں۔(۲۳۲) ۱۱۲ ھجری میں وفات پائی۔(۲۳۳)

ابومعشر نجیع بن عبدالرحمٰن سندی

ابومعشر نجیع بن عبدالرحمٰن سندھی بڑے عالم، بلند پایہ محدث اور صاحب مغازی ہیں۔ یہ سندھی غلام تھے۔ دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اپنے خاندان کے ہمراہ حجاز آئے۔ اپنے وطن سندھ کے انتساب سے سندی اور جائے قیام کے لحاظ سے مدنی کہے گئے۔

بلاد سندھ کے اس فرزند کو اللہ تعالیٰ نے وہ رفعت شان، اور بلند مرتبہ بنایا کہ دیکھنے اور سننے والے عش عش کر اٹھیں۔

اسلامی علوم و فنون میں وہ مہارت نامہ حاصل کی کہ بڑے بڑے اساتذہ آپ سے کچھ سیکھنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔ ان کے صاحبزادے محمد بن ابومعشر کا کہنا ہے کہ:

میرے والد سندھی تھے اور وہ درزی کا کام کیا کرتے تھے یہ مدینہ میں ام سلمہ کے مولیٰ تھے۔ پھر ام موسیٰ بن مھدی کے مولیٰ بنے۔(۲۳۴) پھر بنو ھاشم کی میراث میں آئے اور پھر بنی مخزوم کی ایک عورت کے مکاتب بنے پھر مقررہ رقم ادا کرنے کے بعد آزاد ہوئے۔

کتاب المغازی ان کی مشہور و معروف کتاب ہے اور وہ مغازی کے سب سے بڑے عالم تھے۔

ابومعشر نجیع بن عبدالرحمٰن سندی جس خاندان میں بھی رہے علوم و فنون حاصل کرتے رہے۔ اور ان کے آقاؤں نے بھی تحصیل علم میں ان کی مدد کی یہاں تک کہ ممتاز علماء میں شمار ہونے لگے۔ اور ایسا علمی مرتبہ حاصل کیا کہ لوگوں کو ان کے عرب ہونے کا دھوکہ ہونے لگا۔

خود ایک مرتبہ ان کی زندگی ہی میں ان کے عرب اور غیر عرب ہونے کی بحث چھڑ گئی۔ بعض لوگوں نے ان کو یمنی بتایا، لیکن انہوں نے سنا تو فوراً" اس کی تردید کردی اور کہا:

"میرا بنی ھاشم کے غلاموں میں ہونا زیادہ قابل فخر اور باعث عزت ہے، بجائے اس کے کہ میرا نسب بنو حنظلہ میں سے ہو۔"

مغازی میں معروف ہونے کی نسبت ایک مرتبہ ان کے صاحبزادے محمد بن ابو معشر سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے والد نے مغازی کیسے یاد کئے تو انہوں نے بتایا کہ میرے والد کے استاد تابعین کی مجلس میں بیٹھ کر مغازی

کا مذاکرہ کرتے تھے' انہی سے میرے والد نے مغازی کو یاد کیا۔(۲۳۵)

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ:

"وہ تاریخ و سیر کے عارف اور محدثین میں سے ایک تھے۔ ان کی کچھ کتابیں بھی ہیں' جن میں سے ایک کتاب المغازی ہے"۔(۲۳۶)

خلیفہ مہدی ان کے علم و فضل کا بڑا قدر دان تھا۔ ان سے اس کی انسیت کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی کہ یہ اس کی ماں جو ام موسیٰ بنت منصور کے نام سے معروف تھی کے غلام رہ چکے تھے۔ ایک مرتبہ حج کے موقع پر دونوں کا آنا سامنا ہوگیا۔ مہدی نے ان کی قدر افزائی کا حکم دیا اور حکم دیا کہ ابو معشر نجیح کو احترام و اکرام کے ساتھ شاہی خیمہ میں لایا جائے اور اس قافلہ کے لوگ ان سے حدیث و فقہ کا فیض حاصل کریں' پھر مہدی نے ان کی خدمت میں ایک ہزار دینار کا تحفہ پیش کیا۔ اس کے بعد مہدی ۱۶۰ ھجری میں اپنے ساتھ مدینہ سے عراق لایا۔ پھر یہیں ان کا قیام رہا اور اسلامی علوم و فنون کی خدمت ان کے سپرد رہی۔

۱۷۰ ھجری میں وفات پائی۔ خلیفہ ہارون الرشید نے نماز جنازہ پڑھائی اور بغداد ہی میں ایک بڑے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔(۲۳۷)

حبیش بن سندی بغدادی

حبیش بن سندی قطیعی دوسری صدی ہجری سے بغداد میں اقامت پذیر تھے اور بغداد کے محلہ قطعیہ میں رہتے تھے۔

انہوں نے عبداللہ بن محمد عیشی اور امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن مخلد نے(۲۳۸) جوزی نے بھی ذکر کیا ہے کہ حبیش بن سندی ان شیوخ و اصحاب میں سے ہیں جنہوں نے حضرت امام احمد حنبل سے روایت کی ہے۔(۲۳۹)

سندی خواتیمی بغدادی

ابوبکر سندی خواتیمی جلیل القدر محدث ہیں۔ انہوں نے امام احمد بن حنبل سے روایت کی ہے یہ دوسری

صدی ہجری میں بغداد میں تھے اور انہوں نے بغداد ہی میں وفات پائی(۲۴۰) یہ امام احمد بن حنبل کے مسائل و فتاویٰ کے ترجمان بھی ہیں۔ اور امام صاحب کے پڑوسی بھی تھے۔

سماق جاٹ سندی بصری

جاٹ قوم کی ایک بڑی تعداد بطیحہ کے علاقے میں رہتی تھی۔ جو بصرہ' واسط اور بغداد کے علاقوں کے درمیان واقع تھا۔ بحری و بری راستوں پر ان کا غلبہ تھا۔ خاص طور پر بصرہ کے تجارتی راستے پر یہ لوگ تاجروں کا مال لوٹ لیتے اور ان کو قتل کر دیتے تھے۔ یہ معتصم کے عہد کی بات ہے۔ ان جاٹ قبیلہ کے افراد کا سردار سماق جاٹ سندی تھا۔ جب ان جاٹ کی لوٹ مار حد سے بڑھی تو خلیفہ معتصم نے ان کی لوٹ مار ختم کرنے کے لئے ان کے کچھ افراد کو بلاد شام کے مختلف علاقوں میں بھجوا دیا۔

تاکہ یکجانہ ہونے کے باعث ان کا اثر اور طاقت ٹوٹ سکے۔(۲۴۱)

عبدالرحمٰن بن سندی دمشقی

عبدالرحمٰن بن سندی دمشق میں سندھ کے قدیم علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے عراک بن خالد بن یزید بن صالح بن صبیح المری ابی الضحاک دمشقی سے تعلیم حاصل کی۔

عبدالرحمٰن بن سندی دوسری صدی ھجری کے رجال میں سے ہیں۔

سندی مولیٰ حسین خادم

یہ خلیفہ واثق کے زمانہ میں امارت کے منصب پر فائز تھے۔(۲۴۲) طبری نے ذکر کی ہے کہ ۲۳ ھجری میں رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگی قیدیوں کے فدیہ اور تبادلہ کے مذاکرات مکمل ہوئے تو طرطوس سے فاصلہ پر سلوقیہ کے مقام پر دریائے لامس پر مسلمانوں اور رومیوں نے مشترکہ طور پر پل باندھا ہم لوگ رومیوں کو ان کے پل سے پار کراتے تھے اور رومی مسلمانوں کو اپنے پل سے پار کراتے تھے۔ اور دونوں طرف سے قیدی اپنے اپنے لوگوں سے جا کر مل جاتے تھے۔(۲۴۳)

سندی مولیٰ حسین خادم امور خلافت میں خلیفہ واثق کے بہت معتمد شخص تھے اور یہ تیسری صدی ہجری کے

لوگوں میں سے تھے۔

سندی بن ابان بغدادی

ابونصر سندی بن ابان' خلف بن ھشام کے غلام تھے۔ اور بڑے عالم اور محدث تھے۔ انہوں نے یحییٰ بن عبدالحمید حمانی سے روایت کی ہے اور ان سے عبدالصمد بن علی طستی نے روایت کی ہے' ان کے بہت سے شاگرد تھے۔

سندی بن ابان بغدادی ۲۸۱ ھجری میں بغداد میں وفات پائی۔(۲۴۴)

احمد بن سندی بن فروخ بغدادی

احمد بن سندی بن فروخ بغدادی معروف محدث ہیں۔ انہوں نے یعقوب بن ابراہیم دورقی سے روایت کی' ان سے عبداللہ بن عدی جرجانی نے بصرہ اور بغداد میں روایت کی ہے۔(۲۴۵)

احمد بن سندی بن فروخ بغدادی' بغداد میں سندھی جید علماء و محدثین میں سے ایک تھے۔ یہ تیسری صدی ہجری کے بزرگوں میں سے ہیں۔(۲۴۶)

یحییٰ ابو معشو سندی

امام دولابی نے ان کا ذکر ان کی کنیت ابومعشو میں کیا ہے۔ ابو معشو یحییٰ سندی ابن ہاشم کے مولی تھے۔(۲۴۷) اور یہ دوسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔

عمرو بن عبید بن باب سندی بصری

ابو عثمان عمرو بن عبید بن باب سندی معتزلہ کے اکابر علماء اور عباد و زہاد میں سے ہے۔ ان کے دادا باب پہلی صدی ہجری میں کابل کی جن گ میں گرفتار ہوکر بصرہ آئے تھے۔(۲۴۸) عمرو بن عبید بن باب سندی نے حضرت امام حسن بصری سے بہت زیادہ روایت کی ہے بعد میں ان سے قطع تعلق کرکے اعتزال کو اپنا مسلک بنالیا۔

تو ان کو معتزلہ کہا جانے لگا۔(۲۴۹) حتیٰ کہ عمرو کے نام کی مناسبت سے معتزلہ میں فرقہ عمریہ وجود میں آ

گیا۔(۲۵۰)

ابن سعد نے لکھا ہے کہ عمرو بن عبید حدیث میں کوئی مقام نہیں رکھتے' عمرو بن عبید بن باب سندی دور امویہ میں موجود تھا۔ مگر اس دور میں اسے کوئی خاص پذیرائی نہیں ملی' عباسی دور میں اسے بڑی شہرت ملی' خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی اس کے خاص ارادت مندوں میں سے تھا۔ حتیٰ کہ اس نے عمرو بن عبید بن باب سندی کے مرنے پر مرثیہ تک کہا۔

کہا جاتا ہے کہ بصرہ میں چھ اشخاص صاحب فصاحت و بلاغت تھے۔

جن میں عمرو بن عبید بن باب سندی' واصل بن عطاء' بشار الاعمیٰ' صالح بن عبدالقدوس' عبدالکریم بن ابی عوجاء' اور جریر بن حازم ازدی۔(۲۵۱)

فصاحت و بلاغت میں عمرو بن عبید بن باب سندی کے رسائل اور خطبات اس کی جلالت شان پر گواہ ہیں۔

عمرو بن عبید بن باب سندی قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا پرجوش مبلغ و داعی بھی تھا۔

عمرو بن عبید بن باب سندھی مکہ مکرمہ سے بصرہ لوٹتے ہوئے راستہ ہی میں فوت ہوا' اور دو راتوں کے بعد بصرہ کے راستہ میں مران کے مقام پر ۱۴۴ ھجری میں دفن ہوا اس کی نماز جنازہ سلیمان بن علی نے پڑھائی۔(۲۵۲)

عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی (امام اوزاعی)

ذہبی کہتے ہیں کہ امام ارزاعی' ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد مندی دمشقی ہیں' امام اوزاعی ۸۸ ہجری میں بعلبک میں پیدا ہوئے۔ یہ نسلاً" سندی تھے۔ آخری عمر میں بیروت میں قیام فرمایا' ان کے باپ یا دادا میں سے کوئی سندھ کے قیدیوں میں سے تھا' یہ امام بنے اور شیخ الاسلام کا لقب ملا۔(۲۵۳)

امام اوزاعی ان ائمہ اسلام میں سے ہیں جو فقہ کے ایک مذہب کے امام بنے' شام اور اندلس میں عرصہ دراز تک ان کے پیروکاروں کی ایک کثیر تعداد موجود رہی۔

عبدالرحمٰن بن عمرو دمشقی نے عطاء بن ابی رباح' قاسم بن مخیمرہ' شداد بن ابی عمار' ربیعہ بن یزید' محمد بن ابراہیم تیمی' یحییٰ بن ابی کثیر محمد بن سیرین سے روایت کی ہے۔

اور ان سے روایت کرنے والوں میں شعبہ' ابن مبارک' ولید بن مسلم' عقل بن زیاد' یحییٰ بن حمزہ' یحییٰ القطان' ابوعاصم' ابومغیرہ' محمد بن یوسف فریابی' یحییٰ بن سعید قطان شامل ہیں۔(۲۵۴)

پھر ان کے شیوخ میں سے امام زہری' یحییٰ بن کثیر' اور قتادہ نے ان سے روایتیں کی ہیں۔

ابن مھدی کہتے ہیں کہ:

"حدیث کے چار امام ہیں۔ اوزاعی' مالک' ثوری' اور حماد بن زید شام میں سنت کا جاننے والا اوزاعی سے بڑھ کر کوئی اور نہ تھا"

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ سفیان ثوری اور اوزاعی امام مالک کے پاس پہنچے' جب وہ واپس گئے تو انہوں نے فرمایا' ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی سے علم میں زیادہ ہے' لیکن ان میں کا پہلا یعنی سفیان ثوری علوم و مذھب کی امامت کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اور دوسرا یعنی اوزاعی امام بننے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

ولید بن مرثد کہتے ہیں کہ:

"میں نے کبھی اوزاعی کے منہ سے کوئی فضول کلمہ نہیں سنا' اور نہ ہی ان کو کھکھلاتے یا قہقہہ مارتے دیکھا۔"

کسی مجلس میں قیامت کا ذکر کرتے تو وہ مجلس آہ و بکاء کی مجلس میں تبدیل ہو جاتی تھی۔

اسماعیل بن عباس کہتے ہیں کہ:

"میں نے ۱۴۰ ہجری میں لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ اوزاعی تو اس زمانے میں امت کے عالم ہیں۔"

ولید کہتے تھے کہ:

"میں نے ان سے بڑا مجتہد نہیں دیکھا۔"

ابو مسھر کہتے ہیں کہ:

"اوزاعی راتوں کو نماز پڑھتے اور آہ و زاری کے ساتھ تلاوت کرتے تھے۔(۲۵۵) اہل شام و اندلس مدت مدید تک امام اوزاعی کے مذہب پر رہے اور ان میں کبھی اختلاف نہیں پڑا"۔

امام اوزاعی کی ایک خطی کتاب تھی جس میں سے وہ احکام شرعیہ میں اجتہاد کے لئے استخراج کرتے تھے۔ اس میں تمام مدون احادیث صحیحہ اور صحابہ کرام و تابعین کے بیانات تھے جو انہوں نے ان سے سنے تھے۔(۲۵۶)

عبداللہ بن مبارک کا ارشاد ہے:

"اگر مجھ سے کہا جاتا کہ اس امت کے لئے کسی کو منتخب کروں تو میں ثوری اور اوزاعی کو منتخب کرتا، پھر ان دونوں میں سے اوزاعی کو چن لیتا۔"

"ایک مرتبہ امام ابوسفیان ثوری نے حج کے موقع پر مقام ذی طوئی میں امام اوزاعی کو اونٹ پر گزرتے ہوئے دیکھا تو فرط محبت و عقیدت سے دوڑ پڑے اور ان کے اونٹ کی نکیل ہاتھ میں پکڑ کر یہ صدا دیتے ہوئے پیادہ پا چلے، کہ شیخ کے لئے راستہ دو، شیخ کے لئے راستہ دو، ذہبی نے امام اوزاعی کے فضائل و کمالات اور علمی علوشان کو تفصیل سے بیان کیا اور دیگر مورخین اور رجال کی کتب میں بھی ان کا ذکر تفصیل سے ہی آتا، بلکہ امام اوزاعی کی شخصیت ہی ایسی ہے کہ ان کے ہر ہر گوشے کا احاطہ کیا جائے مگر یہاں ہمارے پیش نظران بزرگوں کا تذکرہ مقصود ہے وہ یا ان کے اجداد سندھ سے یہاں آئے۔

امام اوزاعی اور امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ دونوں ہم عصر تھے۔ امام اعظم بھی ان کی قدر فرماتے اور ان کے علم کے معترف تھے۔ امام اوزاعی کی وفات حمام میں آگ لگ جانے کے باعث ہوئی۔

سال وفات میں اختلاف ہے، مؤرخین عموماً" ۱۵۶ ہجری کی روایت زیادہ لکھتے ہیں، مذہب امام اوزاعی تین صدیوں تک شام و اندلس میں رہا اور اس کے ماننے والے ہزاروں کی تعداد میں تھے۔(۲۵۷)

محمد بن ابی معشر نجیح سندی مدنی

ابوعبدالملک محمد بن نجیح سندی مدنی اپنے والد ابی معشر نجیح کی طرح ایک بلند پایہ عالم اور زبردست محدث تھے۔ یہ بنی ہاشم کے مولی تھے۔ یہ مستقل طور پر مدینہ میں آباد تھے کہ خلیفہ مہدی نے ان کو مدینہ سے

بلوایا۔ پھر یہ مدینہ سے بغداد آگئے اور مستقل طور پر بغداد میں سکونت اختیار کرلی۔

ابن ابی ذئب کی رویت روایت سے مشرف ہیں۔ اپنے والد سے "کتاب المغازی" کی سماعت کی۔ محمد بن ابی معشر نجیح سندی نے ابوبکر ھذلی' نضر بن منصور عنبری' اور ابو نوح انصاری سے حدیث کی روایت کی ہے۔

ان سے ان کے بیٹوں داؤد' حسین کے علاوہ ابی حاتم رازی' محمد بن لیث جوہری' ابو یعلی موصلی' امام ترمذی' یحییٰ بن وسی بلخی' ابن ابی الدنیا' محمد ابن جریر طبری' ابوبکر بن مجذر' ابو حامد حضرمی کے علاوہ دیگر علماء و محدثین نے بھی روایت کی ہے۔(۲۵۸)

ننانوے سال کی عمر میں ۲۴۷ ہجری میں وفات پائی۔(۲۵۹)

محمد بن عبداللہ سندی بصری

ابوالحسن محمد بن عبداللہ سندی بصری محدث تھے۔ ان سے ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن جعفر بن محمد بصری کلائی نے روایت کی ہے۔(۲۶۰) یہ تیسری صدی ہجری میں بصرہ میں فوت ہوئے۔

محمد بن عثمان جاٹ سندی بصری

جاٹ قوم کے افراد جو کہ سندھ سے گئے تھے بصرہ اور واسط کے درمیان راستوں پر قیام پذیر تھے۔ خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں بھی وہ وہیں رہتے تھے ان کا امیر محمد بن عثمان جاٹ سندی تھا۔

محمد بن عثمان معتصم باللہ کے زمانے میں ۲۱۹ ہجری میں اپنی قوم کے پیدا کردہ فتنہ اور شورش کے باعث قتل کردیا گیا۔(۲۶۱)

داؤد بن ابی معشر سندی بغدادی

ابو سلیمان داؤد بن ابی معشر نجیح بن عبدالرحمن سندی بلند پایہ عالم اور محدث تھے۔ ان کے دادا اور والد بھی جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔ انہوں نے اپنے والد محمد بن ابی معشر سے اپنے دادا ابو معشر نجیح کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے۔ اور ان سے احمد بن کامل قاضی نے روایت کی ہے۔ یہ تیسری صدی ہجری کے اواخر کے رجال میں سے تھے۔

داؤد بن ابی معشو سندی بغدادی نے ۳۷۵ ہجری میں وفات پائی۔(۲۶۲)

حسین بن محمد بن ابی معشو سندر بغدادی

ابوبکر حسین بن محمد بن ابی معشو سندی بھی اپنے دادا والد اور بھائی کی طرح ایک عالم اور محدث تھے۔ انہوں نے اپنے والد اور محمد بن ربیعہ اور وکیع بن جراح سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن ربیعہ اور وکیع بن جراح سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن احمد حکیمی' اسماعیل بن محمد صفار' علی بن اسحاق ماروانی اور ابو عمرو سماک نے روایت کی ہے۔(۲۶۳ حسین بن محمد بن ابی معشو سندی سے بہت کثیر روایات ہیں' جن کو خطیب بغدادی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ آپ کی وفات ۳۷۵ ہجری میں ہوئی۔(۲۶۴)

عبداللہ بن جعفر منصوری

ابو محمد عبداللہ بن جعفر بن مرہ منصوری محدث تھے۔ سندھ کے دارالحکومت منصورہ سے ان کی نسبت منصوری تھی۔ ایک عالم اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک معروف مقری بھی تھے۔

حسن بن مکرم نے سماعت کی۔ اور ان سے حاکم نے روایت کی ہے۔ کالے رنگ کے تھے تیسری صدی ہجری میں بغداد آئے اور وہیں وفات پائی۔(۲۶۵)

سندی محمد بن شاھک

اموی عہد کے آخری زمانے میں ایک خاندان سندھ سے عراق پہنچا یہ عبید کے موالی تھے۔ پھر یہ بنی عباس کے موالی ہوگئے۔ یہ خاندان شاھک کے نام سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ اس خاندان کا ایک فرد سندی کے نام سے معروف تھا' جبکہ ان کی بیوی کا نام شاہک تھا۔ سندی محمد بن شاھک بہت باشعور اور معاملہ فہم شخص تھا۔ اسی لئے اس کو اپنی عقل و شور اور ادب و سیاست کی وجہ سے خلیفہ منصور کے یہاں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔

اس خاندان کے افراد عرصہ دراز تک حکومت عباسیہ میں ممتاز اور منفرد مقام کے حامل رہے ہیں۔

سندی محمد بن شاہک ہارون الرشید کے زمانے میں بغداد کے پل کا نگران تھا۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ بغداد کا والی بن گیا۔

۱۸۶ ہجری میں جب دریائے دجلہ میں پانی کی زیادتی ہوگئی تھی تو اس وقت ہارون الرشید اپنے اہل و عیال کے ہمراہ جہاز پر آیا تو اس وقت سندی محمد بن شاہک نے پل عوام کے لئے بند کر دیا تھا۔(۲۶۶)

مورخین نے سندی بن شاہک کے ادارت اور سیاست کے میدان میں کارناموں کا بڑی تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

ہارون الرشید سے برامکہ کے بارے میں خفیہ معلومات حاصل کرنے کے لئے اس کو متعین کیا تھا۔ سندی محمد بن شاہک کی منصوبہ بندی اور عمل درآمد سے ان پر زوال آیا۔(۲۶۷)

امین کے اختلال کے زمانے میں اس کے دل و دماغ اور معاملات پر جو لوگ حاوی تھے ان میں سندی محمد بن شاہک بھی صف اول میں تھا۔(۲۶۸)

۲۳۱ ہجری میں سندی محمد بن شاہک اپنے خاندان کے ساتھ روم چلا گیا۔ اس کے بعد اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ہوسکتا ہے کہ ۲۳۱ ہجری کے بعد وہ جلد انتقال کر گیا ہو۔

سندی محمد بن شاہک پچاس سال تک امور سلطنت کے کاموں سے متعلق رہا۔

ابراہیم بن سندی بن شاہک

ابراہیم سندی بن شاہک، شاہک سندی کے خاندان کا ایک فرد تھا اور عباس خلافت کا سرگرم داعی اور وفادار تھا۔ اور شام کا والی تھا۔(۲۶۹)

ابراہیم بن سندی بن شاہک ایک لاجواب خطیب و فقیہہ اور بے نظیر نحوی، عروضی اور حافظ حدیث تھا، زبردست کاتب اور شاعر بھی تھا۔ منجم، طبیب اور متکلمین کا سردار تھا۔(۲۷۰)

ابراہیم بن سندی بن شاہک دولت عباسیہ سے شدید محبت کرنے والا تھا۔ لوگوں کو ان کے مناقب سناتا اور دولت عباسیہ کی طاعت و فرماں برداری کی تلقین کرتا تھا۔(۲۷۱)

الملل و النحل میں لکھا ہے کہ:

ایک مرتبہ ابراہیم بن سندی بن شاہک نے راھب المعتزلہ ابوموسیٰ عیسیٰ بن صبیح سے اہل زمین کے بارے میں سوال کیا تو اس نے اپنی شدت کی بناء پر سب کی تکفیر کی۔ اس

پر ابراہیم بن سندی نے اس کو مخاطب کر کے کہا جس جنت کا عرض زمین کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے۔ کیا اس میں صرف تم اور تمہارے تین ساتھی ہی رہیں گے' یہ سن کر ابو موسیٰ چپ ہو گیا۔(۲۷۲)

اپنی زندگی کے آخری ایام میں ابراہیم بن سندی کوفہ کے والی ہو گئے تھے۔ ابراہیم بن سندی تیسری صدی ہجری کے آواخر میں فوت ہوئے کیونکہ وہ حافظ کے معاصر اور دوست تھے جو ۲۵۵ ہجری میں فوت ہوا۔

ابراہیم بن عبدالسلام سندی بغدادی

ابراہیم بن عبدالسلام سندی بغدادی' سندی بن شاہک کا بھتیجا ہے۔ اس کی کنیت ابوبطوحہ ہے۔(۲۷۳)

ابراہیم بن عبدالسلام سندی بھی خاندان شاہک کا ایک ایسا فرد ہے جو عباسی امراء و حکام کے پاس اہم عہدوں اور مراتب پر فائز رہا اور اس نے بھی عباسی مملکت کی نشرو اشاعت کے لئے بہت گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

طبری نے لکھا ہے کہ:

"ابو بطوحہ ابراہیم بن عبدالسلام جو بھتیجا ہے سندی بن شاہک کا اس نے بیان کیا ہے کہ سندی بن شاہک نے مجھ سے کہا کہ میں موسیٰ ھادی کے ساتھ جرجان میں تھا کہ مہدی کی وفات کی خبر آئی' تو موسیٰ ہادی نے مجھے خراسان روانہ کیا' اور خود سعید بن اسلم کے ساتھ بغداد کے لئے روانہ ہوا۔(۲۷۴)

ابراہیم بن عبدالسلام نے تیسری صدی ہجری کے اواخر میں وفات پائی۔

ابو عبداللہ محمد دیبلی شامی

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ دیبلی سندھ کے شہر دیبل کے رہنے والے تھے۔(۲۷۵) یہ بڑے عابد و زاھد اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ جعفر بن محمد بن سقیط سے قرات کی تعلیم حاصل کی اور حروف کی روایت عبدالرزاق بن حسن اور سکن بن بکرویہ سے کی۔(۲۷۶)

سبکی نے لکھا ہے محمد بن عبداللہ دہبلی شام کے مقری تھے۔(۲۷۷) یہ ابو عبداللہ دہبلی کے نام سے مشہور ہیں اور شام میں قیام پذیر تھے۔ تیسری صدی ھجری میں ان کا انتقال ہوا۔

خلف بن سالم سندی بغدادی

ابو محمد خلف بن سالم سندی آل مہلب کے مولی تھے اور بغداد کے اعیان حفظ میں سے ہیں۔(۲۷۸) انہوں نے ہشیم بن بشر، ابی بکر بن عیاش، عبدالرزاق بن ہمام(۲۷۹)
یحییٰ بن علیہ، سعد بن ابراہیم، یعقوب بن ابراہیم، معن بن عیسیٰ، ابو نعیم، فضل بن دکین، محمد بن جعفر غندرا، یزید بن ہارون، اور ذھب ابن جریر سے روایت کی ہے۔(۲۸۰) اور ان سے اسماعیل بن ابی الحارث، خاتم بن لیث، یعقوب بن شیبہ، جعفر طیالس، عباس دوری، یعقوب بن یوسف سباعی، احمد بن حسن بن عبدالجبار۔(۲۸۱) احمد بن ابی خثیمہ، حسن بن علی معمری، اور ابو القاسم بغوی نے روایت کی ہے۔(۲۸۲) یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے۔(۲۸۳)

ستر سال کی عمر میں رمضان کے مہینہ میں بغداد میں انتقال کیا۔

بختاشہ سندی

طبری نے لکھا ہے کہ بختاشہ سندی عباسی خلیفہ ابو العباس اول کے مولی تھے۔ اور ان کے خاص معتمد اور مقرب تھے۔ خلیفہ معتصم باللہ نے بختاشہ پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کی معمری کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے بیٹے سندی بن بختاشہ کو معاف کر دیا تھا۔ جس نے ۲۲۳ ہجری میں حکومت مخالفت سرگرمیوں میں حصہ لیا تھا۔(۲۸۴) بختاشہ ۲۲۳ ہجری میں وفات پا گئے۔

اسماعیل بن سندی بغدادی

ابو ابراہیم اسماعیل بن سندی محدث تھے۔ ان کا لقب خلال تھا۔ بغداد کے محلہ باب الشام میں مقیم تھے۔ مسلم بن ابراہیم وراق سے روایت کرتے ہیں اور بشر بن حارث سے بیان کرتے ہیں ابن خلدون نے ان سے روایت کی ہے۔(۲۸۵)

اسباط بن نصر ہمدانی بھی اسماعیل بن سندی کے شاگرد ہیں۔(۲۸۶) یہ تیسری صدی ہجری کے بزرگوں میں سے تھے۔

اسلم بن سندی

اسلم بن سندی محدث تھے۔ وہ سندھ سے رے گئے تھے۔ ابوالحسنین علی بن حسن سیازی نے اسلم بن سندی سے روایت کی ہے۔ وہ قدیم محدثین میں سے تھے۔(۲۸۷) اسلم بن سندی تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔

سندی بن بختاشہ سندی

سندی بن بختاشہ سندی معتصم اور مستنصر کے عہد میں لشکر کے قائدین میں سے ایک تھا۔ ۲۲۳ ہجری میں سندی بن بختاشہ نے سیاسی ہنگاموں میں حصہ لیا۔ جس پر معتصم نے اسے یہ کہہ کر معاف کیا کہ تم بختاشہ کے بیٹے ہو' اس لئے تمہارے لئے معافی ہے۔ بختاشہ سندی چونکہ کافی معمر تھا اور اس کی عہد عباسی میں بڑی خدمات تھیں' اس لئے سندی بن بختاشہ کو معافی دی گئی۔

۲۹۷ ہجری میں جب عباسیوں اور رومیوں کا شدید معرکہ ہوا اور شاہ روم نے کئی اسلامی علاقوں کو تہ تیغ کر دیا اور بعض امارات اسلامیہ پر قبضہ کرلیا تو خلیفہ نے مزاحم بن خلفان' سندی بن بختاشہ' نصر بن سعید مغری اور محمد بن رجاء کو لشکر کا قائد بنا کر بھیجا۔(۲۸۸)

اس کے بعد سندی بن بختاشہ کا احوال نہیں ملتا ہو سکتا ہے کہ اس معرکہ میں کام آگیا ہو یا بعد میں انتقال کر گیا ہو۔

ابان بن محمد سندی کوفی

ابان بن محمد سندی کوفی بغدادی یہ فقیہ ہیں۔ قدیم لکھنے والوں نے ان کے نام نسب اور وفن کے متعلق اختلاف کیا ہے لیکن کہا جاتا ہے غالب امکان یہی ہے کہ یہ سندی الاصل تھے اور تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔

بجم المصنفین میں لکھا ہے کہ:

ابان بن محمد سندی البزار جو سندی بغدادی کے نام سے معروف ہیں قدیم علماء عراق میں سے تھے۔ معروف عالم اور فقیہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے ان کی ایک کتاب "کتاب النوادر" ہے۔(۲۸۹)

حسن بن محمد سندی کوفی

حسن بن محمد سندی کوفی عراق کے سندی علماء میں سے ایک تھے' وہ ابان بن محمد سندی کے بھائی تھے۔ عالم اور فقیہ تھے اور تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۲۹۰)

علی بن محمد سندی کوفی

علی بن محمد سندی کوفی بھی عراق کے معروف علماء میں سے ایک تھے۔ یہ ابان محمد اور حسن بن محمد سندی کے بھائی تھے۔ یہ تینوں بھائی عراق کے مشہور و معروف علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ لیکن ابان بن محمد سندی سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

یہ تیسری صدی ہجری کے لوگوں میں سے تھے۔(۲۹۱)

ابراہیم بن عبداللہ سندی بغدادی

براہیم بن عبداللہ سندی بن شاھک کا بھتیجا تھا اور خاندان شاھک کا فرد تھا۔ اس کی خلفائے بنی عباس کے لئے بڑی خدمات ہیں۔ اس خاندان کے بہت سے افراد عباسی حکومت و سیاست میں اہم مناصب پر رہے۔ ابراہیم بھی انہی میں سے ایک تھا۔

ابراہیم بن عبداللہ سندی نے مامون کے ساتھ ایک عرصہ گزارا اور مامون کے دور خلافت میں اس کو اہم اور مرکزی مقام حاصل تھا۔ یہ تیسری صدی ہجری کا آدمی ہے اور اس نے بغداد میں وفات پائی۔(۲۹۲)

سندی بن یحیٰی حرشی بغدادی

سندی بن یحیٰی حرشی بغدادی' سندی بن شاھک کا ہم عصر تھا اور وہ خلافت عباسیہ کے ان اہم افراد میں سے

ایک تھا جن کو امارت کے امور میں بدطولی حاصل تھا۔ عباسی خلفاء کے نزدیک اس کا اہم مقام تھا۔ اس کی بیوی کا نام فریدہ تھا جو کہ حجاز میں پیدا ہوئی اور وہیں پلی بڑھی تھی۔ اس کی کئی شادیاں ہوئی تھیں۔ آخر میں اس نے ہشم سے شادی کی۔ اس سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔ ہشم کے مرنے کے بعد اس نے سندی بن یحیٰ حرشی سے شادی کرلی۔(۲۹۳)

جب جعفر برمکی کو ہارون الرشید کے حکم سے قتل کیا گیا تو خلیفہ نے سندی بن یحیٰ حرشی کو لکھا کہ اس کا سر شہر کے پل کے وسط میں لٹکا دیا جائے' چنانچہ سندی بن یحیٰ حرشی نے ایسا ہی کیا۔

۱۹۶ ہجری میں ہشم بن شعبہ اور سندی بن یحیٰ حرشی دونوں واسط کے امیر تھے۔ جب طاہر نامی باغی ۱۹۶ ہجری میں عراق پر حملہ کے لئے بڑھا اور جب وہ واسط شہر پہنچا تو دونوں وہاں سے بھاگ گئے۔(۲۹۴) ۲۰۲ ھجری میں اہل بغداد نے ابراہیم بن مھدی کی بیعت کرکے اسکو المبارک کا لقب دیا اور یہ کام سندی بن یحیٰ حرشی' صالح صاحب المصلی' منجاب' نصیر اور دوسرے موالی سے مل کر کیا تھا۔ کیونکہ اس وقت یہی لوگ خلافت پر فائز تھے۔

عبدالحمید بن نصر کشی سندی

ابو محمد عبدالحمید بن نصر کشی سندی میدان علم میں کبار سندی علماء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مسند الکبیر' کتاب التفسیر اور دوسری کتابوں کے مصنف ہیں' اپنے وطن سندھ سے عراق تشریف لے گئے' اور بغداد میں سکونت اختیار کی۔ یزید بن ھارون' محمد بن بشر عبدی' علی بن عاصم' ابن ابی فدیک' حسین بن علی جعفی' ابواسامہ' اور عبدالرزاق سے سماعت کی۔

ان سے مسلم' ترمذی' عمر بن بجیر' بکر بن مرزبان' ابراہیم بن خریم الشاشی' اور دیگر نے روایت کی ہے۔

عبدالحمید بن نصر کشی سندی ثقات ائمہ میں سے تھے۔ ۲۴۹ ہجری میں وفات پائی۔(۲۹۵)

علی بن احمد بن محمد دیبلی شامی

ابوالحسن علی بن احمد بن محمد دیبلی شامی صاحب کتاب "ادب القضاء" فقیہ اور محدث تھے۔ یہ ابوعبداللہ

دیبلی مقری کے نواسے تھے جو کہ تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔ ادب القضاء میں بعض اصحاب الاصم سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے ابو عبداللہ بن احمد بن موسیٰ ابو قار دیبلی اور دیگر محدثین سے روایت کی ہے۔(۲۹۶) کہا جاتا ہے کہ "ادب القضاء" مذہب شافعیہ کی تصانیف میں سے ایک ہے۔ علی بن احمد بن محمد دیبلی شامی تیسری صدی ہجری کے بزرگوں میں سے تھے۔(۲۹۷)

نصر بن سندی بغدادی

نصر بن سندی بغدادی خلیفہ منصور عباسی کے امراء و حکام میں بہت بڑے مقام و مرتبہ کا مالک تھا۔ یہ سندی بن شاھک کا بیٹا تھا۔ نصر صاحب اخبار و احادیث اور اس کا علم ابن الکلبی اور ھشیم کی احادیث و روایات تک محدود تھا۔(۲۹۸) اس کا باپ بھی خلیفہ منصور کے اہم آدمیوں میں سے ایک تھا۔ نصر بن سندی تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھا۔

فضل بن سکین سندی بغدادی

ابو العصاب فضل بن سکین بن سحیت قطیعی بغدادی المعروف بہ سندی کرخ بغداد میں قطیعۃ الفقہاء میں رہتے تھے۔ رنگ کے بہت زیادہ کالے تھے۔ فضل بن سکین سندی نے صالح بن بیان ساحلی، احمد بن محمد مخری اور محمد بن محمد باغندی سے روایت کی ہے۔(۲۹۹) ان کے تلامذہ میں ابویعلی موصلی، محمد بن موسیٰ بن حماد بربری، ابراہیم بن عبداللہ بن ایوب مخری، خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ یہ یحییٰ بن معین کے معاصر تھے، اور انہوں نے ان پر جرح کی ہے۔ فضل بن سکین سندی تیسری صدی ہجری کے بغداد کے اجل فاضل علماء میں سے تھے۔(۳۰۰)

نفیس سندی بغدادی

مصنف اور ادیب جاحظ کا ایک سندی خادم تھا۔ جس کا نام نفیس تھا۔ اس بات کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے کہ نفیس سندی نے اس اتنے بڑے عالم اور ادیب کی صحبت سے فائدہ اٹھایا یا نہیں۔ جس طرح سندھ کے دوسرے لوگوں نے استفادہ کر کے اپنا نام پیدا کیا۔(۳۰۱)

شرف الدین ملتانی بغدادی

ابن ابی اصیبعہ نے مسلم اطباء میں سندھ کی ایک نامور شخصیت اور طبیب شرف الدین ملتانی کا ذکر کیا ہے۔ شرف الدین ملتانی تیسری صدی ہجری میں بغداد میں موجود تھے اور مطب کرتے تھے۔(۳۰۲)

ابو جعفر سندی عراقی

ابو جعفر سندی عرقی' عراق کے ایک محدث تھے اور حدیث میں ان کی ایک کتاب بھی تھی۔ یہ تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۳۰۳)

ابو الفرج سندی کوفی

ابوالفرج سندی کوفی سندھ کے ان علماء میں سے تھے جو کوفہ میں مقیم تھے اور تیسری صدی ہجری کے اوائل سے ہی کوفہ میں رہائش رکھتے تھے۔ ابو جعفر طوسی کہتے ہیں کہ ابوالفرج سندی صاحب تصنیف کے بزرگ تھے۔(۳۰۴)

اور ان کی کتاب کی روایت ہم سے ایک جماعت نے ان کے سلسلہ سند سے کی ہے۔

محمد بن ابراہیم دیبلی سندی مکی

ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلی مکی عالم اور مفسر ہیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ جاکر مجاورت و سکونت اختیار کرلی تھی۔(۳۰۵) ان کو "محدث مکہ" کا لقب ملا۔(۳۰۶) ابو عبداللہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی کی کتاب التفسیر کے راوی تھے۔

کتاب البروالصلہ جو عبداللہ بن مبارک کی تھی اس کی روایت ابو عبداللہ حسن بن حسن مروزی سے کی۔ محمد بن ابراہیم دیبلی مکی سے ابوالحسن احمد بن ابراہیم بن فراس مکی اور ابو بکر محمد بن ابراہیم بن علی بن مقری نے روایت کی ہے۔(۳۰۷) ذہبی اور امام ابن عبدالبر اندلسی نے بھی محمد بن ابراہیم دیبلی سے روایات حدیث کی ہیں۔

۳۲۲ ہجری کو فوت ہوئے اور مکہ مکرمہ ہی میں مدفون ہوئے۔

ابراہیم بن محمد دیبلی بغدادی

ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن ابراہیم بن عبداللہ دیبلی صاحب علم و فضل گھرانے کے فرد ہیں ان کے والد نے دیبل سندھ سے مکہ مکرمہ ہجرت کی، اور مجاورت اختیار کی اور محدث مکہ کے لقب سے مشہور ہوئے، لیکن ان کے بیٹے ابراہیم بن محمد نے بغداد ہجرت کی اور وہیں سکونت اختیار کرلی اور بغداد کے معروف علماء اور محدثین میں شمار ہوئے، انہوں نے موسیٰ بن ہارون، محمد بن علی صائغ الکبیر سے روایت کی۔(۳۰۸)

حمزہ محمد بن حمزہ قزوینی محدث جب بغداد گئے تو انہوں نے ابراہیم بن محمد دیبلی سے حدیث کی تدریس کی۔(۳۰۹)

ابراہیم بن محمد دیبلی چوتھی صدی هجری کے بزرگ تھے۔

فتح بن عبداللہ سندی بغدادی

ابونصر فتح بن عبداللہ سندی بغدادی آل حکم کے مولی تھے۔ پھر آزادی ملنے کے بعد فقہ، علم کلام کی تعلیم ابوعلی محمد بن عبدالوہاب ثقفی سے حاصل کی، اور حدیث کا درس حسن بن سفیان سے لیا۔ اور انہی سے روایت کی۔(۳۱۰)

فتح بن عبداللہ سندی بغدادی نامور محدث، اور فقہ شافعی کے کبار علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔ امام شافعی کی روایات میں ان کا خصوصی مقام تھا۔

فتح بن عبداللہ سندی بغدادی ایک دن راستہ سے جار ے، کبار علماء کی ایک جماعت ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ آپ نے ایک شریف آدمی کو دیکھا جو نشہ میں تھا ئی میں لت پت تھا۔ جب اس کی نظر فتح بن عبداللہ سندی پر پڑی تو اس نے ان پر طنز کیا کہ اے ؟ اس طرح کیا دیکھ رہے ہو تم جا رہے ہو اور تمہارے پیچھے اتنے لوگ ہیں، فتح بن عبداللہ سندی نے کہا ے شریف انسان معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے!

اس لئے کہ میں تمہارے اجداد ۔ ورثہ کا حامل بن گیا ہوں اور تم میرے اجداد کے۔(۳۱۱)

فتح بن عبداللہ سندی بغدادی تھی صدی ہجری میں انتقال کرگئے۔

خلف بن محمد دیبلی بغدادی

خلف بن محمد دیبلی بغداد کے محدثین میں سے تھے۔ وہ بغداد میں وارد ہوئے اور علی بن اسمٰعیل دیبلی محدث سے روایت کی' ان سے روایت کرنے والوں میں ابوالحسن احمد بن محمد بن عمران بن جندی خاص طو رپر قابل ذکر ہیں۔(۳۱۲)

یہ چوتھی صدی ہجری کے رجال میں سے تھے اور مستقل بغداد میں رہائش پذیر نہیں تھے۔(۳۱۳)

شعیب بن محمد دیبلی مصری

ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد بن سعید بن سوار دیبلی معروف محدث تھے اور ابن ابی قطعان دیبلی کی کنیت اور لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے اصفہان' دمشق اور مصر میں حدیث کا درس لیا۔ محدثین کی ایک جماعت نے ان سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ انہوں نے دمشق اور مصر میں حدیث کی روایت کی۔(۳۱۴)

شعیب بن محمد دیبلی مصر کے شاگردوں میں سے ابوسعید بن یونس سے امام سمعانی نے روایت کی ہے۔(۳۱۵) اور قاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم اور محمد بن جعفر بن یوسف دونوں سے امام ابونعیم اصفہانی نے روایت کی ہے۔

یہ چوتھی صدی ہجری کے اوائل کے رجال میں سے تھے اور اوائل ہی میں مصر میں وارد ہوئے تھے۔

محمد بن احمد بن عبداللہ دیبلی

محمد بن احمد بن عبداللہ دیبلی کی بلاد سندھ کے شہر دیبل کی طرف نسبت سوائے سمعانی کے اور کسی نے نہیں کی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ "ابوالعباس محمد بن احمد بن عبداللہ وراق دیبلی ایک صالح عالم دین تھے۔(۳۱۶) انہوں نے ابوخلیفہ فضل بن حباب جمی' جعفر بن محمد بن حسن عزیانی' عبداللہ بن احمد بن موسیٰ سکرمی' اور محمد بن عثمان بن ابی سویف بصری سے سماعت کی۔ ان سے سماعت کرنے والوں میں حاکم ابو عبداللہ حافظ ہیں۔

محمد بن احمد بن عبداللہ دیبلی ۳۵۴ ھجری رمضان المبارک میں فوت ہوئے۔ ابو عمرو نجید نے ان کی نماز

جنازہ پڑھائی اور ان کی وفات بغداد میں ہوئی۔(۳۱۷)

محمد بن حسین بن محمد دبیلی شامی

ابوبکر محمد بن حسین بن محمد دبیلی شامی مقری تھے۔ انہوں نے محمد بن نصیر المعروف ابن حمزۃ اور جعفر بن حمدان المعروف ابن ابی داؤد صاحب هارون الخفش سے قرات و تجوید کی تعلیم لی' ان سے حافظ ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی اور عبدالباقی بن حسن نے سماعت کی۔(۳۱۸)

یہ چوتھی صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔ محمد بن حسین بن محمد دبیلی شامی نے شام میں درس و تدریس اور افادہ کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رکھا۔

۳۳۹ ہجری میں وفات پائی۔(۳۱۹)

احمد بن سندی بغدادی

ابوبکر احمد بن سندی بن حسن بن بحر الحداد' بڑے پایہ کے زاھد اور محدث و عالم تھے۔ انہوں نے حسن بن علویہ غربانی' محمد بن عباس المئودب' اور موسیٰ بن ہارون الحافظ سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن رزقویہ' ابوحذیفہ بخاری' ابو علی بن شادان' اور ابونعیم اصفہانی شامل ہیں۔ احمد بن سندی بغدادی ایک صادق' فاضل اور ثقہ شخصیت تھے۔(۳۲۰)

احمد بن سندی بغدادی

ابوبکر احمد بن سندی بن حسن بن بحر الحداد' بڑے پایہ کے زاھد اور محد[illegible] عالم تھے۔ انہوں نے حسن بن علویہ غربانی' محمد بنعباس المئودب' اور موسیٰ بن ہارون الحافظ سے روای[illegible] ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن رزقویہ' ابوحذیفہ بخاری' ابو علی بن شادان' اور ابونعیم [illegible]ی شامل ہیں۔ احمد بن سندی بغدادی ایک صادق فاضل اور ثقہ شخصیت تھے۔(۳۲۰)

بغداد کے ایک محلّہ قطیعہ بنی جدار میں [illegible]تے تھے۔ اسی لئے جداری کی عرفیت سے بھی مشہور ہوئے۔(۳۲۱)

احمد بن سندی بغدادی' بغداد میں ۳۵۹ ہجری میں فوت ہوئے۔(۳۲۲)

احمد بن قاسم بن سندی بغدادی

ابوبکر احمد بن قاسم بن سندی بغدادی محدث تھے۔ ابن سندی کی عرفیت سے بھی مشہور تھے۔ بغداد میں قیام پذیر تھے اور بڑے تاجروں اور خریداروں کی توثیق و تعدیل کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ اور بڑے تاجروں اور خریداروں کے درمیان بیع و شراء کے معاملات کی نگرانی کرتے تھے' اس لئے ان کو بیع اور معدل بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے احمد بن محمد بن اسماعیل آدمی اور اسماعیل بن محمد صفار سے روایت کی ہے اور ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالعزیز بن علی ازجی شامل ہیں جو کہ معدلین میں سے ایک تھے۔(۳۲۳)

حکومتی فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ احمد بن قاسم بن سندی بغدادی احادیث کے دروس کے سلسلے بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔

احمد بن محمد دیبلی مصری

احمد بن محمد دیبلی مصر میں سکونت پذیر تھے۔ وہ زاھد اور حافظ تھے اور صاحب معرفت فقیہ بھی تھے اور مذھب شافعیہ کے فقیہ تھے اور ذریعہ معاش کے طور پر سلائی کا کام کرتے تھے۔ احمد بن محمد دیبلی نیک طینت اور صاحب کرامت شخصیت تھے۔ ان کی وفات کے وقت ابوالعباس نسوی اور ابوسعید مالینی موجود تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم احمد بن محمد دیبلی مصری کے پاس موجود تھے۔ وہ تلاوت فرماتے رہے تھے کہ ان کی روح قفص عنصری سے پرواز کر گئی۔(۳۲۴)

احمد بن محمد بن ہارون دیبلی بغدادی

ابوبکر احمد بن محمد ہارون دیبلی بغدادی محدث تھے' اور مشہور [illegible] بھی تھے۔ انہوں نے جعفر بن محمد غریانی اور ابراہیم بن شریک کوفی سے روایت کی ہے۔ اور قرات کی روایت حسنون بن الھیثم الدویر سے ھبیرہ بن محمد بن حفص بن سلیمان کے طریقہ پر۔ ان سے حمد بن [illegible] لی الباد' اور ابوالمعلی بن دو مانصال' اور قاضی محمد بن یعقوب واسطی نے روایت کی ہے اور یہ قرات عاصم پر سند کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ رجب ۳۷۰ ہجری میں فوت

ہوئے ان کی عمر سو سال کی تھی۔(۳۲۵)

ابراہیم بن علی بن سندی بغدادی

ابراہیم بن علی بن سندی بغدادی' چوتھی صدی ہجری کے بغداد کے نامور عالم اور محدث تھے۔ انہوں نے محمد بن عبداللہ بن یزید مقری سے روایت کی ہے اور ان سے عبداللہ بن احمد نے روایت کی ہے۔(۳۲۶)

عباس بن سندی بغدادی

عباس بن سندی' عراق میں سندھ کے نامور علماء اور محدثین میں سے ایک تھے اور بغداد میں قیام پذیر تھے۔ انہوں نے داؤد بن شعیب اور ابوالولید طیالسی سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عقیلی اور اسامہ بن علی بن طحل شامل ہیں۔(۳۲۷) امام ابن عبدالبر کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے عباس بن سندی سے روایت کی ہے۔ عباس بن سندی کے متعلق کتابوں میں درج ہے کہ ہر حال میں راضی برضاء رہنے والی شخصیت تھے۔(۳۲۸)

احمد بن محمد سندی مصری

ابوالفوارس احمد بن محمد حسین سندی مصری صابونی بڑے نامور محدث اور دیار مصر کے مسند نشین تھے۔ ان کا شمار ثقات محدثین میں سے ہوتا ہے۔ احمد بن محمد سندی مستقل طور پر مصر میں رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے یونس بن عبدالاعلیٰ' مزنی اور ابو محمد ربیع بن سلیمان مرادی جو کہ صاحب امام شافعی اور دیار مصر کے محدث کبیر تھے ان سے روایت کی۔(۳۲۹)

احمد بن محمد سندی مصری سے روایت کرنے والوں میں ابن نظیف' ابوزرعہ (۳۳۰) اور ابوالعباس بن محمد الحاج اشبیلی مصری شامل ہیں۔(۳۳۱) انتقال کے وقت ان کی عمر ایک سو پچاس سال کی تھی۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ احمد بن محمد سندی نے ایک طویل عرصہ علم کی خدمت کی۔

محمد بن احمد بوقانی سندی بغدادی

حافظ امام ابو حاتم احمد بن حبان بستی کے تذکرے میں تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ ان سے حاکم' منصور

بن عبداللہ خالد' ابومعاذ عبدالرحمٰن بن محمد بن رزق اللہ' ابوالحسن محمد بن احمد بن ہارون زوزنی' اور محمد بن احمد بن منصور بوقانی سندی نے روایت کی ہے۔(۳۳۲)

محمد بن احمد بوقانی سندی بغدادی چوتھی صدی ہجری کے عالم کبیر اور بڑے محدث تھے۔ شیخ ابن حبان بستی نے ۳۵۵ ہجری میں وفات پائی۔

سیبویہ بن اسماعیل قزداری مکی

ابوداؤد سیبویہ بن اسماعیل بن داؤد قزداری سندی محدث تھے وہ مکہ مکرمہ میں مجاور تھے اور مکہ ہی میں انہوں نے تدریس حدیث کی' انہوں نے ابوالقاسم علی بن محمد بن عبداللہ بن یحییٰ بن طاہر حسینی' ابوالفتح رجا بن عبدالواحد اصفہانی' اور ابوالحسن یحییٰ بن ابی الحسن الرواسی حافظ سے سماعت کی۔ اور ۴۶۰ ہجری میں فوت ہوئے۔(۳۳۳)

سندی خواتین تاریخ اسلام کے صفحات پر

سندی خواتین تاریخ اسلام کے صفحات پر ایک عظیم حیثیت رکھتی ہیں' جس پر سندی قوم فخر کرسکتی ہے۔ نہ صرف سندی قوم بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے باعث افتخار ہے۔ ان میں سے بعض اہم کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

خولہ سندیہ والدہ ماجدہ محمد بن حنفیہ

ابن سعد نے محمد اکبر بن علی بن ابی طالب کا ذکر کیا ہے جو حنفیہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان کا نام خولہ بنت جعفر ہے۔ وہ یمامہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔ پھر سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے نکاح میں آئیں۔

عبداللہ بن حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ام محمد بن حنفیہ کو حضرت علیؓ کو عطا کیا۔

اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں کہ میں محمد بن حنفیہ کی والدہ جو دیکھا جو سندھی تھیں اور گندم گوں تھیں۔(۳۳۴)

ابن خلکان نے بھی محمد کی والدہ حنفیہ سندیہ کا ذکر کی اہے۔ خولہ بنت جعفر سندی الاصل تھیں۔ پھر چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں اور ان کے بیٹے کی والدہ ہیں۔(۳۳۵)

سلافہ یا غزالہ سندیہ والدہ امام زین العابدین

مورخین نے والدہ زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب کے نسب کی بابت اختلاف کیا ہے اور یہ اختلافی روایت ابن خلکان کی ہے۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق جو کہ ابن قتیبہ کی ہے۔ جس میں ذکر کی گیا ہے کہ علی زین العابدین کی والدہ سندیہ تھیں۔ اور ان کا نام غزالہ تھا۔

یہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب کی ایک سندی کنیز تھیں ان کا نام سلافہ بھی آیا ہے۔ انہی سے حضرت حسین کی اولاد کا سلسلہ چلا۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہوں نے زبید سے نکاح کرلیا۔ زبید حضرت حسین کے موالی تھے۔(۳۳۶)

سید سلیمان ندوی نے بھی یہی لکھا ہے کہ:

"اسلام کے بعد عربوں اور مسلمانوں میں نسبی حیثیت سے سب سے بڑا درجہ سادات یعنی سیدوں کا ہے۔ موجودہ سادات خاندانوں کا بہت بڑا حصہ حضرت امام حسین کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین کی نسل سے ہے۔" آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

"مورخوں میں سے بعض نے ان کو سندھ کی بتایا ہے۔"(۳۳۷)

یوں کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کے سب سے مقدس اور اشرف ترین خاندان کے پیدا کرنے میں سندھ کا بھی حصہ ہے۔

حیدان سندیہ والدہ زید بن علی زین العابدین

علی زین العابدین نے سندی باندی حیدان کو آزاد کیا اور اس سے عقد کرلیا' اور ان کے بطن سے دونوں صاحبزادے عمر اور زید پیدا ہوئے۔ ایک مرتبہ سیدنا علی زین العابدین کو خلیفہ عبدالملک بن مروان نے خط لکھا اور اس میں اپنی باندی کو آزاد کرکے اس سے شادی پر ان کو شرم دلائی۔ اس کے جواب میں امام علی زین العابدین نے یہ آیت لکھ کر روانہ کردی

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے بہترین اسوہ حسنہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ بنت حئی کو آزاد کرکے ان سے نکاح فرمایا تھا۔ آپ نے مولی زید بن حارث کو آزاد کیا تو انہوں نے زینب بنت جحش سے نکاح کیا۔ ھشام کی خلافت کے زمانے میں زید بن علی زین العابدین بذات خود تبلیغ کے لئے گئے اور قتل کردئے گئے۔(۳۳۸)

ملکہ لاڈی سندیہ زوجہ محمد بن قاسم

کہا جاتا ہے کہ ملکہ سندیہ لاڈی نے بھی راجہ داہر کی بیوہ تھی فتح سندھ کے بعد محمد بن قاسم سے شادی کرلی تھی۔

صاحب چچ نامہ ذکر کرتا ہے کہ قدیم مورخین ابو محمد ھندی سے اور وہ ابو مسعر غابی سے روایت کرتے ہیں کہ ۹۳ ہجری میں راور کے معرکہ میں راجہ داہر کی شکست اور قتل کے بعد راجہ داہر کی بیوہ ملکہ لاڈی قیدیوں کے ساتھ عرب فاتحین کے ہاتھ لگی۔ محمد بن قاسم نے اس کے اکرام کی خاطر اس کو فوراً خریدنے کا ارادہ ظاہر کیا اور والی عراق حجاج بن یوسف کو خط لکھ کر اجازت طلب کی۔ حجاج نے خلیفہ ولید بن عبدالملک سے اس طلب پر رائے مانگی، جب تک محمد بن قاسم نے اس کو خریدلیا تھا۔ پھر اس کو آزاد کرکے شرعی نکاح کرکے بیوی بنالیا۔(۳۳۹)

حسنہ بھانجی راجہ داھر

ابوایوب ہاشمی روایت کرتے ہیں کہ راور کے معرکہ میں عربوں کی فتح . جد ۹۳ ہجری میں محمد بن قاسم نے غنائم، قیدی اور راجہ داہر کا سر خلیفہ ولیہ کے پاس بھیجا۔ ان . یدوں کو کعب بن محارق راسبی لے کر گئے۔ ان قیدیوں میں ایک سندی امیرہ بھی تھی۔ جو راجہ دا ں بھانجی تھی، اور اس کا نام حسنہ تھا۔ بادشاہ نے اسکو دیکھ کر اظہار تعجب کیا اور کعب بن محارق راسبیو ما حسنہ تمہارے لئے ہے۔

کعب بن محارق راسبی نوجوان اور غیر دی شدہ تھے۔ وہ اسکو اپنے گھرلے گئے اور حسنہ سے نکاح کرلیا۔

یہ سندیہ امیرہ حسنہ عرب خواتین عالمات اور ادیبوں میں ایک نامی گرامی ادیبہ اور عالمہ بنی' خواتین ادیب اور عالمات ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور استفادہ کرتی تھیں۔ ان سے کسی اولاد کا علم نہیں ہوسکا۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ خلیفہ نے اپنے چچا زاد بھائی امیر عبداللہ بن عباس کو حسنہ ھبہ کر دی تھی۔(۳۴۰)

حبابہ سندیہ والدہ یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری

ابن قتیبہ نے ذکر کیا ہے کہ عمر بن ہبیرہ فزاری خلیفہ یزید بن عبدالملک کے عہد میں چھ سال تک حکومت میں رہے۔ حبابہ یزید بن عبدالملک کی سندی قیدی اور باندی تھیں۔ پھر عمر بن ہبیرہ کے پاس آگئیں اور انہوں نے ان سے شادی کرلی اور ان سے ان کی اولاد یزید' سفیان اور عبدالواحد پیدا ہوئے۔ یزید' مروان بن محمد کے دور خلافت میں پانچ سال تک عراق کے گورنر رہے۔(۳۴۱)

قاضی اطہر مبارکپوری نے لکھا ہے کہ یزید بن عمر کی سندیہ والدہ حبابہ جو خلیفہ یزید بن عبدالملک باندی تھیں۔ انہوں نے اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی' عرب اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے ان کے پاس بھیجتے تھے۔(۳۴۲)

سندیہ والدہ محمد بن اشتر

خلیفہ منصور عباسی کے عہد خلافت میں جب محمد بن عبداللہ بن محمد علوی نے خروج کیا تو ان کے بیٹے عبداللہ اشتر سندھ کے والی عمر بن حفص کے مشورے پر سندھ آگئے۔ یہاں آنے کی غرض و غایت محمد بن عبداللہ بن محمد علوی کی بیعت کے لئے راہ ہموار کرنا تھا۔ اسی دوران ان کو محمد علوی کے قتل کی خبر پہنچی تو عبداللہ اشتر نے سندھ سے روانگی کا خیال ترک کر دیا اور ایک سندی راجہ جو کہ منصورہ کے قریبی علاقے کا حاکم تھا۔ اس کے پاس چلے گئے۔ سندی راجہ نے اھل بیت نبویؐ کا فرد ہونے کے ناطے عبداللہ اشتر کا بہت اکرام کیا۔ عبداللہ اشتر وہاں کئی سال رہے۔ یہاں تک کہ خلیفہ منصور کے حکم سے ۱۵۱ ہجری میں قتل کر دئے گئے۔ یہاں عبداللہ اشتر نے ایک سندی خاتون سے شادی کرلی۔ جس کے بطن سے ایک بیٹا ہوا اس کا نام محمد رکھا گیا۔ اور جو ابن اشتر

کے نام سے معروف ہوا۔

راجہ نے اسے خلیفہ منصور کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ منصور نے محمد کو اس کے خاندان کے پاس مدینہ بھیج دیا۔(۳۴۳)

سندیہ والدہ سعید بن ھشام بن عبدالملک

خلیفہ ھشام بن عبدالملک کے بیٹے سعید کی والدہ بھی بلاد سندھ کی باندی تھیں۔

خمار قندھاریہ جاٹ

یہ خدیجہ بنت ہارون الرشید کی خدمتگار تھیں۔ ان کو آل یحییٰ بن معاد کی قید سے دو لاکھ درھم کے عوض خریدا گیا۔ پھر خلیفہ ہارون الرشید کی باندی بنیں اور خدیجہ کی خدمت پر مامور کی گئیں۔ غناء پر ان کو بہت عبور تھا اور بہت اچھا گاتی تھیں، سندھ کے علاقہ قندھار کی رہنے والی اور جاٹ قبیلہ کی فرد تھیں۔(۳۴۴) خمار قندھاریہ کی آواز اور موسیقت پر اہل فن فدا رہتے تھے۔ اور بار بار اس سے ترنم سے اشعار سنتے تھے۔

عجوز سندیہ بغدادیہ

یہ بغداد میں رہتی تھی۔ کتاب الحیوان میں اس کا ذکر یوں درج ہے کہ:

"ایک سندی بڑھیا اونٹ پر سوار ہوئی اور جب اونٹ کھڑا ہوا اور چلنے لگا تو وہ بڑھیا گھبرا گئی اور سندی زبان میں یوں بولی کہ اللہ اس اونٹ کا ستیاناس کرے یہ مجھ سے شرارت کر رہا ہے۔"(۳۴۵)

شھدہ طحانہ سندیہ بغدادیہ

یہ سندی خاتون بغداد میں رہتی تھی۔ دن میں لوگوں کو چکی پر آٹا پیش کر اپنی مالکن کو رقم ادا کرتی تھی۔ رات کو گھر والوں کی خدمت کرتی تھی۔ ایک مرتبہ سورج گرھن لگنے کے موقع پر سا کی مالکن نے کہا اے شھدہ! تو اللہ کے لئے آزاد ہے۔ پھر مختلف گفتگو کے بعد شھدہ نے کہا لاؤ مجھے چکی دو اب میں آزاد ہو گئی ہوں اور آٹا پینے کا کام کروں گی، میرے لئے ایک چکی کا بندوبست کر دو۔(۳۴۶)

عہد عرب میں سندھ سے متعلق اہم عربی کتب اور ان کے مصنفین کا احوال و تذکرہ

سندھ کی فتح سے پہلے بھی سندھ و عرب کے تجارتی روابط و تعلقات بت پہلے سے چلے آ رہے تھے۔ ھند کے علاقوں کی طرح سندھ میں بھی عرب مسلمان فاتح کی حیثیت سے نہیں بلکہ تاجر کی حیثیت سے آئے تھے' اور عرب چونکہ ابتدا" تاجر کی حیثیت سے آئے تھے' اس لئے ان کا تعلق خاص طور پر ان علاقوں سے زیادہ ہوا جہاں بندرگاہیں تھیں۔ سندھ میں یہ بندرگاہیں سندھ کے وسیع علاقے یعنی بلوچستان تک میں تھیں۔ عرب ایک تجارت پیشہ اور جہازراں قوم تھے۔ اس لئے ان کو ہمیشہ نئے نئے ملکوں کے حالات سے دل چسپی تھی۔ اسلام ظہور میں آنے کے بعد جب ان کا علمی دور شروع ہوا تو جغرافیہ و تاریخ سے ان کی دل چسپی نے علمی تحقیق و تفتیش کی شکل اختیار کرلی۔ ان میں بڑے بڑے مورخ سیاح اور جغرافیہ دان پیدا ہوئے۔

چنانچہ مسلمان سیاحوں' جغرافیہ دانوں اور بعض مورخوں نے بھی دیگر ممالک کے دور دراز کے اسفار کئے۔ اس طرح انہوں بلاد سندھ کا بھی سفر کیا۔ اس میں انہوں نے وہ تمام باتوں کا ذکر کیا ہے جو کچھ انہوں نے سندھ میں دیکھا وہ قدیم سندھ کی تاریخ کا نہایت اہم ماخذ ہیں۔ اور اس کی صحیح تصویر ہم کو انہیں کتب میں نظر آئے گی۔

چونکہ یہ تمام کتب نایاب ہیں اس لئے اس کی جانب توجہ بھی کم دی گئی۔

جاحظ ابو عثمان

جاحظ کا نام عمر بن بحر بن محبوب معتزلی' اس کی کنیت ابو عثمان' اور لقب حافظ اور وطن بصرہ ہے۔ جاحظ نے ابویوسف قاضی اور ثمامہ بن اشرس سے روایت کی ہے اور اس سے ابولعیناء اور یموت بن مزرع بن اخنہ نے روایت کی ہے۔ یہ عربی زبان کا مشہور اور بے مثل انشاء پرداز' صاحب طرز ادیب' فلسفی' اور متکلم تھا اور ذہانت و طباعی اور جودت طبع میں بے نظیر تھا۔

تحریر و تقریر میں موتی بکھیرتا تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ:

پہلے اور بعد کے لوگوں میں جاحظ سے بڑا کوئی فصیح و ادیب نہیں گزرا۔

ابو ھفان کا کہنا ہے کہ:

اس سے زیادہ علم و فن کا شائق میں نے کسی کو دیکھا نہ سنا۔

جاحظ بے شمار چھوٹی بڑی کتابوں کا مصنف اور عباسی دور سلطنت میں ادیبوں اور انشاء پردازوں کا امام سمجھا جاتا تھا۔ اس کی مشہور کتابوں میں ' البیان والتبیین' کتاب الحیوان' کتاب الجمال' کتاب التاج' کتاب البخلاء اور رسائل وغیرہ شامل ہیں۔

ابن خلدون نے البیان والتبیین کے متعلق لکھا ہے کہ ہماری درسگاہوں کے اساتذہ اسے فن ادب کی چار اہم اور امہات کتب میں شمار کرتے تھے۔ بصرہ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے اسے سندھ کے ساتھ کافی تعلق تھا۔ وہ اس لحاظ سے عربی کا سب سے قدیم مصنف ہے جس نے اپنی تصانیف میں سندھ کا ذکر کیا ہے۔

جاحظ ۲۵۵ ہجری میں فالج میں مبتلا ہو کر واصل بحق ہوا۔(۳۵۰)

جاحظ اپنی کتاب "رسالہ فخر السودان علی البیضان" میں ایک جگہ لکھتا ہے۔

"اور لوگوں کا بیان ہے کہ حبشیوں کے مفاخر میں ان کا حسن خلق اور خوش گلوئی ہے لیکن یہ چیز تمہیں سندھ کی باندیوں اور عورتوں میں ملے گی اور سندھ کے لوگوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ سندھی غلاموں سے بہتر پکانے والے نہیں ملتے۔ انہیں فطری طور سے کھانا پکانے کا ذوق ہوتا ہے۔ اور ھندوستان والوں کے لئے باعث فخر یہ بھی ہے کہ صراف اور روپیہ کا کاروبار کرنے والے اپنی تھیلیاں اور خزانے صرف سندھیوں اور ان کی اولاد کے سپرد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سندھیوں کو سب سے زیادہ صراف کے کاموں کا ماہر قابل اطمینان اور ایماندار سمجھتے ہیں۔

روم و خراسان والوں کو کوئی اپنے خزانے کی کنجیاں نہیں دیتا۔ لوگ برکت کے لئے بھی سندھیوں کو اپنا خزانچی بناتے ہیں۔ کیونکہ بصرہ والوں نے جب دیکھا کہ فرج ابو روح سندھی نے اپنے مالک کے لئے بڑی دولت اور جائیداد پیدا کی ہے تو ہر شخص سندھی افراد لینے کی خواہش ظاہر کرنے لگا۔(۳۵۱)

خرداذبہ

ابن خرداذبہ کا نام عبیداللہ' کنیت ابوالقاسم' باپ کا نام عبداللہ' دادا کا نام احمد اور پردادا کا نام خرداذبہ تھا۔ اصلی وطن خراسان تھا اور بغداد مسکن تھا۔ اس کے پردادا خرداذبہ مجوسی تھے۔ مگر برامکہ کے ہاتھوں پر اسلام لائے۔ ابن خرداذبہ عباسی خلیفہ معتمد کے زمانہ میں ڈاک اور خفیہ اطلاعات کے محکمہ کا افسر تھا اور اس کے خاص مصاحبوں اور ندیموں میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے کئی کتابیں لکھی تھیں۔ مگر ان میں سب سے مشہور کتاب "المسالک والممالک" ہے۔ جو عربی زبان میں جغرافیہ کی پہلی کتاب ہے۔

اس میں بغداد سے مختلف ملکوں کی آمد و رفت کے راستوں اور مسافتوں کے علاوہ دوسری تاریخی معلومات بھی تحریر ہیں۔ اور سندھ و ھند کے بحری و بری راستوں اور یہاں کی مختلف اقوام کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

ابن خرداذبہ نے یہ کتاب تیسری صدی ہجری کے وسط میں لکھی ہے۔ اس کی پیدائش ۲۱۱ ہجری میں اور وفات ۳۰۰ ہجری میں ہوی۔(۳۵۲)

ابن خرداذبہ نے "المسالک و الممالک" میں مختلف شہروں کے درمیان فاصلوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"فہرج سے مکران کے علاقہ طاہران کا فاصلہ تیس میل' پھر باسور نجان اور خرون کا فاصلہ بیالیس میل' پھر قریہ یحیٰ بن عمرو کا تیس میل' پھر ہزارہ کا تیس میل' پھر مدر کا تیس میل' پھر بوسارہ کا ستائیس میل' پھر ورک باموبہ کا ستائیس میل' پھر تعجین کا تیس میل' پھر تعجین سے بلوچوں کی شاہراہ کا تیس میل' پھر نمک کے پہاڑ کا اٹھارہ میل' پھر تحل کا ستائیس میل' پھر قلمان کا اٹھارہ میل' پھر سرائے خلف کا بارہ میل' پھر قنزپور کا نو میل' پھر حلبس کا جو قندابیل کے راستہ پر ایک صحراء ہے ساٹھ میل' پھر داران کا تیس میل' پھر حبشیہ کا تیس میل' پھر قصدار کا تیس میل' قصدار سے جور کا ایک سو بیس میل' پھر اسروشان کا ایک سو بیس میل' پھر قریہ سلیمان بن سمیع کا چوراسی میل' اور قریہ سلیمان سے منصورہ کا فاصلہ دوسو چالیس میل ہے۔

گویا مکران سے منصورہ کا فاصلہ ایک ہزار چوہتر میل ہے اور یہ راستہ جاٹوں کے علاقے سے گزرتا ہے جو راستے میں امن و امان کے محافظ اور ذمہ دار ہیں۔ سجستان کے شہر زرنج سے ملتان کا فاصلہ دو مہینہ میں طے

ہوتا ہے۔ اور ملتان کو فرج بیت الذھب بھی کہتے ہیں"۔(۳۵۴)

آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

"ارمز سے ثارا کا ایک ہفتہ کا راستہ ہے اور یہی ایران و سندھ کی درمیان سرحد ہے۔ ثارا سے دیبل آٹھ دنوں کا راستہ ہے اور دیبل سے چھ میل کا فاصلہ پر دریائے سندھ کا دھانہ ہے۔

سندھ سے قسط' نیزہ' بید اور بانس وغیرہ برآمد ہوتا ہے۔

دریائے سندھ سے اوتکین کا چار دن کا راستہ ہے اور یہیں سے ھند کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ سندھ کی پہاڑی زمینوں میں بید اور نیزے یعنی پتلے بانس پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں سے چھ میل کے فاصلہ پر مید قوم کے قزاق اور ڈاکو کی جائے پناہ ہے"۔(۳۵۵)

آگے لکھتا ہے کہ:

"تجار دریائے دجلہ میں جہازوں پر سوار ہو کر ابلہ جاتے ہیں اور ابلہ سے عمان پھر سندھ' ھند اور چین روانہ ہو جاتے ہیں اور یہ سارے ممالک ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔"(۳۵۶)

ابن خرداذبہ دریائے سندھ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"دریائے سندھ کا مخرج شقنان کا ایک پہاڑ ہے اور یہ دریائے جیحوں کی ایک شاخ ہے۔ ھند کے بعض علاقے اس کی طرف منسوب ہیں۔ یہ منصورہ سے گزرتا ہے اور اپنے معاون دریاؤں سمیت بحر مشرق میں جا کر گر جاتا ہے۔(۳۵۷)

ابوزید حسن سیرافی

ابوزید حسن سیرافی تیسری صدی ہجری کا ایک سیاح اور تاجر ہے اور خلیج فارس کی مشہور بندرگاہ سیراف کا رہنے والا تھا۔ یہیں پر مشہور مورخ اور سیاح مسعودی سے اس کی ملاقات ہوئی' یہ سیراف سے ھندوستان اور چین کے درمیان بحری اور تجارتی سفر کیا کرتا تھا۔

اس نے مسلمان تاجر کے سفرنامہ کا تیس سال بعد تکملہ لکھا تھا۔ اس نے سندھ و ھند کے رسم و رواج کے حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کی معلومات کی بنیاد چشم دید واقعات یا پھر مشرق اقصیٰ کا سفر کرنے والے دوسرے سوداگروں کے بیانات ہیں۔

ملتان کا ذکر کرتے ہوئے سیرانی لکھتا ہے کہ:

"منصورہ کے قریب ملتان میں جو مشہور بت ہے اس کی زیارت کے لئے لوگ کئی کئی مہینہ کا سفر طے کر کے آتے ہیں اور اپنے ساتھ عود ھندی (خوشبو) لاتے ہیں۔ جو کہ قامرون کا ہوتا ہے۔ لوگ اسے بت پر دھونی دینے کے لئے لاتے ہیں۔ اور مہنتوں کے حوالے کر دیتے ہیں' بعض اقسام کے ایک من عود کی قیمت دو سو دینار ہوتی ہے۔ اس کی بعض قسمیں اتنی نرم ہوتی ہیں کہ اگر اس پر انگھوٹھی سے مہر لگائی جائے تو عود پر اس کی چھاپ آ جاتی ہے"۔(۳۵۸)

"قدیم زمانے میں ھندوستان میں سندھی دینار برآمد کئے جاتے تھے۔ اور ایک سندھی دینار تین یا اس سے زائد دینار میں فروخت ہوتا تھا"۔(۳۵۹)

بلاذری

بلاذری کا نام ابوبکر احمد بن یحیٰ بن جعفر بغدادی بلاذری اور کنیت ابو جعفر یا ابوالحسن تھی۔ یہ بغداد کا رہنے والا تھا۔ بغداد ہی میں پرورش پائی اور یہیں کے اکابر سے علوم کی تحصیل کی۔ عباسی خلفاء متوکل' **مستعین**' اور مستنصر کے دربار میں باریاب تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہارون الرشید کے عہد میں مصر کے صاحب بیت المال **خصیب** کا سیکرٹری تھا۔

بلاذری جغرافیہ' تاریخ' ادب روایت و انساب کا ماہر تھا اور شاعر بھی تھا۔ اس کے کثیر التعداد شاگردوں میں ندیم صاحب کتاب **الفهرست** اور جعفر بن قدامہ صاحب کتاب الخراج جیسے لوگ تھے۔

اس کی مشہور کتابوں میں انساب الاشراف و اخبار بیس جلدیں هم ناتمام اور دوسری فتوح البلدان ہے۔ جس میں فتوحات سندھ کا تذکرہ ہے۔ نیز بلاد سندھ کے متعلق بعض سیاسی اور تاریخی معلومات بھی دی گئی ہیں۔

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ فتوح البلدان کو تمام مورخوں نے مستند حوالہ بیان کیا ہے اور اس سے تاریخی

حوالہ جات اخذ کئے ہیں۔

بلاذری نے فتوحات پر چھوٹی بڑی دو کتابیں لکھی تھیں۔ یہ جو کتاب ہم تک پہنچی ہے یہ چھوٹی کتاب ہے۔ بڑی کتاب وہ مکمل نہیں کرسکا۔

حاجی خلیفہ بھی اس بات کی تائید کرتا ہے اس نے لکھا ہے کہ:

بلاذری نے مرنے سے پہلے بڑی کتاب کے لئے بہت سا مواد جمع کیا تھا۔ جس سے چالیس جلدوں کی ایک عظیم الشان کتاب مرتب ہوتی' ساری عمر جمع و تصنیف میں بسر کرنے کے بعد زندگی کے آخری دنوں میں اس نے بلا قصد کوئی ایسی چیز کھالی جس کا اثر یہ ہوا کہ اس پر جنون کے دورے پڑنے لگے۔ اس حالت میں کیفیت یہاں تک پہنچ گئی کہ لوگ اسے شفاخانے میں باندھنے پر مجبور ہوگئے۔

بلاذری نے ۲۷۹ ہجری میں وفات پائی۔(۳۶۰)

بلاذری نے ھوذہ بن خلیفہ' عبداللہ بن صالح عجلی' عفان' ابو عبید' علی بن مدینی' خلف بن ھشام' شیبان بن فروخ' ھشام بن عمار کی سماعت کی۔

ان سے یحیٰ بن منجم' احمد بن عمار' جعفر بن قدامہ' یعقوب بن نعیم قرقارہ اور عبداللہ بن ابی سعد وراق نے روایت کی۔

سندھ کا ابتدائی دور سے تذکرہ کرتے ہوئے بلاذری لکھتا ہے کہ:

"علی بن محمد بن عبداللہ بن ابوسیف نے ہمیں بتایا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ۱۵ ہجری میں عثمان بن ابو العاص ثقفی کو بحرین اور عمان کی ولایت پر مقرر کیا۔ عثمان ثقفی نے اپنے بھائی حکم کو بحرین بھیجا اور خود عمان جاکر ایک لشکر تھانہ بمبئی کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ لشکر وہاں سے کامیاب واپس آیا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی' حضرت عمر نے جواب میں تحریر فرمایا کہ ثقیف کے بھائی! تم نے تو ایک کیڑے کو لکڑی پر چڑھا دیا' بخدا اگر وہ لوگ ہلاک ہو جاتے تو میں تمہاری قوم سے ایسے ہی آدمی لے لیتا۔ حکم نے اپنے بھائی مغیرہ کو خلیج دیبل کی طرف بھیج کر خود بھروچ پر چڑھائی کر دی اور دشمن کے مقابلے میں کامیاب

رہے۔

پھر آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

عبداللہ نے حکیم بن جبلہ عبدی کی قیادت میں ایک وفد بلاد سندھ کی طرف بھیجا جب حکیم واپس ہوئے تو عبداللہ نے انہی کو حضرت عثمانؓ کی جانب بھیج دیا۔ حضرت عثمان نے پوچھا کہ اس ملک کا کیا حال احوال ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے خوب چل پھر کر اس ملک کا احوال دیکھا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا پھر کیفیت بیان کرو۔

حکیم بولے "وہاں پانی کم' پھل خراب اور چور بہادر ہیں۔ اگر فوج کم ہوگی تو ہلاک و برباد ہو جائے گی' اگر زیادہ ہوگی تو بھوکوں مرجائے گی۔ حضرت عثمان نے کہا کہ تم احوال بیان کر رہے ہو یا قافیہ بندی کر رہے ہو"۔

اس کے بعد حضرت علیؓ کے دور میں سندھ کی فتوحات کا پھر بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں سندھ کے والیان اور یہاں کی سیاست اور داخلی کیفیت کا بلاذری نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ ہم اپنے اس پیش نظر مقالہ میں بہت سے مقامات پر بلاذری کے حوالہ سے بار بار گفتگو کر چکے ہیں۔(۳۶۱)

یعقوبی

اس کا نام احمد بن یعقوب بن جعفر ہے۔ یہ عباسی سلطنت میں دفتر انشاء کا افسر اعلیٰ تھا۔ اس نے مشرق و مغرب اور اسلامی سلطنت کے اکثر ممالک کی سیرو سیاحت کی تھی۔ اور بلاد سندھ و ھند میں بھی آیا' اس کی دو مشہور کتابیں ہیں۔ ان کتب میں سندھ کا تذکرہ موجود ہے اور مسلمانوں کی فتوحات کے ضمن میں سندھ پر ان کے حملوں کا بھی تذکرہ ہے۔

یہ پہلا مسلمان مورخ ہے جس نے تمام دنیا کی عربی میں تاریخ لکھی تھی۔ یعقوبی کا انتقال ۲۸۴ھ میں ہوا۔(۳۶۲)

احمد بن یعقوب بن جعفر "تاریخ یعقوبی" کی جلد اول میں لکھتا ہے کہ:

"وہ پہلی کتاب بھی جسے سِدھانت سندھ و ھند یعنی دھرا لدھور کہتے ہیں جبھرا اور مجسطی اسی کا اختصار ہیں۔ پھر اس سے دوسری مختصرات اور جنتری وغیرہ تیار کی گئی ہیں۔"(۳۶۳)

"اہل ھند کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو حمل کے پہلے دقیقہ میں پیدا کیا ہے اور یہی دنیا کا پہلا دن ہے پھر ستاروں کو اس مقام سے پلک کے جھپکنے سے بھی کم دقیقہ میں چلایا اور ہر ستارے کی ایک متعین و معلوم رفتار مقرر کی۔ یہاں تک کہ وہ سب سندھ و ھند کے چند دنوں کو پورا کرکے اس مقام میں پہنچ جاتے ہیں جس میں پیدا کئے گئے تھے۔ اس کے بعد اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔"(۳۶۴)

ابن فقیہ ھمذانی

اس کی کنیت ابوعبداللہ، نام احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم ہمدانی ہے اور ابن فقیہ کے نام سے معروف ہے۔ تیسری صدی ہجری کے آخر کا انشاء پرداز اور جغرافیہ دان ہے۔

ابن ندیم اور یاقوت حموی نے اس کی کئی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے، لیکن اس کی کتاب صرف "کتاب البلدان" ملتی ہے۔ جو خلیفہ معتضد کی وفات کے بعد تصنیف کی گئی تھی۔

اس میں مشرق و مغرب کے ملکوں کی طرح ھند و سندھ کے شہروں اور دریاؤں کے متعلق معلومات بھی درج ہیں۔

ابن ندیم کا بیان ہے کہ یہ کتاب بعض متقدمین اور جیہانی وزیر خراسانی کی کتاب "المسالک و الممالک" سے ماخوذ ہے۔ اور جیہانی کتاب حوادث زمانہ کی نذر ہوگئی، اس لئے اسے اس کے قائم مقام سمجھنا چاہئے۔ ابن فقیہ کے اکثر حالات کی طرح اس کی پیدائش اور وفات کا سن بھی نامعلوم ہے۔(۳۶۵)

ابن فقیہ کتاب البلدان میں لکھتا ہے کہ:

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ سندھ و ھند کے درمیان ایک مقام کنام آتا ہے جہاں تانبے کے ایک ستون پر تانبے ہی کی ایک بطخ بنی ہوئی ہے۔ جب محرم کا دن آتا ہے تو وہ اپنے بازو پھیلاتی ہے اور چونچ کھول دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے اتنا پانی بہنے لگتا ہے کہ وہ ان کی کھیتوں اور مویشیوں کے لئے آئندہ سال تک کافی ہوتا ہے۔"

بات محض افسانہ معلوم ہوتی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں' آگے تجارت کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

"سندھ کے اطراف سے بید اور بانس لنکا سے نرم اور باریک پردے' خراسان سے نیزہ' عمان سے ہیرے اور یاقوت۔

اس طرح گینڈے' مور' طوطے' سندھی مرغیاں اور دوسرے انواع و اقسام کی چیزیں اور خوشبوئیں یہاں لائی جاتی ہیں۔"

مدائنی کا بیان ہے کہ عراق کی حکومت ھیت سے شروع ہوتی ہے اور چین و سندھ و ھند تک چلی جاتی ہے۔
اسی طرح رے' خراسان' دیلم' جیلان' جبال اور اصفہان وغیرہ بھی عراق کے تابع ہیں۔
جو شخص عراق کا والی ہوتا تھا وہی بصرہ' کوفہ' اھواز' فارس و کرمان' ھند' سندھ' سجستان' طبرستان اور جرجان کا بھی والی ہوتا تھا۔(۳۶۶)

آگے لکھتا ہے کہ:

"مکران کے پہلے علاقے سے سندھ کے شہر منصورہ تک کا فاصلہ تین سو پچاس فرسنگ اور سجستان کے شہر زرنج سے ملتان دو ماہ کی مسافت پر واقع ہے۔(۳۶۷)

آگے لکھتا ہے کہ:

"ملک سندھ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت بخشی ہے کہ وہاں طرح طرح کی خوشبوئیں' اور جواہرات جیسے یاقوت' الماس' قیمتی پتھر' گینڈا' ہاتھی' مورعود' عنبر' لونگ' سنبل' خولنجان' دارچینی' ناریل' ہڑ' توتیا' بید' صندل' ساگوان کی لکڑی' سیاہ مرچ اور بہت سی عجیب و غریب چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔(۳۶۸)

ابن رستہ

اس کا نام احمد بن عمر بن رستہ ہے اور کنیت ابو علی ہے۔ اگرچہ ابن رستہ بلاد سندھ نہیں آیا مگر اس نے اپنی کتاب "الاعلاق النفسیہ" میں زمین کے عجائبات اور ملکوں کے حالات کے سلسلہ میں بلاد سندھ و ھند کے

حالات و خصوصیات اور یہاں کی تہذیب و تمدن اور معاشرت کے طریقوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے کئی حصہ ہیں مگر اب تک صرف ایک حصہ ہی شائع ہوا ہے۔(۳۶۹)

ابن رستہ کی پیدائش و وفات کا سن معلوم نہیں ہوسکا۔ مگر وہ تیسری صدی ہجری کا جغرافیہ دان اور ابن فقیہ ہمدانی کا ہم عصر ہے۔ اس نے یہ کتاب ۲۹۰ ہجری میں لکھی تھی۔

ابن رستہ لکھتا ہے کہ:

"اور دریائے سندھ شققان کے پہاڑوں سے نکل کر سمندر میں ملتا ہے اور یہی منصورہ کا دریا ہے۔(۳۷۰)

یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ شققان سے مراد کونسا پہاڑ ہے۔

ملتان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"ملتان وہ شہر ہے جہاں سے دریائے سندھ الگ ہوتا ہے۔ یہ دریا دریائے دجلہ کی مانند اور اس سے بڑا ہے۔ ملتان میں ایک قوم ہے جس کا خیال ہے کہ وہ سامہ بن لوئی کی ایک شاخ بنومنبہ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے، یہی قوم ملتان میں حکمران ہے۔ اور خلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھتی ہے۔ یہ سندھ کے شہر منصورہ کے قریب ہے، اور ملتان میں ایک بت ہے جس کی آمدنی بہت زیادہ ہے اور بنومنبہ ہی اس کی آمدنی اور دوسرے تمام سامانوں کے مالک ہیں"۔(۳۷۱)

پھر آگے تفصیل سے ملتان کے اس بت خانے کا تذکرہ ہے۔

بزرگ بن شہریار

یہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے اوائل کا ایک ایرانی جہازراں تھا۔ جو اپنے جہاز عراق کی بندرگاہ سے سندھ و ہند کے ساحلوں اور جزیروں سے چین اور جاپان تک لاتا اور لے جاتا تھا۔ اس نے عجائب الھند کے نام سے اپنے اور اپنے دوسرے ساتھیوں اور سیاحوں کے دریائی مشاہدات عربی میں لکھے تھے۔ اس نے اپنے اس مشاہدات و تاثرات میں مختلف جوگیوں اور بیراگیوں کی ریاضتوں کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ جن میں سے بعض

باتیں بعید از قیاس اور مافوق الفطرت ہیں۔ بزرگ بن شہریار کا سن پیدائش اور وفات تفصیل سے نہیں ملتے۔

بزرگ بن شہریار عجائب الھند میں لکھتا ہے کہ:

"ابو محمد حسن بن عمرو نے بصرہ میں ایک عجیب واقعہ بیان کیا۔ وہ ۲۸۸ ھجری میں جب منصورہ میں مقیم تھے تو وہاں کے ایک ثقہ اور معتبر بزرگ نے ان کو بتایا کہ ایک راجہ نے جس کا نام مہروک بن رائق تھا۔ ۲۷۰ ہجری میں امیر منصورہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو خط لکھ کر فرمائش کی کہ ھندی زبان میں اس کے لئے اسلامی احکام و قوانین کی تشریح و تفسیر کی جائے' عبداللہ نے منصورہ کے ایک آدمی کو جو عراق کا رہنے والا نہایت ذھین ہوشیار اور شاعر بھی تھا۔ اپنے ہاں بلایا' اس شخص کی پرورش و پرداخت سندھ میں ہوئی تھی۔ اس لئے وہ یہاں کی مقامی زبانیں اچھی طرح جانتا تھا۔ امیر نے اس سے راجہ الور کی فرمائش بتائی' تو اس نے ایک قصیدہ تیار کیا' اور اس میں وہ تمام باتیں جو راجہ چاہتا تھا۔ بیان کر دیں اور اس کو راجہ کے پاس بھیج دیا' جب وہ راجہ کے سامنے پڑھا گیا تو اس نے اسے بے حد پسند کیا اور عبداللہ کو خط لکھا کہ اس قصیدہ نگار کو اس کے پاس بھیجا جائے تو عبداللہ نے اس عالم و شاعر کو راجہ کے پاس بھیج دیا۔ وہ راجہ کے پاس تین سال تک رہا۔ جب وہاں سے واپس آیا تو عبداللہ نے راجہ کا حال پوچھا تو اس نے پورا احوال بیان کر دیا اور کہا کہ جب وہ راجہ کے پاس سے رخصت ہوا تو اس وقت راجہ دل و زبان دونوں سے اسلام قبول کر چکا تھا۔ لیکن حکومت چھن جانے کے خوف سے اس نے قبول اسلام کا اعلان نہیں کیا ہے۔"

دریائے سندھ کے ذریعہ تجارت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"حسن بن عمرو کا بیان ہے کہ انہوں نے منصورہ میں کشمیر کے لوگو کو دیکھا کہ وہاں سے دریائے مہران (سندھ) میں کشتیوں میں سوار ہو کر قسط ھندی کی گانٹھیں لے کر منصورہ آتے ہیں۔ جبکہ منصورہ اور کشمیر کے درمیان خشکی کا راستہ ستر دنوں کا ہے اور دریائے سندھ چڑھاؤ کے زمانہ میں دجلہ و فرات کی طرح تیزی سے بہتا ہے۔ دریائے سندھ سے سفر کرتے ہوئے وہ چالیس

دنوں میں منصورہ کی بندرگاہ پہنچ جاتے ہیں۔(۳۷۲)

سلیمان تاجر

سلیمان تاجر دراصل ایک تاجر تھا جو عراق کی بندرگاہ سے چین اور مشرق اقصیٰ میں جایا کرتا تھا۔ اس آمد و رفت اور تجارت کے سلسلہ میں اس نے ہندوسندھ کے پورے ساحل کا چکر لگایا اور اس نے اپنے اس سفرنامہ میں ھند کی تہذیب و معاشرت تمدن و سیاست اور یہاں کے راجاؤں کے بعض تعزیری قوانین کا جائزہ لیا ہے۔ اس کی بیشتر معلومات چشم دید ہیں۔

یہ تیسری صدی ہجری کا سیاح ہے یہ سفرنامہ اس نے ۲۳۷ ہجری میں لکھا تھا' اس کی پیدائش اور وفات کا سن معلوم نہیں ہوسکا۔ اس کا سفرنامہ سلسلہ التواریخ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

اس سفرنامہ میں سلیمان تاجر نے زیادہ تر اس خطہ کا تذکرہ کیا ہے جو ھند پر محیط ہے۔

بعض جگہ سندھ کا تذکرہ بھی کرتا ہے۔ مثلاً"

"اور سندھ کے لوگ لنگیاں بھی استعمال کرتے ہیں اور مرد و عورت سونے کے زیور و جواہرات اور کنگن پہنتے ہیں۔(۳۷۳)

مسعودی

مسعودی کا نام علی بن حسین بن علی' کنیت ابوالحسن' اور وطن بغداد تھا۔ ان کا خاندانی سلسلہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود سے ملتا ہے۔' اس لئے یہ مورخ مسعودی کہلاتا ہے۔ مسعودی معتزلی تھے۔ یہ ایک بلند پایہ مورخ' جغرافیہ نویس اور سیاح کی حیثیت سے مشہور ہے۔ اس نے اپنی عمر کے پچیس سال سیاحت میں گزار دئے' اس نے اپنے وطن بغداد سے اپنا سفر شروع کیا۔ اور عراق' شام' آرمینیا' روم' افریقہ' سوڈان' اور حبش کے علاوہ چین' تبت' بلاد سند و ھند اور لنکا بھی آیا۔

اس نے جو بعض تاریخی اور جغرافیائی معلومات تحریر کی ہیں۔ وہ اس سے پہلے مورخین اور جغرافیہ نویسوں کے ہاں نہیں ملتے۔ اس کی متعدد کتب میں دو کتب تاریخی نوعیت کی ہیں۔

مروج الذھب، معادن الجوہر اور التنبیہ والا شراف مدون کتابیں ہیں۔

مروج الذھب نہایت معلوماتی اور پر مغز تصنیف ہے۔ اگرچہ یہ تاریخ اسلام ہے لیکن اس کے مقدمے میں دنیا کے تمام اقوام کی جمالی تاریخ ہے۔ اس سلسلہ میں سندھ کا ذکر یہاں کے شہر اور دریاؤں سے متعلق مفید معلومات درج ہیں۔ مسعودی نے ۳۳۱ ہجری میں سیرو سیاحت ختم کرنے کے بعد اس کو تحریر کیا ہے۔

آخری عمر میں مسعودی نے مصر میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

۳۴۵ ہجری میں فسطاط آیا اور ۳۴۶ ہجری میں وہیں وفات پائی۔(۳۷۴)

مسعودی سندھ اور اس کے اطراف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"ھند ایک بڑا اور وسیع ملک ہے اور پہاڑی علاقوں پر مشتمل ہے، یہ ملک جاوا کی سلطنت سے ملا ہوا ہے۔ جاوہ جزیرہ کے راجہ مہراج کا دارالسلطنت اور ھندو چین کی حکومتوں کے درمیان حد فاصل بھی ہے۔

دوسری طرف یہ ملک خراسان اور سندھ سے تبت تک چلے جانے والے پہاڑوں سے متصل ہے"۔(۳۷۵)

آگے لکھتا ہے کہ:

"ھفت اقالیم میں اقلیم دوم سندھ، ھند اور سوڈان ہے۔ ان ملکوں کا برج جدی اور سیارہ زحل ہے۔

دریائے سندھ اور گنگا بڑے بڑے دریا ہیں۔"(۳۷۶)

مزید لکھتا ہے کہ:

"دریائے سندھ کے بالائی علاقوں میں سے یہ دریا چشموں میں سے نکلا ہے۔ اور ملتان تک چلا گیا ہے، یہاں اس کا نام مہران پڑگیا ہے اور ملتان سونے کی سرحد کہلاتا ہے۔"

ملتان کے بعد دریائے سندھ منصورہ سے گزرتا ہوا دیبل کے قریب سمندر میں جاگرتا ہے۔(۳۷۷)

"مکران کے بعد سمندر کے کنارے تیز، مکران، اور پھر ساحل سندھ آتا ہے۔ یہیں دریائے سندھ آکر گرتا

ہے اور یہیں دیبل کا شہر ہے جس کا ساحل ھند سے ملا ہوا ہے جو بھڑوچ کے علاقے تک چلا گیا ہے۔ اور بھڑوچ کی طرف بھڑوجی نیزے منسوب ہیں۔

فارس، مکران اور سندھ وغیرہ کے ساحلوں کے مقابلہ میں بحرین، قر، عمان، راس جمعہ تک جس میں شجرو احقاف واقع ہیں پڑتے ہیں اور اس میں بہت سے جزائر ہیں۔(۳۷۸)

تجارت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"بلاد ھند، خراسان، منصورہ اور ملتان کے قریب بلاد سندھ سے ملا ہوا ہے ان کے درمیان قافلے برابر آتے جاتے رہتے ہیں۔"(۳۷۹)

مسعودی منصورہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"منصورہ کے حکمرانوں اور قاضی ابوالشوارب کے گھرانے میں تعلقات اور رشتہ داری و قرابت تھی۔ ہمارے زمانے میں منصورہ کے حکمران جن کے ہاتھ میں زمام حکومت ہے ھبار بن اسود کی نسل میں سے ہیں جو بنو عمر بن عبدالعزیز قریشی کہلاتے ہیں۔ منصورہ میں ان کی حکومت ہے۔

یہاں سے دریائے سندھ گزرتا ہے۔ اس کا نام مہران ہے اور یہاں سے اس کی دو شاخیں ہو جاتی ہیں اور آگے بڑھ کر منصورہ کے علاقے شاکرہ میں بحرھند سے مل جاتی ہیں۔ یہاں سے دیبل کا فاصلہ صرف دو دن کا ہے"۔

آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

منصورہ کی طرف منسوب آبادیوں اور موضعات کی تعداد تین لاکھ ہے۔

یہاں کھیتی اور درختوں کی کثرت ہے اور آبادی مسلسل ہے اور مید قوم کی دوسری سرحدی اقوام سے جنگ رہا کرتی ہے۔ مید سندھیوں کی ایک قوم ہے جو وادی سندھ میں آباد ہے۔

ملتان بھی سندھ کی سرحد پر ہے۔(۳۸۰)

مروج الذھب کی جلد دوم، سوم، چہارم میں بھی بلاد سندھ کا تذکرہ موجود ہے۔

جس کے مختلف حوالے ہم نے اپنے مقالے میں جابجا دیئے ہیں۔

کتاب التنبیہ والاشراف از مسعودی

مسعودی کی کتاب مروج الذہب کے علاوہ "التنبیہ والاشراف" میں بھی سندھ کا تذکرہ موجود ہے۔

"ھندوستان کی حدود میں ایک طرف مشرق سے ملا ہوا سمندر ہے۔ دوسری طرف حجاز سے ملحق سمندر ہے۔ تیسری جانب ملک سندھ کا علاقہ منصورہ کا ساحل شہر دیبل اور چوتھی سمت میں چین ہے۔" (۳۸۱)

مطہر بن طاہر مقدسی

مطہر بن طاہر مقدسی بیت المقدس کے ایک فاضل عرب فلسفی گزرے ہیں۔ علم کلام اور فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے تھے۔

ان کی تصنیفات میں ایک یادگار تصنیف "البدء و التاریخ" ہے۔ (۳۸۲)

اس کی چوتھی جلد میں سندھ و ھند کے سمندروں' دریاؤں کے حالات ملکی اور جغرافیائی خصوصیات بھی درج ہیں۔ افسوس کہ مطہر مقدسی کے زیادہ حالات معلوم نہ ہو سکے' تاہم ان کا زمانہ چوتھی صدی ہجری کا وسط ہے۔

البدء والتاریخ کی چوتھی جلد میں مصنف لکھتا ہے کہ:

"اور سندھ کے بڑے شہروں میں قنوج' قندھار اور سندان وغیرہ ہیں۔ ان کے علاوہ ساحلوں اور شہروں اور گاؤں میں بھی کثیر آبادی ہے۔ (۳۸۳)

اس کے علاوہ بھی بعض دیگر مقامات پر سندھ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور دریائے سندھ کا تذکرہ بھی آیا ہے۔

اصطخری

اس کا نام ابراہیم بن محمد' کنیت ابواسحق' اور ایران کے شہر اصطخر کی نسبت سے **اصطخری** تھا۔ یہ ایک جغرافیہ نویس اور سیاح تھا۔ اور ایشیاء کے اکثر ملکوں کی اس نے سیرو سیاحت کی تھی اور یہ بلاد سندھ میں ۳۴۰ ہجری میں آیا تھا۔ اور یہیں اس کی ملاقات اس کے ہم عصر سیاح "ابن حوقل" سے ہوئی تھی جغرافیہ میں اس کی

دو کتابیں ہیں، "کتاب الاقالیم" اور "المسالک و الممالک" کتاب الاقالیم میں دوسرے ملکوں اور علاقوں کی طرح سندھ کا بھی نقشہ ہے۔"

المسالک و الممالک میں عرب و ایران، ماوراء النہر، افغانستان، سندھ اور ھند کے مفصل حالات درج ہیں۔
اس کی پیدائش اور وفات کا معلوم نہیں ہوسکا۔ لیکن وہ چوتھی صدی ہجری کے وسط میں موجود تھا۔(۳۸۴)

اصطخری "المسالک و الممالک" میں سندھ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"سندھ اور اس کے مضافات کے شہر جنہیں ہم نے ایک نقشہ میں اکٹھا کیا ہے۔ وہ سندھ مکران، طوران اور بدھ وغیرہ کے شہر ہیں۔"

سندھ کے مشہور شہروں میں منصورہ جس کا نام سندھی زبان میں برھمن آباد ہے۔ دیبل، نیرون، قالری، بلری، موسھی، بہروج، سدوسان، اور رور وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ ملتان، بسمد، جندر بھی اہم شہر ہیں۔
شہر منصورہ ایک مربع میل لمبا چوڑا ہے۔ دریائے سندھ کی ایک خلیج اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس لئے وہ جزیرے کی طرح ہوگیا ہے۔ یہاں کے باشندے مسلمان اور ان کا امیر ایک قریشی ہے کہا جاتا ہے کہ وہ ہبار بن اسود کی نسل سے ہے۔ اس کے آباو اجداد منصرہ پر قابض ہوگئے تھے لیکن خطبہ خلیفہ بغداد کے نام کا ہی پڑھا جاتا ہے۔ یہ ایک گرم علاقہ ہے۔ یہاں کھجور اور گنے کی پیداوار تو بہت ہے مگر انگور، سیب، امرود، اخروٹ کی پیداوار نہیں ہوتی۔ یہاں سیب کے برابر ایک کھٹا اور ترش پھل ہوتا ہے جسے لیموں کہا جاتا ہے۔ سندھ میں شفتالو کی طرح ایک اور میوہ ہوتا ہے جس کو آم کہتے ہیں۔ اس کا مزہ بھی شفتالو جیسا ہی ہوتا ہے۔ یہاں سندھ میں چیزیں بہت سستی ہیں۔ اور پورے علاقے میں شادابی اور خوش حالی ہے۔"

آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

منصورہ کے عام باشندوں کا لباس اہل عراق کی طرح ہے مگر بادشاہوں کی وضع قطع راجاؤں اور مہاراجوں سے ملتی جلتی ہے۔ یعنی وہ بال لمبے رکھتے ہیں اور کرتے پہنتے ہیں۔
ملتان منصورہ کے نصف کے برابر ہے۔ اس "فرج بیت الذھب" بھی کہتے ہیں۔ یہاں ایک

مورتی ہے جسے ہندو بہت مقدس سمجھتے ہیں اور دور دراز کے شہروں سے اس کی یاترا کے لئے آتے ہیں۔ اور بت خانے اور اس کے پجاریوں کے مصارف کے لئے بڑی بڑی رقمیں نذر کرتے ہیں۔

ملتان کا نام ملتان اسی بت کی وجہ سے پڑا ہے۔ یہ بت خانہ ایک شاندار محل ہے۔ جو ملتان کے بازار میں بڑے آباد اور بارونق مقام پر ہاتھی دانت والے بازار کے درمیان میں تعمیر کیا گیا ہے۔

اصطخری ملتان کے مفصل ذکر کے بعد لکھتا ہے کہ:

"بسمد ایک چھوٹا شہر ہے یہ ملتان اور جندر تینوں دریائے سندھ کے مشرق میں واقع ہیں' ہر ایک شہر سے دریا کا فاصلہ تین میل کا ہے۔ لوگ کنوؤں کا پانی پیتے ہیں' بسمد بھی ایک بارونق اور سرسبز و شاداب شہر ہے۔ شہرور ملتان کے برابر ہے۔ وہ دریائے سندھ کے کنارے حدود منصورہ میں واقع ہے۔ دیبل دریائے سندھ کے مغرب میں سمندر کے کنارے ایک بہت بڑا تجارتی مرکز اور ان علاقوں کی بندرگاہ ہے۔ یہاں زیادہ زراعت نہیں درخت بھی کم ہیں۔ لوگوں کا کاروبار تجارت ہے۔

نیرون' دیبل' اور منصورہ کے درمیان بلکہ منصورہ سے زیادہ قریب ہے۔ مسورھی' بھروچ اور سوسان سب دریائے سندھ کے مغربی رخ پر واقع ہیں۔(۳۸۵)

ان کے علاوہ مصنف نے ازی' قاری' طوران' مکران' قندابیل' قامہل' سندان' تیز' ارمائیل' راھوق' بانیہ' قنزپور' قصر قند' قنبل' ایل' ان شہروں کا بھی مفصل تذکرہ کیا ہے۔ نیز ان شہروں کے تجارتی و سماجی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

بشاری مقدسی

یہ بھی ایک عرب سیاح تھا اس کا نام محمد بن احمد شمس الدین لقب اور کنیت ابو عبداللہ اور وطن بیت المقدس تھا۔ وہ بشاری اور مقدسی کی نسبت سے مشہور تھا۔ مشرق و مغرب کے اکثر ملکوں کی اس نے سیاحت کی۔ وہ ھند بھی آیا' اور اس نے بلاد سندھ کا بھی تفصیلی دورہ کیا۔ مگر سندھ سے آگے نہ بڑھ سکا' اس کی کتاب کا نام "احسن التقاسیم فی معرفتہ اقالیم" ہے۔ یہ اپنے زمانہ کی عام مشہور و ممتاز کتاب ہے۔

بشاری نے اپنی کتاب میں ملکوں کے نقشے بھی دئے تھے۔ بشاری کی کتاب کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اس نے ملکوں کی تقسیم، صوبوں پر اور صوبوں کی تقسیم شہروں پر کی ہے۔ پھر ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کیا ہے۔ ہر جگہ تجارت، پیداوار، صنعت و حرفت، مذاہب اور سکوں کا بھی احوال لکھا ہے۔

بشاری نے یہ کتاب ۳۷۹ ہجری میں لکھی تھی۔(۳۸۶)

بشاری مقدسی "احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم" میں سندھ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"دنیا میں سب سے زیادہ مصری، چاول اور مشک کی پیداوار اور ھندوؤں کی زیادہ تعداد سندھ میں ہے"۔(۳۸۷)

سندھ ایک تجارتی ملک ہے۔ یہاں سونا، جڑی بوٹیاں، مصری، چاول، کیلا، کھجور، چھوارا، عمدہ عمدہ انوکھی اور عجیب و غریب چیزوں کی کثرت اور ارزانی ہے۔ یہاں عدل و انصاف بھی ہے، اور سیاست و دانائی بھی۔

صنعتی اور تجارتی اعتبار سے بڑا نفع بخش اور قابل فخر ملک ہے۔ سندھ ایک بڑا ملک ہے، اور اس کے پر رونق شہر اور قصبات ہیں۔ امن و عافیت، اور امانت و دیانت عام ہے۔ یہ ملک سمندر کے قریب ہے۔ یہاں دریا بھی بہتے ہیں۔ اس کے چاروں طرف کھجوروں کے باغات ہیں۔ زمین نرم اور ھموار ہے۔ کھیتی باڑی قدرتی بارش سے بھی ہوتی ہے۔ اس کے شہر بڑے بارونق ہیں اور اس کے دریا خوش منظر ہیں۔ اس کا نظم و نسق ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے۔ سندھ پہنچنے کا راستہ بڑا دشوار گزار ہے۔ بڑی ریاضت و مشقت اور پر خطر بحری و بری راستوں کو طے کرنے کے بعد آدمی سندھ پہنچتا ہے۔ اس کے خطوں میں مکران پھر طوران، پھر ویہنند پھر قنوج اور پھر ملتان شامل ہیں۔

سندھ کا دارالسلطنت منصورہ ہے، اور مشہور شہروں میں دیبل، ازندریج، قاری، ازی، بلری، مسواہی، بھروچ، اور سدوسان وغیرہ شامل ہیں۔ ملتان جنزور، بسمد بھی اہم شہر ہیں۔

آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

"منصورہ سندھ کا سب سے بڑا شہر اور پایہ تخت ہے۔ اور اس کی حیثیت دمشق کی طرح ہے۔

عمارتیں لکڑی اور مٹی کی ہیں، جامع مسجد اینٹ اور پتھر سے بنی ہوئی ہے، اور جامع مسجد میں

عمان کی طرح بڑے بڑے اور لمبے ستون ہیں۔ اس کے چار دروازے ہیں۔

۱۔ باب البحر

۲۔ باب طوران

۳۔ باب سندان

۴۔ باب ملتان

یہاں ایک دریا ہے۔ باشندے نرم خو اور بامروت ہیں۔ اسلام ان کے یہاں زندہ اور تروتازہ ہے۔ یہاں علم اور علماء کی کثرت اور تجارت بھی ہے۔ یہاں کے باشندوں میں ذکاوت' ذھانت' نیکی' اور خیر و خیرات کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ آب و ھوا مناسب اور خوش گوار ہے۔ جاڑا پڑتا ہے۔ گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں بڑی بڑی بھینسیں ہوتی ہیں۔ لوگ دریائے سندھ کا پانی پیتے ہیں۔ لوگوں میں نرمی اور حسن خلق بھی ہے۔ گرمی بہت شدید ہوتی ہے۔ مچھر اور کھٹمل بہت ہوتے ہیں"۔

دیبل شہر کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

"دیبل ایک سمندری شہر ہے جس کے اطراف میں تقریباً" سو گاؤں ہیں' سمندر کا پانی طغیانی کے وقت شہر کی دیواروں سے ٹکرانے لگتا ہے۔ لوگ تجارت پیشہ ہیں۔ عربی اور سندھی بولتے ہیں۔ یہیں دریائے سندھ سمندر سے ملتا ہے۔ سمندر چڑھاؤ کے وقت بازار پر چڑھ آتا ہے۔ لوگ خوش پوشاک اور عالی ظرف ہیں"۔

اس کے علاوہ بشاری مقدسی مقدس نے سندھ تقریباً" تمام بڑے شہروں اور قصبات کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ ان شہروں میں لوگوں کے رہن سہن سماجی حالات تجارت اور طور طریقوں کا بھی مفصل جائزہ لیا ہے۔

خصوصاً" تمام شہروں میں تجارتی احوال تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ابن ندیم

ابن ندیم کا نام محمد بن اسحاق بن ابی یعقوب الندیم اور کنیت ابو الفرج یا ابوالفتح ہے۔ لیکن وہ ابن ندیم کے نام سے معروف ہے۔ وطن بغداد تھا۔ یہ کتابوں کی نقل و ترتیب اور تصحیح اور کتابوں کی فروخت کا کام کرتا تھا۔ اس نے اپنی مشہور تصنیف الفہرست ۳۷۷ ہجری میں لکھی اس میں دنیا کی مختلف اقوام کی زبانوں اور ان کے رسم الخط کا ذکر اور اسلامی علوم و فنون کے جملہ شعبوں کے متعلق تصنیفات اور مصنفین کے مختصر حالات اور ان تمام کتابوں کے نام بھی اور ان کے متعلق معلومات تحریر کی ہیں۔ جو اس کے زمانے تک کسی علم و فن میں عربی میں لکھی گئی، یا دوسری زبانوں سے ترجمہ ہوئی ہوں۔

سندھ میں علوم و فنون کی کتب اور یہاں کے مذاہب کا بھی اس میں تذکرہ موجود ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ اس زمانے میں لکھی گئی جب کہ اس طرح کی کوئی دوسری کتاب موجود نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر ابن ندیم نے الفہرست نہ لکھی ہوتی تو عربی زبان و ادب اور قدیم علوم و فنون کے متعلق بہت سی معلومات اور حالات جو اب منظر عام پر آچکے ہیں، پردہ اخفاء میں رہتے۔

ابن ندیم کی صحیح وفات کا سن معلوم نہیں ۳۸۵ ہجری کے بعد ہی اس کی وفات ہوئی ہے۔(۳۸۸)

ابن ندیم سرزمین کے احوال کے ضمن میں اپنی مشہور کتاب "الفہرست" میں لکھتا ہے کہ:

"سندھ کے لوگوں کی زبانیں اور مذاہب مختلف اور متعدد رسم الخط ہیں۔ ان علاقوں میں جانے والے ایک سیاح نے مجھ کو بتایا کہ ان کے تقریباً" دوسو رسم الخط ہیں اور بادشاہ کے محل میں جو سونے کا بت میں نے دیکھا اور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ہاتھ کی شکل کا ایک مجسمہ ہے اور ایک کرسی پر رکھا ہوا ہے اور اپنا ایک ہاتھ اس طرح کئے ہوئے کہ گویا وہ گنتی گن رہا ہو، اسی سیاح نے بیان کیا کہ سندھ کے لوگوں میں عموماً" نو رسم الخط رائج ہیں"۔(۳۸۹)

سندھ کی اقوام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"سندھیوں کے علاوہ یہاں کی دوسری سیاہ فام قوموں میں نوبہ، بجہ، زغاوہ، مراوہ، استان قومیں ہیں"۔(۳۹۰)

ملتان کے بت خانے کا تذکرہ یوں کرتا ہے کہ:

"ایک اور مندر ملتان میں ہے کہا جاتا ہے کہ یہ سات مشہور مندروں میں سے ایک ہے' اس مندر میں لوہے کا ایک بت ہے جو سات ہاتھ لمبا ہے" یہ قبہ کے بیچ میں معلق ہے۔ کیونکہ ہر طرف سے مقناطیس اس کو اپنی کشش میں لئے ہوئے ہے۔(۳۹۱)

ملتان کے دوسرے مشہور بت خانے جس کا ذکر دوسرے مصنفین کرتے رہے ہیں۔ ابن ندیم نے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

عبدالقاہر بغدادی

ان کا نام عبدالقاہر' کنیت ابومنصور' والد کا نام طاہر اور وطن بغداد تھا۔ عبدالقاہر بغدادی مختلف علوم و فنون خصوصا" حساب و الجبراء میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ تصنیف و تالیف کی طرح تدریس میں بھی منہمک رہتے تھے۔(۳۹۲)

حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ:

عبدالقاہر بغدادی نے سترہ علوم و فنون میں تدریسی اور تصنیفی خدمات سرانجام دیں۔ فقہ کے مذاہب اربعہ میں امام شافعی کے مسلک کے پابند تھے۔

عبدالقاہر بغدادی مال دار اور صاحب ثروت شخصیت تھے۔

لیکن سارا مال ودولت علم کی ترویج اور علماء کے اکرام کے لئے وقف رہتا تھا۔ ان کی کتاب "الفرق بین الفرق" میں یہاں کے فرقہ کا تذکرہ ہوا ہے۔

عبدالقاہر نے ۴۲۹ ہجری میں وفات پائی۔

عبدالقاہر بغدادی "الفرق بین الفرق" میں لکھتے ہیں کہ:

"سندھ میں تناسخ کو ماننے والوں کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم فلسفیوں کی ہے' دوسری سمنوں کی' یہ دونوں قسمیں اسلامی سلطنت سے پہلے پائی جاتی تھیں۔ تناسخ کے قائل سمنی عالم کو قدیم مانتے اور غور و استدلال کو باطل سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ

صرف حواس خمسہ ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگ دوبارہ زندہ کیے جانے اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر ہیں۔ ان کا ایک فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ روحیں مختلف شکلوں میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ ان کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ انسانی روح کتے کی اور کتے کی روح انسان کی روح میں منتقل ہو جائے۔"

آگے چل کر لکھتا ہے کہ:

"سب سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ سمنیہ ایک طرف تو اس بات کے قائل ہیں کہ معلومات اور ادراک و علم کے ذرائع صرف حواس خمسہ ہیں اور دوسری طرف وہ تناسخ کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کا علم حواس سے حاصل نہیں ہوتا"۔(۳۹۳)

قاضی صاعد اندلسی

نام و نسب صاعد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن صاعد 'کنیت ابوالقاسم' عربی النسل تھے' قرطبہ کا مردم خیز شہر ان کا وطن تھا۔ صاعد اپنے زمانہ کے فاضل اور علوم مقداور مثلاً" حدیث' فقہ' ادب و تاریخ' فلسفہ' طب' ریاضیات' ھئیت' اور نجوم میں مہارت اور پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ علم کی طرح ان کی اصحاب علم سے بھی بڑی عقیدت تھی۔ انہوں نے کئی کتابیں لکھی تھیں۔ مگر "التعویف بطبقات الامم" کے سوا سب کی سب باد حوادث کی نظر ہوگئیں' اور تنہا یہی کتاب مصنف کے علم و تجربہ' وسعت نظر' اور مذاق تحقیق کی پختگی اور بلندی کا ثبوت ہے۔ اس میں تمام دنیا کی متمدن قوموں کے ان علوم و فنون کی مختصر مگر جامع تاریخ بیان کی گئی ہے۔ جو عربی کے ذریعہ مصنف کو معلوم ہوسکے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب قرون وسطی کی علمی تاریخ ہے اور مورخین و اصحاب علم کا مستند ماخذ ہے۔

قاضی صاعد اندلسی کو اللہ تعالیٰ نے علم کی طرح دنیوی اعزاز و اکرام سے بھی نوازا تھا۔ چنانچہ والی طلیطلہ مامون یحییٰ بن ظافر کے زمانہ میں وہاں کے عہدہ قضاء پر فائز تھے اور طلیطلہ ہی میں اسی منصب پر فائز تھے۔ اور طلیطلہ ہی میں اسی منصب پر فائز ۴۶۲ ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

طلیطلہ کے ایک ممتاز عالم یحییٰ بن سعید الحدیدی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

قاضی صاعد اندلسی "طبقات الامم" میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"علم ھندسہ میں حساب غبار یعنی ایک سے نو تک کی گنتی جس کو ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور انہی سے ہم تک پہنچا ہے حساب کا نہایت مختصر اور آسان طریقہ ہے۔ اور اس کی ترکیب بڑی عجیب ہے۔ اور اس سے سندھ والوں کی جودت و ذھانت طبع، حسن ایجاد، اور قوت اختراع کا ثبوت ملتا ہے۔(۳۹۴)

عبدالکریم شہرستانی

عبدالکریم شہرستانی کا نام محمد، کنیت ابوالفتح، اور وطن شہرستان تھا۔ ایران میں شہرستان نام کے تین شہر تھے۔ جن میں سے ایک عبدالکریم شہرستان کا وطن تھا۔ و نیشاپور اور خوارم کے درمیان میں واقع تھا۔ عبدالکریم شہرستانی مشہور متکلم، ماہر فقیہ، بلند پایہ مصنف، مناظر، واعظ، اور مذاہب عالم کا بے نظیر محقق تھا۔ اس کی متعدد تصانیف ہیں۔ جن میں "الملل والنحل" سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اس میں مذاہب عالم کا مبسوط تذکرہ، اور ان کے فلسفہ و تاریخ، اور اہل مذاہب کے مختلف فرقوں اور ان کے عقائد و نظریات پر فاضلانہ اور معلومات آفریں مباحث ہیں۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب نہایت جامع اور مستند کتاب ہے یہ کتاب مذاہب عالم پر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔

عبدالکریم شہرستانی ایک زبردست محقق، اور علم و فن کا شیدائی تھا۔ اپنے ذوق و شوق کی تکمیل اور طلب علم کے لئے اس نے متعدد مقامات کی سیاحت کی اور آخر میں اپنے وطن شہرستان میں ۵۴۸ ہجری میں وفات پائی۔(۳۹۵)

عبدالکریم شہرستانی "الملل و النحل" کی جلد ثالث میں سندھ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"ایک بت خانہ شہر ملتان میں واقع ہے۔ جس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوا۔ اور ایک اور بت خانہ سدوسان شہر میں ہے۔ اس میں بڑے بڑے اور بہت عجیب قسم کے بت ہیں، اور ھندو ہر سال ایک مخصوص زمانے میں ان دونوں بت خانوں کی یاترا کرتے ہیں"۔(۳۹۶)

اس کے علاوہ بھی شہرستان نے تفصیل سے بلاد سندھ و ھند کے مختلف مذاہب کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ جس

میں ہندومت، بدھ مت، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

قاضی رشید بن زبیر

قاضی رشید بن زبیر پانچویں صدی کے ممتاز عالم اور کئی اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی تصانیف میں ایک اہم کتاب "کتاب الذخائر و التحف" ہے۔ قاضی رشید ایک طویل مدت تک سلطنت آل بویہ کے معروف حکمران ابوکالیجار کے دربار سے وابستہ رہے۔ اس کے انتقال کے بعد فاطمین مصر کے پاس چلے آئے۔ اور وہیں پوری زندگی گزار دی۔ وہیں انہوں نے یہ کتاب لکھی، جس میں مسلمان حکمرانوں کے تعلقات اور روابط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

چونکہ ان کا تعلق مختلف مسلمان حکمرانوں سے رہا ہے اس لئے مسلمان حکمرانوں اور دوسرے غیر مسلم ممالک کے حکمرانوں کے تعلقات اور ان کے ہدایا و تحائف کی بعض ایسی تفصیلات موجود ہیں۔ جو دوسری کتب میں نہیں ملتیں۔

کتاب "الذخائر و الحف" ۴۶۲ ہجری کے لگ بھگ لکھی گئی ہے۔

قاضی رشید بن زبیر نے "کتاب الذخائر و التحف" میں ایک جگہ لکھا ہے کہ:

"مدائنی کا بیان ہے کہ ہندوستان کے راجہ نے ھشام بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں والئ سندھ جنید بن عبدالرحمن کے پاس ہیروں سے مرصع ایک اونٹنی بھیجی۔ جس کے تھن میں موتی اور گردن میں سرخ یاقوت بھرے ہوئے تھے۔ یہ اونٹنی چاندی کی ایک گاڑی پر رکھی گئی تھی۔ جب وہ زمین پر رکھدی جاتی تھی تو حرکت کرتی تھی۔ اور اونٹنی بھی چلنے لگتی تھی۔ جنید نے یہ قیمتی تحفہ ہشام کے پاس بھیج دیا۔ جسے اس نے بے حد پسند کیا۔ جو آدمی اس کو لے کر گیا تھا اس نے اس میں سوراخ کر دیا تو اس کے اندر جسقدر موتی تھے وہ ایک سونے کے ڈبے میں گر گئے۔ یہ طلائی ڈبہ وہ آدمی اپنے ساتھ لایا تھا یہ تماشا دیکھ کر ہشام اور حاضرین دربار بہت متعجب ہوئے۔ یہ اونٹنی بنی امیہ کے شاہی خزانے میں رکھدی گئی۔ جب حکومت بنو عباس کو ملی تو یہ ان کے پاس پہنچی۔" (۳۹۷)(۳۹۸)

ایک دوسری جگہ ذکر ہے کہ:

"سندھ کے والی موسیٰ بن عمر بن عبدالعزیز نے ۲۷۱ ہجری میں خلیفہ معتمد علی اللہ کی خدمت میں حسب ذیل چیزیں ھدیہ بھیجیں۔"

۱۔ عظیم الجثہ ہاتھی، ۲۔ چند خوبصورت اونٹ، ۳۔ چاندی کی تین مورتیاں، ۴۔ مشک، ۵۔ عنبر، ۶۔ ریشمی کپڑے، ۷۔ ہرن جو دیکھنے میں گائے معلوم دیتے تھے۔ اور جنکا رنگ سیاہی مائل تھا، ۸۔ عود کا ایک تخت اس کے علاوہ بعض دیگر اشیاء

ایک جگہ قاضی رشید بن زبیر نے واقدی کے حوالے سے یوں لکھا ہے کہ "واقدی نے اپنی کتاب "اخبار فتوح بلد السند" میں ذکر کیا ہے کہ سندھ میں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان کے سندھ کے والی عبداللہ بن سوار عبدی نے قیقان پر چڑھائی کی۔ اور فتح یاب ہو جانے کے بعد بہت سامال غنیمت پایا قیقان کے راجہ نے جزیہ قبول کرنے کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن سوار کے پاس بہت سا نادر سامان بطور ھدیہ بھیجا۔ انہی میں اس آئینے کا ایک ٹکڑا بھی تھا۔ جس کے بارے میں اہل علم کی رائے ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے اوپر اس وقت اتارا تھا جب ان کی اولاد کثرت سے زمین کے مختلف خطوں میں پھیل گئی تھی۔ اس کی خاصیت یہ تھی کہ جس شخص کی اچھی یا بری زندگی کا وہ جائزہ لینا چاہتے تھے تو اس آئینہ کو دیکھ لیتے تھے اور اس کی پوری زندگی ان کے سامنے آجاتی تھی۔

آئینہ جہاں نما کے اس ٹکڑے کو عبداللہ نے حضرت معاویہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ چنانچہ وہ پوری زندگی ان کے خزانے میں رہا۔ پھر اس کے بعد یکے بعد دیگرے دیگر خلفائے بنوامیہ کو منتقل ہوتا رہا۔ ان سے جب بنوعباس نے حکومت لی تو بنوامیہ کے دیگر متروکات کے ساتھ یہ بھی ان کے ہاتھ آیا۔(۳۹۹)

ایک اور مقام پر قاضی رشید لکھتے ہیں کہ:

"خلیفہ منصور عباسی کے عہد ۱۵۱ ہجری میں هشام بن عمرو تغلبی نے جب ھند پر حملہ کیا تو سندھ کو پار کرتے ہوئے قندھار ضلع بھروچ پر حملہ کیا تو یہاں اس نے لوہے کا ایک موٹا ستون پایا جو سو ہاتھ لمبا تھا۔ ہشام نے مقامی افراد سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ

اہل فارس کی اس زمانے کی تلواریں ہیں۔ جب انہوں نے تبع حمیری کے ساتھ حملہ کر کے ہمارا ملک فتح کیا تھا اس فتح کے بعد انہوں نے اپنی تلواریں توڑ ڈالیں۔ انہی ٹوٹی ہوئی تلواروں سے یہ ستون بنایا گیا ہے۔"(۴۰۰)

قاضی رشید ابن زبیر نے "الذخائر و التحف" میں بعض دیگر مقامات پر بھی تفصیل سے سندھ کے مختلف والیان کے پاس پہنچنے والے تحائف اور دیگر باتوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

شریف ادریسی

شریف ادریسی کا نام ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبداللہ ہے اور عام طور پر شریف ادریسی کے لقب سے مشہور ہے۔ یہ افریقہ کے شاہی خاندان ادریسی کا چشم و چراغ تھا۔ اس کا سلسلہ نسب چودھویں پشت میں حضرت علیؓ سے مل جاتا ہے۔ صقلیہ کے مشہور ساحلی مقام سبتا میں ۴۹۳ ہجری میں پیدا ہوا۔ جہاں اس کے دادا نے حکومت سے محروم ہونے کے بعد بود و باش اختیار کر لی تھی۔ بچپن ہی میں حصول تعلیم کے لئے قرطبہ چلا گیا۔ جہاں اس نے مختلف علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی۔

کچھ دنوں کے بعد جب اس کے علم و فضل کا چرچا ہوا تو صقلیہ کے عیسائی حکمران راجہ دوم نے اسے صقلیہ طلب کیا۔ اس کے علم و فضل اور شاہی خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے اس کا بڑا اعزاز و اکرام کیا' راجہ نے اس کے علم و فضل سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس سے زمین کا ایک مکمل کرہ تیار کرنے کی فرمائش کی۔ اور اس کام کے لئے چار لاکھ درہم کی ایک نقرئی اینٹ اس کے حوالے کر دی۔ ادریسی نے چاندی پگھلا کر زمین کا عظیم الشان کرہ تیار کیا۔ اس کا قطر چھ فٹ اور وزن تقریباً" ساڑھے پانچ من تھا۔

علم جغرافیہ میں شریف ادریسی میں نہایت باکمال خدمات سرانجام دیں۔ حکمران راجہ دوم کی خواہش پر شریف ادریسی علم جغرافیہ کے ماہروں اور مصوروں کی ایک جماعت لے کر دنیا کی سیاحت کے لئے روانہ ہوا اور مشرق تا مغرب' شمال ا جنوب ہر ہر ملک کی خاک چھانی' وہ جن مقامات سے گزرا ان سب مقامات کے نام خصوصیات' سیاسی و معاشی حالات' ایک جگہ درج کرتا گیا اور تمام اہم مقامات کی عمارتوں' مناظر دشت و جبل کی تصویریں اترواتا گیا' یہ سفر اس نے پندرہ سال میں مکمل کیا۔ واپسی کے بعد انہی معلومات کی بنیاد پر اپنی شہرہ

آفاق تصنیف "نزہتہ المشتاق فی اختراق الا فاق" تحریر کی۔ نزہتہ المشتاق کے بعد جغرافیہ کی جتنی کتب بھی لکھی گئیں وہ سب اسی سے ماخوذ ہیں۔ شریف ادریسی نے ۵۶۰ ہجری میں وفات پائی۔(۴۰۱)

شریف ادریسی تلوار سازی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"دوسری قوموں کے مقابلے میں یہاں کے صناع تلوار بنانے میں زیادہ ماہر ہوتے ہیں۔ اس طرح سندھ (ہندوستان) ہیلمانی لوہے اپنی آب و ہوا، صنعت کی عمدگی گلائی، ڈھلائی کی پائیداری، حیقل گری اور آب و تاب کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔"(۴۰۲)

ایک جگہ موسم کے حوالے سے سندھ کے باشندوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"سندھ کے ساحلی باشندوں کا رنگ یا تو گندمی ہوتا ہے یا سیاہ ہوتا ہے۔"

سندھ کو اقلیم ثانی سے تعبیر کرتے ہوئے یہاں کے شہروں کا ذکر کرتا ہے۔

اقیم ثانی میں حسب ذیل شہر پڑتے ہیں۔

کیہ، کیشر، ارمابیل، بند، قصر قند، فیزپور، انحور، قنبل، دیبل، نیرون، منصورہ، روندان، اصقفہ، ورک، ماسور جان، قزدار، کنیر کان، فدیرا، بسمد، طوران، ملتان، جندور، سندور، ارور، اتری، فالری، بشری، مسوام، سدوسان، بانیہ، مامہل، کنبلیہ، سوپارہ، سندان، سلیمور، اساول، ظہرہ، راسک، شروسان، کوشہ، کشد، سورہ، منہتہ، محماک، مالون، قالیرون، ملین وغیرہ۔

سندھ کی بندرگاہ کے حوالے سے یوں ذکر کرتا ہے کہ:

"بحر فارس کے جنوب میں دیبل ہے یہ شہر آباد ضرور ہے مگر یہاں کی زمین بنجر اور کم زرخیز ہے۔ پہاڑ چٹیل اور میدان بے آب و گیاہ ہیں۔ یہاں کے لوگ لکڑی اور مٹی کے مکانات بناتے ہیں۔ یہاں آبادی کی وجہ یہ ہے کہ یہ سندھ اور دوسرے مقامات کی بندرگاہ ہے۔ یہاں لوگوں کی تجارتیں قائم ہیں۔ یہاں عمان کے جہاز مختلف قسم کی چیزیں سامان وغیرہ لے کر آتے ہیں۔ دیبل کے باشندے بہت خوش حال اور دولت مند ہیں۔ یہ باہر سے آنے والے مال و اسباب کے پورے پورے جہاز کا سودا کر لیتے ہیں۔ پھر ان کو بازاروں اور دکانوں میں فروخت

کرتے ہیں"۔

دیبل کے محل وقوع کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

دریائے سندھ جہاں گرتا ہے اس کی مغربی جانب میل کے فاصلہ پر دیبل واقع ہے۔ دیبل سے چھتیس میل کے فاصلے پر نیرون شہر ہے یہ شہر دیبل اور منصورہ کے درمیان پڑتا ہے۔ جو شخص دیبل سے منصورہ جائے اسے دریائے سندھ کو عبور کرنا پڑے گا۔ نیرون کا نہ رقبہ بڑا ہے اور نہ ہی آبادی زیادہ ہے۔ اس میں ایک بڑا مظبوط قلعہ ہے۔ یہاں کے باشندے بڑے خوشحال ہیں' البتہ درخت و نباتات بہت کم ہیں۔ منصورہ کو دریائے سندھ کی ایک شاخ گھیرے ہوئے ہے اور دریائے سندھ جہاں سے مغرب کی جانب مڑتا ہے وہیں واقع ہے۔

دریائے سندھ اپنے منبع سے قالری تک ایک ہی رہتا ہے لیکن جب قالری پہنچتا ہے تو اس دوشاخیں (مغربی و مشرقی) ہو جاتی ہیں۔

پھر دریائے سندھ نیرون سے ہوتا ہوا سمندر میں گرجاتا ہے۔ شریف ادریسی نے منصورہ شہر کا تذکرہ و احوال بڑے مفصل انداز میں لکھا ہے۔

سندھ کے صحرائی علاقے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"بانیہ سے ماھل بھرامہل سے کھنبایت تک سمندر کے کنارے صحراء کا ایک طویل سلسلہ ہے اس میں نہ کوئی آبادی ہے اور نہ دور دور تک کسی انسان کا پتہ ہے۔ صحرائی علاقے میں پانی کی شدید قلت ہے۔ اس کی وحشت ناکی اور راستہ کی دشوار گزاری کی وجہ سے کوئی شخص اس سے گزرنے کی ہمت نہیں کرتا"۔

مید اور جاٹ قوم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

اس صحرا کے کناروں پر مید قوم کے افراد آباد ہیں یہ خانہ بدوش قوم ہے۔ جو روزی اور چارے کی تلاش میں صحراء کے اردگرد چکر لگاتی رہتی ہے۔ یہ اقوام اپنی خطرناکی اور لوٹ مار میں بھی مشہور ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کا آپس میں بڑا گہرا اتحاد ہے۔ یہ

اونٹ اور بکریاں پالتے ہیں۔

شریف ادریسی مکران اور اس کے اطراف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

"مکران کے شہروں میں کنیز' ورک' راسک اہم ہیں۔ اس کا شمار خروج کے شہروں میں ہوتا ہے۔ بہ' قصرقند' اصفقہ' فلہوہ' مشکی' تیز' ہلبسن' یہ تمام شہر قصبات مکران کی حدود میں واقع ہیں۔ اور ایک دوسرے سے قریب بھی ہیں۔ یہ خطہ نہایت وسیع و عریض ہے۔ مگر اس کا بیشتر حصہ صحرا ہے۔ جس کی وجہ سے قحط' اور تنگ دستی کا دور دورہ رہتا ہے۔"

شریف ادریسی آگے مکران کے شہروں کا بالتفصیل تذکرہ کرتے ہوئے ان شہروں کی معیشت و تجارت' کا خاص طور پر جائزہ لیتا ہے۔ مکران کی زبان اور طرز بود و باش کا ذکر کرتے ہوئے شریف ادریسی نے لکھا ہے کہ:

"مکران کی زبان فارسی اور مکرانی دونوں ہے۔ یہاں کے لوگ عام بول چال میں دونوں زبانیں استعمال کرتے ہیں۔ عام لوگ یہاں بغیر آستین کے کرتے استعمال کرتے ہیں۔ سر پر کام دار لنگی یا رومال باندھتے ہیں۔ ان کا لباس اہل عراق اور اہل ایران سے ملتا جلتا ہے۔"

شریف نے ملتان کا احوال یوں بیان کیا ہے:

"ملتان اپنی وسعت میں منصورہ کے برابر ہے۔ اسے عام طور پر سونے کی سرحد یا سونے کا دروازہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک بہت بڑا بت ہے جس کی اہل سندھ و ہند بڑی تعظیم کرتے ہیں اور اس کی یاترا کے لئے دور دور سے یاتری آتے ہیں اور بڑی بڑی قیمتی چیزیں اس پر چڑھاتے ہیں۔ مثلاً" زیورات و خوشبوئیں وغیرہ۔

اس مندر کے پنڈتوں اور مجاوروں کا خرچ انہی چڑھاووں سے چلتا ہے۔ اس بت کے نام پر ہی اس مقام کا نام ملتان پڑا ہے۔ یعنی اس کی اصلیت مول استھان ہے۔"

شریف ادریسی آگے چل کر اس بت' مندر اور اس کے پجاریوں کا احوال بہت تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ شریف ادریسی نے سندھ کے ہر چھوٹے بڑے شہر کی تجارت' معیشت' معاشرت کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

ابن ابی اصیبعہ

ابن ابی اصیبعہ کا اصل نام احمد بن قاسم، کنیت ابوالعباس، لقب موفق الدین، اور وطن دمشق تھا۔ اس کے اجداد میں ابوصیبعہ نامی شخص گزرا ہے۔ اسی لئے وہ ابن ابی اصیبعہ کے نام سے معروف ہے۔ وہ اپنے زمانہ کا مشہور طبیب اور معالج تھا۔ طبابت اس کا خاندانی فن اور پیشہ تھا۔ چنانچہ اس کا دادا سلطان صلاح الدین کا طبیب، اور باپ بھی ایک حاذق اور نامی طبیب، اور علاج چشم کے لئے مشہور تھا۔ ابی ابی اصیبعہ نے شروع میں اپنے باپ سے فن طب کی تحصیل کی اور قاہرہ میں اس کی تکمیل کی۔ وہ سلطنت ایوبی میں بعض عہدوں پر بھی فائز رہا۔ عیون الانباء فی طبقات الاطباء کے نام سے اس نے دو جلدوں میں دنیا کی تمام متمدن قوموں کے مشہور طبیبوں کی سوانح عمری لکھی ابن ابی اصیبعہ ۶۶۸ ہجری کو فوت ہوا۔(۴۰۳)

ابن بای اصیبعہ نے اپنی کتاب "عیون الانبا فی طبقات الاطباء" میں ان ہندی طبیبوں کا ذکر کی اہے جنہوں نے سندھ کے راجوں مہاراجوں کا علاج کیا۔

ابن بطوطہ

ابن بطوطہ آٹھویں صدی ہجری کا مشہور سیاح ہے اس کا اصلی نام محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن یوسف، کنیت ابو عبداللہ، لقب شرف الدین تھا اور یہ ابن بطوطہ کے نام سے مشہور ہے۔

۷۰۳ ہجری میں طنجہ مراکش میں پیدا ہوا۔ ۷۲۵ ہجری میں ابن بطوطہ کو حج کی سعادت حاصل ہوئی، اور یہیں اسے مختلف ممالک کی سیروسیاحت کا شوق ہوا۔ ابن بطوطہ نے دنیا کے مختلف ممالک کی سیرو سیاحت کی۔ وہ ھند کے بعد سندھ میں بھی وارد ہوا اور یہاں گھوم پھر کر اس کے یہاں کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔

اپنی سیاحت و مشاہدات کا احوال ابن بطوطہ نے مفصل طور پر کیا ہے اور اس کا نام "تحفہ النظار فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار" رکھا۔ جو رحلتہ ابن بطوطہ کے نام سے زیادہ معروف ہے۔ اس نے دیگر ملکوں کے علاوہ سندھ و ھند کے جغرافیائی، تمدنی، معاشرتی، مذہبی حالات کے علاوہ یہاں کی قوموں۔ جماعتوں اور

حیوانات و نباتات کے متعلق بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

ابن بطوطہ کی یہ کتاب اس لئے بھی معتبر و مستند ہے کہ اس کے تمام مشاہدات عینی ہے۔(۴۰۴)

ابن بطوطہ نے ۷۷۹ ہجری میں وفات پائی۔

ابن بطوط اپنے سفرنامہ کے دوسرے حصے میں تحریر کرتا ہے کہ:

۷۳۴ ہجری کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ ہم دریائے سندھ پر پہنچے۔ یہ دریا دنیا کے بڑے دریاؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ گرمی کے موسم میں اس میں طغیانی آ جاتی ہے۔(۴۰۵)

جب ہم اس دریا پر پہنچے تو بادشاہ کے اخبار نویس ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہمارے آنے کی خبر حاکم ملتان کے پاس بھیجی۔ ہم سندھ پہنچے تو امیر شہر سیوستان میں مقیم تھا جو اخبار نویس سندھ سے بادشاہ کو خبر دیتے ہیں وہ اس کے پاس ڈاک کے ذریعہ پانچ دن میں پہنچتی ہے۔(۴۰۶)

لاہری کا ذکر کرتے ہوئے ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ:

"پانچویں دن ہم لاہری شہر میں پہنچے یہ بہت خوبصورت شہر ہے اور سمندر کے کنارے واقع ہے۔ اس کے پاس دریائے سندھ سمندر میں گرتا ہے۔ یہ شہر بڑی بندرگاہ ہے۔ یمن اور فارس کے جہاز اور تجار یہاں بہت آتے ہیں۔ یہ شہر نہایت مالدار ہے اور ٹیکس کی آمدنی بھی بہت زیادہ ہے"۔(۴۰۷)

اوچ شہر کا ذکر کرتے ہوئے ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ:

بھکر سے چل کر ہم اوچ شہر پہنچے یہ دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہے۔ اور بڑا شہر ہے۔ بازار بہت عمدہ ہے اور عمارتیں بہت مظبوط ہیں۔(۴۰۸)

ابن بطوطہ نے سندھ کی مفصل سیر و سیاحت کی تھی، اور بڑے گہرے انداز میں سندھ کا مشاہدہ کیا۔ جو اس کی کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ مذکورہ ہے۔ یہاں اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

قلقشندی

ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن علی قلقشندی آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مصنف اور فاضل ادیب تھے۔ ۷۵۶ ہجری میں ایک گاؤں قلقشندہ میں پیدا ہوئے اور اسی نسبت سے قلقشندی کہلائے۔

۷۹۱ ہجری میں قلقشندی کو مصر کے دیوان انشاء کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس کی کئی مفید اور بلند پایہ تصانیف ہیں۔ لیکن ان میں سب سے اہم اور عربی زبان میں لازوال شہرت رکھنے والی تصنیف "صبح الاعشیٰ" ہے۔ اس کا موضوع فن انشاء ہے۔ لیکن اس میں تاریخ و سیر، لغت و اعراب، تفسیر و حدیث، اور فقہ و افتاء جیسے علوم و فنون کے علاوہ خلافت اسلامیہ کا تعارف، خلفائے اسلام کے حالات، اور مشرق و مغرب کے تمام اسلامی ممالک کے متعلق معلومات بھی ہیں۔ ان کا جغرافیہ، ان کی تہذیب و معاشرت اور نظم مملکت کی تفصیل اور اسلام کی تمدنی ترقیوں کا بھی احوال موجود ہے۔

اس کتاب کی پانچویں جلد میں سندھ و ہند کی حکومت، تہذیب و تمدن، اور معاشرت کے علاوہ اس کا مفصل جغرافیہ، مختلف شہروں کی پیداوار، حیوانات، صنعت و حرفت تجارت و زراعت کا سیر حاصل اور جامع تذکرہ موجود ہے۔ مصنف کے دو ماخذ ہیں۔ ایک عرب سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں کی کتب، دوسرے بعض اہل علم کی روایات جو ان تک پہنچے اور قلقشندی سے ملاقات کی۔ ان کے بیانات قلقشندی نے ۸۲۱ ہجری میں وفات پائی۔

سندھ کے شعراء بلاد عرب میں

عرب اور سندھ کے درمیان علمی اور فکری و ثقافتی روابط کے نتیجے میں کثیر تعداد میں سندھی بلاد عرب میں اقامت گزیں ہوئے۔ بہت بڑی تعداد ایسی بھی تھی جو وہیں پیدا ہوئے اور وہیں زندگی بسر کی۔ اسلامی علوم و فنون حاصل کئے۔ عربی زبان و ادب کا ذوق پیدا ہوا، تو انہوں نے اس جانب بھی توجہ دی، حتی کہ وہ ایک فصیح و بلیغ عرب شعراء و ادیب کے روپ میں منظر عام پر آئے اور اپنے عرب بھائیوں کے ہمراہ ادبی تحریکات اور عربی ادب و فن کے فروغ کے لئے کام کیا اکور ایک عالم کو اپنے ادبی شہ پاروں سے نوازا۔ یہ سندھ النسل عرب شعراء اموی اور عباسی دونوں عہد میں گزرے ہیں۔

ابو عطاء سندی

ابو عطاء ایک معروف سندی شاعر تھا۔ اس نے سندھ کا نام ادب کے میدان میں بلند کر دیا تھا۔ اس کی کنیت ابوعطاء تھی(۴۰۹) اس کا نام افلح بن یسار تھا۔(۴۱۰) اس کو مزروق بھل کہا گیا ہے۔(۴۱۱) وہ بنو اسد بن خزیمہ کے مولی تھے۔

پھر عنبر بن سماک اسدی کے مولی ہوئے۔(۴۱۲) اس کی نسبت سندی تھی۔ ابوعطاء اپنے والد یسار کی معیت میں آل نبی اسد کے موالی ہو کر کوفہ آئے۔ ابوالعطاء کی نشو و نما کوفہ ہی میں ہوئی۔ جب ابوعطاء سندھی کی جودت طبع کے جوہر کھلے اور وہ شعر و شاعری کرنے لگا اور میدان شعر میں اس کا نام بلند ہوا تو اس کے آقا عنبر بن سماک نے اس کے ذوق ادب کی قدر کر کے اسے آزاد کر دیا۔ لیکن جب رفتہ رفتہ ملک میں اس کی قدر دانی ہونے لگی اور صاحب ثروت ارباب ذوق اسے اس کی شاعری کا صلہ اور تحائف دیدے دینے لگے اس نے معاشی حیثیت سے اچھی خاصی ترقی کر لی تو اس کے آقا کو لالچ پیدا ہوا۔ اس نے نئے سرے سے اس کے غلام ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اب دشواری یہ تھی کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہ تھا کہ وہ واقعی آزاد ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ اہل شعر و ادب پر بڑا ناگوار گزرا لوگوں نے افلح بن یسار سندی کی حمایت کی اور اس پر معاملہ طے کر دیا کہ وہ

چار ہزار کے معاوضہ پر مکاتب جتلایا جائے یعنی جب وہ چار ہزار ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائے۔ عنبر نے یہ شرط منظور کرلی۔ اس کے بعد افلح ایک ممتاز رئیس حربن عبداللہ قرشی کے پاس پہنچ اور بصورت قصیدہ یہ صورت حال بیان کی۔ اس نے ادب نوازی کا ثبوت دیا اور اسی وقت چار ہزار کی رقم نقد دے دی کہ جاکر اپنی گلو خلاصی کرائے۔ چنانچہ وہ رقم ادا کر کے آزاد ہوگیا۔(۴۱۳)

ابو عطاء سندھی نے آزادی کے بعد عنبر کی بڑی سخت ہجو لکھی اور اسے اس کے حرص کا پورا پورا مزہ چکھایا۔

افلح کا باپ یسار تو آخر عمر تک عربی زبان صحیح طور پر نہ سیکھ سکا' صرف ٹوٹی پھوٹی زبان میں اپنا مفہوم ادا کرلیتا تھا۔(۴۱۴) لیکن جیسا کہ افلح کو بچپن سے زبان سیکھنے کا موقع ملا اور آگے چل کر ایسا قادر الکلام شاعر بنا کہ اس کے آگے زبان دان عرب شرمانے لگے۔ لیکن اس کے باوجود اس کے لہجہ اور تلفظ میں سندھیت باقی تھی۔ مورخین کہتے ہیں کہ اس کی زبان میں لکنت بھی تھی' اس کی بناء پر وہ جیم کو زا اور شین کو سین کہتا تھا۔ مثلاً" اس نے ایک موقع پر کہا۔

ویلک ملمد حتہ انما بزوتہ

ویلک مد حبتہ انما ھجو تہ تہا

یہ دراصل اس سے اشعار و قصائد سنانے میں بڑی دقت پیش آتی تھی۔ بعض اوقات وہ لوگوں کے سامنے اپنے اشعار پیش کرتے ہوئے خجالت محسوس کرتا۔(۴۱۵) اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ ممتاز شعراء اپنے ساتھ راوی رکھتے تھے۔ اور وہ مجلس میں ان کا کلام سنایا کرتے تھے۔ اس غرض سے افلح بن یسار سندھی نے سلیمان بن سلیم کے دربار کا رخ کیا۔ اور اس کی شان میں ایک طویل قصیدہ سنایا اور اس میں اپنے عجمی ہونے' زبان کی لکنت کی وجہ سے تلفظ کے صحیح ادا نہ ہونے کا عذر کیا اور اپنے ملکہ شعری کا ذکر کر کے ایک راوی کے عطا کئے جانے کی ضرورت جتلائی۔ سلیمان بن سلیم نے اس کی درخواست منظور کرلی۔ اور ایک بربری زبان دان غلام عطا کیا۔ جو بہترین طریقہ سے صحیح لب و لہجہ میں قصائد پڑھتا تھا۔ افلح نے اس کا نام عطاء رکھا اور اسے اپنا متبنی بنالیا اور اس کے نام پر اپنی کنیت ابوالعطاء اختیار کی اور اس کے بعد سے وہ ابوالعطاء سندی کے نام سے مشہور

ہوا۔ اور اس کا متبنیٰ عطاء آس کا راوی مقرر ہوا۔(۴۱۶) جس مجلس میں قصاید یا اشعار پڑھنے کی ضرورت محسوس ہوتی عطا بڑے جوش و خروش سے پڑھتا اور ساری مجلس وجد میں آ جاتی' ابو العطاء سندی کو "مخضوم الدولتین" شاعر شمار کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے عباسی اور اموی دونوں ادوار دیکھے۔

اگرچہ ابو العطاء نے عشقیہ اشعار بھی لکھے' تاہم اس کا خاص موضوع حماسہ تھا۔ وہ بنو امیہ کا ثنا خوان تھا۔ ان کے مفاخر اور جنگی کارناموں کو اپنے قصائد میں بیان کرتا تھا۔ اس لئے بنی امیہ کے خاص شعراء میں شمار کیا جاتا تھا۔

بنو عباس اور بنو امیہ کی لڑائی میں بھی شریک ہوا اس کا راوی عطاء اس جنگ میں مارا گیا۔ بنو امیہ کے خاتمے پر اس نے بڑے پردرد مرثیے لکھے۔(۴۱۷) اسی وجہ سے خلیفہ ابو جعفر منصور اس سے خار کھاتا تھا۔ لیکن چونکہ ابو العطاء کے لئے خلیفہ وقت کی اطاعت ضروری تھی اس لئے دربار میں حاضر ہوا کہ قصیدہ سنائے ابو جعفر منصور اسے دیکھ کر سخت برہم ہوا۔ اور سخت الفاظ سے خطاب کرکے اس سے کہا:

"تونے ہی تو دشمن خدا اور فاسق و فاجر نصر بن یسار کا اموی کا مرثیہ کہا ہے" اور پھر مرثیہ کے اشعار پڑھے اور پھر کہا۔

"خدا کی قسم! اس کے بعد میں تیرے ساتھ کوئی سلوک نہیں کر سکتا"

ابو العطاء دربار سے باہر نکل آیا اور پھر چند قصائد کہے جن میں بنی امیہ کے محامد بیان کئے۔ ان کے مصائب پر خون کے آنسو بہائے۔ پھر ان میں دل کھول کے ابو جعفر منصور کی ہجو کی اور وہ قصائد دار الخلافہ کے بچہ بچہ کی زبان پر آ گئے۔(۴۱۸) نصر بن یسار اموی جس کی محبت کے جرم میں وہ منصور کے دربار سے نکالا گیا تھا۔ اس کا بڑا قدر دان تھا۔ ان دونوں کے دلچسپ شاعرانہ لطائف کتب میں مذکور ہیں۔ اس نے اس قصاید پر بڑے حوصلہ سے انعامات دیے کسی قصیدے پر دس ہزار' کسی پر چالیس ہزار۔

اسی طرح ایک موقع پر بڑی خوبصورت قندھاریہ کنیز ہبہ کی۔ معاصر شعراء سے اس کی معاصرانہ چشمک چلتی رہتی تھی۔ اس عہد میں ابو دلامہ مشہور عرب شاعر تھا ان دونوں میں خاصی نوک جھوک رہتی تھی ابو العطاء نے ابو دلامہ کے ایک خچر کی مزاحاً" ہجو لکھی اس نے اپنا خچر فوراً" فروخت کر ڈالا اور ابو العطاء کی شان میں طویل

ہجو یہ نظم لکھی اہل ادب نے دونوں قصیدوں سے خوب لطف اٹھایا۔ اغانی میں ہے کہ ابو العطاء سندی نے خلیفہ منصور کے زمانہ میں وفات پائی۔(۳۱۹) کتبی نے اس کا سن وفات ۱۸۰ ہجری لکھا ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ ابوالعطاء سندی کا شعری دیوان ضائع ہوگیا ہے اور دوسرے دواوین کی طرح اس کی بھی حفاظت نہیں ہوسکی، اس کے اشعار قطعات کی شکل میں کتب ادب میں مندرج ہیں۔

اموی دور کے اشعار:

جب اس کے آقا عنبر بن سماک اسدی نے اس کے آقا ہونے کا دعوی کیا اور اس کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا تو ابو العطاء سندی نے حری بن عبداللہ قرشی سے شکایت کی اور اس سے استدعاء کی کہ وہ اس کے اور عنبر بن سماک اسدی کے درمیان میں اس نزاع کو حل کرانے میں مدد کرے اس نے یہ کہا۔

اتیتک لا من قربہ ھی بیننا
ولا نعمتہ قد متھا استشبھا
ولکن مع الراجین ان کنت موردا
الیہ بفاۃ الدین تھولوا قطوبھا
اتخشی بسجل من نداک یکفنی
وقاک الذدی مدد الرجال وشیبھا
تسمی ابن عبداللہ حرا کو صفہ
وتلک العلی یعنی بھلمن یعیبھا

پھر اس کو چار ہزار درہم دیئے تاکہ عنبر بن سماک اسدی ابوالعطاء کو آزاد کر دے مکاتب کے مطابق عنبر بن سماک اسدی نے اس کو آزاد کر دیا اور ابو العطاء آزاد ہوگئے۔ تو انہوں نے اپنے آقا کی ہجو کرتے ہوئے کہا۔

اذا ماکنت متخذا" خلیلا
فلا تثقن بکل اخی اخاء
وان خیرت بینھم فالصق

باهل العقل منهم والحماء

فان العقل ليس له ازا ما

تنوكرت الغضائل من كفاء

وان النوك لله حساب غول

به تاوى الى داء عماء

فلا تثق من النوكى بشئى

ولو كانوا بنى ماء السماء

كعنبر الو ثيق بناء بيت

ولكن عقله مثل الهباء

وليس بقابل اوبالفحه

وكن منه بمنقطع الدجا

لکنت کے باعث ابوالعطاء سندی کو کلام پیش کرنے میں دشواری ہوئی تھی۔ وہ سلیمان بن سلیم کیسان کے پاس آیا تاکہ راوی کے طور پر ایک غلام اس سے حاصل کرے تو اس نے ابن سلیم کے سامنے یہ قصیدہ پیش کیا ہے

اعو ذتنى الدواة يا ابن سلم

وابى الا يقيم شعرى لسانى

وغلا بالذى اجمجم صدرى

وجفانى لجعمتى سلطانى

وازدوتنى العيون ازكان لونى

حالكا مجتوى من الالوان

فضوبت الا مور طهرا لبطن

کیف احتال حیلتہ لبیانی

وتمنیت اننی کنت بالشعر

فصیحا و بان بعض بنانی

ثم اصبح قد انخت رکابی

عند رحب الفناء والا عطان

فالی من سواک یا ابن سلیم

اشتکی کر بتی و ماقد عنانی

فاکفنی مایضیق عنہ رواتی

بفصیح من صالحی الغلمان

یفهم الناس مااقول من الشعر

فان البیان قد اعیانی

فاعتملنی بالشکر یا ابن سلیم

فی بلادی و سائر البلدان

ستوا فیهم قصائد غر

فیک سباقہ لکل لسان

فقد یملجعلت شکوی جزاء

کل ذی نعمتہ بما اولانی

لم تزل تشتری المحامد قدما

بالد بیح الغالی من الا ثمان(۴۲۱)

سلیمان بن سلیم نے ایک فصیح و بلیغ غلام جو کہ بربری تھا ابو العطاء کو دے دیا جس کو اس نے اپنا متبنی بنالیا اور اس کے نام پر اپنی کنیت رکھ لی' پھر ابو العطاء سندی نے سلیمان بن سلیم کی دوبارہ مدح کی اور اس سے

ایک باندی طلب کی کہ جس کو وہ اپنی بیوی بنا سکے۔

یا ابن سلیم انت لی عصمتہ
من حدث الروع جیلانی

فقد رمانی الدھر عن فقدہ
بسھم فقد خیر لقمان

صاد فوادی بعد ماقد سلا
فصرت کالمتبل ... بی

فانعش فدتک النفس منی ومن
اطاعنی ... بل اخوانی

وھب فدتک النفس لی ... ملتہ
یقمع ... ما داس شیطانی

تو سلیمان بن سلیم نے ایک سندی باندیہ قندھاریہ اس کو دے دی تو اس قصیدے میں اس کا شکریہ ادا کیا۔

احصننی اللہ بکفی فتی
مھذب من سر قحطان

من حمیر اھل السدی و الندی
وعصمتہ الخائف و الجانی

یلخیر خلق اللہ انت الذی
اھلست من فسقی شیطانی

ابو العطاء سندی مخضرمی الدولتین شعراء میں سے تھا اس نے اموی دور عباسیوں کی ہونے والی لڑائی میں بھی شرکت کی۔ ان اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

و یوم کیوم البعث مالہ حاکم

ولا عاصم الا قنا ود روع

سبت بہ نفسی علی موقف الددی

حفا ظا و اطراف الرماح شروع

ومایستوی عند الملمات ان عرت

صبور علی مکروھھا و جزوع(۴۲۳)

ابو العطاء سندی یزید بن عمر بن ھبیرہ کے ساتھ تھا جب وہ دریائے فرات کے کنارے شہر آباد کر رہا تھا۔ اس نے لوگوں کو تحائف و عطیات دیئے مگر ابو العطاء کو نہ دیئے اس پر اس نے کہا۔

قصائد حکتھمن لقوم قیس

رجعن الی صفرا خائبات

رجعن وما افاء علی شیًا

سوی انی وعدت الترھات

اقام علی الفرات یزید حولاً

فقال الناس! الھما الفرات

فیا عجب لبحریات یسقی

جمیع الخلق لم یبلل لھاتی(۴۲۴)

یزید نے اس سے کہا اے ابو العطاء! تمہیں کیا چاہئے تو اس نے کہا دس ہزار درھم' اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ ابو العطاء کو دس ہزار درھم دے دو' تو اس نے دے دیئے۔ پھر ابو العطاء نے اس کے بیٹے کی شان میں یہ قصیدہ کہا۔

اما ابوک فعین الجود نعرفہ

وانت اشبہ خلق اللہ بالجود

لولا یزید ولو لا قبلہ عمد

الفت الیک معد بالمقالید

مانبت العود الافی ارومتہ

ولا یکون الجنی الا من العود(۴۲۵)

ابوالعطاء ایک مرتبہ بنی مرہ کے لوگوں کے ساتھ تھا۔ اس وقت ابو العطاء نے یہ اشعار کہے۔

لعمرک انی و ابا یزید

لکا لساعی الی وضع السراب

رایت مخیلتہ فطمعت فیھا

وفی الطمع الذلتہ للرقاب

فما اعیاک من طلب وزرق

فما یعییک فی سوق الدواب

و اشھد ان مرۃ حتی صدق

ولکن لست منھم فی النعاب(۴۲۶)

عہد عباسی میں ابو العطاء سندی کی شاعری

جب ابوالعباس دولت عباسیہ کا پہلا خلیفہ مقرر ہوا' ابوالعطاء سندی نے بنو عباس کی مدح کی۔ وہ باب القصر میں کھڑا ہوا تھا اور بنو ھاشم دروازے میں سے آ جا رہے تھے اس نے اس وقت کہا۔

ان الخیار من البریتہ ھاشم

و بنو امیتہ ارزل الا شرار

و بنو امیتہ عود ھم من خروع

ولھا شم فی المجد عود تضاد

اما الدعاۃ الی الجنان فھاشم

و بنو امیہ من عادۃ النار

وبها شم زکت البلاد و اعشبت

و بنو امیه کا السراب الجاوی

پھر اس کو نہ ہی عباسی خلیفہ کے پاس داخلے کی اجازت ملی اور نہ ہی کسی ہاشمی نے اس کو کوئی چیز ھبہ کی اور نہ ہی کوئی تحفہ یا ھدیہ دیا۔ ابوالعطاء اس پر بہت غصہ ہوا اور اس نے کہا۔

یالیت جود بنی مروان عاد لنا

ولیت عدل بنی العباس فی النار(۴۲۷)

اس کے بعد ابو العطاء سندی نے مزید کہا۔

الیس الله یعلم ان قلبی

یحب بنی امیه ما استطا عا

وما بی ان یکونوا اهل عدل

ولکن رایت الا مرضاعا

عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے لوگوں کو کالے کپڑے پہننے کا حکم دیا' ابو العطاء سندی کو بھی پہننا پڑے۔ اس وقت اس نے کہا۔

کسیت و لم اکفر من الله نعمته

سوادا الی لونی و دنا ملهوجا

و بایعت کو ها بیعته بعد بیعته

بهرجته ان کان امرا" مبهوجا(۴۲۸)

جب مہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ وہ سیر چشم، حلیم الطبع اور دیندار آدمی تھا۔ تو ابوالعطاء سندی نے اس کی شان میں قصیدہ کہا۔

دعا ک الشوق و الارب

وملت بقلبک الطرب

و مثلک عن طلاب اللھو
ان فکرت منقلب
الا تنھا ک واضحتہ
تلوح النھا العطب

جب ابو جعفر منصور نے عراق کے شہر واسط میں یزید بن عمر بن ھبیرہ کو امان دینے کے باوجود قتل کروا دیا تو ابوالعطاء سندی نے اس کا مرثیہ کہا۔ وہ یہ ہے۔

الا ان عینا لم تجد یوم و اسط
علیک بجاری دمعھا لجمود
عشیتہ قام النائحات و شققت
جیوب با یدی ماتم و خدود
فان تمس مھجود الفناء فربما
اقام بہ بعد الوفود و فود
فانک لم تبعد علی متعھد
بلی کل من تحت التراب بعید(۴۲۹)

ابو العطاء سندی کے متفرق اشعار میں مدح، ہجو، مرثیے، بھی ہیں۔ اس کے علاوہ غزل، عتاب، تعصفف، وصف، حکمت، غزوات و معارک، اور مزاحیہ اشعار بھی ابوالعطاء نے کہے ہیں۔ ابو العطاء سندی کی غزل کے چند اشعار یہ ہیں۔

ذکو تک و الخطی یخطر بیتا
وقد نھلت منا المثقفتہ السمر
فواللہ ما ادری وانی لصادق
اداء عرانی من حبابک ام سحر

فان کان سحرا فاعذ رنی علی الهدی

وان کان [illegible] المعزر

ابوالعطاء سندی کے پاس کچھ مہمان آئے۔ اس نے ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا اور ان کو کھلایا پلایا، اسی اثناء میں اس نے ایک آدمی کو دیکھا جو اس کی باندی کو ٹکٹکی باندہ کر دیکھ رہا تھا۔ اس پر اس نے یہ اشعار کہے۔

کل هنیئا و ما شربت مریئا

ثم قم ملغرا فغیر کریم

لا احب الند یم یو مض بالطرف

اذا ملخلا بعرس النلیم(۴۳۱)

ابوالعطاء سندی نے اپنی بیوی کے متعلق ایک مرتبہ کہا، جب اس نے صحبت سے منع کر دیا تھا۔

رب بیضاء کا لقضیب تثنی

قد رعتنی لوصلها فابیت

لیس شانی تحرجا غیرانی

کنت ند مان زوجها فاستحییت(۴۳۲)

ابو العطاء سندی نے اپنی زندگی کے متعلق اشعار یوں کہے ہیں۔

اذا المر لم یطلب معاشا لنفسه

شکا الفقرا ولا م الصدیق فا کثرا

وصا رعلی الا دنین کلا و اوشکت

صلات زوی القربی له ان تنکرا

فسرفی بلاد الله والتمس الغنی

تعش ذایسار او تموت فتعذرا

وما یدرک الحاجات من حیث تبتغی

من الناس الا من اجد و شمرا

ولا ترض من عیش بدون ولا تنم

وکیف ینام اللیل من کان معسرا(۴۳۳)

ابو العطاء سندی نے ابو دلامہ کے خچر کے ہجو میں یہ اشعار کہے۔

ابغل ابی دلامۃ مت ھزلا

علیہ بالسخاء تعو لینا

سلیہ البیع و استعدی علیہ

فانک ان تباعی تسمنینا(۴۳۴)

ابو دلامہ اپنے وقت کا بہت بڑا ادیب' صاحب حکایت اور شاعر تھا۔ وہ ایک حبشی غلام تھا۔ پھر وہ عباسی فوج میں ایک لشکر کا قائد بنا۔ وہ خلیفہ منصور اور خلیفہ مہدی کے بہت قریب تھا' اور ابو العطاء سندی کا دوست بھی تھا۔ ایک مرتبہ ابو العطاء سندی اس پر سخت غضبناک ہوا اور اس کی ہجویں کی۔

الا ابلغ ھدیت ابا دلامہ

فلیس من الکرام ولا کرامہ

اذا لبس العمامۃ کان قردا

و نزیرا اذا وضع العمامہ(۴۳۵)

ایک مرتبہ ابو العطاء سندی ابو دلامہ کے پاس گیا۔ ابو دلامہ نے کھانے پر بلایا دونوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اسی اثناء میں ابو دلامہ کا بچہ باہر نکل کر آیا۔ اس نے اپنے بچہ کو کندھے پر اٹھالیا' بچہ نے اس پر پیشاب کر دیا۔ اس نے بچہ کو کندھے سے اتارا اور کہا۔

بللت علی لا حییت ثوبی

فبال علیک شیطان رجیم

فما ولد تک مریم ام عیسی

ولا ربّاک لقمان الحکیم

پھر وہ ابو العطاء سندی کی طرف متوجہ ہوا تو ابو العطاء سندی نے اس کے جواب میں کہا۔

صدقت اباد لا متہ لم تلا ھا

مطھرة ولا فحل کریم

ولکن قد حوتھا ام سوء

الی لباتھا و اب لئیم(۴۳۶)

جب ابوالعطاء سندی نے بنی عباس کے خلفاء کے دلوں میں اپنے لئے کوئی جگہ نہ دیکھی تو اس نے ان کی ہجو کی۔ پھر وہ امیر نصر بن یسار سے متعلق ہوگیا۔ جس نے اس کی بڑی عزت کی' جب ابوالعطاء سندی اس کے پاس آیا تو یہ قصیدہ پڑھا۔

قالت تریکتہ بیتی و ھی عاتبتہ

ان المقام علی الا فلاس تعذیب

مابال ھم دخیل بات محتضرا

رلس الفواد فنوم العین توجیب

انی دعانی الیک الخیومن بلدی

والخیر عند ذوی الا حسلب مطلوب(۴۳۷)

نصر بن یسار نے اس کو چالیس ہزار درھم دینے کا حکم دیا۔ پھر اس نے نصر بن یسار کی مزید مدح کی۔

وھیکل یقال فی جلالہ

تقصر ایدی النلس عن قنالہ

جملت اوصالی علی اوصالہ

انک حمال علی المقالہ(۴۳۸)

نصر بن یسار نے ابو العطاء سندی کو ایک باندی ھبہ کی۔ جب صبح اس نے اس کے متعلق پوچھا تو ابو العطاء نے کہا۔

ان النکاح و ان هربت لصالح
خلف لعمنک من لنذ المرقد(۴۳۹)

ابو العطاء سندی نے نصر بن یسار کا مرثیہ بھی کہا۔

فاضت دموعی علی نصر و ما ظلمت
عین تفیض علی نصربن یسار
یا نصر من للقا الحرب ان لقحت
یا نصر بعدک من للضیف و الجار
الخند فی الذی یحمی حقیقته
فی کل یوم مخوف الشدو الحار
والقائد الخیل قبالی اعنتها
بالقوم فی تلف القاد بالقاد
من کل ابیض کا لمصباح من مضر
یجلو بسنته الظلماء للساری
ماض علی الهول مقدام اذا اعترفت
سمر الرماح و ولی کل فرار
ان قال قولا وفی بالقول موعده
ان الکنانی واف غیر غدار(۴۴۰)

ابو العطاء سندی ایک عظیم شاعر تھا۔ اس کے قطعات کتاب الحماسہ از ابی تمام میں کثرت سے مذکور ہیں۔
ابو العطاء سندی اموی اور عباسی عہد کے ممتاز ترین شعراء میں سے تھا۔

محمد بن زیاد سندی کوفی

ابو عبداللہ محمد بن زیاد ابن زیاد ابن اعرابی کے نام سے معروف تھا۔ وہ عالم شاعر اور لغوی تھا۔ ۱۵۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوا۔ وہ بنی ہاشم کا مولیٰ تھا۔ اس کا باپ زیاد سندی اموی عہد کے اواخر میں کوفہ آیا تھا۔(۴۴۱)

کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ اعرابی نہیں تھا بلکہ سندی غلام تھا۔ لیکن اس کو اعرابی کا لقب دے دیا گیا اور لوگوں نے اس کو اعرابی کہنا شروع کر دیا۔(۴۴۲)

وہ مفضل بن محمد حنبی، صاحب المفضلیات کا سوتیلا لڑکا تھا۔ اس کی ماں نے اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے شادی کی۔(۴۴۳)

ابن اعرابی نے ادب و علم کی تعلیم مفضل ضبی، کسائی، ابو معاویہ ضریر، قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود سے حاصل کی۔

اس سے ادب پڑھنے والوں میں ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق حربی، ابوالعباس ثعلب، ابن سکیت، ابو کرمہ حنبی، اور ابو شعیب حرانی شامل ہیں۔(۴۴۴)

ابن اعرابی عربی لغت، شعر و ادب اور فن کا سردار تھا۔ قبائلی نسب ناموں کے اشعار کا راوی تھا۔ پورے کوفہ میں بصریین کی روایت کے سلسلہ میں اس سے زیادہ کوئی اور مشہور نہ تھا۔

اس کی کئی کتابیں ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

کتاب النوادر، کتاب معانی الشعر، کتاب تفسیر الامثال، کتاب الخیل(۴۴۵)، کتاب الانواء، کتاب صفتہ النخل، کتاب صفا الذرع، کتاب النبات، کتاب تاریخ القبائل، کتاب الالفاظ، کتاب الذباب، کتاب نوادر الذبیرین، کتاب نوادر بنی فقعس، کتاب فی اسماء البئر و صفاتھا(۴۴۶)

ابن اعرابی نے علماء لغات کے ساتھ بہت مناقشے اور مناظرے کیے۔ جس میں اس نے دلائل دئے کہ علمائے لغات نے زبان کو نقل کرنے میں بہت غلطیاں کی ہیں۔ ابن اعرابی کا خیال تھا کہ اصمعی اور ابو عبیدہ جیسے علماء نے بھی کوئی خاص کام نہیں کای۔ اس کا شعر ہے۔

الی الله اشکو من خلیل اوده

ثلاث فلال کلهالی غانض

ابوالعباس ثعلب کہتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں دیکھا ابن اعرابی کے سامنے سیکڑوں لوگ موجود تھے۔ اور وہ سب لغت' ادب اور زبان کے بارے میں ان کے خیالات سے استفادہ کر رہے تھے۔ لوگ سوالات کرتے تو ابن اعرابی ان کے جوابات دیتے تھے ان کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں ہوتی' ابو العباس کہتے ہیں کہ میں نے ان کے ہاتھ میں کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔(۴۴۷)

ابن اعرابی نے ایک مرتبہ ایک مجلس دو آدمیوں کو دیکھا وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟

تو اس نے کہا اسبیجاب سے' پھر دوسرے نے پہلے شخص سے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ اس نے کہا اندلس سے' ابن اعرابی یہ گفتگو سن کر سخت متعجب ہوا اور اس نے یہ شعر کہا۔

رفیقان شتی الف الدهر بینا

وقد یلتقی الشتی فیا تلفان

پھر اس نے حاضرین مجلس کو بقیہ اشعار سنائے جو یہ ہیں۔

نزلنا علی قیسیته یمنیته

لها نسب فی الصالحین هجان

فقالت وارفت السترینننا

لا یته ارض ام من الرجلان

فقلت لها اما رفیقی فقومه

تمیم واما اسرتی فیمانی

رفیقان شتی الف الد هر بیننا

وقد یلتقی الشتی فیا تلفان(۴۴۸)

ابو العباس ثعلب نے ابن اعرابی سندی کے یہ اشعار املاء کئے۔

سقی الله حماد ون بطنان دارهم
ویدرک فی مردهناک و شمب
وانی وابا هم علی بعد دارهم
کخمر بماء فی الزجاج مشرب

ابوالعباس احمد بن یحیٰ کہتے ہیں کہ علم لغت و ادب اور یاد داشت ابن اعرابی پر اختتام پذیر ہے۔ ابو جعفر قحطی کہتے ہیں۔ جب ابن اعرابی کا انتقال ہوا تو ہم نے سوچا کہ ان کی کتابیں خریدلیں ہم کتابیں لینے گئے مگر ہمیں نہیں ملیں۔

کہتے ہیں کہ ابن اعرابی سندی اس رات پیدا ہوئے جس رات امام ابوحنیفہ متولد ہوئے۔ یہ رجب ۱۵۰ ہجری کی بات ہے۔(۴۴۹)

ابن اعرابی کی وفات سرمن رائی شہر میں ہوئی۔ ابن اعرابی کی وفات ۲۳۱ ہجری میں ہوئی' ان کی نماز جنازہ قاضی احمد بن ابی دواد الایادی نے پڑھائی۔(۴۵۰)

ابن اعرابی نے عربی زبان و ادب کے لئے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔

سندی بن صدقہ بغدادی

بغداد میں دوسری صدی ہجری میں ایک سندی الاصل شاعر تھا۔ جس کا نام سندی بن صدقہ تھا۔ اس کا شعری دیوان پچاس اوراق پر مشتمل تھا۔(۴۵۱)

اور ہر صفحہ بیس سطور پر مشتمل تھا۔ اسی طرح اس کا ایک اور دیوان تھا جو سوابیات پر مشتمل تھا۔ سندی بن صدقہ بغدادی' ایک معروف شاعر ابی نواس حسن بن ہانی کا دوست تھا۔ دونوں اکٹھے مصر گئے تو ابو نواس نے کہا۔

قد استزرت عصبته فاقبلوا
وعصبته لم تنزر هم طفلوا

رجوک فی تطفیلهم واملوا

وللر جاء حرمتہ لا تجهل

و ابلهم خیرفانت الا فضل

و الصل کماکنت قدیما تفصل(۴۵۲)

سندی بن علی وراق بغدادی

سندی بن علی وراق بغدادی اسحاق مغنی کے پاس وراقی کا کام کرتے تھے اسحاق کے انتقال کے بعد سندی بن علی نے طاق الزیل میں اپنی دوکان کھول لی۔ وہ وراقی کا کام کر کے روزی کماتے تھے۔(۴۵۳)

سندی بن علی وراق نے اپنے ایک شریک کے ساتھ ایک کتاب لکھی جس کا نام "کتاب الشرکہ" تھا۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

علقت الهدی منها ولیدا فلم یزل

الی الحول یمنی حبها ویزید

کولا احمل الحقد القد یم علیهم

ولیس رئیس القوم من یحمل الحقدا

الم یفنب ان الرکب قدا فدا

قل العزا لئن کان الرحیل غدا

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل

بسقط اللوی بین الدخول فحومل

اعاذل ان المال غاد و رائح

ویبقی من المال الا حادیث والذکو

عوجی علینا ربتہ الهودج

انک ان لم تفعلی تحرجی

یابیت عاتکہ الذی اتغزل

حذر العدی و بہ الفوار متوکل

ھاج الھوی لغوارک المھتاج

فانظر تو ضح باکرالا حداج

فانک کا للیل الذی ھومدرکی

وان خلت ان المنتای عنک واسع

اذا اذ نبت ..... زارھا اھلھا (۴۵۴)

سماق جاٹ سندی

ظہور اسلام سے پہلے ایران نے بلاد سندھ پر حملہ کیا' جس میں سندھ کا راجہ مارا گیا۔ اور سندھ کے بہت سے افراد ایرانی لشکر کے ہاتھوں قیدی ہوئے۔ اس میں جاٹ قبیلے کے افراد بھی کثیر تعداد میں تھے۔ جو قیدی بنا کر ایران لے جائے گئے۔ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب ایران فتح ہوا۔ تو سندھ کے یہ جاٹ قبائل عرب لشکر کے ساتھ ہوگئے۔ انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے درخواست کی ان کو عراق جانے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ ان کو اجازت دے دی گئی۔ تو یہ جاٹ قبائل عراق کے علاقے "بطائح" میں پہنچے جو بصرہ' واسط اور بغداد کے درمیان میں واقع ہے۔ وہاں انہوں نے مدت مدید تک سکونت اختیار کی۔ اسی طرح جاٹ قبائل کے افراد کے عراق کے دیگر علاقوں اور شام کی طرف بھی ہجرت کی اور وہاں اپنی بستیاں بسائیں۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد میں وہ اجتماعی شکل میں حجاج کے پاس آئے تو ان کے ساتھ ان کے اہل و عیال کے علاوہ بھینسیں بھی تھیں۔(۴۵۵)

عباسی عہد میں ان کی ایک کثیر تعداد نے بصرہ کی جانب ہجرت کی۔(۴۵۶) ان کی جاٹ کی ایک بڑی تعداد نے بحری قزاقوں' ڈاکوؤں کا طور طریقہ اپنایا۔ عرب حکام نے ان کو ہمیشہ صحیح طور طریقوں پر چلنے کی تلقین کی۔ لیکن وہ اس میں ناکام رہے۔(۴۵۷) پھر ان جاٹ لوگوں نے بڑے بڑے بحری اور بری راستوں پر خاص طور پر بصرہ واسط' اور بغداد کے راستہ پر ڈاکے ڈالنا شروع کر دئے' تجارتی قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا اور مال و اسباب

چھیننا شروع کر دیا۔ پھر خلیفہ معتصم باللہ نے ان کے ساتھ قوت آزمائی کا فیصلہ کرلیا۔ اس نے ایک بڑا لشکر تیار کرنے کا حکم دیا اور عجیف بن عنبسہ کی قیادت میں لشکر نے جاٹ قبائل پر حملہ کیا اور بڑی شدت سے ان کا قتل عام کیا۔ جاٹوں کو شکست ہوئی اور ان کے سردار شاق جاٹ سندھی اور اس کے نائب محمد بن عثمان جاٹ سندھی نے شکست تسلیم کرلی۔

ان جاٹ قبائل کے لوگوں کو پانی کے جہازوں پر بغداد لایا گیا ان کے ساتھ ان کا اسلحہ بھی تھا۔ ان کو خانقین کے علاقے میں منتقل کر دیا گیا۔(۴۵۸) سماٹ جاٹ سندی نے لڑائی کے دوران عربوں کے خلاف ایک قصیدہ میں ان کی ہجو کہی وہ یہ ہے۔

یا اهل بغداد مو توادام غیظکم

شوقا الی تمر برنی و سهر بز

نحن الذین ضر بناکم مجاهره

قسرا و سقنا کم سوق المعاجز

فاستنصر وا العبد من ابنا دولتکم

من یا زمان و من بلخ و من توز

ومن شناس و الشین ومن فرج

المعلمین بد بباج و ابریز

لیس الجلا جلا الزط فاعترفوا

اکل الثرید ولا شرب القو المز

لنسعفنکم سعفا یذل له

رب السریر و یشجی صاحب التنز(۴۵۹)

بہرحال بلاد سندھ کے لوگ بصرہ' بغداد' کوفہ' واسط' شام و حجاز میں کثیر تعداد میں آباد تھے۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اسلام کے لئے گراں قدر خدمات ہیں۔

محمد بن سندی مکی

محمد بن سندی مکی مکہ میں ایک شاعر اور مغنی تھا۔ وہ اسحاق بن ابراھیم مغنی موصلی کا ہم عصر تھا۔ اصفہانی نے محمد بن سندی مکی کے ابیات نقل کئے ہیں۔ جنہیں محمد بن سندی مکی نے اسحاق مغنی کی موجودگی میں گایا تو اسحاق کو اس پر بہت تعجب ہوا وہ یہ ہیں۔

یا ابا الحارث قلبی طائر
فاستمع قول رشید مئوتمن
لیس حب فوق ما احببتکم
غیران اقتل فیکم اواجن
حسن الوجہ نقی لونہ
طیب انشر لذیذ المحتضن

یہ اشعار قاضی اطہر مبارکپوری نے الاغانی سے نقل کئے ہیں۔(۴۶۰) محمد بن سندی مکی تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے ہے۔ اس لئے کہ وہ اسحاق مغنی موصلی کا ہم عصر ہے۔

ابو ضلع سندی عراقی

ابو ضلع سندی جاٹ قبیلہ کا ایک غلام تھا۔ وہ شعر و شاعری کا بہت دلدادہ تھا۔ حتی کہ خود بھی شاعر ہوگیا۔ اس کا تیس ورقی شعری دیوان بھی موجود تھا۔ اور ہر صفحے پر بیس ابیات تھے۔ اور اس کا دوسرا مجموعہ بھی ابیات پر مشتمل تھا۔(۴۶۱) ابو ضلع سندی چوتھی صدی ہجری کے اوائل تک میں موجود تھا وہ ابن ندیم کا ہم عصر تھا۔ ابو ضلع سندھی نے بلاد سندھ و ھند کی مدح میں بھی قصیدہ لکھا تھا۔ جس میں اس کی صفات و خصائص کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ قصیدہ یہ ہے۔

لقد انکرا صحابی و ماذلک بالامثل
ازا ماامدح الھند و سھم الھند فی المقتل

لعمری انهاالرض ازا القطر بها ینزل
یصیر الدر والیاقوت والد المن یعطل
فمنها المسک والکا فور والعنبر و المنزل
و اصناف من الطیب یستجمل من یتفل
وانواع الا فاویہ وجوز الطیب و السنبل
و منها العاج و الساج و منها العود و
الصندل
وان التوتیا فیها کمثل الجل الا طول
و منها البر و النمر و منها الفیل والدغفل
ومنها الکوک و البیضا و الطاووس و
الجوزل
ومنها شجر الرانج والسلسم و الفلفل
سیوف مالها مثل قد استغنت عن الصیقل
وارماح ازا هزت اهتزبها الجحفل
فهل ینکر هنا لفض الا الرجل الا
خطل(۳۶۳)

کشاجم سندی رملی

ابو المفتوح محمود بن حسین بن سندی بن شاهک عباسی عہد کا معروف و مشہور شاعر اور ادیب تھا۔ وہ مدتوں مصر میں بھی رہا۔ اس کا گھر بغداد کی ایک نواحی بستی رملہ میں تھا۔ اس لئے اس کی عرفیت رملی پڑ گئی۔ سندی الاصل ہونے کی وجہ سے اس کو سندی بھی کہا اور لکھا جاتا ہے۔

۲۸۰ ہجری میں بغداد کے محلّہ رملہ میں پیدا ہوا۔ کشاجم کا خاندان اموی عہد میں عراق میں آکر آباد ہوا تھا۔

جب اس کے جداعلیٰ موالی ہو کر بغداد پہنچے تھے۔ اس کے جداعلیٰ کی بیوی کا نام شاھک تھا۔ اس کی بیوی کی وفات کے بعد یہ نام اس کے خاندان کی عرفی نسبت بن گیا۔ جب اس کے خاندان کے افراد نے علم و ادب، شاعری، اور قائدانہ سرگرمی میں حصہ لیا، اس کے دادا سندی بن شاھک کا حقیقی نام محمد تھا۔ لیکن وہ سندی کے نام سے مشہور ہوئے۔(۴۶۳)

وہ ابتداء میں خلیفہ منصور کے مولی تھے۔ اس کے بعد مختلف مناصب پر تعینات کئے۔ گئے اور بغداد میں جسوین پر صاحب الحرس مقرر ہوئے۔(۴۶۴) پھر ۱۸۶ ہجری میں بغداد شہر کے والی مقرر ہوئے۔ جب کہ دریائے دجلہ میں شدید طغیانی آئی ہوئی تھی اور وہ لوگوں کو دریا عبور کرنے سے منع کرتے تھے۔(۴۶۵) ان کے بعد ان کی اولاد نے عباسی عہد میں مختلف عہدے اور مناصب حاصل کئے۔ ان میں ابراہیم بن سندی بن شاھک بھی مشہور تھا۔ جو کہ ایک بہت بڑا عالم تھا۔ وہ کشاجم کا چچا تھا۔ جبکہ کشاجم کا باپ حسین معروف نہ ہوا۔ مورخین نے کشاجم کے نام، اس کے باپ کے نام، اس کی کنیت، اور اس کی سن وفات کے سلسلے میں اختلاف کیا ہے۔

ابن ندیم، ابن عماد، مسعودی، شبلی نے کہا ہے کہ اس کا نام محمود تھا۔(۴۶۶) اور باپ کے نام کی نسبت ابن ندیم ابن عماد کے ساتھ متفق ہیں کہ اس کا نام حسین تھا۔(۴۶۷) جبکہ مسعودی اور شلبی نے ان کے باپ کا نام حسن ذکر کیا ہے۔(۴۶۸) لیکن مسعودی نے ایک دوسری جگہ ان کے باپ کا نام حسین ذکر کیا ہے۔(۴۶۹) ان کی کنیت اکثر لوگوں نے "ابوالفتوح" لکھی ہے۔(۴۷۰) اور بعضوں نے کنیت ابوالحسین اور ابوالنصر لکھی ہے۔(۴۷۱)

مراجع کی اہمیت اور اغلب رائے سے اس نتیجہ پر پہنچا جاسکتا ہے کہ اس کا نام ابوالفتوح محمود بن حسین بن سندی بن شاھک ہے جو کشاجم کے نام سے معروف ہے، لفظ کشاجم ان کا لقب ہے۔

ابن عماد نے کہا ہے کہ ان کا یہ لقب مختلف علوم سے عبارت ہے۔ کاف سے کتابت، شین سے شعر، الف سے انشاء، جیم سے جدل، میم سے منطق، بعض دوسروں نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اس کی ترتیب یوں بتائی ہے۔

کاف سے کاتب، شین سے شاعر، الف سے ادیب، جیم سے جواد، میم سے منجم، کہا جاتا ہے کہ جب کشاجم

نے علم طب میں مہارت حاصل کی تو انہوں نے اپنے لقب کے شروع میں طاء کا اضافہ کرلیا اور طاء سے طبیب بنایا اور نیا لقب طکشاجم ہوگیا۔ لیکن یہ مشہور نہیں ہوا۔(۴۱۲) کشاجم اہل ادب و علم اور اہل روایت و معرفت میں ایک اہم ترین شخصیت تھے۔(۴۷۳) کتابت و خطابت میں بھی بے بدل تھے۔ ان کی تصانیف و تحقیقات دوسروں سے ممتاز و ممیز نظر آتی ہیں۔

وہ سیف الدولہ کے والد عبداللہ بن ہمدان کے شعراء و ندماء میں سے ایک تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ سیف الدولہ کے باورچی تھے۔(۴۷۴)

ان کی تالیفات میں کتاب الرسائل(۴۷۵) کتاب المصائد و المطارد۔(۴۷۶)' اور شکاریات ایک کتاب جس کا نام کتاب البیزرہ ہے۔(۴۷۷) ایک اور کتاب "کتاب الندیم ہے جس میں ندیم نے فرائض اور اس کے اخلاق و کردار اور ذمہ داریوں سے بحث کی گئی ہے۔

سو صفحات پر مشتمل ان کا دیوان بھی ہے۔ ہر صفحہ پر بیس اشعار ہیں۔(۴۷۸)' اب کشاجم کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

کشاجم نے حلب شہر کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

اوتک ید الغیث ثارها
واخرفت الارض ازهارها
وملمنعت جارها بلدة
کما منعت حلب جارها
هی الخلد یجمع ما تشتهی
فزرها فطوبی لمن زارها(۴۷۹)

اسی طرح کشاجم نے مصر کی تعریف میں لکھا ہے کہ۔

اماتری مصر کیف قد جمعت
بها صنوف الریاحین فی مجلس

السوسن الغض و البقسج وار
ورد و صف البهار و النرجس
کا نها الا رض البست حللا
من فاخرالعبقر و السندس
کانها الجنته التی جمعت
ماتشتهیه العیون والا نفس(۴۸۰)

ثعالبی نے کشاجم کے یہ اشعار جو کتاب کے وصف میں ہیں نقل کئے ہیں۔

وصاحب مونس اذا حضرا
جالسنی با لملوک و الکبرا
جسم موات تحیا النفوس بہ
یجل معنی وان دنا خطرا
ملکت منہ کنزا غنمت بہ
فما ابالی ماقل او کثرا
اظل منہ فی مجلس حفل
بالنلس طرا ولا اری بشرا
وان اطفل بہ فیالک من
مستحسن منظرا و مختبرا
اعجب بہ جامعا ولو جعلت
علیہ کف الجلیس لا ستترا(۴۸۱)

کشاجم نے شمع کی تعریف میں کہا۔

بر کتہ صفر عمودها شمع

تفیض نارا من موضع الماء

تبکی ازاما المقص خمشھا

فرط حیا من الا خلا

کانھا عاشق مخافتہ

فیہ براز لمقلتہ الرائی

صفرة لون وزرب معتبتہ

ورمع حزن و نارا خشا

بخیل کے بارے میں کشاجم نے کہا۔

صدیق لنامن ابرع الناس فی البخل

و افضلھم فیہ ولیس بذی فضل

دعانی کماید عوا لصدیق صدیقہ

فجئت کما یا تی الی مثلہ مثلی

فلما جلسنا للطعام رایتہ

یری انہ من بعض اعضائہ اکلی

ویغتاظ احیانا ویشتم عبدہ

و اعلم ان الغیظ و الشتم من اجلی

فاقبلت استل الغنا مخافتہ

والحظ عینہ رقیبا" علی فعلی

اسلہدی سرالا سرق لقمتہ

فجرت کما جرت بذی رجلھا رجلی

وقدم من بعد الطعام حلاوة

فلم استطع فيها امرو لا احلى

وقمت لوانى كنت بيت نيته

وبحت ثواب الصوم من عدم الا كل(۳۸۲)

کشاجم نے طبیب کے وصف میں یوں کہا۔

عيسى الطبيب ترفق

فانت طوفان نوح

بابى علاجک الا

فراق جسم لروح

ستان مابين عيسى

وبين عيسى المسيح

فذاک محيى موات

وزا سمت صحيح(۳۸۳)

ابوالفضل جعفر بن فضل بن فرات کے سامنے یوں کہا۔

ازا الوزير تجلى

للنيل فى الا وقات

فقد اتاه سما

ء جعفر بن الفرات(۳۸۴)

کشاجم نے اپنے لئے کہا۔

غبط الناس بالكتابته قوما

حرموا حظهم بحسن الكتابته

وا ذا اخطا الكتابته حظ

سقطت تاوھا فصارت کا بتہ(۴۸۵)

انسان کے بارے میں کشاجم کے اشعار۔

مالنذل الا تحمل المنن

فکن عزرا ان شئت او فھن

ازا التزقنا علی السیر فما ال

معلتہ فی عتبنا علی النمن

من صفرت نفسہ فھمتہ

ابلغ من قصدہ من الحسن

ولیس کل امری تقلدہ

ید اعلی حفظھا بموتمن

کم بعت شکری علی نفلتہ

من الا یادی بانجس الثمن(۴۸۶)

خلیفہ مستکفی کی عادت تھی کہ وہ ھفتہ میں ایک دن اپنے محل میں خاص ادبی شعری مجلس منعقد کرتا تھا۔ جس میں شعراء اور ادباء جمع ہوتے' ادبی مباحث پر گفتگو ہوتی' اشعار پڑھے جاتے' اس خاص ادبی مجلس میں شعراء اپنا نیا کلام پیش کرتے تھے۔ جو اس سے پہلے کسی نے نہ سنا ہو ایک مرتبہ خلیفہ نے انواع و اقسام کے کھانوں کے متعلق شعر کہنے کو کہا' تو اس وقت کشاجم سندی نے یہ اشعار کہئے۔

متی ننشط للا کل

فقد اصلحت الجونہ

وقد زینھا الطاھی

لنا احسن مازینہ

لجناء ت وھی من اطیب

٣٠

مابو کل مشحونه

فمن جدی شوبناه

وعصبنا معاربنه

ونضدنا علیه و نعنع

البقل و طرخونه

وفرج وافرالزور

اجدنا لک تسمینه

وطهوج و فروج

اجد نالک تطحینه

وسنبوسجته مقلوة

فی اثر طمر یونه

و حمراء من البیض

الی جانب زیتونه

و اوساط شطیرات

بزیت الماء مدهونه

تدنج بکسور الند

بالعنبر معجونه

وحریف من الخبن

به الا و ساط مقرونه

وطلع کا للالی فی

سموط الغید مکنونه

وخل ترعف الا نا

فمنہ وھی مختونہ

وباذنجان بوران

بہ نفسک مفتونہ

وھلیون و عھدی بک

تستقعب ھلیونہ

وقمری یغنیک

لحونا غیر ملحونہ

الا یامن لمحزون

نای عن دار محنونہ

فما عنوک فی ان لا

تری من سکرہ طینہ(۴۸۷)

اسی طرح کشاجم سندی کے مختلف اشیاء کے بارے میں قصائد مسعودی کی کتاب مروج الذھب میں مذکور ہیں۔

کشاجم سندی بغداد کے محلہ رملہ میں ۳۶۰ ہجری میں فوت ہوا۔(۴۸۸) عربی زبان و ادب کے لئے اس کی گراں قدر خدمات ہیں۔

سندھ عربی اشعار میں

بلاد سندھ پر عربوں کے حملے خلفاء راشدین کے عہد ہی میں شروع ہوگئے تھے۔ مسلسل حملوں کے بعد آخر کار ۹۲ ہجری میں سندھ فتح ہوگیا اور سندھ میں عربی اسلامی مملکت کی بنیاد پڑی اور یہاں عرب حکومت ۴۱۶ ہجری تک قائم رہی۔ شعر و شاعری عربوں کے نزدیک ایک اہم فکری اساس تھی۔ اور ہم مختلف طبقات میں شعراء پر نظر ڈالتے ہیں۔ بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ عرب صاحب سیف بھی ہوتے تھے اور صاحب قلم بھی۔

بلاد سندھ سے محبت اور تعلق کی بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ عربوں نے اپنے اشعار میں بھی سندھ کا تذکرہ کیا ہے۔ جو تاریخ اور عرب ادب کی کتب کے صفحات پر محفوظ ہیں۔

ان شعراء کو چار طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

سپاہی عرب شعراء

عرب لشکروں میں شعراء کی ایک کثیر تعداد سندھ میں آئی۔ ان میں ایک عرب جرنیل جس کا نام حکم بن عمرو تغلبی تھا۔ جس نے مکران کے علاقے پر حملہ کیا اس کو فتح کیا اور وہاں کے حاکم کو شکست دی۔ پھر یہ عرب جرنیل دریائے سندھ کے مغربی کنارے تک پہنچا۔ اگر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کو دریائے سندھ عبور کرنے سے منع کرتے اور واپس لوٹنے کا حکم نہ دیتے تو وہ اپنی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھتے۔ اسی بات کو اس جرنیل سپاہی اور شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

لقد شبع الا رامل غیر فخر

بفی جا ھم من مکران

اتاھم بعد مسبغتہ وجھد

وقد صفر الشتا من الدخان

فانی لا یذ م الجیش فعلی

ولا سلیفی یذم ولا سنانی

غداة اذا نع الا و باش رفعا"

الی السند العریضتہ و المدانی

و مهران لنا فیما اردنا

مطیع غیر مسترخی العنان

فلو لا مالهی عنہ امری

قطعناہ ابی البدد النوانی(۳۸۹)

۴۴ ہجری میں ہم ایک اور عرب جرنیل اور شاعر کا نام سنتے ہیں' اس کا نام مہلب ابن ابی صفرہ ہے۔ اس نے بنوں شہر کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

الم تران الا زد لیلتہ بیتوا

ببنتہ کانو اخیر جیش السغب(۳۹۰)

۴۶ ہجری میں مکران میں ایک عرب والی اور جرنیل آتا ہے جس کا نام عبداللہ بن سوار عبدی ہے۔ اس کے لشکر میں ایک شاعر تھا جس نے عبداللہ بن سوار عبدی کی سخاوت اور شجاعت کا ذکر کیا ہے۔

وابن سوار علی علاتہ

موقد النار وقتال السغب(۳۹۱)

۴۹ ہجری میں والی مکران سنان بن سلمہ بن محبق هذلی کے ساتھ ایک شاعر کا تذکرہ ملتا ہے۔ وہ اپنے قصیدے میں کہتا ہے۔

رایت هذیلا" احدثت فی یمینها

طلاق نسا ملیسوق لها مهرا

لهان علی حلفتہ ابن محبق

ازار فعت اعنا قها حلقا صفرا(۳۹۲)

۵۷ ہجری میں معروف شاعر ابن مفرغ عرب جرنیل عباد ابن زیاد کے ساتھ تھا جو مکران کے علاقے قندھار

میں جہاد میں مصروف تھا۔ شاعر نے اس شعر میں عرب شہداء کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

کم بالجر و م واوض الهند من قلم

ومن سرابیل قتلی لا هم قبروا

بقند هاروهن تکتب منیته

لقبند هار یرجم دونه الخبر(۴۹۳)

۶۲ ہجری میں والی مکران منذر جارود عبدی جس نے بلاد سندھ کے بعض علاقے مثلاً" قیقان' بوقان' قصدار فتح کئے تھے' اور قصدار کے علاقے میں ایک معرکہ میں جب کہ وہ معرکہ قریب الختم تھا۔ یہ فوت ہوگیا تھا۔ اس کے ساتھ وہاں ایک شاعر تھا۔ اس نے یہ اشعار کہے۔

حل بقصد او فاضحی بها

فی القبرلم یقفل مع القافلین

لله قصد اروا عنا بها

ای فتی دنیا اجنت و دین(۴۹۴)

۶۴ ہجری میں ایک شاعر والی مکران حری بن حری باھلی کے پاس تھا۔ اس نے بوقان پر عربوں کے بعض حملوں کا ذکر یوں کیا ہے۔

لولا طعانی بالبوقان مار جعت

منه سرایا ابن حری باسلاب(۴۹۵)

۸۵ ہجری میں مکران کے عرب والی مجاعہ بن شعر تمیمی کی معیت میں ایک شاعر تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس شاعر نے یوں کہا۔

ملمن مشاهدک التی شاهد تها

الا یزینک ذکر ها مجاعة(۴۹۶)

۹۶ ہجری سے بلاد سندھ کے لئے عرب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس کی قیادت' نوجوان جرنیل محمد بن

قاسم ثقفی کر رہا تھا۔ اس کے لشکر میں بہت سے عرب شعراء تھے۔ جو حربی گیت گاتے تھے اور اپنے اشعار سے سپاہیوں کا دل بڑھاتے تھے۔ ان کے الفاظ تاریخ میں قیمتی موتیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ شعراء خود بھی سپاہی تھے۔ مثلاً قابل بن حاشم جو شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہادر سپاہی بھی تھا۔ راور کے معرکہ میں یہ اس قدر بے جگری سے لڑا اور زخمی ہوا کہ اس کے جسم پر سولہ زخم تھے۔

اس نے اپنے شعر میں کہا۔

الا فاصحبانی قبل و قعته داهر

وقبل المنايا قنغدون بواكر

وقبل غدبا لهف نفسى على غد

ازا ماغدا صبحى فلست بباكر(۴۹۷)

اس معرکہ میں ایک ایسے شخص کا نام آتا ہے جس نے راجہ داہر کو قتل کیا تھا اس کا نام عمرو بن خالد کلابی تھا۔ اس نے فخر سے یہ قصیدہ کہا۔

الخيل تشهد يوم داهر والقنا

و محمد بن القاسم بن محمد

انى فرجت الجمع غير معرد

حتى علوت عظيمهم بمهند

فتركته تحت الجهاج مجندلا

متعفر الخدين غير موسد(۴۹۸)

۹۵ ہجری میں بلاد سندھ کے ایک ایسے شاعر کا تذکرہ کر رہے ہیں جو محمد بن قاسم کی فتوحات کے آخری زمانے میں اس کے ساتھ تھا' اور اس نے حاکم کیرج کے قتل پر اشعار کہے' وہ راجہ دوھر کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس نے کہا۔

نحن قتلنا داهر اودوهرا

والخیل تردی منسرا فمنسرا(۴۹۹)

۲۔ عرب شعراء

اس طبقے کا تعلق شعرا کے اس طبقے سے ہے جس نے کبھی سندھ کو دیکھا نہیں۔ لیکن سندھ کے حالات و واقعات کو انہوں نے غور سے سنا اور اس کو اپنے اشعار کی زینت بنایا۔

۴۹ ہجری میں جب مکران کے والی عبداللہ بن سوار عبدی کو قتل کیا گیا تو ایک شاعر نے اس کا مرثیہ کہا۔

من کا بن سوار ازا جاشت مرا جلہ

فی الحرب لا اوقلت نار لھا بعدہ

کانت مراجلہ للرزق ضامنتہ

فانھن بنات الحرب والجودہ(۵۰۰)

ایک اور شاعر نے بھی اس کی مدح میں قصیدہ کہا ہے۔

ابلغ و بیعتہ اعلا ھا و اسفلھا

انا وجدنا ابن سوار کسوار

لا یسمن الخیل الا دیث یمھلھا

وما سواہ فتردی طول اعمار(۵۰۱)

۵۱ ہجری میں راشد بن عمرو جریدی مکران کا والی بنا' اھل قیقان اور مید قوم کے افراد کے ساتھ اس کی ٹکر ہوئی۔ ایک معرکہ میں راشد بن عمرو جریدی قتل ہوئے اور مکران کے نئے والی کی حیثیت سے سنان ھذلی کا تقرر ہوا۔ تو دمشق کے شاعر اعشی ھمدان نے کہا۔

وانت تسیر الی مکران

فقد شحط الور دوالمصرر

ونم تک من حاجتی مکران

ولا الفز و فیھا ولا المتجر

وحدثت عنها ولم آتها
فما ذلت من ذكرها اوجر
بان الكثير بها جائع
وان القليل بها معود(۵۰۲)

۵۳ ہجری میں ابن خلاص بکری نے سنان بن منصور کی والی مکران کی حیثیت سے تقرری کے موقع پر کہا۔

ابلغ سنان بن منصور و اخوته
اعنى هنيلا كراما غير انجاد
انا عتبنا عليكم في اماراتكم
والله هر زو قلب في النلس دوار
يعطى الجذيل وينسى غير مستنز
ولا ينهد ثنا بعد الفتار
لم ينزل القوم انجفت قناتهم
كا بن المعلى ولا مثل ابن سوار
ولا ابن مرة اذا ودى الزمان به
كم فلل الدهرمن ناب و اظفار(۵۰۳)

۷۵ ہجری میں سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی مکران کا والی مقرر ہوا۔ اور معاویہ علافی اور اس کے ساتھیوں نے قندابیل شہر کے پاس خروج کیا۔ اور دھاوا بولا اور اس کو قتل کر دیا۔ معروف شاعر فرزوق اس کا مرثیہ کہا۔

سقى الله قبرا من سعيد تعمنت
نواحيه اكفانا عليك ثيا بها
لقد ضمنت اوض بمكران سيدا
كريما ازا الا نوا خف سحابها

شدیدا" علی الا ذنین منک انا حتوی

علیک من الترب الهیام حجابها

ازا ذکرت عینی سعیدا تحدرت

لها عبرات لیستهل انسکا بها(۵۰۴)

اسی طرح شاعر صعصعہ بن محریہ کلابی نے سعید بن زرعہ کا مرثیہ کہا اس وقت وہ دار الخلافہ میں قیام پذیر تھا۔

اعازل کیف لی بهموم نفسی

بذکری تابعا فیها سعیدا

و اخوانا له سلفوا جمیعا

عظارفته من الا زنین صیدا

بقندا بیل حمث تری المنایا

و قتلا قت بهم کو ماوجودا

ولا تشمت بنا سو فلستقی

من الا جال مطرقته حدیدا(۵۰۵)

۹۲ ہجری میں جب حجاج بن یوسف نے سندھ کی فتح کے لئے محمد قاسم ثقفی کی قیادت میں ایک لشکر جرار تیار کیا۔ تو اس وقت حجاج بن یوسف نے یہ قصیدہ کہا۔

دعا الحجاج فارسه بلیل

وقد نال العدوعلی بلیل

وشمر خیله الحجاج لما

دعاه ان یشمره بلیل

فلیت المال للغارات حثوا

بلا عدید ولا بکیل(۵۰۶)

فتح سندھ کے بعد جب محمدؒ بن قاسم نے راجہ داہر کا سر اور غنائم ایک عرب وفد کی قیادت میں حجاج بن یوسف کے پاس بھیجے تو حجاج بن یوسف نے اس وفد کا بنفس نفیس استقبال کیا' اور شعراء نے ان کے لئے قصائد پیش کیے۔ انبی قبیلہ بنو ثقیف کا ایک شاعر تھا۔ جس نے محمد بن قاسم اور حجاج بن یوسف کی خدمت فتح سندھ کی مناسبت سے قصیدہ پیش کیا۔

لنحت بلاد السند بعد صعوبتہ
ومھا بتہ بمحمد بن القاسم
سلس الا مور سیاستہ ثقفیتہ
بشھا متہ منہ ورای حازم
ازن الا میرلہ عناة وداعہ
کان الا میر متود باقی العالم
فبرمحہ نصرا الا لہ محمدا
وبسیفہ قلمت نسا المائم
و بکیدہ ساوت بھامتہ داھر
دھم النعال الی اخذ قمائم
المال سبقھم وکل فریدة
بیضا نستہ کظبی ناعم
لا راس الا راس داھر فوقہ
عند الملوک بخطبہ المتفاقم
ونساوہ ببد بن نوحتہ حرة
وخیولہ تبکی بلمع ساجم(۵۰۷)

حجاج بن یوسف نے اس مجلس میں محمد بن قاسم کو اس کی شجاعت و بہادری اور بے مثال قائدانہ صلاحیتوں

پر خود بھی خراج تحسین پیش کیا اور اس نے وہیں یہ بیت پڑھا۔

ان المنایا لا یبالی حیفھا

مالم ینلن محمد بن القلسم(۵۰۸)

محمد بن قاسم اپنے دوستوں اور ساتھیوں میں اپنے اخلاق کریمانہ اور احباب کے ساتھ وفاء کے سبب سب میں ممتاز تھے۔ اسی لئے ان کے دوست فتح سندھ کی مہم کے حوالے سے ان کے لئے دعائیں کرتے اور غرباء میں صدقات و خیرات دیتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس مہم کے دوران محمد بن قاسم کو ہر قسم کی آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔ ان کے دوستوں میں ایک دوست جس کا نام عدیل بن نوح تھا۔ اس نے اپنے مال کا ایک کثیر حصہ فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ حتی کہ اپنی لڑکی بھی صدقہ کی اور محمد بن قاسم کے لئے ایک قصیدہ کہا جس میں اس جانب بھی اشارہ کیا ہے۔

سلبت بناتی حلبھن فلم ادع

سوارا ولا طوقا و قرطا منھبا

ملغونی الا فان حتی کا نما

تعطلت البیض الا رانب ارنبا

من اللہ رو الیا قوت من کل حرۃ

تری سمطھا فوق الخمار مثقبا

دعون امیر المومنین فلم یجب

دعا فلم یسمعن اما ولا ابا(۵۰۹)

شوال ۹۵ ہجری میں حجاج بن یوسف کا انتقال ہوگیا اور اس کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک جمادی الثانی ۹۹ میں مسند خلافت پر متمکن ہوا اور اس نے صالح بن عبدالرحمٰن کو عراق کا امیر بنایا۔ تو اس نے حجاج بن یوسف کے خاندان کے افراد' دوست احباب اور اس سے روابط رکھنے والے لوگوں کو پریشان کرنا شروع کیا۔

صالح بن عبدالرحمٰن نے یزید ابن ابی کبشہ سکسکی کو سندھ کا نیا حاکم مقرر کیا۔ جس نے محمد بن قاسم کو

گرفتار کرنے کا حکم دیا اور اس کو زنجیروں میں مقید کر کے عراق روانہ کیا۔ جہاں وہ واسط کے قید خانہ میں سخت اذیت کے دوران ثقفیوں کی ایک بڑی تعداد کے ہمراہ قتل کر دیا گیا۔ محمد بن قاسم نے جیل میں قید کے دوران بہت سے قصائد کہے جس میں شکوہ تھا۔

فلئن ثویت بواسط وبار ضها

رھن الحدید مکبلا مغلولا

فلوب قینتہ فارس قدرعتھا

ولرب قلن قدترکت قتیلا(۵۱۰)

محمد بن قاسم نے ایک دوسرے قصیدہ میں اپنے سندھ کو چھوڑ کر خود کو حکام کے حوالے کر دینے کے تعلق سے اظہار خیال کیا ہے۔

لو کنت اجمعت القرار لو طئت

اناث اعدت للوغی و ذکور

وما دخلت خیل السکا سک ارضنا

ولا کان من عک علی امیر

ولا کنت للعبد المرونی تابعا

فیالک دھر بالکرام عثور(۵۱۱)

۱۰۷ ہجری میں جب جنید بن عبدالرحمن مری کو سندھ کا حاکم مقرر کیا گیا تو اس بعض ایسے علاقے دوبارہ فتح کئے گئے جو محمد بن قاسم کی وفات کے بعد عربوں کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے۔ بلکہ گجرات کے کچھ علاقے بھی فتح ہوئے اور کثیر تعداد میں جزیہ' خراج اور غنائم اکٹھا ہوا۔ لیکن جب جنید بن عبدالرحمن مری کو معزول کیا گیا تو اس کے خزانے میں سے بہت کم مال نکلا۔ جنید بن عبدالرحمن مری عرب کے معروف سخی اور غنی لوگوں میں معروف و مشہور شخصیت تھا۔ تو ایک شاعر نے اس کی مدح میں کہا۔

واصبح زوار الجنید وصحبہ

یحیون صلت الوجہ جما مواہبہ(۵۱۲)

اس کی مدح میں دوسرے شعراء نے بھی طویل قصاید کہے۔ ابو جویریہ عیسیٰ بن عصم کے اشعار ملاحظہ ہوں

لوکان یقعد فوق الشمس من کرم

قوم با حسانھم او مجدھم قعدوا

محسدون علی مکان من کرم

لاینذع اللہ منھم مالہ حسدو(۵۱۳)

۱۱۱ ہجری میں تمیم بن یزید عتبی بلاد سندھ کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے لشکر کے ایک سپاہی کا تعلق بصرہ کے قبیلہ بنی یربوع کا فرد تھا۔ اس کی ماں قبیلہ بنو طبیثی سے تھی' وہ ایک دن معروف شاعر فرزدق کے پاس آئی۔ وہ اپنے باپ کی قبر کی کنکریاں اٹھائے ہوئے تھی' اور دھائی دے رہی تھی۔

جب فرزدق نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں بوڑھی ہوں اور میرا ایک ہی لڑکا ہے جسے تمیم بن یزید اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ سندھ لے گیا ہے فرزدق نے تمیم بن یزید کو لکھا کہ اس جوان کو اپنی ماں کے پاس بھیج دے اور یہ قصیدہ بھیجا۔

اتتنی فعاذت یا تمیم بغالب

وبا لحفرۃ السافی علیھا ترابھا

فھب لی خنیسا و التخذ فیہ منتہ

طوبتہ ام مایسوغ شرابھا

تمیم بن یزید لا تکونن حاجتی

بظھرو لا یخفی علیک جوابھا

فلا تکثر التردد فیھا فاننی

ملول لحاجات بطی طلا بھا

جب یہ مکتوب تمیم کے پاس پہنچے تو وہ نام میں شک میں پڑ گیا کہ یہ خنیس لکھا ہے یا جبیش لکھا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ خنیس یا حبیش نام کی نسبت کے جتنے بھی سپاہی ہیں ان کے نام پیش کیے جائیں۔ ان ناموں کے چھ سپاہیوں کے نام پہنچے۔ تو اس نے ان سب کو فرزدق کے پاس بھجوا دیا۔(۵۱۴)

۲۱۳ ہجری میں غسان بن عباد مہلبی کو سندھ کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اس سے پہلے بشر بن داؤد مہلبی سندھ کا حکمران تھا۔ جس نے مرکز خلافت سے روگردانی کرتے ہوئے آزادی کا نعرہ لگایا۔ خلیفہ نے اس کو پکڑنے کا حکم جاری کیا۔ غسان بن عباد مہلبی نے زمام حکومت سنبھالنے کے بعد بشر بن داؤد مہلبی کو گرفتار کرکے خلیفہ مامون کے سامنے عراق میں پیش کیا۔ بشر بن داؤد معافی کا طالب ہوا۔ خلیفہ نے اس کو معافی دیدی۔ اس قصیدہ میں شاعر نے بشر کی مذمت اور غسان کی مدحت بیان کی۔

سیف غسان رونق الحرب فیه

وسها م الحتوف فی ظبتیه

فاذا جره الی بلا السند

فالقی المقاد بشرا الیه

مقسمالا یعود ما حج لک

مصل وما رمی جمرتیه

غادرا بخلع الملوک ویغت

سال جنونا تلوی الی فروتیه(۵۱۵)

۲۱۶ ہجری میں موسیٰ بن یحییٰ برکی سندھ کا حاکم ہوا۔ ابن خلسکان کا کہنا ہے کہ قاضی یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں کہ میں نے مامون کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یحییٰ بن خالد برکی جیسا کوئی سخاوت و شجاعت اور بلاغت میں نہیں ہے اور کہنے والے نے سچ کہا ہے۔

اولا دیحیے ار بع

۴ کار مع الطبائع

فهم اذا اختبر تهم

طبائع الصنائع

قاضی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے امیرالمومنین! شجاعت میں اور کون ہے؟ تو خلیفہ مامون نے کہا موسیٰ بن یحییٰ برمکی۔(۵۱۶)

۳۔ عرب شعراء جنہوں نے سندھ کا دورہ کیا:

بعض عرب شعراء ایسے بھی تھے جنہیں سندھ آنے کا شرف حاصل ہوا اور وہ طویل یا مختصر سے عرصہ کے لئے یہاں قیام پذیر بھی رہے۔ پھر وہ سندھ کی خوشگوار یادیں لے کر اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے اور اپنے اشعار و دواوین میں سندھ کا تذکرہ کیا۔ ۱۵۲ ہجری میں ایک عرب شاعر مطیع بن ایاس سندھ آیا اور اس نے یہاں والئ سندھ ہشام بنعمرو تغلبی کے پاس قیام کیا' ہشام بن عمرو تغلبی علماء' شعراء اور ادباء کی تکریم و تعظیم کے سلسلہ میں بہت معروف تھا۔(۵۱۷)

اپنے زمانہ کا ایک اور مشہور و معروف عرب شاعر ابو عبادہ ولید بن عبید بحتری (متوفی ۲۸۴ ھ) بھی سندھ آیا اور ملتان میں کچھ عرصہ قیام پذیر رہا۔(۵۱۸) سندھ میں قیام کے دوران اس سے یہاں کی ایک بڑی تعداد نے اس سے ادبی استفادہ کیا۔ اگرچہ اس کے سندھ میں وارد ہونے کا زمانہ تاریخ میں درج نہیں ہے۔ تاہم غالب امکان یہ ہے کہ وہ عمر بن عبدالعزیز ھباری کے زمانہ میں ۲۴۰ ہجری میں سندھ آیا ہو' کیونکہ ان کے عہد امارت میں سندھ میں شعراء و ادباء کی ایک کثیر تعداد عرب سے سندھ آئی تھی' اور اکثر شعراء نے ان کی مدح کی ہے۔(۵۱۹)

۴۔ عرب شعراء جو سندھ میں پیدا ہوئے

عباسی عہد میں اور تیسری صدی ہجری کے اوائل میں بلاد سندھ عظیم شعراء کی آماجگاہ رہا۔ نہ صرف عربی

زبان میں بلکہ سندھی زبان میں بھی سندھی زبان کے شعراء اس دور میں سندھی شاعری کر رہے تھے، بہت سے عرب شعراء ایسے بھی تھے جو سندھی زبان پر قادر تھے وہ سندھی اور عربی دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی وہ سندھ میں پیدا ہوئے اور یہیں پلے بڑھے تھے اور بعض شعراء تو ایسے ہیں جن کا نام تاریخ میں سنہری حروفوں سے لکھا جاچکا ہے۔

شاعر منصوری

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ھباری کے عہد امارت میں ایک عظیم شاعر جو اصلاً" عراقی النسل تھا۔ مگر منصورہ (سندھ) میں پیدا ہوا۔ یہیں پلا بڑھا اور یہیں اس کی تعلیم کی منازل طے کیں۔ اس نے سندھی زبان میں بھی کمال مہارت حاصل کی، اور سندھ میں عربی شاعری کے ساتھ ساتھ سندھی زبان میں بھی شاعری کی طرف توجہ کی۔ یہ علوم اسلامیہ کا بھی بڑا زبردست ماہر تھا۔

۲۷۰ ہجری میں ارور کے سندی راجہ نے حاکم منصورہ کو اسلامی تعلیمات سے آگاہی کے سلسلہ میں لکھا اور دین اسلام کے متعلق تفصیلات جاننا چاہیں، حاکم منصورہ نے اس شاعر کو طلب کیا کہ وہ یہ کام کرے۔

اس شاعر نے سندھی زبان میں ایک قصیدہ لکھنے کے ساتھ اسلامی تعلیمات کے متعلق تفصیلات لکھ بھیجیں۔ حاکم ارور اتنی فصاحت و بلاغت دیکھ کر بہت متعجب ہوا اور اس نے حاکم منصورہ کو لکھا کہ اس عالم کو بنفس نفیس میرے پاس بھیج دیں۔ وہ عالم و شاعر تین سال تک حاکم ارود کے پاس رہے۔ اور اسلامی اصول و عقاید کی تعلیم دیتے رہے حاکم ارود ان سے قرآن کریم کی تفسیر سنتا حتی کہ وہ اس شاعر و عالم کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہوگیا۔

اس کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک وہ شاعر و عالم حاکم ارود کو قرآن پاک کی تفسیر سنا رہے تھے جب وہ سورہ یسین کی اس آیت پر پہنچے۔

قال من یحیی العظام وھی رمیم قل یحیھا الذی انشاھا اول مرہ وھو لکل خلق علیم ○

اس عالم نے جب ان آیات کی تشریح و توضیح بیان کی تو حاکم پر وہ سن کر ایسی رقت طاری ہوئی کہ وہ اپنے

مطلاً' مرصع اور مذہب اور جواہرات سے مزین تخت سے اترا اور زمین پر چلنے لگا' پانی کی ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ اس نے زمین پر اپنا سر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا دیا۔ اور آہ و زاری کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اس کا تمام چہرہ مٹی سے لت پت ہوگیا۔ پھر اس نے اپنا سر اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ حاکم ارور نے اس شاعر و عالم تین مرتبہ چھ چھ من سونا دیا۔ حاکم نے اس سے قرآن کریم کی تفسیر سندھی فرمان حق لکھنے کی درخواست کی۔ اس نے اس کام کو مکمل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سندھی زبان میں قرآن کی یہ تفسیر و ترجمہ نہ صرف سندھ بلکہ برصغیر میں کی زبانوں میں پہلا ترجمہ و تفسیر ہے۔(۵۲۰)

شاعر ملتانی

اس کا نام ہارون بن عبداللہ ملتانی تھا۔ اور قبیلہ بنی ازد کا مولیٰ تھا۔ اور اصلاً" عرب تھا۔ اس کے اجداد سندھ کی اسلامی فتوحات کے بعد ملتان آگئے تھے اور مدت مدید سے ملتان میں مقیم تھے۔ ہارون ملتان میں پیدا ہو یہیں پلا بڑھا اور یہیں تعلیم حاصل کی۔ اور ایک مشہور شاعر ہوگیا۔ اس کے اشعار تاریخ کی کتب میں رقم ہیں۔(۵۲۱)

ایک معرکہ میں جس میں راجہ مہاجم کی فوج کے ساتھ مسلمان افواج کا مقابلہ ہوا تھا۔ راجہ مہاجم مارا گیا اور مسلمان افواج کو فتح ہوئی۔ اس واقعہ کو ہارون بن عبداللہ ملتانی نے ایک قصیدہ میں یوں ذکر کیا۔

الیس عجیبا بان تلقه
له فطن الاسفی جرم فیل
واطرف من نسبه زوله
بحلم یجل عن الخنشبیل
الیس عجیبا بان تلقه
غلیظ الا داک لطیف الحویل
وار قص مختلف خلقه

طویل النیوب قصیر النصیل

ویخفع للیث لیث العدین

فان ناشب الھرمن راس مہل

ویلقی العد و بناب عظیم

وجوف اصیب وصوت ضیل

واشبہ شیی ازا قستہ

بخنزیر بر و جاموس خیل

ینازعہ کل ذی اربع

فمالی الا نام لہ من عدیل

ویعصف بالبر بعد النحور

کما تعصف الریح بالعندیل

وشخص تعری یدہ القہ

فان و صلوہ فسیف صقیل

واقبل کا لطود ھادی الخمیس

بصوت شدید امام الرعیل

فمر بسیل کسیل الا تی

بخطو خفیق وجوم ثقیل

فان سمتہ زادی فی ھولہ

بشاعتہ از نین فی راس غول

وقد کنت اعددت ھرالہ

۳۹

قليل التهيب للننه بيل

فلما احس به فى لحجاج

اتانا الا له بفتح جليل

وطار واعلى رغم فباله

بقلب نخيب و جسم ثقيل

لسبحان خالقه وحده

اله الا نام ورب الفيول(۵۲۲)

سندھ کے ہندو علماء اور ان کی علمی خدمات

دور عرب میں سندھ کی علمی فضا نے دیگر طبقات کے ساتھ ساتھ یہاں کی ہندو آبادی کو بھی بے حد متاثر کیا اور بلاد عرب میں اور سندھ میں ان ہندو اکابرین نے بھی اپنا اہم کردار ادا کیا۔ سندھ کے ان حکماء فلاسفہ' اطباء کے متعلق قاضی اطہر مبارکپوری نے لکھا ہے کہ وہ برضاء و رغبت بحث و تحقیق کے بعد اسلام لے آئے۔(۵۲۳)

اور ان کا دور عباسی عہد میں ان کی علمی قابلیت کی انتہاء کا دور تھا۔ ان میں سے بعض اہم حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

طبیب منکہ

خلیفہ ہارون الرشید ایک مرتبہ شدید مرض میں مبتلا ہوا۔ بغداد کے ماہر اطباء نے اس کا علاج کیا مگر اس کو کوئی افاقہ نہ ہوا۔ تو اس سے ابو عمر اعجمی نے کہا:

ہند و سندھ کے علاقے میں ایک معروف طبیب ہے جس کا نام منکہ ہے اس کو بلوالیا جائے۔ امیر المئومنین نے اس کو بلوانے کا حکم دیا۔ منکہ بغداد پہنچا اور اس نے ہارون الرشید کا علاج کرنا شروع کیا' اللہ تعالٰی نے منکہ کے ہاتھ سے اس کو شفاء عطا کی۔ علیہ نے منکہ کو بہت انعام و اعزاز سے نوازا اور اس کو ایک بڑے شہری عہدے پر فائز کیا۔(۵۲۴) بان طبیب منکہ علمی و طبی کاموں میں مشغول ہوا اور اس نے علمی و طبی میدان میں انتہائی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

اس نے گراں قدر ہندی طبی کتب کا عربی میں ترجمہ کیا وہ بغداد میں اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی کی زیر نگرانی کام کرتا تھا۔ اور علمی طبی کتب کا ہندی سے فارسی اور عربی میں ترجمہ کرتا تھا۔ وہ کتب جن کا طبیب منکہ نے ترجمہ کیا ان میں ایک کتاب "ششرو" نامی بھی تھی جس میں دس مقالات تھے۔ وہ مقالات مختلف امراض' ادویات کی خصوصیات اور علاج کے بارے میں تھے۔ اس کا ترجمہ یحیٰی برمکی کے حکم سے کیا گیا۔ ایک اور کتاب "کناش" نامی تھی۔ جو بغداد میں برامکہ کے اسپتال کے لئے دستور العمل کا درجہ رکھتی تھی۔ اس نے

سلیمان بن علی ہاشمی کی زیر ہدایت؟ جن کتب کے تراجم کئے ان میں "کتاب عقاقیر الھند' علاجات الحبالی' علاجات النساء' المختصر فی العقاقیر' اجناس الحیات و سموھا' امراض النساء' التوھم فی الامراض والعلل" خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔(۵۲۵)

طبیب منکہ نے ایک دن بغداد کے بازار میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو عقاقیر کو بعض دیگر اشیاء کے ساتھ ملا کر معجون بنا کر فروخت کر رہا تھا۔ اور اس دواء کو بخار' پیٹ کی خرابی' جگر کی خرابی' تقطیر البول' فالج اور رعشہ کے لئے بے حد مفید بتا رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا کہ جو اس معجون کو استعمال کرے گا وہ ان امراض سے شفاء پائے گا۔ طبیب منکہ ہنسا اور اپنے مترجم سے کہا کہ جو کچھ یہ کہہ رہا ہے اگر صحیح ہے تو تم مجھ کو میرے ملک سے اتنی دور کیوں لے کر آئے اور اتنی تکلیف اٹھائی اور اتنا پیسہ خرچ کیا اور اگر جو کچھ یہ کہہ رہا ہے صحیح نہیں ہے تو خلیفہ اس کو قتل کیوں نہیں کرواتا کیونکہ اس کے ہاتھ روزانہ تین چار اشخاص قتل ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اس کی دوا ان کی موت کا سبب بن رہی ہے اگر یہ نہ ہوں تو پھر دوا کا فساد بھی رہے گا۔(۵۲۶)

اسی طبیب منکہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

اس کی موجودگی میں ایک شخص نے یہ آیت پڑھی **افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت**(۵۲۷) ایک جاہل نے اسے سن کر کہا **فکیف لو رای الفیل** یعنی اگر ہاتھی دیکھتا تو کیا ہوتا۔ اس پر لوگوں نے اس کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ اس پر منکہ نے لوگوں سے کہا کہ اس کو نصیحت نہ کرو۔ کیونکہ ہاتھی کی خلقت واقعی قابل تعجب ہے۔ لوگوں نے کہ یہ بات تو ہے اللہ تعالیٰ نے اونٹ کے بجائے ہاتھی کی مثال کیوں نہیں دی۔ منکہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عربوں کو مخاطب بنایا ہے۔ ان کی زبان تمام زبانوں پر حجت ہے۔ اس سے ترجمہ ہونے کے بعد دوسری اقوام مخاطب ہوں گی اور عربوں کے واسطہ سے دوسری قوموں کو مخاطب کیا گیا ہے اور جس چیزوں کو عربوں کے نہ دیکھا ہے اور نہ ہی اس سورت کے نزول کے وقت کوئی ایسا شخص موجود تھا جس نے حبشہ والوں کے ہاتھی دیکھے ہوں۔ ایسی صورت میں اس سے کسی طرح تعجب کرایا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ مکہ میں جس وقت ہاتھی آیا تھا وہاں عبدالمطلب چند افراد کے ساتھ رہ گئے تھے اور باقی تمام باشندے مکہ چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے۔(۵۲۸)

طبیب بہلہ

طبیب بہلہ کو ان قدیم اطباء سندھ میں شمار کیا جاتا ہے جن کو خلیفہ ہارون الرشید کے عہد خلافت میں یحییٰ بن خالد برمکی نے بغداد بلوایا تھا۔ وہ عباسی خلفاء اور ان کے متعلقین کا علاج معالجہ کرتا تھا۔ بغداد میں اقامت گزیں ہونے کے بعد اس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام صالح تھا وہ بھی معروف مشہور اور قابل طبیب تھا۔ اسی طرح اس کا پوتا حسن بن صالح بن بہلہ بھی بغداد کا معروف طبیب تھا۔

طبیب ابن دھن

طبیب ابن دھن بھی مشہور حکماء میں سے تھا۔ وہ خلیفہ ہارون الرشید کے عہد خلافت میں مستشفی برامکہ (بیمارستان) کا منتظم تھا۔ اس نے مختلف طبی کتب کے تراجم اور علمی مہمات میں حصہ لیا اور ھندی طبی کتاب "استانکر" کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔(۵۲۹)

طبیب صالح بغدادی

صالح بن بہلہ بغداد میں پیدا ہوا اور وہیں پلا بڑھا وہ اپنے باپ بہلہ سندی کی طرح معروف طبیب تھا۔ اس نے خلیفہ مہدی کی بیٹی اور ہارون الرشید کی بہن کا علاج کیا۔ اس نے ابراہیم بن صالح کا بیمار پڑنے پر علاج کیا۔ جب ابراہیم بن صالح کے مرض نے شدت اختیار کی، طبیب ابن بختیشوع خلیفہ کی خدمت میں حاضرہوا۔ اور اس نے خلیفہ کو بتایا کہ اس کے علاج سے ابراہیم بن صالح کو کوئی افاقہ نہیں ہو رہا ہے۔ تو اس وقت جعفر برمکی نے خلیفہ کی اجازت سے طبیب صالح کو بلوانے کی اجازت چاہی۔ خلیفہ نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔

پھر تمام لوگ ابراہیم بن صالح کے گھر گئے اور طبیب صالح بغدادی کو بھی ساتھ لے گئے۔ ابراہیم بن صالح کو دواء وادی گئی۔ طبیب صالح نے علاج کیا اور کہا کہ پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، پھر جب ابراہیم بن صالح کا انتقال ہوگیا تو خلیفہ نے طبیب صالح بغدادی اور اس کے فن کو بہت طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ جس پر طبیب صالح نے خلیفہ کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پیش کیا۔(۵۳۰)

جس سے عباسی خلفاء کے نزدیک سندی اطباء کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا اور عرب نے یہاں کے اطباء

سے مزید استفادہ کرنا شروع کیا اور بے شمار علمی کتب کا عربی میں ترجمہ ہوا۔

طبیب حسن بغدادی

طبیب حسن کے دادا بھلہ یحیٰ برمکی کے بلانے پر دوسری صدی هجری میں اطباء سندھ و ھند کی ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے۔ وہ بغداد میں اقامت گزیں ہوئے تھے اور اسلام قبول کرلیا تھا۔ ان کا بیٹا صالح بھی بغداد کے کبار الطباء میں سے تھا۔ پھر یہ حسن بن صالح بن بھلہ تیسری صدی هجری کے معروف و مشہور طبیبوں میں سے ایک تھا۔(۵۳۱)

ابوالھندی مکی محدث

ابو الھندی ایک زبردست عالم اور محدث تھے پہلے مکہ میں اور پھر مدینہ میں اقامت گزیں ہوئے۔ یہ ھندو تھے پھر اسلام قبول کر کے علوم دینیہ حاصل کئے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی اور ان سے ابوالقاسم نے روایت کی اور یہ دوسری صدی ہجری کے اکابرین میں سے تھے۔(۵۳۲)

محمد بن حارث بیلمانی حجازی

محمد بن حارث بیلمانی حجازی محدث تھے۔ انہوں نے اپنے والد ابن عمر سے روایت کی ان سے محمد بن حارث حارثی اور محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی نے روایت کی۔ وہ تیسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے اور حجاز میں مقیم تھے۔

حارث بیلمانی حجازی

حارث بیلمانی محدث تھے' انہوں نے ابن عمر سے روایت کی وہ حجاز میں مقیم تھے اور دوسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۵۳۳)

محمد بیلمانی کوفی

محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی کوفی بڑے محدث تھے۔ اور آل عمر کے مولی تھے انہوں نے اپنے والد سے

روایت کی ہے۔ اور ان سے روایت کرنے والوں میں سعید بن بشر بخاری' عبداللہ بن عباس بن ربیع حارثی' محمد بن حارث بن زیاد صادئی' محمد بن کثیر عبدی' اور ابو سلمہ موسی بن اسماعیل نے روایت کی ہے۔ ان کا قیام کوفہ میں تھا۔(۵۳۴) اور علم نحو کے بھی بڑے عالم تھے۔(۵۳۵)

بخاری' ابو حاتم اور نسائی نے ان کو منکر حدیث کہا ہے۔ ابو حاتم نے ان کو "مضطرب الحدیث" بھی کہا ہے۔ یہ دوسری صدی ہجری کے بزرگوں میں سے تھے۔(۵۳۶)

ابو سعید مالکی

ابو سعید مالکی بغداد میں مالکیہ کے کبار علماء میں سے تھے۔ یہ دوسری صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۵۳۷)

ابو محمد بغدادی مورخ

ابو محمد بغدادی دوسری صدی ہجری کا ایک معروف مورخ اور عالم تھا۔ اس نے بلاد سندھ کی عربی فتوحات فرج سے روایت کی ہیں اور اس سے ایک بڑے اور معروف مورخ علی بن محمد مدائنی نے روایت کی ہے۔ علی بن محمد مدائنی وہ مورخ ہے جو بلاذری کے نزدیک بہت معتبر ہے اور بلاذری نے اس سے کافی مواد حاصل کیا ہے۔ ابو محمد بغدادی مستند مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معروف عالم بھی تھے۔(۵۳۸)

ماشاء اللہ بغدادی منجم

ماشاء اللہ بغدادی سندھ کے ان افراد میں سے ایک تھا جو علم نجوم میں درجہ کمال کی مہارت رکھتے تھے۔ وہ کواکب اور ان کے اثرات و تاثیر کے علم میں بہت معروف تھے۔ ان ضمن میں ان کی کئی تصانیف بھی ہیں۔ وہ تیسری صدی ہجری میں بغداد میں وارد ہوئے۔(۵۳۹)

احمد بن محمد فقیہہ

احمد بن محمد کرابیسی ایک بہت بڑے فقیہہ اور مصنف تھے۔ ان کی کتاب "کتاب الوصایا" بہت معروف

ہے۔ ان کی نسبت کرابیسی مشہور ہے۔ اس لئے کہ وہ کرباس یعنی سفید روئی کے (لٹھے) کا کاروبار کرتے تھے' کرابیسی کی نسبت سے بہت سے کبار علماء معروف و مشہور ہیں۔ احمد بن محمد فقیہہ چوتھی صدی ہجری کے رجال میں سے تھے۔(۵۴۰)

ابوالھندی اسدی شاعر

طبری نے عراق میں مقیم دوسری صدی ہجری کے ایک شاعر کا ذکر کیا ہے۔ جو ابوالھندی اسدی کے نام سے معروف تھا۔ وہ بنی اسد کا مولی تھا۔ اس کے اشعار میں قبیلہ بنواسد بن عبداللہ کے مدحیہ اشعار ملتے ہیں۔ جیسا کہ اس نے ذکر کیا ہے۔

ابا منذر امت الا مور فقستها
وسالت عنها کا لحریص المساوم
فماکان ذورای من الناس قسته
برایک الا مثل رائی البھائم
ابا منذر لولا مسیرک لم یکن
عراق ولا انقادت ملوک الا جم
ولا حج بیت اللہ منحج راکب
ولا عمر البطحا بعد المواسم
فکم من قتیل بین سان وجزة
کثیر الا یادی من ملوک قماقم
ترکت بارض الجوزجان تزوره
سباع و عقبان لحز الغلاصم
وزی سوفتہ فیہ من السیف خطتہ
بہ رمق حامت علیہ الحوائم

فمن هارب مناون دائن لنا

اسير يقاسى مبهمات الا داهم

قد تک نفوس من تميم و عامر

ومن مضر الحمرا عند الماقم

هم اطمعوا خاقان فلينا فاصبحت

جلا نبه احتوا المغانم(۵۴۱)

آنکو هندی طبیب

آنکو ان قدیم طباء اور عالموں میں سے ایک تھا جو اسلام سے قبل ہی طب، علم فلکیات، علم نجوم، اور علم فلاسفہ میں بہت مشہور تھا، آنکو دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچا اور اس نے عباسی خلفاء کے زیر سرپرستی مختلف علوم و فنون کی کتب هندی سے عربی میں ترجمہ کیں۔(۵۴۲)

اریکل طبیب ماہر فلکیات

ابن ندیم نے بلاد سندھ و هند کے علماء کے ضمن میں اریکل کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کی کتب علم طب اور علم نجوم پر تھیں اور عباسی عہد میں اریکل کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا۔(۵۴۳)

اندی طبیب ماہر فلکیات

اندی ان طبیب اور ماہر فلکیات میں سے تھا جس کی کتابیں علم نجوم اور علم طب پر تھیں اور اس کی کتابوں کا دوسری صدی هجوی میں عربی میں ترجمہ ہوا۔(۵۴۴)

اجهرا انجینئر

مختلف فارسی مورخین نے آلات حرب اور اسلحہ کی تیاری کے ماہر کے طور پر اجھر کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ ایک ماہر دفاعی انجینئر تھا۔ اس کی ایک کتاب بنام "کتاب باجھرا الهندی فی فراسیات السوف و نعتها و صفاتها و

رسوھا وعلاماتھا" بہت معروف تھے وہ دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچا اور اپنی کتاب کو عربی زبان میں منتقل کیا۔(۵۴۵)

باکھر طبیب، ماہر فلکیات

باکھر ایک معروف طبیب اور ماہر فلکیات تھا۔ اس کی کتابیں طب، فلسفہ اور علم نجوم پر تھیں۔ اس کی کتب دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچیں اور ان کا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا۔(۵۴۶)

نوقشتل طبیب

ابن ندیم نے دوسری صدی ہجری کی ان کتابوں میں نوقشتل کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جن کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔ نوقشتل کی اہم کتابوں میں "مائتہ داء و ماۂ دواء" اور "کتاب التوھم فی الامراض و العلل" زیادہ معروف ہیں۔(۵۴۷)

جاراکا طبیب

جاراکا ایک معروف طبیب تھا اس کی کتابیں دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچیں اور ان کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔(۵۴۸)

جبھر منجم

جبھر ایک معروف منجم تھا۔ علم طب اور علم نجوم پر مشتمل اس کی کتابیں دوسری صدی ھجری میں عراق پہنچیں اور عربی زبان میں منتقل ہوئیں۔(۵۴۹)

جباری طبیب منجم

جباری بھی ان قدیم طبیبوں اور منجموں میں سے ایک تھا جس کی بعض کتابیں بغداد پہنچیں اور دوسری صدی ھجری میں ان کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔(۵۵۰)

جودر طبیب

جودر سندھ و ھند کے دانا اور صاحب حکمت آدمیوں میں سے ایک تھا اس کے ساتھ وہ ایک ماہر طبیب بھی تھا۔ اس کی طب اور حکمت پر کئی تصانیف تھیں' طبی کتابوں میں اس کی کتاب "کتاب المموالیہ" کے نام سے ترجمہ ہوئی جودر دوسری صدی ہجری کے مشہور و معروف اور صاحب کمال شخصیات میں سے ایک تھا۔(۵۵۱)

داھر طبیب ماہر فلکیات

ابن ندیم نے داھر کا ذکر ان قدیم شخصیات میں کیا ہے جن کی علم طب' علم نجوم اور علم فلکیات پر مشتمل کتب دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچیں اور ان کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔(۵۵۲)

دبک ادیب

دبک نامی ادیب کی کتابیں' کہانیوں قصوں اور ادبی لطیفوں اور چٹکلوں پر مشتمل تھیں۔ اس کی ایک کتاب "کتاب دبک الھندی فی الرجل و المراۃ" کے نام سے عربی میں ترجمہ ہوئی۔(۵۵۳)

راحہ طبیب منجم

منجم اور طبیب راحہ کی بعض کتب دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچیں اور ان کا عربی میں ترجمہ ہوا۔(۵۵۴)

رائے طبیب عالم

رائے کی کتاب بغداد پہنچی اور "کتاب رای فی اجناس الحیات و سمومھا" کے نام سے دوسری صدی ہجری میں ترجمہ ہوئی۔(۵۵۵)

روساء طبیبہ

روساء ایک طبیبہ تھی اور اس کی کتاب عورتوں کے امراض کے بارے میں تھی۔ اس کی کتاب بھی

دوسری صدی ہجری میں عراق پہنچی اور اس کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔(۵۵۶)

سیرک طبیب

سیرک ایک مشہور طبیب تھا' آنکھوں کے امراض کے بارے میں اس کی کتاب "امراض العیون" کے نام سے عربی میں منتقل ہوی۔ اس کا پہلے فارسی زبان میں ترجمہ ہوا پھر عبداللہ بن علی نے دوسری صدی ہجری میں عربی میں ترجمہ کیا۔(۵۵۷)

شاناق طبیب عالم

شاناق طبیب بلاد سندھ و ھند کا ایک معروف طبیب گردانا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ان میں سے بعض دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچیں۔ اور ان کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ان میں بعض یہ ہیں۔ "کتاب شاناق فی تدبیرالحرب' کتاب فی امرالا ساورہ' اور کتاب فی الطعام و السم"۔(۵۵۸)

اس کی ایک کتاب "کتاب السموم" کو "طبیب منکہ" نے فارسی زبان میں ترجمہ کیا پھر ابو حاتم بلخی نے یحییٰ بن خالد برمکی کے کہنے پر عربی زبان میں منتقل کیا پھر خلیفہ مامون کے حکم پر دوبارہ علی بن عباس بن احمد بن سعید جوھری نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا اور مامون کو پڑھ کر سنایا۔(۵۵۸)

شاناق کی دیگر کتب "کتاب منتحل الجوھرفی الحکمہ والا خلاق" کتاب البیطرة' اور کتاب فی علم النجوم' کے نام سے عربی میں موجود ہیں۔(۵۵۹)

شسرد طبیب

شسرد طبیب کے ادویہ اور مرض شناسی سے متعلق دس مقالات تھے۔ جن کا یحییٰ برمکی کے حکم دوسری صدی ہجری میں بغداد میں عربی میں ترجمہ ہوا۔(۵۶۰)

منکہ طبیب ماہر فلکیات

ابن ندیم نے منکہ طبیب کا تذکرہ ان شخصیات میں کیا ہے جن کی علم طب اور علم نجوم پر تحریر کردہ کتابیں

دوسری صدی ھجری میں بغداد پہنچیں اور ان کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔(۵۶۱)

منجل طبیب منجم

طبیب منجل کی کتابیں دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچیں اور "کتاب اسرار المسائل" (۵۶۲) اور "کتاب المو الید الکبیرہ" (۵۶۳) کے نام سے عربی زبان میں منتقل ہوئیں۔

سامور طبیب

سامور طبیب کی کتاب دوسری صدی ہجری میں بغداد میں "کتاب الکافی فی الطب" کے نام سے عربی زبان میں منتقل ہوئی۔(۵۶۴)

سروتا طبیب

سروتا طبیب کی بھی کتابیں دوسری صدی ہجری میں عربی زبان میں منتقل ہوئیں۔(۵۶۵)

سسہ

ابن ندیم نے سسہ کی کتاب "کتاب فی التوھم" کا تذکرہ کیا ہے۔ جس کا عربی زبان میں ترجمہ ہو ہے۔(۵۶۶)

ناقل طبیب

ناقل نے طبیعیات پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔ اس کی کتاب کا "کتاب اجناس الحیات" کے نام سے دوسری صدی ہجری میں عربی ترجمہ ہوا۔(۵۶۷)

فنان نھن عالم

ابن ندیم نے علم ھندسہ، علم حساب، علم نجوم، کے ماہرین میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔(۵۶۸)

کنکہ طبیب عالم

کنکہ طبی علوم میں کمال مہارت کے ساتھ ساتھ دیگر علوم مثلاً" علم نجوم، علم فلسفہ، علم ھندسہ پر بھی مہارت رکھتا تھا۔ اس کی ان موضوعات پر تحقیقی کتب دوسری صدی ہجری میں بغداد پہنچیں اور ان کے عربی ترجمہ کے بعد عرب علماء اور اطباء نے ان سے بہت استفادہ کیا۔

اس کی اہم ترجمہ شدہ کتب میں "کتاب النمودار فی الاعمار، کتاب اسرار الموالید، کتاب القرانات الکبیر، کتاب قرانات الصغیر، معطمھانی علم النجوم والفلک(۵۶۹)، کتاب الموت فی الفلسفہ(۵۷۰) کتاب فی التوھم اور "کتاب فی احداث العالم" (۵۷۱) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

نامعلوم سندی سفیر (ھندسہ کا موجد)

عربی ادب میں بلاد سندھ وھند نے جو ایک گراں قدر اضافہ کیا وہ اس کے ھندسے ہیں۔ جن کو اب بھی عربی میں الرقوم الھندسیہ کہا جاتا ہے۔ آٹھویں صدی تک عربی میں ھندسوں کے بجائے الفاظ لکھے جاتے تھے۔ اس کے بعد عرب نظام ھندسہ سے واقف ہوئے جو ایک سندی سفر ۷۷۳ عیسوی میں علم نجوم کے خاکوں کے ساتھ بغداد لے آیا تھا۔ نویں صدی عیسوی کے آغاز میں نامور عالم محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے بلاد سندھ و ھند کے نظام ھندسہ کی عربی میں تشریح کی تھی۔ اس کے بعد یہ رفتہ رفتہ تمام عرب ممالک میں رائج ہوگیا۔(۵۷۲)

فہرست ماخذ باب پنجم

۱ اسلامی نظریہ حیات از خورشید احمد ص ۱۸۷-۱۸۳
رسالہ دینیات باب چہارم از مولانا سید ابوالاعلیٰ موجودودی
اسلام ایک روشن حقیقت از ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی مترجم شریف احمد خان ص ۵۹

۲ اسلام ایک روشن حقیقت از ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی مترجم شریف احمد خان ص ۲۶

۳ اسلامی نظریہ حیات از خورشید احمد ص ۲۶۲

۴ اسلامی نظریہ حیات از خورشید احمد ص ۲۸۲-۲۸۳

۵ حجۃ الاسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ص ۵۲/۵

۶ سندی ثقافت جی اسلامی اثرات از ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی ص ۴۳

۷ جنت السندھ از رحیم داد خان مولائی شیدائی ص ۱۸۷

۸ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۳۰۶

۹ تاریخ سندھ از اعجاز الحق قدوسی جلد اول ص ۳۰۷

۱۰ سندھ میں اردو از ڈاکٹر شاہدہ بیگم ص ۲۹

۱۱ Arab Kingdom of Al-Mansurah,
By Dr. Mumtaz Hussain Pathan P.51

۱۲ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۳۰۷

۱۳ تاریخ سندھ جلد اول از اعجاز الحق قدوسی ص ۳۰۸

۱۴ سندھ میں اردو از ڈاکٹر شاہدہ بیگم ص ۳۰

۱۵ سندھ کے لوک گیت از آغا تاج محمد ص ۲۷ ماہنامہ نوشارہ مئی ۱۹۳۹ء

۱۶ آئینہ حقیقت نما از اکبر شاہ خان نجیب آبادی ص ۱۳۶

۱۷ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۷ ص ۷۸

۱۸ مروج الذھب از مسعودی ج ۱ ص ۳۷۲

۱۹ جنت السندہ از رحیم داد خان مولائی شیدائی ص ۱۹۱

۲۰ ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ از ڈاکٹر روبینہ ترین ص ۷۰

۲۱ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۳۰۲، ۳۰۱

۲۲ ہندی مسلم تہذیب از قاضی جاوید ص ۳۳

۲۳ آب کوثر از شیخ محمد اکرم ص ۲۵، ۲۴

۲۴ وادئ سندھ کی تہذیب اور سندھ پر عربوں کے حملے از صاحبزادہ حافظ حقانی بیان میاں قادری ص ۱۳۶

۲۵ تمدن ہند از ڈاکٹر گستاولی بان مترجم مولوی سید علی بلگرامی ص ۳۰۷

۲۶ تمدن ہند از ڈاکٹر گستاولی بان مترجم مولوی سید علی بلگرامی ص ۳۹۵

۲۷ تمدن عرب از ڈاکٹر گستاولی بان مترجم مولوی سید علی بلگرامی ص ۱۸۳-۱۸۲

۲۸ امام ابو الحسن کبیر سندھی از مولانا محمد عبد الرشید نعمانی (مضمون) ماہنامہ الولی اکتوبر، نومبر ۱۹۷۶ء

سندھ میں حدیث کے امام سے ممتاز عالم از غلام مصطفیٰ قاسمی (مضمون)

ماہنامہ نئی زندگی اپریل، مئی ۱۹۷۵ء

۲۹ تاریخ سندھ از اعجاز الحق قدوسی ج ۱ ص ۳۰۱

۳۰ سہروردی از سامی الکملانی ص ۸

۳۱ اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۷۸

۳۲ عمر خیام از احمد بن حامد صراف ص ۵

۳۳ الفہرست از ابن ندیم ص ۱۳۶، طبقات الحفاظ از ذہبی ج ۱ ص ۳۲۹

۳۴ الاغانی از اصفہانی ج ۱۲ ص ۷۸، حماسہ از ابی تمام ج ۱ ص ۳۰

۳۵ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۱ ص ۳۴۱

۳۶ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۱ ص ۳۵۲

اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۷۸

۳۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۱ ص ۳۵۲

۳۸ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور ج ۱۱ ص ۳۵۴

۳۹ اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۷۸

۴۰ ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ از ڈاکٹر روبینہ ترین ص ۸۰

۴۱ سندھی ادب و ثقافت کے ارتقاء میں صوفیاء کرام کا کردار از ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی (مقالہ) ص ۳۸-۳۷

ادبی تناظر (سندھی ادب و ثقافت پر مقالات) مرتب خالد اقبال یاسر

۴۲ سندھ کے لوک گیت' از آغا تاج محمد ص ۲۷ مطبوعہ ماہنامہ ماہ نو شمارہ مئی ۱۹۴۹ء

۴۳ مروج الذہب از مسعودی ج ۳ ص ۱۳۸

۴۴ کتاب الاغانی از ج ۴ ص ۴۷

۴۵ چچ نامہ ص ۱۲۶، ۱۰۸

۴۶ مروج الذہب از مسعودی ج ۱ ص ۳۷۸

۴۷ صورۃ الارض از ابن حوقل ص ۲۲۶

۴۸ سندھ کی ادبی تاریخ از محمد صدیق میمن ص ۳

۴۹ اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۵۲

۵۰ Sindh Grammar By E. Trumpp. P.1

۵۱ سندھی دیاکرن از مرزا قلیچ بیگ ج ۳ ص ۱۴

۵۲ سند کی ادبی تاریخ از محمد صدیق ص ۶

۵۳ تاریخ سندھ از اعجاز الحق قدوسی ج ۱ ص ۲۹۳

۵۴ سندی بولی جی مختصر تاریخ از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۲۰

۵۵ Sindh A General Introduction By Lambrick P.222

۵۶ سندی بولی جی مختصر تاریخ از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۱۲،۱۰،۱

۵۷ سندی بولی جی مختصر تاریخ از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۷

۵۸ سندی بولی جی مختصر تاریخ از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۲۰

۵۹ Encyclopeadia of Britanica Vol 20 P.706

۶۰ سندی بولی جی مختصر تاریخ از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۲۳

۶۱ مروج الذهب از مسعودی ج ۱ ص ۷۷، ۳ رحلۃ از ابن حوقل ص ۲۲۸، احسن التقاسیم از بشاری

۶۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۷

۶۳ عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۳۳۱، ۳۳۰

ہندوستان عربوں کی نظر میں از ضیاء الدین اصلاحی ج ۱ ص ۱۹۵، ۱۹۳

۶۴ سندھی ویاکرن از مرزا قلیچ بیگ ج ۳ ص ۲۳

۶۵ سندی بولی جی مختصر تاریخ از ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ص ۵۰

۶۶ اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۸۲

۶۷ سندھ میں اردو از ڈاکٹر شاہدہ بیگم ص ۳۸

۶۸ اردو دائرہ معارف اسلامیہ زیر اہتمام دانشگاہ پنجاب لاہور جلد ۱۱ ص ۳۵۲

۶۹ اردو سندھی کے لسانی روابط از ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ص ۸۲

۷۰ سندی معلم از ڈاکٹر غلام علی الانا ص ۳

۷۱ سندی معلم از ڈاکٹر غلام علی الانا ص ۳

۷۲ Lit History of The Arabs By Nicholson P.258

۷۳ کتاب الاوراق از بعدی ص ۲۸

۷۴ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۴۲

۷۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۴۰

۷۶ ھندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں از سید سلیمان ندوی ص ۱۱

۷۷ کتاب الھند از البیرونی ص ۹۴

۷۸ رسائل اخوان الصفاص ۲۹

۷۹ Studies In Islamic Culture In The Indian Environment

By Aziz Ahmad P.108

۸۰ Encyclopaedia of Britanica Vol 19 P.867

۸۱ مفاتیح العلوم از محمد بن احمد الخوارزمی ص ۱۹۳

۸۲ عرب و ھند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۱۷۷

۸۳ طبقات الامم از اصاعد اندلسی ص ۴۹

اخبار الکمتہ از قفطی ص ۱۷۸

مروج الذھب از مسعودی ج ۱ ص ۱۳۸ ۸۴ طبقات الامم از صاعد اندلی ص ۹۴

۸۵ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۹۳

۸۶ عرب و ھند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۱۳۷

۸۷ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی جلد ۱ ص ۹۳

۸۸ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۳

۸۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۳۸

۹۰ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۳۸

۹۱ مختصر الاول از ابن فرح الملطی ص ۱۹۲

۹۲ تاریخ الاسلام از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن ج ۲ ص ۳۵۳

۹۳ تاریخ طبری از طبری ج ۹ ص ۲۹۲

۹۴ عیون الابناء فی طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۱

الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۱

۹۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۴۵

۹۶ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۹۷ مروج الذہب از مسعودی ج ۲ ص ۳۶۶

۹۸ مروج الذہب از مسعودی ج ۲ ص ۳۶۴، ۳۶۶

۹۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۳

۱۰۰ الفہرست از ابن ندیم ص

تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۱۰۱ تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۱۰۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۳

تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۱۰۳ تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۱۰۴ تاریخ الاسلام از دکتور احسن ابراہیم حسن ج ۲ ص ۳۵۸

۱۰۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۳

۱۰۶ تاریخ مسعودی از مسعودی ج ۱ ص ۱۹۲

۱۰۷ مفاتیح العلوم از محمد خوارزمی ص ۱۷۶

۱۰۸ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۵۳

۱۰۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۵۳، ۳۵۹

۱۱۰ تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۸۰۶

١١١ الفہرست از ابن ندیم ص ٣٠٥

١١١ البیان و التبیین از جاحظ ج ٢ ص ٣٣

١١٢ الفہرست از ابن ندیم ص ٣١٢

١١٣ الفہرست از ابن ندیم ص ٣١٢

١١٣ تاریخ یعقوبی از یعقوبی ج ا ص ٩٧

١١٥ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ٢ ص ٣٣

١١٦ الفہرست از ابن ندیم ص ٣٤٣

١١٧ ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں از سید سلیمان ندوی ص ٣٣

١١٨ برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ص ٣٥

١١٩ The History of Aryan in India By. Havell P.254

١٢٠ Ibid P.254

١٢١ اسلامی ہند کی عظمت رفتہ از قاضی اطہر مبارکپوری ص ٢٩، ١٥

١٢٢ اسلامی ہند کی عظمت رفتہ از قاضی اطہر مبارکپوری ص ٢٩

١٢٣ کتاب الذخائر و التحف از قاضی رشید بن زبیر ص ٢٢٦

١٢٣ الفہرست از ابن ندیم ص ١٥٠

١٢٥ اسلامی ہند کی عظمت رفتہ از قاضی اطہر مبارکپوری ص ١٨

١٢٦ چچ نامہ فارسی از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ٢٣٥

١٢٧ نزھتہ الخواطر از عبدالحئی لکھنوی ج ا ص ٣٣

١٢٨ تحفتہ النظار فی غرائب الامصار از ابن بطوطہ ج ٢ ص ٣

١٢٩ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ٣ ص ٣٠٨

نزھتہ الخواطر از عبدالحئی لکھنوی ج ا ص ٩

الامامہ والسیاستہ از ابن قتیبہ ص ۳۸

جمہرۃ انساب العرب از ابن حزم ص ۱۷

۱۳۰ التاریخ الکامل از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۱

۱۳۱ مروج الذھب از مسعودی ج ۱ ص ۳۷۷

۱۳۲ التاریخ الکامل از ابن اثیر ج ۵ ص ۳۳۳

۱۳۳ نزھۃ الخواطر از عبدالحئی لکھنوی ج ۱ ص ۶۰

۱۳۴ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۶

۱۳۵ عجائب الہند از بزرگ بن شہریار ص ۳

تاریخ سندھ از ابو ظفر ندوی ص ۳۵۷

۱۳۶ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۶

۱۳۷ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم از مقدسی ص ۴۸۱

۱۳۸ کتاب الانساب از سمعانی ص ۵۳۳

۱۳۹ بیاض ہاشمی (قلمی) از مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ج ۴ ص ۲ بحوالہ جوامع الجوامع از سیوطی

۱۴۰ بیاض ہاشمی (قلمی) از مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ج ۴ ص ۸۲ بحوالہ جوامع الجوامع از سیوطی

۱۴۱ تاریخ القرآن از عبداللطیف رحمانی ص ۱۲۱

۱۴۲ الملل والنحل از ابن حزم ج ۲ ص ۸۰، ۷۹

۱۴۳ چچ نامہ ص ۱۰۲

۱۴۴ کتاب المعارف از ابو عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری ص ۹۵

۱۴۵ کتاب المعارف از ابو عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری ص ۷۵

۱۴۶ زید شہید از عبدالرزاق نجفی ص ۵

۱۴۷ الادلۃ العلمیہ علی جواز معانی القرآن الی اللغۃ الاجنبیہ از محمد فرید وجدی ص ۸۵

۱۴۸ ہندوستان عربوں کی نظر میں ص ۱۹۵، ۱۹۳

عرب و ہند کے تعلقات از ص ا ط، ۳۳۰

۱۴۹ ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ از ڈاکٹر روبینہ ترین ص ۸۵

۱۵۰ چچ نامہ فارسی ص ۷۸

۱۵۱ چچ نامہ فارسی ص ۷۹

۱۵۲ عرب و ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۲۴

۱۵۳ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۳۷

The Preaching of Islam By Arnold P.137

۱۵۴ The Preaching of Islam By Arnold P.137

۱۵۵ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش از محمد اسحاق بھٹی ص ۴۸

۱۵۶ رجال السند والہند از قاضی اطہر مبارکپوری ص

۱۵۷ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۲

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۴ ص ۲۸۲

۱۵۸ تجرید از الذہبی ج ۲ ص ۱۷۵

۱۵۹ تجرید از الذہبی ج ۱ ص ۲۷۳

۱۶۰ تقریب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ص ۳۹۹

۱۶۱ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۳، ۴۴۱

۱۶۲ تقریب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۱۰ ص ۳۲۲

۱۶۳ میزان الاعتدال از ذہبی ج ۱ ص ۹۷

تقریب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۲۶۱

۱۶۴ الانساب از سمعانی ج ۱ ص ۵۹۳

۱۶۵ نزھتہ الخواطر از عبدالحئی حسنی ج ۱ ص ۲۲

۱۶۶ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۰

۱۶۷ تقریب التھذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۸ ص ۱۰۵

۱۶۸ فتوح البلدان از بلاذری ص ۳۶۹

تاریخ الامم والملوک از ابن خلدون ج ۳ ص ۲۰۰

تقریب التھذیب از ابن حجر عسقلانی ص ۷۷

طبقات از ابن سعد ج ۷ ص ۳۶

۱۶۹ تقریب التھذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۳ ص ۴۸، ۲۴

۱۷۰ مقدمات الفتح از ابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۴

۱۷۱ Dynastic History of Northern India By H.C.Rey Vol 1, P.11-13

۱۷۲ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۲

۱۷۳ احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم از مقدسی ص ۴۷۴

۱۷۴ الانساب از سمعانی ص ۳۴۷

۱۷۵ میزان الاعتدال از ذھبی ج ۱ ص ۲۷۲

۱۷۶ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۳۳

۱۷۷ معجم البلدان از یاقوت الحموی ج ۲ ص ۴۳۸

۱۷۸ فتوح البلدان از بلاذری ص ۴۴۴

۱۷۹ احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم از مقدسی ص ۴۷۹

۱۸۰ احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم از مقدسی ص ۴۷۹

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۷ ص ۳۳۴

۱۸۱ الانساب از سمعانی ص ۴۷۲

۱۸۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۸

۱۸۳ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم از ص ۴۸۱

۱۸۴ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۵ ص ۱۵۱

۱۸۵ ترتیب المدارک از قاضی عیاض ج ۲ ص ۵۵۱

۱۸۶ ترتیب المدارک از قاضی عیاض ج ۳ ص ۱۳۰

۱۸۷ طبقات الحنابلہ از سبکی ج ۲ ص ۱۳۶

۱۸۸ طبقات الحنابلہ از سبکی ج ۲ ص ۱۰۲

۱۸۹ ۱۸۳ احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم از بشاری مقدس ص ۴۸۱

۱۹۰ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۵ ص ۱۵۱

۱۹۱ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۷۵

۱۹۲ تذکرۃ الحفاظ از ذہبی ج ۱ ص ۲۲۹

۱۹۳ رحلۃ سلیمان تاجر از سلیمان تاجر ص ۷۵

۱۹۴ کتاب الہند از البیرونی ص ۲۶۹

۱۹۵ مروج الذہب از مسعودی ج ۳ ص ۲۰۲

الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۳

۱۹۶ کتاب الوزراء و الکتاب از جہشیاری ص ۲۵۹

۱۹۷ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی ج ۲ ص ۹۷

۱۹۸ کتاب الہند از البیرونی ص ۲۶۹

۱۹۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۱۱۹

۲۰۰ The History of India As By Eliott Vol.1 P.112

۲۰۱ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۲۰۲ تاریخ الیعقوبی از یعقوبی ج ۱ ص ۱۰۵

۲۰۳ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۵

۲۰۴ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۵

۲۰۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۵

۲۰۶ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۵

۲۰۷ عرب وھند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۱۵۹

۲۰۸ رسالہ فخر السودان علی البیضان ص ۸۰

۲۰۹ کتاب الحیوان از جاحظ ج ۳ ص ۴۳۴

۲۱۰ مجموعہ الرسائل از جاحظ ص ۸۱

۲۱۱ طبقات الامم از صاعد اندلسی ص ۱۴

۲۱۲ مروج الذھب از مسعودی ج ۱ ص ط ۲۹، ۱۷۳

۲۱۳ برصغیر پاک وھند کی ملت اسلامیہ از ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ص ۳۵

۲۱۴ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۰۹، ۱۰۸

۲۱۵ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۳۵۶

۲۱۶ میزان الاعتدال از ذھبی ج ۱ ص ۴۲۸

۲۱۷ رجال السند والھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۳۹

۲۱۸ غایۃ النھایہ فی طبقات القراء از ابن جزری ج ۱ ص ۱۳۱

- تاریخ بغداد از ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی ج ۵ ص ۱۱۴، ۱۱۳

۲۱۹ غایۃ النھایہ فی طبقات القراء از ابن جزری ج ۱ ص ۱۳۳

۲۲۰ غایۃ النھایہ فی طبقات القراء از ابن جزری ج ۱ ص ۱۹۰

۲۲۱ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰

۲۲۲ تاریخ بغداد از ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۳۳

۲۲۳ معجم البلدان از یاقوت حموی ص ۵۳

۲۲۴ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۲ ص ۴۰۵

۲۲۵ مروج الذھب از مسعودی ج ۲ ص ۱۹۲

۲۲۶ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۲۱۲

رجال السند و الھند قاضی اطہر مبارکپوری ص ۲۶۷

۲۲۷ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۱۰ ص ۱۲۶

۲۲۸ طبقات الامم از ابوالقاسم صاعد بن احمد اندلسی ص ۴۹

اخبار الحکماء از وزیر جمال الدین یوسف قفطی ص ۱۷۸

۲۲۹ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۳۵۲

وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۴ ص ۳۶۸

۲۳۰ الفھوست از ابن ندیم ص ۳۱۸

وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۴ ص ۳۶۸

۲۳۱ تذکرہ الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۱۰۷

۲۳۲ وفیان الاعیان از ابن خلکان ج ۴ ص ۳۶۸

۲۳۳ الفھوست از ابن ندیم ص ۳۱۸

۲۳۴ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۱۰۸

۲۳۵ الانساب از سمعانی ص ۳۱۳

۲۳۶ تاریخ الصغیر از امام بخاری

۲۳۷ طبقات الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۲۱۶

۲۳۸ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۱۳ ص ۴۶۲

۲۳۹ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۲۷۲

۲۴۰ مناقب امام احمد بن حنبل از ابن جوزی ص ۹۱

۲۴۱ مناقب امام احمد بن حنبل از ابن جوزی ص ۹۷،۲۹۴

طبقات الحنابلہ از ابو یعلی و صلی ج ۱ ص ۱۷۱

۲۴۲ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۲۵۷

۲۴۳ تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۷ ص ۱۷۱

۲۴۴ تاریخ طبری از طبری ج ۱۱ ص ۲۰

۲۴۵ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۹ ص ۲۳۴

۲۴۶ الانساب از سمعانی ص ۳۱۴۷۲۴ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۴ ص ۱۷۸

۲۴۸ کتاب الکنی والاسماء از دولابی ص ۱۲۰

۲۴۹ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۴۸۲

۲۵۰ شذرات الذہب از ابن العماد حنبلی ج ۱ ص ۲۰۱

۲۵۱ الفرق بین الفرق از عبد القادر بغدادی ص ۴۲

۲۵۲ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۶۳۲

۲۵۳ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۴۸۳

میزان الاعتدال از ذہبی ج ۲ ص ۳۹۷

۲۵۴ تذکرۃ الحفاظ از ذہبی ج ۱ ص ۱۶۸

۲۵۵ تذکرۃ الحفاظ از ذہبی ج ۱ ص ۱۶۹

۲۵۶ تذکرۃ الحفاظ از ذہبی ج ۱ ص ۱۶۸

۲۵۷ اتحاف ذوی العنایہ از شیخ محمد عربی غروزی ص ۶۸،۶۷

۲۵۸ تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۶ ص ۲۳۸

شذرات الذھب از ابن عماد حنبلی ج ۱ ص ۳۴۱

۲۵۹ تاریخ طبری از ابن جریر طبری ج ۱ ص ۱۳

تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۳ ص ۳۲۶

تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۶ ص ۱۵۰

۲۶۰ تاریخ صغیر از بخاری ص ۱۷۶

۲۶۱ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۷ ص ۳۴۹

۲۶۲ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۳۲

التنبیہ والاشراف از مسعودی ص ۳۵۵

۲۶۳ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۸

تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۳ ص ۵۹

۲۶۴ رجال السند والھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۱۷

۲۶۵ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۹۱

۲۶۶ نزھۃ الخواطر از عبدالحئی لکھنوی ج ۱ ص ۶۷

الانساب المتفقہ از ابو الفضل محمد بن طاہر ابن قیسرانی ص ۱۵۴

۲۶۷ مناقب امام احمد احمد بن حنبل از ابن جوزی ص ۲۷

۲۶۸ کتاب الوزراء والکتاب از جہشیاری ص ۲۳۷

۲۶۹ التنبیہ والاشراف از مسعودی ص ۳۴۹

۲۷۰ کتاب الحیوان از جاحظ ج ۵ ص ۳۹۳

۲۷۱ البیان والتبیین از جاحظ ج ۱ ص ۳۲۶

۲۷۲ کتاب البخلاء از جاحظ ص ۲۸۹

۲۷۳ الملل والنحل از شہرستانی ج ۲ ص ۳۷

۲۷۴ تاریخ طبری از طبری ج ۹ ص ۳۰۵

۲۷۵ تاریخ طبری از طبری ج ۹ ص ۳۰۵

۲۷۶ صفتہ الصفوۃ از امام جوزی ج ۴ ص ۵۲

۲۷۷ غایہ النھایہ فی طبقات القراء از امام جوزی ج ۲ ص ۱۹۰

۲۷۸ طبقات الشافعیہ از سبکی ج ۳ ص ۲۹۰

۲۷۹ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۹

۲۸۰ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۲ ص ۲۸۱

۲۸۱ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۹

۲۸۲ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۹

۲۸۳ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۲ ص ۲۸۱

۲۸۴ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۲ ص ۲۸۱

۲۸۵ تاریخ طبری از طبری ج ۳ ص ۲۳۶

۲۸۶ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۲۹

۲۸۷ میزان الاعتدال از ذھبی ج ۱ ص ۸۲

۲۸۸ رجال السند والھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۷۹

۲۸۹ تاریخ طبری از طبری ج ۳ ص ۲۳۶، ۲۸۱

۲۹۰ معجم المصنفین از محمود احسن ٹونکی ج ۳ ص ۳۰

۲۹۱ معجم المصنفین از محمود احسن ٹونکی ج ۳ ص ۳۰

۲۹۲ معجم المصنفین از محمود احسن ٹونکی ج ۳ ص ۳۰

۲۹۳ رجال السند والھند قاضی اطہر مبارکپوری ص ۷۶

۲۹۴ رجال السند والھند قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۳۸

۲۹۵ تاریخ طبری از طبری ج ۳ ص ۲۱۷

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۱۲۹

۲۹۶ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۳ ص ۳۴

۲۹۷ طبقات الشافعیہ الکبریٰ از سبکی ج ۳ ص ۲۹۱، ۲۹۰

۲۹۸ کشف الظنون ج ۱ ص ۴۷

۲۹۹ البیان و التبین از جاحظ ج ۱ ص ۲۶۶

۳۰۰ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۱۲ ص ۳۲۲

میزان الاعتدال از ذھبی ج ۲ ص ۳۲۹

۳۰۱ کتاب الحیوان از جاحظ ج ۶ ص ۴۴۰

۳۰۲ طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۱ ص ۳۰۷

۳۰۳ رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۲۷۰

۳۰۴ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۳۳

معجم المصنفین از محمود حسن ٹونکی ص ۵۲

۳۰۴ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۴ ص ۱۱۸

۳۰۶ شذرات الذھب از ابن عماد حنبلی ج ۲ ص ۲۹۵

الانساب از سمعانی ج ۴ ص ۸۰، ۷۹

۳۰۷ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۲۴۰

۳۰۸ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۳۴۰، ۳۳۹

۳۰۹ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۳۹

۳۱۰ الانساب از سمعانی ج ۷ ص ۳۱۴

معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۵ ص ۱۵۱

۳۱۱ الانساب از سمعانی ج ۷ ص ۳۱۴
زھۃ الخواطر از عبدالحئی لکھنوی ج ۱ ص ۶۹
۳۱۲ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰، ۳۴۰
۳۱۳ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۳۳
۳۱۴ تاریخ ابن عساکر از ابن عساکر ج ۶ ص ۳۶۴
۳۱۵ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰
۳۱۶ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰
۳۱۷ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۴۴۰
۳۱۸ النھایہ فی طبقات القراء از ابن جزری ج ۲ ص ۱۳۳
۳۱۹ رجال السندو الھند از قاضی اطھر مبارکپوری ص ۲۱۶
۳۲۰ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۸۰، ۷۹
تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۴ ص ۱۸۷
۳۲۱ کتاب اللباب فی تہذیب الانساب از ابن اثیر جزری ج ۱ ص ۲۱۲
۳۲۲ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب از ابن عماد اندلسی ج ۱ ص ۱۱
۳۲۳ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ۴ ص ۳۵۴
۳۲۴ طبقات الشافعیہ الکبری از سبکی ج ۲ ص ۱۰۲
۳۲۵ غایتہ النھایہ فی طبقات القراء از ابن جزری ج ۱ ص ۱۳۱
۳۲۶ حلیتہ الاولیاء از ابونعیم اصفہانی ج ۵ ص ۱۶۷
۳۲۷ رجال السندو الھند از قاضی الھند مبارکپوری ص ۱۶۵
۳۲۸ جامع بیان العلم از امام ابن عبدالبر ج ۲ ص ۲۳
۳۲۹ تاریخ جرجان از ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی ص ۲۸۷

۳۳۰ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۱ ص ۵۷۸
تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۳ ص ۹۹۹
۳۳۱ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۲ ص ۱۳۹
۳۳۲ تذکرۃ الحفاظ از ذھبی ج ۳ ص ۹۲۱
۳۳۳ الانساب از سمعانی ج ۵ ص ۸۱
۳۳۴ طبقات الکبری از ابن سعد ج ۵ ص ۹۱
۳۳۵ تاریخ ابن خلکان از ابن خلکان ج ۲ ص ۳۱۰
۳۳۶ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۲۱۴
۳۳۷ عرب و ھند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۲۹
۳۳۸ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۲۱۵
۳۳۹ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۸۰
۳۴۰ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۹۶
۳۴۱ کتاب المعارف از ابن قتیبہ ص ۳۶۴
۳۴۲ رجال السند الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۹۵
۳۴۳ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۴۵۵
تاریخ الامم و الملوک از طبری ج ۳ ص ۳۵۵
تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۲ ص ۱۹۸
عمدۃ الطالب ص ۸۲
۳۴۴ رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۱۵
ضحی الاسلام از امین مصری ج ۱ ص ۸۵
کتاب الاغانی از ابو الفرج اصفہانی ج ۴ ص ۱۷۷

۳۴۵ کتاب الحیوان از ج ۳ ص ۵۰۷
۳۴۶ رسائل جاحظ از جاحظ ج ۲ ص ۲۴۱
۳۴۷ کتاب البدایع از ابن المعزص ۳۱
۳۴۸ کتاب المنمق ابو جعفر محمد بن حبیب بغدادی ص ۵۰۵
۳۴۹ طبقات النحویین واللغویین از زبیدی ص ۲۴۶
سیر اعلام النبلاء از ذہبی ج ۱۱ ص ۲۳۰' ۲۲۶
۳۵۰ معجم الادباء از یاقوت حموی ج ۱۶ ص ۸۹
۳۵۱ رسالہ فخر السودان علی البیضان از جاحظ ص ۸۱' ۸۰
۳۵۲ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۱۱ ص ۲۳۶
۳۵۳ المسالک و الممالک از ابن خرداذبہ ص ۵۶' ۵۵
۳۵۴ المسالک و الممالک از ابن خرداذبہ ص ۵۷' ۵۶
۳۵۵ المسالک و الممالک از ابن خرداذبہ ص ۶۲
۳۵۶ المسالک و الممالک از ابن خرداذبہ ص ۱۵۳
۳۵۷ المسالک و الممالک از ابن خرداذبہ ص ۱۷۳
۳۵۸ سلسلۃ التواریخ از ابوزید حسن سیرانی ص ۱۳۰' ۱۲۹
۳۵۹ سلسلۃ التواریخ از ابوزید حسن سیرانی ص ۱۳۷-۱۳۵
۳۶۰ سیر اعلام النبلاء از ذہبی ج ۱۳ ص ۱۶۳' ۱۶۲
۳۶۱ فتوح البلدان از بلاذری ج ۱ ص ۱۶۳
۳۶۲ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۱ ص ۱۶۱
۳۶۳ تاریخ یعقوبی از احمد بن یعقوب بن جعفر ج ۱ ص ۹۳
۳۶۴ تاریخ یعقوبی از احمد بن یعقوب بن جعفر ج ۱ ص ۹۵

۳۶۵ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۲ ص ۸۰

۳۶۶ کتاب البلدان از ابن فقیہ همذانی ص ۱۶۲، ۱۶۱

۳۶۷ کتاب البلدان از ابن فقیہ همذانی ص ۲۰۸

۳۶۸ کتاب البلدان از ابن فقیہ همذانی ص ۲۵۱

۳۶۹ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۲ ص ۳۱

۳۷۰ الاعلاق النفیسہ از ابن رستہ ج ۱ ص ۸۹

۳۷۱ الاعلاق النفیسہ از ابن رستہ ج ۱ ص ۱۳۶

۳۷۲ عجائب الهند از بزرگ بن شہریار ص ۱۲۳

۳۷۳ سلیمان التاجر الرحالہ از سلیمان تاجر ص ۲۱

۳۷۴ سیر اعلام النبلاء از ذهبی ج ۱۵ ص ۵۶۹

معجم الادباء از یاقوت حموی ج ۱۳ ص ۹۳-۹۰

۳۷۵ مروج الذهب از مسعودی ج ۱ ص ۱۶۳

۳۷۶ مروج الذهب از مسعودی ج ۱ ص ۲۰۴

۳۷۷ مروج الذهب از مسعودی ج ۱ ص ۲۰۸-۲۰۶

۳۷۸ مروج الذهب از مسعودی ج ۱ ص ۲۳۹

۳۷۹ مروج الذهب از مسعودی ج ۱ ص ۳۴۹

۳۸۰ مروج الذهب از مسعودی ج ۱ ص ۳۷۸

۳۸۱ التنبیہ والاشراف از مسعودی ص ۳۲

۳۸۲ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۱۲ ص ۲۹۴

۳۸۳ البدء والتاریخ از مطهر بن طاہر مقدسی ج ۴ ص ۶۳

۳۸۴ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۱ ص ۱۰۴

۳۸۵ المسالک و الممالک از اصطخری ج ۱ ص ۵۲

۳۸۶ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۸ ص ۲۳۸

۳۸۷ احسن التقاسیم فی معرفۃ اقالیم از بشاری مقدسی ص ۳۳

۳۸۸ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۹ ص ۴۱

معجم الادباء از یاقوت حموی ج ۱۸ ص ۱۷

۳۸۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۷

۳۹۰ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۸

۳۹۱ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۸۵

۳۹۲ سیر اعلام النبلاء از ذھبی ج ۱۷ ص ۵۷۳، ۵۷۲

۳۹۳ الفرق بین الفرق از عبد القاہر بغدادی ص ۲۵۳

۳۹۴ طبقات الامم از قاضی صاعد اندلسی ص ۲۱

۳۹۵ سیر اعلام النبلاء از ابن ذھبی ج ۲۰ ص ۲۸۸ ـ ۲۸۶

۳۹۶ الملل و النحل از عبد الکریم شہرستانی ج ۳ ص ۲۱۹

۳۹۷ کتاب الذخائر و التحف از قاضی رشید بن زبیر ص ۱۵، ۱۴

۳۹۸ کتاب الذخائر و التحف از قاضی رشید بن زبیر ص ۳۷، ۳۶

۳۹۹ کتاب الذخائر و التحف از قاضی رشید بن زبیر ص ۱۲۶

۴۰۰ کتاب الذخائر و التحف از قاضی رشید بن زبیر ص ۱۷۶

۴۰۱ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۱۱ ص ۲۳۶

۴۰۲ نزہۃ المشتاق از شریف ادریسی ص ۶۳

۴۰۳ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۲ ص ۴۷

معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۳ ص ۳۶۵

۴۰۴ معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ۱۰ ص ۲۳۵

۴۰۵ عجائب الاسفار از ابن بطوطہ ج ۲ ص ۲

۴۰۶ عجائب الاسفار از ابن بطوطہ ج ۲ ص ۲

۴۰۷ عجائب الاسفار از ابن بطوطہ ج ۲ ص ۸

۴۰۸ عجائب الاسفار از ابن بطوطہ ج ۲ ص ۹

معجم المولفین از عمر رضا کحالہ ج ا ص ۳۱۷

۴۰۹ کتاب الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۶۹

۴۱۰ حماسہ از ابی تمام ج ا ص ۳۰

کتاب الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۸

شرح شواھد المغنی از سیوطی ص ۱۸۴

فوات الوفیات از کتبی ج ا ص ۱۳۴

۴۱۱ ادب الکاتب ص ۱۳۴

الشعر و الشعراء از ابن قتیبہ ج ۲ ص ۷۶۹

وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۲ ص ۵۸۵

معجم الشعراء از مرزبانی ص ۴۸۰

۴۱۲ حماسہ از ابی تمام ج ا ص ۳۰

اغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۹

شرح شواھد الکبری از عینی ج ا ص ۵۶۰

الاقتضاب از ابن سید ص ۲۹۲

کتاب ادب ادنیا و الدین ص ۱۳۵

۴۱۳ اغانی از اصفہانی ج ۶ ص ۷۸

۴۱۴ فوات الوفیات از کتبی ج ۱ ص ۱۳۴

۴۱۵ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۰

فوات الوفیات از کتبی ج ۱ ص ۱۳۴

العقد الفرید ج ۳ ص ۴۵۶

وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۲ ص ۸۶

۴۱۶ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۹، ۷۳

۴۱۷ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۳

۴۱۸ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۹

۴۱۹ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۸

۴۲۰ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۸

۴۲۱ ادب الانیا والدین از ماوردی ص ۱۳۵

الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۹

۴۲۲ ادب الدنیا والدین از ماوردی ص ۱۳۵

الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۹

الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۳

فوات الوفیات از کتبی ج ۲ ص ۱۳۵

۴۲۳ حماسہ از ابی تمام ص ۲۷۲

۴۲۴ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۱

عیون الاخبار از ابن قتیبہ ج ۲ ص ۱۵۲

شرح شواھد الکبری از عینی ج ۱ ص ۵۶۰

۴۲۵ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۱

ذیل الامالی از ابو علی قالی ص ۴۵

شرح شواھد الکبری از عینی ج ۱ ص ۵۶۰

المحاسن و المساوی از بیھقی ج ۲ ص ۴۲

۴۲۶ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۰

فوات الوفیات از کتبی ج ۱ ص ۱۳۵

۴۲۷ حماسہ از ابی تمام ج ۱ ص ۳۰

کتاب الزھرہ از اصفہانی ص ۲۰۰

شرح شواھد المغنی از سیوطی ص ۱۸۴

سمط اللالی ج ۴ ص ۳۰۳

۴۲۸ الاغانی از اصفہانی ج ۶ ص ۸۲

معجم الشعراء از مرزبانی ص ۴۸۰

۴۲۹ کتاب الحماسہ از ابی تمام ج ۲ ص ۵۲

الشعر و الشعراء از ابن قتیبہ ص ۴۸۴

تاریخ طبری از طبری ج ۳ ص ۹۰

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۷، ۳۴۰

العقد الفرید از ابن عبد ربہ اندلسی ج ۲ ص ۳۱

الوفیات از ابن خلکان ج ۲ ص ۹۱-۲۹۰

الامالی از ابو علی قالی ج ۱ ص ۷۱

خزانہ الادب از بغدادی ج ۴ ص ۱۶۷

زھر الاداب از حصری ج ۳ ص ۲۱۳

الاقتضاب از ابن سید ص ۱۹۲

الادب الکاتب از جوالیقی ص ۱۲۴

کتاب الاضواء از ابن انباری ص ۶۷

مراۃ الجنان از یافعی ج ۱ ص ۲۷۸

۴۳۰ الحماسہ از ابی تمام ج ۱ ص ۳۰

کتاب الزهرہ از اصفہانی ص ۲۰۰

شرح شواهد المغنی از سیوطی ص ۱۸۴

شرح شواهد الکبریٰ از عینی ج ۳ ص ۸۱

سمط اللالی ج ۴ ص ۴۰۳

۴۳۱ البیان و التبیین از جاحظ ج ۳ ص ۱۹۶

الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۴

۴۳۲ البیان و التبیین از جاحظ ج ۳ ص ۱۹۶

۴۳۳ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۷۸

کتاب الادب از ابن الشمس ص ۹۹

۴۳۴ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۲

۴۳۵ وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۲ ص ۷۲

۴۳۶ الاغانی از اصفہانی ج ۹ ص ۱۱۷

۴۳۷ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۴

۴۳۸ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۴

۴۳۹ الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۲

۴۴۰ کتاب الاغانی از اصفہانی ج ۱۶ ص ۸۱

۴۴۱ وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۳ ص ۴۴۳

ضحی الاسلام از احمد امین ج ۱ ص ۲۳۲

۴۴۲ ضحی الاسلام از احمد امین ج ۱ ص ۲۳۲

۴۴۳ الفہرست از ابن ندیم ص ۱۵۳

۴۴۴ وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۳ ص ۴۳۳

۴۴۵ وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۳ ص ۴۳۳

۴۴۶ ضحی الاسلام از احمد امین ج ۱ ص ۲۳۲

۴۴۷ الفہرست از ابن ندیم ص ۱۰۲

۴۴۸ وفیات الاعیان از ابن خلکان ج ۲ ص ۴۳۳

۴۴۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۱۰۳

۴۵۰ شذرات الذھب از ابن جوزی ج ۲ ص ۷۰

۴۵۱ شذرات الذھب از ابن جوزی ج ۱۰۳

۴۵۲ التاریخ الکبیر از ابن عساکر ج ۴ ص ۲۶۱

۴۵۳ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۰۳

۴۵۴ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۰۳

۴۵۵ فتوح البلدان از بلاذری ج ۲ ص ۴۶۱

۴۵۶ تاریخ طبری از طبری ج ۳ ص ۱۰۴۵

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۱۹۷

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۲ ص ۲۵۴

التنبیہ الاشراف از مسعودی ج ۵ ص ۳۰۷

۴۵۷ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۳۳

۴۵۸ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۱۹۷

۴۵۹ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۳۳

۴۶۰ رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۲۵۵

۴۶۱ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۳۳

۴۶۲ آثار البلاد از قزوینی ج ۵ ص ۱۸۵

۴۶۳ رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۳۹

۴۶۴ کتاب الوزراء از جہشیاری ص ۲۳۷، ۲۳۶

۴۶۵ رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۱۴۰

۴۶۶ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۰۰

شذرات الذہب از ابن عماد ج ۳ ص ۳۷

۴۶۷ شذرات الذہب از ابن عماد ج ۳ ص ۳۷

الفہرست از ابن ندیم ص ۲۰۰

۴۶۸ مروج الذہب از مسعودی ج ۲ ص ۴۰۷

۴۶۹ مروج الذہب از مسعودی ج ۲ ص ۴۲۸

۴۷۰ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۰۰

شذرات الذہب از ابن عماد ج ۳ ص ۳۷

۴۷۱ شذرات الذہب از ابن عماد ج ۳ ص ۳۷

۴۷۲ شذرات الذہب از ابن عماد ج ۳ ص ۳۷

۴۷۳ مروج الذہب از مسعودی ج ۲ ص ۴۰۸، ۴۲۴

۴۷۴ شذرات الذہب از ابن عماد ج ۳ ص ۳۷

۴۷۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۰۰

۴۷۶ شذرات الذہب از ابن عماد ج ۳ ص ۳۷

۴۷۷ تاریخ آداب اللغتہ العربیہ ج ۲ ص ۲۹۲

۴۷۸ تاریخ آداب اللغتہ العربیہ ج ۲ ص ۲۹۲

۴۷۹ آثار البلاد از قزوینی ص ۱۸۳

۴۸۰ آثار البلاد از قزوینی ص ۲۶۴

۴۸۱ یتیمتہ الاحراز ثعالبی ج ۱ ص ۲۴۷

۴۸۲ یتیمتہ الدھراز ثعالبی ج ۱ ص ۲۴۷

۴۸۳ یتیمتہ الدھراز ثعالبی ج ۱ ص ۲۴۸

۴۸۴ یتیمتہ الدھراز ثعالبی ج ۱ ص ۲۴۸

۴۸۵ یتیمتہ الدھراز ثعالبی ج ۱ ص ۲۵۰

۴۸۶ تاریخ الکبیر از ابن عساکر ج ۴ ص ۳۰۱

۴۸۷ مروج الذھب از مسعودی ج ۲ ص ۴۲۵، ۴۲۴

۴۸۸ شذرات الذھب از ابن عماد ج ۳ ص ۳۷

۴۸۹ تاریخ طبری از طبری ج ۲ ص ۵۶۸

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۲ ص ۱۱۳

الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۳ ص ۳۵

تاریخ معصومی از میر معصوم شاہ ص ۲۳

۴۹۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۱

۴۹۱ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۷۸

۴۹۲ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۱

۴۹۳ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۲

۴۹۴ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۲

۴۹۵ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۳

۴۹۶ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۳

۴۹۷ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۸۸

۴۹۸ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۴

چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۸۳

فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص د۵۳

چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۸۵

۴۹۹ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۳ ص ۶۶

فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۹

۵۰۰ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۷۹

۵۰۱ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۷۹

۵۰۲ فتوح البلدان از بلاذری ج ۲ ص ۵۳۲

۵۰۳ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۸۲

۵۰۴ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۸۲

۵۰۵ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۸۲

۵۰۶ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۹۷

۵۰۷ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۸۹

۵۰۸ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۹۰

۵۰۹ چچ نامہ از علی بن حامد بن ابی بکر کوفی ص ۱۰۳

۵۱۰ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۳۹

۵۱۱ تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۲ ص ۶۶

تاریخ ابن خلدون از ابن خلدون ج ۲ ص ۲۶

۵۱۲ فتوح البلدان از بلاذری ج ۲ ص ۵۴۱

۵۱۳ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۳

۵۱۴ فتوح البلدان از بلاذری ج ۳ ص ۵۴۳

۵۱۵ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۵ ص ۲۲۱

۵۱۶ نزھتہ الخواطر از عبدالحیٔ لکھنوی ج ۱ ص ۶۲

۵۱۷ الکامل فی التاریخ از ابن اثیر ج ۶ ص ۶

۵۱۸ معجم البلدان از یاقوت حموی ص ۵۱

۵۱۹ المسالک و الممالک از ابن حوقل ص ۲۲۶

۵۲۰ عجائب الھند از بزرگ بن شہریار ص ۳

۵۲۱ تاریخ سندھ از سید ابو ظفر ندوی ص ۳۵۷

رجال السند و الھند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۲۶۳

۵۲۲ مروج الذھب از مسعودی ج ۳ ص ۱۸۴

۵۲۳ خلافت عباسیہ اور ہندوستان از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۲۹۱

۵۲۴ طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۱

البیان و التبیین از جاحظ ج ۱ ص ۵۱

۵۲۵ الفھوست از ابن ندیم ص ۳۴۳، ۴۲۱

طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۱

۵۲۶ نزھتہ الخواطر از عبدالحیٔ لکھنوی ج ۱ ص ۶۰

طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۱

۵۲۷ طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۱

۵۲۸ کتاب الحیوان از جاحظ ج ۷ ص ۶۵۸
۵۲۹ البیان و التبیین از جاحظ ج ۱ ص ۵۱
۵۳۰ اخبار العلماء باخبار الحکماء از قفطی ص ۲۱۷، ۲۱۵
طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۴
۵۳۱ میزان الاعتدال از ذہبی ج ۳ ص ۳۸۵
۵۳۲ تہذیب التہذیب از ابن حجر عقلانی ج ۹ ص ۱۰۳
تہذیب التہذیب از ابن حجر عقلانی ج ۹ ص ۱۰۳
۵۳۳ تہذیب التہذیب از ابن حجر عقلانی ج ۹ ص ۱۰۳
۵۳۴ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۵ ص ۲۸۲
۵۳۵ معجم الادباء ج ۱۸ ص ۱۸۹
۵۳۶ تہذیب التہذیب از ابن حجر عقلانی ج ۹ ص ۲۹۳
۵۳۷ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۴۲، ۳۲۱
۵۳۸ مروج الذہب از مسعودی ج ۲ ص ۱۹۶
۵۳۹ طبقات الامم از قاضی صاعد الاندلسی ص ۸۱
۵۴۰ کشف الظنون از کاتب چلبی ج ۲ ص ۱۴۷۰
۵۴۱ تاریخ الامم و الملوک از طبری ج ۲ ص ۱۶۱۶
۵۴۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸
۵۴۳ تاریخ الامم و الملوک از طبری ج ۲ ص ۱۶۱۶
۵۴۴ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸
۵۴۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸
۵۴۶ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸

۵۴۷ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۳۱

۵۴۸ رجال السند و الهند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۸۸

۵۴۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۵

۵۵۰ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۵

۵۵۱ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸

۵۵۲ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از اصیبعہ ج ۲ ص ۳۳

۵۵۳ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸

الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۵

۵۵۴ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸

۵۵۵ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۱

۵۵۶ کشف الظنون از کاتب چلپی ج ۲ ص ۴۲۹

۵۵۷ کشف الظنون از کاتب چلپی ج ۲ ص ۴۲۹

۵۵۸ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۵

۵۵۹ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۳

۵۶۰ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۲۱

۵۶۱ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸

۵۶۲ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸

۵۶۳ طبقات الاطباء از ج ۲ ص ۳۳

۵۶۴ کشف الظنون از کاتب چلپی ج ۲ ص ۱۴۱۵

۵۶۵ رجال السند و الهند از قاضی اطہر مبارکپوری ص ۸۸

۵۶۶ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۳۴

۵۶۷ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸

۵۶۸ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۷۸

۵۶۹ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ابن اصیبعہ ج ۲ ص ۳۲

۵۷۰ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ج ۲ ص ۳۲

۵۷۱ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از ج ۲ ص ۳۲

۵۷۲ The Countribution of India to Arabic Literature

By Dr. Zubed Ahmad P.36

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ششم

اموی عہد کی علمی خدمات

بلاد سندھ سے باہر اور اندرون سندھ

تحقیقی جائزہ

باب ششم

اموی عہد کی علمی خدمات

بلاد سندھ سے باہر اور اندرون سندھ

- ☆ دور اموی کی علمی خدمات
- ☆ تفسیری خدمات
- ☆ دور اموی میں حدیث اور اصول حدیث کی خدمات
- ☆ دور اموی میں تدوین حدیث
- ☆ تدوین آثار صحابہؓ
- ☆ فقہی خدمات
- ☆ فقہ و فتاویٰ
- ☆ فلسفیانہ خدمات
- ☆ عقائد و کلام
- ☆ دور اموی میں تبصرہ کی ابتداء
- ☆ تصوف
- ☆ دور اموی میں تاریخی خدمات

☆ سیر و منازل

☆ اعتزال

☆ فرق و مذاہب

☆ عقائد

☆ سائنسی و ڈاکٹری

☆ دور اموی میں انڈیکس سازی

☆ عہد اموی میں خطاطی

☆ معاشرتی توانائیاں

☆ اعلیٰ تعلیمی مراکز اور درس گاہیں۔

☆ عبداللہ بن عباس کا درس

☆ ابتدائی تعلیم

☆ عہد اموی کے علمی مراکز۔

☆ املاء

☆ عربی زبان کی سرکاری حیثیت

☆ سرکاری طور پر کتابوں کی ضروری اشاعت کا آغاز

☆ چمڑے کا استعمال

- ☆ بلاد سندھ میں اسلامی علوم و فنون کا اجمالی جائزہ
- ☆ سندھ میں علم حدیث کے لئے محدثین کی خدمات جلیلہ
- ☆ دور اموی میں بلاد سندھ کے گوشوں سے احادیث کی گونج
- ☆ عربی الاصل محدثین
- ☆ سندی اصل محدثین
- ☆ آل دیبلانی
- ☆ آل ابی معشر سندی
- ☆ آل مقسم قیقانی
- ☆ امام مکحول سندی شامی
- ☆ امام اوزاعی سندی
- ☆ سندھ میں علم سیر و مغازی
- ☆ سندھ میں علم تفسیر
- ☆ سندھ میں لسانی اور ادبی علوم کی ترویج
- ☆ سندھ میں تصوف اور صوفیہ
- ☆ سندی علوم و فنون

باب ششم

اموی عہد کی علمی خدمات

بلاد سندھ سے باہر اور اندرون سندھ دور اموی کی علمی خدمات

ا۔ تفسیری خدمات

قرآن مجید کی تفسیریں حسب ذیل آئمہ تفسیر نے لکھی ہیں۔

۱۔ تفسیر حضرت سعید ابن جبیر (۴۵ھ-۹۵ھ / ۶۶۵-۷۱۴ء)(۱)

۲۔ تفسیر عکرمہ مولی ابن عباس (۲۵ھ-۱۰۵ھ / ۶۴۵-۷۲۳ء)(۲)

۳۔ تفسیر حسن ابن یسار بصری (۲۱ھ-۱۱۰ھ / ۶۴۲-۷۲۸ء)(۳)

۴۔ تفسیر ضحاک ابن مزاحم ہلالی بلخی المتوفی (۱۰۵ھ / ۷۲۳ء)(۴)

۵۔ تفسیر محمد ابن علی باقر (۵۷-۱۱۴ھ / ۶۷۶-۷۳۲ء)(۵)

۶۔ تفسیر قتادہ ابن دعامہ دوسی بصری (۶۱-۱۱۸ھ / ۶۸۰-۷۳۶ء)(۶)

ضحاک اور قتادہ کی تفسیروں کا سلسلہ سید محمد ابن عابد السندی نے حصر الشارد میں بھی نقل کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تفسیریں محدثین اور ارباب سند کے یہاں متداول رہی ہیں۔(۷)

دور اموی میں حدیث اور اصول حدیث کی خدمات

نقط اور مقطوع و موصول قرآن پر تصنیف

پہلی صدی ھجری میں نقط مصاحف پر سب سے پہلے کبار تابعین میں قاضی بصرہ ابوالاسود دولی المتوفی ۶۹ ھجری نے ایک مختصر رسالہ لکھا۔(۸)

حضرت عبداللہ ابن عامر یحصبی المتوفی ۱۱۸ ھجری نے سب سے پہلے قرآن مجید کے مقطوع و موصول پر

کتاب تصنیف کی جو "مقطوع القرآن و موصولہ" کے نام سے موسوم ہے۔(۹)

دور اموی میں تدوین حدیث

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (۲۰ھ - ۶۰ھ ر ۶۴۳ء - ۶۸۰ء) نے حضرت مغیرہ (۲۰ق-۵۰ھ ر ۶۰۳-۶۷۰ء) کو لکھا تھا کہ جو کچھ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ مجھے لکھ بھیجئے۔(۱۰)

اس کو بنی امیہ کی طرف سے جمع حدیث کی سرکاری یا نیم سرکاری پہلی کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔

امیر مصر حضرت عبدالعزیز ابن مروان اموی (۰۰ - ۸۵ھ ر ۰۰-۷۰۴ء) اپنے دور امارت (۶۵-۸۵) میں جب وہ مصر کے گورنر تھے جمع تدوین حدیث کی طرف خاص توجہ کی تھی۔ چنانچہ حضرت کثیر ابن مرہ حضرمی کو لکھا جنہوں نے ستر ۷۰ بدری صحابہؓ سے کسب علم کیا لکھا تھا کہ جو کچھ تم نے صحابہ سے سنا ہو وہ مجھے لکھ کر بھیج دو۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثیں لکھ کر بھیجنے کی ضرورت نہیں' ان کی مرویات میرے پاس موجود ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کی مرویات خود سنی تھیں۔(۱۱)

حضرت کثیر ابن مرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ۷۰-۸۰ ھجری کے درمیان ہوا ہے۔ اس لئے یہ واقعہ پہلی صدی ھجری کے عشرہ ہشتم کا ہے اس کی تفصیلات نہیں ملتیں کہ حضرت کثیر ابن مرہؓ حضرمیؓ نے کتنے دفتر تیار کئے اور کتنے لکھ کر بھیجے تھے۔ اگر حضرت عبدالعزیز کو یہ خیال ہوتا کہ کثیر ابن مرہ حضرمی ان کو جواب نہیں دیں گے تو وہ انہیں تفصیل سے کیوں لکھتے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتابت حدیث کے قائل تھے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیز (۶۱-۱۰۱ھ ر ۶۸۱-۷۲۰ع) نے اپنے دور خلافت میں پورے اسلامی قلمرو کے اندر علماء کو احادیث و سنن کی جمع و تدوین کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ مدینہ میں ابوبکر ابن محمد بن عمرو بن حزم المتوفی ۱۱۷ھ' قاسم ابن محمد المتوفی ۱۰۷ نے احادیث اور سنن کو کتابی صورت میں جمع کیا اور اسی طرح امام محمد ابن مسلم ابن شہاب زھری المتوفی ۱۲۴ھ کو دمشق میں فرمان بھیجا تھا اور اصفہان کے آئمہ حدیث کو بھی اس سلسلے میں لکھا تھا۔ عامر ابن شراحیل شعبی (۱۹-۱۰۳ھ ر ۶۴۰-۷۲۱ع) جو کتابت حدیث کے قائل ہی نہ تھے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے ایماء اور حکم سے طلاق کے موضوع پر احادیث جمع کی تھیں۔ اور اسی طرح مکحول ابن ابی مسلم الشامی (۰۰-۱۱۲ھ ر ۰۰-۷۳۰ع) کی کتاب السنن معرض وجود میں آئی تھی۔(۱۲)

محمد ابن مسلم ابن شہاب زہریؒ کا بیان ہے:

"امرنا عمر بن عبد العزیز بجمع السنن فکتبناها دفترا دفترا فبعث الی کل ارض له علیها سلطان دفترا دفترا (۱۳)

(ہمیں عمر بن عبدالعزیز نے حدیث کی تدوین کا حکم دیا اور ہم نے حدیثوں کے دفتر لکھ کر بھیجے اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ نقل کرا کر ہر جگہ جہاں ان کی حکومت تھی بھیج دیا)

اسی سے ظاہر ہے کہ مرکزی شہروں میں پبلک یا شاہی کتب خانے قائم ہو چکے تھے' جہاں یہ کتابیں نقل کرنے کے بعد بھیجی جاتی تھی۔ اسی کو لائبریری کی اصطلاح میں آج کل سینٹرالائزیشن کہا جاتا ہے۔

اسلام میں ڈیپازیٹری کتب خانہ

اسلام میں یہ سب سے پہلی ڈیپازیٹری کتب خانہ ہے جس نے اپنے وظیفے ڈیپازیٹری کو ادا کیا اور مرکزی طور پر سرکاری ذرائع سے علم کو پھیلانے کے لئے کوشش کی۔

خلیفہ ھشام بن عبدالملک (۷۱-۱۲۵ھ ر ۶۹۰-۷۴۳ء) نے اپنے فرزند کے واسطے امام زھری سے حدیثیں املا کرانے کی درخواست کی' انہوں نے چار سو حدیثیں قلبند کرائیں' ایک مہینہ کے بعد ھشام نے بطور امتحان کہا کہ وہ مجموعہ گم ہو گیا' انہوں نے پھر لکھوا دیا' بعد میں دونوں مجموعوں میں مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا بھی فرق نہیں نکلا تھا۔ (۱۴)

تدوین آثار صحابہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت سالم بن عبداللہ کو لکھا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صدقات میں جو معمولات تھے وہ لکھ کر بھیجدیں۔ انہوں نے معمولات عمر رضی اللہ عنہ ان کو لکھ بھیجے اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے اس زمانے میں وہ عمل کیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس زمانے میں کیا تھا تو آپ عنداللہ زیادہ اجر کے مستحق ہوں گے۔

فقہی خدمات

فقہ و فتاویٰ

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ (۳ھ-۶۸ھ ، ۶۱۹-۶۸۷ء) کے پاس حضرت علیؓ کے فتوے کتابی صورت میں موجود تھے۔(۱۵)

حضرت ھشام بن عروہ (۶۱ھ-۱۴۶ھ) کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت عروہ ابن زبیر المتوفی ۹۳ھ نے یوم الحرہ (۶۳ھ) کے موقع پر اپنی فقہہ کی کتابیں جلا دی تھیں بعد میں افسوس کرتے تھے کہ اگر وہ ہوتیں تو مجھے اہل و عیال سے زیادہ عزیز ہوتیں۔(۱۶)

حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے زکوٰۃ کے موضوع پر بھی لکھا تھا۔ جس کی تفسیر و شرح ابو مروان عبدالملک بن العاص القرطبی المتوطی ۳۰۲ ھجری نے لکھی تھی۔(۱۷)

ضحاک ابن مزاحم المتوفی ۱۰۵ھ نے حسین بن عقیل کو مناسک حج قلم بند کرائی تھی۔(۱۸)

مکحول شامی المتوفی ۱۱۲ ھجری میں کتاب المسائل فی الفقہ لکھی تھی۔(۱۹)

سلیم ابن قیس الھلالی کا انتقال حجاج کے زمانے میں ہوا تھا۔ اس نے فقہ شیعی میں ایک کتاب لکھی تھی اور یہ اس موضوع پر پہلی کتاب تھی۔ آئمہ اھل تشیع میں اس کتاب کو قبول عام رہا ہے۔

حسن بصری کے فتاویٰ بعض فقہا نے سات ضخیم جلدوں میں جمع کئے تھے(۲۰)

محمد ابن مسلم زھری کے فتوے محمد ابن احمد بن مفرج نے ابواب فقہ پر تین ضخیم جلدوں میں مرتب کئے تھے۔(۲۱)

فلسفیانہ خدمات

عقائد و کلام

۱۔ ابوالاسود دولی (اق ھ -۶۹ھ ، ۶۰۵-۶۸۸ء) نے غالباً" سب سے پہلے قدریہ کی تردید میں رسالہ لکھا تھا۔(۲۳)

۱۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان (۲۶ھ-۸۶ھ ر ۶۴۶-۷۰۵ء) نے قضا و قدر کے مسائل پر ۶۰ صفحے کا رسالہ حضرت حسن بصری کو لکھ کر بھیجا اور مسائل قدر میں ان کی رائے معلوم کی تھی۔(۲۳)

دور اموی میں تبصرہ کی ابتداء

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیات سرگرمیوں میں تبصرہ کا عمل سب سے پہلے دور اموی میں شروع ہوا تھا اور یہ سب سے پہلا رسالہ تھا۔ جس پر تبصرہ کے لئے درخواست کی گئی تھی۔

۳۔ حسن ابن محمد ابن الحنفیہ (۰۰-۱۰۰ھ ر ۰۰-۷۱۸ء) نے عقائد پر رسالہ لکھا تھا۔(۲۴)

۴۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز المتوفی ۱۰۱ھ نے بھی ایک بلیغ رسالہ قدریہ کی تردید میں تالیف کیا تھا۔(۲۵)

۵۔ زید بن علی حسین (۷۹-۱۲۲ھ ر ۶۹۸-۷۴۰ء) نے بھی قدریہ کے عقائد افکار پر ایک رسالہ لکھا تھا جس میں قرآن مجید کی آیات سے ان کے عقائد کی تردید کی گئی تھی۔(۲۶)

۶۔ حسن بصری (۲۱-۱۰۰ھ ر ۶۴۲-۷۲۸ء) نے قدریہ کی مذمت میں ایک رسالہ لکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بھیجا تھا۔(۲۷)

تصوف

تصوف کے موضوع پر حضرت حسن یسار بصری (۲۱-۱۱۰ھ ر ۶۴۲-۷۲۸ء) نے کتاب الاخلاص لکھی جو تیسری صدی ھجری تک روایت کی جاتی تھی۔(۲۸)

دور اموی میں تاریخی خدمات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ دمشق (شام) تھا۔ یہ شہر عہد قدیم سے علوم و فنون کا مرکز اور تہذیب و ثقافت کا گہوارہ تھا۔ حضرت معاویہ کو شاہان قدیم کی تاریخ کا ذوق تھا وہ اپنے زمانے کے حالات کا گزشتہ زمانے کے حالات سے موازنہ کرنا چاہتے تھے اور اس غرض سے آمد ابن اید حضرمی (۲۹) کو طلب کیا تھا۔ پھر حضرت عمرو بن العاص کے مشورہ پر عبید ابن شریہ کو یمن سے طلب کیا، شب میں وہ ان سے داستان سنتے تھے اور اس میں جو واقعات عرب، اشعار عرب اور اخبار عرب سے متصلق آتے ان کے بارے میں ارباب دیوان

کو حکم تھا کہ وہ ان (۳۰) واقعات کو کتاب کی صورت میں مدون کریں، جس کی تصریح مقدمہ کتاب میں کی گئی ہے۔ سرکاری طور پر اسلام میں فن تاریخ پر یہ پہلی تصنیف ہے۔(۳۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں تین اہم اور خاص موضوع تھے:

۱۔ واقعات عرب

۲۔ اشعار عرب

۳۔ اخبار عرب

جن میں تالیفات سرکاری اہتمام سے قید تحریر میں لائی جانے لگی تھیں۔ یہ واقعات اس امر کے شاھد ہیں کہ حضرت معاویہ کے حکم سے تالیفات کو سرکاری طور پر رکھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس کو قومی کتب خانہ کا نقطہ آغاز کہا جاسکتا ہے۔ حضرت معاویہ کا یہ طرز عمل سرکاری طور پر تصنیف و تالیف کے ادارے کو معرض وجود میں لانے کا دیباچہ قرار پاسکتا ہے۔ عبید ابن شریہ نے تاریخ کے موضوع پر ایک دوسری یادگار بھی چھوڑی ہے جس کا نام کتاب الملوک و اخبار الماضین ہے جو حیدر آباد دکن سے اخبار عبیدین شریہ کے ساتھ ۱۳۴۷ء میں شائع ہوئی تھی۔

وھب ابن منبہ صنعانی (۳۴۔۱۱۴ھ / ۶۵۴۔۷۳۲ء) جن کا مطالعہ اسرائیلیات پر نہایت وسیع تھا اور انہوں نے کتب مقدسہ سے متعلق ۹۳ کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔(۳۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانوں میں موضوعی ذخیرہ مسلسل بڑھتا جا رہا تھا۔ صرف اسرائیلیات پر ۹۳ کتابیں اس امر کی شاھد عدل ہیں کہ کتب خانوں کے ذخیرہ میں مواد کے اضافہ کا سلسلہ برابر جاری تھا اور تعلیم و ترتیب کے اعتبار سے درجہ بندی کی جاتی تھی اور اس میں منجملہ اور موضوعات کے ایک موضوع اسرائیلیات بھی تھا۔ وھب ابن منبہ سے حسب ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

۱۔ کتاب التیجان فی ملوک حمیر۔(۳۳)

۲۔ کتاب اسرائیلیات۔(۳۴)

۳۔ قصص الانبیاء۔(۳۵)

۴۔ قصص الاخبار۔(۳۶)

۵۔ کتاب بدالاوائل۔(۳۷)

سیر مغازی

اس موضوع پر سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے فرزند حضرت ابان (۲۰-۱۰۵ھ) نے کتاب لکھی' پھر حضرت عروہ ابن زبیر (۲۲-۹۳) نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور ایک کتاب لکھی۔ ان کے بعد محمد ابن مسلم زھری (۵۰-۱۱۰ھ) نے اس موضوع پر ایک تصنیف یادگار چھوڑی۔(۳۸)

اس امر کا احتمال ہے کہ مغازی میں یہ تالیف عمر بن عبدالعزیز کے اشارے سے ہوئی ہو۔ مغازی و سیر' فنون حرب و ضرب پر کتاب کے ذخیرہ کی ابتداء اس وقت سے شروع ہوئی تھی اور یہ موضوع بھی کتب خانہ کے دیگر موضوعوں میں سے ایک موضوع تھا۔ جس کے مطابق درجہ بندی کی جاتی تھی۔ اس موضوع پر شراحیل بن سعد المتوفی ۱۲۳ھ' (۲) عاصم ابن قتادہ المتوفی ۱۲۰ھ (۳) وھب ابن منبہ المتوفی ۱۱۴ھ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و مغازی پر کتابیں لکھی تھیں۔(۳۹)

مناقب و مطالب

حضرت معاویہ کے گورنر زیاد ابن ابیہ (۱-۵۳ھ ر ۶۲۲-۶۷۳ء) نے کتاب المثالب لکھی جس میں عرب کے مصائب کو چن چن کر بیان کی تھا۔ بقول ابن ندیم معائب عرب پر یہ پہلی کتاب ہے۔(۴۰)

اس عہد میں مصنفوں کی تخلیقات موضوعی اعتبار سے تلاش کی جائیں تو صرف واصل ابن عطا کی تصدیقات حسب ذیل موضوعات پر ملتی ہیں جو کتب خانہ کی زینت بنیں۔

اعتزال:

اعتزال نے اسی زمانہ میں جنم لیا تھا۔ ابو حذیفہ واصل بن عطا بصری (۸۰-۱۳۱ھ ر ۷۰۰-۷۴۸ء) اسی دور کی یادگار ہیں۔

فرق مذاھب:

موصوف نے علم فرق پر پہلی کتاب لکھی جس کا نام "اصفاف المرجئہ" ہے۔

عقائد:

عقائد پر یہ کتاب المنزلہ بین المنزلتین لکھی' السبیل الی معرفہ الحق' کتاب خطبتہ التی اخرج منھا الراد' کتاب الراد' کتاب الخطب فی' التوحید و العدل اور کتاب التوبہ تصنیف کیں۔

معانی القرآن:

اس موضوع پر کتاب المعانی لکھی۔

طبقات:

طبقات پر طبقات احل العلم و الجھل اور کتاب الدوہ مناظرہ پر کتاب صاجری بینہ و بین عمرو ابن عبید لکھی۔(۴۱)

دور اموی میں غیر زبانوں سے ترجمہ

سائنس اور ڈاکٹری

اس دور میں سب سے پہلے حضرت معاویہؓ کے درباری طبیب ابن آثال دمشقی نے ادویہ مفردہ پر ایک یونانی کتاب کا عربی میں ترجمہ کیا تھا۔(۴۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پوتے خالد بن یزید نے جو قریش کا بڑا عالم ادیب شاعر اور سائنس دان تھا۔ اس نے فلسفہ' نجوم' کیمیا اور طب وغیرہ کی کتابوں کا قبطی اور یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ کرایا تھا اور اس پر بڑی دولت خرچ کی تھی' اس نے اس موضوع پر متعدد رسالے بھی تصنیف کیے تھے۔(۴۳)

حکیم ماسرجویہ یہودی ۸۳ھ نے جو عہد مروانیہ میں دربار شاہی سے منسلک تھا اھرن بن القس کی کتاب کا سریانی زبان سے عربی میں ترجما کیا تھا۔ جو طب میں تھی۔(۴۴)

تیاذق (۹۰ھ ر ۷۰۹ء تقریباً) حجاج بن یوسف ثقفی کے درباری طبیب تھے۔ انہوں نے اپنے فرزند کے لئے طب پر دو کتابیں (۱) کتاب کبیر' (۲) کتاب ابدال الادویہ و کیفیات و دقہا وایقاعہا و ازالتہا وشی من تفسیر اسماء الادویہ لکھیں تھیں۔(۴۵)

تاریخ و آئین جہانبانی

خلیفہ ھشام بن عبدالملک (۷۱-۱۲۴ھ ر ۶۹۰-۷۴۳ء) کے لئے شاھان عجم کی تاریخ اور ان کے اصول جہانبانی پر ایک فارسی کتاب کا عربی میں ترجمہ "تاریخ ملوک فرس" کے نام سے کیا گیا تھا۔ یہ کتاب سن ۳۰۳ھ میں مورخ مسعودی نے شہر اصطخر میں دیکھی تھی اور یہ کتاب باتصویر تھی۔ (۴۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عجمی اثرات اخیر دور اموی میں پوری طرح جلوہ گر ہو چکے تھے۔

ادبی خدمات

حضرت صحار عبدی (۰-۴۰ھ ر ۰-۶۶۰ء) نے کتاب الامثال لکھی تھی۔(۴۷)

عبید بن شریہ (۰۰-۶۷ھ ر ۰۰-۶۸۶ء) نے بھی کتاب الامثال تالیف کی تھی اس کو ابن ندیم نے دیکھا تھا۔(۴۸)

خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک المتوفی ۱۲۶ھ نے "دیوان العرب و اشعارھا و اخبارھا وانسابھا ولغاتھا لکھی تھی۔(۴۹)

اس شاھی کتب خانے میں جہاں علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں عوام کو مدد دی وہاں مزاج شاھی میں بھی دخل حاصل کرلیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں مذکورہ بالا کتاب معرض وجود میں آئی۔

دور اموی میں نقطے اور اعراب کی ایجاد

اعراب وہ ہے جو حرف پر حرکت' سکون' تشدید' مد وغیرہ کی قبیل سے آتا ہے۔

نقط الاعراب ایک لفظ کے اندر جو حروف ہوتے ہیں ان کی مختلف حرکات کو بتانے کے لئے بنائے گئے ہیں۔

نقط الاعجام متشابہ حروف میں امتیاز قائم کرنے کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ محققین کا خیال ہے کہ اعراب

کی ایجاد کا سہرا ابوالاسود دولی کے سر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے زیاد ابن ابیہ کو لکھا کہ تم اپنے لڑکے عبید اللہ کو میرے پاس بھیجو' جب یہ حضرت معاویہؓ کی خدمت میں پہنچا اور گفتگو ہوئی تو عبید اللہ سے عربی بولنے میں غلطی ہوئی' حضرت معاویہ نے ایک خط میں اس کی لسانی غلطیوں پر زیاد کو سرزنش کی' زیاد نے عبید اللہ کو ابوالاسود کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ عجمیون نے عربوں کی زبان خراب کر دی ہے کاش تم کوئی ایسی چیز تیار کرو جس سے لوگ غلطی کے مرتکب نہ ہوں اور کلام اللہ کو صحیح پڑھ سکیں۔ ابوالاسود نے اس پر توجہ نہ کی زیاد نے ایک شخص کو راستہ میں بٹھا دیا اور اس سے کہا جب ابوالاسود دولی تمہارے پاس سے گزریں تو قرآن کی کسی آیت کو قصداً غلط پڑھنا۔ جب ابوالاسود دولی اس کے پاس سے گزرے تو اس نے آیت شریفہ "ان اللہ بری من المشرکین و رسولہ" کو لام کے جر (زیر) کے ساتھ پڑھا حالانکہ صحیح لام کے پیش کے ساتھ ہے۔ ابوالاسود یہ سنکر کانپ گئے اور فرمایا حق تعالیٰ کی ذات اس سے اعلیٰ اور ارفع ہے کہ وہ اپنے دین سے برات کا اظہار کرے اور پھر وہ زیاد کے پاس آئے اور اس سے کہا جس امر کی تم نے درخواست کی تھی اب میں وہ کام کرنے کے لئے تیار ہوں اور میں قرآن مجید کے اعراب سے ابتداء کرتا ہوں' چنانچہ انہوں نے عبدالقیس کے ایک شخص سے کہا کہ تم مصحف لو اور ایسا رنگ لے لو جو مصحف کی سیاھی کے برعکس ہو۔ پھر جب پڑھتے وقت میں اپنے دونوں ہونٹ کھولوں تو تم اس حرف پر ایک نقطہ لگا دو اور جب میں کسی حرف پر زیر پڑھوں تو اس حرف کے نیچے نقطہ لگا دو اور جب کسی حرف پر ان حرکتوں کے ساتھ اور بھی حرکت پڑھوں بطور غنہ یعنی تنوین دو زبر' دو زیر' دو پیش' تو دو نقطے لگا دو اور یہ عمل انہوں نے آغاز مصحف سے آخر تک کیا' اس سے معلوم ہوا کہ نقطہ الاعراب یعنی حرکات ابوالاسود دولی کی ایجاد و اختراع ہے جس کو آج کل ضبط و شکل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔(۵۰)

دوسرے حروف پر نقطے لگانا اس کے موجد میں اختلاف ہے لیکن زیادہ راجح قول یہ ہے کہ نصر ابن عاصم اور یحیی ابن یعمر اس کے موجد ہیں۔ اس کی وجوہ یہ ہے کہ جب عجمی کثرت سے مسلمان ہوئے تو زبان میں بڑی غلطیاں ہونے گیں اور وہ غلطیاں پھیلنے لگیں' چنانچہ امیر المومنین عبدالملک ابن مروان نے حجاج بن یوسف کو جو عراق کا گورنر تھا حکم دیا کہ وہ قرآن میں تحریف لفظی کے ان اسباب کا ازالہ کرے' چنانچہ اس نے اس

اہم کام کی انجام دہی کے لئے عمر ابن عاصم اور یحیی بن یعمر کو جو عربی کے نکات و اسرار' فنون قرات اور زبان عرب کے ماہر تھے۔ بلایا انہیں تعمیل ارشاد کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ چونکہ عوام کی اصلاح اور کتاب اللہ کی حفاظت اس امر کے انجام دینے میں مضمر تھی۔ اس لئے ان دونوں نے کوشش کر کے نقطوں کو ایجاد کیا تاکہ حروف میں باہم امتیاز قائم رہے اور قرآن مجید میں تحریف اور غلطی سے بچنا بھی آسان ہو جائے۔(۵۱)

دور اموی میں انڈیکس سازی

اسی دور میں احادیث کی انڈیکس سازی شروع ہوئی' چنانچہ ابراہیم نخعی جو حدیثوں کے لکھنے کے قائل نہ تھے انہوں نے حطار بن سلیمان کو اطراف حدیث لکھنے کی اجازت دی تھی یعنی حدیثوں کا پہلا لفظ لکھ لو۔(۵۲) اور پھر حروف تہجی کے اعتبار سے انہیں یاد رکھو اس طرح حدیث پوری یاد ہو جائے گی اور اس کی گرفت بھی حافظہ میں محفوظ رہے گی۔

دور اموی میں ابواب بندی

اسی دور میں احادیث کی ابواب بندی کا رواج ہوا تھا چنانچہ خالد بن دینار نے ابوالعالیہ امام رفیع بن مہران ریاحی البصری المتوفی ۹۳ھ سے ان کی حدیث کی کتاب طلب کی تو انہوں نے جواب دیا کہ:

ما کتب الا باب الصلوہ و باب الطلاق(۵۳)

میں نے تو ابھی تک صرف باب الصلوۃ اور باب الطلاق ہی لکھے ہیں۔

املا

حضرت ابن عباس فتوی لکھ کر دیتے تھے' چنانچہ نجدہ بن عامر کو فتوی لکھ کر ہی دیا تھا۔(۵۴) ان کے فتوں کو خلیفہ مامون کے پوتے حاکم مدینہ محدث ابوبکر محمد ابن موسیٰ بن یعقوب (۲۶۸-۳۴۳ھ ر ۸۸۱-۹۵۳ء) نے فتاویٰ عبداللہ ابن عباسؓ کے نام سے بیس کتابوں میں جمع کیا تھا۔ یہ صرف وہ فتوے تھے جو محدث ابوبکر کو مل سکے تھے۔ حضرت ابن عباس ابو رافع سے سوالات کرتے اور ان کے ساتھ کاتب ہوتے تھے اور جو کچھ وہ فرماتے قلمبند کرتے جاتے تھے۔(۵۵)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس تختیاں ہوتی تھیں' ان پر لکھتے جاتے تھے۔(۵۶) حضرت براء بن عازب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے اور سامعین لکھتے جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن خنیس فرماتے ہیں میں نے لوگوں کو حضرت براء کے پاس لکھتے دیکھا ان کے ہاتھوں میں **قصب** (بانس کے قلم) ہوتے تھے۔(۵۷)

حضرت انس خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزندوں سے فرماتے تھے **قیدوا العلم بالکتاب** اور حدیث املا کرتے تھے۔(۵۸) ایک مرتبہ بہت سے لوگ ان کے ہاں آئے تو انہوں نے بہت سے مجلے اور صحیفے لاکر ان کو دکھائے اور فرمایا کہ یہ وہ حدیثوں کے مجموعے ہیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور لکھی تھیں۔ اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا تھا۔(۵۹)

عہد اموی میں خطاطی

عہد اموی میں کتابت اور خوش نویسی کو بڑا فروغ حاصل ہوا مالک ابن دینار بصری مطر اور خالد ابن ھیاج اس دور کے نامور خطاط تھے۔ اس زمانے میں کتابت قرآن اور خوش نویسی کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

ابو الشعثاء جابر ابن زید ازدی بصری (۲۱-۹۳ھ ر ۶۴۲-۷۱۲ء) نے جو حضرت ابن عباس کے شاگرد تھے اور عراق کے نامور علماء میں سے تھے مالک ابن دینار کو مصاحف کی اجرت حلال قرار دی تھی اور وہ اس خدمت اور پیشہ کو بہت سراہتے اور ان سے کہتے تھے کہ اس فن کو نہ چھوڑنا اور بلا شرط اجرت لینا۔(۶۰)

خالد بن ھیاج کے متعلق ابن ندیم کا بیان ہے کہ وہ صدر اول میں مصاحف نگاری میں بہت ممتاز اور حسن خط میں اپنی نظیر آپ تھے۔ میں نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصحف دیکھا ہے۔ سعد نے ان کو خلیفہ ابن عبدالملک کے دربار میں (۱) مصاحف' (۲) شعر' (۳) اور تاریخ لکھنے پر مامور کرایا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولید ابن عبدالملک کے دور میں مصحف شعر اور تاریخ کو سرکاری طور پر لکھا جاتا تھا۔

خالد ابن ھیاج وہ خطاط ہیں جنہوں نے مسجد نبوی میں قبلہ کی جانب سونے کے حروف میں **والشمس و ضحاھا** قرآن کے آخر تک لکھی تھی۔

مشہور ہے کہ عمر ابن عبدالعزیزؒ نے ان سے کہا تھا کہ اسی انداز پر مجھے بھی ایک مصحف لکھ دو۔ خالد نے مصحف لکھا تو اس میں اور بھی خط کی شان دوبالا کر دی اور پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں پیش کیا' موصوف اس کو الٹ پلٹ کر دیکھتے اور تحسین اور تعریف کرتے تھے۔ اس نے چونکہ قیمت بہت زیادہ طلب کی تھی آپ نے اسے واپس کر دیا۔ اسی طرح مالک ابن دینار جو اسامہ ابن لوئی ابن غالب کا آزاد کردہ غلام تھا اور اجرت پر مصاحف نقل کرتا تھا اس کا انتقال ۱۳۰ھ میں ہوا تھا۔(۶۱)

عبدالرحمن ابن ابی لیلی نے کسی سے مصحف لکھوایا تو اس کو بطور اجرت ۷۰ درھم دئے تھے۔(۶۲)

شام میں مصاحف فروخت کئے جاتے تھے۔ چنانچہ سعید برادر ابوحرہ کا بیان ہے کہ میرے پاس مکحول شامی آئے اور میں مصاحف ھدیہ کر رہا تھا انہوں نے پوچھا تم یہ کیا کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت حسن بصری نے اس کی بیع و شراء کو جائز قرار دیا ہے۔(۶۳)

حضرت عامر سے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ لوگ کتاب اور اوراق بیچتے ہیں کتاب اللہ کو فروخت نہیں کرتے ہیں۔(۶۴)

معاشرتی توانائیاں

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قاضی ابوبکر بن حزم اور دیگر کوفہ بصرہ وغیرہ کے حکام کو لکھا تھا کہ اھل علم کو علم کی اشاعت کرنی چاہئے اور تعلیم کے لئے درس کے حلقوں میں بیٹھنا چاہئے تاکہ جو لوگ بے علم ہیں وہ بھی علم سیکھ سکیں' چونکہ علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا جب تک وہ راز نہیں بن جاتا۔(۶۵)

حضرت عمر ابن عبدالعزیز پہلے خلیفہ ہیں جنھوں نے سرکاری زبان میں علم اور کتب خانہ کی غایت' مقصد' نصب العین کی تفسیر کی ہے۔ جس کو آج کے دور میں یورپ اپنا کہتا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کتب خانہ جس کو خزینہ کہتے تھے اس کے دروازے ہر خاص و عام کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

اسی طرح ایک اور گورنر کو لکھا تھا۔

"علما کو حکم دو کہ وہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں۔"(۶۶)

حمص کے علما جو فقہ اور حدیث کی تعلیم میں مصروف تھے ان کے متعلق فرمان جاری کیا کہ جن اھل علم

نے دنیا چھوڑ کر اپنے آپ کو فقہ کی تعلیم کے لئے وقف کر دیا ہے ان میں سے ہر ایک کو میرا خط پہنچنے پر بیت المال سے ۱۰۰ دینار دو تاکہ وہ لوگ اس سلسلہ کو جاری رکھیں۔(٦٧)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے غلام فقیہ مدینہ حضرت نافع المتوفی ۱۱۷ھ کو سنت اور حدیث کی تعلیم کے لئے مصر بھیجا تھا۔(٦٨)

اعلیٰ تعلیمی مراکز اور درسگاہیں

عبداللہ ابن عباسؓ کا درس

حضرت ابن عباسؓ ایک دن فقہ کا درس دیتے ایک روز تفسیر پڑھاتے تھے' ایک دن مغازی کا درس دیتے ایک روز شعر و سخن پر بحث کرتے تھے اور ایک دن ایام العرب و اقعات عرب کو بیان کرتے تھے۔(٦٩)

حضرت ابن عباسؓ کے درس کا حال اوپر گزر چکا اور گھر پر یہ عالم تھا کہ دروازہ پر طالبان علم کا ٹھٹھ لگا رہتا ہے' چنانچہ آپ انہیں مباحث کے اعتبار سے بلاتے تھے کہ قرآن کے بارے میں جو پوچھنا چاہتے ہوں پہلے وہ آئیں' جب وہ گھر میں داخل ہوتے تو تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی تھی' وہ جو چاہتے پوچھتے اور آپ انہیں سوالات سے زیادہ بتاتے اور وہ مطمئن ہو کر اٹھتے تھے۔ جب ان سے فارغ ہوتے تو پھر فقہ کے مشکلات کو حل کرنے والوں کو داخلہ کی اجازت ہوتی اور وہ آتے تو گھر بھر جاتا اور تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی تھی۔ سوالات کرتے اور مطمئن ہو کر اٹھتے تو میراث و فرائض کے متعلق سوالات نقل کرنے کے لئے لوگ اندر داخل ہوتے اور گھر بھر جاتا تھا۔ آپ ان کو جوابات دیتے اور شاداں و فرحاں مجلس سے اٹھتے' پھر ادب' شعر' اور غرائب لغات کے دریافت کرنے والے داخل ہوتے اور گھر اسی طرح کھچا کھچ بھر جاتا اور وہ مطمئن ہو کر اٹھتے تھے۔

یہ درس ایسا ہوتا تھا کہ اگر پورا قریش اس پر فخر کرتا تو اس کا فخر کرنا بجا تھا۔ ابو صالح راوی کا بیان ہے کہ میں نے کسی کی مجلس ایسی نہیں دیکھی جیسی کہ ابن عباسؓ کی مجلس درس تھی۔(٧٠)

عبیداللہ ابن عبداللہ کا بیان ہے کہ ہم حضرت ابن عباسؓ کی مجلس میں حاضر ہوتے تو آپ ایک شب مغازی بیان فرماتے ایک شب نسب پر بحث کرتے اور ایک شب شعر پر گفتگو کرتے تھے۔(٧١)

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی ذات بھی علم و کتب خادہ کی توانائیاں' بڑھانے میں بڑی ممد و معاون ثابت ہوئی تھی اور اس کا سلسلہ دور اموی تک منتہی رہا ہے۔

علامہ ابو عمرو عامر ابن شراحیل کے حلقہ درس کے متعلق ابن سیرین کا بیان ہے کہ کوفہ میں بہت سے صحابہ کی حیات میں ان کا حلقہ درس وسعت اختیار کر چکا تھا۔(۷۲)

فقیہ مدینہ ابوالزناد عبداللہ بن زکوان کو ان مدنی المتوفی ۱۳۱ھ کے حلقہ کا کیا پوچھنا امام لیث ابن سعد کا بیان ہے کہ جب مسجد میں پڑھانے کے لئے آتے تو تین تین سو طالب علم جلوہ میں چلتے تھے' فقہ' ادب' شعر اور دیگر علوم کے سوالات کرتے جاتے تھے۔(۷۳)

عبدالرحمن بن ابی لیلی المتوفی ۸۳ ھجری کا کوفہ میں حلقہ درس تھا جن کے متعلق عبدالملک ابن عمیر کا بیان ہے کہ وہ بڑا ہی شاہانہ انداز کا تھا صحابہ اس میں اگر شریک ہوتے اور حدیثیں سنتے تھے۔(۷۴)

صحابہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جتنا موقع ملا اس پر ہی انہوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ جس طرح علم کی طرف آپ نے رغبت دلائی تھی اس کے تحت وہ تاحیات علم حاصل کرتے رہے انہوں نے تابعین سے بھی علم حاصل کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کیا اور ان کا یہ طریقہ کتب خانوں کی ضرورت کو بھی سامنے لاتا ہے کہ تعلیم کی اس وقت ہی ضرورت نہیں جب تک ابتدائی کلاسوں کے مطالعہ کے دوران کتب خانہ سے استفادہ کیا جائے بلکہ یہ سلسلہ تاحیات جاری رہنا چاہئے۔

حضرت جعفل ابن عاھان المتوفی ۱۱۵ھ مشہور قراء میں سے تھے۔ ان کو مصر سے [illegible] مر بن عبدالعزیز نے دیار مغرب میں بھیجا تھا کہ وہاں جاکر قرات کی تعلیم دیں۔(۷۵)

یزید ابن ابی مالک دمشقی اور حارث ابن یمجد اشعری کو [illegible] حین کیا اور ان کا مشاعرہ مقرر کیا' یزید نے قبول کرلیا اور حارث نے تنخوا [illegible] حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو خبر ہوئی تو فرمایا اللہ تعالیٰ ہم سے حارث جیسے بہت [illegible] ں ہم پیدا کر [illegible]۔(۷۶)

مرکزی شہر حجاز' اسکندریہ' مصر میں واعظ [illegible] دمشق مقرر کئے۔(۷۷)

عاصم ابن قتادہ کو مغازی و سیر میں [illegible] حاصل تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو جامع دمشق میں مغازی

و سیر اور مناقب صحابہؓ بیان کرنے پر مامور کیا۔(۷۸)

ابتدائی تعلیم

ضحاک ابن مزاحم ہلالی خراسانی بڑے درجہ کے مفسر تھے۔ تفسیر میں ایک کتاب ان سے یادگار ہے ان کے مکتب میں تین ہزار بچے پڑھتے تھے اور یہ اپنے خچر پر بیٹھ کر ان کی نگرانی کرتے اور مفت تعلیم دیتے تھے۔(۷۹)

دور اموی میں ائمہ قرات' تفسیر' حدیث' فقہ' کلام' ادب و نحو' سیر و مغازی اور شعراء اور خطباء پیدا ہوئے۔

آئمہ قرات میں سے تین بلند پایہ قاری جن کا شمار قرہ سبعہ میں ہے اسی دور کی یادگار ہیں۔

ائمہ تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس (۳ق ھ۔۶۸ھ ر ۶۱۹۔۶۸۷ء)' حضرت انس (۱۰ق ھ۔۹۳ھ ر ۶۱۲۔۷۱۲ء)' حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمن بن صخر دوسی (۲۱ق ھ۔۵۹ھ ر ۶۰۳۔۶۷۹)' حضرت عبداللہ ابن عمر (۱۰ظق ھ۔۷۳ھ ر ۶۱۳۔۶۹۲ء)' اور ان کے شاگرد مجاہد ابن جبیر (۲۱ھ۔۱۰۱ھ ر ۶۴۲۔۷۲۲ء)' عطا ابن ابی رباح (۲۷۔۱۱۴ھ ر ۶۴۷۔۷۳۲ء)' عکرمہ مولی ابن عباس (۲۵۔۱۰۵ھ ر ۶۴۵۔۷۲۳ء)' سعید ابن جبیر (۴۵۔۹۵ھ ر ۶۶۵۔۷۱۴ء)' طاوس ابن کیسان مکی (۳۳۔۱۰۶ھ ر ۶۵۳۔۷۲۴ء) تھے۔ زید ابن اسلم المتوفی ۱۳۷ھ ر ۷۸۴ء' ابو العالیہ رفیع ابن مہران مدنی المتوفی ۹۰ھ تھے۔ مسروق ابن الاجداع ہمدانی کوفی المتوفی ۶۴ھ' قتادہ ابن رفاعہ (۶۱۔۱۱۸ھ ر ۶۸۰۔۷۳۶ء)' حسن بصری' مرہ ہمدانی عراقی تھے اور حدیث میں یہی ائمہ فن مشہور تھے۔

ائمہ فقہ میں فقہائے سبعہ عبیداللہ الہذلی المتوفی ۹۸ھ' عروہ ابن زبیر المتوفی ۹۳ھ' قاسم ابن محمد المتوفی ۱۰۷ھ' سعید ابن المسیب المتوفی ۹۴ھ' ابوبکر ابن عبدالرحمن المتوفی ۹۴ھ' سلیمان ابن یسار بصری المتوفی ۱۰۷ھ' خارجہ ابن زید المتوفی ۹۹ھ اسی دور کے ارباب کمال ہیں۔

ائمہ کلام میں عمر بن عبدالعزیزؒ زید ابن علی' حسن بصری' شعبی' زہری' اسی دور میں گزرے ہیں۔

ائمہ ادب و نحو و لغت میں ابوالاسود دولی المتوفی ۶۹ھ' عبدالرحمن ابن ہرمز مدنی المتوفی ۱۱۷ھ یحیٰی ابن محمد المتوفی ۱۲۹ھ اور قتادہ ابن دعامہ اسی عصر کے نامور ائمہ تھے۔

ائمہ سیرو مغازی کا ذکر ان کی تصانیف کے ذیل میں آ چکا ہے۔

شعراء میں جریر، فرزدق، اخطل، وغیرہ اسی دور کے نامور شعراء ہیں۔

خطباء میں حضرت حسن المتوفی ۵۰ھ، حضرت حسین المتوفی ۶۱ھ، حضرت معاویہ المتوفی ۶۰ھ، زیاد ابن ابیہ المتوفی ۵۳ھ، احنف ابن قیس البصری المتوفی ۷۲ھ، اسی دور کی نامور خطبا کی ترقی کا باعث بنے تھے۔ ان ائمہ فن کی سرگرمیوں نے معاشرتی توانائیوں کو سہارا دیا تو کتب خانوں میں اضافہ ہوا۔

مکاتب فکر

"بشر عبادالذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ، اولئک الذین ھدا ھم اللہ وا ولئک ھم اولو الا لباب(۸۰)

"میرے بندوں کو بشارت سنا دو جو بات کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے ھدایت دی اور یہی عقل والے ہیں"۔

اس آیت شریفہ میں عقل کی تاریخ اور خاص طور پر مذاھب کی تاریخ میں بالکل نئی چیز بیان کی گئی ہے کہ جو لوگ آراء کو سنتے ہیں اور بہترین آراء کی اتباع کرتے ہیں حقیقت میں عقل مند وہی لوگ ہیں وہ جن کو اللہ نے ھدایت دی ہے اور وہی لوگ تعریف و توصیف اور اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ یہی بات عقل انسانی کے نشو و نما اور ارتقاء علمی میں کارفرما رہی ہے۔ اسی سے آزاد علمی فضا اور فکر و استدلال کی آزادی نے علمی میدان میں مکاتب فکر کو جنم دیا۔(۸۱) مدارس فکر کو وجود بخشا علمی حلقوں میں تنوع کثرت اور وسعت پیدا کی اور ہر صاحب الرائے کو پیروکار ملے اور امام کے متبع اور مرید پیدا ہوئے، علمی حلقے برابر بڑھتے رہے اور علوم و فنون میں تنوع پیدا ہوا۔ علمی حلقوں کا آغاز مسجد سے ہوا انھوں نے علوم و فنون کی نشو و نما میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دانش ورانہ ابلاغ (انٹلیکچول کمیونیکیشن) کی اساس و بنیاد بنا۔ عقل کی کارفرمائی سے علمی میدانوں میں جو تنوع ہوا اور جن مکاتب فکر نے جنم لیا وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) قرآن کی تفسیر اور اس کی آیات و کلمات کی تشریح و توضیح نے مختلف مکاتب فکر پیدا کئے۔

الف۔ تفسیر بحسب الاثار

ب۔ تفسیر بحسب آیات الکرمیہ

ج۔ تفسیر بحسب آیات فقہ

د۔ تفسیر بحسب آیات کلام

ہ۔ تفسیر بحسب الاشارات

(۲) حدیث کی تدوین سے مختلف علوم و فنون پیدا ہوئے اور ان میں مختلف مکاتب فکر وجود میں آئے۔

الف۔ الظاہریہ

ب۔ اھل الرائے وغیرہ

(۳) تشریح احکام یعنی فقہ نے مختلف اجتہادی مذاھب کو وجود بخشا اور انہوں نے ایسا علمی سرمایہ مہیا کیا جس کی نظیر دوسری امتوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

الف۔ حنفیہ

ب۔ مالکیہ

ج۔ شافعیہ

د۔ حنبلیہ

و۔ ظاہریہ

(۴) علم کلام یعنی عقائد اس میں مختلف مکاتب فکر پیدا ہوئے۔

الف۔ معتزلہ

ب۔ خارجیہ

ج۔ مرجیہ

د۔ شیعہ وغیرہ

اور اھل سنت و الجماعہ میں۔

الف۔ ماتریدیہ

ب۔ اشعریہ

ج۔ ظاہرہ

د۔ متکلمین وغیرہ

(۵) تاریخ میں مختلف مکاتب فکر پیدا ہوئے کسی نے صرف بلدان کو اپنا موضوع بحث ٹھہرایا کسی نے ملوک کی تاریخ پر کام کیا' کسی نے سیرت و مغازی میں نام پایا' کسی کا ناقدین کی جماعت میں شمار ہوا' کوئی رطب و یابس کا جامع بنا۔

(۶) ادب میں نحو و صرف' شعر و نثر' لغت اور قوافی میں اختلاف آراء کی وجہ سے بصرہ و کوفہ کے مکاتب فکر پیدا ہوئے۔

الف۔ بصری

ب۔ کوفی

ج۔ وغیرہ

(۷) فلسفہ میں اختلاف آراء کی وجہ سے متکلمین' مشائین' حکماء اور محدثین وغیرہ نے جنم لیا۔

(۸) تصوف کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر وجود پذیر ہوئے۔

الف۔ وجودیہ

ب۔ شہودیہ وغیرہ

(۹) طب و علوم طبیعہ میں اختلاف آراء اور تجربات اور مشاہدات کی بنیاد پر مختلف مکاتب فکر نے جنم لیا۔

(۱۰) فلکیات میں اختلاف آراء کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر پیدا ہوئے چنانچہ کوئی بطلیموسی نظام کا پیرو ہوا اور کسی نے اپنی راہ جداگانہ مقرر کی۔

(۱۱) اخلاقیات اور علم نفس میں اختلاف آراء کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر نے جنم لیا' یہ تمام مکاتب فکر پورے عالم اسلام میں پھلے پھولے اور اپنی علمی سرگرمیاں جاری رکھ سکے اور کوئی معدوم نہ ہوگا اور

ان کے افکار کے قیدِ تحریر میں آنے سے کتابوں میں غیر معمولی اضافہ اور کتب خانوں کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔

عہد اموی کے علمی مراکز

یہ علمی مراکز اپنے وجود کے اعتبار سے کتاب اور کتب خانوں کے تمام فرائض اور وظائف ادا کرتے یعنی تعلیمی، تحقیقی، جمالیاتی تشخص (حسن قرات و تجوید) مواد کی اشاعت اطلاعات کی بہم رسانی، دانشورانہ ابلاغ کے تمام پہلوؤں کو بحسن خوبی انجام دیتے۔

مکہ معظمہ

یہ وہ حرم محترم ہے جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے وحی کا آغاز ہوا اور بعثت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تیرہ سال بسر ہوئے، اسلام کی ابتدائی دو صدیوں تک یہ بھی دار العلوم بنا رہا تھا۔

مورخ شمس الدین الذھبی کا بیان ہے:

"عہد صحابہ میں یہاں علم کم تھا پھر صحابہ کے اخیر دور اس کی کثرت ہوئی اور اسی طرح عہد تابعین میں مجاہد، عطا، سعید بن جبیر اور ابن ابی ملیکہ اور پھر ان کے شاگردوں کے دور میں عبداللہ بن ابی نجیح، قاری ابن کثیر، حنظلہ بن ابی سفیان اور ابن جریج، اور ھارون الرشید کے وقت میں مسلم زنجی، فضیل بن عیاض، ابو عبدالرحمن مقری، ارزقی، حمیدی اور سعید بن منصور جیسے علماء ہوئے ہیں۔ پھر تیسری صدی کے درمیان میں حرمین کا علم تو گھٹ گیا اور دوسرے مقامات میں کثرت سے پھیل گیا۔(۸۲)

مدینہ طیبہ

مدینہ منورہ کو دار الھجرت اور علم نبوت کا مخزن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ھجرت کے بعد سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک دنیائے اسلام کا مرکز یہی شہر تھا۔ بعد کو دار الخلافہ کے کوفہ اور دمشق منتقل ہو جانے سے اس کی وہ حیثیت باقی نہیں رہی تاہم امام مالک کے

زمانہ تک اس کا علمی امتیاز مسلّم تھا۔

شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں:

"دارالهجرہ مدینہ میں عہد صحابہ میں قرآن و سنن کا علم بہت زیادہ تھا۔ اور تابعین میں فقہاء سبعہ جیسے حضرات موجود تھے، صغار تابعین دور میں عبیداللہ بن عمرؓ ابن ابی ذئب، ابن عجلانؒ، اور امام جعفر صادق تھے پھر امام مالک، قاری مدینہ، نافع، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن بلال اور اسماعیل بن جعفر ہوئے۔ پھر ان کے بعد والے طبقہ میں وہاں علم بہت ہی کم ہوگیا اور اس کے بعد تو بالکل ہی جاتا رہا۔(۸۳)

یہ دونوں شہر ابتدائی زمانہ میں علوم قرآن و سنت کے مرکز تھے۔ چنانچہ بعض علماء کے نزدیک علماء حرمین کا کسی امر پر اتفاق اجماع کی حیثیت رکھتا ہے امام بخاری کا یہی مسلک ہے۔(۸۴)

کوفہ

یہ ۱۳ ھجری میں عہد فاروقی میں آباد ہوا اور صدیوں تک اسلامی علوم و فنون کا مرکز بنا رہا، عہد مرتضوی سے بغداد کی تعمیر کے زمانہ تک وسعت علم اور کثرت حدیث میں یہ تمام اسلامی ملکوں کا سرتاج بنا رہا۔

مجدالدین فروز آبادی نے اس کو قبۃ الاسلام اور دارھجرت المسلمین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا۔(۸۵)

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ اھل کوفہ ایمان، قرآن، تفسیر قرآن، فقہ، اور سنت کا علم حضرت عبداللہ ابن مسعود وغیرہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں تشریف آوری سے پہلے ہی حاصل کر چکے تھے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو اھل کوفہ آپ کے وہاں آنے سے پیشتر حضرت سعد بن ابی وقاص، عبداللہ ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابوموسیٰ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ روانہ کیا تھا دین حاصل کر چکے تھے۔"(۸۶)

ابو بشر دولابی کتاب الکنیٰ والا سماء میں رقم طراز ہیں کہ:

"چار ہزار سے زیادہ صحابہ یہاں آکر فروکش ہوئے تھے جن میں چوبیس صحابہ بدری تھے۔"(۸۷)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی آمد کی وجہ سے یہاں فقہ کا بڑا چرچا تھا۔ حاکم نیشا پوری نے مراکز علمیہ کے بیان میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کے ائمہ ثقات کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ ابن سعد نے کوفیین کا تذکرہ ایک ضخیم جلد میں کیا ہے جس سے کوفہ کی علمی منزلت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

قراء سبعہ میں سے تین قاری عاصم، حمزہ، اور کیسائی کوفی ہیں۔ تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے شاگردوں کو ابن تیمیہؒ نے تفسیر کا سب سے بڑا عالم کہا ہے۔ سعید ابن جبیر جن کو قتادہ تمام تابعین میں سب سے بڑا عالم مانتے ہیں اسی کوفہ کے رہنے والے تھے۔

حدیث کی نشر و اشاعت کا وہاں یہ عالم تھا کہ ابن عفان کا بیان ہے جب ہم کوفہ آئے تو چار ماہ قیام رہا اگر ہم یہ چاہتے کہ ایک لاکھ حدیثیں لکھیں تو لکھ سکتے تھے مگر ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں ہی لکھیں اور پھر کسی سے املا کے علاوہ راضی نہ ہوئے سوائے شریک کے کہ انہوں نے ہم سے انکار کر دیا اور ہم نے کوفہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو عربیت میں غلطی کرے اور اس کو روا رکھے۔(۸۸)

فن حدیث کی تبویب سب سے پہلے اسی شہر میں ہوئی۔ مرتب احادیث کا مجموعہ بھی سب سے پہلے یہیں مرتب ہوا۔

فقہ کے متعلق تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے اس کو معدن العلم و الفقہ کا لقب دیا ہے اور سفیان ابن عیینہ جو ائمہ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں کہا کرتے تھے۔

"مغازی کے لئے مدینہ، مناسک کے لئے مکہ اور فقہ کے لئے کوفہ ہے"(۸۹)

فقہ حنفی جس پر بارہ سو برس سے اسلامی دنیا کا تقریباً" دو ثلث حصہ عمل پیرا چلا آتا ہے اس کی بنیاد بھی یہیں پڑی۔

عربیت اور نحو کی تدوین بھی کوفہ اور بصرہ ان ہی دو شہروں میں ہوئی، چنانچہ لغت اور نحو کی کتابوں میں بجز

ان دو مقامات کے عام طور پر کسی جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا۔(۹۰)

املا

ھٹی نے لکھا ہے کہ تاریخ کا فن بھی یہیں مدون ہوا ہے۔(۹۱)

مورخ شمس الدین الذھبی کوفہ کے متعلق الاعلان بالتوبیخ میں رقم طراز ہیں:

"کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمار بن یاسر، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم، جیسے حضرات نیز صحابہ کی ایک خلقت آکر اتری پھر وہاں علقمہ، سروق، عبیدہ اور اسود جیسے ائمہ تابعین پیا ہوئے پھر شعبی، نخعی، حکم بن عتیبہ، حماد، ابو اسحاق، منصور، اعمش اور ان کے اصحاب ہوئے۔ اور ابن عقدہ (المتوفی ۳۲۲ھ) کے زمانے تک برابر وہاں علم کی وسعت و کثرت ہی چلی آئی۔(۹۲)

بصرہ

یہ ۱۴ ھجری میں عہد فاروقی میں آباد ہوا اور تیسری صدی ھجری تک علوم و فنون اسلامی کا گہوارہ بنا رہا۔ اس کو بھی وسعت علم و کثرت حدیث اور دیگر فضائل و کمالات کے لحاظ سے نہایت ممتاز مقام حاصل تھا۔ علاوہ ابن حزم اندلسی رسالہ فضائل اھل الاندلس میں لکھتے ہیں۔

"یہ بغداد جو دنیا کی بستی اور ہر فضیلت کی کان ہے اور وہ مقام ہے کہ جہاں کے رہنے والے معارف کے پرچم بلند کرتے ہیں اور علوم میں دقت نظر، لطافت اخلاق فطانت و ذکاوت، جدت فکر اور ذہن کی رسائی میں سبقت لے گئے ہیں اور یہ بصرہ کی جو ان تمام امور میں پوری طرح معمور تھا۔(۹۳)

مورخ شمس الدین الذھبی فرماتے ہیں:

"بصرہ میں حضرت ابو موسی اشعری، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عباس اور متعدد صحابہ کرام آکر فروکش ہوئے، جن میں سب سے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص

اور کم سن صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں' ان کے بعد حسن' ابن سیرین' ابوالعالیہ' پھر قتادہ' ایوب' ثابت بنانی' یونس' ابن عون' پھر حماد بن سلمہ' حماد بن زید اور پھر ان دونوں کے تلاتمذہ ہوئے ہیں۔ یہ فن یعنی علم حدیث وہاں تیسری صدی کے شروع تک خوب رہا اور پھر بہت ہی گھٹ گیا' یہاں تک کہ بالکل ختم ہو گیا۔(۹۴)

اھل فضل و کمال کا یہاں اتنا بڑا مجمع تھا کہ جب امام ادب نضر بن سہیل' بصرہ سے خراسان کو جانے لگے تو ان کی مشایعت کو تین ہزار کے قریب اشخاص نکلے جو یا نحوی تھے یا عروضی یا محدث یا اخباری(۹۵)

خلیل بصری کی مشہور تصنیف کتاب العین جو عربی علم لغت کی سب سے پہلی کتاب ہے یہیں لکھی گئی۔(۹۴) اور نحو کا نامور مصنف سیبویہ اسی بصرہ کا تعلیم یافتہ تھا' ائمہ مجتہدین میں حسن بصری یہیں کے رہنے والے تھے۔(۹۷)

دمشق

یہ ملک شام کا صدر مقام اور خلفاء یعنی امیہ کا پایہ تخت رہا ہے' حافظ ابن عساکر (المتوفی ۵۷۱ھ نے تاریخ دمشق میں تصریح کی ہے کہ:

"مملکت شام میں دس ہزار صحابہ ایسے داخل ہوئے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں اھل شام کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت معاذ بن جبل اور عبادہ بن الصامت جیسے اکابر صحابہ کو بھیجا تھا چنانچہ امام ابن تیمیہ کا بیان ہے:

"یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہے کہ اکثر مسلمانوں کو قرآن و سنت کا علم بغیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان کئے حاصل ہوا ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب شہروں کو فتح کیا تو شام اور عراق کی فتح طرف علماء و صحابہ میں سے کچھ حضرات کو روانہ کیا' جنہوں نے ان لوگوں کو عمل سکھایا اور فقہ کی تعلیم دی اور پھر ان ہی لوگوں سے تمام مسلمانوں کو علم پہنچایا وہ اس سے زیادہ نہ تھا' جتنا کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما اور

ان جیسے دیگر حضرات نے پہنچایا ہے اور یہ بات بالکل عیاں ہے۔"

اھل شام کو فتن اور ملاحم کی احادیث میں زیادہ شہرت حاصل ہے مورخ ابن عساکر فرماتے ہیں:

"اھل شام کی حدیثوں میں فتن و ملاحم کی حدیثیں غالب ہیں۔"

امام شافعی کا قول ہے:

"اگر نماز سیکھنا چاہتے ہو تو اھل مدینہ کے پاس جاؤ اور اگر مناسک حج معلوم کرنے کا ارادہ ہو تو اھل مکہ کا رخ کرو اور اگر ملاحم کی خواہش ہو تو اھل شام سے سیکھو اور رائے (فقہ) کو اھل کوفہ سے حاصل کرو۔(۱۰۱)

حافظ ذہبی الاعلان بالتوبیخ میں رقمطراز ہیں:

"دمشق بلاد شام میں سے ہے یہ ایک وسیع شہرت ہے اور متعدد شہروں اور قصبات پر مشتمل ہے' یہاں متعدد صحابہ آکر فروکش ہوئے' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد خلیفہ عبدالملک اور اس کی اولاد کے زمانہ میں بیان علم کی کثرت رہی اور تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں فقہاء محدثین اور قراء برابر ہوتے رہے' پھر ابو سہر' مروان بن محمد الطاطری' ہشام' رحیم' سلیمان ابن بنت شرحبیل کے دور میں اور بعد کو ان کے شاگردوں کے زمانے تک یہ سلسلہ یوں ہی ملتا رہا۔ یہ قرآن' حدیث اور فقہ کا گھر ہے اور چوتھی اور پانچویں صدی میں جاکر یہاں علم کم ہوگیا۔(۱۰۲)

مولانا عبدالرشید نعمانی "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" میں لکھتے ہیں:

ائمہ مجتہدین میں سے امام اوزاعی یہیں کے رہنے والے تھے' جن کی تقلید ایک عرصہ تک شام اور اندلس میں رائج رہی اور جن کے متعلق ملک المحدثین' امام الجرح و التعدیل یحیی بن معین فرماتے ہیں کہ:

"علماء چار ہیں' امام سفیان ثوری' امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام اوزاعی"۔(۱۰۳)

مصر:

مورخ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ مین تصریح کی ہے کہ یہاں تین سو صحابہ کرام فروکش ہوئے

تھے۔(۱۰۴)

مورخ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں:

"مصر ایک عظیم الشان شہر اور وسیع اقلیم ہے جو اضلاع شرقی و غربی اور صعید اعلی و صعید اولی پر مشتمل ہے اس کو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح کیا تھا' صحابہ کرام کی ایک خلقت یہاں آکر سکونت گزیں ہوئی اور تابعین کے زمانہ میں یہاں علم کی کثرت رہی پھر عمرو بن الحارث' یحیی بن ایوب' حیرۃ بن شریح' لیث بن سعد' ابن لہیعہ کے دور مین اور زیادتی ہوئی' جو ابن وہب' شافعی' ابن القاسم اور ان کے تلامذہ کے زمانے تک باقی رہی۔ اور وہان برابر خوب علم رہا تاآنکہ ۳۵۸ ھ میں عبیدی رافضیوں کے استیلاء کی بنا پر اس میں ضعف آگیا"۔(۱۰۵)

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی' "امام ابن ماجہ اور علم حدیث" میں رقمطراز ہیں:

"امام شافعی کا مذھب جدید جس کے راوی' مزنی' ربیع جیزی' ربیع مراوی' بویطی' حرملہ' اور یونس بن عبدالاعلی ہیں۔ اس کی تدوین یہیں ہوئی۔ ائمہ مجتہدین میں سے امام لیث بن سعد یہیں کے رہنے والے تھے۔ جن کے متعلق امام شافعی فرماتے ہیں"۔

"لیث' امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے' پر ان کے تلامذہ نے انہیں ضائع کر دیا۔"(۱۰۶)

عربی زبان کی سرکاری حیثیت

عبدالملک ابن مروان (۲۶-۸۶ھ / ۶۴۶-۷۰۵ء) نے اپنے زمانہ خلافت میں (۸۱ھ) میں تمام محکموں کی سرکاری زبان عربی کر دی تھی۔ اس طرح عربی زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت حاصل ہوئی۔ شام میں رومی' عراق میں پہلوی کی سرکاری حیثیت ختم ہوگئی تھی۔

خلفاء اسلام نے بلا امتیاز مذہب و ملت مجوسی' یہودی' عیسائی' صابئی' ہر ایک کے لئے ملازمت کے لئے دروازے کھول دئے اور ان سے خدمت لینے میں کبھی تامل نہیں کیا' چند ہی سال میں عربی زبان نے ایران و عراق میں فارسی اور سریانی کو' شام میں رومی اور سویانی کو مصر میں' قبطی اور رومی کو شمالی افریقہ میں' لاطینی کو

بے حقیقت بنا دیا تھا اور ستر سال کے عرصہ میں ان تمام ملکوں کی زبان عربی ہو گئی تھی۔(۱۰۷)

ابن خلدون کا کہنا ہے:

"اسلامی حکومت کے بانیوں کی زبان عربی تھی اور عوام حکومت کے پیرو ہوتے ہیں۔ اس لئے عربی زبان کا استعمال اسلامی شعار اور عربی حکومت کی اطاعت کی نشانی سمجھا جانے لگا اور تمام اسلامی ملکوں میں آباد قوموں نے اپنی زبانیں چھوڑ کر عربی زبان کو اختیار کرلیا اور ان تمام ملکوں میں عربی کی جڑیں مضبوط ہوگئیں۔ دوسری زبانیں دخیل اور اجنبی شمار ہونے لگیں۔"(۱۰۸)

ابن حزم زبان اور علوم و فنون کے ترقی اور زوال کی تاریخ پر تبرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"زبانوں پر اکثر ان کی حکومتوں کے زوال' ملک پر دوسروں کے قبضے' نقل مکان اور دوسری قوموں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے زوال آتا ہے اور قوموں کی زبان اور ان کے علوم و تاریخ کو ان کی حکومت کی قوت اور ان کی چستی و مستعدی سے فائدہ پہنچتا ہے اور جس قوم کی حکومت ختم ہو جاتی ہے اس کے دشمن اس پر غالب آجاتے ہیں۔ اور وہ خوف' احتجاج' ذلت و پستی اور دشمن کی غلامی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ جس سے ان کا دل مردہ ہو جاتا ہے اور کبھی زبان کے زوال کا سبب اس کی پراندگی ہوتی ہے یا جب قوم اپنی اول و نسل اور اپنی تاریخ کو فراموش کردیتی ہے اس وقت اس کے علوم مٹ جاتے ہیں' یہ چیز مشاہدہ سے ثابت ہے اور عقلی حیثیت سے بالکل بدیہی ہے۔(۱۰۹)

بصرے اور کوفے میں لوگوں کے حساب کتاب کے لئے دو سرکاری دفتر تھے ایک عربی میں اور دوسرا فارسی میں اسی طرح شام میں ایک عربی میں اور دوسرا رومی زبان میں تھا۔ لیکن حجاج ابن یوسف (۴۰-۹۵ھ ر ۶۶۰-۷۱۴ء) نے ۷۸ھ میں ان کو عربی میں منتقل کردیا۔(۱۱۰)

شام میں دفتری کاروائیاں رومی زبان میں ہوتی تھیں' ایک نصرانی' سرجون ابن منصور اس خدمت کو انجام دیتا تھا ایک دن خلیفہ عبدالملک نے کسی نے کسی کام کے لئے سرجون سے کہا اسے گران گزرا اور اس نے بار بار

تاکید کے باوجود پورا نہیں کیا' عبدالملک نے افسر دفتر سلیمان ابن سعد خشنی سے کہا کہ یہ ہماری حاجت مندی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں' لہٰذا دفتری کارروائیاں اب عربی زبان میں کی جائیں گی۔ چنانچہ شام میں دفتری کارروائیاں عربی میں ہونے لگیں۔(۱۱۱)

حسن ابراہیم حسن کا بیان ہے:

"دفاتر کی زبان عربی قرار دینے کا سیاسی اور ادبی دونوں حیثیت سے اثر بڑا اس کی وجہ سے ذمیوں اور غیر عربوں کا اقتدار دفتروں سے کم ہوگیا اور ان کے بڑے بڑے مناصب عربوں کو مل گئے۔

ادبی اثر یہ پڑا کہ بہت سی فارسی اور رومی اصطلاحات عربی زبان میں داخل ہوگئیں۔(۱۱۲)

سرکاری طور پر کتابوں کی ضروری اشاعت کا آغاز

طبیب شاہی ماسرجویہ نے حکیم اہرن ابن اعین القس کی کتاب کا جو فن طب میں تھی سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا اور اس کو امیرالمومنین عمر ابن عبدالعزیز نے بڑے غور و فکر کے بعد شائع کرایا تھا۔

ابن جلجل فرماتے ہیں:

"امر باخراجہ ثم فی ایدیھم(۱۱۳)

اس کتاب کو عوام کے فائدہ کے لئے نکالا اور اس کو ان میں پھیلایا۔

پھیلانے کی تین صورتیں ممکن ہیں۔

۱۔ کتاب کو نقل کرا کے شائع کرانا۔

۲۔ کتاب کے نقل کی اجازت دینا۔

۳۔ کتاب کو کتب خانہ میں رکھنا تاکہ لوگ استفادہ کریں۔(۱۱۴)

یہ واقعہ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ عوامی کتب خانوں میں اپنے وظائف کی ادائیگی حکومت کی زور نگرانی شروع ہوچکی تھی اور حکومت جو ٹیکس (زکوٰۃ و خیرات) کی صورت میں لے رہی تھی اس کو عوام تک لوٹانے کے لئے اسلام میں دانش وارده ابلاغ کی پہلی مثال کہی جاسکتی ہے۔(۱۱۵)

چمڑے کا استعمال

قرطاس (ورق بردی) اپنی صفائی اور فراوانی کے باوجود پائیدار اور زیادہ دیرپا نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے ہم دستاویزوں کے لئے اھل فارس اور اھل یونان صاف چمڑہ استعمال کرتے تھے۔

بھیڑ بکری اور بچھڑے کی کھال کے بال اتار کے چونے کے پانی سے خشک کرتے اور اس پر پسی ہوئی چاک مل کر پتھر سے گھس کر صاف اور نرم کر لیتے تھے۔

ایشیاء کوچک میں پرگام چمڑے کی دباغت کے لئے مشہور تھا۔ انگریزی میں پارچمنٹ کا لفظ اسی سے ماخوذ ہے۔(۱۱۶) عہد رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی خطوط مشاھدات اور وحی الٰہی کی کتابت کے لئے چمڑا استعمال ہوا ہے۔ اس کو قرآن میں رق کہا جاتا ہے۔

طرس

چمڑا اگرچہ مظبوط تھا۔ لیکن بہت گراں قیمت تھا۔ اس لئے اس کو قبولیت عام حاصل نہ ہو سکی' بہ وقت ضرورت بعض لوگ چمڑے کی پہلی تصویر کو مٹا کر اس پر دوسری عبارت لکھتے تھے اس قسم کے چمڑے کو عربی میں طرس کہا جاتا ہے۔ ابن ندیم کا بیان ہے کہ بغداد میں لوگ برسوں سے طروس پر لکھتے ہیں کیونکہ محمد ابن زبیدہ کے زمانے میں دفاتر لٹ گئے تھے اس لئے چمڑے کو صاف کر کے اس پر لکھا جاتا تھا۔

بلاد سندھ میں اسلامی علوم و فنون کا اجمالی جائزہ

اموی دور میں سندھ کے دینی، علمی، فکری اور ذہنی کیف و کم میں نہایت خوشگوار اضافہ ہوا اور عرب و ہند نے ایک دوسرے کے علم و فن سے حصہ لیا۔ اس وقت دونوں طرف ایسے زبان داں و ترجمان موجود تھے جو ہندی سے عربی میں اور عربی سے ہندی میں ترجمہ کرتے تھے۔ حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں ارض چین اور سندھ کے راجوں نے ہندی علوم و فنون اور اسرار و حکم پر مشتمل کتابیں روانہ کیں۔ ہمارے علم و تحقیق میں عرب و ہند کے درمیان یہ پہلا علمی سلسلہ تھا جو اسلام فہمی کے داعیہ پر جاری ہوا اور خالد بن یزید نے اس کتاب سے خوب خوب استفادہ کیا۔ اگر یہ کتابیں یہاں سے عربی زبان میں روانہ کی گئی تھیں تو عرب میں اس زبان کے جاننے والے موجود تھے۔ جنھوں نے ان کو عربی زبان میں منتقل کیا تھا۔ نیز حجاج بن یوسف کے دربار میں نیرون سے دو سمنی گئے تھے جو بدھ مذہب کے عالم و پیشوا اور سومناتی فلسفہ کے نمائندے تھے اور خود سندھ میں کئی سمنیوں نے محمد بن قاسم سے مل کر ملکی و شہری اور امور و معاملات میں ان سے گفتگو کی۔ اموی خلفاء و امراء اور یہاں کے راجوں مہاراجوں میں خط و کتابت اغلب یہ ہے کہ اپنی اپنی زبان میں ہوتی تھی اور دونوں طرف کے ترجمان ان کا ترجمہ کرتے تھے۔ یہاں کے بعض راجے عربی زبان سے اچھی طرح واقف تھے اور عربی کے اشعار سنتے سناتے تھے۔ ایسے لوگوں کو اسلامی علوم کے بارے میں فی الجملہ معلومات رہی ہوں گی۔

اسی طرح یہاں کے مسلمان اس دور کے مروجہ اسلامی علوم سے وافر حصہ رکھتے تھے۔ اس دور میں احادیث رسول کی تدوین و ترتیب کی ابتداء ہوچکی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس سلسلہ میں سرکاری احکام جاری کئے اور جہاں جہاں سے احادیث کے ذاتی صحیفے اور کاغذات ملے ان کو مرتب کرایا، تفسیر کی تدوین کی ابتداء بھی اس دور میں ہوچکی تھی۔ حضرت معاویہؓ نے عبید بن شریہ وغیرہ سے تاریخی مجموعے مرتب کرائے۔ حجاز و عراق اور شام کے فقہاء اپنے اپنے اصول فقہ کی رو سے فقہ کو مدون کر رہے تھے۔ لسانی اور ادبی علوم و فنون کی اشاعت بھی جاری تھی، عقلیت اور علوم عقلیہ کی بنیاد پڑ رہی تھی۔ جبر و قدر، اعتزال کے نظریات بال و

پر نکال رہے تھے اور اسلامی عقائد و افکار پر عجمیت اپنی کمند پھینک رہی تھی۔ ایک طرف مجاہدین اسلام دنیا میں بڑھ بڑھ کر فتوحات کر رہے تھے اور دوسری طرف علمائے تابعین و تبع تابعین مفتوحہ ممالک میں اسلامی علوم کی نشر و اشاعت میں مصروف تھے۔ چنانچہ سندھ میں بھی یہ صورتحال موجود تھی اور اس دور میں یہاں بھی حدیث' تفسیر' فقہ' مغازی اور لسانی علوم میں ارباب فضل و کمال موجود تھے اور یہاں کے مسلمان' عرب اور دوسرے اسلامی بلاد و امصار میں ان علوم و فنون کے ائمہ و عباقرہ میں شمار ہوتے تھے۔

سندھ میں علم حدیث کیلئے محدثین کی خدمات جلیلہ

اموی دور میں سندھ کے مسلمانوں کی زندگی کا ہر پہلو نہایت تابناک تھا وہ ہر میدان میں عالم اسلام کے شانہ بشانہ چلتے تھے۔ ہر قسم کے علوم و فنون اور علماء و فضلاء سے ان کی محفلیں آباد تھیں' اس دور کے رواج کے مطابق ان کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری تھا۔ یہاں کے اعیان و اشراف فقہاء و محدثین' رواۃ حدیث' عباد و زہاد' شعراء و ادباء اس ملک کو چار چاند لگا رہے تھے اور عالم اسلام کے بلاد و امصار کی طرح یہاں کے شہروں اور دیہاتوں میں بھی علوم و فنون کی سرگرمی اس دور کے معیار کے مطابق جاری تھی۔ مفتوحہ ممالک میں علماء و فقہاء' محدثین' عباد و زہاد اور صلحاء کی جماعتیں روانہ کی جاتی تھیں جو عموماً صغار صحابہ اور کبار تابعین پر مشتمل ہوتی تھیں' یہ حضرات اپنے اپنے طریقہ پر دینی اور علمی خدمات انجام دیتے تھے۔ ان کے پاس علوم و معارف کے مدونات بہت کم ہوتے تھے۔ زیادہ تر زبانی بیان کرتے تھے۔ بعض حضرات کے پاس ان کی مرویات کتابی شکل میں تھیں' مگر ان کی حیثیت ذاتی یادداشت کی تھی۔ اس وقت تک احادیث و آثار کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی تھی اور نہ "اخبرنا و حدثنا" کا طریقہ رائج ہوا تھا۔ اموی دور میں ۴۰ھ سے ۸۹ھ تک یہی حال رہا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے احادیث و سنن کی تلاش و تدوین کے احکام جاری کئے اور احادیث کے کئی مدونات تیار ہوگئے۔ حتیٰ کہ پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کی ابتداء میں باقاعدہ تدوین حدیث کا سلسلہ جاری ہوگیا اور ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیان تقریباً پورے عالم اسلام میں فقہی ترتیب پر احادیث و آثار جمع کئے گئے' اموی دور کا یہ پودا عباسی دور کی ابتداء میں پوری طرح بار آور ہوگیا اور باقاعدہ "اخبرنا و حدثنا" کے ساتھ کی روایت کا سلسلہ چلا۔ اس سے پہلے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام اپنے اپنے حلقوں میں اپنے طور پر کتاب

و سنت کی تعلیم و تلقین کی خدمت انجام دیتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی یہ طریقہ رائج تھا۔ یہاں بھی رواۃ حدیث بڑی تعداد میں آئے اور اس زمانہ کے مطابق انہوں نے چلتے پھرتے مجالس و محافل اور غزوات و جہاد میں حسب ضرورت احادیث بیان کیں جیسا کہ ذیل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

غزوات و فتوحات کے امراء و قائدین عام طور سے ارباب علم و فضل اور اہل و رع و تقویٰ ہوا کرتے تھے' ان کے علاوہ اسلامی فوج میں صحابہ و تابعین اور علماء کی جماعت رہا کرتی تھی۔ جیسا کہ ابن کثیر کی تصریح گزر چکی ہے۔

بنوامیہ کے دور میں جہاد کے اندر فوجوں میں کبار تابعین سے صلحاء' اولیاء اور علماء ہوا کرتے تھے' ہر فوج کے ساتھ ان کی بڑی تعداد ہوا کرتی تھی۔ جس سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد فرماتا تھا۔(۱۱۷)

یہ حضرات موقع بہ موقع غزوات کے دوران احادث و سنن کی تعلیم دیا کرتے تھے اور بوقت ضرورت دینی مسائل میں خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ہندوستان کی فتوحات میں بھی ایسے حضرات موجود تھے جو کتاب و سنت کے عالم و راوی تھے اور حسب ضرورت روایت کرتے تھے۔ مثلاً" ۵۰ ھ میں غزوۃ قیقان میں حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں اسلامی فوج کو دشمن پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں خصوصی ہدایت فرمائی اور جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔(۱۱۸)

الغرض جس طرح عالم اسلام میں کتاب و سنت کی روشنی میں ہر کام ہوتا تھا۔ یہاں بھی اسی معیار پر زندگی بسر ہوتی تھی اور آئمہ اسلام اور رواۃ حدیث کے علاوہ امراء و حکام بھی اپنے اپنے حلقوں میں اسلامی احکام و قوانین کے سلسلہ میں احادیث و آثار کو حجت مان کر ان کو بیان کیا کرتے تھے۔

دور اموی میں بلاد سندھ کے گوشوں سے احادیث کی گونج

اس کے بعد جب دوسری صدی میں احادیث کی باقاعدہ روایت کا سلسلہ جاری ہوا تو یہاں کی فضا بھی' اخبرنا اور حدثنا کے غلغلہ سے گونج اٹھی۔ اس دور میں مسلمانوں کے مرکزی شہر ارائیل' دیبل' منصورہ اور ملتان وغیرہ

تھے۔ جہاں مسلمانوں کی بڑی بڑی آبادیاں اور ان کی جوامع و مساجد تھیں خطابت و قضاء کا باقاعدہ انتظام تھا۔ ان میں اسلامی زندگی کا رنگ دیگر بلاد اسلامیہ کی طرح نمایاں تھا اور احادث و سنن کی روایت کا سلسلہ جاری تھا۔ حتیٰ کہ ان مقامات سے طلب علم کے لئے علمی اسفار و رحلات بھی ہوتے تھے اور یہاں کے بہت سے سندی الاصل اور عربی الاصل علماء و فضلاء بلاد اسلامیہ میں جاکر آباد ہوگئے اور کئی خانوادے علم و دین میں نسلاً بعد نسل سیادت و قیادت کے مالک رہے۔ اس دور میں علم حدیث کا سب سے بڑا مرکز شہر دیبل تھا اور یہیں سب سے پہلے باقاعدہ احادیث و آثار کی روایت کا سلسلہ جاری ہوا اور اس شہر سے طلب علم کے لئے عرب کا سفر کیا گیا۔

چنانچہ دیبل کے محدثین میں سب سے پہلا نام شیخ عبدالرحمٰن بن حماد ثقفی دیبلی کا ملتا ہے۔ جو دیبل میں قبیلہ بنو ثقیف کے محدث و زاہد تھے۔ جن کے بارے میں امام عقیلی کے دادا نے بیان کیا ہے۔

اعمش اور عمرو بن عبید سے روایت کرتے تھے۔(۱۱۹)

امام اعمش کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی ہے اور عمرو بن عبید جو شیخ المعتزلہ ہے اور امام حسن بصریؒ متوفی ۱۱۰ھ سے روایت کرتا ہے مگر حدیث میں اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ ۱۴۲ھ یا ۱۴۴ھ میں فوت ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ عبدالرحیم بن حماد دیبلی اپنے ان دونوں شیوخ کی زندگی میں دیبل سے بصرہ آئے اور ان سے روایت کرکے یہیں رہ گئے۔ ان سے اہل عراق نے روایت کی ہے' بالفاظ دیگر دوسری صدی کے ربع اول میں یہ دیبلی محدث بصرہ میں بزم حدیث سجائے ہوئے تھے۔ بعد میں دیبل اس ملک میں علم حدیث کا مشہور اور اہم مرکز بن گیا اور مدتوں یہاں پر حدیث کی روایت جاری رہی اور نامی گرامی محدثین پیدا ہوئے۔

اسی دور میں سندھ میں قیس بن بسر بن سندی نصری سے محمد بن غزاز بن اوس المعروف بہ "جلیل"۔ نے حدیث کی روایت کی' ابن ماکولا نے قیس بن بسرین سندی کے ذکر میں لکھا ہے:

بیان کیا گیا ہے کہ قیس سے جبیل نے حدیث کا سماع کیا ہے۔

اور جبیل کی وفات کے بارے میں لکھا ہے:

ان کو منصور بن جمہور نے سندھ میں قتل کیا تھا۔(۱۲۰)

یہ واقعہ ۱۳۰ ہجری کا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جبیل نے قیس بن بسر بن سندی سے دوسری صدی کے ربع اول میں سندھ میں حدیث کا سماع کیا تھا۔ قیس بن بسر نے ہشام بن عمار سے اور ان سے جبیل اور ابوبکر بن شادان نے روایت کی ہے۔

اموی دور میں سندھ کے محدثین میں یزید بن عبداللہ قرشی بیسری سندی بصری بھی تھے۔ جنہوں نے یہاں سے بصرہ جاکر واقدی' ابن جریج اور امام سفیان ثوری وغیرہ سے روایت کی اور ان سے علی بن ابوہاشم طبراخ' قواریری' ابوداؤد و طیالسی' محمد بن ابوبکر مقدسی اور ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

ایک اور محدث سندی بن شاس بصری تھے۔ جنہوں نے یہاں سے بصرہ جاکر امام ابن سیرین اور امام عطاء وغیرہ سے روایت کی اور ان سے موسیٰ بن اسماعیل نے روایت کی۔

عبدالرحمٰن بن سندی بھی دوسری صدی کے سندی محدثین میں سے تھے۔ انہوں نے عراک بن خالد دمشقی سے روایت کی تھی۔

موسیٰ سیلانی اس دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے براہ راست حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا تھا۔

عبدالرحمٰن سندی اموی دور کے رواۃ حدیث میں سے تھے۔ جنہوں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سماع کیا ہے اور ان کی صحبت اٹھائی ہے۔

ابو شیخ بن حمار ہندی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے اور ان سے یحییٰ بن فہد نے روایت کی ہے۔

عربی الاصل محدثین

ذیل میں ہم اموی عہد کے ان چند مشہور رواۃ حدیث و محدثین کے نام درج کرتے ہیں جو وقتاً "فوقتاً" سندھ آتے رہے اور ان کی مرویات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔ غالب گمان ہے کہ یہ حضرات یہاں آکر اپنی احادیث کے محفوظات 'یا مدونات کو موقع بہ موقع بیان کرتے رہے اور ان کی ذات سے یہاں احادیث کی روایت کا سلسلہ جاری ہوا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں اس احادیث کی روایت کے چند واقعات

بیان کر دیئے جائیں تاکہ معلوم ہو کہ کس طرح اس وقت حضرات محدثین اور رواۃ موقع بہ موقع احادیث کی روایت کیا کرتے تھے۔

عبیداللہ ایاد بن لقیط ثقہ محدث ہیں۔ اپنی قوم کے عریف و نمائندہ تھے۔ ایک مرتبہ کوفہ میں خندق کھودنے کی ضرورت پڑی تو اس کا انتظام و اہتمام ان کے سپرد کیا گیا وہ مزدوروں کی نگرانی کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم دیتے تھے۔

جب وہ آ جاتے تو مزدور کھدائی شروع کرتے ان کے پاس ایک صحیفہ تھا۔ جس میں ان کی حدیثیں تھیں جب کوئی شخص ان کے پاس آتا تو اسے صحیفہ دیدیتے اور وہ جو حدیثیں چاہتا لکھ کر ان سے پڑھ لیتا تھا۔

سلم بن ذیال ثقہ اور صالح الحدیث تھے' امام احمد فرماتے ہیں کہ میرے علم میں معمر کے علاوہ کسی نے ان سے حدیث کی روایت نہیں کی ہے' معمر نے ایک غزوہ میں ان سے روایت کی ہے۔

انہوں نے مسلم بن ذیال کے ساتھ بحری جہاد میں شرکت کی اور ان سے حدیث کا سماع کیا۔

عمارہ بن عمیر تیمی نے بعض مغازی میں ایک عالم سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں کیا آپ ہمارے ساتھ امام ابراہیم تیمی کے درس میں نہیں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں آپ درست فرماتے ہیں ان کے پاس کچھ دینار تھے۔ ان میں سے تیس دینار عمارہ بن عمیر تیمی کو دیدیے۔(۱۲۱) ان چند مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت احادیث کی روایت چلتے پھرتے اور عمومی و خصوصی مجالس میں ہوا کرتی تھی اور باقاعدہ حلقہ درس کے ساتھ یہ طریقہ بھی جاری تھا۔ سندھ میں بھی اس دور میں ان حضرات نے احادیث کی روایت اسی طریقہ پر کی اور یہی حضرات بزم حدیث کے چراغ اولین ہیں۔

ذیل میں ان حضرات کے اسماء پیش کئے جاتے ہیں جو اس دور میں یہاں تشریف لائے اور ان کی روایت و احادیث کتابوں میں موجود ہیں۔ انہوں نے سندھ میں چلتے پھرتے احادیث و آثار کا مذاکرہ کیا اور علم دین کی تعلیم و تلقین میں حصہ لیا۔

(۱) سنان سلمہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل حدیث روایت کی ہے۔ نیز

آپ نے اپنے والد حضرت سلمہ بن محبق ہذلیؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور آپ سے مسلم بن جنادہ، معاذہ بن سوۃ، حبیب ابو عبدالصمد اور ہارون بن رباب اسیدی نے روایت کی ہے۔

(۲) عمر بن عبیداللہ بن عمر قرشی تیمی نے ابان بن عثمان سے اور ان سے نبیہ بن وہب نے روایت کی ہے۔

(۳) مہلب بن ابو صفرہ ازدی نے عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عمرو، برار بن عازب سے اور آپ سے سماک بن حرب، ابو اسحاق سبیعی، عمرو بن ثقیف نے روایت کی ہے۔ سنن کی کتابوں میں ان کی متعدد روایات موجود ہیں۔

(۴) کرزین ابو کرز وبرہ حارثیؒ نے نعیم بن ابی ہند، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، ربیع بن خشیم قرظی اور دوسرے علماء تابعین سے روایت کی ہے اور ان سے سفیان ثوری، قاضی بن شبرمہ عبیداللہ وصافی، فضیل بن غزوان، ورقاء بن عمر نے روایت کی ہے۔ آپ سے مرسل احادیث بھی مروی ہیں۔

(۵) ابوالیمان بن معلی بن راشد نبال ہذلیؒ نے اپنی دادی ام عاصم نبیشہ، اپنے والد راشد میمون بن سیاہ، حسن بصری، زیاد بن میمون ثقفی سے اور ان سے یزید بن ہارون، عبداللہ بن صالح عجلی، روح بن عبدالمومن، ابوبشر بن بکر بن خلف اور نصر بن جہضمی وغیرہ نے روایت کی ہے آپ مشہور عابد و زاہد اور بصرہ کے محدثین میں سے ہیں۔

(۶) عباد بن زیاد بن ابی سفیانؒ نے عروہ بن مغیرہ بن شعبہ اور ان کے بھائی ضمرہ سے اور ان سے امام زہری اور امام مکحول شامی نے روایت کی ہے۔

(۷) سعید بن اسلم بن زرعہ کلابیؒ نے حضرت ابو موسیٰ اور بنی غفار کے موالی سے اور ان سے عبداللہ بن بریدہ نے روایت کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے بکیر بن اشج سے بھی سماع کیا ہے، اس کا شمار قضاۃ اسلام میں ہے۔

(۸) معاویہ بن قرہ بن ایاس مزنیؒ نہایت ثقہ محدث اور مشہور قاضی اسلام ایاس بن معاویہ کے والد ہیں۔ اپنے والد قرہ بن ایاس، معقل بن یسار، ابو ایوب انصاری حکم بن ابو العاص ثقفی عبداللہ بن مغفل اور دوسرے کئی علماء سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے لڑکے ایاس بن معاویہ، پوتے مستنیر بن اخضر، امام زہری، ابراہیم بن محمد، اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ حسن بن زید بن حسن بن علی وغیرہ نے روایت کی ہے، معاویہ بن قرہ اور

ان کے شیخ حکم بن ابو العاصی دونوں اپنے اپنے زمانہ میں سندھ تشریف لائے ہیں۔

(۹) کہمس بن حسن قیسیؒ بصرہ کے عباد و زہاد میں نہایت ثقہ محدث ہیں۔ انہوں نے ابوالطفیل عبداللہ بن شخیر' سیار بن منظور' ابونضر عبدی وغیرہ سے روایت کی اور ان سے ان کے صاحبزادے عون بن کہمس' خالد بن حارث معاذ بن معاذ' وکیع بن جراح' نضر بن شمیل' قطان' عبداللہ بن مبارک' معتمر بن سلیمان' سفیان بن حبیب' یوسف بن یعقوب سدوسی' جعفر بن سلیمان' عثمان بن عمرو' علی بن غراب' ابو اسامہ' یزید بن ہارون' عبداللہ بن یزید مقری وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۱۰) زائدہ بن عمیر طائیؒ نے عبداللہ بن عمرؓ' عبداللہ بن عباسؓ' عبداللہ بن عمرو' جابر بن عبداللہؓ' نعمان بن بشیرؓ' ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی اور ان سے امام شعبہ اور یونس بن ابی اسحاق نے روایت کی ہے۔

(۱۱) عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفیؒ نے ابوہریرہ' ابو سعید خدری' ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی اور ان سے ان کے دونوں صاحب زادے عمر بن عطیہ اور حسن بن عطیہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۱۲) موسیٰ بن سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی نے عمران بن حصین' ابوہریرہ' ابوبکرہ' ابوبرزہ' معقل بن یسار' عبداللہ بن معقل' عبداللہ بن عمرؓ' عبداللہ بن عباس' انس بن مالک وغیرہ سے روایت کی اور ان سے ان کے صاحب زاد مثنیٰ بن' موسیٰ قتادہ اور ابوالتیاح نے روایت کی ہے۔ موسیٰ بن سنان ہذلی قلیل الحدیث ہیں۔

(۱۳) حکم بن عوانہ کلبیؒ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ:

"وھو کثیر الروایہ عن التابعین" یعنی انہوں نے تابعین سے بہت زیادہ روایت کی ہے۔

(۱۴) مجاعہ بن سعر تمیمی کو خلیفہ بن خیاط نے قضاۃ اسلام میں شمار کیا ہے۔

(۱۵) محمد بن ہارون بن ذراع نمیری کو بھی خلیفہ نے قضاۃ اسلام میں شمار کیا ہے۔

(۱۶) ابو قیس زیاد میں رباح قیسی نے ابوہریرہؓ سے اور ان سے حسن بصری' غیلان بن جریر نے روایت کی ہے۔

(۱۷) قیس بن ثعلبہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عمرؓ' حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور اہل کوفہ نے ان سے روایت کی ہے ان کا شمار علماء کوفہ میں ہے۔

(۱۸) جنید بن عمرو عدوانی مکی مقری نے حمید بن قیس الاعرج سے روایت کی ہے۔

(۱۹) شمر بن عطیہ اسدی نے وائل بن ربیعہ اور زر سے اور ان سے امام اعمش اور قیس بن ربیع نے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ **"ولہ احادیث صالحہ"** یعنی ان کی احادیث صالح ہیں۔ نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔

(۲۰) محمد بن زید عبدی نے شہر بن حوشب سے اور ان سے محمد بن ابراہیم باہلی نے روایت کی ہے۔

(۲۱) ابوشیبہ جوہری کا نام یوسف بن ابراہیم تیمی ہے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک سے اور ان سے عقبہ بن خالد اور مسلم بن قتیبہ نے روایت کی ہے۔

(۲۲) زید بن حواری عمی نے حضرت انس، امام حسن بصری، معاویہ بن قرہ وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے امام اعمش، ابواسحاق سبیعی، محمد بن فضیل بن عطیہ اور سلام الطویل نے روایت کی ہے۔ ابن سعد نے ان کو ضعیف "فی الحدیث" لکھا ہے۔

(۲۳) یزید بن ابوکبشہ سکسکیؒ نے اپنے والد ابوکبشہ جبریل بن یسار مروان بن حکم اور ایک صحابی سے روایت کی ہے اور ان سے سے ابوبشر، حکم بن عتبہ، علی بن الاقمر، معاویہ بن قرہ مزنی، ابراہیم بن عبدالرحمٰن سکسکی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ صحیح بخاری کتاب الجہاد میں ان سے سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں روایت کی ہے۔

(۲۴) عمران بن نعمان کلبیؒ نے ربیع بن بسرہ سے احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے حضرت عبداللہ بن مبارک نے سماع کیا ہے۔

(۲۵) ہلال بن احوز مازنی نے حضرت سوید بن مقرنؓ سے روایت کی ہے۔

(۲۶) مفضل بن مہلب ازدیؒ نے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے اور ان سے ان کے بیٹے حاجب بن مفضل نے روایت کی ہے۔

(۲۷) ابو عینیہ بن مہلب اردی نے امام اعمش سے اور ان سے ان کے صاحب زادے محمد بن ابی عینیہ نے روایت کی ہے۔

(۲۸) محمد بن غزان کلبی نے امام اوزاعی اور عمرو بن محمد سے روایت کی ہے۔ محدثین نے ان کو منکر الحدیث بتایا ہے۔

(۲۹) منصور بن جمہور کلبی نے وحیہ سے اور ان سے مرثد بن عبداللہ مزنی نے روایت کی ہے۔

(۳۰) ابوالحسن معلی بن زیاد بن حاضر قردوسی بصری نے امام حسن بصری، حنظلہ سدوسی، معاویہ بن قرہ، علاء بن بشر، مرہ بن وثاب، ابوغالب صاحب ابی امامہ حسین جعفی، معاویہ بن معاویہ، ثابت بنانی وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ہشام بن حسان، حماد بن زید، جعفر بن سلیمان، یوسف بن عطیہ الصفار، سعید بن عامر ضبعی، وغیرہ نے روایت کی ہے، ان کا شمار بصرہ کے زھاد میں سے ہے۔

مذکورہ بالا حضرات کا شمار رواۃ حدیث اور علماء حدیث میں ہے، ان میں کئی مشہور محدث ہیں، انہوں نے سندھ میں ایک خاص مدت تک قیام کیا اور اس دور کے طریقہ کے مطابق اپنی مرویات بیان کیں۔

سندی الاصل محدثین

جس زمانہ میں عرب کے یہ رواۃ حدیث اور محدثین سندھ میں احادیث و سنن کی تعلیم و تلقین اور روایت میں مصروف تھے۔ خود سندھ کے کئی خانوادے اور افراد عرب میں احادیث و سنن کی روایت اور اسلامی علوم و معارف کی تعلیم و تلقین کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ یہاں پر ہم اپنے مقالے میں سندھ کے چند علمی و دینی خانوادوں اور ان کے علماء و رواۃ حدیث کا اجمالی تذکرہ کرتے ہیں۔

آل بیلمانی

یہ ہندی الاصل خاندان مقام بھلمان (سوراشٹر) سے خلافت راشدہ میں عرب پہنچا۔ غالباً" یہ لوگ پہلے یمن کے علاقہ نجران میں آباد تھے اور وہیں سے کسی غزوہ میں گرفتار کرکے مدینہ منورہ لے جائے گئے۔ ان کا شمار اخماس عمر بن خطاب میں ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کی ولاء و ماتحتی میں آئے۔ اسی لئے ان کو "موئی عمر" اور "موئی آل عمر" کہتے ہیں۔ اموی دور میں ان میں متعدد رواۃ حدیث اور اہل علم و فن گزرے ہیں۔

(۱) عبدالرحمٰن بن ابو زید بیلمانی نے حضرت عثمان، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو سعید بن زید، معاویہ، عمرو بن اوس، عمرو بن عبسہ سرق، نافع بن جبیر بن مطعم، عبدالرحمٰن الاعرج، وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے صاحب زادے محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی، یزید بن طلق، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، خالد بن ابی عمران، سماک بن فضل، اور ہمام والد عبدالرزاق صنعانی کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ ان سے عمرو بن عبسہ کے اسلام لانے کی روایت ترمذی اور نسائی میں موجود ہے۔ محدثین نے ان کی ثقاہت میں کلام کیا ہے شاعر بھی تھے۔

(۲) محمد بن عبدالرحمٰن بن ابو زید بیلمانی نے اپنے والد اور ان کے ماموں سے روایت کی ہے اور ان سے سعید بن بشیر بخاری، عبید اللہ بن عباس بن ربیع حارثی، محمد بن زیاد حارثی، محمد بن کثیر عبدی، ابو سلمہ موسیٰ بن اسمٰعیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔ محدثین کے نزدیک ان کی روایات غیر معتبر ہیں علم نحو کے بھی عالم تھے۔

(۳) حارث بیلمانی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے صاحبزادے محمد بن حارث نے روایت کی ہے۔

(۴) محمد بن حارث بیلمانی نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔

(۵) محمد بن ابراہیم بیلمانی سے عبیداللہ بن ربیع نجرانی نے روایت کی ہے۔ یہ تمام رواۃ حدیث و محدثین اموی دور میں عراق میں موجود تھے۔

آل ابی معشر سندی

اس دور میں سندھ کا دوسرا دینی و علمی خاندان آل ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی مدینہ منورہ میں تھا۔ جس میں مدتوں علماء و محدثین اور حفاظ حدیث پیدا ہوتے رہے۔ ساتھ ہی اس میں تصانیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ یہ لوگ مولیٰ بنی ہاشم کہلائے کیونکہ ان کے مورث اعلیٰ سندھ سے عرب جا کر بنی ہاشم کی ولاء میں رہے۔ جو بڑے شرف کی بات تھی۔ اس خاندان میں یہ علماء خاص شہرت کے مالک ہیں۔

(۱) ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی حفاظ حدیث میں سے ہیں۔ ساتھ ہی تفسیر اور سیر و مغازی کے زبردست عالم ہیں۔ ان کی کتاب المغازی بہت مشہور کتاب ہے، حضرت ابو امامہ سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ

کی زیارت کا شرف پایا ہے اور محمد بن کعب قرظی، نافع مولی بن عمر، سعید مقبری، محمد بن منکدر، ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے اور ان سے ان کے صاحب زادے محمد بن نجیح بن عبدالرحمٰن سندھی، یزید بن ہارون محمد بن عمرو اقدی، اسحاق بن عیسیٰ الطباع، محمد بن بکار بن ریان، لیث بن ثور، سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن مہدی کے علاوہ محدثین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے۔

(۲) ابو عبدالملک محمد بن نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی محدث اخباری نے اپنے والد سے ان کی کتاب المغازی کا سماع کیا ہے۔ ان کے علاوہ نصر بن منصور غبوی اور ابوالفرج انصاری سے روایت کی اور امام ابن ابی ذئب اور امام ابوبکر ہذلی کی زیارت سے مشرف ہیں۔ ان سے ان کے دونوں صاحب زادے داؤد اور حسین اور ابو حاتم رازی محمد بن جریر طبری، ابوبکر المجذر، ابوحامد حضرمی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(۳) ابو سلیمان داؤد بن محمد بن نجیح سندی اپنے والد سے اپنے دادا کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے اور ان سے اس کی روایت قاضی احمد بن کامل نے کی ہے۔

(۴) ابوبکر حسین بن محمد بن نجیح سندی نے اپنے والد اور امام وکیع بن جراح، محمد بن ربیعہ سے روایت کی ہے اور ان سے محمد بن احمد حکیمی، اسمٰعیل بن محمد الصفار، علی بن اسحاق مادرانی، ابوعمرو بن سماک، عثمان بن احمد وقاق نے روایت کی ہے۔ اس خانوادہ کے پہلے عالم ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن نے اموی دور پایا تھا۔ باقی حضرات عباسی دور میں تھے۔

آل مقسم قیقانی

اموی دور میں قیقان کا ایک خاندان عراق میں علم حدیث میں صدیوں تک مشہور رہا۔ جس میں کئی نامور علماء و محدثین پیدا ہوئے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ مقسم قیقان کے قیدیوں میں سے تھے۔ جو خراسان اور زابلستان کے درمیان واقع ہے۔ یہ خاندان کوفہ میں قبیلہ اسد بن خزیمہ کی ولاء میں شامل ہوگیا تھا اور مقسم قیقانی عبدالرحمٰن بن قطبہ اسدی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس خاندان میں یہ علماء مشہور ہیں۔

(۱) ابراہیم بن مقسم قیقانی کوفہ سے بہ سلسلہ تجارت بصرہ آیا کرتے تھے اور یہیں پر قبیلہ بنی شیبان کی ایک آزاد کردہ باندی علیہ بنت حسان سے اس کی بیوگی کے بعد شادی کرلی۔ یہ بڑی عاقلہ فاضلہ اور صاحب بصیرت

عورت تھی' اس کا مکان بصرہ کے مقام عوقہ میں اسی کے نام سے مشہور تھا۔ اس کی خدمت میں صالح مری اور بصرہ کے اعیان و اشراف اور علماء و فقہاء آتے تھے۔ وہ ان سے کھل کر دینی و علمی باتیں کیا کرتی تھی۔

(۲) ابوبشر اسمٰعیل بن ابراہیم قیقانی ۱۱۰ھ میں علیہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور اپنی والدہ کے ساتھ بصرہ ہی میں رہے' ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ حجت و ثقہ تھے اور بصرہ میں صدقات کے والی تھے ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد میں امیر مقرر کیے گئے۔

(۳) ربعی بن ابراہیم قیقانی اپنے بھائی اسمٰعیل کے بعد علیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(۴) ابراہیم بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم قیقانی اپنے والد کے ساتھ بغداد میں رہتے تھے۔

امام مکحول سندی شامیؒ

اموی دور کے سندی الاصل آئمہ اسلام میں مشہور حافظ حدیث و فقیہ حضرت امام ابو عبداللہ مکحول سندی شامی بھی ہیں۔ آپ نے حضرت ابوامامہ باہلیؓ' حضرت واثلہ بن اسقعؓ' حضرت انس بن مالکؓ' محمود بن ربیع' عبدالرحمٰن بن غنم' ابو ادریس خولانی' ابو سلام عطور کے علاوہ علماء کی ایک بڑی جماعت سے روایت کی ہے اور ابی بن کعبؓ عبادہ بن صامتؓ' حضرت عائشہؓ سے بھی بطور تدریس کے روایت کی ہے اور آپ سے ایوب بن موسیٰ علاء بن حارث' زید بن واقد' ثور بن یزید' حجاج بن ارطاۃ' امام اوزاعی' سعید بن عبدالعزیز اور دوسرے بہت سے علماء و محدثین نے روایت کی ہے۔

امام اوزاعی سندی

شیخ الاسلام امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی دمشقی کے بارے میں امام ذہبی اور امام ابو زرعہ دمشقی نے تصریح کی ہے کہ ان کی اصل سندھ سے ہے۔ جبکہ دوسرے اور مورخوں نے ان کو عربی الاصل بتایا ہے۔ آپ نے عطار بن ابی رباح' مکحول شامی' قاسم بن مخیمرہ' شداد بن ابی عمارہ' ربیعہ بن زید' امام زہری محمد بن ابراہیم تیمی' یحییٰ بن ابی کثیر اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت سے روایت کی ہے اور آپ سے امام شعبہ' امام عبداللہ بن مبارک ولید بن مسلم' ہقل بن زیاد' یحییٰ بن حمزہ' سعید القطان' ابو عاصم' ابو مغیرہ' محمد بن یوسف

فریابی اور بہت سے علماء و محدثین نے روایت کی ہے۔

سندھ میں علم سیر و مغازی

سیر و مغازی ابتداء میں علم حدیث کے اجزاء تھے اور احادیث کے ساتھ ان کی روایت بھی اسناد کے ساتھ ہوتی تھی۔ مگر بعد میں اسے مستقل فن کی حیثیت دیدی گئی۔ اموی دور میں اس خاص فن میں اگرچہ مستقل کتابیں نہیں لکھی گئیں۔ مگر اس کی روایت اور جمع و ترتیب کا سلسلہ کسی نہ کسی انداز میں قائم تھا اور اس میں اس دور کے ایک سندی خانوادہ کو عباسی دور میں اچھی خاصی شہرت ملی' چنانچہ ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی کے بارے میں خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

وہ مغازی کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اور ابن ندیم نے لکھا ہے:

وہ حوادث و سیر کے عالم ہونے کے ساتھ محدث بھی تھے۔

ایک مرتبہ ان کے صاحب زادے محمد بن ابی معشر نجیح سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے والد نے علم مغازی کیسے حاصل کیا' انہوں نے بتایا کہ ان کے استاد کے پاس حضرات تابعین بیٹھ کر مغازی کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور میرے والد اسے یاد کر لیتے تھے' ان کی کتاب المغازی کا تذکرہ ابن ندیم وغیرہ نے کیا ہے جسے ان کے لڑکے اور پوتے نے روایت کیا ہے۔

سندھ میں علم تفسیر

اموی دور میں علم تفسیر کی تدوین و ترتیب کی ابتداء ہو چکی تھی اور اموی خلفاء اس کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ عبدالملک بن مروان نے مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیرؒ سے تفسیر لکھنے کی گزارش کی اور انہوں نے ایک تفسیر لکھی جس کی قدردانی یوں ہوئی کہ:

عبدالملک نے اسے سرکاری دفتر میں محفوظ رکھا۔(۱۲۲)

علم تفسیر میں عجمی موالی نے خاص طور سے حصہ لیا اور اس میں کتابیں لکھیں جن میں امام مکحول سندی شامی

خاص امتیاز رکھتے ہیں، مفسرین نے ان کے تفسیری آراء و اقوال اپنی کتابوں میں درج کئے۔ امام محمد بن جریر طبری نے خاص طور سے اپنی تفسیر میں متعدد مقامات پر ان کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اسی طرح ان کے تلمیذ رشید امام اوزاعی کے تفسیری آراء و اقوال کتابوں میں موجود ہیں۔

سندھ میں علم فقہ

اموی دور میں شام اور عراق اسلامی فقہ کے دو اہم مرکز تھے اور ان دونوں مقامات سے سندھ اور مشرقی عالم اسلام کا انتظامی تعلق تھا۔ اس لئے یہاں کے فقہی مسلک کو ان ملکوں میں قبول عام حاصل ہوا۔ عراق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سلسلہ تلامذہ میں ابراہیم نخعی ۹۶ھ حماد بن سلیمان ۱۱۰ھ امام ابوحنیفہ ۱۵۰ھ وغیرہ اپنے انداز میں کتاب و سنت کی روشنی میں شرائع و احکام مرتب کر رہے تھے اور شام میں امام مکحول شامی ۱۰۳ھ امام ابن شہاب زہری ۱۲۴ھ اور امام اوزاعی ۱۵۹ھ وغیرہ اپنے انداز میں کام کر رہے تھے۔ اور حجاز میں حضرات فقہائے سبعہ اور ان کے تلامذہ اسلامی فقہ کی تفریع و تشریع کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ اس دور کے سندی الاصل علماء میں امام مکحول کو فقہ میں خاص شہرت حاصل تھی۔ ابو حاتم کا قول ہے:

میرے علم میں ملک شام میں امام مکحول سے بڑا کوئی فقیہ نہیں ہے۔

سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے:

مکحول فقہ میں زہری سے بہت آگے تھے اور قدر کے عقیدہ سے بری تھے۔

ابن ندیم نے ان کی تصانیف میں ان دو کتابوں کو بتایا ہے۔ کتاب السنن فی الفقہ اور کتاب المسائل فی الفقہ، نیز ابن ندیم نے امام مکحول کے تلمیذ امام اوزاعی کی دو کتابیں ان ہی ناموں کی بتائی ہیں۔(۱) امام مکحول اور امام اوزاعی کے فقہی مسلک عالم اسلام کے بعض علاقوں میں صدیوں جاری رہے اور ایک مستقل مکتب فقہ کی حیثیت سے ان کا رواج رہا۔

سندھ میں لسانی اور ادبی علوم کی ترویج

اس دور میں عربی شاعری اپنی سادگی اور حقیقت پسندی میں جاہلی شاعری سے قریب تر تھی۔ اموی خلفاء و

امراء عربی روایات کے حامل تھے۔ زبان و ادب کی پوری طرح نگہداشت کرتے تھے خاص طور سے عربی زبان اور فصاحت پر توجہ دیتے تھے۔ ولید بن عبدالملک عربیت میں کچا تھا اور نحوی غلطیاں کرتا تھا اس لئے اس کے والد خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک مرتبہ سرزنش کرتے ہوئے کہا:

وہی شخص عربوں کا والی و امیر ہو سکتا ہے جو ان کا سا حسن کلام رکھتا ہو۔

ولید نے علماء سے نحو و عربیت کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی پھر بھی اس میں یہ نقص کسی نہ کسی حد تک باقی رہا۔(۱۲۴) اس سلسلہ میں محمد بن قاسم کا ایک واقعہ بہت دلچسپ ہے کعب بن مخارق راسبی سندھ کی فتوحات میں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے۔ انہوں نے حجاج بن یوسف کے جنگ داہر کی شدت و ہولناکی کا نقشہ کھینچا تو اس نے پوچھا کہ محمد بن قاسم اس صورت حال سے پریشان تھے یا نہیں؟ کعب بن مخارق نے کہا کہ جس وقت گھمسان کا رن پڑا اور تلوار' نیزے' سپاہی ایک دوسرے پر ٹوٹنے لگے تو محمد بن قاسم نے اپنے ایک ساتھی سے پانی طلب کرتے ہوئے کہا:

طعمنی الماء مطلب یہ کہ گھبراہٹ کی وجہ سے "اسقنی" کے بجائے ان کی زبان سے اطعمنی نکل گیا تھا۔ حجاج نے کہا کہ یہ جملہ عربیت کے لحاظ سے غلط نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"(یعنی) اللہ تم لوگوں کو ایک نہر کے ذریعہ آزمانے والا ہے جو شخص اس سے پانی پیئے گا وہ میری جماعت سے نہیں ہے اور جو شخص اس سے پانی نہیں پیئے گا وہ میری جماعت سے ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ اموی دور میں دینی علوم کے ساتھ لسانی علوم کے بڑے بڑے علماء فضلاء اور شعراء و ادباء ہر ملک میں پائے جاتے تھے۔ چنانچہ سندھ میں بھی عربی النسل اور عرب میں سندی الاصل ادباء و شعراء پائے جاتے تھے اور سندھ میں عرب کے ان شعراء کی آمد و رفت جاری تھی۔

(۱) یزید بن مفرغ حمیری اموی دور کا مشہور شاعر ہے۔ زیاد بن ابوسفیان کے درباری شاعر کی حیثیت سے خراسان و سجستان میں رہتا تھا۔ فارسی زبان بھی جانتا تھا۔ زیاد بن ابوسفیان کے ساتھ سندھ کی مہم میں شریک تھا اور اس سلسلے میں اشعار کہے۔

(۲) اعشیٰ ہمدان، یہ دولت امویہ کے مشاہیر شعراء میں سے ہیں حجاج نے ان کو دیلم کے بعد مکران کی مہمات میں بھیجا تھا۔ یہاں زیادہ دنوں تک رہ جانے کی وجہ سے وطن کی یاد آئی اور ایک نہایت مرصع قصیدہ کہا۔ نیز مکران وغیرہ کے بارے میں اشعار کہے۔

(۳) صمہ بن عبداللہ قشیری اموی دور کے مشہور عشاق شعراء میں تھے۔ نہایت عابد و زاہد تھے۔ مدتوں عجم کی غزوات میں فدائیانہ طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی سلسلہ میں سندھ میں بھی رہے اور وطن کی یاد میں نہایت عمدہ اشعار کہے۔

(۴) حاجب بن ذبیان مازنی کا لقب ثابت قطنہ اور حاجب الفیل ہے، اپنے زمانہ کے مشہور شاعروں میں تھا، آل مہلب کے قندابیل میں قتل کے وقت یہیں تھا اور اس واقعہ پر اشعار کہے۔

(۵) احوق میں کلیب شیبانی سندی یہاں کے عربوں میں مشہور شاعر تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ بنی شیبان سے تھا۔

(۶) عبدالرحمٰن بن ابو زید بیلمانی مولیٰ عمرسندی الاصل اموی شعراء میں سے تھے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

> ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ اونچے شاعر تھے ایک مرتبہ خلیفہ ولید کے دربار میں پہنچے تو اس نے ان کو داد و دہش سے نوازا۔(۱۲۵)

(۷) ابو العطاء سندی دولتین کے مشاہیر شعراء میں ہے۔ اس کا مقام عربی شاعری میں بہت بلند ہے۔

(۸) محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی کوفی نحوی محدثین میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان کے تذکرہ میں "النحوی" کی نسبت درج کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اموی دور کے علمائے نحو میں شہرت کے مالک تھے۔

(۹) منتجع بن نبہان سندی، یہاں کے عربی الاصل فضلاء میں سے ہے اس کا مقام فصاحت و بلاغت میں روبہ بن حجاج سے بھی بلند مانا گیا ہے۔

(۱۰) ایوب بن یزید ہلالی، ابن القریہ کی کنیت سے مشہور ہے۔ اپنے زمانہ کا زبردست خطیب اور فصیح و بلیغ تھا۔ ابن اشعث کی تحریک کی ناکامی کے بعد سندھ میں آیا تھا۔

سندھ میں تصوف اور صوفیہ

زہد و تقویٰ' یعنی دنیائے فانی سے بے نیاز رہ کر دارباقی کے لئے زندگی بسر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کو عبدیت و بندگی کا مقصد قرار دینا اسلام کا مطلوب و مقصود ہے۔ صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کا دور عباد و زہاد اور مشائخ و صلحاء سے معمور تھا۔ اس زمانہ تک زہد و تصوف کسی خاص مکتب فکر یا جماعت تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ مسلمانوں کے ہر طبقہ میں بڑے بڑے عباد و زہاد ہوتے تھے۔ چنانچہ اہل سنت' خوارج' شیعہ اور معتزلہ وغیرہ میں بڑے بڑے عابد و زاہد گزرے ہیں۔ جن سب کی مشیخت و بزرگی کا محور تقویٰ اور خدا ترسی تھا۔ مگر بعد میں تصوف ایک مستقل مکتب فکر کا حامل ہوگیا اور اس کے خاص حلقے بن گئے۔ اموی دور میں یہ بات نہیں تھی بلکہ زہد و تقویٰ' ہر طبقہ اور ہر فرقہ میں پایا جاتا تھا' عباد زہاد اور صلحاء و مشائخ کو خیر و برکت کے لئے غزوات و فتوحات اور مفتوحہ ممالک میں بھیجا جاتا تھا۔ یہ حضرات مسلمانوں کو تزکیہ نفس اور تہذیب اخلاق کی تعلیم و تربیت دیتے تھے۔ اس دور میں عام خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پاک نفسوں کی وجہ سے مسلمانوں کی نصرت و مدد فرماتا ہے امویوں کے دور کے بارے میں علامہ ابن کثیر کی یہ تصریح گزر چکی ہے:

> جہاد و غزوات کے موقع پر ان کے لشکر میں کبار تابعین میں سے صلحاء اولیاء اور علماء کی ایک بڑی جماعت رہا کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ اس سے اپنے دین کی نصرت فرماتا تھا۔(۱۲۶)

ان اولیاء و اتقیاء اور صلحاء و عباد کے وجود باجود سے غزوات و فتوحات میں نصرت خداوندی اور ان کے بارے میں مسلمانوں کے حسن اعتقاد کے بارے میں یہ واقعہ سننے کے قابل ہے۔

عہد فاروقی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایرانیوں کے مقابلہ میں اسلامی فوج لے کر باب مملکتہ الفرس یعنی قادسیہ میں اقامت گزیں ہوئے اور زیادہ دن گزر جانے کی وجہ سے اسلامی فوج میں سامان رسد کی کمی ہونے لگی تو چند سپاہیوں کو ادھر ادھر روانہ کیا تاکہ کہیں سے کھانے پینے کا سامان حاصل کریں۔ انہوں نے ایک مقامی آدمی سے گائے' بکری کے متعلق دریافت کیا تو اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ حالانکہ وہ خود چرواہا تھا اور جانوروں کو ایک جھاڑی میں چھپائے ہوئے تھا۔ اسی درمیان میں ایک بیل نے آواز دی۔

چرواہا جھوٹ بول رہا ہے۔ ہم اس جھاڑی میں موجود ہیں۔

یہ آواز سن کر مسلمان جھاڑی کے اندر سے کئی جانور نکال کر حضرت سعد کی خدمت میں لے گئے۔ اسلامی فوجوں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا اور اسے من جانب اللہ اپنے حق میں مدد سمجھا۔ صاحب الفخری نے یہ واقعہ نقل کر کے لکھا ہے کہ:

بیل نے اگرچہ حروف و الفاظ میں چرواہے کو نہیں جھٹلایا مگر عین وقت پر اس کی آواز سے پتہ چل گیا کہ شدید ضرورت کے وقت یہاں چوپائے موجود ہیں۔ اسی کے ساتھ اس میں چرواہے کی صریح تکذیب ہے اور یہ واقعہ ان عظیم اتفاقات میں سے ہے جو نصرت و اقبال مندی کو بتاتے ہیں اس واقعہ کو بشارت سمجھنا ضروری ہے۔

خلافت فاروقی میں نصرت خداوندی کے اس واقعہ کو اموی دور کے مشہور حاکم و مدبر اور ظالم و سخت گیر امیر حجاج بن یوسف نے سنا تو دوسرے حضرات کو بلا کر تحقیق کی' انہوں نے بتایا کہ ہم نے خود جھاڑی سے اس بیل کی آواز سنی تھی۔ پھر حجاج نے ان سے دریافت کیا کہ اس واقعہ کے بارے میں اس وقت لوگوں کا کیا خیال تھا؟ انہوں نے کہا کہ ایسا واقعہ اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے جب پوری فوج متقی ہو' ان لوگوں نے کہا کہ ہمیں فوج کے دلوں کا حال معلوم نہیں ہے۔ البتہ ظاہر میں ہم نے جو دیکھا تھا اس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ دنیا میں ان سے بڑھ کر زاہد اور دنیا سے بے نیاز کوئی نہیں ہے' ان میں نہ کوئی بزدل تھا اور نہ کوئی غدار و خائن اور غال تھا۔

اس واقعہ سے جہاں عباد و زہاد اور اہل اللہ کے وجود کی برکت معلوم ہوتی ہے' وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں ان حضرات کے بارے میں حسن ظن اور عقیدت و محبت اس قدر عام تھی کہ حجاج بن یوسف جیسے ظالم و سفاک تک ان کے قائل تھے۔ واضح ہو کہ اسلامی تعلیم کی رو سے سخت بھوک کی حالت میں بقدر ضرورت دوسرے کا مال استعمال کیا جا سکتا ہے اور مخمصہ کی حالت میں زبردستی کرنے کی اجازت ہے ویسے بھی اسلامی تعلیم کی رو سے ایک شخص کا فاضل مال دوسرا محتاج و ضرورت مند لے سکتا ہے۔

حضرت عباد بن شرجیلؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے سخت بھوک لگی اور قحط نے سخت پریشان

کیا تو میں نے مدینہ کے ایک باغ سے چند بالیں چھان پھٹک کر کھالیں اور کچھ اپنے کپڑے میں لے لیں اتنے میں باغ کا مالک آگیا اور مار پیٹ کر میرا کپڑا لے لیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے باغ والے سے فرمایا کہ ان نادان کو تم نے نہ بتایا اور نہ بھوکا تھا تو کھانا کھلایا۔ پھر آپ نے میرا کپڑا واپس کرنے کا حکم دیا۔ اس نے میرا کپڑا بھی واپس کیا اور مجھے ایک وسق یا آدھا وسق غلہ دیا۔

اس دور میں دیگر ممالک اسلامیہ کی طرح سندھ میں بھی اولیاء و صلحاء رہتے اور آتے جاتے تھے' اور ان کی برکت کا ظہور' نصرت و کامرانی کی صورت میں ہوتا تھا۔ چنانچہ ۴۸ھ میں غزوہ قیقان میں جس کے امیر حضرت سنان بن سلمہ ہذلی جیسے اللہ والے تھے اور جس میں ابوالیمان معلی بن راشد نبال ہذلی جیسے عابد و زاہد موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد نزول ملائکہ کی صورت میں ظاہر ہوتی تھی۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔ اموی دور میں بہت سے عباد و زہاد اور اولیاء و اصفیاء یہاں تشریف لائے اور ان کے انفاس گرم سے ایمان میں حرارت اور مسلمانوں میں تاب و تواں پیدا ہوئی۔ ان میں چند ہستیاں زہد و تقویٰ اور خدا پرستی اور خدا ترسی میں نہ صرف اپنے دور میں بلکہ ہمیشہ وجہ نازش رہی ہیں اور آج بھی ان کے تذکروں سے یقین و ایمان کی بزم میں رونق اور جلا پیدا ہوتی ہے۔ یہاں ان کی مختصراً" نشان دہی کی جاتی ہے۔

(۱) حضرت سنان بن سلمہ بن محبق ہذلی رضی اللہ عنہ بڑے فاضل اور متالہ یعنی اللہ والے بزرگ تھے۔ آپ کے دور میں غزوہ قیقان میں مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے ملائکہ الرحمن کا نزول ہوا تھا۔

(۲) حضرت ابوالیمان معلی بن راشد نبال ہذلی بصریؒ حضرت سنان کے آزاد کردہ غلام ہیں نہایت بزرگ اور عابد و زاہد تھے۔ غزوہ قیقان میں نزول ملائکہ کا واقعہ آپ ہی سے مروی ہے۔

(۳) حضرت کرز بن ابوکرز و برہ حارثی کوفیؒ بڑے عابد و زاہد ہیں۔ چالیس سال تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو "اسم اعظم" کے علم سے نوازا تھا۔ ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ سہمی نے تاریخ جرجان میں اور ابن جوزی نے صفتہ الصفوۃ میں ان کے

مفصل حالات درج کئے ہیں۔

(۴) حضرت کہمس بن حسن بصریؒ امام حسن بصری کے تلامذہ میں سے ہیں۔ رات دن میں ایک ہزار نفل نمازیں پڑھتے تھے۔ کچ کاری کے ذریعہ روزی کماتے تھے۔ صفہ الصفوۃ وغیرہ میں ان کے مناقب و فضائل مذکور ہیں۔

(۵) حضرت ابوالحسن معلی بن زیاد قردوسی بصریؒ کا شمار زہاد اہل بصرہ میں ہے۔ علماء بصرہ میں بڑے مقام و مرتبہ کے مالک تھے، ساتھ ہی بڑے صاحب عزم و حوصلہ اور بہادر سپاہی تھے۔

(۶) صمہ بن عبداللہ قشیریؒ مشہور شاعر ہونے کے ساتھ بقول ابن کلبی اپنے زمانہ کے عباد و نساک میں شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ مشائخ و اولیاء ہیں جو اس دور میں سندھ آئے اور اپنی ایمانی حرارت سے دلوں کو گرما کر چلے گئے۔ ان کے وجود کی برکتیں ظاہر ہوئیں اور یہاں کے مسلمانوں نے ان سے کسب فیض کیا۔ ان کے علاوہ یہاں پر اس دور میں ایسے مشائخ و صلحاء موجود تھے جو عرب تک اپنی مشیخت و بزرگی میں شہرت رکھتے تھے۔

(۷) چنانچہ حضرت شیخ عبدالرحیم بن حماد ثقفی دیبلی بصریؒ کا شمار اموی دور کے مشائخ میں تھا اور ان کو حضرت حارث محاسبیؒ حضرت شقیق بلخیؒ اور حضرت حاتم اصم طائی کے ہم پلہ مانا جاتا تھا۔

(۸) بصرہ کے سندی الاصل عباد و زہاد میں ابو عثمان عمرو بن عبید بن باب سندی بصری معتزلی بڑے مقام و مرتبہ کے اپنے مذہب کے بزرگ تھے۔ شیخ المعتزلہ اور نقی المعتزلہ کے ساتھ عابد و زاہد بھی تھے۔ بلکہ معتزلہ کی ایک شاخ فرقہ عمریہ کے بانی و پیشوا ہیں۔ ان کا دادا باب بنو تمیم کی ولاء میں زندگی بسر کرتا تھا اور باپ عبید بن باب بڑی حیثیت کا مالک تھا۔

سندی علوم و فنون

قدیم زمانہ سے دنیا کے چار ممالک خاص طور سے علوم و فنون اسرار و حکم اور عقل و دانش میں شہرت رکھتے تھے۔ (۱) عرب، (۲) فارس، (۳) سندھ اور (۴) روم، پھر ان چاروں میں عرب اور فارس اس بارے میں

امتیاز رکھتے تھے۔ شاہان چین کے نزدیک دنیا میں قابل ذکر پانچ بادشاہ تھے۔ ان میں سے سندھ کے بادشاہ کو "ملک الحکمہ" کہتے تھے۔ یہ ملک نجوم، حساب، طب، موسیقی، اسرار و حکم، نیز نجات و طلسمات، فہم و فراست اور عدل و سیاست میں مشہور تھا اور چونکہ عرب و ہند کے تعلقات قدیم زمانہ سے استوار تھے۔ اس لئے ہندوستانی علوم و فنون اور اسرار و حکم سے اہل عرب کسی نہ کسی حد تک واقف تھے اور علمی سلسلہ میں ان کا تعلق سندھ سے زیادہ فارس سے تھا۔ مشہور طبیب عرب حارث بن کلدہ ثقفی کے فن طب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرمایا۔ انہوں نے یہ فن فارس اور یمن سے حاصل کیا تھا۔ نضر بن حارث بن کلدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ایران کا سفر کیا اور وہاں سے ایرانی قصص و روایات لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں پڑھ پڑھ کر سناتا تھا۔ قاضی القضاۃ عبدالجبار ہمدانی نے اپنی کتاب "تشبیت دلائل النبوۃ" میں لکھا ہے کہ نضر بن حارث بن کلدہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن تھا۔ ہر وقت آپ کے پیچھے پڑا رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے آپ کی عداوت میں فارس کا سفر کرکے چند کتابیں تلاش کیں تاکہ ان سے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مکرو فریب کرے۔ چنانچہ اس نے رستم اور اسفندیار اور ایرانیوں کے قصے خریدے اور ان کو مکہ لاکر بیان کرنا شروع کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھتے تو نضر وہاں بیٹھ کر ان ہی قصوں اور کہانیوں کو بیان کرتا اور کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عاد و ثمود اور دیگر امم کے حالات اسی کتاب سے بیان کرتے ہیں، بلکہ یہ کتاب ان کی باتوں سے اچھی ہے۔

خلافت راشدہ میں ایک جاٹ طبیب مدینہ منورہ میں تھے اور یمن میں بیرزطن ہندی ایک بزرگ تھے جو شیشۃ القنب (بھنگ) کے ذریعہ علاج میں ماہر تھے۔ عمان کے بنو ازد چونکہ قدیم زمانہ سے ہندو سندھ سے تجارتی تعلق رکھتے تھے اس لئے وہ یہاں کے حالات و اخبار سے واقف تھے مگر یہ روایت نہیں ملتی کہ وہ یہاں کے علوم و فنون سے بھی واقف تھے۔ ابتداء میں مسلمانوں کو صرف کتاب و سنت اور اس سے متعلقہ علوم سے دلچسپی تھی۔ وہ دوسرے علوم کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ حضرت معاویہ نے سب سے پہلے فن تاریخ کی طرف توجہ کی اور ان کے پوتے خالد بن یزید نے اسرار و حکم اور کیمیا وغیرہ سے دلچسپی لی۔ نیز حضرت معاویہ کے دور میں سندھ کے اسرار و حکم پر ایک کتاب عرب میں پہنچی جس سے خالد بن یزید نے کام لیا۔ قاضی رشید بن زبیر نے حضرت

معاویہ کی خدمت میں ارض چین کے راجہ کے ہدیہ کے سلسلہ میں لکھا ہے:

یہ ہدیہ درحقیقت اہل ہند کے علوم و انوار کی کتاب تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ بعد میں یہ کتاب خالد بن یزید بن معاویہ کو ملی جس سے وہ کیمیا گری وغیرہ کے بڑے بڑے کام لیتا تھا۔(۱۲۸)

خالد بن یزید طب، نجوم اور کیمیا گری کے علوم و فنون میں بڑا ماہر تھا اور اموی دور میں سب سے پہلے اسی کے لئے طب و نجوم اور کیمیا گری کی کتابوں کے تراجم عربی زبان میں ہوئے۔ ابن ندیم نے لکھا ہے کہ وہ فن کیمیا گری میں ایک قول کے مطابق کامیاب بھی ہوگیا تھا۔ اس موضوع پر اس کی کئی کتابیں اور بہت سے اشعار ہیں۔ کتاب الحرارت کتاب الصحیفہ الکبیر، کتاب الصحیفہ الصغیر کے علاوہ اس نے کیمیا گری پر اپنے لڑکے کو تحریری وصیت بھی لکھی ہے۔ ابن ندیم نے ان کتابوں اور اشعار کو دیکھا ہے۔ اس فن میں خالد بن یزید نے سندی علوم و فنون خاص طور سے طب، نجوم اور اسرار و حکم سے مدد لی ہوگی۔ مگر جیسا کہ کہا گیا، اموی دور میں سندی علوم و فنون عام نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انفرادی طور پر بعض افراد یہاں کے اسرار و حکم بیان کیا کرتے تھے، چنانچہ راجہ داہر کی بیٹی جو کعب بن مخارق راسبی کے یہاں تھی۔ پڑوس کی عورتیں اس سے حکمت و دانائی کی باتیں سنا کرتی تھیں۔ مگر یہاں کے جو جاٹ اور سیابجہ کوفہ بصرہ اور دوسرے شہروں میں آباد تھے ان کے بارے میں اس قسم کی تصریح نہیں ملتی بلکہ اس کے علی الرغم انہوں نے ذوق اموی دور کے مطابق کتاب و سنت اور احادیث و آثار کی سرگرمی میں حصہ لیا درحقیقت اس زمانہ میں کتاب و سنت کے ترویج و تعلیم اور حفظ و مذاکرہ کا اس قدر ذوق اور انہماک تھا کہ دوسرے علوم و فنون کی طرف توجہ کی فرصت نہ تھی۔ البتہ عباسی دور میں ایرانیوں کے ذریعہ سندھ کے علوم و فنون اور افکار و خیالات مسلمانوں میں پھیلے اور دیگر اقوام و ملل کی طرح سندی کے علماء و حکماء کے اقوال و آراء اور افکار و نظریات، محاضرات و ادب کی کتابوں میں کثرت سے درج کئے گئے۔ چنانچہ جاحظ نے البیان و التبیین اور کتاب الحیوان وغیرہ میں، ابن قتیبہ نے عیون الاخبار میں، ابن عبد ربہ نے العقد الفرید میں، قلقشندی نے صبح الاعشیٰ میں ایرانی اور رومی حکماء کے نظریات کی طرح سندی دانشوروں، اور مفکروں کے افکار درج کئے ہیں۔ نیز عباسی دور میں سندھ کے علماء و فضلا، حکماء و ادباء، اطباء، فلاسفہ، فصحاء، ارباب نجوم و نیز نجات اور موسیقی و ریاضی کے ماہر عرب گئے اور وہاں سندھ کے لوگوں میں ان علوم و فنون میں نمایاں شخصیتیں پیدا ہوئیں۔(۱۲۹)

فہرست ماخذ باب ششم

١ میزان الاقدال محمد ابن احمد ذھبی ج ٢ ص ٣٢٦

٢ الفھرست ابن ندیم ص ٥٠-٥١

٣ الفھرست ابن ندیم ص ٥٠-٥١

٤ میزان الاعتدال محمد ابن احمد ذھبی ج ٢ ص ٣٢٦

٥ الفھرست ابن ندیم ص ٥٠-٥١

٦ التراتیب الاراریہ عبدالحیٔ الکتانی الرباط' المطبعہ الوطنیہ ١٣٤٩ھ ج ٢ ص ٢٦٥

٧ التراتیب الاداریہ عبدالحیٔ الکتانی ج ٢ ص ٢٦٥

٨ المحکم فی نقط المصاحف عثمان ابن سعید الدانی ص ٤

٩ الفھرست ابن ندیم ص ٥٥

١٠ الاحکام ابن حزم ج ٢ ص ١٣٠

١١ الطبقات الکبیر محمد ابن سعد ج ٧ ق ٢ ص ١٥٧

تہذیب التہذیب احمد ابن حجر ج ٨ ص ٢٢٩

اصول الحدیث و علومہ و مصطلحہ محمد ابن عجاج الخطیب' ص ٢١٨-٢٢٠

١٢ امام ابن ماجہ اور علم حدیث محمد عبدالرشید نعمانی ص ١٥٧

١٣ جامع بیان العلم و فضلہ ابن عبدالبر ج ١ ص ٧٦

١٤ تذکرہ الحفاظ محمد بن احمد الذھبی ج ١ ص ١١

١٥ صحیح مسلم بشرح النووی مسلم ابن الحجاج ج ١ ص ٨٢-٨٣

١٦ طبقات الکبیر محمد ابن سعد ج ٥ ص ١٣٣

ابن عبدالبر، جامع بیان العلم وفضلہ ص ۷۵

۱۷ الدیباج المذھب ابراہیم ابن علی ابن فرحون ص ۳۱۸

۱۸ الفھوست ابن ندیم ص ۳۱۸

۱۹ الدیباج المذھب ابراہیم ابن علی ابن فرحون ص ۳۰۷-۳۰۸

۲۰ الاحکام علی بن حزم الاندلسی ج ۵ ص ۹۷

۲۱ الاحکام علی بن حزم الاندلسی ج ۵ ص ۹۶

۲۲ اصول الدین عبدالقاھر البغدادی ج ۱ ص ۳۱۶

۲۳ الاعلام خیرالدین الزرکلی ج ۴ ص ۳۱۷

۲۴ تہذیب الاتہذیب احمد ابن حجرج ۲ ص ۳۲۰-۳۲۱

المبہاحث العلمیہ حیدر آباد دکن ص ۸۵

۲۵ اصول الدین البغدادی ج ۱ ص ۳۰۷

۲۶ اصول الدین البغدادی ج ۱ ص ۳۰۷

۲۷ اصول الدین البغدادی ج ۱ ص ۳۰۷

الفرق بین الفرق تحقیق محمد زاہد الکوثری ص ۲۲۰

۲۸ تاریخ بغداد احمد الخطیب بغداری ج ۸ ص ۱۳۸

۲۹ تہذیب ابن عساکر ج ۳ ص ۱۰۳

۳۰ اخبار عبید بن شرید از عبید ابن شریہ ص ۲

۳۱ الاسلام والحضارہ العربیہ از محمد کرد علی ج ۱ ص ۱۷۱-۱۷۲

الفھوست ابن ندیم ص ۱۳۲

عقدۃ القاری از محمود الغبنی القاھرہ ج ۲ ص ۱۶۸

۳۲ کتاب التیجان وھب ابن منبہ ص ۲

۳۳ Geschichteder Arabischem Literature بروکلمین لیدن بریل ۱۹۳۷ء

ج ا ص ۲۶ و ذیل ج ا ص ۱۱۱

۳۴ کشف الظنون از حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۳۹۰

۳۵ کشف الظنون از حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۳۲۸

۳۶ کشف الظنون از حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۳۲۸

۳۷ ہسٹری آف دی عرب از فلپ کے ہٹی ص ۲۴۴

۳۸ موقف العقل والعلم از مصطفیٰ اسماعیل ج ا ص ۴۷

۳۹ التراجم والسیہ القاہرہ ادارہ المعارف ۱۹۵۵ء ص ۳۰ و ۱۳۱

۴۰ الفہرست ابن ندیم ص ۱۳۱

۴۱ وفیات الاعیان از احمد ابن خلکان ج ۲ ص ۱۷۱

فوات الوفیات از محمد ابن شاکر الکتبی، ج ۲ ص ۴۲۴-۴۲۵

تاریخ الاسلام از محمد ابن احمد الذہبی، مصر ۷ ص ۳۱۱

میزان الاعتدال از محمد ابن احمد الذہبی، ج ۴ ص ۲۲۹

لسان المیزان از احمد ابن حجر، ج ۶ ص ۲۱۴-۲۱۵

۴۲ مقالات شبلی از شبلی، بار دوم اعظم گڑھ مطبعہ معارف ۱۳۷۵ھ ج ۳ ص ۹

۴۳ الفہرست ابن ندیم ص ۴۹۷

طبقات الامم از ابن سعد مترجم از احمد میاں اختر ص ۸۲

وفیات الاعیان از احمد بن خلکان، ج ا ص ۱۶۸-۱۶۹

ہسٹری آف سیریا از فلپ کے ہٹی ص ۴۹۴

تاریخ ابن عساکر از ابن عساکر ج ۵ ص ۱۱۶-۱۲۰

تاریخ ابن خلدون از عبد الرحمٰن ابن خلدون، المقدمہ ج ا ص ۹۹۴

لٹیری ہسٹری آف دی عربس از نکلسن ص ۳۵۸

تاریخ الاسلام از محمد ابن احمد الذہبی، ج ۳ ص ۲۴۶۔۲۴۷

الوسائل الی مسامرہ الاوائل جلال الدین السیوطی ص ۱۳۳

طبقات الاباء و الحکما از سلیمان ابن جلجل بتحقیق فواد سید ص ۵۶۰

مقالات شبلی از شبلی ج ۴ ص ۹

الاسلام والحضارۃ العربیہ از محمد کرد علی ج ۱ ص ۱۷۳

۴۴ طبقات الاباء و الحکما از سلیمان ابن جلجل ص ۶۱

۴۵ عیون الانباء از احمد ابن ابی اصیبعہ ج ۲ ص ۳۵

۴۶ کتاب التنبیہہ والاشراف از امسعودی ج ۱ ص ۱۰۶

۴۷ الفہوست ابن ندیم ص ۱۳۳

۴۸ الفہوست ابن ندیم ص ۱۳۲

۴۹ الفہوست ابن ندیم ص ۵۰۔۵۱

۵۰ المحکم فی نقط المصاحف از عثمان الدانی ص ۳۔۴

۵۱ تاریخ المصحف الشریف از عبد القام الثانی مصر امطبہ المشہد الحسینی ۱۳۸۵ھ ص ۷۴۔۷۷

۵۲ جامع بیان العلم و فضلہ از ابن عبد البرج ۱ ص ۷۲

۵۳ الحدیث علوم و مصالحہ از محمد عجاج الخطیب ص ۱۸۳

۵۴ مسند احمد از احمد بن حنبل ج ۴ ص ۵۶

۵۵ الاحکام از ابن حزم ج ۵ ص ۵۲

اعلام المنوقعین از ابن القیم ج ۱ ص ۱۲

۵۶ الطبقات الکبیر از محمد بن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۱۲۳

۵۷ تقیید العام از محمد عجاج الخطیب ص ۹۱۔۱۲، ۱۰۹

۵۸ جامع بیان العلم وفضلہ از یوسف ابن عبد البر ص ۸۱

۵۹ تقیید العلم از محمد عجاج الخطیب ص ۱۰۵

التراتیب الاداریہ از عبد الحیٔ الکتانی ج ۲ ص ۲۴۰

تقیید العلم از محمد عجاج ۱۹۶-۱۹۷

۶۰ کتاب المصاحف از عبد اللہ ابن ابی داود ص ۱۳۰-۱۳۱

۶۱ الفہرست ابن ندیم ص ۹-۱۰

۶۲ کتاب المصاحف از عبد اللہ ابن ابی داود ص ۱۳۳

۶۳ کتاب المصاحف از عبد اللہ ابن ابی داود ص ۱۷۱

۶۴ کتاب المصاحف از عبد اللہ ابن ابی داود ص ۱۷۰

۶۵ سیرہ عمر بن عبد العزیز از ابن الجوزی ص ۷۴-۷۵

۶۶ سیرہ عمر بن عبد العزیز از ابن الجوزی ص ۹۴

۶۷ سیرہ عمر بن عبد العزیز از ابن الجوزی ص ۹۵

۶۸ حسن المحاضرہ از السیوطی ج ۱ ص ۲۹۷-۲۹۸

۶۹ الطبقات الکبیر از محمد بن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۱۳۲

۷۰ المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث از محمد بن عبد اللہ الحاکم ج ۳ ص ۵۳۷-۵۳۸

۷۱ سیر اعلام النبلا از محمد بن احمد الذہبی مصر دار المعارف ۱۹۶۲ء ج ۳ ص ۲۳۵

۷۲ تذکرہ الحفاظ از الذہبی حیدر آباد الدکن دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۷۵ھ ج ۱ ص ۸۲

۷۳ تذکرہ الحفاظ از الذہبی ج ۱ ص ۱۳۴-۱۳۵

۷۴ تہذیب التہذیب از احمد ابن حجر ج ۶ ص ۲۶۱

۷۵ تہذیب التہذیب از احمد ابن حجر ج ۶ ص ۷۹

۷۶ سیرہ عمر بن عبد العزیز از ابن الجوزی ص ۷۴-۷۵

۷۷ سیرہ عمر بن عبد العزیز از ابن الجوزی ص ۹۴-۹۵

۷۸ تہذیب التہذیب از احمد ابن حجر ج ۶ ص ۵۴

۷۹ کتاب الانساب از السمعانی ا-۲

تاریخ الاسلام از الذہبی ج ۴ ص ۱۲۵-۱۲۶

میزان الاعتدال از الذہبی ج ۴ ص ۱۲۵،۱۲۶

۸۰ القرآن ۔۲۹ الزمر ۱۷،۱۸ آیت

۸۱ الکشاف از محمود الزمخشری ج ۴ ص ۱۲۰-۱۲۱

۸۲ الاعلان بالتوبیخ لمن زم التاریخ از عبد الرحمٰن سخاوی ص ۱۳۶

۸۳ الاعلان بالتوبیخ لمن زم التاریخ از محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی ص ۱۳۶

۸۴ صحیح البخاری از محمد اسماعیل بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۹

۸۵ الاقاموس المحیط از مجد الرین الفیروز آبادی ج ۳ ص ۱۹۳

۸۶ منہاج السنۃ از ابن تیمیہ ج ۴ ص ۱۳۲

سنن ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبد الرشید نعمانی ص ۳۷

۸۷ کتاب الکنی والاسماء از ابو بشر بولابی ج ۱ ص ۱۷۴

۸۸ امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبد الرشید نعمانی ص ۴۳

۸۹ امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبد الرشید نعمانی ص ۴۳-۴۴

۹۰ امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبد الرشید نعمانی ص ۴۳-۴۴

۹۱ ہسٹری آف دی عربس از ہٹی ص ۲۴۳

۹۲ الاعلان بالتوبیخ از محمد ابن عبد الرحمٰن سخاوی ص ۱۳۹

امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبد الرشید نعمانی ص ۴۴

۹۳ رسالہ فضائل اهل الاندلس از علی ابن حزم ص ۱

۹۴ الاعلان بالتوبیخ از محمد ابن عبدالرحمٰن سخاوی ص ۱۴۰

۹۵ امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبدالرشید نعمانی ص ۵۴

۹۶ وفیات الاعیان از شمس الدین ابن خلکان ج ۲ ص ۱۶۱

۹۷ امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبدالرشید نعمانی ص ۵۴

۹۸ تاریخ دمشق از ابن عساکر ج ۱ ص ۳۱۴

امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبدالرشید نعمانی ص ۴۷

۹۹ منہاج السنہ از ابن تیمیہ ج ۳ پ ۲۷۲

۱۰۰ تاریخ دمشق از ابن عساکر ج ۱ ص ۳۴۸

۱۰۱ تاریخ دمشق از ابن عساکر ج ۱ ص ۳۱۷

۱۰۲ الاعلان بالتوبیخ از محمد بن احمد الذہبی ص ۷۵

۱۰۳ امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبدالرشید نعمانی ص ۷۵

۱۰۴ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ از جلال الدین السیوطی ج ۱ ص ۱۴۶

امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبدالرشید نعمانی ص ۸۰

۱۰۵ الرحمہ الغیثیہ فی الترجمہ اللیثیہ از احمد بن علی ص ۶

۱۰۶ امام ابن ماجہ و علم حدیث از محمد عبدالرشید نعمانی ص ۸۰-۸۱

۱۰۷ الاسلام والحضارہ الاسلامیہ از محمد کرد علی ج ۱ ص ۱۷۸-۱۷۹

تمدن عرب از گستاولی بان مترجم سید علی بلگرامی ص ۴۳

۱۰۸ تاریخ ابن خلدون از عبدالرحمٰن ابن خلدون ج ۱ ص ۶۸۳

الاحکام السلطانیہ از الماوردی ص ۱۷۸

الکامل فی التاریخ از ابن الاثیر ج ۴ ص ۵۵۲

المقدمہ از ابن خلدون ص ۴۳۷

الاسلام و الحضارہ الاسلامیہ از کرد علی ج ۱ ص

۱۰۹ الاحکام از ابن حزم ج ۱ ص ۳۲ ص ۱۷۸-۱۷۹

۱۱۰ کتاب الوزرا و الکتاب مرتبہ مصطفیٰ السقا ص ۳۸

۱۱۱ کتاب الوزرا و الکتاب مرتبہ مصطفیٰ السقا ص ۳۸

۱۱۲ مسلمانوں کا نظم مملکت از حسن ابراہیم حسن (العظم الاسلامیہ) مترجمہ علیم اللہ صدیقی ص ۲۱۸

۱۱۳ طبقات الاطباء والحکما از سلیمان ابن حسان ابن جلجل اندلسی ص ۶۱

۱۱۴ تاریخ الحکما از جمال الدین علی النفی ص ۳۲۴-۳۲۵

۱۱۵ عیون الانباء فی طبقات الاطباء از اب ابی اصیبعہ ج ۲ ص ۱۰۴

۱۱۶ مجلہ الجامعہ الاسلامیہ بہاولپور مغربی پاکستان ۱۳۸۴ھ شمارہ نمبر ۱ صفحہ نمبر ۹۱

الفہرست از ابن ندیم ص ۳۲

۱۱۷ البدایہ و النھایہ از ابن کثیر ج ۹ ص ۸۷

۱۱۸ تاریخ خلیفہ از خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۲۵

۱۱۹ لسان المیزان از ابن حجر عسقلانی ج ۶ ص ۸۱۵

۱۲۰ الاکمال از ابن ماکولا ج ۱ ص ۲۷۲

۱۲۱ طبقات ابن سعد از ابن سعد ج ۶ ص ۲۸۸

۱۲۲ کتاب الجرح و التعدیل از ابن ابو حاتم رازی ج ۳ ص ۳۳۲

۱۲۳ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۱۸

۱۲۴ الفخری از ابن الطقطقا ص ۱۲۷

۱۲۵ تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۶ ص ۱۵۰-۱۴۹

۱۲۶ البدایہ و النھایہ از ابن کثیر ج ۹ ص ۸۷

۱۲۷ الفخری از ابن الطقطقا ص ۷۹

۱۲۸ الذخائر و التحف از قاضی رشید ابن زبیر ص ۱۰

۱۲۹ الفہرست از ابن ندیم ص ۱۳۹

باب ہفتم

عہد عباسی کے تعلیمی و ثقافتی حالات کا تحقیقی جائزہ

- ☆ عہد عباسی کے تعلیمی حالات
- ☆ عباسی خلفاء کے علمی مراکز اور ان کے اثرات
- ☆ قرات، کتابت، حفاظت، اشاعت
- ☆ عباسی خلفاء کی علمی خدمات
- ☆ خلیفہ ہارون رشید عباسی کی علمی خدمات
- ☆ خزانتہ الحکمت کے اسلامی اور علمی دنیا پر اثرات
- ☆ خلیفہ مامون عباسی کی علمی خدمات
- ☆ خزانتہ الحکمتہ کی وجہ تسمیہ
- ☆ بیت الحکمت کے شعبے
- ☆ بیت الحکمت کی علمی خدمات
- ☆ اخراجات و ایجادات
- ☆ عباسی خلفاء کی سندھ کے علوم و فنون سے دل چسپی
- ☆ علم حساب و ھندسہ میں سندھ کا حصہ

☆ سندھ میں علم نجوم و فلکیات کی ترقی

☆ سندھ میں علم طب

☆ سندھ کی جڑی بوٹیاں اور دوائیں

☆ طلسمات سندھ

☆ قصے کہانیاں

☆ سندھ کا نغمہ و موسیقی

☆ حربی آلات اور سندھ

☆ حربی آلات اور سندھ

☆ خطابت اور فصاحت و بلاغت میں سندھ کا کردار

☆ سندھ میں اسلامی علوم و فنون کا اجمالی جائزہ

☆ سندھ کے مسلمانوں کے حالات کی نایابی کا المیہ

☆ علمائے اسلام علمائے سندھ

☆ عباسی عہد کے علمائے سندھ کا اجمالی تعارف

☆ علمائے اسلام کی سندھ میں آمد اور علوم کی ترویج میں ان کا کردار

☆ سندھی علماء کے عالم اسلام میں تعلیمی اسفار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

باب ہفتم

عہدِ عباسی کی تعلیمی و ثقافتی حالات کا تحقیقی جائزہ

بلاد سندھ سے باہر اور اندرونِ سندھ

تحقیقی جائزہ

باب ہفتم

عہد عباسی کے تعلیمی و ثقافتی حالات کا تحقیقی جائزہ

بلاد سندھ سے باہر اور اندرون سندھ

اسلامی نظام تعلیم کا یہ اثر تھا کہ عہد اموی میں تعلیم اور علم و کتاب سے کوئی گھر خالی نہ تھا۔(۱) دوسری اور تیسری صدی ہجری میں جب اصطلاحی مدارس کا رواج نہیں ہوا تھا یہ نظام اتنا مستحکم، ہمہ گیر اور نتائج کے اعتبار سے اتنا دور رس تھا کہ اسلامی قلمرو میں ہر شہر و بستی میں ضرورت کے مطابق تعلیم کا سلسلہ بحسن و خوبی جاری تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں بیدار دل، روشن دماغ، خوش کردار ارباب کمال و ماہرین فن کی جماعت تیار ہو کر نکلتی اور اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح پورا کرتی رہی تھیں۔ ہر فن میں ہزاروں ارباب کمال کی عہد بعہد موجودگی پر تذکرہ، طبقات، انساب و بلاد کی تاریخ شاہد عدل ہے۔

عہد عباسی میں تعلیم کا بہت چرچا تھا۔ ایک ایک جامعہ میں پچاس پچاس ارباب کمال کے حلقہ درس جدا جدا قائم تھے۔ امام شافعی کا جب بغداد میں ورود ہوا تو جامع بغداد میں پچاس درس کے حلقے قائم تھے(۲)۔ محمد بن عبداللہ المعافری المعروف بابن العربی (۴۶۸-۵۴۳ھ) جب بیت المقدس میں آئے تو دیکھا کہ وہاں درس کے اٹھائیس حلقے آباد تھے۔ جہاں تشنگان علوم اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ دو مدرسے ایک شافعیہ کا دوسرا حنفیہ کا تھا۔(۳) ایک استاد کے ایک جامع میں مختلف حلقے ہوتے تھے۔ وہ مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پر پڑھاتا تھا۔ چنانچہ ابوالفرج عبدالوہاب تمیمی (۳۵۳-۴۲۵ھ) کا جامع منصور میں وعظ و فتوے کا حلقہ ہوتا(۴)۔ فقیہ ابو بکر احمد بن سلیمان المعروف بانجار کا جمعہ کو جامع منصور میں، پہلا فقہ حنبلی کا، دوسرا املاء حدیث کا حلقہ ہوتا تھا۔(۵) بعض ارباب فن کے اختصاصی حلقے ہوتے تھے۔ ابو عبداللہ بفلنجی کا جامع بغداد میں تصوف، و مکائد نفس و ریاضیات ہی موضوع درس رہتا تھا۔(۶)

یہ تدریسی حلقے ائمہ فن و ارباب کمال کی عزت' عظمت' شہرت و قبولیت کا موجب تھے۔ اس لئے علماء مرکزی درس گاہ میں پڑھانے کے لائق بننے کی آرزو اور دعا کرتے' نذر مانتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابو مسلم کجی المتوفی ۲۹۲ھ نے نذر مانی تھی کہ جب وہ حدیث بیان کرنے کے لائق ہو جائیں گے تو دس ہزار درہم صدقہ کریں گے(۷) مورخ خطیب بغدادی نے زمزم پی کر دعا کی تھی بارالہی! مجھے جامع منصور میں درس دینا نصیب فرما(۸)۔

ان وجوہ سے اساتذہ ایک ہی جگہ پچاس پچاس' ساٹھ ساٹھ برس طلبہ کو پڑھاتے اور علم و کتب کی اشاعت کرتے رہتے تھے' عوام و خواص میں ان کی قبولیت و ہر دلعزیزی کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ ان اہل علم کا جب کسی مرکزی شہر میں ورود ہوتا تو نہایت شاندار طریقے پر ان کا استقبال کیا جاتا تھا۔ جب ابوبکر جعفر فریابی بغداد پہنچے تو لوگوں نے ان کا طبل بجاکر استقبال کیا تھا۔(۹) اسلامی قلمرو میں مساجد تعلیم و تربیت علم و کتب کی اشاعت کا مرکز تھیں۔ جب کوئی زائر مسافر و سیاح شہر کی کسی مسجد میں آنکلتا تو اسے کوئی نہ کوئی استاد ماہر مسجد میں درس دیتا ہوا ملتا تھا(۱۰)۔ جامع سوس میں فقہاء قراء اور ادباء کے بہت سے حلقے آباد تھے۔(۱۱) سجستان کے تعلیمی حلقوں کا تذکرہ ابن حوقل نے بھی کیا ہے۔(۱۲)

اس سے یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ یہ تعلیمی و تدریسی حلقے علوم و کتب کی نشرو اشاعت اور ذخیرہ کتب میں روز افزوں اضافہ کا محرک رہے ہیں۔ عہد عباسی کے کتب خانوں کی تاریخ و ذخیرہ سازی میں ان کا اہم کردار رہا ہے۔ ان ارباب فن کے تعلیمی حلقے بہت وسیع ہوتے تھے۔ تذکرہ نگار ان کی وسعت و عظمت اور اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل علامات سے کرتے تھے۔

۱۔ ارباب کمال کی (۱۳)

۲۔ مستملیوں (املا کرانے والوں) کی(۱۴)

۳۔ نگرانوں کی(۱۵)

۴۔ یا ان کے دروازے پر کھڑی ہوئی سواریوں کی(۱۶)

۵۔ یا ان کے ہاتھوں میں دواتیں ہوتی تھیں ان کی(۱۷)

۶۔ یا جو لوگ امتیازی لباس (نشان فضیلت) زیب تن کر کے آتے (۱۸)

علم کی بقا سلسلہ تعلیم سے وابستہ ہے۔ اسلام نے تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ تعلیم میں کوتاہی و غفلت سے علم اٹھتا، جہل فروغ پاتا ہے۔ زمام کار جب جاہلوں اور نااہلوں کے ہاتھ میں آتی ہے تو نظام عالم درہم برہم ہو جاتا ہے اور یہ قیامت کی نشانی ہے(۲۰) اس لئے اسلام نے سب سے زیادہ زور تحصیل علم، تحقیق و ابلاغ پر دیا ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ علم کا تعلق لوازم حیات و مقاصد حیات دونوں سے ہے۔ اس لئے اس نے اولین ذمہ داری فرد پر اور آخری ذمہ داری معاشرہ پر عائد کی ہے۔ اس کے تحفظ و ابلاغ اور ترویج و اشاعت کا فرد و معاشرہ دونوں کو پابند کیا(۲۱) اور تعلیم کا سلسلہ مفت رکھا، اسلام رکھا، اسلام کی پہلی درسگاہ کے طلبہ اصحاب صفہ اس کی بہترین مثال ہیں وہ علمی و کتابی ضروریات کی تکمیل میں سرگرم عمل رہے، اہل ثروت ان کی معاونت کرتے رہے اور تعلیم و تربیت مفت ہوتی رہی۔

حکم اقرا نے مسلمانوں کو علوم و معارف اور تحقیق و جستجو کا ایسا جویا و شیدا بنایا کہ انہوں نے اپنے اس ترقی پذیر جذبہ کی تشکیل و تکمیل کے لئے تحفظ و تدوین علوم اور ابلاغ علم و کتاب کے تمام ذرائع اختیار کئے۔ چنانچہ عہد عباسی میں تحصیل و تحقیق علم اور حصول کتب کے مقدس فریضہ کی تکمیل کے لئے جو سفر کیا جاتا وہ رحلہ اور جس علمی شخصیت کی طرف کیا جاتا اسے رحلہ کہا جاتا تھا۔(۲۲) عہد عباسی میں تعلیم کے حسب ذیل پانچ طریقے تھے۔

معاشرہ میں یہ بات مشہور تھی کہ علم ایک شہر ہے اور اس میں داخل ہونے کے دو دروازے ہیں۔

۱۔ روایت و حفظ (۲۳)

۲۔ درایت و فہم جو استاد ان دونوں صفتوں سے ممتاز ہوتا مقبول انام رہتا تھا۔

عہد عباسی میں تعلیم حاصل کرنے کے پانچ طریقے رائج تھے۔

۱۔ روایت و حفظ

۲۔ درایت و فہم

۳۔ سماع، سننا

۴۔ املاء، لکھوانا

۵۔ قرات و عرض

اس لئے کہا جاتا تھا حضور المجالس بلا نسخہ ذل (۲۴) "درس کے حلقوں میں کتاب بغیر آنا ذلت کی بات ہے۔"

مذکورہ بالا طریقہ ہائے تعلیم سے عہد عباسی میں کتابوں کو بہت فروغ حاصل ہوا، اور کتب خانوں کے ذخائر میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا تھا۔

شاہان عباسی میں پہلا خلیفہ ابو العباس السفاح (۱۳۲۔۱۳۶ھ ر ۷۵۰۔۷۵۴ء) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد میں سے تھا۔ اس نسبت سے ان کو عباسی کہا جاتا ہے۔ ان میں کل سینتیس ۳۷ خلیفہ گزرے ہیں۔ ان کی خلافت (اندلس کے سوا کہ وہاں اموی خلفاء حکمران تھے) بحر اوقیانوس سے وادی سندھ تک کم و بیش پانچ ہزار میل کے طویل و عریض رقبے پر محیط تھی۔ انہوں نے ۵۲۴ سال حکمرانی کی، ان کے اس طویل زمانہ خلافت کو چار ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور ابو العباس السفاح ۱۳۲ر۷۵۰ء سے شروع ہوکر دسویں ۱۰، خلیفہ متوکل علی اللہ (۲۳۲۔۲۴۷ھ ر ۸۴۷۔۸۶۱ء) پر ختم ہوتا ہے یہ ان کے عروج کا دور تھا۔

دوسرے دور کا آغاز گیارہویں خلیفہ مستنصر باللہ (۲۴۷۔۲۴۸ھ ر ۸۶۱۔۸۶۲ء) سے ہو اور بائیس ۲۲ خلیفہ مستکفی باللہ (۳۳۳۔۳۳۴ھ ر ۹۴۴۔۹۴۵ء) تک منتہی رہا، یہ زوال و انتشار کا دور ہے۔ تیسرا دور مطیع باللہ کے عہد (۳۳۴۔۵۴۷ھ ر ۹۴۵۔۱۱۵۲ء) پر ختم ہوتا ہے۔ جس میں ان کا اقتدار سمٹ کر نواح بغداد تک رہ گیا تھا۔

چوتھی دور مستنجد باللہ کے زمانے (۵۵۵۔۶۵۶ھ ر ۱۱۶۰۔۱۲۵۷ء) سے مستعصم تک منتہی ہے۔ اس میں انہیں خود مختاری حاصل رہی ہے۔ اس کے بعد ہلاکو نے ان کے جامہ خلافت کو تار تار کیا۔

عباسی خلفاء کا پہلا دور بہت شاندار، پرامن، معاشی خوشحالی، علمی و ادبی ثروت، سیاسی استحکام اور

تمدنی و ثقافتی ترقی کا دور تھا۔ علمی و ادبی ترقی کے اعتبار سے ان کا ابتدائی ڈھائی سو سالہ دور ہی سنہری دور ہے۔ جس کے تحقیقی کارناموں کو آئندہ کے لئے اساسی ماخذ کی حیثیت اور اس دور عروج کی تصنیفات کو ادب عالیہ کا مقام حاصل ہوا ہے۔ ان کے پورے دور میں اسلامی قلمرو میں عربی کو سرکاری و علمی زبان کی حیثیت حاصل رہی ہے' کم و بیش ہر بڑے چھوٹے شہر و قصبے میں تعلیم کے لئے مدرسے' مطالعہ کے لئے کتب خانے' بعض مرکزی شہروں میں مشاہدات کے لئے رصدگاہیں اور علاج و تجربات کے لئے شفاخانے قائم کئے گئے تھے۔ صنعت و حرفت اور تجارت کو فروغ حاصل تھا۔ چنانچہ اسلامی قلمرو کے شہروں کی شہرت و عظمت اس وجہ سے نہیں تھی کہ وہ فلاں فلاں بادشاہ کے دارالخلافہ تھے بلکہ ان کی عظمت و شہرت کی بنیاد ہی یہ تھی کہ ان شہروں میں علم و فن پروان چڑھتا رہا تھا۔ ان میں اہل علم کی علمی و کتابی ضروریات کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے کتب خانے قائم تھے اور وہ تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھے۔

عباسی خلفاء کے علمی مراکز اور ان کے اثرات

اسلامی کتب خانوں کی اساس حکم "اقرا" اور "قیدوا العلم بالکتاب" پر قائم ہے اور اس کی تمام تر ترقی اسی کا فیضان ہے جیسا کہ گزر چکا۔

غار حرا میں اقرا کے حکم نے عربوں کو اولاً" الکتاب کی اور ثانیا" کتاب السنتہ ولا آثار کی مندرجہ ذیل چار باتوں:

۱۔ قرات

۲۔ کتابت

۳۔ حفاظت

۴۔ اشاعت

کا پابند کر کے علم و عرفان کا والہ و شیدا بنایا' پھر ان کی دعوت پر جس قوم و ملت نے اقرا کی روشنی سے دلوں کو روشن کیا وہ بھی مذکورہ بالا باتوں کی خوگر ہوگئی' اس طرح نور "اقرا" اور "قیدوا العلم

بالکتاب" سے عالم میں علمی دور کا آغاز ہوا اور تحریک علوم و کتب کے احیاء و تحفظ کا ایسا ترقی پذیر سلسلہ شروع ہوا کہ جب تک اس عالم میں "اقرا" کا جلوہ قائم ہے اس کی تحریک احیاء و تحفظ علوم کتب کا دریائے فیض رواں رہے گا۔

اقراء کی اس تحریک سے کتب خانوں کا قیام عمل میں آیا۔ پھر شاہان عباسی نے خزانہ الحکمتہ' بیت الحکمہ' خزانہ الکتب قائم کرکے بنی نوع انسان کے تمدنی و ثقافتی مشترکہ ورثہ کی حفاظت کے جذبہ کو مزید توانائی بخشی اور ان کے عہد میں کتب خانہ سازی کی عالگیر تحریک کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ خلفاء عباسیہ کے عہد میں جو کوششیں بار آور ہوئی ہیں ان کا تذکرہ اس مختصر مقالہ میں کیا گیا' اور ان کے کتب خانوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

بغداد شاہان عباسی کا دارالخلافہ ہونے کی بناء پر مختلف ثقافتوں کا سنگم بن گیا تھا۔ یہ عربی و عجمی تمدن کا دو آتشہ تھا۔ عباسی خلفاء نے اقوام عالم کے علمی تمدنی' تاریخی و ثقافتی برباد شدہ ورثہ سربمہر کتب خانوں اور کامل و ناقص کتابوں کو دور دور کے علمی گہواروں سے سراغ رساں وفود کے ذریعہ ڈھونڈ نکالا' اور عالمی علمی سرمایہ کو اپنی اصل شکل میں بیت الحکمتہ بغداد میں محفوظ ہی نہیں کرایا بلکہ ارباب فن سے نقدی کے بھاؤ ان کا عربی میں ترجمہ کراکر اس فیض کو عام کیا۔

شاہان عباسی نے اقوام عالم کے ضائع شدہ تمدنی و ثقافتی ورثہ کے حصول' پاسبانی اور فیض رسانی کے لئے "بیت الحکمتہ" قائم کیا اور غیر زبانوں کو سیکھنے کے لئے سب سے پہلے اسلام میں ایک علیحدہ مدرسہ قائم کیا تھا۔ جس میں چھ ہزار طلبہ مفت پڑھتے تھے اور پندرہ ہزار دینار خرچ تھا۔(۲۵) جبکہ پوری علمی دنیا ایک تماشائی کی طرح بنی نوع انسان کے قدیم ثقافتی ورثہ کے اس مظلوم گوشہ کی طرف جو صدیوں سے متمدن اقوام کے بادشاہوں' مذہبی رہنماؤں کے ظلم و ستم کا شکار چلا آ رہا تھا' اور جسے نسلی' قومی' مذہبی و گروہی تعصب و تنگ نظری کی وجہ سے کبھی جلایا جاتا کبھی نام نہاد تحفظ کے بہانے سربمہر کرکے دیمک کے رحم و کرم پر چھوڑا جاتا اور کبھی سفینوں سے دفینوں میں منتقل کیا جاتا تھا' دیکھتی رہی تھی اور اس کے تحفظ کی تدابیر اختیار کرنے میں زبان حال سے اپنی بے بسی کا اظہار کرچکی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بنی

نوع انسان کے صدیوں پرانے ذہنی کاوشوں کے قیمتی نتائج و ثمرات کا یہ بیش بہا اثاثہ بس شاہان عباسی کے نظر کرم کا محتاج و منتظر تھا۔ چنانچہ وہ وقت آگیا کہ عباسی خلفاء نے گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے اس علمی سرمایہ کو سینے سے لگایا اور غیر زبانوں کو سیکھنے کے لئے سب سے پہلے اسلام میں ایک علیحدہ مدرسہ قائم کیا تاکہ ان زبانوں کا علمی سرمایہ ترجمہ کے ذریعہ جلد عام ہوسکے۔ اس علمی ذخیرے کو ترجمے اور نت نئی تحقیقات کے ذریعہ آئندہ نسلوں تک پہنچایا' انہی خلفاء اور مسلمان حکماء و فلاسفہ ہی کی مساعی جمیلہ اور تحقیقات تھی جو موجودہ ترقی کی اساس بنی ہیں۔

شاہان عباسی کا یہ وہ ناقابل فراموش کارنامہ ہے جس کی وجہ سے آئندہ نسلیں ہمیشہ ان کے احسان سے گراں بار رہیں گی اور رہتی دنیا تک ان کا نام روشن رہے گا۔

عالمگیر تحریک کتب خانہ سازی کی تشہیر کا آغاز شاہی کتب خانہ "بیت الحکمتہ" سے ہوا جس نے وزراء' امراء' روساء اور دولت مندوں کے دلوں میں اپنے علوم و معارف ہی سے نہیں اقوام عالم کے علوم کی تحصیل اور پاسبانی کے جذبہ کو ابھارا اور اسلامی کتب خانوں کا دائرہ کار علوم اسلامی کے علاوہ علوم اوائل و علوم قدیمہ تک پھیلایا جو کتب خانوں کے ذخیروں میں ہمہ گیر اور غیر معمولی اضافہ و وسعت کا سبب ہوا۔

شاہان عباسیہ مطلق العنان فرمانروا تھے۔ اس لئے شاہی کتب خانوں کا انتساب انہیں کی طرف کیا جاتا تھا' حالانکہ وہ قومی سرمایہ سے بنائے جاتے تھے۔ شاہی کتب خانے اپنے وظائف کے اعتبار سے قومی کتب خانے کے جانے کے مستحق تھے۔ **خزانتہ الحکمتہ** میں نقل کتب' ترجمہ و تحقیق اور استفادہ کی سہولت مہیا کی گئی تھی' البتہ کتابوں کو کتب خانہ کی حدود سے باہر لے جانے کی اجازت نہ تھی۔ یہ پہلا کتب خانہ تھا جس کا کیٹلاگ کتابی صورت میں مرتب کیا گیا تھا ان حقائق کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قومی کتب خانوں کی تاسیس بھی عباسی خلفاء کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے۔

خلیفہ مامون نے قصر شاہی میں **خزانتہ المامون** کے نام سے اپنا ذاتی کتب خانہ قائم کرکے "بیت الحکمتہ" کی قومی حیثیت کو اور بھی ممتاز کر دیا تھا۔ **خزانتہ الحکمتہ** کی شہرت' عظمت' وسعت' تنوع و ذخائر

کتب کی کثرت کی وجہ سے دور دور پہنچ گئی تھی۔

شاہان عباسی کا ذوق کتب خانہ سازی نسلاً" بعد نسل قائم رہا۔ شاہی کتب خانے ورثے میں ایک دوسرے کو منتقل کرتے رہے۔ اس لئے ہر جانے والے کا نام خارج ہوتا اور ہر آنے والے بادشاہ کا نام اس میں درج ہوتا رہا۔ ان کتب خانوں کی علمی شہرت اور عوام میں قبولیت ہر دور میں کم و بیش برابر قائم رہی۔ ہر خلیفہ نے اس ذخیرہ کتب میں اضافہ کیا اور اس میں ہر علمی و مشہور کتاب کی غیر موجودگی کو باعث ننگ و عار سمجھا جاتا رہا۔ جیسا کہ خلیفہ راضی باللہ کے کتب خانہ میں صولی کے بیان سے عیاں ہے۔

عباسی خلفاء و مسلمان حکمران علوم و فنون کے مربی تھے وہ تصانیف پر انعام دے کر علماء و ارباب کمال کی ہمت افزائی کرتے' کتب خانوں کے ذخائر بڑھاتے۔ ہر دور میں ان کے نام جو کتابیں معنون کی جاتی تھیں ان سے کتب خانوں کا سراغ ملتا ہے۔ اس لئے ان واقعات کو بھی نقل کیا گیا۔

شاہان عباسی نے اوائل عہد عباسی میں کتب و کتب خانوں کی ترویج و اشاعت کی غرض سے مثالی کتب خانے "خزانۃ الحکمۃ" "بیت الحکمۃ" قائم کئے اور اپنے اختتامی دور میں علم کی اشاعت' کتب خانوں کے فروغ کے لئے مثالی جامعات قائم کیں اس بناء پر مورخ ابن خلدون نے آخری عباسی خلفاء میں سے ناصر الدین اللہ بن مستضی باللہ کو مشرق میں مغربی خلیفۃ الحکم الثانی کا نظیر و مثیل قرار دیا۔(۳۶) ان کی بنائی ہوئی دانشگاہیں یورپ کی جامعات کے لئے نمونہ عمل بنیں اور موجودہ دور کی یونیورسٹیوں کے قیام و نظام میں ان سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا گیا۔ چنانچہ ان کے اوائل عہد کے کتب خانے اور اواخر عہد کی جامعات' کتب خانوں کے نظام' مدارس کے طریقہ درس اور طرز تعمیر پر بہت زیادہ اثر انداز رہی ہیں۔ یہ وہ عظیم الشان و قابل ذکر کارنامے ہیں جن کی وجہ سے کتب خانوں کی تاریخ میں ان کا نام سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

عباسی خلفاء کی علمی خدمات

خلیفہ منصور عباسی کی علمی خدمات

المنصور ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی عباسی (۹۵-۱۵۸ھ ر ۷۱۴-۷۷۵ء) فقیہ، محدث، حافظ حدیث و ادیب تھا۔(۲۷) اسے فلسفہ، نجوم وہی سے بھی دلچسپی تھی، علماء و حکماء کی قدر کرتا تھا۔(۲۸) شاہانِ عرب میں یہ پہلا بادشاہ تھا جس کے عہد میں عربوں نے یونان و فارس کے علوم کی طرف خصوصی توجہ کی اور دوسری زبانوں کے علمی و فنی کتابوں کے ترجمہ کی تحریک شروع کی۔(۲۹) خلفاء عباسیہ میں یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے امام مالک سے حدیث کی مشہور کتاب الموطاء(۳۰) اور مورخ محمد ابن اسحاق المتوفی ۱۵۱ھ سے شہزادہ مہدی کے لئے سیرت النبیؐ لکھوائی۔ وہ پہلی مرتبہ بہت لمبی لکھ لائے، منصور نے اس کو ان سے مختصر کرایا، وہی مختصر آج سیرت ابن اسحاق کے نام سے مشہور ہے۔ مطول تاریخ امیر المومنین کے خزانہ الکتب میں داخل کی گئی۔(۳۱)

ابو الہیثم کا بیان ہے کہ محمد بن اسحاق نے یہ سیرت قراطیس پر لکھی تھی۔(۳۲) اس خزانہ الکتب میں مشاہیر کے خطوط بھی نقل کرا کر رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ کاتب منصور ابوعبداللہ کا بیان ہے۔ "منصور کے پاس امام اوزاعی کے بہت مکاتیب آتے تھے، ہمیں ان کی کثرت پر تعجب تھا اور ان کی نقل سے عاجز تھے، وہ پہلے کتابوں میں اتار جاتے پھر منصور کو پیش کئے جاتے تھے۔"(۳۳) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطوط کا تعلق اس کے دور خلافت (۱۳۶-۱۵۸ھ) سے ہے۔ یہ خطوط اور کتابیں سب قصر شاہی کے خزانۃ الکتب میں رکھی جاتی تھیں۔

المہدی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المنصور بن محمد العباسی (۱۲۷-۱۶۹ر ۷۴۴-۷۸۵ء) بہت سخی،(۳۴) دیندار اور علم کا قدردان تھا۔ اس نے بغداد میں "جامع رضافہ" جو مشہور درسگاہ بھی رہی ہے، تعمیر کرائی تھی، اس کو شاہی کتب خانہ ورثے میں ملا تھا۔ عباسی خلفاء میں (۳۵) یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے الحاد و زندقہ کے تدارک اور عالموں کو ان کی تردید میں کتابیں لکھنے کا حکم دیا تھا علامہ جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء میں رقم طراز ہیں۔

"هو اول من امر بتصنيف كتب الجدل فى الرد على الزنادقة والملحدين"

(یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے بے دینوں اور زندیقوں کی تردید میں متکلمانہ مناظرانہ کتابیں لکھنے کا فرمان جاری کیا تھا۔)

جس میں سے علم کلام کو سرکار کی سرپرستی میں ترقی کرنے کا موقعہ ملا اور مناظرانہ ادب میں وسعت و تنوع پیدا ہوا۔(۳۶)

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"تم دیکھو گے جب اسلام و ایمان پھیلا اور اس کی شوکت بڑھی تو سنت و اہل سنت کو فروغ حاصل ہوا ان کا زور زیادہ ہوا' اور جب کفر و نفاق پھیلا تو اس کے بقدر بدعت کی اشاعت ہوئی۔ المہدی و ہارون رشید جیسے خلفاء کا دور حکومت اس کی مثال ہے۔ یہ وہ خلفاء تھے جن کے دور حکومت میں اسلام اور مسلمانوں کی تعظیم کی جاتی تھی' یہ دشمنان اسلام کفار و منافقین سے جنگ کرتے تھے۔ خلیفہ مہدی نے بیشمار منافقین و زنادقہ کا قلع قمع کیا' المہدی خلفاء عباسیہ میں سب سے بہتر خلیفہ تھا۔ وہ سب سے زیادہ ایماندار' منصف مزاج اور سب سے بڑھ کر سخی تھا۔ وہ منافقین و زنادقہ کی بیخ کنی کرتا رہتا تھا۔"(۳۷)

اس دور میں اسلامی ادب کو برگ و بار لانے کا پورا موقع ملا تھا۔

مفصل ضبی المتوفی ۱۶۸ھ نے جاہلی شعراء کے ۱۲۸ قصائد کا منتخب "المفضلیات" کے نام سے مہدی کے لئے مرتب کیا تھا۔(۳۸)

خلیفہ ہارون رشید عباسی کی علمی خدمات

الرشید' ابو جعفر ہارون بن محمد بن المنصور عباسی (۱۴۹-۱۹۳ھ / ۷۶۶-۸۰۹ء) بڑا فاضل ادیب و شاعر تھا۔(۳۹) اسے فقہ' ادب و حدیث سے بہت مناسبت تھی۔(۴۰) ایک سال حج کرتا' ایک سال جہاد کرتا' سو علماء و فقہاء کو اپنے ہمراہ حج کے لئے لے جاتا۔(۴۱) علم دوست' علماء' ادباء' و شعراء کا قدردان تھا۔(۴۲) اس کے

دربار میں جتنے عالم، شاعر، فقیہ، قاضی، کاتب، ندیم اور گویے جمع ہوئے کسی خلیفہ کے دربار میں نہیں ہوئے اس کے وزیر برامکہ، اس کے قاضی ابویوسف تھے۔ درباری شاعر جریر، مروان بن حفصہ تھا۔(۴۳) یہ خود اخبار و آثار اور اشعار کا راوی تھا۔(۴۴)

"خزانتہ الحکمت" خلیفہ ہارون رشید کی علمی خدمت کا شاہکار

ہارون رشید نے علمی ماحول میں پرورش پائی تھی۔ اس کی طبیعت میں علم کی طلب و جستجو تھی۔ وہ ائمہ فن کی مجالس میں حاضر ہوتا اور اپنے دربار میں بھی علمی مجالس منعقد کرتا تھا۔ فلاسفہ، حکماء، اطباء، ادباء، فقہاء اور قضاۃ کا ہم نشین تھا۔ تحقیقات کی راہ میں انہیں پیش آنے والی مشکلات سے واقف تھا۔ اس لئے تحقیق کرنے والوں کے لئے تحقیق و علمی مواد کے حصول کی خاطر نہایت وسیع پیمانہ پر قصر شاہی میں "خزانتہ الحکمتہ" کی بنیاد رکھی اور اس کو ترقی یافتہ اقوام کے علمی ذخیروں سے مالا مال کرنے کی سعی بلیغ کی۔ "خزانتہ الحکمتہ" کتب خانہ و دارالترجمہ پر مشتمل تھا۔(۴۵) ابو سل فضل بن نوبخت فارسی المتوفی بعد ۱۹۳ھ کو "خزانتہ الحکمت" کا خازن بنایا تھا۔ یہ فارسی زبان سے عربی میں کتابوں کا ترجمہ بھی کرتا تھا۔(۴۶)

خزانتہ الحکمت کے اسلامی اور علمی دنیا پر اثرات

"خزانتہ الحکمتہ" کے ذخائر میں اضافہ کے لئے نساخ و وراق مقرر تھے۔ جو مصنفین کی کتابیں نقل کر کے خزانتہ الحکمتہ میں پہنچاتے تھے چنانچہ ابوالحسن علی بن المغیرہ الاثرم المتوفی ۲۳۲ھ جو اصمعی و ابوعبیدہ کا شاگرد و نساخ تھا۔ خلیفہ ہارون الرشید کے لئے ابوعبیدہ کی کتابیں نقل کرتا تھا۔(۴۷) اس میں علان شعوبی المتوفی ۲۱۸ھ برامکہ کے واسطے کتابیں نقل کرتا تھا۔(۴۸) ہارون رشید کو انقرہ و عموریہ اور دوسرے رومی شہروں کی فتح میں جو کتابیں ملی تھیں ان کے ترجمہ پر مشہور طبیب یوحنا بن ماسویہ المتوفی ۲۴۳ھ کو مامور کیا تھا۔(۴۹) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خزانتہ الحکمتہ انقرہ کی فتح ۱۸۱ھ / ۷۹۷ء (۵۰) سے پہلے قائم ہو چکا تھا اور عہد ہارونی میں رومیوں کا شہر عموریہ (۷۹۲ء / ۱۷۲ھ میں فتح ہوا تھا (۵۱)۔ اس لئے کچھ عجب نہیں کہ اس سے قبل "خزانتہ الحکمتہ" کا قیام عمل میں آ چکا ہو اور ممکن ہے کہ ان ذخائر کے حصول کے فوراً بعد ایک قومی کتب خانے کے

قیام کا خیال پیدا ہوا ہو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ خلیفہ ہارون رشید نے "خزانتہ الحکمتہ" قائم کیا تھا اور اس نے غیر زبانوں کی علمی و فنی کتابوں کو جمع کرنے اور ان کا عربی زبان میں ترجمہ کرانے کی علمی تحریک کو جس کا آغاز منصور نے کیا تھا ترقی دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی' بلکہ بہت ممکن ہے کہ رومیوں پر اس کے سالانہ جنگی حملوں کا جنہیں "صوائف" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے نفیس یونانی مخطوطات کو بغداد منتقل کرنا ہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر سال موسم گرما میں بلاد روم پر اس کے فوجی حملوں کا مقصد رومیوں کی قوت و شوکت کو پامال کرنا ہی نہ تھا۔ بلکہ مختلف علوم و فنون' طب' فلکیات' ریاضیات و فلسفہ میں مزید مخطوطات حاصل کرنا بھی تھا۔ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی تھا کہ یونانیوں کے ایشیاء کوچک میں ثقافتی مرکز عموریہ و انقرہ وغیرہ پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا جاتا۔ ان شہروں کو قدیم و نادر مخطوطات کی کثرت میں شہرت خاص حاصل تھی۔ یہاں کے رہنے والوں کو اپنی نادانی کی بناء پر اس کے سوا کہ وہ ان کے بزرگوں کا چھوڑا ہوا اثاثہ ہے ان کی قدر و قیمت کا صحیح علم نہ تھا اس لئے ہارون رشید کی شرائط صلح میں یہ بات بھی ذکر کی گئی تھی کہ وہ ان میں سے جن کتابوں کو چاہے گا لے لے گا اور رومی اس سے تعرض نہیں کریں گے۔(۵۲)

اس حقیقت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہارون رشید کی یہ فوجی مہمیں توسیع پسندانہ سرگرمیاں نہیں تھیں بلکہ اس کی یہ مہمات بنی نوع انسان کے برباد شدہ علمی و ثقافتی ورثہ کے تحفظ' کتابوں اور کتب خانوں کے حصول' علوم کی نشر و اشاعت' آئندہ نسلوں کی کتابی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کی علمی' اخلاقی' تمدنی اور ثقافتی ترقی کی خاطر تھیں۔

ہارون رشید نے یوحنا کو مسلمانوں نے فتح ممالک کے وقت قیدی بنایا تھا۔ ان طبی کتابوں کے عربی میں ترجمہ کرنے پر مامور کیا' جو اسے انقرہ' عموریہ اور روم کے دوسرے شہروں میں ملی تھیں' پھر خلیفہ نے اس کو ترجمہ کا نگران و امین بنایا اور اس کے ماتحت ماہر کاتبوں کو مقرر کیا جو لکھتے اور نقل کرتے تھے۔(۵۳)

یوحنا ایک قیدی کی حیثیت سے بغداد میں آیا تھا لیکن علم کی قدر و منزلت نے اس کو قید سے رہائی دلائی اور خلیفہ ہارون رشید نے اسے "خزانتہ الحکمتہ" جیسے بین الاقوامی علمی و تحقیقی ادارہ میں نہایت عظیم الشان منصب

"تراجم کتب" پر فائز کیا۔ غزوہ بدر کے بعد ہاشمی خاندان میں یہ دوسری اور خلفاء عباسیہ میں پہلی مثال ہے۔ ہارون رشید کی معارف پروری اور علم و فن کی قدر دانی کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ قومی کتب خانے کے ذخیرہ کو ترجموں سے مالامال کرنے کے لئے مندرجہ ذیل ترجمہ نگاروں کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

حجاج بن یوسف بن مطر' اس نے کتاب اقلیدس (اصول المندسہ) کا ترجمہ عربی میں کیا تھا۔ جو نقل ہارونی کے نام سے موسوم ہے۔(۵۴) نوبخت منجم' یحیٰی بن البطریق جورجیس بن بختیشوع عبداللہ بن المقفع' سلام ابرس' باسیل مطران اور سہل بن نوبخت۔(۵۵)

خلیفہ مامون عباسی کی علمی خدمات

المامون' ابو العباس عبداللہ بن ہارون بن محمد عباسی (۱۷۰-۲۱۸ھ ر ۷۸۶-۸۳۳ء) امام محدث' نجومی' لغوی اور فلسفی تھا۔(۵۶) شاہان عباسی میں فقہ اور کلام کا سب سے بڑا عالم(۵۷) اور تین کتابوں کا مصنف تھا۔(۵۸) اس کو متعدد علوم فقہ' طب' شعر' فرائض' کلام' نحو' لغت' حدیث' علم نجوم اور تاریخ(۵۹) میں درک حاصل تھا۔ علوم اوائل سے خاص اعتناء تھا۔ اس نے فلسفہ میں مہارت پیدا کی یہی مہارت اسے خلق قرآن کی طرف لے گئی۔(۶۰) مسئلہ خلق قرآن کا آغاز سنہ ۲۱۲ ھ میں ہوا لیکن اس پر اصرار ۲۱۸ھ میں شروع ہو اور اس سال جب یہ روم کی طرف لشکر لے کر نکلا بیمار پڑا اور مر گیا' اس عقیدہ سے اس نے رجوع نہیں کیا۔(۶۱) مورخ ذبیح اللہ صفا کا خیال ہے کہ مامون چونکہ ایک خاتون مراجل کے بطن سے تھا اور اس کی تربیت برامکہ کے زیر نگرانی ہوئی تھی اس لئے وہ آزادی فکر کا زیادہ قائل' فلسفہ' علوم قدیمہ اور حکماء کا دلدادہ تھا۔(۶۲)

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

دولت عباسیہ کا جب دائرہ وسیع تر ہوا۔ اہل مشرق اور وہ عجمی گروہ جن کی نسبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا الفتنہ من ھنا فتنہ یہاں نمودار ہوگا اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے چنانچہ بدعات بکثرت پھیل گئیں' اسی دور میں مجوسیوں' فارسیوں' صابیوں' رومیوں اور مشرکوں کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔

خلیفہ ابو العباس المامون کے دور حکمرانی میں خرمیہ جیسے منافقین کو سر اٹھانے کا موقع ملا' بلاد روم سے قدماء یونان کی کتابیں لائی گئی تھیں۔ ان کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ ان کی وجہ سے صابیوں کے افکار و عقائد کی نشر و اشاعت ہوئی' مشرک فرماں رواؤں سے مراسلت قائم ہوئی' اس کے اور ان کے درمیان دوستی کے رشتے ناطے استوار ہوئے اور مسلمانوں میں کفر و نفاق نمودار ہوا' مشرکین و اہل کتاب کو جو قوت و وقت حاصل ہوئی وہ اسی کا اثر تھا' گمراہ فرقے جہمیہ و روافض کو غلبہ حاصل ہوا' اور صابئین و فلاسفہ کو تقرب شاہی ملا' وہ اس فہم و فراست کا اثر تھا جو خلیفہ مامون اپنی عقل و انصاف پسندی سے سمجھ بیٹھا تھا۔ حالانکہ یہ جہل و ظلم تھا' اس کی وجہ سے جہمیہ کا فتنہ ابھرا تا آنکہ امت مسلمہ نفی صفات باری تعالیٰ و تکذیب کلام اللہ اور رویت باری کے مسائل سے دوچار ہوئی اور امام احمد وغیرہ امتحان و آزمائش سے گذرے جس کی داستان طولانی ہے۔(۶۳۰)

ابن تیمیہ کے مذکورہ بالا تبصرہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ مامون کے دور میں غیر اسلامی ادب نے کس طرح اسلامی ادب میں بار پایا اور کن اصناف کو فروغ حاصل ہوا۔

مامون کا معاصر الخوارزمی کہتا ہے۔ "یہ معارف پرور علوم و فنون کا سرپرست' علم و اہل علم کا قدر دان تھا۔ ان سے قریب رہتا انہیں اپنے قریب رکھتا اور انعام و اکرام سے سرفراز کرتا"(۶۴) اذکیاء عالم میں اس کا شمار تھا۔(۶۵) اس نے محدثین کی رئیس میں حدیثیں بھی املا کرائیں اور خلیفہ منصور کے علمی و فنی کتابوں کے ترجمے کے کام کو تکمیل کو پہنچایا' علمی کتابوں اور کتب خانوں کو معلوم کرایا' حصول کتب کے لئے فوجی مہموں کے علاوہ تحفے تحائف کی روش بھی اختیار کی' مساویانہ و دوستانہ برتاؤ کو اپنایا۔ گویا مامون نے حصول کتب و کتب خانوں کے لئے طاقت کے بجائے احسان و اکرام کا راستہ اختیار کیا۔ شاہان روم سے تعلقات پیدا کئے ان کو قیمتی تحفے بھیجے اور ان سے فلاسفہ یونان' ارسطو' بقراط' جالینوس' بطلیموس وغیرہ کی کتابیں منگوائیں' عوام و خواص کے فائدے کے لئے ماہرین فن سے ان کا ترجمہ کرایا' پھر ان کے پڑھنے پڑھانے کی لوگوں کو ترغیب دی۔ اس سے فلسفہ کی خوب گرم بازاری ہوئی۔

مامون فلاسفہ کا ہم جلیس تھا۔ ان کے مناظروں سے لطف اندوز ہوتا انہیں عنایات خسروانہ سے سرفراز کرتا تھا۔ علماء' فقہاء' محدثین' متکلمین' اہلسنت' مورخین' ماہرین انساب و نامور شعراء کے ساتھ مامون کا یہی برتاؤ

تھا۔ علماء کی ایک جماعت نے علوم فلسفہ میں کمال حاصل کیا۔ آئندہ نسلوں کے لئے علم طب اور میڈیکل سائنس کی تحصیل کو آسان کیا۔ انہوں نے ادب کے اصول اور طریقے وضع کئے' تا آنکہ عباسی سلطنت دور عروج میں سلطنت روما کی ہمسری کرنے لگی تھی۔ ہارون کی طرح مامون کا بھی رومیوں پر جنگی حملوں سے مقصد علمی فتوحات کرنا تھا اس نے قسطنطنیہ' صقلیہ و قبرس میں کتابیں جمع کرنے کے لئے حجاج بن مطر' ابن بطریق اور سلم خازن بیت الحکمۃ پر مشتمل وفود بھیجے تھے۔(۶۷) بادشاہوں کو خطوط لکھے تھے' شاہ صقلیہ کو مامون کا جب مکتوب ملا' اس نے اپنے مذہبی رہنماؤں اور مملکت کے سربراہوں سے مشورہ کیا۔ ان کے لئے بڑے مذہبی پیشوا نے کہا' بخدا' آپ یہ کتابیں ان کو بھجیں' یہ علوم جس قوم میں پہنچے اس قوم کو ان علوم نے تباہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے مشورہ کے مطابق عمل کیا۔(۶۸)

پاپائیت کی اساس میں استحکام نہیں پایا جاتا تھا۔ فکری جولانیوں کی اس میں کوئی گنجائش نہ تھی' فلسفہ کو اس نے وبال جان سمجھا ہوا تھا اور اسلام کے بارے میں اس کا کم و بیش یہی تصور تھا کہ یونانی فلسفہ سے اس میں اختلال پیدا ہو جائے گا۔ یونانی فلسفہ نے کم علموں کے ذہنوں کو کسی حد تک متاثر ضرور کیا لیکن مسلمانوں کے ایمان و ایقان کی جڑیں کھوکھلی نہ کرسکا۔

ایک مرتبہ مامون نے حنین بن اسحاق کو جو بیت الحکمۃ میں علوم قدیمہ کی کتابوں کے ترجمہ پر مامور تھا۔ بلاد روم میں کتابیں حاصل کرنے کے لئے روانہ کیا۔(۶۹) اس نے جن کتابوں کو قابل اعتناء سمجھا' منتخب کیا جب وہ کتابیں بغداد پہنچیں' مامون نے ان کے ترجمہ کا حکم دیا یہ ایک ہزار بار شتر کتابیں ایک عبادت خانہ میں محفوظ تھیں اس کا دروازہ ہر وقت بند رہتا تھا کچھ اچھی حالت میں اور کچھ بوسیدہ تھیں کچھ کو دیمک چاٹ گئی تھی۔(۷۰) بلاد روم سے پانچ بار شتر کتابیں لائی گئی تھیں ان میں جو پوری آگئیں وہ آج تک پوری ہیں اور جو ناقص رہ گئیں وہ آج تک ناقص ہیں۔(۷۱)

اسی طرح مامون نے مشہور مصنف' مترجم' امین(۷۲) دارالترجمہ یوحنا بن بطریق کو بلاد روم کی طرف بھیجا تھا اس کا بیان ہے "وہ ہیکل عبد شمس میں پہنچا اس نے پادری کو لطائف حیل سے رام کیا پھر اس نے یوحنا بن طریق کو ہیکل میں رکھی ہوئی کتابیں دکھائیں' ان میں وہ کتابیں بھی تھیں جن کی امیر المومنین نے نشاندہی کی

تھی۔ میں نے مطلوب کو پالینے کے بعد امیر المومنین کو خبر کی"(۷۳)

اس سے معلوم ہو کہ کتابوں کے ترجمہ پر مختلف علوم اور زبانوں کے ماہر مختلف شعبہ کے نگران مقرر کئے جاتے تھے۔ چنانچہ ابن نباتہ نے تصریح کی ہے کہ سہل بن ہارون کو خزانتہ الحکمت سے فلسفہ کی ان کتابوں پر جو جزیرہ قبرص سے منتقل کی گئی تھیں۔(۷۴) کاتب مقرر کیا تھا' شاہان عباسیہ کی کی فلاسفہ یونان کے علوم و فنون سے دلچسپی اور اس کی نشرو اشاعت میں غیر معمولی سرگرمی کے باوجود فلاسفہ یونان کے علمی سرمایہ کے ٹھیکیدار ان خلفاء کے ساتھ نہایت سرد مہری اور حقارت آمیز طرز عمل کا مظاہرہ کرتے تھے۔

ڈریپر لکھتا ہے: "جب علم پرست مامون نے قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ تھیوفلی Thiophile کو ایک خط لکھا کہ لیوں Leon نامی عالم کو بغداد آنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ مجھے ریاضیات کی تعلیم دے میں اپنی مصروفیتوں کی وجہ سے مجبور نہ ہوتا تو خود حاضر ہوتا' اس فرمائشی خط کے ساتھ مامون نے ایک سو قنطار سونا بھی بھیجا اور دائمی صلح کا وعدہ بھی کیا' لیکن بادشاہ نے مامون کی اس استدعا کو رد کر دیا اور جواب دیا کہ وہ علوم جن سے رومیوں کا نام آسمان شہرت پر چمکا ایک وحشی (عرب) کو نہیں سکھائے جاسکتے۔(۷۵)

اسی رومی بادشاہ پر فلسفہ پاپائیت Theocracy کا غلبہ تھا' نسلی تعصب سے اتنا اندھا ہوگیا تھا کہ علم و حکمت کے شیدائی کو نہ سمجھ سکا' وہ متاع مشترک کو اپنی جاگیر سمجھ بیٹھا تھا۔ بایں ہمہ سرد مہری فلاسفہ یونان کی کتب و کتب خانوں کے حصول اور ان کے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت سے خلیفہ مامون کی سرگرمیاں برابر جاری رہیں اور اس کی داد و دہش اور قدر دانی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ چنانچہ ابن ابی اصیبعہ کا بیان ہے: "میں نے حنین کے کاتب ازرق کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بہت سی کتابیں جمع کی ہیں' ان کے حروف بڑے بڑے ہیں۔" قلم موٹا ہے' سطریں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کے اوراق کی موٹائی اتنی ہے جتنی اس دور (ساتویں صدی ہجری) کے بنے ہوئے تین یا چار ورق کی ہوتی ہے۔ اور اس کی تقطیع ایک تہائی بغدادی کاغذ کے بقدر ہے۔ حنین کا اس سے مقصد کتاب کے وزن و حجم کو بڑھاکر زیادہ سے زیادہ درہم حاصل کرنا تھا۔ اس کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ وہ کاغذ اپنی موٹائی کی وجہ سے مدت مدید (ساتویں صدی ہجری) تک محفوظ رہ سکا"۔(۷۶)

مامون کی مساعی جمیلہ سے حکومت زیر سرپرستی فلسفہ' نجوم' ریاضیات' طب' ادب اور سیاست کے موضوع

پر علمی و فنی کتابوں کا یونانی (۷۷)، پہلوی (۷۸)، ہندی (۷۹)، نبطی، عبرانی، لاطینی اور قبطی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا گیا۔(۸۰) اور مختلف علوم و فنون میں مسلمانوں کی تحقیقات کا سلسلہ شروع ہوا۔

خزانتہ المامون

مامون نے قصر شاہی میں دو کتب خانے بنائے تھے، ایک ذاتی جس کا نام خزانتہ المامون"(۸۱) کتب خانہ مامون، ابن الندیم نے اسے دیکھا تھا۔ وہ "الفہرست" میں جہاں "خزانتہ المامون" کا لفظ لکھتا ہے اس سے مامون کا یہی ذاتی کتب خانہ اور "خزانتہ الحکمتہ" اور "بیت الحکمتہ" سے (سرکاری کتب خانہ) مراد ہوتا ہے۔

مامون نے خزانتہ المامون میں اپنے مذاق کی کتابیں اور دوسری ثقافتی چیزیں بھی جمع کی تھیں، ابن الندیم کا بیان ہے: "اس نے خزانتہ المامون میں چمڑے پر **عبدالمطلب** بن ہاشم کا ایک نوشتہ (۸۳)، خط حمیری (۸۴) اور سوڈانی خط کا نمونہ بھی دیکھا تھا۔(۸۵) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مامون علم کا سچا شیدائی تھا۔ اس کی طلب و جستجو نے علم کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا تھا۔ وہ تحقیق کے لئے علم و حکمت کے شہ پاروں کو جہاں بھی پاتا حاصل کرتا اور اپنے نجی کتب خانے کو اس سے اینٹ دیتا تھا۔ خزانتہ المامون کی نگرانی اور نظم و ترتیب کا کام خازن بیت الحکمتہ سہل بن ہارون کے سپرد تھا۔(۸۶) اس اعتبار سے خزانتہ المامون کو قومی کتب خانے "بیت الحکمتہ" کی شاخ Branch Library بھی کہا جاسکتا ہے۔

بیت الحکمہ کا سال تاسیس

مستشرقین میں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار D. Sourdel نے "خزانتہ الحکمتہ" کا بانی ہارون رشید کو اور "بیت الحکمتہ" کا بانی خلیفہ مامون کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن ان کے سال تاسیس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔(۸۷) نکلسن نے ہارون رشید کے خزانتہ الحکمتہ کا تذکرہ نہیں کیا۔ مامون کے بیت الحکمتہ کا ذکر کیا ہے اور سال تاسیس کی نشاندہی نہیں کی ہے۔(۸۸) ہٹی نے بیت الحکمتہ کو مامون کا کارنامہ قرار دیا اور بیت الحکمتہ کا سال تاسیس ۸۳۰ء یعنی ۲۱۵ھ بتایا ہے۔ رصدگاہ باب شماسیہ کے سال تاسیس کو بیت الحکمتہ کا

سال تاسیس سمجھا ہے۔(۸۹) اسی لئے بیت الحکمتہ کا سال تاسیس ۲۱۵ھ ر ۸۳۰ء نقل کیا ہے۔(۹۰) لیکن حسب ذیل تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ کہنا کہ بیت الحکمتہ اس سے پہلے قائم ہو چکا تھا' کچھ بے جا نہیں۔

(۱) امام لغت فراء (۷۶۱۔۸۲۲ء ر ۱۴۴۔۲۰۷ھ) نے کتاب الحدود کئی برس قصر شاہی میں املا کرائی تھی(۹۱)

(۲) مامون کے خسر وزیر حسن بن سہل المتوفی ۲۳۶ھ نے اپنے دور وزارت (۲۰۲۔۲۰۵ھ) میں عمر بن بکیر تلمیذ فراء سے آیات قرآنی کے متعلق سوالات کئے' وہ ان کے جوابات سے قاصر رہا' تو اس نے فراء سے اس مشکل کو حل کرنے کی درخواست کی' فراء نے کتاب "معانی القرآن" املا کرائی(۹۲)

(۳) مامون نے ان کتابوں کو نقل کرا کر خزائن بیت الحکمتہ میں رکھنے کی ہدایت کی اس سے ظاہر ہے کہ "بیت الحکمتہ" کا آغاز یقیناً" اس سے قبل ہو چکا تھا۔

(۴) مامون کا درباری منجم موسیٰ بن شاکر تقریباً" (۲۰۰ھ ر ۸۱۵ء)۔(۹۳) میں چھوٹے چھوٹے فرزند چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا تو مامون نے اس کے فرزندوں کو یحیٰ بن ابی منصور مہندس کے سپرد کیا۔ یہ محمد احمد اور حسن کی بیت الحکمتہ میں تربیت کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت الحکمتہ ۸۱۵ء ر ۲۰۰ھ میں فنی تربیت گاہ کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔(۹۴) غالباً" اس لئے ہٹی نے اس کو اسلام میں اعلیٰ فنی تعلیم کا ادارہ قرار دیا ہے۔(۹۵)

ان حقائق کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ خلیفہ مامون نے سریر آرائے تخت خلافت ہونے کے بعد یعنی ۸۱۳ء ر ۱۹۸ھ میں بیت الحکمتہ قائم کیا ہو تو کچھ مستبعد نہیں۔

خزانتہ الحکمتہ کی وجہ تسمیہ

خزانتہ الحکمتہ اور بیت الحمکتہ بمعنی مکتب خانہ ہیں اس سے مقصد ذخیرہ کتب کی نوعیت کی وضاحت تھی کہ اس میں طب' فلکیات' ریاضیات' طبیعات اور منطق و معاشرتی علوم سب ہی داخل تھے۔(۹۶)

بیت الحکمتہ

بیت الحکمتہ ایک بین الاقوامی علمی و تحقیق ادارہ تھا۔ جس میں ہر مذہب' ہر ملک و ملت کے نامور محقق و ماہر السنہ اور گوناگوں علوم و فنون کے ارباب کمال باہم مل جل کر علمی و تحقیقی کام کرتے تھے۔ یہ علمی ادارہ ہر قسم کے نسلی' مذہبی و گروہی تعصب سے پاک تھا۔ یہاں ہر محقق و دانشور کی پذیرائی ہوتی تھی' اس بین الاقوامی تحقیقی ادارہ کی شہرت اس کے علمی و تحقیقی کاموں کی بہ نسبت ان ذخائر کتب و خدمات کی وجہ سے تھی جو اس کتب خانہ میں مہیا کی گئی تھیں۔

"بیت الحکمتہ" اپنی تنظیم اور حسن کارکردگی کی وجہ سے اس لائق تھا کہ سب کچھ فراموش کرکے اسی کو یاد رکھا جاتا اور ایسا ہی ہوا۔ دنیا میں آج اس کا نام اپنی درخشاں خدمات اور علمی و تحقیقی مواد کی وجہ سے زندہ و تابندہ ہے۔

بیت الحکمتہ کے شعبے

(۱) اسٹیک Steck کتب کا ذخیرہ گاہ تھا۔(۹۷)

(۲) دارالمطالعہ تھا۔ جہاں بیٹھ کر کتابیں پڑھی جاتی تھیں۔

(۳) دارالترجمہ' بیت الحکمتہ میں دارالترجمہ کے شعبوں کو لسانی اعتبار سے تقسیم کیا گیا تھا ہر شعبہ کا نگران جدا تھا۔ یونانی زبان کا پہلوی اور سنسکرت زبان کے دارالترجمہ کا سربراہ جدا جدا تھا۔

(۴) دارالنقل و دارالنسخ کا بھی سربراہ جدا تھا' علان شعوبی یہاں بیٹھ کر کتابیں نقل کرتا تھا۔(۹۸)

(۵) دارالتجلیہ' یہاں کتابوں کی جلد باندھی جاتی تھی۔(۹۹)

(۶) دارالمناظرہ' یہ اس دور کی سماعت گاہ Auditorium تھا۔ ہر منگل اور جمعہ کو اس سماعت گاہ میں محدثین فقہاء ادباء و متکلمین جمع ہوتے مجلس مناظرہ منعقد ہوتی تھی۔(۱۰۰) اور خلیفہ خود پس پردہ بیٹھا مناظرہ دیکھتا اور سنتا تھا۔(۱۰۱)

(۷) دارالتحقیق و ادارالتصنیف' اس میں علمی اور تحقیقی کام کرایا جاتا تھا۔ یہ قصر شاہی میں قائم کیا گیا تھا۔ یہاں ارباب کمال و اہل فن کو بلا کر ٹھہرایا جاتا' انھیں رہنے کے لئے کمرہ دیا جاتا تھا' خدمت

کے لئے خادم مامور کئے جاتے تھے تاکہ جس چیز کی انہیں ضرورت پیش آئے بروقت پہنچائی جائے اور ان کے دماغی سکون میں خلل نہ واقع ہو' اذان کے اوقات کے سوا انہیں اٹھایا نہ جائے' دولت مندوں اور شعبوں کے نگران کو استفادہ کی ہدایت کی جاتی تھی' کاتب و وراق مقرر کئے جاتے تاکہ جو وہ لکھوائیں اسے قلم بند کریں اور ان کی تصانیف کو بیت الحکمۃ میں رکھا جاتا تھا۔ چنانچہ فراء المتوفی ۲۰۷ھ کو بغداد میں بلایا تو یہ ساری سہولتیں انہیں مہیا کی گئی تھیں۔ موصوف نے کئی برس یہاں رہ کر "کتاب الحدود" لکھوائی تھی' مامون نے فراء کی تمام کتابوں کو خزائن کتب میں رکھنے کا فرمان بھی جاری کیا تھا۔(۱۰۲)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دارالتحقیق کے ساتھ دارالاقامہ بھی بنایا گیا۔ "خزانۃ الحکمۃ" دراصل خزائن الحکمۃ تھا۔ اس کے جتنے شعبے تھے ان میں سے ہر شعبہ موضوع کے اعتبار سے ایک جداگانہ شعبہ تھا۔ اس لئے مامون نے فراء کی کتابوں کے لئے "خزائن" کا لفظ استعمال کیا تھا۔ چنانچہ خطیب بغدادی کا بیان ہے: "امر المامون بکتبہ فی الخزائن" (۱۰۳) مامون نے فراء کی کتابوں کے لئے حکم دیا تھا کہ انہیں خزائن میں رکھیں یعنی جو کتاب جس موضوع کی ہے اس کو اسی کے خزانۃ کتب میں پہنچائیں اس سے ظاہر ہے کہ خزانۃ الحکمۃ موضوع کے اعتبار سے مرتب تھا اور اس میں کتابیں تنظیم علوم Classified Order کے اعتبار سے رکھی ہوئی تھیں۔

اسی طرح "بیت الحکمۃ" بھی بیوت الحکم تھا۔ اور ہر شعبے اور بڑے موضوع کا خازن علیحدہ تھا۔ چنانچہ حسن بن مرار ضبی المعروف صنوبری کے متعلق ان کے پوتے ابوبکر احمد بن محمد صنوبری کا بیان ہے "کان جدی صاحب بیت حکمۃ من بیوت حکم المامون فجرت لہ بین یدیہ مناظرہ یستحسن کلامہ و حدۃ مزاجہ وقال لہ انک صنوبری الشکل یرید بذلک الذکاء وحدۃ المزاج" (۱۰۴) میرے دادا خلیفہ مامون کے بیوت حکم کے خازن بیت حکمت تھے۔ ایک مرتبہ مامون کے سامنے ان کا مناظرہ ہوا' خلیفہ کو ان کا کلام اور ذکاوت بہت پسند آئی اور اس نے کہا تم صنوبری صورت ہو یعنی بڑے ذہین اور تیز مزاج تھے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ابن الندیم نے بیت الحکمۃ اور خزانۃ الحکمۃ کے چند مشہور بڑے بڑے خازنوں Senior Librarians کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بیت الحکمۃ میں متعدد خازن

تھے، جیسے حسن بن مرار ضبی، ابو سہل فضل بن نوبخت، علان، شعوبی، سہل بن ہارون ایرانی نژاد تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جو اہل علم خزانتہ الحکمتہ سے وابستہ ہوئے وہ ایرانی تھے۔(۱۰۵)

(۸) بیت الحکمتہ کے قریب باب الشمامیہ سے متصل ایک رصدگاہ بھی قائم کی گئی تھی جس کی علمی ضروریات بھی بیت الحکمتہ پوری کرتا تھا۔ اس کا سربراہ اور آلات کی درستگی کے لئے سند بن علی (۱۰۶) اور یحیٰ بن ابو منصور (المتوفی ۸۳۱ء یا ۸۳۰ء) کو مقرر کیا گیا تھا۔ ان کے رفقاء کار میں عباس بن سعید جوہری (۱۰۷)، عمر بن فرحان طبری عمر مرو روزی (۱۰۸) تھے۔ اسلام میں خلیفہ مامون نے سب سے پہلی رصدگاہ قائم کی تھی۔(۱۰۹) اس نے دوسری رصدگاہ سفح قاسیون دمشق میں بنائی تھی۔(۱۱۰)

شناخت کتب کی علامت کا آغاز

بیت الحکمتہ میں جو کتب داخل کی جاتی تھی اس پر خلیفہ مامون کی نشانی "علامتہ المامون" کی مہر لگائی جاتی تھی(۱۱۱) ایسی بہت سی کتابیں جن پر مامون کی مہر ثبت تھی ابن ابی اصیبعہ کے پاس محفوظ تھیں۔(۱۱۲)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتابوں پر علامت Stamping اور شناخت کتاب کی علامت کا آغاز مامون کے دور سے ہوا تھا۔ جس کا مقصد امتیاز و گرفت اور شناخت کتب تھا۔ اس کا چلن آج بھی ہے اور اس ترقی یافتہ دور میں ہر بڑے اور چھوٹے کتب خانوں میں انہی وجوہ سے کتابوں پر مہر اور خاص علامت لگائی جاتی ہے۔

بیت الحکمتہ کا کیٹلاگ

بیت الحکمتہ کا کیٹلاگ بھی کتابی صورت میں موجود تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتابوں کے ناموں پر مرتب تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مامون نے جاویدان خرد کی طلب میں فہرست بیت الحکمتہ کو دیکھا تو اس میں اس کتاب کا نام نہیں ملا، اس نے باز پرس کی کہ اس کتاب کا

نام فہرست میں اندراج سے کیسے رہ گیا۔(۱۱۳) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ بھی بیت الحکمۃ کا کیٹلاگ استعمال کرتا' بیت الحکمۃ کی کتابوں کا مطالعہ کرتا اور ان سے فائدہ اٹھاتا تھا۔

انواع موضوعات ذخائر

بیت الحکمۃ میں یونانی' پہلوی' ہندی' لاطینی اور نبطی زبانوں(۱۱۴) سے حسب ذیل موضوعات پر کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا گیا تھا۔

(۱) فلسفہ و ادب (۱۱۵) یونانی۔

(۲) طب اور اقسام طب (۱۱۶)

(۳) ریاضیات' فلکیات (۱۱۷) نجوم' ہندسہ' موسیقی۔

(۴) ٹیکنالوجی۔

(۵) آداب و اخبار' قصص و حکایات اور تاریخ (۱۱۸) (فارسی)۔

(۶) طب' نجوم' ریاضیات' حساب' کہانیاں' تاریخ (۱۱۹) (ہندی)۔

یحییٰ بن بطریق لاطینی زبان جانتا تھا۔ اس لئے اس نے لاطینی زبان سے ترجمہ کیا ہوگا۔(۱۲۰) ان موضوعات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ "بیت الحکمۃ" کا ذخیرہ کتب موضوعات و مضامین کے اعتبار سے مرتب تھا۔

بیت الحکمۃ کی علمی خدمات

لفظی ترجمہ سے بامحاورہ ترجمہ کا آغاز بیت الحکمۃ سے ہوا۔ مشہور مترجم حنین بن اسحاق کو دو اہم ذمہ داریاں سپرد کی گئی تھیں۔

(۱) حکماء یونان کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرنا اور (۲) عربی میں ترجمہ شدہ کتابوں کی اصلاح کرنا(۱۲۱)۔ حنین کی وجہ سے یونانی کتابوں کا ترجمہ یونانی سے راست عربی میں ہونے لگا تھا۔ ورنہ اس

سے قبل یونانی سے سریانی میں اور سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا جاتا تھا۔ ابتداء میں کتابوں کا ترجمہ رواں کیا جاتا تھا۔ غیر زبان کے الفاظ کے بالمقابل عربی زبان کے الفاظ رکھے جاتے تھے۔ حنین کے زمانہ سے رواں دبا محاورہ ترجمہ شروع ہو اور اس نے ترجمہ میں مطالب و معانی کو عربی الفاظ کا جامہ پہنایا' اس طرح الفاظ کے ترجمہ میں تقدیم و تاخیر شروع ہوئی اور تراجم میں روانی آگئی۔(۱۲۲)

فنی اصطلاحات سازی کا آغاز

اس دارالترجمہ میں سرکاری طور پر عجمی زبانوں کی علمی و فنی اصطلاحات کے عربی زبان میں بدل ڈھونڈے گئے' چنانچہ یونانی زبان کی زیادہ تر فنی اصطلاحات یورپ میں عربی **مصطلحات** کے ذریعہ منتقل ہوئی تھیں۔

اختراعات و ایجادات

بیت الحکمتہ میں بیٹھ کر خوارزمی نے علم جبرو مقابلہ ایجاد کیا' یہیں بنو شاکر نے مامون کے لئے محیط ارض کی پیائش کی اور طول میں ان کا اندازہ صحیح نکلا(۱۲۳) بیت الحکمتہ میں حکماء نے مامون کے لئے دنیا کا مصور نقشہ تیار کیا تھا۔ چنانچہ مورخ مسعودی کا بیان ہے: "المصورۃ المامونیہ" وہ نقشہ تھا جسے متعدد حکماء نے تیار کیا تھا۔ جس میں عالم آسمان' ستارے' خشکی' تری' آبادی و غیر آباد' علاقے' اقوام کے مسکن' شہر وغیرہ کو باتصویر دکھایا گیا تھا اور یہ بطلیوس' ماریوس' وغیرہ کے جغرافیائی نقشوں سے بہتر نقشہ تھا۔(۱۲۴) معلوم ہوتا ہے کہ یہیں زیچ مامونی تیار کی گئی تھی۔(۱۲۵)

خلیفہ متوکل عباس کی علمی خدمات

متوکل علی اللہ ابو الفضل جعفر بن محمد بن ہارون عباسی (۲۰۶۔۲۴۷ھ / ۸۲۱۔۸۶۱ء) یہ علم اور اہل علم کا قدردان' اور سنت کا دلدادہ' نئی اور شاندار عمارتیں بنوانے کا شوقین تھا۔ اس نے بغداد میں سامرا کے قریب متوکلیہ نامی شہر آباد کیا تھا۔(۱۲۶) متوکل کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے سریر آرائے تخت خلافت ہوتے ہی سنہ ۲۳۲ھ میں رویت باری اور خلق قرآن میں سرکاری طور پر معتزلہ کی

ہمنوائی یکسر ممنوع قرار دی' اس لئے قاضی بصرہ ابراہیم بن محمد تمیمی فرماتے تھے۔ "تین خلفاء نے کارنامے دکھائے۔ ابوبکر صدیقؓ نے ارتداد کے فتنہ کا انسداد کیا' عمر بن عبدالعزیز نے بنی امیہ کے مظالم کا خاتمہ کیا' اور متوکل نے بدعت کو مٹا کر سنت کو زندہ کیا۔(۱۲۷)

"خلیفہ متوکل کے دور حکمرانی میں اسلام کا بول بالا ہوا' تا آنکہ ذمیوں پر عمری شرائط کی پابندی عائد کی گئی اور اہل سنت و الجماعۃ کو عزت و شوکت حاصل ہوئی' جہمیہ و روافض جیسے فرقوں کی بیخ کنی کی گئی' اسی طرح معتضد و مہدی اور قادر باللہ وغیرہ کے دور میں ہوا۔ جو سیرت و کردار کے اعتبار سے لائق تعریف خلیفہ تھے۔ ان کا طریقہ کار بہت اچھا تھا۔ ان کے دور میں اسلام و سنت کا بول بالا رہا۔" (۱۱۸)

مذکورہ بالا خلفاء کے دور میں ہر نوع کے اسلامی ادب کو پھلنے پھولنے کا زیادہ موقعہ ملا ہر نوع کے ذخائر کتب میں اضافہ ہوا۔

اسے بھی کتابوں کا شوق تھا۔ ائمہ فن کے کتب خانے نگاہ میں رکھتا اور انہیں حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا تھا۔ چنانچہ امام احمد کا جب وصال ہوا تو اس نے ابن طاہر کو امام ممدوح کے مکان پر بھیجا کہ اہل خانہ کی تعزیت کرو اور ان کی کتابیں لدوانے کے متعلق گفتگو کرو' خلیفہ کی طرف سے اس کتب خانہ کو حاصل کرنے کی کوشش جاری رہی' لیکن وہ اس کے حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔(۱۲۹)

خلیفہ راضی باللہ کے کتب خانہ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ پیشرو خلفاء کے پاس کتب خانے تھے۔ یہ امر بھی خلیفہ متوکل کے کتب خانہ کی نشاندہی کرتا ہے پھر اہل علم و فنکار اس کے لئے کتابیں لکھتے تھے۔ چنانچہ حسن بن موسیٰ نصیبی نے اس کے لئے کتاب الاغانی حروف تہجی کی ترتیب پر تالیف کی تھی اور اس میں غنا کے متعلق ایسی چیزیں بیان کی تھیں جو نہ اسحاق موصلی نے لکھی تھیں اور نہ عمرو بن بانہ نے کہیں ذکر کی تھیں' اس میں اس نے دور جاہلیت و دور اسلامی کے مغنی مردوں اور عورتوں کے نام بھی بیان کئے تھے۔(۱۳۰) اسی طرح ابن رضی حزام نے کتاب فی البیطرہ متوکل کے نام معنون کی تھی۔(۱۳۱)

المہتدی باللہ کی علمی خدمات

المہتدی باللہ ابو عبداللہ محمد بن ہارون بن محمد عباسی (۲۲۲-۲۵۶ھ ر ۸۳۷-۸۷۰ء) فاضل' ادیب' شاعر (۱۳۲) علماء و فقہاء کا قدردان (۱۳۳) اور دین کے معاملہ میں خلفاء راشدینؓ کی روش پر قائم تھا۔ اس کے زمانے تک خلفاء عباسیہ کے خزائن کتب کا سلسلہ برابر قائم تھا۔ مورخ مسعودی کا بیان ہے: "ایک دن خلیفہ مہتدی کے سامنے خزائن کتب سے کتابیں پیش کی گئیں' تو ان میں ایک کتاب کی پشت پر وہ اشعار موجود تھے جو معتز باللہ نے کہے اور اپنے قلم سے اس پر لکھے تھے۔(۱۳۴)

المعتضد باللہ عباسی کی علمی خدمات

المعتضد باللہ ابو العباس احمد بن ملحه (۱۳۵) بن جعفر عباسی (۲۴۲-۲۸۹ھ ر ۸۵۷-۹۰۲ء) ادیب و شاعر(۱۳۶) اور علم دوست خلیفہ تھا۔ ارباب کمال کی صحبت کو پسند کرتا' رفاہ عام کے کاموں سے دلچسپی رکھتا تھا۔ علماء' محدثین اور ارباب فضل و کمال کی صحبت میں رہتا' شہر آباد کرتا اور رعیت کے ساتھ نرمی کرتا تھا۔(۱۳۷) ایک دن یہ اپنے باغ فردوس میں ثابت بن قرہ کے ساتھ ٹہل رہا تھا اس کا ہاتھ ثابت کے ہاتھ پر لگا تو کہنے لگا: "العلماء یعلون ولا یعلون" علماء کا حق برتری کا ہے ان پر کوئی نہیں جتا سکتا۔(۱۳۸) اس سے اس کے قلب و نظر میں علم و کتب کی عظمت و احترام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کا بھی خزانہ الکتب تھا۔ ابن الندیم کا بیان ہے:

> "ابو جعفر محمد بن یحیٰ عسکری نے "جامع المنطق" کتاب لکھی' اس میں جدولیں قائم کیں۔ معتضد کے ندیم نے اس کی خلیفہ سے تعریف کی خلیفہ نے وزیر قاسم بن عبیداللہ کو حکم دیا کہ کسی ماہر فن سے اس کی تشریح کرائیں' مبرد کے مشورہ سے یہ کام ابو اسحاق ابراہیم زجاج کے سپرد ہوا' زجاج نے کہا میں کتاب کے نسخے اور جدولوں کو پیش نظر رکھے بغیر ہی یہ کام انجام دوں گا تاہم اس کو دوسرا نسخہ تیار کرا کر دے دیا گیا۔ اس نے ثعلب و سکری سے لغت کی کتابیں مستعار لے کر کتاب کے ایک حصہ کی شرح لکھی اور

ابوالحسن صغیر سے نقل کرا کر جلد بندوا کر وزیر کو دی' اس نے جب معتضد کو دکھائی تو وہ بہت خوش ہوا تین سو دینار انعام دیا اور پوری کتاب کی شرح کی فرمائش کی"۔(۱۳۹)

زجاج کی شرح کا علم صرف معتضد کے کتب خانہ سے ہوسکا تھا' اس کی سلطنت کی تباہی کے بعد یہ شرح سلطان کے باقی ماندہ سامان میں چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں دستیاب ہوئی تھی یہ باریک و نرم طلحی کاغذ پر لکھی ہوئی تھی۔(۱۴۰) اس شرح کی وجہ سے زجاج کی اتنی قدرو منزلت بڑھ گئی تھی کہ تین سرکاری شعبوں ندماء' فقہاء اور علماء کے زمرے میں اس کا شمار ہونے لگا۔ ہر شعبہ سے سو دینار وظیفہ جاری ہوگیا اور تین سو دینار ماہانہ ملنے لگا تھا۔(۱۴۱) محمد بن شاذان جوہری نے "کتاب الجوہر اضافہ" خلیفہ معتضد کے لئے لکھی تھی۔(۱۴۲) یہ وظیفہ کتب خانے کے ذخیرہ کو بڑھانے میں مد و معاون ثابت ہوتا تھا۔

عہد عباسی میں کم علموں کے عقائد و خیالات پر یونانی فلسفہ کا برا اثر پڑا تھا' اس لئے معتضد نے سنہ ۲۷۹ھ میں کتب فروشوں پر فلسفہ کی کتابوں کی فروخت و اشاعت پر پابندی لگائی اور منادی عام کرائی تھی کہ کلام فلسفہ اور جدل کی کتابیں نہ بیچی جائیں۔(۱۴۳)

اہل علم اس کے نام کتابیں معنون کرتے تھے' طبیب احمد بن طیب سرخسی المتوفی ۲۸۶ھ جو معتضد کا استاد' ندیم اور بغداد کے محکمہ احتساب کا سربراہ تھا کتاب اللهو والملاہی و نزہتہ المفکر و الساہی' کتاب البطیخ' کتاب فی ادب النفس' اس کے نام معنون کی تھیں۔(۱۴۴) ثابت بن قرہ نے "جوابات عن مسائل سالہ المعتضد" مرتب کی تھی(۱۴۵) یحییٰ بن علی المنجم المتوفی ۳۰۰ھ نے موصوف کے لئے ایک رسالہ موسیقی پر لکھا تھا۔ یہ چار صفحات پر مشتمل اور برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔(۱۴۶)

خلیفہ المکتفی باللہ عباسی کی علمی خدمات

المکتفی باللہ ابو محمد علی بن احمد عباسی (۱۴۷) (۲۶۳-۲۹۵ھ ر ۸۷۶-۹۰۸ء) عالم' ادیب' شاعر(۱۴۸) اور صاحب خزانہ الکتب تھا۔ صولی کا بیان ہے:

"مکتفی باللہ نے انہیں سونے سے لکھے ہوئے اشعار جو مدارج لپٹی ہوئی کتابوں کی صورت میں تھے نکال کر دکھائے تھے۔(۱۹) ملکہ فرنگ نے دیار مغرب سے ایک مرتبہ مکتفی کے نام ایک مکتوب فرنگی رسم الخط میں سفید ریشم پر لکھ کر خادم ملیا کے ہاتھ بھیجا' جس میں مکتفی باللہ سے دوستی و شادی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔(۱۵۰) اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہی کتب خانہ میں خطوط اور خارجہ پالیسی سے متعلق دستاویزات رکھی جاتی تھیں۔

خلیفہ المقتدر باللہ عباسی کی علمی خدمات

المقتدر باللہ ابوالفضل جعفر بن احمد بن ملحد عباسی (۲۸۲-۳۲۰ھ ر ۸۹۵-۹۳۲ء) کا خزانتہ الکتب تھا۔ ایک شخص اس خزانتہ الکتب سے ایک مصحف مصر میں لایا اس پر خون کے دھبے تھے وہ کہتا تھا کہ حضرت عثمانؓ شہادت کے وقت اس میں تلاوت فرما رہے تھے۔ قاضی مصر نے اس کو جامع مصر میں رکھوا دیا اور تمام ماجرا ایک لکڑی پر کندہ کرا کر پاس کھڑی کی' امام مسجد ایک دن اس مصحف میں پڑھتا اور ایک دن مصحف اسماء میں پڑھتا تھا۔(۱۵۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں نادر ذخیرہ کی حفاظت کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کی جاتی تھیں۔ چنانچہ اس مصحف کی حیثیت کو نمایاں کو نمایاں کرنے کے لئے ایک تختی پر اس کی پوری کیفیت کندہ کی گئی تھی۔ اس واقعہ سے ہمیں نوادر کی حفاظت کے سامان کا علم ہوتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ مصحف سے وابستگی قائم رکھنے کے لئے عام لوگوں کے سامنے ایک دن اس مصحف کی بھی تلاوت کی جاتی تھی۔

خلیفہ الراضی باللہ عباسی کی علمی خدمات

الراضی باللہ ابو العباس محمد بن جعفر بن احمد عباسی (۲۹۷-۳۲۹ھ ر ۹۱۰-۹۴۰ء) یہ صاحب دیوان شاعر و ادیب تھا۔(۱۵۳) تاریخ سے دلچسپی رکھتا' اہل علم و ارباب کمال کا قدردان (۱۵۳) اور کتابوں کا شوقین تھا۔ اس کے خزانتہ الکتب کی بنیاد طالب علمی کے زمانہ میں پڑ چکی تھی۔ اس کے اتالیق صولی کا بیان ہے:

"راضی باللہ اور اس کے بھائی ہارون کو جب نصر حاجب نے میرے سپرد کیا تو میں نے اس کو ذہین و ہوشمند پایا' لیکن علوم سے عاری' میں نے محسوس کیا کہ راضی زیادہ تیز اور ادب کا زیادہ دلدادہ ہے۔ میں نے ان میں علم کی رغبت پیدا کی انہیں فقہ' شعر' لغت و تاریخ کی منتخب و عمدہ کتابیں خرید کر دیں تو دیکھا کہ ان میں مسابقت و منافست کا جذبہ کارفرما ہے اور ہر ایک نے اپنی کتابوں کے لئے علیحدہ کتب خانہ بنایا ہے' پھر میں نے ان کو پڑھنا شروع کیا۔" (۱۵۴)

یہ خزانہ الکتب دور خلافت میں زیادہ وسعت اختیار کر گیا تھا اور عوام و خواص میں اس کی شہرت ہوگئی تھی۔ اس کے دور خلافت کا ایک اہم واقعہ نقل کرتے ہوئے صولی کہتا ہے:

"ایک شعر کی روایت میں اختلاف نظر آیا تو مجھ سے راضی نے کہا شاید وراق سے غلطی ہوئی ہے' میں نے عرض کیا نہیں طبری نے نیشا کتاب میں دیکھا اور نہیں سمجھ سکا اس نے خیال سے اس کو بیشا کسی آدمی کا نام سمجھا حالانکہ یہ شعر' نشل بن جزی' نہشلی کا ہے۔ اس کا دیوان خزانہ الکتب میں موجود ہے۔ اس نے اسے منگوایا وہ کتب خانہ میں نہیں ملا' میں نے عرض کیا یہ بڑے تعجب کی بات ہے' عوام میں چرچا ہے کہ ہمارے بادشاہ نے جلالت علمی و علونعمت کے باوجود خزانہ کتب بنایا ہے۔ جیسا کہ پیشرو خلیفہ بناتے چلے آئے ہیں' اس میں ایک مشہور شاعر کے کلام کو طلب کیا وہ بھی نہیں ملا۔" (۱۵۵)

خلفاء عباسیہ کی معارف پروری و دولت کی فراوانی کی وجہ سے انہیں حصول کتب کی بڑی سہولتیں حاصل تھیں' اس لئے ان کے کتب خانے حقیقت میں نوادر کتب کے جامع سمجھے جاتے تھے اور عوام و خواص میں ان کی بڑی شہرت ہوتی تھی۔ جیسا کہ مورخ صولی کے مذکورہ بالا بیان سے عیاں ہے۔ صولی کا بیان ہے:

"خلیفہ نے میری باتیں سننے کے بعد کہا اب کیا تدبیر کی جائے' ہم تو اور کاموں میں مشغول ہیں' میں نے عرض کیا آپ کے خدام کی کتابیں حاضر ہیں' کتب خانہ میں دواوین کی

ابتداء مضر سے کی جائے۔ پھر ربیعہ اور اس کے بعد یمن کے شعراء کے دواوین رکھے جائیں، جو دواوین خزانہ الکتب میں نہ ہوں اس کے لئے خدام کی کتابیں جو خدام کی مسموعات سے ہیں حاضر ہیں۔ اس کا کوئی معاوضہ بھی مطلوب نہیں۔ آپ کے خزانہ الکتب میں وراق ہیں انہیں مشاہرہ ملتا ہے۔ نقل کرلیں کتب خانہ میں جلد ساز ہیں وہ ان کی جلدیں باندھیں' یہ سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا' میں نے عرض کیا یہ کسی پیش بندی کے لئے نہیں' ایسی حالت میں مجھے خود اپنی کتابوں پر افسوس ہے مگر میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ جس کام کو ہمارے آقا کریں وہ کمال کو نہ پہنچے' کہنے لگا جب ہم دوسرے کاموں میں مصروف ہیں تو کیا کریں' میں نے عرض کیا سرکار! اس خزانہ الکتب کو اپنے دونوں ولی عہد ابو جعفر اور ابو الفضل کے نام کر دیں اور جن کتابوں کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اس پر خلیفہ راضی باللہ راضی ہوگیا' کتابیں نکالنے کا حکم دیا ہمیں بٹھالیا' ہم انہیں چھانٹنے لگے اور خلیفہ کے سامنے ان کے فرزندوں میں تقسیم کرنے لگے جو پسند خاطر ہوئیں وہ رکھ لیں باقی ہمیں بخش دیں' جن میں بیشتر کتابیں ایسی تھیں جو سونے کے مول بیچی جاسکتی تھیں۔"(۱۵۶)

اس سے معلوم ہوا کہ کتب خانہ میں کتابیں باعتبار موضوع ترتیب سے رکھی جاتی تھیں' وراقوں اور جلد سازوں کا عملہ رکھا جاتا تھا۔

راضی باللہ کے کتب خانہ میں صرف کتابیں ہی نہ تھیں' بلکہ تحائف' خطوط اور تحریریں بھی محفوظ کی جاتی تھیں۔ ۹۳۷ء / ۳۲۶ھ میں شاہ روم کا خط راضی باللہ کے نام آیا۔ یہ رومی زبان میں تھا۔ متن سونے سے' ترجمہ چاندی سے لکھا گیا تھا۔ اس میں یہ بھی وضاحت کی گئی تھی کہ ہم نے بارگاہ خلافت میں سونے چاندی کے مٹکے' پیالے' جواہرات' چاندی کی ٹہنیاں' پردے اور ریشمی سونے کے کاموں کے کپڑے رومال اور بہت سی عمدہ عمدہ چیزیں بھیجی ہیں۔ قبول فرمائیں اور قیدیوں کو رہا کریں۔ خلیفہ نے جواب دیا: "ہم نے یہ تحفے قبول کیے اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دیا۔"(۱۵۷)

خلیفہ قائم بامراللہ عباسی کی علمی خدمات

قائم بامراللہ ابو جعفر عبداللہ احمد بن اسحاق عباسی (۳۹۱-۴۶۷ھ / ۱۰۰۱-۱۰۷۵ء) خدا ترس بیدار مغز، انصاف پسند، انشا پرداز ادیب و شاعر تھا۔(۱۵۸) اسے بھی اپنے اسلاف سے ورثے میں خزانہ الکتب ملا تھا۔ اس میں کتابوں کے علاوہ شاہ روم و قسطنطنیہ کا وہ تاریخی خط بھی تھا جس کا متن ایک چادر پر یونانی زبان میں بین السطور عربی ترجمہ کے ساتھ ۴۴۳ھ میں خلیفہ کو بغداد بھیجا گیا تھا۔(۱۵۹) اور وہ کتابیں جو خلیفہ کے نام معنون کی گئی مکحفوظ تھیں۔(۱۶۰)

خلیفہ المقتدی بامراللہ عباسی کی خدمات

المقتدی بامراللہ ابو القاسم عبداللہ بن محمد عبداللہ عباسی (۴۴۸-۴۸۷ھ / ۱۰۵۶-۱۰۹۴ء) ادیب، شاعر، علم اور اہل علم کا قدردان تھا۔(۱۶۱) خلفاء عباسیہ کی طرح مقتدی کا بھی خزانہ الکتب تھا۔ جس کا نام خزائن الحکمۃ المولویۃ المقتدیہ تھا۔ مشہور شاہی طبیب ابو علی یحیٰ بن عیسیٰ بن جزلہ بغدادی المتوفی ۴۹۳ھ نے "تقویم الابدان فی تدبیر الانسان" اس کے نام معنون کی تھی۔ اس کے آغاز میں لکھتا ہے:

"خادم ابن جزلہ خزائن حکمۃ مولویۃ المقتدیہ اللہ تعالیٰ اسے دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے علم طب کی بقدر ضرورت جو بہت بڑے اطباء کی لکھی ہوئی کتابوں اور تدبیر امراض و معرفت اسباب و اغراض سے مستغنی کرے خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس غرض کے لئے یہ کتاب لکھی ہے۔"(۱۶۲)

اس طرح ابن جزلہ نے مواد طبیہ کے موضوع پر "منہاج البیان فیما یستعملہ الانسان" مقتدی کے لئے لکھی تھی۔(۱۶۳) اور اس کی فرمائش پر ابوالحسن سعید بن ہبۃ اللہ المتوفی ۴۹۵ھ نے "المغنی فی الطب" لکھی تھی۔(۱۶۴)

خلیفہ المستنجد باللہ عباسی کی خدمات

المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن محمد مستنظہر عباسی (۵۱۰-۵۶۶ھ / ۱۱۱۶-۱۱۷۰ء) منصف و رعایا پرور خلیفہ تھا اس نے بہت سے ٹیکس معاف کئے تھے یہ اچھی باتوں کا حکم دیتا اور بری باتوں سے

روکتا تھا۔(۱۶۵) اس کا خزانتہ الکتب اس کے وزیر ابن ہبیرہ المتوفی ۵۶۰ھ نے کتاب الافصاح کا نسخہ نقل کرا کر اس کے کتب خانہ میں داخل کیا تھا۔(۱۶۶) جو مستنجد کے خزانتہ الکتب کا بین ثبوت ہے۔

خلیفہ المستضی باللہ کی علمی خدمات

المستضی باللہ ابو محمد حسن بن یوسف المتقفی عباسی (۵۳۶-۵۷۵ھ ر ۱۱۴۲-۱۱۸۰ء) درگزر کرنے والا خلیفہ تھا۔ اس کا خزانہ الکتب تھا۔ اس نے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد خیرات و صدقات کے علاوہ اپنے خزانہ الکتب سے مصاحف کا تحفہ بھی نامور اہل علم کو بھیجا تھا۔ اس میں ایک نہایت خوشخط مطلا مصحف ابن الجوزی کو بھی پہنچایا تھا۔(۱۶۷) مدارس میں مال و دولت بھی بانٹا تھا۔(۱۶۸) یہ علماء کو مجالس وعظ منعقد کرنے کی ترغیب دیتا اور خود بھی لوگوں سے نظر بچا کر ان کا وعظ سنتا تھا۔(۱۶۹) جو اس کی علم دوستی کی دلیل ہے۔

خلیفہ الناصرلدین اللہ عباسی کی علمی خدمات

الناصرالدین اللہ ابو العباس احمد بن حسن بن یوسف عباسی (۵۵۳-۶۲۲ھ ر ۱۱۵۸-۱۲۲۵ء) اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ بڑا مدبر، ہوشمند و جاہ و جلال کا فرمانروا، عالم، مصنف، اہل علم کا قدر دان و معارف پرور تھا۔(۱۷۰) علماء کو کتابیں اور مصحف تحفہ میں بھیجتا۔ ان کے وظیفے جاری کرتا تھا۔(۱۷۱) اسے شاندار عمارتیں بنوانے اور ان میں کتب خانے قائم کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس نے پینتالیس ۴۵ برس حکومت کی۔ اس مدت میں عمارتیں، رباطات، مہمان خانے، مسجدیں بنوائیں، ان میں عون و معین بنوائے، اپنی ماں کا تکیہ بنوایا اس سے متصل مدرسہ تعمیر کرایا، والدہ کے محل کو سرائے میں تبدیل کرایا، شاہی بازار کی مسجد بنوائی، رباط مرزبانیہ کو آباد کیا، ہر محلّہ میں حاجیوں کے واسطے مہمان خانے بنوائے، ان پر بے دریغ روپیہ صرف کیا۔ ان مقامات میں کتب خانے اور دارالمطالعے کھولے۔(۱۷۲) مورخ ابن الدبیثی کا بیان ہے:

"موصوف نے مسجدیں، رباطات اور مدرسے آباد کئے۔ "کتاب روح العارفین" لکھی

اس میں اپنے شیوخ کی سند سے حدیثیں جمع کی تھیں۔ محدثین کو اس کی اجازت دیتا تھا۔
یہ کتاب بغداد کی سو سے زیادہ مسجدوں میں پڑھائی جاتی تھی۔"(۱۷۵)

اس سے ظاہر ہے کہ بغداد میں دبیثی کے زمانہ میں سو سے زیادہ مسجدوں میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا اور ان میں کتب خانے بھی موجود تھے اس لئے مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ: جوامع و مساجد میں کتب خانے قائم کئے جاتے تھے۔(۱۷۶) مورخ ابن الطقطقی نے تصریح کی ہے کہ موصوف نے مہمان خانے، مسجدیں، رباطات، مدرسے زیادہ بنوائے تھے۔(۱۷۷)

مشرق میں خلفاء میں علم دوستی، معارف پروری، کتب خانوں کے قیام اور علم کی نشر و اشاعت میں خلیفہ ناصرلدین اللہ خلیفہ الحکم الثانی کی نظیر تھا۔ مورخ ابن خلدون لکھتا ہے:

"الحکم الثانی کے زمانہ میں اندلس میں اتنے کتب خانے جمع ہوگئے تھے جو نہ اس سے پہلے کسی کے عہد میں اور نہ اس کے بعد کسی کے دور میں جمع ہوئے، سوائے الناصر عباسی ابن المستضی کے۔"(۱۷۸)

خلیفہ الناصر عباسی کا عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ اس میں مختلف علوم و فنون کی اس کثرت سے کتابیں جمع کی گئی تھیں کہ اس کتب خانہ سے مختلف کتب خانوں میں ہزاروں کی تعداد میں کتابیں وقف کی گئی تھیں، صرف مدرسہ نظامیہ بغداد میں دس ہزار مجلدات بھیجی گئی تھیں۔ سبط ابن الجوزی کا بیان ہے:

"سنہ ۵۸۹ھ میں خلیفہ نے مدرسہ نظامیہ کے دارالکتب کی تجدید کی اور اس میں دس ہزار مجلدات بھیجیں جن میں نامور خطاط کی لکھی ہوئی کتابیں تھیں۔"(۱۷۹)

خلیفہ نے شاہی کتب خانہ سے انتخاب کا اہم کام نامور مہندس و عالم محاسب برہان الدین ابو الرشید مبشر بن احمد رازی المتوفی ۵۸۹ھ کے سپرد کیا تھا اور انہی کے زیر نگرانی خزانہ دارالمسناۃ، خزانہ رباط خاتونی، اور کتب خانہ جامعہ نظامیہ میں کتابیں انتخاب کرا کر بھیجی گئی تھیں۔(۱۸۰)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتابوں کے انتخاب و خریداری کے لئے مخصوص طور پر نگران بھی مقرر کئے جاتے تھے۔ بادشاہوں، وزیروں اور امیروں کے کتب خانوں میں ایک ایک کتاب کے کئی کئی نسخے

تحقیق کے لئے ہی نہیں تقسیم کی غرض سے بھی رکھے جاتے تھے۔ جیسا کہ یحییٰ بن خالد برمکی اور عبدالملک زیات کے کتب خانے میں اس کا تفصیل سے ذکر آئے گا۔

خلیفہ المستنصر باللہ عباسی کی علمی خدمات

المستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن محمد بن احمد عباسی (۵۸۸-۶۴۰ھ ر ۱۱۹۴-۱۲۴۲ء) بڑا فاضل، سخی، معارف پرور، علم و اہل علم کا قدردان اور بزرگوں کا عقیدت مند تھا۔ داد و دہش بہت کرتا تھا، رفاہ عام کے کاموں میں خوب دلچسپی لیتا تھا اسے تعلیم اور کتب خانوں سے خاص شغف تھا۔ اس نے جامعہ مستنصریہ قائم کیا تھا۔ سبط ابن الجوزی کا بیان ہے:

"مذہب کے معاملہ میں متعصب نہیں تھا، دنیا میں جامعہ مستنصریہ کی نظیر نہ تھی اور نہ عراق میں پہلے کبھی اس جیسا مدرسہ بنایا گیا تھا، اس نے مسجدیں اور مزار بنوائے، راستوں پر سرائیں آباد کی تھیں۔ یہ بزرگوں کی زیارت کرتا ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ان کے حالات معلوم کرتا رہتا" (۱۸۱)

مورخ ابن الفوطی لکھتا ہے:

"اس کا ظاہر و باطن بہت اچھا تھا، رعایا کے ساتھ انصاف کرتا اور علماء کا احترام کرتا تھا۔" (۱۸۲)

مورخ ابن الطقطقی رقم طراز ہے:

"اس کی عمدہ یادگار ہیں ان میں سب سے بڑی یادگار المستنصریہ ہے اور انہی میں خان حربی، اس کا پل، نواح واسط میں نہر سابس کی رباط، خاتونی رباط، مسجدیں، رباطات اور مہمان خانے وغیرہ ہیں۔" (۱۸۳)

"اس نے اہل علم اور اہل دین کو اپنے قریب رکھا، مدرسے، سرائیں، شفاخانے بنوائے، دین کا بول بالا کیا، سنن کی اشاعت کی۔" (۱۸۴)

مستنصر باللہ کا نہایت عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ جامعہ مستنصریہ کی تکمیل کے بعد اس میں دینی' سائنسی' تاریخی و ادبی علوم کی نہایت نفیس ایک سو ساٹھ ۱۶۰ بار شتر کتابیں خزانہ شاہی سے منتقل کی گئی تھیں۔ اس کے وزیر نصیرالدین ابوالازہر احمد بن ناقد المتوفی ۶۴۳ھ نے خازن کتب و شیخ رباط حریم عبدالعزیز بن لف اور خزانہ شاہی کے خازن ضیاء الدین احمد کو مدرسہ میں آکر کتابوں کو رجسٹر میں داخل کرنے اور فہرست سے مقابلہ کرنے پر مامور کیا تھا' انہوں نے فہرست سے مقابلہ بھی کیا اور انہیں اچھی ترتیب پر فن وار مرتب کیا تاکہ آسانی سے نکالا جاسکے اور نکالنے والے کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔(۱۸۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دانشگاہوں کے کتب خانوں میں کتابیں موضوعی ترتیب سے رکھی جاتی تھیں۔ جامعہ مستنصریہ کا کتب خانہ کتابوں کی کثرت اور نسخوں کی ندرت میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس میں بہت سے خزائن کتب وقف کیے گئے تھے اور اس میں وقف کردہ نسخوں کے حسن و خوبی کی مثال کبھی کانوں نے سنی بھی نہ تھی۔(۱۸۶)

خلیفہ مستعصم باللہ عباسی کی علمی خدمات

مستعصم باللہ ابو احمد عبداللہ منصور بن محمد عباسی (۶۰۹-۶۵۶ھ ر ۱۲۱۲-۱۲۵۸ء) یہ آخری عباسی تاجدار علم اور اہل علم کا قدردان تھا۔ اس نے تخت خلافت پر متمکن ہونے کے سال بھی بعد ۶۴۱ھ میں اپنے محل سرا کے پاس منظرۃ الریحانیین میں باغ کے پیچھے ایک عظیم الشان کتب خانہ بنوایا تھا اس کی دیواروں پر ملک الشعراء صفی الدین عبدالمومن کے حسب ذیل اشعار کندہ کرائے تھے۔

انشاء خلیفتہ العلوم خزانہ

سارت بسیرۃ فضلہ اخبارھا

خلیفہ نے علوم کا خزانہ بنایا

خلیفہ کی فضیلت مآب سیرت کی وجہ سے اس کی داستان دور تک پھیل گئی ہے۔

تجلو عروسا من غرائب حسنھا

در الفضائل و العلم نثارها

فضائل کے موتی اور علوم کی لڑیاں :۔: دلہن کے حسن کو نکھار رہے ہیں۔

اهدی مناقبه لها مستعصم

بالله من لا لانه انوار ها(۱۸۷)

اللہ سے اس خلیفہ کے لئے حفظ و امان کا طلب ہوں۔

علوم و فضائل کے موتی اور انوار کو اس کے حضور میں بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ افتتاح کتب خانہ کے موقعہ پر شاعر اشعار کہتے تھے اور انہیں کتب خانوں کی دیواروں پر کندہ کرایا جاتا تھا۔ اس کتب خانہ میں نہایت نفیس کتابیں منتقل کی گئیں اور اس کی چابیاں اس کے خازن صفی الدین کے سپرد کی گئی تھیں۔(۱۸۸) خلیفہ نے وسط بغداد میں عطر فروشوں کے بازار سے متصل، قصرشاہی کے قریب بہت بڑے باغ کے پیچھے آمنے سامنے باب بدر کے پاس دو کتب خانے بنائے تھے۔ صفی الدین کا بیان ہے: "یہ منظرہ' مستظهرباللہ کے محل سرا سے متصل بنوایا تھا۔ اس کے پیچھے بڑا وسیع باغ تھا اور اس میں آمنے سامنے دو کتب خانے تھے۔ جنہیں خلیفہ شہید مستعصم باللہ نے المنظرہ کے پیچھے تعمیر کرایا تھا۔(۱۸۹)

ان میں سب سے پہلے کتب خانے پر مندرجہ ذیل اشعار کندہ تھے۔

انشاء عمارتها خليفته عصره

ولا زالت الا ملاک من انصاره

خلیفہ وقت نے اس عمارت کتب خانہ کو تعمیر کرایا ہے۔

تمام املاک اس کی مددگار اور اس کے زیر تصرف ہیں۔

مستعصم بالله من اوصافه

جمع العلوم بليله و نهاره

مستعصم باللہ اللہ کی رسی کو تھامے رکھنا اور سی سے التجا کرنا۔

اس کے اوصاف میں سے ہے اس نے علوم و فنون کو شب و روز جمع کیا ہے۔

فاصولها من بيته و فروعها

تقرا علیه و کتبه فی داره

اصول و فروع اسی کے گھر سے نکلے ہیں۔

وہ اس پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کی کتابیں اس کے گھر میں ہیں۔

اور دوسرے کتب خانہ پر حسب ذیل شعر لکھے ہوئے تھے۔

خلیفته الله قد اکملت بنیتها

فلیس فی وقتها شئی یدانیها

خلیفہ اللہ نے اس عمارت کی بنیاد کی تکمیل کی ہے۔

چنانچہ اس وقت کوئی عمارت اس کا مقابلہ نہیں کرتی۔

اودعتها من عقول الناس ما سمحت

به النفوس و ابدت من معانیها

اہل علم و دانش نے جو علوم و فنون کتابوں میں یادگار چھوڑے ہیں۔

اور جو معانی بیان کئے ہیں ان کو اس کتب خانہ میں ودیعت رکھا گیا ہے۔

حتی کان شیوخ العلم قاطبته

جاء وا الیک وقد انکبتهم فیها(۱۹۰)

تاآنکہ تمام شیوخ علم تیرے پاس آئے اور تم نے

کتب خانہ قائم کرکے ان کے علوم و معارف کو محفوظ کر دیا۔

ان کتب خانوں میں ایک "خزانہ الکتب القدیمہ" اور دوسرا "خزانہ الکتب الجدیدہ" کے نام سے موسوم تھا۔ ان کے خازن بھی دو تھے، قدیم کتب خانہ کے خازن صدر الدین علی بن نیار اور کتب خانہ جدید کے خازن صفی الدین عبدالمومن ارموی موسیقار تھے۔(۱۹۱) خلیفہ مستعصم باللہ قدیم خزانتہ الکتب

میں بیٹھ کر کتابوں کا مطالعہ کرتا اور جن لوگوں کی درخواست پر صدر الدین سفارش کرتے تھے۔ اپنی مہر ثبت کرتا تھا۔(۱۹۲)

عباسی خلفاء کی سندھ کے علوم و فنون سے دل چسپی

عباسی عہد میں دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور نے حکمت و فلسفہ اور طب و نجوم وغیرہ کی طرف سے توجہ کی' اس کو نجوم و فلکیات سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس کے بعد ہارون رشید اور مامون نے ابو جعفر منصور کے کام کو آگے بڑھایا۔ ہارون رشید نے بغداد میں بیت الحکمۃ کے نام سے ایک عظیم الشان علمی و فنی دائرۃ المعارف قائم کیا۔ جس میں منطق' فلسفہ' طب' ریاضی' نجوم اور دیگر علوم و فنون کے علماء و فضلاء سے دوسری زبانوں کی علمی اور فنی کتابوں کے ترجمے کرائے اور مختلف بلاد و امصار میں علمی اور فنی وفود بھیج کر نوادرات حاصل کئے۔ فلاسفہ' حکماء اور اطباء کو دعوت دی۔ بعد میں مامون نے بیت الحکمۃ کی سرپرستی کرکے شاہان روم کے پاس گراں قدر ہدایا و تحائف بھیجے۔ اور یونانی فلاسفہ و اطباء کی کتابیں منگا کر ان کے ترجمے کرائے۔ بیت الحکمۃ کئی سو سال تک قائم رہا۔ یہاں تک کہ ۶۵۶ھ میں تاتاریوں نے اسے تباہ کردیا۔

ابو جعفر منصور کے زمانہ میں پہلی بار سندھ کے علم نجوم و فلکیات کا عربی زبان میں ترجمہ ہوا۔ ۱۵۶ھ میں سندھ کا ایک پنڈت جو یہاں کے حساب سندھند (سدھانت) میں مہارت رکھتا تھا۔ ابو جعفر منصور کی خدمت میں بغداد پہنچا' اس کے پاس اس فن کی ایک کتاب بھی تھی جس میں بارہ ابواب تھے۔ اس نے بتایا کہ میں نے اس کو کردجات نام کی ایک بہت بڑی کتاب سے انتخاب کیا ہے۔

یہ کتاب ایک سندی راجہ قبغو کی تصنیف تھی۔ اس میں علم الحساب اور علم النجوم کے مسائل نہایت اچھے انداز میں بیان کئے گئے تھے۔ جن سے ستاروں کی حرکات' کسوف' خسوف' مطالع' بروج' اور فلکیات کے دوسرے مسائل کا علم نہایت صحیح طریقہ پر ہوجاتا تھا' ابو جعفر منصور نے حکم دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کرکے ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس کو اہل عرب نجوم و فلکیات کے مسائل میں بنیاد قرار دیں' چنانچہ محمد بن ابراہیم فزاری نے اس کا بیڑا اٹھایا اور سندھند الکبیر کے نام سے کتاب لکھی' خلیفہ مامون کے زمانہ تک یہی کتاب اس فن کی اصل مانی گئی۔ اسی زمانہ میں ابو جعفر بن موسیٰ خوارزمی نے اس کا اختصار کرکے زیچ خوارزمی تیار کی اس

کتاب اور زیچ میں خوارزمی نے سندھند کے حسابات سے اختلاف کرکے بعض مسائل میں ایرانی حساب کو ترجیح دی تھی، پانچویں صدی تک اسی کتاب اور اسی زیچ سے اہل فن فائدہ اٹھاتے رہے۔(۱۹۳)

اس کے بعد جب ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد برمکی کو وزارت دی اور برامکہ کے اقبال کا ستارہ عروج پر ہوا تو انہوں نے علوم و فنون کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ کہنا چاہئے کہ ہندی علوم و فنون اور یہاں کے علماء اور ان کی کتابوں سے پوری واقفیت ان ہی کے ذریعہ ہوئی۔ انہوں نے ہندوستان کے اہل علم و فن کو بیت الحکمتہ میں رکھا، یہاں کی کتابوں کے ترجمے کرائے، اطباء و حکماء کو یہاں بھیج کر جڑی بوٹیاں اور دوائیں منگائیں، اور ان کو استعمال کرایا۔

یحییٰ بن خالد برمکی کو سندھ سے خاص تعلق کی وجہ یہ تھی کہ اس کے بیٹے موسیٰ بن یحییٰ اور پوتے عمران بن موسیٰ نے یہاں کی امارت میں رہ کر شاندار کارنامے انجام دئے تھے اور سندو عرب میں اس خاندان کو نیک نامی اور مقبولیت حاصل تھی۔

ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی اور برامکہ کی ایک جماعت نے عربوں کے دور حکومت میں سندھ سے دلچسپی لے کر وہاں کے اطباء اور حکماء کو بغداد آنے کی دعوت دی اور سندی علوم و فنون کا اہتمام کیا۔ یحییٰ بن خالد نے ایک آدمی کو اس غرض سے سندھ بھیجا کہ وہ سندی عقاقیر اور جڑی بوٹی لائے اور یہاں کے لوگوں کے مذاہب پر کتاب لکھے، چنانچہ اس نے یہ کام کیا اور کتاب بھی لکھی۔(۱۹۴)

اس زمانہ میں یہاں کے اطباء میں سے منکہ ہندی، بازی گر، قلبوقل، بہلہ، صالح بن بہلہ، حسن بن صالح بن بہلہ، ابن دھن، خاطف سندی افرنجی وغیرہ بغداد گئے۔

بیت الحکمتہ میں سندھ و ہند کے جو مترجم رکھے گئے تھے ہندی سندی اور عربی زبانوں کے ماہر تھے اور یہاں کی علمی و فنی اور طبی کتابوں کا ترجمہ کرتے تھے۔ مثلاً" ابن دہن ہندی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرنے کے ساتھ برامکہ کے شفاخانے کا ناظم و مہتمم تھا اور منکہ ہندی ان مترجمین میں تھا جو اسحاق بن سلیمان بن علی ہاشمی کی ماتحتی میں بیت الحکمتہ میں کام کرتے تھے۔(۱۹۵) یہ وہی اسحاق بن سلیمان ہاشمی ہے جو بصرہ کا حاکم رہ چکا تھا اور ایک مرتبہ سندھ کی حکومت اس کے حوالہ کی گئی تھی۔

مامون کے زمانہ میں عرب کا نامی گرامی طبیب ابراہیم بن فزارون امیر غسان بن عباد کوفی کے ساتھ سندھ گیا اور ایک مدت تک دارالحکومت منصورہ میں رہا۔ اس مدت میں اس نے یہاں کے علم طب اور دواؤں کے بارے میں معلومات حاصل کی اور سندی طب کے عرب میں جانے کا سبب بنا۔

علم حساب و ہندسہ میں سندھ کا حصہ

سندھ کے ہر مورخ اور سیاح نے یہاں کے علم الحساب کا اعتراف و اقرار کیا ہے۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ اگر سندی حساب کے اعداد و خطوط نہ ہوتے تو علم الحساب کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوگیا ہوتا' ضرب اور تقسیم کے طریقے نا معلوم ہوتے' تورات اور تورات التنورات کو لوگ نہ جانتے اور اگر جانتے بھی تو بڑی محنت و مشقت کے بعد جانتے' تور سندھ کے حساب میں ایک مقدار ہے جس میں بہت سے ہزار جمع کئے جاتے ہیں' ابو اسحاق صابی نے عید کی تہنیت کے موقع پر کہا ہے:

میں بادشاہ کے لئے لمبی دعا نہیں کرتا۔ اللہ تعالی امن و سلامتی کے ساتھ اس کی عمر طویل کرے۔(۲)

(۹) بلکہ لطیف انداز میں ایسا اختصار کرتا ہوں' جو دعا کے عام معانی پر حاوی ہو۔(۱۱)

(۹) میری دعا ہندی اعتماد سے حرفوں کے مانند کم ہے جس میں بہت زیادہ مقدار و تعداد پنہاں ہوتی ہے۔(۱۷)

قاضی صاعد اندلسی نے لکھا ہے کہ سندھ کے علوم میں غبار کا حساب نہایت مختصر' آسان اور کارآمد ہے' اس سے اہل ہند کی حساب میں مہارت اور جولانی طبع کا پتہ چلتا ہے۔ اس کو ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی نے پھیلایا ہے۔(۱۹۶) ابتداء میں اہل عرب گنتی اور عدد کو اپنے الفاظ میں لکھتے تھے' جب ہندی کے ارقام اور ہندسے وہاں پہنچے جن میں ہر مقدار کے لئے مختصر اور سادہ شکل تھی۔ تو انہوں نے اسی کو اختیار کیا اور اس کا نام ہندی حساب اور ارقام ہندیہ اور اشکال ہندسیہ رکھا' اور ہندسوں کی شکل میں معمولی سی تبدیلی کرکے عربی طرز کتابت سے قریب کیا۔ پھر مرور زمانہ سے ان میں نمایاں فرق ہوگیا اور ان کو عربی ہندسہ کہا جانے لگا' حتیٰ کہ اہل یورپ نے اسے اختیار کرکے اس کا نام عربی ہندسہ ہی رکھا۔ اس طرح سندی' عربی اور انگریزی ارقام اور ہندسے ایک ہونے کے باوجود مختلف نظر آنے لگے۔

عباسی دور میں ہندوستان کے علم الحساب پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں، احمد بن عمر کرابیسی علم ہندسہ اور اعداد کے افاضل علماء میں سے تھا۔ اس نے اس فن میں متعدد کتابیں تصنیف کیں، جن میں ایک کتاب "الہندی" بھی ہے۔ مجتبیٰ الطاکی کی تصانیف میں ایک کتاب "التحت الکبیر" سندی حساب میں ہے۔ ابونصر محمد بن عبداللہ کلو اذی زبردست حساب دان تھا۔ اس نے بھی ہندی حساب پر کتاب التحت لکھی ہے۔ اسی طرح سنان بن فتح حسانی حساب و اعداد کے فن میں بہت آگے تھا۔ اور اس نے بھی کتاب التحت کے نام سے ہندی حساب پر ایک کتاب لکھی۔(۱۹۷)

سندھ میں علم نجوم و فلکیات کی ترقی

علم نجوم کی دو قسمیں ہیں: ایک علم نجوم تعلیمی و برہانی جس کے ذریعہ ستاروں کی حرکات، طلوع و غروب، کسوف و خسوف اور ایام و مشہورو سنین معلوم ہوتے ہیں اور دوسری قسم علم نجوم طبعی ہے۔ جس سے ستاروں کے اثرات و احکام اور عالم کون و فساد میں ان کی تاثیرات معلوم کرتے ہیں۔ یہ اسلامی نقطہ نظر سے ناجائز ہے۔ سندھ کے منجمین دونوں اقسام میں مہارت رکھتے تھے۔ قاضی صاعد اندلسی نے لکھا ہے کہ علم نجوم میں اہل سند کے تین مذاہب ہیں، سندھند، ازجیر، اور ارکند، ان میں سے سندھند کا علم نجوم خاص طور سے عرب میں رائج ہوا، اور محمد بن ابراہیم فزاری، حنش بن عبداللہ بغدادی، محمد بن موسیٰ خوارزمی اور ابن الادمی نے اسی کے مطابق اپنی اپنی زیجیں بنائیں، سندھ کے منجموں میں کنکہ ہندی ہیئت عالم، ترکیب افلاک اور حرکات نجوم کا سب سے بڑا عالم و ماہر تھا۔ ابو معشو بلخی نے کتاب الالوف میں لکھا ہے کہ کنکہ علم نجوم میں قدیم علمائے ہند و سند میں سب سے آگے ہے۔ ماشاء اللہ ہندی نے علم نجوم میں بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ محمد بن اسمٰعیل تنوخی منجم نے سندھ جاکر علم و نجوم کے عجائب و غرابت سیکھے اور اقبال و ادبار کی حرکتوں کو معلوم کیا۔ احمد بن عبداللہ حنش بغدادی مامون و معتصم کے زمانہ میں مشہور نجومی تھا۔ اس نے تین زائچے بنائے تھے۔ جن میں سے پہلا زائچہ حساب سندھند کے اصول پر تھا۔ اس میں حنش نے فزاری اور خوارزمی کی آراء سے اختلاف کیا ہے۔ فضل بن حاتم تبریزی ہندسہ ہیئت اور حرکات نجوم کے فن میں بہت آگے تھا۔ اس فن میں اس نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں سے ایک کتاب میں اصول سندھند پر زیج کبیر کی شرح کی ہے۔ حسین بن حمید بن الادمی

کی کتاب ؟جامع لصناعہ التحدیل" ہیئت اور حرکات نجوم میں سندھند کے اصول پر ہے۔(۱۹۸)

ابن باجور کی ایک کتاب "زیج السندھند" ہے۔ یعقوب بن طارق علم نجوم کا ماہر عالم تھا' اس کی کتاب "الزیج" سندھند کے حساب پر درجہ بدرجہ ہے۔ یہ دو کتابوں کا مجموعہ ہے' ایک علم الفلک میں' اور دوسری علم الدول میں ہے۔(۱۹۹)

ابن ندیم نے کنکہ ہندی کی علم نجوم میں ان کتابوں کا تذکرہ کیا ہے' اسرار المولید' القرانات الکبیر' القرانات الصغیر' اور اس فن میں جور سندی کی کتاب "المولید" صنجھل سندی کی کتاب "اسرار المسائل' نہق سندی کی کتاب المولید الکبیر ہے' یہ سب کتابیں سندی و ہندی میں تھیں' ان کے ترجمے عربی میں ہوئے ہیں' نیز سندھ کے ماہرین نجوم میں باکہر' راحہ' صکہ' داہر' آنکو' زنکل' اریکل' جبہو' اندی' جباری کی کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں۔(۲۰۰)

سندھ میں علم طب

علم طب بھی سندھ کے خاص علوم میں ہے اور اس میں یہاں کے اطباء شہرت رکھتے تھے۔ جاحظ نے لکھا ہے:

> اہل سندھ علم طب میں بہت آگے ہیں' ان کے طبی گر ہیں اور امراض عامہ کا معقول علاج بھی ہے۔(۲۰۱)

عقاقیر اور جڑی بوٹی کے علاوہ منتر' اور جادو کے ذریعہ امراض سلب کرنے کا فن بھی تھا۔ سندھ کے قدیم اطباء جن کی کتابوں کے تراجم عربی میں ہوئے' ان میں سے چند کے نام یہ ہیں' آنکو' اندی' باجر' باکہر' باذرد غوغیا' توقشتل' جارا کا' جبہوا' جباری' جودر' داہر' دانائے سند' دبک' راحہ' رائے' اوسا' سامور' سسروتا' سسہ' سیروک' شاناق' ششوز' صکہ' صنجھل' ناقل' نہق۔ اور یحیی بن خالد برمکی نے ہارون رشید کے زمانہ میں جن اطباء سند کو بغداد بلاکر ان سے کام لیا ان میں منکہ' ابن دھن' بازیگر' بہلہ' قلبرقل' خاطف' صالح بن بہلہ' وغیرہ شام ہیں۔

منکہ ہندی بیت الحکمتہ کے ان مترجمین میں تھا۔ جو اسحاق بن سلیمان ہاشمی کی نگرانی میں کام کرتے تھے'

نیز برامکہ کے شفاخانے کا ناظم تھا' یحییٰ بن خالد برمکی نے اس کو سندھ سے بلا کر علاج کرایا تھا۔(۲۰۲)

ابن دھن بھی برامکہ کے شفاخانہ میں معالج تھا۔ اور بیت الحکمتہ میں سندی و ہندی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کرتا تھا۔ بھلہ ہندی نے بغداد جاکر بڑا نام پیدا کیا اور اس کے خاندان میں فن طب مدتوں رہا' اس کا بیٹا صالح بن بھلہ ہارون رشید کا معالج تھا۔ قفطی اور ابن ابی اصیبعہ نے اس کے علاج کا ایک عجیب وغریب واقعہ بیان کیاہے۔ اس کا پوتا حسن بن صالح بن بھلہ بھی مشہور طبیب تھا۔

سندھ کی جو طبی کتابیں عربی زبان میں منتقل ہوئیں ان کے نام یہ ہیں: کتاب ششرذ' اس میں دس مقالات ہیں' یحییٰ بن خالد نے منکہ ہندی کو اس کے ترجمہ کا حکم دیا تھا۔ کتاب استانکر الجامع کی شرح ابن دس نے کی' نیز اس نے کتاب سندستاق کی شرح لکھی' کتاب سیرک کا پہلا ترجمہ فارسی میں ہوا' اس کے بعد عبداللہ بن علی نے عربی میں ترجمہ کیا۔ کتاب مختصر للہندی العقاقیر' یہ جڑی بوٹی کے بیان میں تھی۔ کتاب اسماء عقاقیر الہند' کی شرح منکہ ہندی نے اسحاق بن سلیمان ہاشمی کے حکم سے لکھی۔ یہ بھی جڑی بوٹی کے بیان میں تھی۔ کتاب علاجات الحبالٰی للہند میں حاملہ عورتوں کی بیماریوں کا علاج تھا۔ کتاب توقشتل میں ایک سو امراض کی ایک سو دواؤں کا بیان تھا۔ کتاب روسا ہندیہ فی علاجات النساریہ ایک عورت روسایا روشنی نامی کی کتاب تھی جس میں عورتوں کا علاج درج تھا۔ کتاب السکر للہند' اور کتاب رای الہند فی اجناس الحیات و سموما" کسی راجہ کی تصنیف تھی۔ جس میں سانپوں کے اقسام اور ان کے زہر کے علاج کا بیان تھا۔ کتاب التوھم فی الامراض و العلل توقشتل سندی کی کتاب تھی۔(۲۰۳)

کنکہ ہندی نے نجوم اور طب پر جو کتابیں لکھیں اور عربی میں ترجمہ ہوئی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ کتاب النمودار فی الاعمار' کتاب اسرار الموالید' کتاب القرانات الکبیر' کتاب القرانات الصغیر' کتاب فی الطب' کتاب التوھم' کتاب فی احداث العالم و الدور فی القران' کتاب منازل القمر۔

سانپوں کے اقسام' ان کے زہر اور علاج پر یہاں کی کئی کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں۔ اس خاص علاج میں یہاں کے اطباء مہارت رکھتے تھے۔ ابن ندیم نے اس سلسلہ میں رائے ہند کی کتاب اجناس الحیات و سموما اور ناقل ہندی کی کتاب اجناس الحیات کے نام دئے ہیں۔ غالبا" ان میں دواؤں کے ساتھ منتروں کا ذکر رہا ہوگا۔

جاحظ نے لکھا ہے کہ اہل ہند ایسے منتر بھی جانتے ہیں جو زہر اور درد میں سریع الاثر ہیں اور ان سے علم الفکو پھیلا ہے جس کو زہر پر پڑھا جائے تو وہ ضرر نہیں پہنچاتا۔(۲۰۴)

ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ اہل سند کا یہ خیال ہے کہ وہ منتر کے ذریعہ جو چاہیں حاصل کرلیں' وہ اس سے زہر چوستے اور نکالتے ہیں۔(۲۰۵) زہر اور اس کے علاج میں ابن ندیم نے کتاب السموم للہند کا تذکرہ کیا ہے۔

سندھ کی جڑی بوٹیاں اور دوائیں

اس دور میں سندی طب اور اطباء کی طرح سندی جڑی بوٹیاں اور دوائیں بھی بغداد و بصرہ میں مقبول ہوئیں اور عوام ان کو استعمال کرنے لگے۔ سندی دواؤں اور جڑی بوٹیوں کو بربہار اور بربہارات کہتے تھے اور ان کے منگانے اور فروخت کرنے والے عطاروں کو بندار اور بنادر کے نام سے یاد کرتے تھے۔

طلسمات سندھ

طلسمات' نیر' شعبدہ جات اور جادوگری میں اہل سند قدیم زمانہ سے مہارت رکھتے تھے اور اس فن کی کئی کتابوں کے ترجمے عربی میں ہوئے۔ ابن خرداذبہ نے لکھا ہے کہ اہل ہند و سندھ وہم اور فکر کی قوت سے بہت سے کام بناتے' بگاڑتے ہیں اور نفع و نقصان پہنچاتے ہیں۔ وہ ایسے **تخیلات** کا مظاہرہ کرتے ہیں جن سے عقلمند آدمی حیرت میں رہ جاتا ہے' وہ اپنی قوت ارادی و فکری سے بارش اور سردی کو روک دینے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جاحظ کا قول گذر چکا ہے کہ اہل سندھ علم الفکو سے زہر اتار دیتے ہیں۔ ابن ندیم نے شعبدہ اور نیرنجات کے بیان میں لکھا ہے کہ اہل سندھ کا اس میں اعتقاد ہے۔ علم التوہم سندھ کا خاص علم ہے۔ اس فن میں ان کی کتابیں ہیں۔ جن میں سے بعض عربی میں منتقل ہوئی ہیں۔(۲۰۶)

سندھ کے غرائم و نیرنجات' منتر اور قوت فکریہ کی تاثیر و تاثر کی شہرت مسلمانوں کے عقلی اور فکری حلقوں میں عام تھی۔ اور ان کو مسلمات کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا تھا' چنانچہ علامہ ابن قتیبہ نے تاویل مشکل القرآن میں ایک مقام پر نظر لگ جانے کے منکروں کو ان کے ان ہی مسلمات سے الزام دیتے ہوئے لکھا ہے:

نظر لگنے کا منکر اہل سندھ کی قوت فکریہ اور منتر کے اثر کے دعوے کی کیوں تصدیق کرکے عین

اور اس کے علاج کا انکار کرتا ہے کیا قوت فکریہ کا ضرر عین کے ضرر سے زیادہ تعجب انگیز اور قابل انکار نہیں ہے؟

سسہ ہندی اس فن میں بہت ماہر تھا۔ اس نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں اہل وہم و فکر کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

عطارد بن محمد منجم کی ایک کتاب الجفو الہندی ہے جس میں یہاں کے علم جعفر کا بیان ہے۔

زجر و کہانت میں کتاب زجرالہند ہے، علم خطوط الید (ہاتھوں کی ریکھا) میں یہاں کی ایک کتاب عربی میں منقل ہوئی جس کا نام کتاب خطوط الکف و النظرفی الید للہند ہے۔

قصے کہانیاں

سندھ اور یونان کے باشندے دیومالائی اساطیر و قصص میں قدیم زمانہ سے مشہور ہیں۔ عباسی دور میں سندی علوم و فنون کے ساتھ سندی داستانوں کا ترجمہ بھی ہوا، اس موضوع کی مشہور کتابیں یہ ہیں، کلیلہ و دمنہ، سند بادکبیر، سند باد صغیر، کتاب البد، کتاب بوناسف و بلوہر، کتاب بوناسف، کتاب ادب الہند و الصین، قصہ ہبوط آدم، کتاب طرق، کتاب دبک ہندی، مردوں اور عورتوں کے بارے میں، کتاب ساویرم، کتاب شاناق فی التدبیر، کتاب بیدپا حکمت و دانائی میں، کتاب اطر مشروبات میں۔(۲۰۷)

سندھ کا نغمہ و موسیقی

موسیقی اور غناء بھی یہاں کا خاص فن ہے، رقص و سرور اور موسیقی میں یہاں کے لوگ قدیم زمانہ سے مشہور ہیں، جاحظ نے لکھا ہے کہ سندھ کے لوگوں کی موسیقی طرب انگیز ہے۔ ان کے یہاں کنکلہ نامی باجا ہے جو کدو پر ایک تار کھینچ کر بنایا جاتا ہے اور عود کے تاروں اور چنگ کے قایم مقام ہوتا ہے۔ نیز سندھ میں قسم قسم کے رقص اور عجیب عجیب حرکتیں ہیں۔ سیاہ قوموں کے مفاخر و محاسن میں خوش خلقی اور حسن صوت ہے، خاص طور سے سندھی مغنیات میں یہ بات پائی جاتی ہے۔(۲۰۸)

سندھ کے مغنی اور مغنیات عرب میں خاص شہرت رکھتے تھے اور شعراء و ادباء اور اہل ذوق ان سے لطف

اندوز ہوتے تھے' ابو جمیل عمد مہدی کا مشہور شاعر تھا' اس کے یہاں مطرز سندھی مدنی مشہور مغنی تھا۔ وہ نہایت پارسا اور نیک آدمی تھا۔(اغانی ج ۱۹ ص ۸۳)

خمار قندھاریہ' مشہور مغنیہ باندی تھی جسے عبداللہ بن ربیع نے دو لاکھ درہم میں خریدا تھا۔ اس کی خوش الحانی اور موسیقیت پر ارباب ذوق وجد کرتے تھے۔(۲۰۹)

قاضی صاعد اندلسی نے لکھا ہے: کہ سندھ کے جو علوم و فنون ہم اہل اندلس تک پہنچے ہیں ان میں موسیقیات کی ایک کتاب ہے۔ اس کا نام ہندی میں نافر ہے یعنی ثمار الحکمہ' اس میں الحان کے اصول اور نغموں کے طریقے درج ہیں۔(۲۱۰)

حربی آلات اور سندھ

سندھ کی تلواریں خصوصاً" مقام گلہ کی بنی ہوئی سیوف قلعیہ عرب میں مشہور تھیں۔ یہاں کے بہادر تلوار کے دھنی اور اس کے اوصاف و علامات سے واقف تھے۔ جاحظ نے لکھا ہے کہ اہل سندھ کے یہاں قلعی تلواریں ہوتی ہیں۔ وہ لوگ اس سے کھیلنے اور جنگ کرنے میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔

اصول جنگ اور اسلحہ جنگ پر سندھ کی دو کتابیں عربی میں منتقل ہوئیں۔ ایک کتاب باجر ہندی جس میں تلواروں کی صفات' علامات' برش' جوہریت کا بیان تھا' دوسری کتاب شاناق ہندی جس میں تفصیل کے ساتھ جنگی تدابیر اور سپاہیوں کے انتخاب اور شہسواروں کے اوصاف کا بیان تھا۔(۲۱۱)

ایک اور کتاب ملک الہند القتال و السباح کا ذکر ابن ندیم نے کیا ہے جو کسی راجہ کی تصنیف تھی اور عربی میں منتقل ہوئی تھی۔ یہ قتال یعنی جنگ اور سباح یعنی تیراکی کے بیان میں تھی۔

خطابت اور فصاحت و بلاغت میں سندھ کا کردار

خطابت اور فصاحت و بلاغت عربی زبان کا حق اور عربوں کا حصہ ہے' قدرتی طور سے اس زبان اور اس کے بولنے والوں میں زور بیان اور زبان آوری ہوتی ہے۔ اس فطری ملکہ میں عرب قوم منفرد ہے۔ اس کے باوجود عربوں نے سندھ کے فن خطابت اور فصاحت و بلاغت سے دلچسپی لی ہے اور اس ملک کے خطباء' شعراء

اور ادباء کا تذکرہ کیا ہے' جاحظ نے اہل سندھ کے خصائص کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کے یہاں اشعار کی کثرت اور طویل خطبات ہیں۔ ابن ندیم نے کتاب حدود منطق السند کا تذکرہ کیا ہے جو سندی سے عربی میں ترجمہ کی گئی تھی۔ اس میں یہاں کے فن بلاغت کا بیان تھا۔ ابو الاشعث معمر کا بیان ہے کہ جن دنوں یحییٰ بن خالد برمکی نے ہندوستان کے اطباء کو بغداد میں بلایا۔ میں نے بہلہ ہندی سے دریافت کیا کہ سندھ کے نزدیک بلاغت و فصاحت کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ ہمارے یہاں اس فن میں ایک کتاب لکھی گئی ہے۔ میں اس کا ترجمہ عربی میں اچھی طرح سے نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی مجھے اس فن سے تعلق ہے۔ یہ جواب سن کر مجھے خود اس کتاب کی خوبیوں کے معلوم کرنے کا شوق ہوا' اور میں نے وہ کتاب حاصل کی' اس میں لکھا تھا کہ بلاغت کی شرط اس کے اسباب کا مہیا ہونا ہے۔ یعنی خطیب و مقرر کو جوش پر قابو ہو۔ اعضاء و جوارح میں وقار و سکون ہو' نگاہ قابو میں ہو' قوم سے اس کی زبان میں بات کرے' بڑوں سے ہم کلامی میں بازاری زبان استعمال نہ کرے' ہر طبقہ کے ساتھ گفتگو کرنے پر قادر ہو' نہ معانی باریک ہوں نہ الفاظ بھاری بھرکم ہوں' یہ طرز گفتگو عالم و فلسفی اور دانشوروں سے تخاطب میں اختیار کرے' جو مختصر اور بقدر ضرورت گفتگو کا عادہ ہو۔ سخنوری کو فن کی حیثیت سے جانتا ہو۔ رنگین بیانی اور اعتراض کے نقطہ نظر سے نہ سیکھا ہو' وہ بلیغ ہے۔(۲۱۲)

عباسی خلفاء کے موالی میں ابراہیم بن سندی بلا کا خطیب و مقرر تھا' اس کے الفاظ پر شکوہ اور معانی شاندار ہوتے تھے' وہ اپنی تقریر کے دوران جوش و خروش اور جذبات سے بے قابو ہو جاتا تھا' اس کی باتیں تیر و نشتر بن کر سامعین کے دلوں میں تر جاتی تھیں۔(۲۱۳)

منتجع بن نبہان طائی سندی کا تذکرہ' زبیدی نے طبقات النحویین و اللغویین میں بصرہ کے علمائے لغت کے طبقہ اولیٰ میں کیا ہے۔(۲۱۴) اور جاحظ نے لکھا ہے کہ منتجع بن نبہان سندی نے بچپن صحرا میں گزارا وہ روبہ شاعر سے زیادہ فصیح تھا اور علمائے عراق اس سے تحصیل علم کرتے تھے' جس طرح علمائے شام عکمہ حبشی سے استفادہ کرتے تھے۔ جو عجاج سے زیادہ فصیح تھا۔(۲۱۵)

سندھ میں اسلامی علوم و فنون کا اجمالی جائزہ

سندھ کے مسلمانوں کے حالات کی نایابی کا المیہ

سندھ میں عباسی تاریخ کا سب سے زیادہ افسوس ناک اور تاریک باب یہ ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت، تمدن و حضارت، بود و باش، اخلاق و عادات، انفرادی و اجتماعی حالت اور قومی و ملی زندگی کے بارے میں کوئی بات معلوم نہیں ہے۔ اسی طرح ان کی دینی و مذہبی حالت اور عالم اسلام سے ان کے ربط و تعلق کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس دور کے سیاحوں، تاجروں، جہاز رانوں اور مورخوں، نے سندھ میں رہنے والے اور آنے جانے والے مسلمانوں کے متعلق بیش بہا معلومات فراہم کی ہیں۔ مگر وہی لوگ دارالاسلام یعنی عباسی مقبوضہ کے مسلمانوں کے بارے میں خاموشی سے گزر گئے ہیں، البتہ ان کے مقابلہ میں علمائے طبقات و رجال اور ائمہ حدیث و فقہ نے یہاں کے ارباب فضل و کمال اور اہل علم و فن کے تذکرے اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ جن سے اس دور کے عام مسلمانوں کی دینی و علمی زندگی اور عالی ربط و تعلق کا اندازہ ہوتا ہے، اور ان کی قومی و ملی تاریخ کے چہرے پر جمے ہوئے غبار کی تہ کچھ ہلکی ہوتی ہے، ورنہ ساری داستان سرائی کے باوجود ان کا عنوان مجہول ہی رہ جاتا۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اگر یہاں کے مسلمانوں کی اسلامی زندگی میں ترو تازگی اور شادابی نہ ہوتی تو چمن اسلام کے یہ گل بوٹے کیسے کھلتے جن کے رنگ و بو کی دنیا، سندھ سے لے کر پورے عالم اسلام تک آباد تھی۔ اور جن کے دینی و علمی اور ملی تعلقات کی کڑیاں سندھ و مکران سے لے کر مغرب اقصیٰ اور اندلس تک ملی ہوتی تھیں، جس دور میں اور جس سرزمین سے یہ جہابذہ علم و فن، عباقرہ فضل و کمال، حفاظ حدیث، ائمہ فقہ، عباد و زہاد، قضاۃ و معدلین، شعراء و ادباء، علماء و حکماء، فلاسفہ و متکلمین، اور مختلف علوم و فنون میں سرآمدگان روزگار پیدا ہوئے ہیں، کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ اس دور کے مسلمانوں کا قومی و ملی حال قابل ذکر نہیں تھا۔ خصوصاً جب کہ اس زمانہ میں پورے عالم اسلام میں زندگی ہی زندگی نظر آتی تھی، ہر طرف یقین و عمل کی روح کارفرما تھی، ہر شہر و قریہ دینی نشاط و انبساط سے آباد، ہر راہ علمی قافلوں سے معمور اور ہر بستی علماء سے مشحون تھی اور

مسلمان اسلامی تقاضوں کی تکمیل میں باہم مسابقت کر رہے تھے۔

ہر دور کے علماء اپنے عہد کے ترجمان اور اپنے ماحول کے آئینہ دار ہوتے ہیں جن کی چلتی پھرتی ذات میں ان کی قوم کے خدوخال دیکھے جاتے ہیں۔ ان سے ان کے پورے عہد و دیار کا قومی و ملی حال اور دینی و علمی مزاج معلوم ہوتا ہے' چنانچہ عباسی عہد کے سندی علماء بھی اپنی زمانہ کے ترجمان اور نمائندہ ہیں۔ اسی لئے ہم یہاں کے علماء کے حالات میں نسبتاً" تفصیل سے کام لے کر اس تاریخی خلا کو پر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو یہاں کے مسلمانوں کے بارے میں پایا جاتا ہے۔

علمائے اسلام' علمائے سندھ

دوسری صدی سے چوتھی صدی تک کا زمانہ اسلامی علوم و فنون خصوصاً" علم حدیث و فقہ کے حق میں پربہار' بارونق اور خوش آئند تھا۔ اس میں پورا عالم اسلام گویا ایک مدرسہ تھا۔ اور ہر شہر و قریہ کے علماء و محدثین' علمی اسفار میں دنیا کی خاک چھانتے تھے' مشرق سے مغرب تک تعلیم و تعلم' تحدیث و روایت اور تالیف و تدوین کا سلسلہ جاری تھا اور عالمی شاہراہوں میں رواۃ حدیث' قلم' دوات اور کتابیں لئے رواں دواں تھے۔ اس علمی و دینی قافلہ میں سندی علماء کی اچھی خاصی تعداد رہا کرتی تھی اور یہاں کے طلبہ بھی عالم اسلام میں چل پھر کر تحصیل و تکمیل میں مشغول تھے اور تحصیل و تکمیل کے بعد اپنے وطن واپس آ جاتے تھے یا باہر ہی رہ کر علمی زندگی بسر کرنے لگتے تھے' جو علماء یہاں آ گئے ان کے حالات بہت کم ملتے ہیں اور جو دوسرے ممالک میں رہ بس گئے ان کے کچھ حالات' طبقات و رجال کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ کے بہت سے علماء و محدثین کے تذکرے اور ان کی خدمات ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ جس دور میں پورا عالم اسلام دارالعلم بنا ہوا تھا اور ہر طرف اسلامی علوم و فنون کا چرچا ہو رہا تھا' سندھ میں اسلامی علوم خصوصاً" علم حدیث اور محدثین کا نام و نشان نہیں تھا اور اس دور کے جن چند سندی اہل علم کے نام ملتے ہیں ان کا کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔

یہ خیال سراسر بے بنیاد اور غلط ہے' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں یہاں سندھ میں حدیث کا چرچا عام تھا' ہر بڑے شہر میں محدثین کی جماعت تحدیث و روایت میں مشغول تھی' املاء کی مجلسیں قائم تھیں اور اصحاب و

شیوخ بحث و مذاکرہ کر رہے تھے' دور دراز ممالک کے طلبہ یہاں آتے تھے' یہاں کے طلبہ دور دراز ممالک میں جاتے تھے۔ اور عالم اسلام کے قابل قدر حصہ سندھ و مکران میں بھی دینی علوم کی سرگرمی جاری تھی' مگر افسوس کہ یہاں کے ارباب علم و فن کے حالات مرتب نہیں کیے گئے اور کسی مقامی مورخ و مصنف نے ان کی شخصیات و خدمات کو جمع نہیں کیا۔ اس غفلت کے نتیجہ میں سندھ کی علمی تاریخ کے نقوش نہ ابھر سکے' اور اگر کہیں کچھ دھندلے نقوش باقی رہ گئے تھے تو بعد کے عجمی و عقلی علوم و فنون کا سیلاب ان کو بھی بہالے گیا اور نہ صرف فقہاء و محدثین کے نام اور کام ضائع ہوئے بلکہ اس دور کے ادباء شعراء' حکماء' فلاسفہ' متکلمین اور دیگر اہل علم و فن بھی گوشہ گمنامی کی نذر ہوگئے' اور فقہاء و محدثین کی طرح ان کی خدمات کا بھی نشان نہیں ملتا' ورنہ کون باور کرسکتا ہے کہ تقریباً" تین صدیوں تک سندھ کے مسلمانوں میں اہل علم و فن پیدا ہی نہیں ہوئے اور یہاں کے کسی طبقہ میں علم و علماء کا وجود ہی نہیں تھا۔

سندھ میں اسلامی علوم و فنون اور علماء و فضلاء کے بارے میں آئندہ جو کچھ لکھا جائے گا وہ غیر سندی مصنفوں کی کتابوں سے ماخوذ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ دوسروں ملکوں کے مصنفوں نے اپنے یہاں کے سندی عالم کے تذکرہ میں وہی حالات لکھے جو ان کے یہاں رونما ہوئے یا ان کو ملے اور ان میں کہیں ضمنی اور اتفاقی طور سے ایسی بات آئی جس کا تعلق سندھ سے ہے۔ ایسی ضمنی اور اتفاقی باتیں ہمارے لئے بڑے کام کی ہیں۔

دولت ہباریہ منصورہ کے سقوط کے بعد ۴۱۷ھ سے سندھ میں غزنوی دور شروع ہوا۔ اس سے پہلے چار صدی سے زائد کا زمانہ اس اعتبار سے عربی دور تھا کہ اس میں خلافت راشدہ' خلافت امویہ' خلافت عباسیہ اور عرب حکومتوں کا عمل دخل تھا۔ اور عربی دور کے علماء و فضلاء کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔

عباسی عہد کے علمائے سندھ کا اجمالی تعارف

جس طرح یہاں کے علماء و محدثین علم دین کی طلب میں اپنے ملک کے علاوہ پورے عالم اسلام کی خاک چھانتے تھے اور دور دراز مقامات کا سفر کرکے وہاں کے ائمہ دین و شیوخ حدیث سے تحصیل علم کرتے تھے' اسی طرح انہوں نے اس امانت کی ادائیگی میں دنیا کا چکر کاٹا اور دنیائے اسلام کے قریات و مدن میں جاکر حدیث کی خدمت انجام دی' ہلیبار' کلہ' منصورہ' ملتان' دیبل' قزدار' مکران' سندھ' بوقان وغیرہ سے لے کر بغداد' بصرہ'

مکہ، شام، دمشق، عذبون، اصفہان، مصر، قیروان، قرطبہ، اندلس تک حدیث کا درس دیا، اور جہاں جہاں پہنچے مقامی علماء نے مجلس درس و املاء منعقد کر کے ان سے اکتساب فیض کیا۔

ان کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے عباقرہ علم اور جہابذہ حدیث شامل ہیں، آئمہ و حفاظ نے ان سے سماع و روایت کر کے ان کے فضل و کمال کی شہادت دی۔ سندھ کے افتخار اور یہاں کے مسلمانوں کے ابتہاج کے لئے یہ کیا کم ہے کہ ان کے اسلاف کے حلقہ نشینوں میں امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام دار قطنی، امام خطیب بغدادی، امام ابو عبداللہ حاکم، امام ابوحاتم رازی امام ابن ابی حاتم رازی، امام ابو یعلی موصلی، امام ابو نعیم اصفہانی، امام ابو عوانہ، امام سمعانی، امام ابن عساکر، امام ابو الفتح عبدالغافر کاشغری جیسے مشاہیر اسلام اور محاسن امت نظر آتے ہیں۔ دور دراز ممالک کے طلبہ حدیث آکر ان سے استفادہ کرتے تھے اور وہ بلاد اسلامیہ میں جاکر فیض پہنچاتے۔

علمائے اسلام کی سندھ میں آمد اور علوم کی ترویج میں ان کا کردار

سندھ کے علمی مرکزوں میں مقامی علماء و محدثین کی سرگرمی کے ساتھ باہر کے ائمہ حدیث بھی یہاں آکر تحدیث و روایت میں مشغول رہا کرتے تھے، اور علمی مجلسوں میں شریک ہو کر خود فیض یاب ہوتے اور دوسروں کو فیض یاب کرتے تھے۔

البتہ ان کے حدیث کی روایت کرنے یا مجلس درس قائم کرنے کی تصریح نہیں ہے، مگر اس دور کے علمی و دینی ذوق اور رواج کے مطابق یہاں انہوں نے اپنی سرگرمی جاری کی ہوگی، اس زمانہ میں جو عالم و محدث کسی بستی سے گزرتا تھا وہاں کے اہل علم اس سے استفادہ کرتے تھے، درس و املاء کی مجلس منعقد ہوتی تھی، اور طلبہ حدیث ان میں ذوق و شوق سے شریک ہوتے تھے۔

دوسری کے وسط میں بصرہ کے دو ائمہ حدیث سندھ تشریف لائے، جو امام حسن بصری کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے، اور صاحب الحسن کی نسبت سے مشہور تھے۔

ایک امام ربیع بن صبیح بصری صاحب الحسن متوفی ۱۶۰ھ ان کا شمار بصرہ کے ان ائمہ حدیث میں ہے جنہوں نے سب سے پہلے بصرہ میں حدیث پر مستقل کتاب لکھی۔ انہوں نے حسن بصری کے علاوہ عطاء بن ابی رباح مکی،

یزید رقاشی، قیس بن سعد، حمید الطویل، ابوالزبیر، ابو غالب صاحب ابو امامہ، ثابت بنانی، مجاہد بن جبر، حازم کرمانی اور حبان الصائغ وغیرہ سے روایت کی ہے اور ان سے امام محمد بن حسن شیبانی، سفیان ثوری عبدالرحمٰن بن مہدی، عبداللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، ابو الولید طیالسی، آدم بن ابی ایاس، علی بن عاصم، سلیمان دارانی، محمد بن قاسم اسدی، علی بن جعد، سعید بن عامر اور امام روح وغیرہ نے روایت کی ہے۔

امام ربیع بن صبیح ۱۵۹ھ میں یہاں آئے اور ۱۶۰ھ میں غزوہ باربد میں شریک ہوئے اور واپسی پر یہیں فوت ہوئے، دوسرے امام ابو موسیٰ اسرئیل بن موسیٰ بصری صاحب الحسن ہیں۔ ان کے شیوخ میں حسن بصری کے علاوہ محمد بن سیرین بصری، ابو حازم کوفی، وھب بن منبہ یمانی، وغیرہ ہیں اور ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان، حسین جعفی ہیں۔

اسرائیل بن موسیٰ نزیل الہند کی نسبت سے مشہور ہیں، حافظ ابن حجر اور حافظ عینی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

وہ بہ سلسلہ تجارت سندھ و ھند کا سفر کرتے تھے، اور مدت تک وہاں قیام کرتے تھے۔

ابو اسحاق ابراہیم بن مالک بن بہبود بزاز بغدادی متوفی ۲۶۴ھ صلحائے امت میں سے تھے، انہوں نے حماد بن اسامہ، زید بن حباب، عبیداللہ بن موسیٰ، محمد بن عبید طنافسی، جعفر بن عون، محاضر بن مورع، یحییٰ بن ذکریا، یزید بن ہارون، عبدالوہاب بن عطاء، روح بن عبادہ، ابوداؤد حفری سے روایت کی ہے اور ان سے ابوبکر بن ابی الدنیا، موسیٰ بن ہارون، قاسم بن زکریا مطرز یحییٰ بن محمد بن صاعد، عمر بن محمد صابونی، محمد بن خالد دوری، ابن ابی حاتم رازی، شبابہ، عبداللہ بن امام احمد بن حنبل نے روایت کی ہے۔

ابراہیم بن مالک کا محبوب مشغلہ کھجور کا پودا لگانا تھا۔ جب ایک پودا لگالیتے تو ایک ختم قرآن پڑھتے تھے اور سندھ کا سفر کرکے وہیں سے پودے لایا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم رازی نے لکھا ہے:

وہ سندھ سے کھجور کے درخت لایا کرتے تھے۔(۲۱۶)

ابوبکر محمد بن معاویہ بن عبدالرحمٰن مروانی قرطبی، مروان بن حکم کی اولاد میں ابن الاحمر کی کنیت سے مشہور ہیں، انہوں نے اندلس میں عبید اللہ بن یحییٰ اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے، ۳۰۰ھ سے پہلے

عراق اور بلاد مشرق کا سفر کر کے امام نسائی سے ان کی سنن کی روایت کی' نیز اسی سفر میں فریابی اور ابو خلیفہ جمحی سے روایت کی' اندلس میں سنن نسائی کو سب سے پہلے ابن الاحمر ہی نے رائج کر کے اس کی روایت کی' جلیل القدر' اور ثقہ محدث تھے۔ ایک روایت کے مطابق ان کے جسم میں ایک خطرناک پھوڑا نکلا' جس کے علاج سے عاجز ہو گئے تھے۔ کسی نے بتایا کہ اس کا علاج صرف سندھ میں ہو سکتا ہے چنانچہ وہ یہاں آئے اور صحت یاب ہو گئے۔ اور ذہبی نے لکھا ہے کہ وہ بہ سلسلہ تجارت سندھ آئے تھے:

> وہ بہ سلسلہ تجارت سندھ آئے اور ان کا تیس ہزار دینار کا سامان تجارت غرق ہو گیا اور یہاں سے مفلس ہو کر واپس گئے۔(۲۱۷)

ابو احمد خلف بن احمد بن لیث سنجری بخاری ایک علاقہ کے امیر و حاکم تھے۔ ساتھ ہی علم و فضل سے حصہ وافر رکھتے تھے۔ خراسان اور عراق میں ابو عبداللہ بن محمد بن علی مالیسی' ابو بکر شافعی' عبداللہ بن محمد فاکہی اور ان کے معاصرین سے حدیث کی روایت کی تھی' اور ان سے امام ابو عبداللہ حاکم وغیرہ نے روایت کی تھی۔ وہ کسی معاملہ میں سندھ میں قید کیے گئے اور بحالت اسیری انتقال کیا۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے:

> انہوں نے سندھ میں بحالت اسیری انتقال کیا۔(۲۱۸)

اور امام ذہبی نے لکھا ہے:

> سندھ میں قید خانہ کی اندر شہادت پائی۔

ابو محمد عبدالقوی بن محمد عبدری جنجالی اندلس کے رہنے والے تھے۔ بلنسیہ میں ابو عمر طلمنکی سے روایت کی تھی' انہوں نے اندلس سے مشرق کا سفر کر کے حج ادا کیا' اس کے بعد مصر میں سکونت اختیار کر لی۔ مصر کے شہر اخمیم میں ابو الحسن بن احمد بن حنین نے ان سے روایت کی' اور یہیں سے استاد اور شاگرد دونوں سندھ آئے' ابو الحسن بن احمد کا بیان ہے:

> میں نے مصر سے سندھ تک ان کے ہمراہ ایک ہی جہاز میں سفر کیا ہے۔

ابو سعد محمد بن حسین حرمی' حرم مکہ کی طرف منسوب ہیں۔ اقطاب و اوتاد میں شمار ہوتے تھے۔ مصر' شام اور سندھ کا علمی اور دینی سفر کر کے ہرات میں سکونت اختیار کی' حدیث کے امام و حافظ تھے' احادیث کی کثرت

سے روایت کی اور کتابیں لکھیں، مکہ مکرمہ میں ابو نصر سنجری اور عبد العزیز بن بندار شیرازی سے، بغداد میں خطیب بغدادی سے، مصر میں ابن طبال اور ابن حمصہ وغیرہ سے روایت کی، علامہ سمعانی نے لکھا ہے:

انہوں نے ہند و سند کا بھی سفر کیا تھا۔(۲۱۹)

ابو عبداللہ محمد بن ابو الفوج مالکی مغربی صقلیہ کے باشندے تھے۔ وہاں سے عراق آئے اور وہاں سے خراسان جاکر مختلف علاقوں کا سفر کیا، اسی سلسلہ میں غزنہ اور سندھ بھی آئے اور اصفہان میں فوت ہوئے۔

شیخ الاسلام ابو عثمان اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی، استاد، امام خطیب، مفسر، محدث، واعظ اور علوم و فنون میں اپنے زمانہ کے یکتا عالم تھے۔ مشائخ سے احادیث کا سماع کیا تھا، ان کی اشاعت و حفاظت اور ان کے لئے مجالس کے قیام میں پیش پیش تھے۔ انہوں نے نیشاپور میں ابو العباس تابوتی اور ابو سعید سمسار سے، ہرات میں ابوبکر احمد بن ابراہیم بن فرات، اور ابو معاذ شاہ بن عبدالرحمٰن سے اور شام و حجاز و جبال میں وہاں سے شیوخ و اساتذہ سے احادیث کا سماع کیا۔ اور ۷۰ ستر سال تک نیشاپور، خراسان، غزنہ، سندھ، آمل، ہرات، طبرستان، شام، بیت المقدس اور حجاز میں حدیث کا درس دیا۔ یاقوت حموی نے تصریح کی ہے:

انہوں نے نیشاپور، خراسان، غزنیں، بلاد ہند، آمل، اور طبرستان میں حدیث کی روایت کی ہے۔(۲۲۰)

محمد بن اسمٰعیل تنوخی منجم، وہ علم نجوم کا بڑا ماہر اور فلکیات کے مسائل کا عالم تھا۔ اس فن کی طلب میں دنیا کا چکر کاٹتا تھا، چنانچہ اسی سلسلہ میں سندھ بھی آیا اور یہاں سے بہت کچھ حاصل کیا، قفطی نے لکھا ہے:

اسی سلسلہ میں سندھ آیا اور یہاں سے علم نجوم کے نادر مسائل لے کر واپس گیا۔ جن میں اقابل و ادبار وغیرہ کے مباحث بھی تھے۔(۲۲۱)

سندھی علماء کے عالم اسلام میں تعلیمی اسفار

اس دور میں پورا عالم اسلام گویا ایک مدرسہ تھا۔ جس میں طلبہ گھوم گھوم کر علم دین حاصل کرتے تھے۔ سندھ کے علماء، محدثین بھی ان میں شامل تھے۔ علمی دنیا کا کون سا گوشہ ہے جہاں یہاں کے طلبہ نہیں پہنچے واقعہ یہ ہے کہ علمائے ہند دنیا جہاں کی خاک چھانتے ہوئے ہر

مشہور محدث و امام کی درسگاہ میں جا کر فیض یاب ہوئے۔

امام الدنیا حافظ ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم بغدادی متوفی ۳۴۶ھ نے چھتر ۷۶ سال تک بغداد میں اس شان سے درس حدیث دیا کہ مشرق و مغرب کی علمی نسبتیں ان کے دروازہ پر جمع تھیں، جن میں سندھ کے طلبہ حدیث کی جماعت بھی نظر آتی ہے۔

امام ابو العباس اصم کی درسگاہ میں ملتان و منصورہ کے طلبہ حدیث کی کثرت کا تذکرہ امام ابو عبداللہ حاکم نے یوں کیا ہے:

امام ابو العباس اصم کے حلقہ درس میں سفر کر کے آنے والے طلبہ حدیث کی جو کثرت ہم نے دیکھی ہے عالم اسلام کے کسی شہر میں نہیں دیکھی، میں نے اندلس قیروان، اور بلاد مغرب کی جماعت ان کے دروازے پر دیکھی، اسی طرح طراز، اسبیجاب اور اہل مشرق کی جماعت ان کے دروازے پر دیکھی، اسی طرح فارس، شیراز، خوزستان، والوں کی جماعت ان کے دروازے پر دیکھی، اور یہ مرکزیت و مرجعیت ان کے دینی عزو شرف، شہرت، علوئے مرتبت اور عالم اسلام کے مشرق و مغرب میں مقبولیت کے لئے کافی ہے۔(۲۲۲)

قاضی منصورہ ابو العباس احمد بن محمد تمیمی منصوری نے بغداد کا سفر کر کے وہاں کے محدثین سے روایت کی، نیز فارس میں ابو العباس بن اثرم سے اور بصرہ میں ابو روق حضرانی سے حدیث کا سماع کر کے ایک مدت تک عراق میں قیام کیا۔(۲۲۳)

ابو العباس احمد بن عبداللہ دیبلی فقرائے زہاد میں سے تھے، سمعانی نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

وہ طلب علم کے قدیم صحرا نوردوں میں سے تھے۔

وہ امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری کا شہرہ سن کر نیشاپور گئے اور ابن خزیمہ کی خدمت میں یوں رہ گئے۔ کہ نیشاپور ہی کو وطن بنالیا، نیز انہوں نے ہر شہر کے مشہور محدث سے استفادہ کیا، چنانچہ بصرہ میں قاضی ابو خلیفہ سے، بغداد میں جعفر بن محمد فریابی سے، مکہ مکرمہ میں مفضل بن محمد جندی اور اپنے ہموطن محدث محمد بن ابراہیم دیبلی مکی سے، مصر میں علی بن عبدالرحمن اور محمد بن زیان سے، دمشق میں ابو الحسن احمد بن عمیر بن

جوصا سے، بیروت میں ابو عبدالرحمن مکحول سے، حران میں ابو عروبہ حسین بن ابو معشو سے، تستر میں احمد بن زہیر تستری سے، عسکر مکرم میں حافظ عبدان بن احمد سے اور نیشاپور میں ابن خزیمہ اور ان کے اقران و معاصرین سے احادیث کا سماع کیا۔

خلف بن محمد دیبلی موازینی نے اپنے وطن دیبل میں اپنے ہم وطن علی بن موسیٰ دیبلی سے روایت کی، اس کے بعد بغداد جاکر ان سے اور دوسرے علماء سے روایت کی۔(۲۲۴)

ابو القاسم منصور بن محمد سندی مقری حفظ قرآن میں مشہور، حدیث میں کثیر الروایات اور کتب حدیث کے مخرج تھے، ابو نعیم نے لکھا ہے:

کثیر الروایات تھے اور بصرہ و بغداد میں حدیث کی بہت سی کتابوں کی تخریج کی تھی۔

انہوں نے سندھ سے اصفہان، بغداد، بصرہ اور واسط کا سفر کرکے حدیث کی روایت کی، واسط میں ابوالحسن علی بن حسن شمشاطی واسطی سے قرات حاصل کی، اور ابراہیم بن احمد بزوری، محمد بن جعفر اصفہانی، احمد بن محمد بن رمیح، زید بن علی بن ابو بلال محمد بن ہیثم بن خالد، ابوبکر شذائی، علی بن محمد انصاری سے احادیث کی روایت کی۔

ابو القاسم حسین بن محمد بن اسد دیبلی نے دمشق جاکر امام ابو یعلی موصلی اور دوسرے ائمہ حدیث سے روایت کی۔

ابو عبداللہ محمد بن ایوب عودی کلھی جنوبی ہند کے ساحلی شہر کلہ سے بغداد گئے اور وہاں ابو المہلب سلیمان بن محمد حسن ضبی سے امام اعمش کی بہت سی حدیثوں کی روایت کی۔

ابوبکر محمد بن حسین بن محمد دیبلی مقری نے ملک شام کا سفر کرکے مشہور امام قرات ہارون اخفش کے دو شاگردوں محمد بن نصیر المعروف بہ ابن ابی حمزہ، اور جعفر بن حمدان المعروف بہ ابن ابی داؤد سے قرات حاصل کی۔

ابو حفص عمر بن محمد بن سلیمان مکرانی نے طلب حدیث میں عراق اور حجاز میں ابو الحسن محمد بن احمد بزاز سے روایت کی۔

ابوبکر محمد بن علی بامیانی نے اپنے وطن سے بغداد کا سفر کر کے خطیب بغدادی سے روایت کی۔

حبش بن سندی بغدادی امام احمد بن حنبل کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ ان سے تقریباً بیس ہزار احادیث لکھنے کے علاوہ ان کے مسائل و فتاوے دو جلدوں میں جمع کئے' جو دوسرے شاگردوں کے پاس نہیں تھے' نیز انہوں نے عبیداللہ بن محمد عیشی سے روایت کی۔(۲۲۵)

اسی طرح ابو بکر سندی خواتیمی بغدادی امام احمد بن حنبل کی درسگاہ میں حاضر ہوئے تو وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اور ان کے اجل تلامذہ میں شمار ہوئے' انہوں نے بھی امام صاحب سے بہت سے مسائل اور فتاوے سنے تھے بعد میں بیان کیا کرتے تھے:

ابوبکر احمد بن سندی حداد نے بغداد جاکر محمد بن عباس مئودب حسن بن علویہ قطان' حافظ موسیٰ بن ہارون' حسن بن علی' جعفر بن محمد فریابی سے روایت کی۔(۲۲۶)

ابو محمد موسیٰ بن سندی جرجانی طلب علم میں سندھ سے جرجان اور دیگر مقامات کا سفر کر کے ۲۳۰ھ میں امام وکیع' بن جراح' ابو معاویہ ضریر' ابراہیم بن ابوخالد اور یعیش بسطای وغیرہ سے روایت کی' نیز اسی سفر میں شابہ اور اسمٰعیل بن حکیم سے روایت کر کے جرجان کے قریب بکر آباد میں سکونت اختیار کرلی۔

ابو محمد رجاء سندی کا خانوادہ بیت الحدیث ہے' اور ان کے خاندان میں صدیوں تک ائمہ حدیث پیدا ہوتے رہے۔ انہوں نے عالم اسلام کا سفر کر کے عبداللہ بن مبارک سفیان بن عیینہ' ابن ادریس' ایوب بن تجار یمانی' عبدالسلام بن حرب' ابوبکر بن عیاش' حفص بن غیاث' یحییٰ بن یمان' ابو خالد احمر' ابن وہب' حمزہ بن حارث بن عمیر' عفان بن سیار' نعیم بن ضریس سے روایت کی اور نیشاپور کے شہر سفرائن میں مستقل سکونت اختیار کی۔

ان کے صاحبزادے ابو عبداللہ محمد بن رجاء سندی اسفرائنی نے نضر بن شمیل اور مکی بن ابراہیم وغیرہ سے روایت کی۔

اور حافظ ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء سندی اسفرائنی نے طلب علم میں بہت زیادہ اسفار کئے'

امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

واکثر الترا حال یعنی انہوں نے بہت سے اسفار کئے۔ وطن میں اپنے دادا ابو محمد رجاء سندی سے روایت

کر کے باہر نکلے اور امام احمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم، اسحاق بن راہویہ، ابو عمار، حسین بن حریث، علی بن مدینی، ابن نمیر، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابراہیم بن محمد شافعی اور دوسرے بہت سے شیوخ سے روایت کی، ان کی کتاب الصحیح علی شرط مسلم بہت مشہور ہے۔

ان کے بھائی اسمٰعیل بن محمد بن رجاء سندی بھی زبردست محدث تھے۔ ان کے ایک اور بھائی ابوبکر حمدان بن محمد بن رجاء سندی ہیں۔ انہوں نے ابو کامل فضل بن حسین سے روایت کی ہے۔

ابوالعباس محمد بن محمد دیبلی وراق نے راہ طلب میں مختلف شہروں کی خاک چھانی اور ابو خلیفہ فضل بن جباب جمحی، جعفر بن محمد بن حسن فریابی، عبدان بن احمد بن موسیٰ سکری، محمد بن عثمان بن ابوسوید بصری اور ان کے معاصرین سے حدیث کا سماع کیا۔

ابو جعفر محمد بن ابراہیم دیبلی محدث مکہ کے ذوق طلب کا یہ حال تھا کہ حدیث کی کئی اہم اور نادر کتابوں کو پڑھ کر ان کے خصوصی راوی بنے، ابو عبداللہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی سے کتاب التفسیر کی روایت کی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتاب البر والصلہ کی روایت ابوعبداللہ حسین بن حسن مروزی سے کی، جنہوں نے براہ راست اس کی روایت حضرت عبداللہ بن مبارک سے کی تھی، اور محمد بن زنبور سے اسمٰعیل بن جعفر مدنی کے نسخہ کی روایت کی، جنہوں نے براہ راست اس کی روایت اسمٰعیل بن جعفر سے کی تھی۔ اس کے علاوہ عبدالحمید بن صبیح، محمد بن علی صائغ، اور محدثین کی ایک جماعت سے روایت کی ہے۔

ان کے صاحبزادے ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دیبلی نے موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی صائغ صغیر وغیرہ سے روایت کی۔(۲۲۷)

ابو محمد عبداللہ بن سلیمان بن عیسیٰ سندی نے بغداد جا کر محمد بن عبداللہ بن مسلم بن وارہ، ابراہیم بن ہانی اور امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ وغیرہ سے روایت کی۔

عباس بن عبداللہ سندی امام سعید بن منصور صاحب السنن کا شہرہ سن کر مکہ مکرمہ گئے اور ان سے روایت کی۔

نیز امام ابو الولید طیالسی اور داؤد بن شعیب وغیرہ سے پڑھا۔(۲۲۸)

ابوداؤد سیبویہ بن اسمٰعیل واحدی قزداری نے ابو القاسم علی بن محمد بن عبداللہ حسینی' ابو الفتح رجاء بن عبدالواحد اصفہانی' ابو الحسین یحیٰی بن ابوالحسن رواسی حافظ وغیرہ سے احادیث کا سماع کیا تھا۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن مالاباری سندی مالا بار سے طلب حدیث میں عذبون جاکر جو دمشق کے ساحلی علاقہ صیدا کا ایک شہر ہے۔

عبدالواحد بن احمد خشاب شیرازی سے روایت کی۔ (معجم البلدان ح ص)

ابو ابراہیم اسمٰعیل سندی نے بغداد جاکر سلم بن ابراہیم وراق' سے حدیث کی روایت کی اور بشر بن حارث اور صبیح مولیٰ ام سلمہ سے ان کے ملفوظات و حالات نقل کئے۔ (۲۲۹)

ابو العباس فضل بن سکین سندی نے بغداد جاکر صالح بن بیان ساحلی اور احمد بن محمد رحلی سے روایت کی اور وہیں محلہ قطیعہ میں رہ بس گئے۔ (۲۳۰)

ابوبکر احمد بن قاسم سندی نے احمد بن محمد بن اسمٰعیل ادمی' اور اسمٰعیل بن محمد صفار سے روایت کی۔

ابوبکر احمد بن محمد منصوری نے جرجان کا سفر کرکے امام ابوبکر اسمعیلی اور حافظ ابن عدی سے روایت کی۔

ابو الفوارس احمد بن حسین سندی مصری نے راہ طلب میں مختلف بلاد و امعار کی خاک چھانی' ان کے شیوخ حدیث میں یونس بن عبدالاعلیٰ اور مزنی و ربیع بن سلیمان تلامذہ امام شافعی' ابن لطیف' محمد بن عزیز' محمد بن عمر بن حسین اور دوسرے علمائے کبار شامل ہیں۔ اور مصر میں مستقل قیام کرکے مسند دیار مصر بنے۔

ابوبکر احمد بن محمد ہارون دیبلی مقری نے قرات کی تعلیم امام حسنون بن ہیثم دوری سے حاصل کی تھی' اور حدیث کی روایت جعفر بن محمد قریابی اور ابراہیم بن شریک کوفی سے کی۔

عبدالحمید سندی مالکی امام سحنون کے تلامذہ میں بڑے مقام و مرتبہ کے محدث و فقیہ تھے۔ طلب علم میں سندھ سے افریقہ کے ملک قیروان گئے اور وہیں ۲۵۳ھ میں فوت ہوئے۔

عبداللہ بن حسن بن سندی یہاں سے دمشق اور وہاں سے اندلس گئے اور محدثین کی جماعت سے روایت کی۔ زہد و رقائق میں ایک کتاب بیس سے زائد جلدوں میں لکھی تھی اور اندلس ہی میں ۳۲۵ھ میں انتقال کیا۔

ابو عمر احمد بن سعید بن ابراہیم مالکی سندی نے یہاں سے ہمدان ہوتے ہوئے اندلس کے شہر قرطبہ میں پہنچ

کر شیخ ابراہیم سے ان کے اوراد و وظائف حاصل کیے۔ ابو علی قالی صاحب الامالی سے عربی کی تعلیم حاصل کی اور قاسم بن صبوغ اور محمد بن ابو ولیم سے حدیث کا سماع کیا' اندلس کے مالکی فقہاء ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔ علم و شروط میں ان کی کتاب نہایت مفید اور جامع ہے۔ قرطبہ میں ۳۹۹ھ میں فوت ہوئے۔

ابو الہیثم سندی بن عبداویہ کلبی نے طلب حدیث میں رے' عراق اور مدینہ منورہ کا سفر کر کے وہاں کے شیوخ سے روایت کی' ان کے اساتذہ میں ابراہیم بن طہمان' جریر بن حازم' عبداللہ معمری' خالد بن میسرہ' ابو اویس' ابو معشر' عمرو بن ابو قیس' مندل بن علی' عکرمہ بن ابراہیم' محمد بن مسلم طائفی' عیسیٰ بن عبدالرحمٰن سلمی' زہیر بن معاویہ شریک' ابوبکر نہشلی' عمر بن ابوزائد وغیرہ ہیں۔

فہرست ماخذ باب ہفتم

١ ابن حزم الاحکام ج ۵ ص ۱۰۴

۲ الخطیب ج ۲ ص ۶۸-۶۹

۳ الشاطبی کتاب الاعتصام ج ۱ ص ۱۹۴

۴ الخطیب ج ۱۱ ص ۳۲

۵ الخطیب ج ۴ ص ۱۴۰

۶ الخطیب ج ۱۴ ص ۴۵

۷ الخطیب ج ۶ ص ۱۲۲

۸ الذہبی ج ۳ ص ۱۳۹

۹ الخطیب ج ۷ ص ۲۰۲

۱۰ المقدسی ص ۴۱۵

۱۱ المقدسی ص ۷۹، ۱۷۳، ۲۰۸، ۴۳۹

۱۲ ابن حوقل ص ۳۱۷

۱۳ السمعانی ج ۲ ص ۴۵۱

الذہبی ص ۳۵۲-۳۵۳

۱۴ الخطیب ج ۷ ص ۲۰۴

۱۵ الخطیب ج ۷ ص ۲۰۴

معرفۃ القراء الکبار علی الطبقات الذہبی و الاعصار تحقیق محمد سید جاد الحق ج ۱ ص ۲۱۷

۱۶ یاقوت ج ۶ ص ۲۸۲

١٧ الخطیب ج ٦ ص ١٣٢

١٨ السبکی ج ٢ ص ٢٨٥

١٩ ابن مفلح مقدسی ج ٢ ص ٢٠٩

٢٠ البخاری ج ١ ص ١٣ و ١٩

لامع الدراری علی جامع البخاری از رشید احمد الگنگوہی ج ١ ص ٤٢

٢١ الجصاص ج ٣ ص ١١٦۔١١٧

٢٢ ابن منظور ج ١٣ ص ٢٩٦ (مادہ رحل)

٢٣ ابن خلکان ج ١ ص ٥٨٨

ازھار الریاضی فی اخبار عیاض از المقری ج ٣ ص ٢١٣

٢٤ ابن کثیر ج ٩ ص ٣٤٥

٢٥ خلاصہ تاریخ العرب از سیدیو Sedfillot ص ١١٣۔١١٤

٢٦ ابن خلدون ج ٤ ص ٣١٧

٢٧ سیرہ مغلطای از علاء الدین مغلطای بن قلیج ص ١٠٢

ابن کثیر ج ١٠ ص ١٣٦

٢٨ القفطی ص ١٤٠

٢٩ صاعد طبقات الامم ص ٦٤

ابن ابی اصیبعہ ج ٢ ص ٧٣۔٣٦٩

القفطی ص ٢٢٠۔٢٧٠

تاریخ الخلفاء از السیوطی ص ٢٦٩

٣٠ ترتیب المدارک و تقریب المسالک لمعرفۃ اعلام اعلام مذہب مالک از عیاض تحقیق احمد بکیر محمد۔ ج ١ ص ١٣٢

جامع بیان العلم و فضلہ از ابن عبدالبر ج ١ ص ١٣٢

تیزیین الممالک بمناقب الامام مالک از السیوطی ص ۳۶

۳۱ الخطیب ج ۱ ص ۲۲۱

۳۲ الخطیب ج ۱ ص ۲۲۱

عواد ص ۱۰۳-۱۰۵

۳۳ الذہبی تاریخ الاسلام ج ۶ ص ۲۳۰

۳۴ مغلطای ص ۱۰۳

۳۵ طبقات الشعراء فی مدح الخلفاء والوزراء از عبداللہ ابن المعتز ص ۹۳

۳۶ السیوطی ص ۲۷۱-۲۷۳

۳۷ نقض المنطق از ابن تیمیہ ص ۱۸-۱۹

۳۸ ابن الندیم ص ۱۰۲

المفضلیات از مفضل الضبی تحقیق و شرح احمد محمد شاکر عبدالسلام ہارون ص ۱۱

مقدمہ الشارخان

۳۹ فوات الوفیات از محمد بن شاکر الکتبی، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید ج ۲ ص ۶۱۷

۴۰ العبر از الذہبی ج ۱ ص ۳۱۳

۴۱ الخطیب ج ۱۴ ص ۶

۴۲ الخطیب ج ۱۴ ص ۷

ابن الاثیر ج ۶ ص ۲۱۷

ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۱۴

۴۳ الخطیب ج ۱۴ ص ۱۱

۴۴ ابن الطقطقی ص ۱۹۶

۴۵ القفطی ص ۳۰-ظ

حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۳۴-۳۵

۴۶ ابن الندیم ص ۳۸۲

تاریخ علوم عقلی در تمدن اسلامی تا اواسط قرن پنجم از ذبیح اللہ صفا ص ۵۹

۴۷ نزھۃ الانباء از الانباری ص ۱۳۲

۴۸ ابن الندیم ص ۱۵۴

یاقوت ج ۵ ص ۶۶ صفا ص ۴۸

۴۹ القفطی ص ۳۸۰

ابن ابی اصیبعہ ج ۲ ص ۳۴

۵۰ العبر از الذہبی ج ۱ ص ۲۷۸

دول الاسلام ج ۱ ص ۸۴

۵۱ العبر از الذہبی ج ۱ ص ۲۷۸

العبر از الذہبی ج ۱ ص ۸۳

۵۲ حمادہ ص ۵۶، ۵۷

۵۳ طبقات الاطباء والحکماء از سلیمان بن حسان ابن جلجل تحقیق فواد سید ص ۶۵

القفطی ص ۳۸۰

اصیبعہ ابن ابی ج ۲ ص ۱۳۴

۵۴ ابن الندیم ص ۳۷۱

۵۵ صفا ج ۱ ص ۴۲

۵۶ مغلطای ص ۱۰۵

۵۷ ابن الندیم ص ۲۸

التمیمی ج ۱ ص ۳۴۷

۵۸ ابن الندیم ص ۲۶۸

۵۹ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۷۵

۶۰ الکتبی ج ۱ ص ۵۰۱

۶۱ السبکی ج ۱ ص ۲۰۷

بردی از ابن تغری ج ۲ ص ۲۲۵

التیمی ج ۱ ص ۳۴۸

۶۲ صفاج ۱ ص ۴۲

۶۳ نقض المنطق از ابن تمیمہ ص ۱۸-۱۹

۶۴ کتاب الجبر و المقابلہ از الخوارزمی۔ تحقیق علی مصطفیٰ مشرفی و محمد سری احمد ص ۱۴'۱۵

۶۵ العبر از الذہبی ج ۱ ص ۳۷۵

۶۶ صاعد ص ۶۴' ۶۵

۶۷ ابن الندیم ص ۳۳۹

صبیعہ از ابن ابی ج ۲ ص ۱۳۳

۶۸ عصر المامون از احمد فرید الرفاعی ۱ ص ۳۷۵' ۳۷۶

حمادہ ص ۱۷۳

۶۹ ابن الندیم ص ۳۳۹' ۲۰۹

القفطی ص ۱۷۱

۷۰ ابن الندیم ص ۳۳۹' ۲۰۹

۷۱ القفطی ص ۳۰

۷۲ ابن الندیم ص ۳۹۳

۷۳ ابن جلجل ص ۶۷

۷۴ ضحی الاسلام از احمد امین ج ۲ ص ۶۵

۷۵ یورپ کا ارتقاء ذہنی از ڈریپر بحوالہ طبقات الامم اردو ترجمہ قاضی احمد میاں اختر ص ۸۳' ۸۴

R.A. Nieholson نے

A Literaty Hisotry of the Arabs. 2ed, Rev: London

Cantbridge Univeristy Press, 1958. P.359

خلاصہ تاریخ العرب از سید یو ص ۱۱۰

۷۶ صبعہ از ابن ابی ج ۲ ص ۱۴۴' ۱۴۰

صفاج ۲ ص ۶۵' ۶۶

۷۷ الرفاعی ج ۱ ص ۳۸۱' ۳۸۷

۷۸ الرفاعی ص ۳۷۸-۳۸۸

۷۹ الرفاعی ص ۳۸۸-۳۹۲

۸۰ الرفاعی ص ۳۹۲

۸۱ الرفاعی ص ۳۹۳

۸۲ ابن الندیم ص ۷' ۸' ۲۹' ۳۲

۸۳ ابن الندیم ص ۷' ۸

۸۴ ابن الندیم ص ۷' ۸

۸۵ ابن الندیم ص ۲۹

۸۶ امراء البیان از محمد کرد علی ص ۱۵۲

الرفاعی ج ۱ ص ۳۷۵

حمادہ ص ۶۶

۸۷ The Encyclopaedia of Islam 2en E.J. Brill 1960, Vol.I. P.1141

Hitti. P.310

۸۸ Nicholson. P.358-359

۸۹ القفطی ص ۳۵۷

۹۰ ہٹی ص ۳۱۰

۹۱ الخطیب ج ۱۴ ص ۱۵۰

۹۲ ابن الندیم ص ۹۹

۹۳ الاعلام قاموس تراجم لاشر الرجال و النساء من العرب و المستعربین و المستشرقین از خیر الدین الزرکلی ج ۸ ص ۲۷۳

معجم المولفین، تراجم مصنفی الکتب العربیہ از عمر رضا کحالہ دمشق مطبعۃ الترقی ۱۳۸۰ھ ج ۱۳ ص ۴۰

۹۴ نکلسن ۳۵۹

۹۵ ہٹی ص ۳۱۰

۹۶ حمادہ ص ۶۹

۹۷ حمادہ ص ۵۳

۹۸ ابن الندیم ص ۱۵۴

۹۹ ابن الندیم ص ۱۴

۱۰۰ المسعودی ج ۴ ص ۱۹

کتاب الحیدہ از عبدالعزیز بن یحییٰ الکنانی تحقیق جمیل حلبیا ص ۱۳۹ الکنانی ص ۱۳۹

۱۰۱ خارطہ بغداد المفصل از مصطفیٰ جواد ص ۱۳۰

۱۰۲ الخطیب ج ص ۱۳۹

۱۰۳ الخطیب ج ۱۴ ص ۱۵۰

ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۶۱

۱۰۴ التاریخ الکبیر از ابن عساکر ج ص ۴۵۶

۱۰۵ صفاج ا ص ۸

۱۰۶ ابن الندیم ص ۳۸۳‘ ۳۸۴

القفطی ص ۲۰۶‘ ۲۰۷‘ ۳۵۷

دلیل خارطہ بغداد از مصطفیٰ جواد ص ۱۳۱

حماوہ ص ۵۳

ہٹی ص ۳۷۳‘ ۳۷۵

۱۰۷ القفطی ص ۲۱۹‘ ۲۴۰‘ ۲۴۱

۱۰۸ القفطی ص ۲۴۲

۱۰۹ القفصطی ص ۲۱۹

۱۱۰ القفطی ص ۳۵۰

۱۱۱ اصیبعہ ابن ابی ج ۲ ص ۱۴۴

۱۱۱ اصیبعہ ابن ابی ج ۲ ص ۱۴۴

۱۱۲ رسائل البلغا از محمد کرد علی ص ۴۷۹‘ ۴۸۰

حماوہ ص ۱۵۴

۱۱۳ الرفاعی ج ا ص ۳۸۱

۱۱۴ الرفاعی ج ا ص ۳۸۱

۱۱۵ الرفاعی ص ۳۸۱۔ ۳۸۳

۱۱۶ الرفاعی ص ۳۸۳۔ ۳۸۵

۱۱۷ الرفاعی ص ۳۸۵۔ ۳۸۷

۱۱۸ الرفاعی ص ۳۸۷۔ ۳۸۸

۱۱۹ الرفاعی ص ۳۸۸۔ ۳۹۲

۱۲۰ الرفاعی ص ۳۹۳

۱۲۱ اصیبعہ ابن ابی ج ۲ ص ۱۴۳

ابن الندیم ص ۳۴۴

۱۲۲ اصیبعہ ابن ابی ج ۱ ص ۲۰۷

۱۲۳ حمادہ ص ٦۵

۱۲۴ التنبیہ والاشراف از المسعودی تصحیح عبداللہ اسماعیل انصاری ص ۳۰

۱۲۵ ابن کثیر ج ۱۰ ص ۲۷۵

۱۲٦ معجم البلدان از یاقوت ج ۵ ص ۵۳

۱۲۷ الخطیب ج ۷ ص ۱۷۰

السیوطی ص ۳۴٦

۱۲۸ نقض المنطق از ابن تیمیہ ص ۲۰

۱۲۹ ترجمہ الامام احمد از الذہبی ص ۸۲

۱۳۰ ابن الندیم ص ۳۰۸

۱۳۱ ابن الندیم ص ۳۴۷

۱۳۲ معجم الشعراء از محمد بن عمران المرزبانی تحقیق عبدالستار احمد فراج ص ۴۰۱

۱۳۳ المسعودی ج ۴ ص ۱۸۹

۱۳۴ المسعودی ج ۴ ص ۱۹۲، ۱۹۳

عواد ص ۱۰۲

۱۳۵ تاریخ بغداد از خطیب ج ۴ ص ۴۰۳

۱۳٦ الکتبی ج ۱ ص ۸۳

ابن کثیر ج ۱۱ ص ۹۲

السیوطی ص ۳۷۲

۱۳۷ مغلطای ص ۱۰۹

۱۳۸ اصیبعہ ابن ابی ج ۲ ص ۱۹۳

۱۳۹ ابن الندیم ص ۹۰

یاقوت ج ۵۸

القفطی ج ۱ ص ۲۹۴

۱۴۰ ابن الندیم ص ۹۰

۱۴۱ ابن الندیم ص ۹۰

۱۴۲ ابن الندیم ص ۴۴۱

۱۴۳ ابن کثیر ج ۸ ص ۸۴

ابن الاثیر ج ۷ ص ۴۵۳

ابن الجوزی ج ۵ ص ۱۳۲

السیوطی ص ۳۷۰

۱۴۴ اصیبعہ ابن ابی ج ۲ ص ۱۹۲

۱۴۵ اصیبعہ ابی ابی ج ۲ ص ۱۹۳

۱۴۶ Riew (e) Supplement to the Catalogaue of the Arabic Manuscript in the British Museum London British Museum 1894 No. 823. P. 561

عواد ص ۱۱۴

۱۴۷ فوات الوفیات از الکتبی ج ۲ ص ۸۷

۱۴۸ المرزبانی ص ۱۵۲

الکتبی ج ۲ ص ۸۸

۱۴۹ الدیارات از علی بن محمد الشابشتی کورکیس عواد ص ۱۰۰

عواد ص ۱۱۴

۱۵۰ ابن الندیم ص ۳۰

۱۵۱ المقریزی ج ۲ ص ۲۵۵

۱۵۲ الخطیب ج ۲ ص ۱۳۳

المرزبانی ص ۴۳۰

مغلطای ص ۱۱۱

الکتبی ج ۲ ص ۳۷۵

۱۵۳ المسعودی ج ۴ ص ۳۳۶

العبر از الذہبی ج ۲ ص ۲۱۹، ۳۷۵

الصفدی ج ۲ ص ۲۹۷

ابن الاثیر ج ۸ ص ص ۳۶۷

۱۵۴ الصولی ص ۲۴، ۲۵

۱۵۵ الصولی عواد ص ۱۱۶

۱۵۶ الصولی ۴۰

عواد ص ۱۱۶

۱۵۷ ابن الجوزی ج ۶ ص ۲۹۳

ابن الاثیر ج ۸ ص ۲۶۴

ابن کثیر ج ۱۱ ص ۱۸۸

ابن تغری بردی ج ۳ ص ۲۶۲، ۲۶۳

عواد ص ۱۱۷

۱۵۸ ابن الاثیر ج ۱۰ ص ۹۵

ابن کثیر ج ۱۲ ص ۱۱۰

ابن الکتبی ج ۱ ص ۴۳۲

۱۵۹ عواد ص ۱۱۷، ۱۱۸

۱۶۰ عواد ص ۱۱۷، ۱۱۸

۱۶۱ الکتبی ج ۱ ص ۴۸۹

۱۶۲ عواد ص ۱۱۵

۱۶۳ عواد ص ۱۱۹

۱۶۴ اصیبعہ از ابن ابی ج ۲ ص ۲۶۰

عواد ص ۱۱۹

۱۶۵ ابن کثیر ج ۱۱ ص ۲۶۳

۱۶۶ ابن رجب ج ۱ ص ۲۵۲

العلیمی ج ۲ ص ۲۸۷

۱۶۷ سبط ابن الجوزی ج ۸ ص ۲ ص ۷۳۹

۱۶۸ العبرُ از الذہبی ج ۴ ص ۲۲۳۔۲۲۴

۱۶۹ ابن کثیر ج ۱۲ ص ۳۰۴

۱۷۰ ابن الطقطقی ص ۳۲۲

کتاب السلوک لمعرفۃ دول الملوک از المقریزی تحقیق محمد مصطفیٰ زیادج ۱ ص ۲۱۷۔۲۱۸

۱۷۱ السیوطی ص ۴۵۱

۱۷۲ سبط ابن الجوزی ج ۲۸ ص ۱۳۷

۱۷۳ سبط ابن الجوزی ج ۸ ۲ ص ۱۳۷

۱۷۴ الصفدی ج ۲ ص ۹۶

۱۷۵ الدبیثی ج ۱ ص ۱۸۰

۱۷۶ ابن خلکان ج ۱ ص ۴۴

۱۷۷ ابن الطقطقی ص ۳۲۲

۱۷۸ ابن خلدون ج ۴ ص ۳۱۷

۱۷۹ سبط ابن الجوزی ج ۸ ق ۱ ص ۴۲۱۔۴۲۲

ابن کثیر ج ۱۳ ص ۶

ابن الاثیر ج ۱۲ ص ۱۰۴

ابن تغری بردی ج ۶ ص ۱۳۲

عواد ص ۱۸۹

دلیل خارطہ بغداد از مصطفیٰ جواد ص ۱۸۵

۱۸۰ القفطی ص ۲۶۹

مصطفیٰ جواد ۱۸۷

۱۸۱ سبط ابن الجوزی ج ۸ ق ۲ ص ۷۳۹

۱۸۲ ابن الفوطی ص ۱۵۶

۱۸۳ ابن الطقطقی ص ۳۳۰

۱۸۴ السیوطی ص ۷۰ ۴، ۴۶۳

تغری بردی از ابن تغری ج ۶ ص ۳۳۵

۱۸۵ ابن الفوطی ص ۵۴

عواد ص ۱۳۲

۱۸۶ ابن کثیر ج ۱۳ ص ۱۴۰

۱۸۷ ابن الفوطی ص ۱۸۳

عواد ص ۱۲۵

۱۸۸ ابن الطقطقی ص ۳۳۳، ۳۳۴

۱۸۹ مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنہ والبقاع از عبدالمومن بن عبدالحق تحقیق علی محمد البجاوی ج ۳ ص ۱۳۲۲

عواد ص ۱۲۲، ۱۲۵

۱۹۰ العسجد المسبوک والجوہر المحکوک فی الخلفاء والملوک از الملک الاشرف الغسانی تحقیق شاکر محمود عبدالمنعم ص ۵۱۶

۱۹۱ ابن الفوطی ص ۱۹۳

۱۹۲ ابن الطقطقی ص ۳۳۴

۱۹۳ طبقات الامم از ابو القاسم صاعد بن احمد اندلسی ص ۶۷

۱۹۴ الفہوست از ابن ندیم ص ۴۸۴

۱۹۵ الھفوست از ابن ندیم ص ۳۴۲

۱۹۶ طبقات الامم از ابو القاسم صاعد بن احمد اندلسی ص ۱۸

۱۹۷ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۹۴

۱۹۸ طبقات الامم از ابو القاسم صاعد بن احمد اندلسی ص ۷۴

۱۹۹ الفہوست از ابن ندیم ص ۳۸۸

۲۰۰ الفہوست از ابن ندیم ص ۳۷۸

۲۰۱ رسائل جاحظ از جاحظ ج ۱ ص ۲۲۴

۲۰۲ عیون الاخبار از ابن قتیبہ ص ۲۴

۲۰۳ الفہوست از ابن ندیم ص ۴۲۱

۲۰۴ رسائل جاحظ از جاحظ ج ۱ ص ۲۲۴

۲۰۵ المسالک والممالک از ابن خرداذبہ

۲۰۶ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۳۰

۲۰۷ الفہرست از ابن ندیم ص ۲۴۲

۲۰۸ رسائل جاحظ از جاحظ ج ۱ ص ۲۲۴

۲۰۹ کتاب الاغانی از ابو الفرج اصفہانی ج ۵ ص ۱۶۳

۲۱۰ طبقات الامم از ابو القاسم صاعد بن احمد اندلسی ص ۱۷

۲۱۱ الفہرست از ابن ندیم ص ۴۳۷

۲۱۲ البیان والتبیین از جاحظ ج ۱ ص ۹۰

۲۱۳ البیان والتبیین از جاحظ ج ۱ ص ۲۶۶

۲۱۴ طبقات النحویین واللغویین از زبیدی ص ۱۷۵

۲۱۵ رسائل جاحظ از جاحظ ج ۱ ص ۱۹۸

۲۱۶ کتاب الجرح والتعدیل از ابو حاتم رازی ج ۱ ص ۱۳۰

۲۱۷ العبر فی خبر من غبر از ذہبی ج ۲ ص ۳۱۲

۲۱۸ معجم البلدان از یاقوت بن عبد اللہ حموی بغدادی ج ۵ ص ۴۵

۲۱۹ الانساب از سمعانی ج ۴ ص ۱۳۲

۲۲۰ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۵ ص ۴۹

۲۲۱ اخبار العلماء باخبار الحکماء از یوسف قفطی ج ۱ ص ۲۱۸

۲۲۲ الانساب سمعانی ج ۱ ص ۲۹۱

۲۲۳ الفہرست از ابن ندیم ص ۳۰۶

۲۲۴ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۸ ص ۳۳۳

۲۲۵ طبقات الحنابلہ از ابو یعلی موصلی ج ۱ ص ۱۴۷

۲۲۶ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۴ ص ۱۸۷

۲۲۷ معجم البلدان از یاقوت حموی ج ۴ ص ۱۱۸

۲۲۸ تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی ج ۴ ص ۸۹

۲۲۹ میزان الاعتدال از ذہبی ج ۱ ص ۸۲

۲۳۰ تاریخ بغداد از خطیب بغدادی ج ۱۲ ص ۳۶۲

کتابیات

ماخذ و مراجع

کتابیات

مصادر و مراجع

اردو کتابیات

نمبر	کتاب کا نام	مصنف / مترجم	ادارہ	سن اشاعت
۱	آئین اکبری	ازابوالفضل	سنگ میل پبلی کیشنز / لاہور	
۲	آئینہ حقیقت نما	اکبر شاہ خان نجیب آبادی	نفیس اکیڈمی / کراچی	۱۹۵۸ء
۳	آئینہ ملتان	منشی عبدالرحمان	مکتبہ اشرف المدارس / ملتان	۱۹۷۲ء
۴	اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۱		پنجاب یونیورسٹی / لاہور	
۵	اردو سندھی کے لسانی روابط	شرف الدین اصلاحی	مرکزی اردو بورڈ / لاہور	۱۹۷۰ء
۶	ارتھ شاستر		ترقی اردو بورڈ / دہلی	۱۹۸۳ء
۷	ارض ملتان	شیخ اکرام الحق	شعبہ نشرواشاعت الاکرام / ملتان	
۸	اساسیات اسلام	مولانا محمد حنیف ندوی	ادارہ ثقافت اسلامیہ / لاہور	
۹	اسلام اور عربی تمدن	محمد علی کرد مترجم: شاہ معین الدین ندوی	دارالمصنفین / اعظم گڑھ	
۱۰	اسلام اور عصر حاضر	مولانا وحید الدین خان	مکتبہ الرسالہ / دہلی	
۱۱	اسلام اور غیر اسلامی فکر و عمل	عاشق حسین علوی	ادارہ فکر و عمل / اسلام آباد	۱۹۸۲ء
۱۲	اسلام اور مذاہب عالم	محمد مظہر الدین صدیقی	ادارہ ثقافت اسلامیہ / لاہور	۱۹۵۶ء
۱۳	اسلام کی بنیادی تعلیمات	حسن ایوب مترجم عبید اللہ فہدی فلاحی	مکتبہ اثریہ / جہلم	

۱۴	اسلام مشرق میں	مولانا وحید احمد	ادارہ المجلس / کراچی	۱۹۶۱ء
۱۵	اسلام کا نظام حیات	عبدالوھاب ظھوری	ادارہ ترقی ادب / لاہور	
۱۶	اسلام مکمل دین مستقل تہذیب	محمد عبیداللہ الاسعدی	ادارہ تالیفات اشرفیہ / لاہور	
۱۷	اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی	سید ابوالاعلیٰ مودودی	اسلامک پبلی کیشنز / لاہور	
۱۸	اسلامی دنیا دسویں عیسوی (چوتھی صدی ہجری) میں	ندوۃ المصنفین / دھلی		۱۹۶۲ء
۱۹	اسلامی نظام	پروفیسر عطاء اللہ حسینی	سنگ میل پبلی کیشنز / لاہور	۱۹۶۵ء
۲۰	اسلامی نظام تعلیم	ریاست علی ندوی	دار المصنفین / اعظم گڑھ	۱۹۳۸ء
۱۲	اسلامی نظریہ حیات	خورشید احمد	کراچی یونیورسٹی / کراچی شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ	۱۹۸۳ء
۲۲	امام ابن ماجہ اور علم حدیث	محمد عبدالرشید نعمانی	نور محمد کارخانہ تجارت کتب / کراچی	۱۳۷۶ء
۲۳	انسانی تمدن کی تاریخ	باری علیگ	فیروز سنز / کراچی	۱۹۸۹ء
۲۴	برصغیر اور عرب مورخین	خورشید احمد فارق	نفیس اکیڈمی	۱۹۸۶ء
۲۵	برصغیر پاک و ھند کی ملت اسلامیہ	اشتیاق حسین قریشی ترجمہ: ھلال احمد زبیری	کراچی یونیورسٹی / کراچی	۱۹۶۷ء
۲۶	برصغیر میں اسلامی کلچر	ڈاکٹر عزیز احمد ترجمہ: جمیل جالبی	ادارہ ثقافت اسلامیہ / لاہور	۱۹۹۰ء
۲۷	برصغیر میں مسلم فکر کا ارتقاء	قاضی جاوید	ادارہ ثقافت / پاکستان	۱۹۷۷ء
۲۸	برھانپور کے سندھی اولیاء	سید مطیع اللہ رشید برھانپوری	سندھی ادبی بورڈ / حیدر آباد	۱۹۷۷ء
۲۹	بزم صوفیہ	صباح الدین عبدالرحمن	دار المصنفین / اعظم گڑھ	۱۹۴۹ء

۳۰	بزم مملوکیہ	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	دار المصنفین ، اعظم گڑھ	۱۹۵۴ء
۳۱	بلوچستان تاریخ کی روشنی میں	ملک محمد سعید دھوار	نساء ٹریڈرز ، کوئٹہ	۱۹۸۵ء
۳۲	بلوچستان کے قبائل	ایم انور رومان	نساء ٹریڈر ، کوئٹہ	
۳۳	بھاولپور کی سرزمین (ایک تاریخ)	سید زاھد علی واسطی	بیکن بکس ، ملتان	۱۹۹۳ء
۳۴	پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء	سید سبط حسن	دانیال ، کراچی	۱۹۸۶ء
۳۵	تاریخ اسلام	محمود الحسن صدیقی	شیخ غلام علی اینڈ سنز ، کراچی	
۳۶	تاریخ پاکستان جلد اول	پروفیسر عبدالحمید دانی	اکادمی ادبیات اقبال ، لاہور	
۳۷	تاریخ پاکستان و ہند	سید عبدالقادر	کتاب مرکز ، گجرانوالہ	
۳۸	تاریخ پنجاب	اقبال صلاح الدین	مکتبہ عالیہ ، لاہور	
۳۹	تاریخ طاہری	سید محمد طاہر نسیانی	سندھی ادبی بورڈ	
۴۰	تاریخ معصومی	میر معصوم بھکری	سندھی ادبی بورڈ ، ۱۹۶۰ء	
۴۱	تاریخ ملتان ذیشان	منشی عبدالرحمٰن	مطبوعہ ، ملتان	۱۹۶۲ء
۴۲	تاریخ ہند و پاکستان	ریاض الاسلام ، لاہور ۱۹۸۰ء		
۴۳	تمدن عتیق	ابو ظفر عبدالواحد	ترقی اردو بورڈ ، دہلی	۱۹۶۷ء
		محمد عطاء الرحمٰن		
۴۴	پاک و ہند میں اسلامی خطاطی	محمد عبداللہ چغتائی	کتاب خانہ نورس ، لاہور	۱۹۷۶ء
۴۵	پٹھان	سر اولف کیرو	پشتو اکیڈمی ، پشاور	۱۹۶۷ء
		ترجمہ: سید محبوب علی		
۴۶	تاریخ اسلام	اکبر شاہ خاں نجیب آبادی	نفیس اکیڈمی ، کراچی	
۴۷	تاریخ اسلام	عبدالرحمٰن شوق	ملک دین محمد اینڈ سنز ، لاہور	س ـ ن
۴۸	تاریخ اقوام عالم حصہ اول دوم	مرتضیٰ احمد خان	مجلس ترقی ادب ، لاہور	۱۹۶۲ء

۴۹	تاریخ زوال ملت اسلامیہ	اکبر شاہ خاں نجیب آبادی	ذوالنورین اکیڈمی ، بھیرہ	
۵۰	تاریخ سندھ اول دوم	اعجاز الحق قدوسی	مرکزی اردو بورڈ ، لاہور	۱۹۷۱ء
۵۱	تاریخ سندھ اول دوم	سید ابو ظفر ندوی	نیشنل بک فاؤنڈیشن ، اسلام آباد	۱۹۸۹ء
۵۲	تاریخ فیروز شاہی	ضیاؤ الدین برنی ترجمہ ڈاکٹر سید معین الحق	مرکزی اردو بورڈ ، لاہور	۱۹۸۹ء
۵۳	تاریخ پاکستان قدیم دور	یحیٰ امجد	سنگ میل پبلی کیشنز ، لاہور	۱۹۸۹ء
۵۴	تاریخ فرشتہ	محمد قاسم فرشتہ مترجم خواجہ عبدالحئ	شیخ غلام علی اینڈ سنز ، لاہور	
۵۵	تاریخ فیروز شاہی	ترجمہ ڈاکٹر سید معین الحق	مرکزی اردو بورڈ ، لاہور	۱۹۶۹ء
۵۶	تاریخ مذاہب	رشید احمد	ادارہ ثقافت اسلامیہ ، لاہور	
۵۷	تاریخ و تہذیب عالم (زمانہ قبل تاریخ تا حال)	اے مانفرید ترجمہ امیر الدین تقی حیدر	نگارشات ، لاہور مطبوعہ ، لاہور	۱۹۹۶ء
۵۸	تحفتہ الطاہرین	شیخ محمد اعظم ٹھٹھوی ترجمہ بدر عالم درانی	سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۶ء	
۵۹	تحفتہ الکرام	میر علی شیر قانع ٹھٹھوی مترجم اختر رضوی	سندھی ادبی بورڈ	۱۹۵۹ء
۶۰	تذکرہ اولیائے کرام	سید صباح الدین	ادبستان ، لاہور	۱۹۴۸ء
۶۱	تذکرہ بہاء الدین زکریا	نور احمد خان فریدی	قصر الادب ، گجرانوالا	۱۹۵۴ء
۶۲	تذکرہ صوفیائے پنجاب	اعجاز الحق قدوسی	اردو اکیڈمی ، کراچی	
۶۳	تذکرہ صوفیائے سندھ	اعجاز الحق قدوسی	اردو اکیڈمی ، کراچی	
۶۴	تفہیم دین	امین احسن اصلاحی	فاران فاؤنڈیشن	۱۹۹۲ء

۶۵	تمدن عرب	ڈاکٹر گستاؤلی بان ترجمہ سید علی بلگرامی	مطبوعہ حیدر آباد دکن	
۶۶	تمدن ہند	ڈاکٹر گستاولی بان مترجم سید علی بلگرامی	مطبوعہ حیدر آباد دکن	
۶۷	تہذیب اسلامی	محمد مارمیڈیوک پکھتال مترجم شیخ عطاء اللہ	احسن برادرز ، لاہور	۱۹۶۵ء
۶۸	جغرافیہ عالم حصہ اول	تالیف ای مارسڈن وٹی آسفورڈ سمتھ مترجم مولوی سید ہاشمی فرید آبادی	مطبع جامعہ عثمانیہ	۱۹۳۴ء
۶۹	حقوق و فرائض اسلام	فیروز الدین ملک	دین محمد اینڈ سنز ، لاہور	
۷۰	حیات الصحابہ	مولانا محمد یوسف کاندھلوی	ادارہ اشاعت دینیات ، دھلی	
۷۱	خطبات حرم	ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ	الحرم پبلی کیشنز ، لاہور	۱۹۸۰ء
۷۲	خطہ پاک اوچ	مسعود حسن شہاب	اردو اکیڈمی ، بھاول پور	۱۹۶۷ء
۷۳	دریائے سندھ	مولائی شیدائی مترجم رحمت فرخ آبادی	سہ ماہی ان بیر اردو اکیڈمی ، بھاولپور	۱۹۷۲ء
۷۴	دعوت اسلام	ڈاکٹر سر تھامس آرنلڈ مترجم محمد عنایت اللہ دھلوی	مطبوعہ حیدر آباد دکن	
۷۵	دنیا کے بڑے مذاہب	عماد الحسن آزاد فاروقی	فیمس بکس ، لاہور	۱۹۹۱ء
۷۶	رسائل شبلی نعمانی	شبلی نعمانی	دار المصنفین اعظم گڑھ	س ن
۷۷	روم اسلام	عفیف عبد الفتاح ترجمہ سید ابو الحسن برنی	مکتبہ الھدیٰ ، کراچی	
۷۸	زبان اور علم زبان	پروفیسر عبد القادر سروری	انجمن ترقی اردو ، حیدر آباد دکن	۱۹۵۶ء

۷۹	زبان کا مطالعہ	خلیل صدیقی	قلات پبلشرز ، مستونگ	۱۹۶۴ء
۸۰	زبان کیا ہے	خلیل صدیقی	بیکن بکس ، ملتان	۱۹۸۹ء
۸۱	سات دریاؤں کی سرزمین	ابن حنیف	گلشن ہاؤس ، لاہور	۱۹۹۷ء
۸۲	سندھ تاریخ کے آئینے میں	یووی گنکوفکسی مترجم ڈاکٹر محمود صادق	دانیال کراچی	۱۹۸۹ء
۸۳	سندھ کی سچی کہانیاں	اعجاز الحق قدوسی	نیشنل بک فاؤنڈیشن ، اسلام آباد	
۸۴	سندھ میں اردو	ڈاکٹر شاہدہ بیگم	اردو اکیڈمی سندھ ، کراچی	۱۹۸۰ء
۸۵	سندھ نگر تاریخ ثقافت وتہذیب کے آئینے میں	ترجمہ ایم انور رومان	نساء ٹریڈرز ، کوئٹہ	۱۹۸۹ء
۸۶	سندھی اردو لغت	ڈاکٹر نبی بلوچ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں	انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی ، جام شورو ۱۹۸۵ء	
۸۷	سندھی نامہ	نیاز ھمایونی	مرکزی اردو بورڈ ، لاہور	
۸۸	صناوید سندھ	مولوی محمد شفیع	مطبوعہ لاہور	۱۹۷۰ء
۸۹	عربوں کی جہازرانی	سید سلیمان ندوی	مطبوعہ بمبئی	۱۹۵۰ء
۹۰	عرب وھند کے تعلقات	سید سلیمان ندوی	اردو اکیڈمی سندھ ، کراچی	۱۹۸۷ء
۹۱	عروج و زوال کا الٰہی نظام	محمد تقی امینی	ندوۃ المصنفین ، دھلی	۱۹۵۹ء
۹۲	علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ	ڈاکٹر محمد اسحاق ترجمہ شاہد حسین رزاقی	ادارہ ثقافت اسلامیہ ، لاہور	۱۹۷۷ء
۹۳	عہد اسلامی کا ہندوستان	ریاست علی ندوی	ادارۃ المصنفین ، پٹنہ	۱۹۵۰ء
۹۴	عہد نبوی میں نظام حکمرانی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ	اردو اکیڈمی ، کراچی	
۹۵	فقہائے ہند جلد اول پہلی		ادارہ ثقافت اسلامیہ ، لاہور	

صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک

۹۶	فلسفہ اسلام	ڈی اولیری مترجم احسان احمد	نفیس اکیڈمی ، کراچی	
۹۷	قدیم مشرق جلد اول	سید عین الحق	مکتبہ فریدی ، کراچی	
۹۸	قدیم ہندوستان کی تاریخ	راما شنکر ترپاٹھی مترجم سید نجی حسن نقوی	ترقی اردو بیورو ، دھلی	۱۹۸۱ء
۹۹	قدیم ہندوستان کی ثقافت و تہذیب تاریخی پس منظر میں	ڈی۔ڈی کوسمبی	ترقی اردو بیورو ، دھلی	
۱۰۰	گجرات کے تمدن کی تاریخ مسلمانوں کے عہد میں	ابوظفر ندوی	دارالمصنفین ، اعظم گڑھ	
۱۰۱	ماثر الکرام	میر غلام علی آزاد بلگرامی مترجم خالد میاں فاخری	دائرۃ المصنفین ، کراچی	
۱۰۲	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	پروفیسر محمد ایوب قادری	ادارہ تحقیق و تصنیف ، کراچی	۱۹۶۳ء
۱۰۳	مذہبی علم	احسان احمد ندوی	آر۔ایچ احمد برادرس ، حیدر آباد	۱۹۵۵ء
۱۰۴	مسلمان فاتحین	احمد مصطفیٰ صدیقی راہی	دارالاشاعت ، کراچی	
۱۰۵	مسلمانوں کا نظام حکمرانی	پروفیسر علی ابراہیم حسن ترجمہ احمد محب اللہ لاری ندوی	مکتبہ ایوان اشاعت ، کراچی	۱۹۵۲ء
۱۰۶	مسلمانوں کا نظم مملکت	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن علی ابراہیم ترجمہ محمد علیم اللہ صدیقی	ندوۃ المصنفین ، دہلی	
۱۰۷	مسلمانوں کی تہذیب	ڈی بارتھولڈ مترجم ابو النصر محمد خالدی	ادارہ دانش و حکمت	

۱۰۸	مسلمانوں کی سیاسی تاریخ	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مترجم علیم اللہ صدیقی	مجلس ترقی ادب ، لاہور	۱۹۵۹ء
۱۰۹	مسلم ثقافت ہندوستان میں	عبدالمجید سالک	ادارہ ثقافت اسلامیہ ، لاہور	۱۹۵۷ء
۱۱۰	مطالعہ تہذیب جلد اول	نگار سجاد	ثناء پبلی کیشنز ، کراچی	۱۹۹۳ء
۱۱۱	مقالات قرآنی	عبداللہ العمادی	کتاب منزل ، لاہور	۱۹۵۲ء
۱۱۲	ملتان قدیم و جدید	مرتب ارشد حسین ارشد	بزم ترقی ادب ، ملتان	۱۹۶۸ء
۱۱۳	نفسیات المذاهب	سید سعید احمد جعفری	لاہور	س-ن
۱۱۴	نقش ملتان	علامہ عتیق فکری	فکری اکیڈمی ، ملتان	۱۹۸۲ء
۱۱۵	نقوش سلیمانی	سید سلیمان ندوی	اردو اکیڈمی ، سندھ	۱۹۶۷ء
۱۱۶	وادی سندھ کی تہذیب اور سندھ پر عربوں کے حملے	حافظ حقانی میاں قادری	پاک اکیڈمی ، کراچی	۱۹۹۳ء
۱۱۷	وادی سندھ کی تہذیب کسی بیرونی فوجی حملے سے زوال پذیر نہیں ہوئی تھی	جوناتھن مارک کینوئر	اریکن سینٹر ، اسلام آباد	س-ن
۱۱۸	وقائع راجپوتانہ	بابو جوالا سہائے	ترقی اردو بیورو ، دہلی	۱۹۷۰ء
۱۱۹	ہمارا اسلام	عبدالقیوم ندوی	دار المصنفین ، اعظم گڑھ	س-ن
۱۲۰	ہندوستان عربوں کی نظر میں	ضیاء الدین اصلاحی	دار المصنفین ، اعظم گڑھ	۱۹۶۲ء
۱۲۱	ہندوستان کا قدیم تمدن	ڈاکٹر بینی پرشاد مترجم مولوی اصغر حسین	ہندوستانی اکیڈمی ، الہ آباد	۱۹۵۰ء
۱۲۲	ہندوستان کے سلاطین علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	دار المصنفین ، اعظم گڑھ	۱۹۶۳ء

۱۲۳	ہندوستان کے عہد وسطی کا فوجی نظام	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	دار المصنفین ، اعظم گڑھ	۱۹۶۰ء
۱۲۴	ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں	مسعود علی ندوی	دار المصنفین ، اعظم گڑھ	۱۹۶۰ء
۱۲۵	ہندوستان میں مسلم حکومتوں کی اساس	اے بی ایم حبیب اللہ	ترقی اردو بیورو ، نئی دھلی	۱۹۸۴ء
۱۲۶	ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر	ڈاکٹر محمد عمر	پاک اکیڈمی ، کراچی	۱۹۹۰ء
۱۲۷	ہندوؤں کی تعلیم مسلمانوں کے عہد میں	سید سلیمان ندوی	اردو اکیڈمی سندھ ، کراچی	۱۹۵۴ء
۱۲۸	ھمایوں نامہ	گل بدن بیگم	نکش ہاؤس ، لاہور	
۱۲۹	ھندی مسلمان حکمرانوں کے سیاسی اصول	ایشور بوتا	دار المصنفین ، اعظم گڑھ	
۱۳۰	ہندی مسلم تہذیب	قاضی جاوید	دین گارڈ بک سیلر ، لاہور	۱۹۸۴ء

عربی کتب

۱۳۱	آثار البلاد و اخبار العباد	قزوینی	مطبوعہ مصر	س ـ ن
۱۳۲	اتحاف ذوی العنایۃ	محمد العربی العزوزی	طبع بیروت	۱۹۵۰ء
۱۳۳	احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم	بشاری مقدسی	لیڈن	۱۹۰۶ء
۱۳۴	احیاء علوم الدین	الغزالی	قاھرہ	۱۳۴۸ھ
۱۳۵	اخبار الاخیار فی اسرار الابرار	شیخ عبدالحق محدث دھلوی	دھلی	۱۳۰۹ھ
۱۳۶	اخبار الزمان	مسعودی	قاھرہ	۱۹۳۸ء

۱۳۷	اخبار الطوال	ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری	مصر	۱۳۳۰ھ
۱۳۸	اخبار عبید بن شدیہ	عبید بن شدیہ	دائرۃ المعارف النظامیہ ، حیدر آباد دکن	۱۳۴۷ھ
۱۳۹	اخبار العلماء باخبار الحکماء	ابراہیم بن عبد الوہاب القفطی	لیسبک	۱۹۲۳ء
۱۴۰	اخبار مکۃ وما جاء فیہا من الآثار	محمد بن عبد اللہ المکی الازرقی	بیروت	۱۹۶۴ء
۱۴۱	ادب الکاتب	ابن قتیبہ	لیڈن	۱۹۰۱ء
۱۴۲	ادیان الہند الکبری	احمد شلبی	دار المعارف ، بیروت	۱۹۸۶ء
۱۴۳	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر جزری	وھبیہ ، مصر	۱۲۸۰ھ
۱۴۴	اعلام الموقعین عن رب العالمین	ابن القیم	دھلی	۱۳۱۳ھ
۱۴۵	الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیہ	ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی	لیڈن	۱۸۷۸ء
۱۴۶	الاغانی	ابو الفرج الاصفہانی	قاہرہ	۱۹۳۶ء
۱۴۷	الاحکام	ابن حزم	مطبعۃ السعادۃ ، مصر	۱۳۴۷ء
۱۴۸	الاستیعاب	ابن عبد البر اندلسی	مصر	۱۳۲۹ھ
۱۴۹	الاسلام والحضارۃ العربیہ	محمد علی کرد	لجنۃ التالیف ، قاہرہ	۱۳۶۸ھ
۱۵۰	الاصابہ فی تمییز الصحابہ	ابن حجر عسقلانی	مصر	۱۳۲۸ھ
۱۵۱	اصول الحدیث وعلومہ ومصطلحہ	محمد بن عجاج الخطیب	دار الفکر الحدیث ، لبنان	۱۳۸۶ھ
۱۵۲	الانساب الاشراف العرب	بلاذری	قاہرہ	۱۹۵۹ھ
۱۵۳	اصول الدین	عبد القاہر بغدادی	مطبعۃ الدولہ ، استنبول	۱۳۴۶ھ
۱۵۴	الاعلاق النفیسہ فی تقویم البلدان	ابن رستہ	لیڈن	۱۸۹۱ء

۱۵۵	الاعلام	خیرالدین الذرکلی	قاھرہ	۱۳۷۸ھ
۱۵۶	الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ	عبدالرحمٰن سخاوی	مطبعۃ الترقی ، دمشق	۱۳۴۹ھ
۱۵۷	الاقتضاب فی شرح آداب الکتاب	ابن السید البطلیموسی	بیروت	۱۹۰۱ء
۱۵۸	الامامۃ والسیاسۃ	ابن قتیبہ	قاھرہ	۱۳۵۶ھ
۱۵۹	الام	محمد بن ادریس الشافی	مصر	۱۳۸۱ھ
۱۶۰	الامویون	دکتور ابراھیم البداوی	قاھرہ	۱۳۷۲ھ
۱۶۱	الانتقاء	ابن عبدالبر اندلسی	مصر	س۔ن
۱۶۲	التاریخ الاسلامی و الحضارۃ الاسلامیہ	دکتور احمد شبلی	قاھرہ	۱۹۵۹ء
۱۶۳	التفسیر والمفسرون	عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	ھند	
۱۶۴	الجماھر فی معرفۃ الجواھد	ابوریحان محمد بن احمد البیرونی	حیدر آباد دکن	۱۳۵۵ھ
۱۶۵	اعلام التصوف الاسلامی	طہ عبدالباقی سرور	قاھرہ	۱۹۵۶ء
۱۶۶	البدایہ والنہایہ فی التاریخ	ابن کثیر	مصر	۱۳۴۸ھ
۱۶۷	البیان والتبیین	جاحظ	قاھرہ	۱۹۴۹ء
۱۶۸	التراتیب الاداریۃ	عبدالحیٔ الکتانی	رباط المطبعۃ الوطنیہ	۱۳۴۹ھ
۱۶۹	التنبیہ والاشراف	مسعودی	مکتبہ خیاط ، بیروت	۱۹۶۵ء
۱۷۰	الجامع لاحکام القرآن	محمد بن ادریس الشافعی	قاھرہ	۱۳۷۱ھ
۱۷۱	وفیات الاعیان وانباء الزمان	ابن خلکان	مصر	۱۲۹۹ھ

۱۷۲ الدیباج المذھب فی اعیان علماء المذھب المالکی	محمد بن فرحون المدنی	مصر	۱۳۵۱ھ
۱۷۳ الدولۃ الامویہ فی دمشق	دکتور محمد طیب النجار	قاھرہ	۱۹۶۳ء
۱۷۴ رجال السند والھند	قاضی اطہر مبارکپوری	ممبئی	۱۹۵۸ء
۱۷۵ الامامۃ	ابو زید حسن السیرافی	مطبوعہ پارلیس	۱۸۴۵ء
۱۷۶ الرسالۃ القشیریہ	ابن ھوازن القشیری	قاھرہ	۱۳۸۴ھ
۱۷۷ الشعر والشعراء	ابن قتیبہ	قاھرہ	۱۳۶۴ھ
۱۷۸ الطبقات الکبریٰ	محمد بن سعد	بیروت	۱۳۷۷ھ
۱۷۹ الطبقات الکبیر	محمد بن سعد	مطبعۃ بریل ، لیڈن	۱۳۳۸ھ
۱۸۰ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیہ	ابن القیم	مصر	۱۳۱۷ھ
۱۸۱ العبر فی خبر من غبر	ذھبی	الکویت	۱۹۶۱ء
۱۸۲ العقد الفرید	ابن عبد ربہ	قاھرہ	۱۹۵۰ء
۱۸۳ الفتوحات الاسلامیہ بعد الفتوحات النبویہ	احمد بن زینی دحلان	قاھرہ	۱۹۶۸ء
۱۸۴ الفخری فی آداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ	ابن طباطبا	قاھرہ	۱۳۲۳ھ
۱۸۵ الفرق بین الفرق	عبد القادر بن طاھر البغدادی	قاھرہ	۱۹۴۸ء
۱۸۶ الفصل فی الملل و الاھواء والنحل	ابن حزم ظاھری اندلسی	طبع قاھرہ	۱۳۱۷ھ
۱۸۷ الفن الحربی فی صدر الاسلام	عبد الرؤف عون	قاھرہ	۱۹۶۱ء

۱۸۸	القاموس المحیط	مجد الدین فیروز آبادی	المکتبۃ العصریہ مصر	۱۳۵۲ھ
۱۸۹	الکامل فی التاریخ	ابن اثیر	مصر	۱۳۴۷ھ
۱۹۰	الکشاف	محمود الزمخشری	مطبعۃ الاستقلال ، قاہرہ	۱۳۶۵ھ
۱۹۱	اللباب فی تہذیب الانساب	ابن اثیر	قاہرہ	۱۳۵۷ھ
۱۹۲	المحاسن والمساوی	ابراہیم بن محمد البیہقی	بیروت	۱۳۸۰ھ
۱۹۳	المحکم فی نقط المصاحف	عثمان ابن سعید الدانی	وزارت الثقافہ والارشاد القومیہ ، دمشق	۱۳۷۹ھ
۱۹۴	المختصر فی اخبار البشر	ابو الفداء	قسطنطنیہ	۱۲۸۶ھ
۱۹۵	المسالک والممالک	ابن حوقل	لیڈن	۱۸۰۰ء
۱۹۶	المسالک والممالک	ابن حرواذبہ	لیڈن	۱۸۸۹ء
۱۹۷	المسالک والممالک	اصطخری	لیڈن	۱۹۸۰ء
۱۹۸	المستدرک علی الصحیحین	محمد بن عبد اللہ الحاکم	مکتبۃ المطابع الحدیثہ ، الریاض	۱۹۶۹ء
۱۹۹	المسلمون فی العالم	عبد الرحمٰن ذکی	قاہرہ	۱۹۵۵ء
۲۰۰	المشتبہ فی الرجال اسماؤھم وانسابھم	ذہبی	مطبوعہ ، مصر	۱۹۶۲ء
۲۰۱	المقالات الاسلامیہ	ابو الحسن علی بن اسماعیل الاشعری	مطبوعہ قاہرہ	۱۳۶۹ھ
۲۰۲	الملل والنحل	عبد الکریم الشہرستانی	قاہرہ	۱۳۱۷ھ
۲۰۳	الملل والنحل	محمد ابو زہرہ	قاہرہ	۱۹۵۰ء
۲۰۴	مناقب الامام احمد بن حنبل	ابن جوزی	خانجی	س-ن
۲۰۵	تاریخ ابن خلدون	عبد الرحمٰن خلدون	دار الکتاب البنانی ، بیروت	۱۹۵۶ء
۲۰۶	تاریخ بغداد	احمد الخطیب بغدادی	مطبعۃ السعادۃ ، مصر	۱۳۴۹ھ
۲۰۷	تاریخ بغداد او مدینۃ السلام	احمد بن علی الخطیب البغدادی	قاہرہ	۱۳۴۹ھ

۲۰۸ تاریخ خلیفہ	خلیفہ بن خیاط شباب بصری	دمشق	س-ن
۲۰۹ تاریخ دمشق	ابن عساکر الشافعی	مطبوعہ دمشق	۱۹۵۴ء
۲۱۰ تاریخ الاسلام فی الھند	عبدالمنعم النمر	مطبوعہ القاھرہ	۱۹۵۰ء
۲۱۱ تاریخ الاسلام وطبقات المشاھیر	ذھبی	مصر	س-ن
۲۱۲ تاریخ الامم والملوک	ابن جریر طبری	قاھرہ	س-ن
۲۱۳ تاریخ الخلفاء	عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	قاھرہ	۱۳۵۱ھ
۲۱۴ تاریخ الکبیر	ابن عساکر	ابن عساکر الشافعی۔ شام	۱۳۳۲ھ
۲۱۵ تاریخ المذاھب الاسلامیہ	محمد ابوزھرہ	مطبوعہ قاھرہ	س-ن
۲۱۶ تاریخ المذاھب الفقھیہ	محمد ابوزھرہ	مطبوعہ قاھرہ	س-ن
۲۱۷ تاریخ المصحف الشریف	عبدالفتاح قاضی	المطبعۃ المشھد الحسینی	۱۳۸۵ھ
۲۱۸ تاریخ الھند	ابوریحان محمد بن احمد	البیرونی ، مطبوعہ حیدر آباد دکن	۱۹۵۸ء
۲۱۹ تاریخ یعقوبی	وھب بن واضح عباسی یعقوبی	لیڈن	س-ن
۲۲۰ تاریخ الیمینی	محمد بن عبدالجبار العقبی	طبع قاھرہ	۱۲۸۶ھ
۲۲۱ تجارب الامم وتعاقب الامم	ابن مسکویہ	مطبوعہ لیڈن	۱۹۱۴ء
۲۲۲ تجرید اسماء الصحابہ	ذھبی	مطبوعہ حیدر آباد دکن	۱۳۱۵ھ
۲۲۳ تحفۃ النظار فی غرائب الامصار	ابن بطوطہ	طبع پاریس	۱۸۷۶ء
۲۲۴ تذکرۃ الحفاظ	ذھبی	دائرۃ المعارف العثمانیہ ، حیدر آباد دکن	۱۳۷۷ھ
۲۲۵ تذئین الاسواق بتفصیل اشواق العشاق	داؤد الانطاکی	مصر	۱۳۱۹ھ
۲۲۶ تقویم البلدان	ابوالفداء	پیرس	۱۸۴۰ء
۲۲۷ تقیید العلم	محمد عجاج الخطیب	المعھد العلمی۔ دمشق	۱۳۴۹ھ

۲۲۸ تہذیب تاریخ ابن عساکر	ابن عساکر	مطبعۃ روضۃ الشام ، دمشق	۱۳۳۲ھ
۲۲۹ تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی	دائرۃ المعارف النظامیہ ، حیدر آباد دکن	۱۳۲۵ھ
۲۳۰ ثمار القلوب فی المضاف والمنسوب	عبد الملک بن محمد الثعالبی	مطبوعہ قاہرہ	۱۳۲۶ھ
۲۳۱ جامع بیان العلم وفضلہ	ابن عبد البر	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ، مصر	۱۳۲۹ھ
۲۳۲ جمہرۃ الانساب العرب	ابن حجر حققہ دکتور عبد السلام ہارون	القاہرہ	۱۹۶۲ء
۲۳۳ جمہرۃ نسب قریش واخبارھا	زبیر بن بکار مکی	مصر	س۔ن
۲۳۴ حسن المحاضرۃ فی اخبار المصر والقاہرہ	عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	مطبوعہ قاہرہ	۱۳۲۷ھ
۲۳۵ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء	احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	مطبوعہ مصر	۱۳۵۷ھ
۲۳۶ خزانۃ الادب ولب لباب لسان العرب	عبد القادر بن عمر البغدادی	مطبوعہ قاہرہ	۱۳۴۷ھ
۲۳۷ خطط المقریزی (الوعظ والا عتبار بذکر الخطط والاثار)	تقی الدین احمد بن علی المقریزی	طبع مصر	۱۲۷۰ھ
۲۳۸ دیوان ابن الرومی	ابن رومی	قاہرہ	۱۹۲۴ء
۲۳۹ دیوان شد الرضی	محمد بن موسیٰ الرضی	مطبوعہ بیروت	۱۳۰۷ھ
۲۴۰ دیوان النابغۃ	تحقیق شکری فیصل	طبع بیروت	۱۹۶۸ء
۲۴۱ رسالہ فخر السودان علی البیضان	جاحظ	مصر	۱۳۲۴ھ

۲۴۲	زہر الاداب وجمع الجواہر فی الملح والنوادر	ابو اسحاق ابراہیم رتبہ عبدالعزیز الشبوی بن علی الحصری	قاہرہ	۱۳۲۵ھ
۲۴۳	سمط اللالی فی شرح امالی القالی	عبداللہ بن عبدالعزیز البکری	قاہرہ	۱۹۳۶ء
۲۴۴	سنن ابن ماجہ	ابن ماجہ مصر	س۔ن	
۲۴۵	سیر اعلام النبلاء	محمد بن احمد ذہبی	دار المعارف ، مصر	۱۹۶۲ء
۲۴۶	شذرات الذہب فی اخبار من ذہب	ابن العماد الحنبلی	قاہرہ	۱۳۵۰ھ
۲۴۷	شرح ادب الکاتب	موہوب بن احمد	الجوالیقی	قاہرہ ۱۳۵۰ھ
۲۴۸	شرح الشواہد المغنی	عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	مطبوعہ بیرت	
۲۴۹	شرح نہج البلاغتہ رتبہ	ابو الفضل ابراہیم	طبع مصر	۱۹۵۹ء
۲۵۰	شفاء الغرام باخبار البلد الحرام	محمد بن احمد الفاسی	طبع مصر	س۔ن
۲۵۱	صبح الاعشیٰ فی صناعتہ الانشاء ابو العباس	احمد القلشقندی	قاہرہ	۱۹۱۹ء
۲۵۲	صحیح البخاری	محمد اسماعیل بخاری	نور محمد اصح المطابع ، دھلی	۱۳۵۶ھ
۲۵۳	صورۃ الارض	ابن حوقل	لیڈن	۱۹۳۸ء
۲۵۴	ضحی الاسلام	احمد امین	قاہرہ	۱۹۶۱ء
۲۵۵	طبقات الادباء والحکماء	ابن جلجل	المعہد العلمی ، قاہرہ	۱۹۵۵ء
۲۵۶	طبقات الاطباء والحکماء	ابن جلجل	القاہرۃ	۱۳۷۷ھ

۲۵۷ طبقات الامم	صاعد بن احمد صاعد الاندلسی	بیروت	۱۹۱۳ء
۲۵۸ طبقات الشافعیہ الکبریٰ	سبکی	قاہرہ	۱۳۲۴ھ
۲۵۹ ظهر الاسلام	احمد امین	قاہرہ	۱۹۵۴ء
۲۶۰ عجائب الهند	بزرگ بن شهریار	لیڈن	۱۸۸۶ء
۲۶۱ علم الاعلام باعلام بیت الحرام	قطب الدین النهدوالی مکی	مصر	۱۳۰۳ھ
۲۶۲ عمدة الطالب فی انساب ال ابی طالب	احمد بن علی الداوری	بومبائی	۱۳۱۸ھ
۲۶۳ عمدة القاری	محمود العینی	ادارة الطباعة المنیریہ ، قاہرہ	س-ن
۲۶۴ عیون الاخبار	ابن قتیبہ	مطبوعہ ، قاہرہ	۱۳۴۸ھ
۲۶۵ عیون الانباء فی طبقات الاطباء	ابن ابی اصیبعہ	حیدر آباد دکن	۱۸۸۴ء
۲۶۶ غایة النهایہ فی طبقات القراء	ابن الاثیر الجزری	القاهرة	۱۹۳۳ء
۲۶۷ فتوح البلدان	بلاذری	لیڈن	۱۸۹۴ء
۲۶۸ فتوح الشام	واقدی	قاہرہ	۱۳۰۴ھ
۲۶۹ فجر الاسلام	احمد امین	قاہرہ	۱۹۶۴ء
۲۷۰ فوات الوفیات	الکتبی	قاہرہ	۱۲۹۹ھ
۲۷۱ کتاب تاویل مختلف الحدیث	---	مطبوعہ مصر	۱۳۲۶ھ
۲۷۲ کتاب صفتہ الصفوة	ابن جوزی	حیدر آباد دکن	۱۳۵۵ھ
۲۷۳ کتاب الدنیا والدین	الماوردی	مصر	۱۹۲۵ء

۲۷۴ کتاب الاشتقاق	ابن درید	مصر	۱۹۵۸ء
۲۷۵ کتاب الاصنام	ہشام بن محمد سائب الکلبی	دار الکتب المصریہ ، مصر	۱۹۲۴ء
۲۷۶ کتاب الاقالیم	اصطخری	المانیہ	۱۸۳۹ء
۲۷۷ کتاب الاکمال فی رفع الارتیاب	ابن ماکولا	حیدر آباد دکن	س-ن
۲۷۸ کتاب الامالی	ابو علی اسماعیل القالی	مصر	۱۳۷۴ھ
۲۷۹ کتاب الاموال	ابن سلام	قاہرہ	۱۳۵۳ھ
۲۸۰ کتاب البدء والتاریخ	مطھر بن طاہر المقدسی	پاریس	۱۹۰۷ء
۲۸۱ کتاب البخلاء	جاحظ	مطبوعہ لیڈن	۱۹۰۰ء
۲۸۲ کتاب التاریخ فی اخلاق الملوک	جاحظ	قاہرہ	۱۳۳۲ھ
۲۸۳ کتاب التعریفات	علی بن محمد الجرجانی	تصحیح محمد العمراوی ، قاہرہ	۱۳۲۹ھ
۲۸۴ کتاب التیجان	وھب ابن منبہ	دائرۃ المعارف النظامیہ ، حیدر آباد دکن	۱۳۴۷ھ
۲۸۵ کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن ادریس التمیمی الرازی	حیدر آباد دکن	۱۳۷۲ھ
۲۸۶ کتاب الحیوان	جاحظ	مطبوعہ قاہرہ	۱۹۵۸ء
۲۸۷ کتاب الذخائر والتحف	قاضی رشید بن زبیر	تحقیق دکتور محمد حمید اللہ ، کویت	۱۹۵۹ء
۲۸۸ کتاب الزہرہ	محمد بن ابی سلیمان	داؤد الاصفہانی - بیروت	۱۳۵۱ھ
۲۸۹ کتاب الکنیٰ والاسماء	احمد بن حماد الدولابی	حیدر آباد دکن	۱۳۲۳
۲۹۰ کتاب اللمع	ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی	قاہرہ	۱۳۸۰ھ
۲۹۱ کتاب المجروحین	ابو حاتم محمد بن حبان البستی	حیدر آباد دکن	س-ن
۲۹۲ کتاب المعارف	عبد اللہ ابن ابی داؤد	المطبعۃ الرحمانیہ ، مصر	۱۹۳۶ء

۲۹۳ کتاب المعارف	ابن قتیبہ	قاہرہ	۱۹۶۰ء
۲۹۴ کتاب المنتظم فی تاریخ الملوک والامم	ابن الجوزی	حیدر آباد دکن الھند	۱۳۵۷ھ
۲۹۵ کتاب الوزراء والکتاب	محمد بن عبدوس الجھشماری	قاہرہ	۱۹۳۸ء
۲۹۶ کتاب مفاتیح العلوم	احمد بن یوسف	الکاتب الخوارزمی قاہرہ	۱۳۴۲ھ
۲۹۷ کتاب الھند	البیرونی	لیڈن	۱۸۸۷ء
۲۹۸ کشف الظنون	حاجی خلیفہ	مطبعتہ البہیہ استنبول	۱۹۴۱ء
۲۹۹ لباب الالباب	اسامتہ بن منقذ	مطبوعہ مصر	۱۳۵۴ھ
۳۰۰ لسان العرب	ابن منظور مصری افریقی	مصر	س۔ن
۳۰۱ مجموعۃ الوثائق السیاسیہ	محمد حمید اللہ	قاہرہ	۱۹۴۱ء
۳۰۲ مختار الشعر الجاہلی	دکتور السقاء	طبع القاہرہ	۱۹۴۸ء
۳۰۳ مختصر کتاب البلدان	ابن الفقیہ الھمذانی	لیڈن	۱۳۰۲ھ
۳۰۴ مرآۃ الجنان	عبداللہ بن سعد الیافعی	حیدر آباد دکن	
۳۰۵ مروج الذھب ومعاون الجوھر	مسعودی	طبع قاہرہ	۱۸۷۷ء
۳۰۶ مسند احمد	احمد بن حنبل	المطبعتہ المیمنیہ ، مصر	۱۳۱۳ھ
۳۰۷ معجم الادباء	یاقوت حموی	قاہرہ مع مسادات	۱۹۰۸ء
۳۰۸ معجم البلدان	یاقوت الحموی بغدادی	مطبع سادات ، مصر	۱۳۳۲ھ
۳۰۹ معجم المولفین	عمر رضا کحالہ	مطبوعہ دمشق	۱۹۵۷ء
۳۱۰ معرفۃ علوم الحدیث	محمد بن عبداللہ الحافظ نیشاپوری	مطاوعہ قاہرہ	۱۹۳۷ء
۳۱۱ مقدمہ ابن خلدون	عبدالرحمن بن محمد بن خلدون	بیروت	۱۸۸۶ء

۳۱۲ منهاج السنة	ابن تیمیه	المطبعة الامیریه ، مصر	۱۳۲۲ھ
۳۱۳ مواقف حاسمة فی تاریخ الاسلام عنان		مطبوعہ قاہرہ	۱۹۵۳ھ
۳۱۴ موقف العقل والعلم	مصطفیٰ اسماعیل البصوری	عیسی البابی ، مصر	۱۹۵۰ء
۳۱۵ میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذهبی	عیسیٰ البابی ، قاہرہ	۱۹۶۳ء
۳۱۶ نبذ من کتاب الخراج و صنعة الکتابة	ابو الفرج قدامة	لیڈن	۱۸۸۹ء
۳۱۷ نتف من شعر ابی عطاء السندی	ڈاکٹر نبی بخش بلوچ	سندھی ادبی بورڈ ، حیدر آباد	۱۹۶۱ء
۳۱۸ نخبة الاهر فی عجائب البر والبحر	محمد بن ابی طالب الانصاری الاقیقی	مطبوعہ بطربورغ	۱۲۸۱ھ
۳۱۹ نزهة المشتاق فی ذکر الامصار والاقطار والبلدان	عبد العزیز الادریسی	روم	۱۵۹۳ء
۳۲۰ نشوار المحاضرة واخبار المذاکرہ	محمد بن ابی الفهم التنوخی	قاہرہ	۱۹۲۱ء
۳۲۱ نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب	احمد بن محمد المقری	مطبوعہ مصر	۱۹۹۲ء
۳۲۲ نهایة الارب فی فنون الادب	احمد بن عبد الوهاب النویری	قاہرہ	س-ن
۳۲۳ وفیات الاعیان ابن خلکان	المطبعة المیمنیه ، مصر	۱۳۱۰ھ	
۳۲۴ یتیمة الدهر	عبد الملک بن محمد الثعالبی	قاہرہ	۱۳۵۳ھ

سندھی کتب

۳۲۵ اسلامی تصوف	مخدوم غلام حیدر سندی	مسلم ادبی سوسائٹی۔ حیدر آباد	۱۹۵۴ء
۳۲۶ تاریخ تمدن سند	رحمداد خان ولائی مولائی شیدائی	سند یونیورسٹی۔ حیدر آباد	۱۹۵۹ء
۳۲۷ تاریخ قدیم سندھ	مرزا قلیچ بیگ	حیدر آباد	۱۹۲۱ء
۳۲۸ جامع سندی لغات	از ڈاکٹر نبی بخش خان	سندی ادبی بورڈ۔ حیدر آباد	۱۹۶۱ء
۳۲۹ جنت السند	رحیم داد خان ولائی	سندی ادبی بورڈ جامشور	۱۹۸۵ء
۳۳۰ سند جا اسلامی درسگاہ	محمد جمن تالپڑ	سندھ کلاسکی صوبائی کمیٹی	۱۹۸۴ء
۳۳۱ سندی اقتصادی تاریخ	ایس پی چپلائی	سندی ادبی بورڈ حیدر آباد	۱۹۵۸ء
۳۳۲ سندی عالمن جا سونھری کارناما	دادا سندی	سند تحقیقی بورڈ حیدر آباد	۱۹۸۹ء
۳۳۳ سندی ادب جی ارتقاء	پروفیسر عبد الکریم لغاری	انسٹیٹیوٹ آف سند الاجی	۱۹۷۶ء
۳۳۴ سندھی بولی	سراج الحق میمن	عظیم پبلی کیشن حیدر آباد	۱۹۶۴ء
۳۳۵ سندی بولی جا محقق	هدایت پریم	سند تحقیقی بورڈ	۱۹۹۴ء
۳۳۶ سندی بولی جو حرف ء نحو	واحد بخش شیخ	سندی ادبی بورڈ۔ حیدر آباد	۱۹۸۶ء
۳۳۷ سندی بولی جی لسانی جاگرانی	ڈاکٹر غلام علی الانا جام شورو	انسٹیٹیوٹ آف سند الاجی	۱۹۷۹ء
۳۳۸ سندی بولی جی مختصر تاریخ	ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ	حیدر آباد	۱۹۶۲ء
۳۳۹ سندی ثقافت تی اسلامی اثرات	میمن عبد المجید سندھی	مهران اکیڈمی۔ کراچی	۱۹۸۹ء
۳۴۰ سندی معلمه	ڈاکٹر غلام علی الانا	سندھی ادبی بورڈ۔ حیدر آباد	۱۹۸۴ء

۳۴۱ علم لسان ۽ سندی زبان	علی نواز حاجن خان جتوئی	انسٹیٹیوٹ آف سندالاجی	۱۹۸۳ء
۳۴۲ فتح نامہ سند ۽ فتح	چچ نامو مترجم مخدوم امیر	سندی ادبی بورڈ	۱۹۵۴ء
	احمد تصحیح تشریح ڈاکٹر	حیدر آباد	
	نبی بخش خان بلوچ		
۳۴۳ قدیم سند	بیرول مہچند آدائی	سندی ادبی بورڈ جام شورو	۱۹۹۴ء
۳۴۴ لاڑ جو مطالعو	مرتب ڈاکٹر عبدالجبار جونیجو	سندھی ادبی بورڈ	۱۹۹۱ء
	مضمون دت قوم ان جی تاریخ		
	۽ سندجی ثقافت م النهن جی		
	کردار جو اپیاس		
	ڈاکٹر غلام علی الانا		
۳۴۵ لب تاریخ سند	خانبھادر خداداد خان	سندھی ادبی بورڈ۔ کراچی	۱۹۵۹ء

انگریزی کتب (ENGLISH)

۳۴۶ A dictionary of world mythology, by Arthur Cotterell, Oxford University Press, Oxford,1986

۳۴۷ A History of India James H. Gense, Macmillan And Co, Madras, 1968

۳۴۸ A Marvellous Culture By Sir John Marshal. Mombai

۳۴۹ Arab Administration, by S.A.Q. Husaini, Pub By. M. Abdur Rahman, Madras, 1959

۳۵۰ Arab in Sindh, By Abdur Razzak Thamim. Spark Publication, Karachi, 1987

Arab Suffuring In Indian Ocean by G.F. Hourani, Prnston 1951 ۳۵۱

Arabic Thought and its Place in History by De Lacy O'Leary, Routledge & Kegal Paul, London 1958 ۳۵۲

A Short History of Pakistan, By A.E. Dani, University of Karachi, Karachi, 1967 ۳۵۳

Baluchistan District Gazetter. Poineer Press. Allahabad, 1907 ۳۵۴

Cambridge History of India by E.J.E Burn, Cambridge University Press, 1922 ۳۵۵

Encyclopcedia of Islam, E.J. Brill Leiden, 1938 ۳۵۶

Encyclopedia of Religion Ani Ethics, T. &T. Clark, Edenburgh 1925 ۳۵۷

Gazetter of The Province of Sindh, By E.H. Aitken Mercantile Steam Press. Karachi, 1907 ۳۵۸

Geohydrology of The Indus River. A.K. Snelgrove. Sind University Press. Hyderabad 1967 ۳۵۹

History And Culture of Sindh. By Ansar Zahid Khan, Royal Book Company, Karachi, 1980 ۳۶۰

History of Ancient Sanskrit Literature, By Debells Goll ۳۶۱

History of Gujrat By M.S. Commissariat Longmansgreen Bombay, 1938 ۳۶۲

History of India From the Earliest Times to the Present Day, By G.A. Dunber, Nicholoson & Watson, London, 1943. ۳۶۳

History of Sindh Series Vol-1 Sindh A General Introduction, ۳۶۴
By H.T. Lambrick. Sindhi Adabi Board. Jamshoro.

Lands of Eastern Caliphat, By Le Strange, Cambridge ۳۶۵
University Press, Cambridge, 1930

Revelation And Reason In Islam. A.J. Arberry, ۳۶۶
Georyz Allen & Unwin, London. 1957

Selections From Hindu Religious, Litorature, By A. J. Appasamy, ۳۶۷
Mittal Publication, Delhi, 1987

Sindh A (Spaccgp) general Introduction. By M.T. Lambrick. Sindhi ۳۶۸
Adabi Board. Hyderabad, 1964.

Sindh A RE- Interpretation of The Un-Happy vally, B.Y.J. ۳۶۹
Abbott, Indus Publication, Karachi, 1977

Sindh A Reinterpretation of the Unhappy Valley, ۳۷۰
By J. Abbott, Oxford University Press, 1924.

Studies in Islamic Culture in the Indian Enviroment, ۳۷۱
Clarendon Press, Oxford, 1964.

The Antiquities of Sindh By Cousens Henry, Govt of India ۳۷۲
Central Publication Branch 1929

The Lagacy of Islam. Ed. by thomas Arnold and Alfred Guellame. ۳۷۳
Oxford University Press, London, 1949

The Chinese Budhist Pilgrims In India, Calcutta 1953 ۳۷۴

The Indus Civilization by Sita Ram Komli ۳۷۵

The Hindu Tradition by Bithika Mukerji, Amity House ۳۷۶
Inc. New York, 1988

The Indus Civilization By R.E.M. Wheeler, Cambridge University ۳۷۷
Press, London, 1968

The Preaching Of Islam By Thomas Arnold Oxford ۳۷۸
University Press, London, 1935,

The Pre Muslim Antiquities of Sindh By Dr. J.E ۳۷۹
Lohuizen, University of Amesterdam, Neitherlands, 1979

The Traditional Arts And Crafts of Hyderabad Region, ۳۸۰
By N.A. Baloch, Mehral Arts Council, Hyderabad, 1966

The Wake of the God, by H. Bruce Franklin, Stanford ۳۸۱
University Press. Stanford, 1982.

The World of Buddhism, Edited by Heinz Bechert and ۳۸۲
Richard Gombrich Thames and Hudson, London, 1984

The World's Religions. by Ninian Smart, Cambridge ۳۸۳
University Press, Cambridge. 1989.

What Can It Teach Us. By Max Muller ۳۸۴

Zen Buddhism. Christmas Humphreys, the Macmillan ۳۸۵

رسائل

۳۸۶ اسلامی ھند کے نصف اول میں علوم عقلیہ کا رواج	شبیر احمد غوری	معارف اعظم گڑھ۔ فروری	۱۹۶۳ء
۳۸۷ اورینٹل کالج میگزین	شمارہ فروری	۱۹۳۵	
۳۸۸ اورینٹل کالج میگزین	شمارہ فروری	۱۹۳۸	
۳۸۹ برصغیر کے مسلمانوں کا فن تعمیر	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی	سرسید بن پاکستانی ادب جلد ۴ فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج راولپنڈی	۱۹۸۲ء
۳۹۰ جہاں تہذیبیں گلے ملتی ہیں	عین الحق فرید کوٹی	سہ ماہی ثقافت	۱۹۷۵ء
۳۹۱ ستارہ سند		ہفت روزہ سکھر اگست	۱۹۳۴ء
۳۹۲ عظیم تہذیب	نیاز ھمایوں	رسالہ الرحیم شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد	۱۹۶۶ء
۳۹۳ فن تعمیر	سجاد حیدر	سرسید ین پاکستانی ادب جلد ۴ فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج۔ راولپنڈی	۱۹۸۲ء
۳۹۴ مغربی پاکستان	شمار نمبر ا صفحہ ۹۱	مجلہ الجامعۃ الاسلامیہ بھاولپور	۱۳۸۴ھ
۳۹۵ مہران سہ ماہی		۱۹۵۵ء، ۱۹۵۷ء، ۱۹۷۰ء	
۳۹۶ مسلم فلسفے میں ملتان کی خدمات	پروفیسر محمد امین	ماہ نو جولائی	۱۹۸۳ء
۳۹۷ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں	ابوالحسنات سندی	معارف اعظم گڑھ	۱۹۳۶ء

اخبارات

۳۹۸	دریائے سندھ	مولائی شیدائی	روزنامہ الوحید سندھ آزاد نمبر	۱۹۳۶ء
۳۹۹	سندھ کا نظریاتی ماضی و حال	پریشان خٹک	(قومی اخبار میگزین) ۹ تا ۱۵ اپریل	۱۹۹۳ء
۴۰۰	عظیم روحانی پیشوا	محمد صدیق خان قادری	امروز ملتان نمبر ۲۸ جون	۱۹۷۸ء
۴۰۱	ملتان کی دینی درس گاہیں	شمیم حیدر ترمذی	امروز ملتان نمبر ۲۸ جون	۱۹۷۸ء
۴۰۲	مہران روزنامہ کراچی	سالگرہ نمبر		۱۹۵۹ء
۴۰۳	الوحید	سندھ	آزاد نمبر	۱۹۳۶ء

A CRITICAL STUDY OF RELIGIOUS AND EDUCATIONAL ASPECTS OF SINDH DURING UMMAYAD & ABBASID PERIODS.

Thesis. Ph. D.

Research Scholar

HAFIZ HAQQANI MIAN QADRI

SUPERVISOR/ GUIDE

PROF. DR. MUMTAZ BHUTTO.

DEAN FACULTY OF ISLAMIC STUDIES
UNIVERSITY OF SINDH JAMSHORO

DEPARTMENT OF COMPARATIVE RELIGION & ISLAMIC CULTURE
UNIVERSITY OF SINDH
JAMSHORO PAKISTAN

1998.

ABSTRACT

DISTINCTIVE OF THE SUBJECT WITH ITS IMPORTANCE IN ISLAMIC STUDY AS WELL AS THE OBJECTS AND ITS UTILITY.

To compile and write the history of any nation, or to evaluate the achievements of a nation, is not a mere formality. The greater obtectives of the efforts in this regard, are to make it a base for the training of the nation, to determine the future course and mode in the light of the glorious past, to rekindle the vital force of practice in the nation with the help of the noble deeds of the great people of the past, and to present the endeavours and accomplishmants of the forefathars as to make them a precedent to be followed by the coming generations in their lives. The fall and destruction of the nation and the reasons for those should be presented in such a way that they should teach a lesson, and be made example of punishment so that the coming generation should avoid those in selecting the path for the future.

The part of the land known as Sindh in the sub-continent the darken land of idol worshiping, became the first light house of source of reality and just religion. It had been under the different Arabic governments for centuries leaving longer lasting effects on the history of the area.

The people of Sindh has ever been capable of embracing and accepting the right and the real faith. This part of land, being far off from the base of Islam became the part of the Islamic world since the dahin of Islam. The knowledge of Islam started reaching every part of the land through Sindh. The Sindh of that time was the same piece of land which became the part of Pakistan in 1947.

In the Arab rule the land of Sindh from Khuzdar to Bunu was full of knowledge and educational centres which were teteemed wiht the scholars and researchers who were making every use of the knowledge and science in quenching their thirst of knowledge and learning. The Arab scholars who made Sindh their home were also spreading the light of knowledge and learning all around.

These intellectual centres remained the sources of knowledge and learning for centuries. The centres of Debal, Mansoorah, Uch and Multan remained prominent as the centres of excellence for knowledge and learning. The scholars jurists, scholars of tradition of the Holy Prophet (peace be upon him.), of the periods, the centres of knowledge and the art and literature of the times have filled volumes of books and scattared everywhere in the history. It is yet, a task to collect all of them and give shape and form to them.

The title of my Thesis is:

A Critial study of religious and educational aspects of Sindh during Ummayad and Abbasid periods.

It deliberates the academic progress, religious scholars, jurists and scholars of tradition of the Holy Prophet in Sindh with in the ninety (90) years rule of the Umayyads (from 40 Hijrah to 132 Hijrah) and one hundred fifteen (115) years rule of the Abbasids (from 132 Hijrah to 247 Hijrah).

The thesis consists in seven chapters and a summary at the end. Every chapter has its references and footnotes. At the end of the thesis a complete bibliography is given of the books refered, alphabetically in accordance with the source and origin. The bibliography includes the books of the Arabic, Urdu, English and Sindhi languages. It also has a complete list of the magazines and periodicals refered being useful in preparation of the dissertation.

I have disccussed the ancient conditions of Sindh in my dissertation and tried to make a full picture of the academic progress made by Sindh in the times of the Umayyads and the Abbasids. Moreover, efforts are made to review the academic conditions of other Islamic centres alongwith Sindh in the time periods of the Umayyads and the Abbasids so that it could provide an overall academic and religious picture of the times.

The division of the disser... as follow:

1. ***CHAPTER ONE:*** *The geo-physical and cultural conditions of Sindh.*
2. ***CHAPTER TWO:*** *The ancient religions and beliefs in Sindh.*
3. ***CHAPTER THREE:*** *The advent of the Arabs and the establishments of Muslim state in Sindh.*
4. ***CHAPTER FOUR:*** *The Ummayyads rule , and the Abbasids rule in Sindh and the religious services of the Muslim rulers.*
5. ***CHAPTER FIVE:*** *Influence of Islam on the culture and civilization of Ummayads and the Abbasids periods.*
6. ***CHAPTER SIX:*** *The academic services of the Ummayyads.*
7. ***CHAPTER SEVEN:*** *A research study of the academic and cultural conditions of the Abbasid rule*

Detailed Outlines of the Chapters.

CHAPTER ONE: *This chapter deals with the ancient geo physical and cultural conditions of Sindh. It gives a brid's eye view of Sindh in its ancient times, its importance and its old political history. It describes the old climates mountain chain, deserts, plains, rivers and canals of the ancient*

Sindh. It has a detail description of the Indus and the changes in its course. Its contains an account of the ancient peoples and tribes of Sindh. Research and findings on the ancient cities of Sindh are also mentioned in the chapter. Delineation of references and sources is made at the end of the chapter.

CHAPTER TWO: *This chapter deliberates the ancient religious and creeds in Sindh. It has a detail account of the history, religions, need of religion in human life, its importance, Hinduism and rise of new gods in Hinduism, discrimination on caste system in Hindus and the followers of Hinduism in Sindh.*

It also deals with Budhism: the philosophy of Lord Budha and the followers of Budhism in Sindh,
Zoroastianism: its basic beliefs and its existence in Sindh.
Jainism: Sectarainism in Jainism;
Islam: basic tenets of Islam and its teachings, advent of Islam in Sindh, its back ground, and the motives of the invasion of Sindh by the Muslims. References and sources are listed down at the end of the chapter.

CHAPTER THREE: *This chapter deals with the coming of the Arabs in Sindh and the establishment of the Islamic State in Sindh. It explains the relationship of the Arabs with Sindh and the subcontinent before the conquest of Muhammad-Bin-Qasim; it examines the nature of the relations of the Arabs with Sindh. It enumerates the Islamic conquests at the times of the four Orthodox Caliphs and the Umayyads; it gives the life history of Muhammad-Bin-Qasim, the Islamic government of Makran under the Umayyad rule; it studies the detail of the background of the invasion of Sindh by*

Muhammad-Bin-Qasim, conquest of Sindh, Captivation of Muhammad-Bin-Qasim and his death; it includes the letters of Hajjaj-Bin-Yousuf to Muhammad-Bin-Qasim written at the time of the attack on Sindh and its conquest. Reference and sources are listed at the end of the chapter.

__CHAPTER FOUR:__ This chapter illustrates the rules of the Umayyad and the Abbasids in Sindh; the religious services of the Muslim rulers. It provides the list of the rulers of Sindh and the sketch of their life history in the Umayyad period and the Abbasids period in Sindh.

The chapter explicates the coming of Hibar is in Sindh, and then the end of their government. It also mentions the names of the Ismailis rulers of Multan, and the Arab generals who were the rulers of Makran before the Umayyads came in power. After a detailed discussion on all the above mentioned topics, this chapter goes over the fall of the Arab rule in Sindh; it discusses, in full, the factors and causes which became the base of the downfall of the Umayyad and Abbasid rulers. Reference and sources are made available at the end of the chapter.

__CHAPTER FIVE:__ This chapter spells out the impact of Islam on the culture and civilization of Sindh, and view of the academic envirorment of the Umayyad and the Abbasids period. It expands the effects of the Islamic culture on the culture and civilization of Sindh. The salient features of Islamic culture are interpreted. It puts forward the progress, expension and spread and enforcement of the Arabic language.

It also deals with the progress and development of Sindhi language at that time. It delibrates the Sindhi lauguage alphabets; the common alphabets of Sindhi and the Arabic languages, the background, in this regard, is also provided. It relates the intellectual services, such as knowledge of translation, mathamatics, Astrology, knowledge of heavenly bodies, medicines, chemistry, philosophy etc, and learning of the self. This chapter also has an account of the Arab scholars in Sindh; the companions of the Prophet, who came in Sindh in the times of the Caliphate of Umer Farooq, Usman, Ali, Muawiya and Yazid; learing and knowledge of the Holy Quran, tradition of the Holy Prophet, Islamic Law, and other learnings such as literature morality, story telling, art of fighting and war and music.

This chapter presents a vivid picture of the cultural center of Sindh, the presence and achievements of the Sindhi sclolars, jurists and scholars of the tradition of the Holy Prophet in Sindh and in the Arab cities, services of Sindhi women in the field of knowledge and learning. It also reviews the books of the Arab historians written on Sindh; it examines the Sindh poets in the Arab cities, and also the grand services rendered by the Hindu scholars of Sindh. References and sources are at the end of the chapter.

CHAPTER SIX: *This chapter encircles the services of the Umayyad rule in Sindh as well as out of Sindh so that a com plete picture of the over all conditions of religion and knowledge and learning be presented of the period; it evaluates the services of the period by the Umayyads in*

the fields of commentaries, tradition, Islamic law and jurisprudence, Islamic law and verdicts, faith and doctrine, mysticism and Sufism, sects and religion, revolt of rationalism, natural and medical services. Moreover, it discusses such vital topics such as calligraphy, official status of the Arabic language, publication of books on government level, use of leather, and invention of paper. There is a bird's eye view of Islamic education and learning in Sindh in the Umayyad period. The grandeur service of the scholars of the tradition of the Holy Prophet in the field of the learning and knowledge of the tradition; the scholars of the tradition of the Holy Prophet are mentioned with their origin- Sindhis and Arabic. it also outlines the science of biography- writing, Quranic exegesis, jurisprudence, Linguistics; mysticism and Sufis in Sindh and art and literature of Sindh. The chapter has the list of refernces and resources at the end of the chapter.

CHAPTER SEVEN: This chapter looks into the depth of services of the Abbasids in the fields education and learning in Sindh as well as out of Sindh to create a full picture of the academic and religious conditions with details. It describes the services of the Abbasid rule in the field of education, the learning and knowledge centres of the Abbasid Caliphs: House of Wisdom Treasureland of Al-Mamun; the inventions and discoveries of the period and their effects on the culture and civilization, knowledge and learing; the academic and cultural effects of the Arab world and Muslim world on Sindh and critical evaluation of the history, knowledge and revolution in religion in the historical prospects of Sindh.

This chapter, particularly in prospects of Sindh, deciphers the interest of the Abbasids Caliphs in the art literature, science of mathametics and arithmatic, astrology and knowledge of heavenly body medicines, the herbs and medicinal herbs, magic and tricks charm and spell and their effects, music and singing, the orators and eulogy and the art of speech of Sindh. It also narrates the travelling of the scholars of Sindh out side Sindh. References and resources are at the end of the chapter.

At the end, bibliography is given which is based on brevity, and arranged language wise. Since the language of the dissertation is urdu and because of this the arrangement of bibliographi is arranged in order of the utility of matter available for the research of the dissertation. As the urdu language material is much refered it is mentioned first follow ing the Arabic, Persian, Sindh, English languages books, Moreover, magazines, periodicals, academic and educational magazine, and special issues and gazetters are thoroughly studied for the preparation of the dissertation and are listed as well.

The Importance, Distinctions And Preferences of The Thesis

The people of the sub-continent in particular and the historinan and the students of history have ever been interested in the history and knowing much more of Sindh. No research work has so for been been done completely and comprehensively in the field of the Islamic history of Sindh, with especial emphasis on the period when Sindh became the gateway for Islam in the sub-continent and Islam was spread all over the area. No history, so far, has rendered the true account of the culture, morality and academic history of the period

known as Islamisation of Sindh. No account is available, as well, of the Muslim rulers of Sindh and the merits of their governments their services and achievements. I, therefore, have tried to collect and give a shape to different and scattered material of the history of Sindh in this thesis.

Sindh has been distinctive being the first land in the subconinent where the light of Islam Spreaded all over. The people of Sindh had the previlage to travel the Arab peninsula and the other Arab world. The Arabs were also frequently travelling in Sindh. This established a kind of relationship between the two peoples and this practice was further intensified through intensive and extensive travelling by both the peoples for religious and other purposes in the time of the four guided caliphs. The relationship was based on trade and travelling and a pleasant change was brought in wilh advent of Islam in the area. This change revitized the material, spiritual and glorious civilization values in the inhabitants of the land. The Islamic period in Sindh gave political stability to the whole area and played a major role in the publication of Islam all over the places.

The first account of the history of Sindh in given by the travellers and traders, and historians and geographers. They wrote their expeditions. There geographers and travellers went deep and far in the land and also travelled Sindh as well, on their route of travelling. They wrote their observation and the influences in book forms.

The Umayyads ruled Sindh for ninety years. This period has an account of the important events conquests, government administration, system of war and forces,

public administration, on the city and country level, Umayyad rulers and kings and emperors of Sindh. It has a detail of the muslims of Sindh, of Arabic origin, converts to Islam and the relations of the Arabs and Sindh on the basis of civilization, culture, academic, intellectual and social pursuits. Then, there is a long period of one hundred fifteen years of the Abbasids rules in Sindh. It gives comprehensive information on the city and country administration of the Abbasids rulers, trade relations between the Arabs and Sindh, the art and literature of the Islamic Sindh, the scholars and the scholars of the traditions of the Holy Prophet and the Islamic learings in Sindh in the period.

Moreover, theme is a detail of the relations and connections muslims and non-muslims with the Islamic world in the fields of education, intellect, culture and civilization in Sindh.

It also communicates the advent of muslim in the time of the four guided caliphs of muslims in Sindh, the authority and administration of the Arab muslim in Sindh and the people of Sindh in the Arab world the arrival of the companions and the successors to the Holy Prophet's companions in Sindh and their life history. It also displays vivid picture of the area of Sindh in the Orthodox Caliphate. The topic has an unusual importance because the giant historians lost this eminent epoch of pomp and glory in culture and civilization due to their much absorption in obvious greatness, splendour and pomp and show of Kingdoms of Ghaznavids, Ghaurids, Khiljis and the Mughlas. Had not Islam established in Sindh how would this splendour period of the dy nasties have followed. So we have to think that the advent of Islam in Sindh is the cause and reason of the of other glorified period followed after.

This dissertation spotlights the so far unnoticed ascpects of the academic and religious services in the Islamic Sindh. The reason to select and research the topic is to collect indelible imprints of the glory of Islam and the lost magnificance of the muslim in Sindh which is scattered all over the history, and establish the fact that the land of Sindh is the real cradle of the relics and history of Islam. Ignorance to this fact is death and to make it known to the people, is the biggest service of this piece of land. The purpose in selecting this topic is also to serve knowledge, history, Islam and the Islamic period in Sindh.

There are two groups of the people who research on Sindh: Firstly, those who based their research only on history and geography.

Secondly, the people who based their research on the academic, intellectual and the Islamic art and literarye pursuits.

I have tried to combine both the aspects of research in this dissertation.

METHODOLOGY:

I worked in a very close contact of my guide and supervison in preparation of this dissertation and followed his guidelines in this regard. I have utilized, extensively and intensively, the research material and the research made available in the fields of education, civilization and history by the prominent scholars, researchers, historians, writers and intellectuals on Sindh.

The Utilization of research material and sources on the academic and religious services was made directly, which can be observed in my dissertation. I have been studying constantly the authentic material on Sindh in the Arabic, Sindhi, English and Urdu languages. I have also been consulting frequently the educational and research treatise and magazines along with different encyclopedias, and I have made as much use of the materials as it could be done.

During the research, I have observed the valid and authentic rules and methods of research and followed the guiding principles restricting to the rules and regulations of the research papers. I have maintained the modern style in research given the footnotes and references along with the sources and origins. I have adhered to the style as much as possible.

The dissertation (thesis) looks in to the other aspects of research besides the academic and religious conditions of the Umayyads the Abbasids bringing into light the historical references. The observations and impressions, the intellectual and historical views of the writers, travellers, historians and geographers from the sub-continent, Islamic world particularly the Arabs are presented to supplement the thesis. Every try is made not to leave out any aspect of the academic and religious conditions of times of the Umayyads and the Abbasids. Thus workers, historians, compilers, scholars of the tradition of the Holy Prophet, jurists, literary personalities, travellers, geographers, poets and every noteworthy personality, institution and department are searched out for the purpose of research on the periods while preparing this dissertation.

Therefore, the academic and religious conditions of Sindh in the Umayyads and the Abbasids are throughly searched and researched before bringing these aspects of Sindh of the periods in this dissertation. This brings out the illuminious, unprecedented golden periods of the Islamic history of the times of the Ummayads and the Abbasids. It presents the scholastic and historical review. To distinguish the academic and religious individuality of the gate way to knowledge and Islam- Sindh- from the Arab world, in particular, and the whole Islamic world, in general, references are made to the methods, origins and sources including Arabic, Persian, English and Urdu books. Utilization of resources is made directly. For the consultation of the resources, not only the libraries in Sindh were visited, the other big libriares through out the country were refered such The Punjab Public Library Lahore; Institution of Islamic culture, Lahore; Islamic international university library, Islamabad; Institute of historical and cultural research library, Islamabad; Liaquat Memorial Library, Karachi, Khalid Ishaqe, Advocate, library; Sindh University library, Jamshoro; Institute of Sindhiology library; Sindhi Adabi Board library etc, are included.

Moreover, I have met, talked and discussed the topic directly with the prominent personalities in the field, and whose knowledge is authentic and wide on the topic, I have sought their guidance as well. Then, the research and comparative view is put forward. It is hoped that the dissertation will bring out from the darkness the lost glory in the field of knowledge and religion in the times of the Umayyads and the Abbasids.

It is also hoped that research effort, made honestly, will help to understand the history of Sindh and will serve as a source to make known the knowledge and history of Sindh.

HAFIZ HAQQANI MIAN QADRI

RESEARCH SCHOLAR

DEPARTMENT OF COMPARTIVE RELIGIONS

& ISLAMIC CULTURE.

UNIVERSITY OF SINDH

JAMSHORO PAKISTAN